

معارف القرآن

تأليف

شیخ التفسیر ابو نعیم حفص بن عمر بن محمد بن عیسیٰ بن مسعود بن علی بن
رکعة اللہ علیہ رحمۃ واسعہ شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور

ترجمہ و تفسیر: علامہ عبدالحق دہلوی، دینی ائمہ دہلی، قدس سرہ

شائع کردہ

مکتبہ المعارف

دار العلوم الحسینیہ شہدادپور

سندھ، پاکستان

بہار: مکتبہ عثمانیہ میٹ انچارج، مہران پور، قلعہ مارہا، قلعہ مارہا، لاہور

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ فَإِذَا قَرَأَهُ قَاتِلُهُ قَاتِلُ اللَّهِ قَاتِلُ اللَّهِ عَلَيْهِ سَبْعَةُ

الْحَمْدُ لِلَّهِ الْمُسْتَمْتَرَةُ دَرِينِ زَمَانِ مُمِیْنَتِ اقْرَآنِ تَفْسِیْرِ سِرِّ اِتْوِیْرِ غَیْبِیْنِ حَقَائِقِ وَمَعَارِفِ
خَزَائِیْرِ اَسْرَارِ وِطَائِفِ کَشَافِ مَشْکَلَاتِ قُرْآنِیَّةِ وَوَصَافِ مَخْذَرَاتِ فِرْقَانِیَّةِ
مُسْتَعْنٰی بِهِ

مَعَارِفُ الْقُرْآنِ

تألیف

شیخُ التفسیرِ والحَدِیثِ حضرت مولانا اُحْیَیْ مُحَمَّدِ ادریش صابِ کاندھلوی

رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَاسِعَةً شَيْخُ الْحَدِيثِ جَامِعُهُ اَشْرَفِيَّةِ لَاهُورِ

جلد دوم مُشْتَمِلٌ بِرَفْسِیْرِ پَارِہ ④ ⑤ ⑥ ⑦

○

بہ ترجمہ حقیقت آگاہ معارفِ پناہ عارفِ بابتہ حضرت شاہ عبدالقادر بن شاہ ولی اللہ دہلوی قدس اللہ اسرارہما

شائع کردہ

مکتبہ المعارف

دارالعلوم الحسینیہ شہداد پور
سندھ، پاکستان

باجازتِ ۱۔ مکتبہ عثمانیہ بیتُ الحمد ۳۵۳ مہران بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور

نام کتاب ۱- معارف القرآن جلد ۷
نام مصنف ۱- حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

مکمل سیٹ ۱- ۸ جلد

صفحات جلد ۲- ۷۶۸

کتابت متن قرآن کریم: خطاط القرآن حضرت سید محمد اشرف علی الحسینی سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ
کتابت سرورق: سید انیس الحسن ابن سید الخطاطین سید نفیس الحسینی دامت برکاتہم العالیہ لاہور
کتابت ترجمہ و تفسیر: سید عصمت اللہ، سید جعفر حسین، سید ضیاء اللہ گوجرانوالہ
تعداد طبع اول: ۱۳۱۹ھ ۱۱۰۰ (گیارہ سو)

تعداد طبع دوم: ۱۳۲۲ھ

پریس: القادر پرنٹنگ پریس کراچی
نامشر: مکتبہ المعارف دارالعلوم حسینیہ شہدادپور سندھ پاکستان
فون ۴۲۲۷۶ - ۴۱۳۷۶ (۰۲۲۳۲)

منے کے پتے

کراچی ۱- صدیقی ٹرسٹ، صدیقی ہاؤس۔ المنظر پارٹمنٹس ۴۵۸ گارڈن ایسٹ

نزد سبیل چوک کراچی۔ پوسٹ کوڈ نمبر ۷۴۸۰۰

لاہور ۱- مکتبہ عثمانیہ بیت الحمد ۳۵۳ مہران بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور

شہدادپور: مکتبہ المعارف دارالعلوم حسینیہ شہدادپور ضلع سانچہ سندھ پاکستان پوسٹ کوڈ ۶۸۰۳۰

اہم نوٹ
ہم نے اس کتاب کی تصحیح میں حتی الوسع کوشش کی ہے پھر بھی ممکن ہے کوئی غلطی رہ گئی ہو۔
لہذا تمام قارئین سے التماس ہے کہ اگر کہیں غلطی پاویں تو براہ راست ہمیں اطلاع دیں تاکہ آئندہ
اشاعت میں اسے درست کیا جاسکے، اللہ تعالیٰ اس کا اجر آپ کو عطا فرمائیں گے۔

خط و کتابت کیلئے: مکتبہ المعارف دارالعلوم حسینیہ شہدادپور پوسٹ کوڈ ۶۸۰۳۰

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اجازت نامہ

برائے اشاعت معارف القرآن، بنام مکتبۃ المعارف شہدادپور

مُقرآن پاک معارف القرآن از مولانا محمد ادریس کاندھلوی صاحب جو کہ دارالعلوم الحنبلیہ دہلی
مشہد دلپور دارالافتاء خود دوبارہ لکھواڑا ہے اور چھاپا ہے ۔

ہماری طرف سے اجازت ہے ۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں کہ وہ اس کو
چھپائیں اور فروخت کریں ۔

دکتر محمد رفیع

27/1/99

فہرست مضامین معارف القرآن جلد دوم

پارہ نمبر ۴۴۵۶۷

سورۃ آل عمران - نساء - مائدہ - انعام

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۱	مسلمانوں کو اہل کتاب کے دھوکہ میں نہ آنے کی نصیحت		پارہ ۴۴ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ
۲۲	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ تَطِيعُوا اللَّهَ كَاشَانَ نَزُولِ		
۲۴	مسلمانوں کو تقویٰ اور اتباعِ شریعت پر متفق رہنے کی	۱	ترغیب انفاق مال در راہ خداوند ذوالجلال
	تاکید اکید اور پکھی امتوں کی طرح افتراق و اختلاف سے مانعت	۳	رجوع بخطاب اہل کتاب
۲۶	ایک شبہ اور اس کا ازالہ	۴	یہود کے دو شبہ اور ان کا جواب
۲۸	لطائف و معارف	۵	پہلے شبہ کا جواب
۳۳	بیان خیریت امت محمدیہ علی صاحبہا الف الف سلامۃ و تحیہ	۶	دوسرے شبہ کا جواب بذکر فضائل بیتِ حرام
۳۶	فائدہ (امت قائمہ کے اوصاف یہود کے متضاد تھے)	۹	خانہ کعبہ کی فضیلت بمقابلہ بیت المقدس
۳۷	کفار کے نفقات اور صدقات کی مثال	۱۰	اول فضیلت
۳۹	تہذیبِ مومنین از اختصاص و ارتباط با دشمنانِ دین	۱۱	دوسری، تیسری، چوتھی فضیلت
۴۱	تنبیہ	۱۲	پانچویں، چھٹی اور ساتویں فضیلت
۴۲	قصہ احد	۱۳	لطائف و معارف
۴۳	فائدہ جدیدہ (مَنْ أَهْلِكَ) میں اہل سے مراد	۱۴	اسرارِ قبلہ (حضرت نانوتویؒ کی ایک تحریر کا خلاصہ)
۴۴	تذکرہ بقصہ بدر برائے اظہار تاثیر توکل و تقویٰ و صبر	۱۵	خانہ کعبہ عرش کی محاذات میں ہے
۴۶	رجوع بقصہ احد	۱۶	مساجد خانہ کعبہ کی محاذات میں ہیں۔
۴۹	ترغیب و تہذیب از ناراہِ آخرت و ترغیب بہ اعمالِ جنت	۱۷	تعمیر بیت المقدس
۵۳	وَالْكُفَّارِينَ الْعَظِيمِينَ حِكَايَتِ	۱۸	مسلمانوں پر بت پرستی کا الزام اور جواب
۵۶	رجوع بسوئے قصہ و تسلیہ اہل اسلام ہر گونہ گوں	۱۹	ملامت اہل کتاب بر کفر و انحراف۔

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۱۸	دلائل الوہیت و وحدانیت و کمال قدرت و حکمت و	۶۰	فوائد و لطائف
۱۲۱	بیان حال دانشمندان و دعا ہائے گوناگون ایشان۔	۶۳	ذکر استقلال مجاہدین اہم سابقہ
۱۲۲	بشارت قبولیت دعا۔ ایک شبہ اور اس کا ازالہ	۶۶	ترسیب مومنین از قبولی مشورہ کفار و منافقین
۱۲۳	مدح مومنین اہل کتاب۔	۶۳	ممانعت از مشابہت کفار
۱۲۳	خاتمہ سورۃ اور ایک جامع مانع نصیحت	۶۶	خطاب خداوند عالم بسوئے بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر اسے
۱۲۵	تفسیر سورۃ نساء	۶۹	عفو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم۔
۱۲۶	گزشتہ سورت سے ربط	۸۱	مشورہ کی حقیقت۔ مشورہ کے فوائد
۱۲۷	تمہید احکام سورت دربارہ ادائے حقوق قرابت و حکم	۸۴	اہلیت مشورہ۔ یعنی کون لوگ مشورہ کے اہل ہیں۔
۱۲۸	تقویٰ و اطاعت ربانی و تذکیر اتحاد انسانی	۸۸	بیان نزاحت منصب نبوت از شائبہ و اہم خیانت
۱۲۹	حکم اول: دربارہ اموال یتیمی۔ شان نزول	۹۱	ازالہ حسرت ہزیمت از دوستاں و جواب شبہ دشمنان
۱۳۰	حکم دوم: دربارہ نکاح یتیمی۔	۹۴	بیان اعزاز و اکرام شہداء احد و دربارہ گاہ خداوند احد
۱۳۱	ایک شبہ اور اس کا ازالہ	۹۵	قصہ غزوہ حمرار الاسد
۱۳۲	مسئلہ تعدد ازواج	۹۹	آیت کے شان نزول کے متعلق علماء کے دو قول
۱۳۳	حکایت	۱۰۱	لطائف و معارف
۱۳۴	ایک عورت کیلئے متعدد خداوند ہونگی مانعت کی وجہ	۱۰۳	دشمنان اسلام کی سرگرمیوں کی بابت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
۱۳۵	حضرت نافوتویؑ کا کلام معرفت النیام	۱۰۴	کو تسلی۔
۱۳۶	حکم سوم: دربارہ تسلیم مہر	۱۰۵	دشمنان اسلام کے چند مزعومات اور خیالات اور ان کے جوابات
۱۳۷	حکم چہارم و پنجم: دربارہ تفویض اموال بسوئے مبذبین	۱۰۸	ایک اور خیال باطل کا ابطال
۱۳۸	وسر فین و حفظ اموال یتیمی۔	۱۱۱	مذمت بخل۔
۱۳۹	حکم ششم: دربارہ حقوق ورثہ و ترکہ	۱۱۲	بیان شائع یہود و تسلیم صبر بسلامان۔ شان نزول
۱۴۰	حکم ہفتم: مراعات طیر مستحقین میراث بوقت تقسیم ترکہ	۱۱۳	یہود کا ایک افتراء اور اس کی تردید
۱۴۱	قانون میراث یعنی تفصیل حصص میراث	۱۱۴	بنی کریم علیہ الصلاۃ و التسلیم کی تسلی
۱۴۲	حصہ اولاد۔	۱۱۵	وید ہر اسے گدہ بن و وعد ہر اسے مصدقین
۱۴۳	شان نزول۔	۱۱۶	کافروں کی تکذیب اور ہر نہ درایتوں پر مسلمانوں کو صبر کی تعلیم
۱۴۴		۱۱۷	مذمت اہل کتاب ہر کتمان حق
۱۴۵		۱۱۸	مذمت خود پسندی و مدح طہای

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۹۶	حکم سیزدہم : درباره اتلاف اموال و نفس	۱۵۸	مسئلہ میراث انبیاء کرام علیہم السلام و تحقیق مطالبہ
۲۰۱	حکم چہارم : مخالفت از رشک بر نفوق دیگران		میراث فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا و جواب صدیق اکبر
۲۰۳	حکم پانزدہم : بابت میراث حلیف	۱۶۳	حکم ہشتم : درباره تادیب زانیہ
۲۰۵	حکم شانزدہم : بابت معاشرہ زوجین یعنی آلہ زجالی	۱۶۵	حکم نہم : در بیان شرائط قبول توبہ
	قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ الا کی تفسیر اور مرد کی	۱۶۶	فوائد و لطائف
	عورت پر برتری اور حاکمیت کی تحقیق	۱۶۸	حکم دہم : مخالفت ظلم بر نسوان
۲۱۱	حکم ہفدہم : حسن معاملہ با خالق و خلق یعنی داعب و	۱۶۳	حکم یازدہم : تفصیل محرمات
	اللہ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا کی تفسیر	۱۶۴	قسم اول : محرمات نسبہ - قسم دوم محرمات رضاعیہ
۲۱۴	حکم ہشتم : متعلق بہ معلوۃ و طہارت	۱۶۵	قسم سوم محرمات صہریہ -
۲۱۹	ذکر بعض قبائح یہود		آغاز پارہ پنجم وَالْمُحْصَنَاتُ
۲۲۳	اہل کتاب کو نصیحت اور ایمان کی دعوت	۱۶۶	
۲۲۵	عدم مغفرت شرک و کفر		قسم چہارم شوہر والی عورتیں
۲۲۶	لطائف و معارف - گذشتہ آیت کی تفسیر اور عدم	۱۶۸	شان نزول
	مغفرت کفر و شرک کے اسرار و حکم اور حضرت محمد الف ثانیؐ	۱۶۹	بیان شرائط نکاح
	کا کلام معرفت النیام -	۱۸۰	لطائف و معارف - و تحقیق مسئلہ تحریم متعہ
۲۲۹	یہود کے دعوائے تقدس کی تردید		تفسیر آیت قَدْ أَفْلَحْنَا وَآمَنَّا بِمُعْصِيَةِ اللَّهِ
۲۳۱	مذمت یہود بر عداوت اسلام و حد بر مسلمین	۱۸۲	ابتداء اسلام میں کس قسم کا متعہ جائز تھا
۲۳۳	مذمت یہود بر بخل و حد	۱۸۵	دلائل تحریم متعہ - دلیل اول
۲۳۶	حکم نوزدہم : ادائے امانت و اقامت عدل	۱۸۶	دلیل دوم - دلیل سوم
۲۳۸	لطائف و معارف	۱۸۶	دلیل چہارم -
۲۴۱	امانت کی حقیقت اور آیت کا شان نزول	۱۸۸	دلیل پنجم - حرمت متعہ کی ایک دھدائی دلیل
۲۴۴	اصول دین اور اولیٰ شرعیہ کا بیان اور امام رازیؒ کی تحقیق		تحقیق مذہب ابن عباسؓ درباره متعہ
۲۴۶	مذمت منافقین بر انحراف از فیصلہ شریعت		سبب عدم اطلاع ابن عباسؓ بمتعہ
۲۵۱	شرائط ایمان یعنی اَلْكَوْنُ وَالْإِيمَانُ الذِّمَّةُ	۱۹۲	حکم دوازدہم : متعلق بکساح کنیزان
	مِزْعَمُونَ کی تفسیر	۱۹۵	ذکر الطاف خداوندی بہ اہل اسلام
۲۵۲	وعدہ معیت اہل انعام بر اطاعت احکام -		

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۲۸	بیان ارکان خمسہ ایمان یعنی اصول ایمان کا بیان	۲۵۴	نبوت، صدیقیت، شہادت اور صلاح کی تحقیق
۳۳۰	ذم مرتدین	۲۶۰	حکم بست و وجوب جہاد برائے احیاء دین و تخلص ضعفاء و مظلومین -
۳۳۱	ذم منافقین	۲۶۳	شکایت دوستان برائے التولے حکم جہاد
۳۳۲	عزت کی تعریف	۲۶۴	منافقین کے ایک خیال غام کی تردید
۳۳۴	جس جگہ احکام خداوندی کیساتھ تسخیر کیا جاتا ہو وہاں	۲۶۵	بیان حقیقت حال منافقین
	بیٹھنے کی ممانعت -	۲۶۸	اثبات رسالت محمدیہ باعجاز قرآن
۳۳۸	تمتہ ذم منافقین		استنباط کی حقیقت
۳۴۰	ممانعت از موالات کفار	۲۶۹	حکم بست و حکم ترغیب در شفاعت حسنہ و ترہیب
۳۴۲	خطاب بسوئے منافقین	۲۷۱	از شفاعت سیئہ -
۳۴۳	پارہ ۶ لَا یَحِبُّ اللّٰهُ الْجَہْرَ	۲۷۲	حکم بست و دوم، بابت تحیہ اسلام و تعلیم جواب سلام
		۲۷۳	تاکید و وعید
۳۴۳	حکم سی ام: جواز شکایت ظالم برائے مظلوم و فضیلت عفو	۲۷۶	حکم بست و سوم، متعلق بمعاملہ منافقین
۳۴۶	اہل کتاب کی اعتقادی و عملی قباحتوں اور شرارتوں کا ذکر	۲۸۰	حکم بست و چہارم، متعلق بہ قتل خطار
"	تفریق فی الایمان	۲۸۵	تمتہ حکم سابق تہدید شدید و وعید اکید بر قتل عدمومن را
۳۵۰	بیان دیگرہ ذم اہل کتاب	۲۸۸	حکم بست و پنجم: وجوب احتیاط در قتل مسلم
۳۵۲	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مقتول اور مصلوب ہونے کی تردید	۲۸۹	فضائل مجاہدین
۳۵۵	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا عروج آسمانی و رفع جسمانی	۲۹۱	حکم بست و ششم: وجوب ہجرت - شان نزول
۳۵۶	نزول عیسیٰ علیہ السلام	۲۹۳	ترغیب ہجرت
۳۵۹	وَأَنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ الَّذِينَ فِي أَيْدِي مَفْسَرِينَ	۲۹۶	حکم بست و ہفتم: متعلق بر صلوٰۃ سفر و صلوٰۃ خوف
۳۶۲	ترجمہ اربع - تطبیق و توفیق	۳۰۴	حکم بست و ہشتم: ممانعت از حمایت اہل خیانت
۳۶۵	تمتہ ذم منافقین	۳۰۸	حمیت اجماع امت
۳۶۶	لطائف و معارف	۳۱۱	شرک اور اہل شرک کی مذمت اور رسوم جاہلیت کا ابطال
۳۶۷	عقیدہ قتل و صلب کا ابطال	۳۱۹	رجوع بسوئے احکام نثار و ولدان
۳۶۹	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ وعدہ	۳۲۳	بیان بعض احکام متعلقہ بمعاشرة زوجین
	خداوندی -	۳۲۶	حکم بست و نہم: اقامت عدل و ادارہ شہادت حق

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۰۸	عقیدہ تثلیث (ثالوث)	۳۶۰	حضرت مسیحؑ کی پیشین گوئی - حضرت مسیحؑ کی دعا
۳۱۰	ابطال تثلیث	۳۶۲	فرشتہ کا حضرت مسیحؑ کی مدد کے لئے نمودار ہونا
۳۱۲	ذکر عقیدہ امانت سراپا خیانت	۳۶۳	حضرت مسیحؑ کا لوگوں کی نظر سے پوشیدہ ہونا
۳۱۴	مقن عقیدہ امانت سراپا خیانت	۳۶۳	دعوائے صلب و قتل خلاف عقل بھی ہے
۳۱۵	کشف حقیقت از عقیدہ امانت سراپا خیانت	۳۶۴	تواتر اور شہرت میں فرق
۳۲۰	خاتمہ کلام بر معذرت و استدعا دعا مغفرت	۳۶۴	اسی مضمون کی ایک دوسری آیت - لطیفہ
		۳۶۵	خلاصہ کلام - وَلَٰكِنْ شَبِّهَ لَهُمْ
		۳۶۹	آیت بالا کی تفسیر دیگر
		۳۸۱	مسئلہ قادیان کا ہڈیان
		۳۸۱	شک اور اختلاف کے متعلق حضرت مسیحؑ کی پیشین گوئی
		۳۸۳	ایک شبہ
		۳۸۴	مرزا سائے قادیان کا ہڈیان
		۳۸۵	نزول عیسیٰ علیہ السلام کی حکمت
		۳۸۶	عقیدہ قتل و صلب میں یہود و نصاریٰ کا فرق
		۳۸۸	آیت ساڈ اور آیت آل عمران کے سیاق میں فرق
		۳۹۰	حیات عیسیٰ و نزول عیسیٰ علیہ السلام مسلمانوں کا اجماعی عقیدہ ہے -
		۳۹۲	جواب از شبہ اہل کتاب
		۳۹۴	خطاب عام برائے قبول دعوت حق
		۳۹۶	خطاب خاص باہل کتاب باعقاب نصیحت ناب
		۳۹۹	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے چار اوصاف
		۴۰۱	نصاری کا ایک شبہ اور اس کا جواب
		۴۰۲	خاتمہ کلام بر خطاب عام
		۴۰۳	ابطال الوہیت عیسیٰ علیہ السلام
		۴۰۵	نصاری کے چند شبہات اور ان کے جوابات
		۴۰۷	عقیدہ ابنیت -
		۴۰۸	سورۃ مائدہ کی وجہ تسمیہ
		۴۱۰	پچھلی سورۃ کے ساتھ ربط
		۴۱۲	تاکید اکید دربارۃ الیافائے عقود و عہود خواہ متعلق
		۴۱۴	بحقوق عباد باشند یا بحقوق معبود -
		۴۱۶	تفصیل بعد از اجمال یعنی عقود و عہود کی تفصیل
		۴۱۸	عقد اول - تحلیل ہیئت الانعام
		۴۲۰	حکم دوم - شعار دین
		۴۲۲	حکم سوم - تفصیل محرمات
		۴۲۴	نکتہ (ما اہل بہ لغیر اللہ اور ما ذبح علی النصب کا فرق)
		۴۲۶	حکم چہارم - تاکید تسک بشرائع اسلام مع بشارت
		۴۲۸	اکمال دین و اتمام انعام -
		۴۳۰	فوائد و لطائف - اکمال دین، اتمام نعمت کی تفسیر
		۴۳۲	کیا اسلام مانع ترقی ہے -
		۴۳۴	تمتہ حکم سوم، حکم پنجم - متعلق بہ شکار
		۴۳۶	حکم ششم متعلق بذبحہ اہل کتاب
		۴۳۸	حکم ہفتم - متعلق بہ نکاح کتابیات -
		۴۴۰	مسائل و احکام -

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۴۹۴	لطائف و معارف (قطع ید پر محمدین کا اعتراض و جواب)	۴۴۶	کتاہیر عورت سے نکاح جائز ہونے کی شرط اور حکمت
۴۹۵	حکایت	۴۴۹	حکم ہشتم، ونہم، ودہم فرضیت وضو و فرضیت غسل، و مشروعیت تیمم۔
۴۹۶	اثبات ملکیت و مشیت و قدرت برائے باری تعالیٰ	۴۵۱	فرضیت وضو کی تفصیل۔
۴۹۸	تسلیم رسول کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم و ذکر خیانت یہود و حکم زنا کہ در توریت مذکور بود۔	۴۵۱	تحقیق اختلاف قرأت در لفظ اُرْجُکُمْ اِلٰی الْکُتُبِیْنِ۔ غسل قدین کی تحقیق۔
۵۰۴	شان نزول۔	۴۵۴	فرضیت غسل۔
۵۰۵	ذکر خیانت یہود در بارہ حکم قصاص	۴۵۸	مشروعیت تیمم
۵۰۸	لطائف و معارف۔ ذکر تحریف در توریت و انجیل	۴۵۹	تذکیر انعام و عہد خداوندانام
۵۱۱	آیت وَ مَنْ لَوْ يَحْكُمُ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ سے خوارج کا استدلال اور اس کا جواب۔	۴۶۱	حکم یازدہم۔ وجوب عدل و انصاف و ادارہ شہادت حق
۵۱۲	خطاب بہ نصاریٰ	۴۶۲	تذکیر بعض الغلات خاصہ دنیویہ
۵۱۳	ذکر قرآن مجید	۴۶۴	ذکر عہود اہم سابقہ و بدعہدی اوشان و نتیجہ آل
۵۱۴	شان نزول	۴۶۸	خطاب نصیحت باب بسوئے جمیع اہل کتاب برائے تصدیق رسالت محمدیہ علی صاحبہا الف الف صلوة و الف الف تحسینہ۔
۵۱۸	فائدہ (دین۔ شریعت۔ منہاج کافرق)۔	۴۷۰	البطل عقیدۃ الوہیت عیسیٰ علیہ السلام
۵۲۱	حکم چہار دہم۔ مبالغت ازموالات یہود و نصاریٰ و ذہم منافقین۔	۴۷۳	البطل دعوائے اہل کتاب در بارہ قرب و اختصاص خداوندی۔
۵۲۵	آیت کاشان نزول	۴۷۴	اظهار نعمت و اتمام حجت بہ بعثت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم
۵۲۹	فتنہ ارتداد اور غلبہ اسلام کی پیشین گوئی۔	۴۸۲	قصہ بدعہدی و بنزدی بنی اسرائیل در بارہ جہاد
۵۳۱	فتنہ ارتداد کے انسداد کی تدبیر	۴۸۴	قصہ ہابیل و قابیل
۵۳۱	لطائف و معارف۔ یعنی آیت در بارہ فتنہ ارتداد اور آیت ولایت کے متعلق تفصیل۔ مختصر بیان کیفیت واقعہ ارتداد۔	۴۸۹	تہذیب مشروعیت حدود و تعزیرات بنا بر ظہور ایں جنس جنایات۔
۵۳۱	کَسُوْا ثِيَابَ الْجِهَادِ يَفْقَهُمْ (یعنی مرتدین سے جہاد و قتال کرنے والوں کی صفات)	۴۹۱	حکم دوازدہم۔ مد قطع طریق
۵۳۱	آیت ولایت یعنی اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ	۴۹۳	خطاب بہ اہل ایمان
			حکم سیزدہم۔ حد سرقہ

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۵۴۰	تنبیہ اہل کتاب بر سبب گمراہی ایشان و ممانعت از اتباع گمراہان پیشیناں -	۵۳۱	وَرَسُولُهُ کی صحیح تفسیر اور حضرات شیعہ کی تفسیر اور اس کا جواب -
۵۴۱	ذکر یہود و حاضرین -	۵۳۲	ارتداد کی تعریف
	پارہ ہفتم کا آغاز وَإِذَا سَمِعُوا	۵۳۳	قتل مرتد پر مدعیان تہذیب کا اعتراض اور اس کا جواب
۵۴۲	حکایت حال اسلام طائفہ نصرانیان گوشہ نشیناں و بیان کیفیت و جدایشان بوقت سماع قرآن -	۵۳۴	ماریشل لار حکومت کے مرتدین کے لیے ہے -
۵۴۵	شان نزول -	۵۳۵	ذکر احادیث در بارہ قتل مرتدین -
۵۴۶	حکم پانزدہم - ممانعت از رہبانیت - شان نزول -	۵۳۹	خلفائے راشدین اور قتل مرتدین
۵۴۹	حکم شانزدہم - متعلق بہ قسم -		کیا قتل مرتد کے لیے عذاب اور سلطنت کا مقابلہ شرط ہے -
۵۸۱	حکم ہفدہم - تحریم غزو قمار -	۵۴۲	اعادہ حکم سابق بعنوان دیگر -
۵۸۳	طائف و معارف	۵۴۳	بارگاہ خداوندی میں یہودی گستاخی کا ذکر اور اس کا رد
۵۸۵	حکم بائیسواں جمع احکام	۵۴۹	ترغیب اہل کتاب بر نبی آخر الزمان و ذکر برکات ایمان
	عدم تأیید بر استعمال غزو میسر قبل از تحریم -	۵۵۱	ازالہ خوف و دہشت و وعدہ حفاظت در بارہ تبلیغ و دعوت -
۵۸۸	حکم ہشتادم - متعلق بہ شکار در حالت احرام -	۵۵۲	ذکر آیت اولی الامر دشیعوں کا قول کہ آیت میں تبلیغ سے حضرت علیؑ کی خلافت بلا فضل مراد ہے -
۵۹۰	تممہ حکم سابق	۵۵۳	ابطال باطل مشتمل بر ابطال شائع اہل کتاب و قانون نجات -
۵۹۲	ممانعت از سوالات غیر ضروریہ		رجوع بسوسے ذکر یہود
۵۹۴	حکم نوزدہم - ابطال بعض رسوم شرکیہ و اقوال کفریہ	۵۵۴	رجوع بذکر نصاری و ابطال عقیدہ الوہیت
۵۹۶	حکم بیستم - متعلق بممانعت دین خود	۵۵۸	میس علیہ السلام بذلال عقلیہ و نقلیہ -
۵۹۸	حکم ہست و یکم - متعلق بہ وصیت و شہادت -		ابطال عقیدہ تثلیث -
	شان نزول -	۵۶۲	دلائل ابطال الوہیت عیسیٰ بن مریم علیہا السلام
۶۰۲	خاتمہ سورت بر تذکر اسفخت و ذکر انعامات و احسانات خداوندانام بر عیسیٰ علیہ السلام برائے اثبات عبرت و اثبات رسالت -	۵۶۴	دلیل دیگر بر ابطال الوہیت مسیحؑ مع توضیح -
۶۰۸	قصہ نزول مادہ -	۵۶۶	علامہ فرنگ کا ایک مندرجہ در تحقیق و جمیل سے کہنے کے لیے ایک عجیب و غریب تاویل

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ ۚ وَمَا تُنْفِقُوا

ہرگز نہ پہنچو گے، نیکی کی حد کو جب تک نہ خرچ نہ کرو کچھ ایک، جس سے محبت رکھتے ہو۔ اور جو چیز خرچ

مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ ﴿۹۷﴾

کرو گے سو اللہ کو معلوم ہے ۔

ترغیب انفاق مال در راہ خداوند ذوالجلال

قال تعالى لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ اے فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ

(ربط) گزشتہ آیت میں یہ بتلایا کہ اگر قیامت کے دن کفار اپنی رہائی کے لیے روئے زمین کے برابر بھی سونا خرچ کریں تو ذرا برابر مفید نہ ہوگا اب اس آیت میں مسلمانوں کو خدا کی راہ میں خرچ کرنے کی ترغیب دیتے ہیں کہ اے مسلمانو تم خدا کی راہ میں کتنی ہی معمولی چیز کیوں نہ خرچ کرو وہ تمہارے لیے نافع اور مفید ہوگی مگر اتنا خیال رکھنا کہ جو چیز تمہارے نزدیک زیادہ محبوب اور مرغوب ہو اگر اس کو خدا کی راہ میں خرچ کر دو گے تو تم ابرار اور اخیار میں سے ہو جاؤ گے اور اگر کوئی معمولی چیز بھی خدا کی راہ میں دو گے تو اجر اور ثواب تو اس کا بھی ضرور ملے گا لیکن درجہ ان ابرار کا حاصل نہ ہوگا۔ جن کے متعلق حق تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے۔ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَنُثْرِبُوْنَ مِنْ كُنْهِ حَنَّٰنٍ مِّنْ اَجْلِهَا كَا نُثْرِكُ الْاَيَةَ اس لیے کہ ابرار کا درجہ محبوب چیز کے خرچ کرنے سے حاصل ہوتا ہے نیز بغل کی عادت کے زائل ہونے کا طریقہ یہی ہے کہ محبوب اور پسندیدہ چیز خدا کی راہ میں خرچ کی جائے معمولی چیز کے خرچ کرنے سے نفس سے بغل کا ازالہ نہیں ہوتا اس لیے مِمَّا تُحِبُّونَ کی قید لگائی۔

چنانچہ فرماتے ہیں اے مسلمانو۔ تم غیر کثیر اور احسان عام کے مرتبہ اور مقام کو ہرگز نہیں پہنچ سکتے یہاں تک کہ تم خدا کی راہ میں ان چیزوں میں سے خرچ کر دو جن کو تم محبوب رکھتے ہو محبوب حقیقی تک پہنچنے کا ذریعہ یہ ہے کہ کچھ تو محبوب مجازی کو محبوب حقیقی کی راہ میں خرچ کر دو اور باقی خدا کی راہ میں جو کچھ بھی خرچ کر دو گے اگرچہ وہ چیز تم کو محبوب نہ ہو۔ سو اللہ تعالیٰ اس کو جاننے والے ہیں۔ تمہاری نیت اور عمل کے مطابق اس کا اجر عطا فرمائیں گے خواہ وہ قلیل ہو یا کثیر ہو محبوب ہو یا غیر محبوب اجر سے کوئی حد نہ اور نفقہ خالی نہیں۔ چنانچہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ابو طلحہ انصاری آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ ۔ اور مجھے تمام جائیداد میں سب سے زیادہ یہ باغ "بیر عار" محبوب اور مرغوب ہے آپ گواہ رہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ

کے لیے صدقہ ہے میں اللہ سے اس کی رِبر اور ذخیرہ کا امیدوار ہوں یا رسول اللہ اس مال کو جہاں چاہیں خرچ کریں حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر لڑ بایا واہ واہ یہ تو بڑے نفع والا مال ہے، جو تو نے کہا وہ میں نے سن لیا میرے نزدیک مناسب یہ ہے کہ اس کو تو اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کر دے ابو طلحہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں ایسا ہی کروں گا۔ پھر ابو طلحہ نے اسے اپنے رشتہ داروں اور چچا کی اولاد میں تقسیم کر دیا (بخاری و مسلم)

فائدہ غیر محبوب کے خرچ کرنے پر اجداد و اب ملتا ہے بشرطیکہ وہ قابلِ نفرت نہ ہو جیسا کہ ارشاد ہے **وَلَا تَمْتَنُوا الْخَنِيثَ** یعنی قصد کر کے خراب اور ردی چیز طیرات مست کرو ہاں اگر کسی نے سارا مال خیرات کر دیا اور اس میں کچھ ردی بھی تھا یا سارا ہی ردی تھا تو کوئی حرج نہیں کیونکہ وہ قصد کر کے ردی نہیں دے رہا ہے بلکہ جو اس کے پاس موجود ہے وہی دے رہا ہے مانعت اس کی ہے کہ ایک شخص کے پاس عمدہ مال بھی ہے اور خراب بھی مگر وہ شخص صدقہ کے لیے خراب اور ردی مال کا انتخاب کرتا ہے۔

نکتہ شاید یہود و نصاریٰ کے ذکر میں یہ آیت اس لیے نازل فرمائی کہ ان کو اپنی ریاست بہت محبوب تھی اس وجہ سے وہ نبی کریمؐ کے تابع نہ ہوتے تھے تو جب تک وہ اللہ کی راہ میں اپنی محبوب ریاست کو نہ چھوڑیں گے ایمان کی دولت حاصل نہ کر سکیں گے۔

كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِي إِسْرَءِيلَ

سب کھانے کی چیزیں حلال تھیں بنی اسرائیل کو،

إِلَّا مَا حَرَّمَ إِسْرَءِيلُ عَلَى نَفْسِهِ مِنْ

مگر جو حرام کر لی تھی اسرائیل نے اپنی جان پر تو ریت

قَبْلَ أَنْ تَنْزَلَ التَّوْرَةُ قُلْ فَأَتُوا

نازل ہونے سے پہلے تو کہہ لاؤ

بِالتَّوْرَةِ فَأَتَلُوهَا إِنَّ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۱۳﴾ فَمِنْ

توریت اور پڑھو اگر سچے ہو پھر جو

اَفْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ

کون اندھے اللہ پر جھوٹ اس کے بعد تو وہی

هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿۱۳﴾ قُلْ صَدَقَ اللَّهُ فَاتَّبِعُوا مِلَّةَ

ہیں بے انصاف یہ تو کہہ دیج فرمایا اللہ نے اب تابع ہو

اِبْرٰهِيْمَ حَنِيفًا ۭ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۴﴾

جاؤ دین ابراہیم کے جو ایک طرف کا تھا اور نہ تھا شرک کرنے والا

رجوع بخطاب اہل کتاب

قَالَ تَعَالَى كُنُ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِي إِسْرَآءِيلَ اے وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ

دور سے سلسلہ کلام اہل کتاب کے متعلق چلا آ رہا ہے افتراء کا ذکر درمیان میں استطراداً اور تبعاً آگیا تھا اب پھر اہل کتاب کے متعلق کچھ ارشاد فرماتے ہیں۔ یا یوں کہو کہ شروع سورت سے لے کر یہاں تک توحید الہی اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کے بارہ میں زیادہ تر نصاریٰ سے محاذ اور مباحثہ اور مباہلہ کا ذکر ہوا اب یہاں سے حق تعالیٰ یہود کے دو شبہوں کا جواب دیتے ہیں جو وہ دین اسلام پر کرتے تھے۔

پہلا شبہ یہ تھا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اپنے آپ کو دین ابراہیمی اور انبیاء سابقین کے طریقہ پر بتلاتے ہیں تو پھر آپ اُن چیزوں کو کیسے حلال بتلاتے ہیں جو حضرت ابراہیمؑ اور تمام انبیاء پر حرام تھیں مثلاً اونٹ کا گوشت اور اس کا دودھ ان پر حرام تھا اور آپ اس کو حلال بتاتے ہیں اور اگر آپ یہ کہیں کہ یہ چیزیں جو ان کے دین میں حرام تھیں اب ان کی حرمت میری شریعت میں منسوخ ہو گئی تو پھر آپ کا یہ دعویٰ غلط ہے کہ آپ اُن کی تصدیق کرنے والے ہیں اور آپ کا دین ان کے دین کے موافق ہے۔

حق تعالیٰ اُن کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اے یہود تمہارا یہ قول کہ اونٹ کا گوشت اور اس کا دودھ حضرت ابراہیمؑ اور تمام انبیاء کرام پر حرام تھا بالکل غلط ہے بلکہ حضرت ابراہیمؑ سے لے کر توریت کے نازل ہونے تک یہ تمام چیزیں بنی اسرائیل کے لیے حلال تھیں البتہ یعقوب علیہ السلام نے توریت کے نازل ہونے سے پہلے اونٹ کا گوشت کسی وجہ سے اپنے اوپر حرام کر لیا تھا وہ یہ کہ یعقوب

علیہ السلام کو عرق النساء کی بیماری تھی اس وقت اللہ سے نذر مانی کہ اگر صحت پاؤں تو جو چیز مجھے مغرب اور محبوب ہے اس کو چھوڑ دوں گا اور ان کو اونٹ کا گوشت اور دودھ نہایت محبوب اور مرغوب تھا۔ سو اس نذر کی وجہ سے اس کو چھوڑ دیا تھا جیسا کہ ہماری شریعت میں بھی ہے کہ نذر سے حلال چیز حرام ہو جاتی ہے۔ مگر اس کا کفارہ دینا پڑتا ہے حکما قال تعالیٰ یَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تَحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ حق تعالیٰ نے یہود کے جواب میں فرمایا کہ یعقوب علیہ السلام کا اپنے اوپر یہ حرام کرنا توریت سے پہلے تھا اگر تم اس بات میں سچے ہو کہ یہ چیزیں حضرت ابراہیمؑ کے وقت سے حرام تھیں تو اپنی مسلم کتاب توریت میں یہ مضمون دکھلاؤ تاکہ تمہاری صداقت ظاہر ہو اور اگر یہ مضمون تمہاری کتاب میں نہ نکلے تو سمجھ لو کہ تم کاذب اور منفری ہو کُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حَلَالًا لِّبَنِي إِسْرَءِیْلَ سے وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ تک اسی شبہ کے جواب میں نازل ہوئیں جیسا کہ آئندہ تفسیر سے ظاہر ہوگا۔

پہلی آیت میں محبوب چیز کے خرچ کرنے کا ذکر تھا اور اس آیت میں یعقوب علیہ السلام کا ایک محبوب چیز کو چھوڑ دینے کا ذکر ہے اس طرح دونوں آیتوں میں نہایت لطیف مناسبت ہو گئی۔

فائدہ

یہود کا دوسرا شبہ یہ تھا کہ تمام انبیاء کرام بیت المقدس کی تعلیم کرتے تھے اور بیت المقدس ہی ان کا قبلہ تھا اور تمام انبیاء اسی مقدس سرزمین میں مبعوث ہوئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اصلی وطن عراق تھا۔ جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چھوڑ کر شام کی طرف ہجرت فرمائی اور وہیں رہے اور وہیں وفات پائی مگر اے مسلمانو تم نے بیت المقدس کو چھوڑ کر خانہ کعبہ کو قبلہ بنا لیا ہے جو سرزمین شام سے بہت دور ہے پھر تمہارا یہ دعویٰ کیسے صحیح ہے کہ تم کو ابراہیم علیہ السلام اور ملت ابراہیمی سے زیادہ قرب اور مناسبت حاصل ہے حق تعالیٰ نے اِنْ اَوَّلَ بَیْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ فَرَّغْنَا عَنْکُم مِّنْ ذَکْرِ الْعِلَادِیْنِ کہ اس شبہ کا جواب دیا کہ خانہ کعبہ ہی اول عبادت خانہ ہے جو بیت المقدس سے صد ہا سال قبل ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھ سے تعمیر ہوا جس میں مقام ابراہیم کی موجودگی اس بات کی دلیل ہے کہ ابراہیمؑ کے قدم یہاں آئے ہیں کیونکہ یہ امر تاریخ عرب کے مسلمات میں سے ہے کہ یہ وہی پتھر ہے جس پر ابراہیم علیہ السلام نے کھڑے ہو کر خانہ کعبہ تعمیر کیا تھا اور خدا کی قدرت سے اس پتھر میں ابراہیم علیہ السلام کے قدم کے نشان پڑ گئے تھے اور وہ پتھر اب تک برابر محفوظ چلا آ رہا ہے۔

پہلے شبہ کا جواب

کُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حَلَالًا لِّبَنِي إِسْرَءِیْلَ اَللّٰہُ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ

ان آیات میں یہود کے پہلے شبہ کا جواب ارشاد فرماتے ہیں کہ اسے یہود تمہارا یہ قول بالکل غلط ہے کہ اونٹ کا گوشت اور اُس کا دودھ حضرت ابراہیم اور تمام انبیاء پر حرام تھا بلکہ کھانے کی سب چیزیں توریت کے نازل ہونے سے پہلے ہی بنی اسرائیل کے لیے حلال تھیں۔ جن کی سنت حضرت ابراہیم کے وقت سے برابر چلی آرہی تھی مگر وہ چیز یعنی اونٹ کا گوشت جس کو ایک خاص وجہ سے یعقوب علیہ السلام سے اپنے اوپر بطور نذر حرام کر لیا تھا اور پھر ان کی اولاد نے بھی اُن کی پیروی میں اس کو چھوڑ دیا تھا جس کا سبب یہ تھا کہ یعقوب علیہ السلام کو عرق النساء کا درد تھا اس وقت اللہ تعالیٰ سے نذر کی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اس مرض سے شفاء عطا فرمائی تو جو چیز مجھ کو زیادہ محبوب اور مرغوب ہے اُس کو چھوڑ دوں گا اور ان کو سب سے زیادہ محبوب اونٹ کا گوشت اور دودھ تھا اس لیے اس کو چھوڑ دیا۔ در نہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر یہ چیز حرام نہ تھی لہذا یہود کا یہ دعوئے کہ یہ چیزیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے حرام چلی آرہی ہیں کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔

فائدہ آیت مذکورہ میں مِنْ قَبْلِ أَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرَةُ (یعنی نزول توریت سے قبل) کی قید کا فائدہ یہ ہے کہ نزول توریت سے پہلے یہ سب چیزیں حلال تھیں۔ البتہ توریت نازل ہونے کے بعد بہت سی حلال چیزیں یہود پر اُن کے ظلم اور شرارت کی وجہ سے توریت میں حرام کر دی گئیں جس کی کچھ تفصیل سورہ انعام میں ہے وَ عَلَى الَّذِينَ هَآؤُا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِي ظُفْرٍ وَ مِنَ الْبَقَرِ وَ النَّمْرِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُومَهُمَا اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُورُهُمَا اَوْ اِلْحَاوِيَا اَوْ مَا اخْلَطَ بِغَظْرِ ذٰلِكَ جَزَيْنَاهُمْ بِغِيظِهِمْ اَوْ دَرَسِي جگہ ارشاد ہے۔

فَيُظْلَمُونَ مِنَ الَّذِينَ هَآؤُا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبَاتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ اَوْ اِنْ يَهُودٌ سَعَوْا بِمَا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ فَيُحْذَرُ مِنْهُمْ فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ هَآؤُا مِنْ يَوْمٍ عَظِيمٍ

کہ اگر تم کو اس کا دعویٰ ہے کہ یہ چیزیں حضرت ابراہیم کے وقت سے برابر حرام چلی آرہی ہیں تو توریت کو لے کر آؤ اور یہ مضمون توریت میں دکھاؤ اور سب کے سامنے اُس کو پڑھ کر سناؤ اگر تم اس دعوے میں سچے ہو کہ یہ چیزیں حضرت ابراہیم کے وقت سے حرام تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا کہ اُن کی کتاب کے ساتھ مباحثہ کریں۔ یہود یہ دلیل قاطع اور برہان ساطع سن کر حیران رہ گئے اور توریت نہ لے سکے اس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر ایک حجت قائم ہو گئی اور یہود کا کاذب اور مفتری ہونا ثابت ہو گیا پس جو شخص اللہ پر جھوٹ باندھے اور یہ کہنے لگے کہ یہ چیزیں اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہما السلام پر حرام کی تھیں اس کے بعد یعنی توریت کی حجت لازم ہو جانے کے بعد تو یہ لوگ بڑے ہی ظالم اور بے انصاف ہیں کہ حق بات ظاہر ہو جانے کے بعد بھی ہٹ دھرمی کرتے ہیں اور حق کو تسلیم نہیں کرتے اور اللہ کے نبی پر جھوٹے الزام لگاتے ہیں۔ آپ کہہ دیجیے کہ اللہ نے سچ فرمایا اور مجھے سچی خبر دی کہ نزول توریت سے پہلے سب چیزیں بنی اسرائیل پر حلال تھیں پس اسے یہود جب تم پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت ظاہر ہو گئی تو مسلمانوں کی طرح تم بھی ملت ابراہیمی کی پیروی کرو۔

اور ابراہیم علیہ السلام کے دین پر آجاؤ جس کی طرف میں تمہیں بلاتا ہوں اور وہ ابراہیم علیہ السلام ایک طرف کا ہو رہا تھا سب کو چھوڑ کر ایک خدا کی طرف مائل ہو گیا تھا۔ جس نے دنیا میں خالص توحید اور خدا کی فرمانبرداری کی اشاعت کی اور ابراہیم مشرکوں میں سے نہ تھا اس جملہ میں یہود اور نصاریٰ پر الزام ہے کہ تم دین ابراہیمی پر ہونے کے مدعی ہو اور پھر مشرک کرتے ہو۔

فائدہ ملت مثل دین کے اس طریقہ کو کہتے ہیں کہ جس کو اللہ تعالیٰ انبیاء کی زبانی اپنے بندوں کے لیے مشروع فرمائے تاکہ قرب اور رضا کے مدارج اور صلاح اور فلاح دارین کو حاصل کریں ملت اور دین میں فرق یہ ہے کہ ملت کی نسبت نبی کی طرف ہوتی ہے کہ فلاں نبی کی ملت ہے اور دین کی نسبت اللہ کی طرف ہوتی ہے کہ یہ اللہ کا دین ہے اور یہ کہنا جائز نہیں کہ یہ اللہ کی ملت ہے نیز ملت کا اطلاق مجموعہ احکام شرعیہ پر ہوتا ہے ایک ایک حکم پر ملت کا اطلاق نہیں ہوتا۔ مثلاً تنہا نماز اور زکوٰۃ کو ملت نہیں کہتے۔

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبْرَكًا

تحقیق پہلا گھر جو ٹھہرا لوگوں کے واسطے، یہی ہے جو مکے میں ہے برکت والا

وَهَدَىٰ لِلْعَالَمِينَ ﴿۹۶﴾ فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَّقَامُ

اور نیک راہ جہان کے لوگوں کو ۔۔ اس میں نشانیاں ظاہر ہیں، کھڑے ہونے

إِبْرَاهِيمَ ۚ وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا ۚ وَلِلَّهِ عَلَىٰ

کی جگہ ابراہیم کی۔ اور جو اس کے اندر آیا اُس کو امن ملا۔ اور اللہ کا حق ہے

النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ ۖ مَنِ اسْتِطَاعَ ۖ إِلَيْهِ سَبِيلُهُ

لوگوں پر، حج کرنا اس گھر کا، جو کوئی پادے اس تک راہ۔

وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ ﴿۹۷﴾

اور جو کوئی منکر ہوا، تو اللہ ہر راہ نہیں رکھتا جہان کے لوگوں کی ۔۔

دوسرے شبہ کا جواب بذکر فضائل بیتِ حرام

قال تعلق ان اول بيت وضع للناس للذي ببكة الى فان الله عني عن العالمين ه
اب ان آیات میں یہود کے دوسرے شبہ کا جواب ذکر فرماتے ہیں کہ بیت المقدس خانہ کعبہ سے افضل ہے اور وہی تمام انبیاء کا قبلہ ہے تو اے مسلمانو تمہارے نبیؐ نے بیت المقدس کو چھوڑ کر خانہ کعبہ کو کیوں کر اپنا قبلہ بنالیا ہے حق جل شانه نے ان آیات میں یہ بتلایا کہ خانہ کعبہ بیت المقدس سے افضل اور اشرف ہے لہذا اسی کو قبلہ بنانا بہتر ہے چنانچہ فرماتے ہیں تحقیق پہلا گھر جو منجانب اللہ لوگوں کی عبادت کے لیے قبلہ مقرر کیا گیا وہ وہی مکان اور گھر ہے جو شہر مکہ میں ہے۔ جس کو خانہ کعبہ اور بیت اللہ کہتے ہیں۔ بڑی خیر و برکت والا جس میں ایک نماز ادا کرنے سے ایک لاکھ نمازوں کا ثواب ملتا ہے اور جہان کے لوگوں کے لیے ہدایت اور رہنما ہے کیونکہ سارے جہان کا قبلہ ہے اسی کی طرف منہ کر کے سب نماز ادا کرتے ہیں اور خدا کی محبت میں اسی کا طواف کرتے ہیں اسی طرح یہ خانہ خدا خانہ ہدایت ہے جس سے قبلہ عبادت کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور بہشت کی راہ بھی یہیں سے نظر آتی ہے۔ خود اس گھر میں اس کی فضیلت اور اول مسجد ہونے کی اور قبلہ ابراہیمی ہونے کی روشن نشانیاں اور کھلی علامتیں موجود ہیں۔ از انجملہ مقام ابراہیم ہے جو ایک خترم پتھر ہے جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کھڑے ہو کر خانہ کعبہ کی تعمیر فرماتے تھے جس میں حق تعالیٰ کی قدرت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم مبارک کے نشان پڑ گئے تھے جو لوگوں کے ہاتھوں سے چھونے کے باعث محو ہو گئے اور یہ راستہ تمام اہل عرب میں نقل متواتر کے ساتھ مشہور اور مسلم ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام ان تمام انبیاء کرام کے جد اکبر ہیں جن کے آثار روئے زمین پر پائے جاتے ہیں ان سے پہلے جتنے نبی گزرے ان میں سے کسی کی نشانی زمین پر باقی نہیں پس حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس نشان کا باقی رہنا اور دیگر انبیاء کے آثار کا باقی نہ رہنا اور پھر اس پتھر کا باوجود کثیر التعداد دشمنوں کے ہزاروں برس سے

عنه قال الخطيب الشربيني مقام ابراهيم هو الحجر الذي قام عليه ابراهيم عليه السلام وكان اثر قدميه فيه فاندرس من كثرة المسح بالايدي ولعل الذي اندرس بعضه فاني رايت اثر القدمين فيه كذا في السراج المنير ص ۱۹۲ عنه كذا في حاشية الشيخ زاده على البيضاوي فيها فوضع ابراهيم قدمه عليه فاندرس قدمه فيه الا ان ذلك الاثر اندرس من كثرة المسح بالايدي (ص ۱۷۲-۱۷۳)

محفوظ چلا آنا یہ اس امر کی کھلی نشانی ہے کہ یہاں ابراہیم علیہ السلام کے قدم آئے ہیں اور یہی وہ پہلا گھر اور اول معبد ہے کہ جو طوفان نوح کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھوں تعمیر ہوا اور حضرت اسماعیلؑ ان کے شریک کار اور معین و مددگار رہے عرض یہ کہ منجملہ آیات و بینات کے مقام ابراہیم ایک نشانی ہے۔ حق جل شانہ نے آیات و بینات میں سے صرف دو نشانوں کو ذکر کیا ایک یہ اور ایک نشانی وہ جو آمدہ آیت میں ذکر کی باقی کو پوشیدہ رکھا اشارہ اس طرف ہے کہ آیات و بینات بہت ہیں جو شمار میں نہیں آسکتیں۔ ان میں سے صرف دو تین کا ذکر کیا اور منجملہ ان نشانوں کے ایک نشانی یہ ہے کہ جو شخص اس مکان کی حدود متعلقہ میں بھی داخل ہو گیا اس کو امن ملا دنیا میں قتل اور غارتگری سے مامون ہو گیا اور قیامت کے دن عذاب سے مامون ہو گیا یہ بھی خانہ کعبہ کی نفیلت کی کھلی نشانی ہے عرب زمانہ جاہلیت میں ایک دوسرے کو قتل کر دیتے اور لوٹ لیتے مگر جو حرم میں آ جاتا اُس سے کوئی تعرض نہ کرتے خانہ کعبہ کے موجب امن ہونے پر دو اعتراض کیے گئے ہیں ایک یہ کہ خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ کو تلوار سے فتح کیا۔ دوئم یہ کہ بہت سے حکام اور عمال نے مکہ میں ظالمانہ کارروائیاں کیں حتیٰ کہ بعض نے خانہ کعبہ پر بیخینی بھی لگا دیا اور اس کی بے حرمتی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ اور بہت سے بدوؤں نے حاجیوں کو طرح طرح سے اذیت پہنچانی پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ یہ اعتراض سرے ہی سے غلط ہے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لمحہ کے لیے خانہ کعبہ کی حرمت کو نہیں توڑا آپ نے اس کے سوا کچھ نہیں کیا کہ مکہ میں یہ منادی کرادی کہ جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اس کو امن ہے اور جو شخص اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے اُس کو بھی امن ہے حدیث میں ہے کہ جب ابوسفیان نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر لشکر انصار کے علمبردار سعد بن عبادہ کا یہ قول نقل کیا کہ آج کا دن لڑائی کا دن ہے اور آج کعبہ کی حرمت توڑی جائے گی تو اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سعد نے غلط کہا آج کا دن وہ دن ہے جس میں حق تعالیٰ خانہ کعبہ کی حرمت کو قائم کرے گا اور آج کا دن وہ دن ہے جس میں خانہ کعبہ پر نیا غلاف چڑھایا جائے گا اور بعض علماء نے اس اعتراض کا یہ جواب دیا ہے کہ حق تعالیٰ نے خانہ کعبہ کو شرک اور بت پرستی سے پاک کرنے کے لیے ایک ساعت کے لیے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حلال کر دیا تھا آپ سے پہلے اور آپ کے بعد کسی اور کے لیے حلال نہیں کیا اور آپ کے لیے بھی صرف ایک ساعت کے لیے حلال کیا ایک ساعت سے زیادہ آپ کے لیے بھی حلال نہیں کیا اور کفر و شرک کی نجاست سے پاک کر دینے کے لیے حلال کر دینا غایت درجہ مستحسن ہے۔

دوسرے اعتراض کا جواب

یہ ہے کہ خانہ کعبہ میں داخل ہونے والے شخص کے امن والا ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ کسی شخص کو اس کی ایذا پر قدرت نہیں رہتی بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس گھر کی تعظیم لوگوں کے اعتقاد اور دلوں میں اس درجہ راسخ ہے کہ کوئی شخص بھی اس میں ظلم اور تعدی کو روا نہیں سمجھتا پس جو ظالم اور بدو اس میں کوئی کارروائی کرتے

ہیں وہ اس کو جائز نہیں سمجھتے بلکہ اور گناہوں کی طرح اس کو گناہ سمجھتے ہیں اور اس گھر کی فضیلت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ لوگوں پر اللہ کے لیے اس گھر کا حج فرض ہے تمام لوگ برابر خانہ کعبہ ہی کا حج کرتے چلے آئے بیت المقدس کا حج بھی فرض نہیں ہوا مگر خانہ کعبہ کا حج ہر شخص پر فرض نہیں بلکہ صرف اس شخص پر فرض ہے جو اس گھر کی راہ پاسکے یعنی زاد اور راعدہ پر اس کو قدرت ہو۔ مطلب یہ ہے کہ استطاعت سبیل سے مراد خانہ کعبہ تک پہنچنے پر قدرت پانا ہے جس میں سواری اور سفر خرچ اور تندرستی اور راستہ کا امن سب کچھ آگیا اور اس گھر کے حج کا فرض ہونا یہ بھی اس گھر کی بزرگی اور شرافت کی کھلی نشانی ہے اور اس امر کی صریح دلیل ہے کہ اس گھر کو حضرت ابراہیمؑ سے خاص خصوصیت حاصل ہے کہ ان کے وقت سے لے کر اس وقت تک مشرق و مغرب اور شمال و جنوب کے لوگ برابر حج کرتے چلے آئے اور برابر اس کو سنت ابراہیمی سمجھ کر ادا کرتے رہے اور جو شخص منکر ہوا کہ خانہ کعبہ اول معبد نہیں یا اس کا حج فرض نہیں تو اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی پروا نہیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ تو تمام جہان کے لوگوں سے بے نیاز ہے پروا ہے تمام عالم بھی اگر اس کے حکم کا انکار کرے تو اس کا کوئی نقصان نہیں خانہ کعبہ خداوند ذوالجلال کے نور اور جمال کی تجلی کا گھر ہے محبین اور عاشقین کا یہ فرض ہے کہ اُس فود التملوت والارض اور جمیل مطلق اور محبوب برحق کے گھر پر عمر بھر میں کم از کم ایک مرتبہ ضرور حاضری دیں اور اس کے در و دیوار کا دیوانہ وار چکر لگائیں اور اس کے آستانہ کو بوسہ دیں جو شخص خدا کی محبت کا دعویٰ کرے اور اُس کے گھر کی حاضری کو فرض نہ سمجھے تو سمجھ لو کہ وہ جھوٹا عاشق ہے اور محبوب حقیقی کو کیا پروا ہے کہ ایسا شخص یہودی ہو کر مرے یا نصرانی۔ یہود اور نصاریٰ ہر ایک کو دعویٰ تو یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ ہمارے امام اور پیشوا ہیں مگر جس گھر کو انہوں نے بحکم خداوندی حج اور زیارت کے لیے تعمیر کیا اور لوگوں کو اس کی زیارت اور حج کے لیے آواز دی اس کا حج نہیں کرتے۔

خلاصہ کلام | یہ کہ خانہ کعبہ - بیت المقدس سے افضل ہے جس کی متعدد وجوہ ہیں۔ جو حسب ذیل ہیں۔

اول فضیلت | یہ کہ خانہ کعبہ سب سے پہلا گھر ہے جو لوگوں کی عبادت کے لیے مقرر ہوا اور حضرت آدم علیہ السلام نے اس کی تعمیر کی اور ان کی اولاد میں جس قدر بھی نبی ہوئے وہ سب کے سب اسی کی طرف رخ کر کے عبادت کرتے چلے آئے اور حضرت ثبث اور حضرت ادریس اور حضرت نوح علیہم السلام کا قبلہ عبادت اس کے سوا اور کوئی جگہ نہ تھی اس لیے کہ عبادت اور عبودیت حضرات انبیاء کرامؑ کے لیے لازم ہے اور عبادت کے لیے قبلہ کا ہونا ضروری ہے معلوم ہوا کہ تمام انبیاء کا قبلہ ہی خانہ کعبہ رہا۔ وقال تعالیٰ اُولَئِكَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیِّیْنَ مَنْ ذَرَّیْقًا اَذَرَوْهُمْ حَمَلْنَا مَعَهُ نُوحًا وَرَمٰنَ ذَرِیَّتِهِ اِبْرٰهٖمَ وَاسْرٰءِیْلَ وَمِمَّنْ هَدٰیْنَا وَاجْتَبٰیْنَا اِذَا نُسَخَ عَلَیْهِمْ اٰیٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سَجْدًا

ذُكِّيَتْ۔ الآیہ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ تمام انبیاء کرام سجدہ کرتے تھے۔ اور ظاہر ہے کہ سجدہ کے لیے قبلہ ہونا چاہیے سو ان حضرات کا قبلہ وہی خانہ کعبہ تھا جو ہمارے معظم اور محترم باپ سینا آدم علیہ السلام نے بحکم خداوندی بنایا تھا اور مکہ مکرمہ کا نام اُم القریٰ ہونا یہ بھی اسی کی دلیل ہے کہ یہ شہر تمام بستیوں اور آبادیوں کی اصل اور جڑ یعنی مبداء ہے اور اسی وجہ سے کہا گیا کہ سطر ارض میں ہے اور تمام روئے زمین کا مرکزی نقطہ ہے۔

دوسری فضیلت

خانہ کعبہ کی دوسری فضیلت یہ ہے کہ وہ مبارک ہے یعنی خیر است و برکات کا منبع اور سرچشمہ ہے آسمانی اور مسمویٰ انوار و برکات کے علاوہ زمینی برکات کا بھی مخزن ہے کما قال تعالیٰ یٰحَبِیْطُ إِلَیْهِ مَنَازِلُ كُلِّ شَیْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا زَمِنَ حَسْبَ مَسْئَلٍ مِّنْ لَّدُنَّا وَبَارَكَتْ فِیْهَا وَقَدَّرَ فِیْهَا أَقْوَاتُهَا ان تمام اقوات و ثمرات اور ارزاق و برکات کا مرکزی نقطہ بھی خانہ کعبہ کی زمین ہے کہ جس کو حق تعالیٰ نے سب سے پہلے پیدا کیا اور باقی زمین یہیں سے بچھائی گئی اور ایک نیکی کا ثواب کم از کم ایک لاکھ گنا ملتا ہے اور جو نماز خانہ کعبہ کے سامنے باجماعت پڑھی جائے اس کا ثواب ستائیس لاکھ ملتا ہے کیونکہ جماعت کا اجر انفرادی نماز سے ستائیس گنا ہے۔

تیسری فضیلت

خانہ کعبہ کی تیسری فضیلت یہ ہے کہ هُدًی لِلْعَالَمِیْنَ یعنی تمام جہانوں کا قبلہ ہے کہ اسی سمت پر سب نماز ادا کرتے ہیں خانہ کعبہ بمنزلہ مرکزی نقطہ کے ہے اور روئے زمین پر نمازیوں کی صفوف بمنزلہ دوائر کے ہیں جو اس مرکز کو احاطہ کیے ہوئے ہیں اور ظاہر ہے کہ نمازیوں میں بہت سے اولیاء اور عباد مخلصین اور ہزاراں ہزار بلکہ لاکھوں آسمان اور زمین کے فرشتے بھی ہوتے ہیں جن کے انوار و برکات میں تعاکس اور توارد بھی ہوتا ہے اور انوار و تجلیات کا یہ توارد اور تعاکس ہزاراں ہزار طیرو برکت اور ہزاراں ہزار ہدایت کا بھی سبب ہے اور خانہ کعبہ کے ذاتی انوار و برکات ان کے علاوہ ہیں جب روئے زمین کی تمام مسجدیں اور تمام صفوف سمت کعبہ کی طرف متوجہ ہو کر نمازیں ادا کریں گے تو اس محاذات اور مسامتت کی وجہ سے خانہ کعبہ کے انوار و تجلیات روئے زمین کی مسجدوں اور نماز کی صفوف کو بجلی کی رو کی طرح یکدم منور اور روشن کر دیں گے۔

چوتھی فضیلت

یہ ہے کہ فِیْہِ آیَاتٌ بَیِّنَاتٌ یعنی خود اس گھر میں اس کی حرمت اور عظمت کی روشن نشانیاں موجود ہیں جس نے اس کی بے حرمتی کا ارادہ کیا وہ ہلاک ہوا جیسے اصحاب فیل اور جس نے اس جگہ جا کر بیماری و غیرہ کے لیے دعا مانگی اُس کی دعا قبول ہوئی اور حجاج نے جو مکہ پر چڑھائی کی سو اس کا مقصد حضرت عبداللہ بن زبیر کو گرفتار کرنا تھا خانہ کعبہ کی بھرتی اور اہانت مقصود نہ تھی۔

پانچویں فضیلت | یہ ہے کہ اس میں مقام ابراہیم ہے مقام ابراہیم سے وہ پتھر مراد ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ کی تعمیر کی تھی اس پتھر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم مبارک کے نشان تھے حق تعالیٰ نے اسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے نرم کر دیا تھا۔

چھٹی فضیلت | یہ ہے کہ جو شخص خانہ کعبہ کے حدود یعنی حرم میں داخل ہوا تو دنیا میں قتل سے اور آخرت میں عذاب سے مامون ہوا۔

ساتویں فضیلت | یہ ہے کہ اس گھر کا حج فرض ہے یہ بھی اس گھر کی شرافت اور بزرگی پر دلالت کرتا ہے تمام انبیاء سابقین اسی کا حج کرتے چلے آئے اور نہایت ذوق و شوق کے ساتھ تبلیہ پکارتے ہوئے اس کی زیارت کے لیے حاضر ہوتے رہے بیت المقدس کا حج کبھی فرض نہیں ہوا۔

لطائف معارف

۱۔ اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ۔ میں علماء کا اختلاف ہے کہ اول سے کیا مراد ہے آیا باعتبار زمانہ کے اولیت مراد ہے یا باعتبار شرف اور فضیلت اور رتبہ کے اولیت مراد ہے۔ صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت سے یہ منقول ہے کہ حق تعالیٰ نے زمین میں سب سے پہلے خانہ کعبہ کی جگہ کو پیدا کیا اور باقی تمام زمین اس کے نیچے سے بچھائی گئی۔ یعنی باعتبار زمانہ کے اولیت مراد ہے۔ اور بعض یہ کہتے ہیں کہ یہ اولیت باعتبار شرف اور فضیلت کے ہے زمانہ کے لحاظ سے نہیں یعنی باعتبار برکت اور ہدایت کے یہ پہلا گھر ہے جیسا کہ لفظ مَبَارَكٌ دَلَّ عَلَیْہِ اَسْ پر دلالت کرتا ہے یعنی برکت اور ہدایت کے لحاظ سے سب سے اول اور سب سے افضل اور سب سے مقدم خانہ کعبہ ہے تحقیق یہ ہے کہ مقصود اصلی تو خانہ کعبہ کی افضلیت بیان کرنا ہے کہ خانہ کعبہ بیت المقدس سے افضل اور اشرف ہے اور ظاہر ہے کہ یہ مقصد جب حاصل ہوگا کہ جب اولیت سے شرف اور فضیلت کے اعتبار سے اولیت مراد ہو محض زمانہ کے اعتبار سے اولیت شرف اور فضیلت کا مدار نہیں بن سکتی۔ البتہ زمانہ کی اولیت شرف اور فضیلت کی اولیت کے لیے مؤید ضرور ہو سکتی ہے اس لیے کہ اولیت زمانہ۔ اولیت رتبہ کے منافی اور مباین نہیں خانہ کعبہ کی جگہ باعتبار زمانہ کے بھی اول ہے اور باعتبار شرف اور فضیلت کے بھی اول ہے لہذا ثابت ہو گیا کہ خانہ کعبہ بیت المقدس سے باعتبار زمانہ کے اول ہے اور باعتبار فضیلت کے بھی اول ہے۔

اسرار قبلہ

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی۔ بانی دارالعلوم دیوبند قدس اللہ سرہ۔ نے خاص اس موضوع پر قبلہ نما کے نام سے ایک مستقل تحریر لکھی ہے جو علم لدنی کے حقائق و معارف کا گنجینہ اور اسرار و لطائف کا ایک خزانہ ہے ہم اس مقام پر نہایت اختصار کے ساتھ اس کا خلاصہ مع اضافہ شواہد ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ اصل مضمون حضرت مولانا قاسم رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور شواہد کا اضافہ اس ناچیز کی طرف سے ہے۔ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ۔

حق جل شانہ نے انسان کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا اور عبادت کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ اپنے معبود کے سامنے اپنے عجز و نیاز کا اظہار کرے اور آداب عبودیت بجالائے اس لیے ضروری ہوا کہ عابد اور معبود میں آئنا سامنا ہو اور آئنا سامنا ہونے کے لیے بظاہر مکان اور جہت درکار ہے اور اللہ تعالیٰ جہت اور مکان سے پاک اور منزہ ہے کیونکہ وہ تو خود جہت اور مکان اور زمان کا خالق ہے اور انسان جسم اور روح سے مرکب ہے سو عبادت روحانی کے لیے تو کسی جہت اور مکان کی ضرورت نہیں اس لیے کہ روح مکانی نہیں روح خداوند ذوالجلال کی بے چونی اور بیچگونگی کا نمونہ ہے جیسا کہ حدیث میں ہے خلق اللہ آدم علی صورتہ اس لیے روح کی عبادت کے لیے قلبی اور معنوی توجہ کافی ہے کسی قبلہ اور جہت کی ضرورت نہیں۔

البتہ عبادت جسمانی بدون تقابل جہت متصور نہیں اور انسان چونکہ مقید فی الجہت ہے اس لیے اس کو یہ حکم دینا کہ جہت سے علیحدہ ہو کر عبادت کیا کر دے تو یہ تکلیف بالایطاق ہے اور فقط روحانی عبادت کافی نہیں بلکہ روح اور جسم دونوں ہی مکلف ہیں روحانی عبادت کی طرح جسمانی عبادت بھی فرض اور لازم ہے یہ کیسے ممکن ہے کہ روح تو عبادت کی مخاطب ہو اور جسم معطل رہے اور یہ بھی مناسب نہیں کہ ہر شخص جس طرف چاہے سجدہ کر لیا کرے۔ اور ہر ایک اپنا قبلہ بنائے اس لیے خداوند کریم نے ایک جہت مقرر فرمادی تاکہ ایک سمت متعین ہو جائے اور ملت کے انتظام میں فرق نہ آئے۔ کیونکہ جو جہت اللہ کی طرف سے مقرر ہوگی اس میں کسی کو رد و بدل کی گنجائش نہ ہوگی باقی رہا یہ امر کہ اس خاص سمت کی تعیین کی وجہ کیا ہے سو وہ اللہ ہی کو معلوم ہے اور اگر یہ اجازت ہوتی کہ جس طرف کو جس کا جی چاہے وہ سجدہ کر لیا کرے تو اس میں انتظام اور اتفاق کی کوئی صورت نہ تھی۔ اور ظاہر ہے کہ اتفاق ایک نہایت محمود اور پسندیدہ چیز ہے۔

حق جل شانہ کی ذات چونکہ بے چون و چگونہ ہے اس لیے وہ کسی حد میں محدود اور مقید نہیں۔

البتہ اس کی کوئی تجسلی اور کوئی پر تو کسی محدود اور مقید پڑ سکتا ہے جیسے آفتاب کا عکس اور پر تو آئینہ پر پڑتا ہے ہر شخص جانتا ہے کہ آئینہ فقط ایک منظر اور نمائش گاہ ہے محل قید نہیں آئینہ کا آفتاب کو اپنے آغوش میں لے لینا قطعاً محال ہے البتہ آفتاب آئینہ میں جلوہ گر ہو سکتا ہے جیسے آسمان آنکھ کی پتلی میں جلوہ گر ہوتا ہے مگر انعکاس کی ایک شرط تو یہ ہے کہ آئینہ صاف و شفاف ہو دوسری شرط یہ ہے کہ آفتاب کے مقابل ہو بغیر تقابل کے انعکاس ممکن نہیں۔ اسی طرح حق جل شانہ کی ذات بے چون و چگون کو سمجھو کہ وہ حدود اور قیود سے پاک اور منزہ ہے مگر کسی جہت اور مکان اور کسی محدود شئی میں اس کی تجسلی ممکن ہے۔

کتاب و سنت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عرش اور پانی حق جل شانہ کی اول مخلوقات سے ہے **نَعَالَ تَعَالٰی وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَآوِ**۔

اور اللہ جل شانہ کی سب سے بڑی تجلی عرش پر ہے اور **الترجمنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰی** میں اسی تجلی کی طرف اشارہ ہے عرش کے معنی تخت اور بلند مقام کے ہیں اور استواء کے معنی استقرار اور ممکن کے ہیں۔

اور ظاہر ہے کہ آیت میں ظاہری معنی قطعاً مراد نہیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کوئی جسم نہیں جو تخت پر بیٹھے اور قرار پکڑے بلکہ استواء علی العرش سے اس کی شانِ احکم الحاکمین کو بیان کرتا ہے جیسا کہ تخت نشینی کا لفظ حکومت اور اقتدار کے لیے بطور کنایہ مستعمل ہوتا ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کے احکم الحاکمین اور اس کے تسطی تام اور تدبیر عام کو استواء علی العرش کے لفظ سے تعبیر کیا گیا کہ اس کی احکم الحاکمین اور شہنشاہی ایسی راست اور ہموار ہے کہ اس میں کسی قسم کی مزاحمت اور کسی قسم کی گڑبڑ کا امکان اور واہمہ بھی نہیں خلاصہ یہ کہ عرش عظیم اس رب عظیم کی شانِ احکم الحاکمین کا ایک تجلی گاہ اور نمائش گاہ ہے۔ معاذ اللہ خدا سے بے چون و چگون کی جملے قرار اور محل استقرار نہیں عرض یہ کہ عرش عظیم اللہ تعالیٰ کی اول مخلوق ہے۔

عرش کے بعد اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے زمین کو پیدا فرمایا اور اس کے آسمان کو پیدا کیا جیسا کہ سورۃ بقرہ میں ہے **هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَكَانَ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ اسْتَوٰی إِلَى السَّمَاءِ فَسَوَّاهُنَّ سَبْعَ سَمَوٰتٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ** اور اسی طرح سورۃ نجم سورہ میں ہے **ثُمَّ اسْتَوٰی إِلَى السَّمَاءِ وَهِيَ دُخَانٌ الْأَوَّلٰی ثُمَّ اسْتَوٰی بَعْدَ ذَلِكَ** اور سورۃ حم سورہ کی ان آیات سے صاف ظاہر ہے کہ پہلے زمین کو پیدا کیا اور پھر آسمان کو اور قیاس عقل بھی اسی کو مقتضی ہے کہ پہلے زمین پیدا ہو اور آسمان بعد میں اس لیے کہ حق تعالیٰ نے زمین کو فرش اور آسمان کو سقف (چھت) فرمایا ہے اور ظاہر ہے کہ تعمیر چھت کی جانب سے شروع نہیں ہوتی بلکہ فرش کی جانب سے ہوتی ہے۔ اور زمین میں حق جل شانہ نے سب سے پہلے خانہ کعبہ کی جگہ کو پیدا فرمایا اور

پھر باقی زمین اسی جگہ سے بچھائی گئی اور پھیلائی گئی کعبہ زمین کا ٹکڑا کرہ ارض کا مرکزی نقطہ ہے جو ٹھیک وسط ارض میں واقع ہے جیسا کہ اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا اَسْوَءُ دَالٍ ہے وکما یدل علیہ قولہ تعالیٰ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ اُمَّةً قَسَطًا اور ایک روایت میں ہے کہ اول پانی تھا اور اس پانی پر عرش کبریائی تھا پھر اس پانی میں سے جہاں اس جگہ خانہ کعبہ ہے ایک بمبلا سا اٹھا اور جھاگ نمودار ہوئی اس سے زمین کی بنا شروع ہوئی۔

یہ روایت بھی خانہ کعبہ کی اولیت پر دلالت کرتی ہے اور اس پر بھی دلالت کرتی ہے کہ اس جگہ کا عرش اور عرش کے پانی سے خاص تعلق ہے۔

اور جس طرح خانہ کعبہ آبادی میں اول ہے اسی طرح ویرانی میں بھی اول ہے کہ قیامت کے وقت یہی ٹکڑا سب سے پہلے ویران ہوگا جیسا کہ یہ آیت جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَامًا لِلنَّاسِ اس پر دلالت کرتی ہے کیونکہ قیامًا لِلنَّاسِ کا مطلب یہ ہے کہ جب تک یہ گھر قائم ہے جیسا کہ بنی آدم کا بھی اس عالم میں قیام ہے اور جس دن یہ ویران ہوگا تو تمام کارخانہ عالم بھی ویران ہو جائے گا کیونکہ بدلت آیت خَلَقْ كُلُّ مَآءٍ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا اِلَیْہِ یَا بَات عِیَالٌ ہے کہ زمین و آسمان سب بنی آدم کے لیے ہیں جب بنی آدم ہی نہ ہوں گے تو زمین و آسمان ہی کس کے لیے رہیں گے گھاس دانہ گھوڑوں تک رہتا ہے جب وہ نہیں رہتے تو اسے ہی کون رکھتا ہے۔ جب دار الخلافہ آباد کیا جاتا ہے تو اول مکانات شاہی کے لیے کوئی جگہ تجویز ہوتی ہے۔ اور اس کی بنا ڈالی جاتی ہے اس کے بعد امراء اور وزراء اور رعایا کے مکانات بنتے ہیں اور جب دار الخلافہ بحکم شاہی کسی مصوحت سے ویران کیا جاتا ہے تو اول بادشاہ اپنے مکانات کو چھوڑتا ہے اور اس کی اتباع میں پھر عوام اپنے اپنے مکانات چھوڑ کر اُس کے پیچھے ہوتے ہیں معلوم ہوا کہ محل سرائے جس طرح تعمیر میں اول ہے اسی طرح تخریب میں بھی اول ہے۔

پس اسی طرح خانہ کعبہ کو بمنزلہ قصر شاہی یا خیمہ شاہی خیال فرمائیے اور کیوں نہ ہو وہ تسبیح گاہ ربانی اور آئینہ جمال یزدانی ہے اس لیے اُس کو بنانے میں بھی اول رکھا اور ویرانی عالم کے وقت بھی اس کو اول رکھیں گے چنانچہ آیت اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا اَسْوَءُ دَالٍ کی اولیت تعمیر پر دلالت کرتی ہے اور آیت جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَامًا لِلنَّاسِ جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ گھر لوگوں کے قیام اور بقا کا باعث ہے اس کی اولیت ویرانی پر دلالت کرتی ہے اس لیے حاصل اشارۃ قرآنی یہ ہوا کہ جب تک یہ گھر قائم ہے لوگ بھی اس عالم میں قائم ہیں اور جس روز یہ گھر دہن ہوگا اس روز عالم کو خراب اور دیران سمجھو۔

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ خانہ کعبہ عرش
عظیم کی محاذات میں ہے۔

ذكر عبد الرزاق عن ابن جريج
عن عطاء وابن المسيب وغيرهما
ان الله عز وجل ادعى الى آدم اذا
هبطت ابن الى بيتا ثم احف
به كما رأيت الملائكة تحف
بعرشى الذى في السماء -

(تفسير قرطبي ص ۱۳ ج ۲)

وفي رواية عن ابن عباس قال لما
اهبط آدم من الجنة الى الارض قال
له يا آدم اذهب وابن الى بيتا
فطف به واذكرني عندك كما رأيت
الملائكة تصنع بعرضي

(تفسير قرطبي ص ۱۳ ج ۲)

امام عبد الرزاق نے ابن جریج اور عطاء
اور سعید بن المسیب وغیرہ سے روایت کیا
ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کی طرف
دعوت بھیجی کہ اے آدم جب تم زمین پر اترو تو
میرے لیے ایک گھر بناؤ اور پھر اس کا طواف
کرو جیسا کہ تم نے فرشتوں کو میرے عرش کا
طواف کرتے دیکھا ہے۔

اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب آدم
علیہ السلام جنت سے زمین پر اتارے گئے
تو اللہ تعالیٰ نے ان سے یہ فرمایا اے آدم
تم جاؤ اور زمین پر میرے لیے ایک گھر
بناؤ اور اس کا طواف کرو اور اس کے سامنے
میرا ذکر کرو جیسا کہ تم نے فرشتوں کو میرے
عرش کا طواف کرتے دیکھا ہے۔

پس جبکہ خانہ کعبہ عرش عظیم کی محاذات میں ہے تو عرش عظیم کے انوار اور تجلیات خانہ کعبہ میں منعکس ہوں گے اور اگر یہ کہا جائے کہ عرش عظیم اور خانہ کعبہ کے درمیان بیت المعمور واقع ہے (جو ساتویں آسمان پر فرشتوں کا قبلہ ہے) وہ درمیان میں حائل ہے۔ تو جواب یہ ہے کہ اس کی حیثیت خانہ کعبہ پر عرش عظیم کی تجلی سے مانع نہیں اس لیے کہ بیت المعمور ایک صاف و شفاف آئینہ کی طرح ہے اور ٹھیک عرش عظیم کی محاذات میں واقع ہے تو تقابل میں کوئی فرق نہ آئے گا اور نہ تعاکس انوار میں کوئی خلل آئے گا اگر آفتاب کے سامنے یکے بعد دیگرے دو صاف و شفاف آئینے بالکل ایک دوسرے کی محاذات میں ہوں تو انعکاس میں کوئی فرق نہ آئے گا۔

جب یہ معلوم ہو گیا کہ خانہ کعبہ عرش عظیم کی محاذات میں ہے اور یہ سب کو معلوم ہے کہ روشنی زمین کی

مساجد خانہ کعبہ کی محاذات میں ہیں

تمام مسجدیں خانہ کعبہ کی سمت پر واقع ہیں تو اس محاذات اور مسامتت کی وجہ سے خانہ کعبہ اور مساجد کے درمیان میں ایک معنوی تعلق اور ربط قائم ہو جائے گا جیسے بجلی کی تاروں کا کسی مرکز سے تعلق ہوتا ہے پس اس معنوی تعلق کی بنا پر خانہ کعبہ اور مساجد کے انوار و تجلیات میں توارد اور تعاکس ہو گا۔ ادھر کے انوار ادھر جائیں گے اور ادھر کے انوار ادھر آئیں گے اور انعکاس کے معنی لغت میں لوٹ کر آنے کے ہیں پس خانہ کعبہ بمنزلہ مرکزی نقطہ کے ہو گا اور اقطار عالم میں مساجد کی صفوف بمنزلہ دوائر

محیط یا بمنزلہ خطوط دائرہ ہوں گی جن کا منتہی وہی مرکزی نقطہ ہوگا جس کو خانہ کعبہ کہتے ہیں جیسے بجلی کے تار کسی مرکز سے متعلق ہوتے ہیں تو بیک وقت تمام قبتے روشن ہو جاتے ہیں اس طرح عرش سے فرش تک اور فرش سے عرش تک آسمانوں اور رونے زمین کی تمام مسجدوں کے افراد و تجلیات میں عجیب قسم کا تہاذب اور تعاکس ہوگا۔

تعمیر بیت المقدس | حدیث میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے بحکم خداوندی اول خانہ کعبہ تعمیر کیا اور پھر بحکم خداوندی چالیس سال بعد بیت المقدس کو تعمیر کیا۔

جس سے معلوم ہوا کہ خانہ کعبہ اور بیت المقدس میں چالیس سال کا تفاوت ہے بظاہر اس تفاوت کی وجہ یہ ہے کہ خانہ کعبہ بمنزلہ ایوان شاہی کے ہے اور خداوند ذوالجلال کی شان اکمل الحاکمین اور شان ارحم الراحمین اور شان محبوبی کا مظہر اور تجلی گاہ ہے۔

اور بیت المقدس بمنزلہ ایوان وزراء اور دیوان حکام اور بمنزلہ عدالت کے ہے جو اس کی شان عدل اور قہر کا مظہر اور تجلی گاہ ہے۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ عدالت اور ایوان وزراء محل شاہی سے کچھ فاصلہ پر ہوتا ہے اس لیے قبلہ ثانی (بیت المقدس) کی عمارت خانہ کعبہ کی عمارت سے کچھ فاصلہ پر رکھی گئی۔ اہل نظر کا خیال ہے کہ شان عدل۔ شان ارحم الراحمین سے چالیس درجہ فروتر ہے اس لیے خانہ کعبہ کی تعمیر کے چالیس سال بعد بیت المقدس کی تعمیر ہوئی اور بیت المقدس خانہ کعبہ سے چالیس منزل کے فاصلہ پر شمال کی جانب میں واقع ہے پس عجیب نہیں کہ اس حدیث میں اسی تفاوت کی طرف اشارہ ہو اور غالباً ہی وجہ ہے کہ انبیاء سابقین کے دور میں بیت المقدس نماز کا تو قبلہ رہا مگر انبیاء سابقین۔ حج خانہ کعبہ ہی کا کرتے رہے کیونکہ خانہ کعبہ شان محبوبی کا مظہر اور تجلی گاہ ہے اور حج کے تمام افعال سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ سارا عاشقانہ عمل کسی محبوب کی رضا جوئی کے لیے ہے اور ہر سال حج میں جو اجتماع ہوتا ہے اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ ہر شخص کسی جمال بے مثال کا دیوانہ اور پروانہ بنا ہوا ہے نہ سر پر عمامہ اور ٹوپی ہے اور نہ پیر میں کوئی موزہ اور جراب ہے اور نہ بدن پر قمیص اور پاجامہ ہے اور نہ کوئی سلا ہوا کپڑا ہے بدن پر صرف ایک ازار اور ایک چادر ہے نہ کوئی خوشبو اور عطر ہے دمدم خدا کو پکار رہا ہے نہ مرد کو عورت سے مطلب اور نہ عورت کو مرد سے مطلب بہر حال خانہ کعبہ خانہ محبوبیت ہے اور بمنزلہ محل مراٹے شاہی کے ہے اور بیت المقدس بمنزلہ عدالت اور کچہری کے ہے جو فقط مظلومین کی داد رسی اور ظالمین کی سزا کے لیے ہوتی ہے۔

اور چونکہ خانہ کعبہ عرش عظیم کی محاذات میں ہے اس لیے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خانہ کعبہ کی برکات اور تجلیات کبھی اُس سے جدا نہیں ہوتیں اس لیے کہ خانہ کعبہ کی نسبت قرآن کریم میں لفظ مبارک آیا ہے کہ برکت خانہ کعبہ کی صفت ذاتیہ ہے اور بیت المقدس کے بارہ میں بَارَكْنَا حَوْلَہَ آیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیت المقدس کی برکات عوارض کی طرح ممکن الانفصال ہیں خانہ کعبہ کی طرح لازم الاتصال نہیں ہیں

وجہ ہے کہ بیت المقدس چند بار مخالفوں اور بیدنیوں کے ہاتھوں سے غراب اور برباد ہوا اور خانہ کعبہ پر بادِ جود مخالفین کی کثرت اور شوکت کے آج تک اس کی نسبت نہیں آئی کہ اُس کا ایک پتھر بھی ہسار کرنے کی نیت سے اکھاڑ کے جیسا کہ اصحابِ نبیل کا قلعہ اس کا شاہد ہے اس لیے کہ اُس کی برکات ذاتی ہیں اور وہ بمنزلہ محلِ سرّے اور دیوانِ خاص کے ہے اس لیے اس کی نگہبانی ہمیشہ کے لیے ضروری ہے۔

خلاصہ یہ کہ خانہ کعبہ جس طرح آبادی میں اول ہے اسی طرح دیرانی اور بربادی میں بھی اس کا اول ہونا ضروری ہے کہ سارے عالم کی دیرانی اور بربادی کی ابتداء اسی سے ہو اور ایسی ہی جگہ قبلہ بنانے کے لیے لائق ہے جو ہر اعتبار سے اول ہو اور انوارِ تسبیحات کا مبداء بھی وہی ہو اور منتہی بھی وہی ہو اور ایسے قبلہ کے لیے اول ہی درجہ کا نبی اور اول ہی درجہ کی امت چاہیے کہ جو کمالاتِ یزدانی اور عنایاتِ ربانی کا مبداء اور منتہی ہو اور ایسا نبی سوائے خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور ایسی امت سوائے امتِ محمدیہ کے اور کوئی نہیں جو کمالاتِ علمیہ یعنی علوم و معارف میں اور کمالاتِ عملیہ یعنی عہدیت اور عبودیت میں سب سے اول ہے اور کمالاتِ عبودیت اس پر ختم ہیں لہذا ایسے نبی اور ایسی امت کا قبلہ بھی وہی جگہ ہونی چاہیے کہ جو انوارِ ربانی اور تسبیحاتِ یزدانی کا مبداء اور منتہی اور مرکزی نقطہ ہو۔

۳۔ بیت اللہ شریف۔ اس خاص بیت اللہ کا نام اس وقت تک ہے جب تک وہ اس خاص مکان اور خاص جو (مزار) کے ساتھ مقید رہے چنانچہ اگر اس کے پتھروں کو اٹھا کر دوسری جگہ رکھ دیں تو وہ بیت اللہ نہیں کہیں کہ کوئی یہ خیال کرے کہ بیت اللہ ایک کوٹھا ہے جب اس کو منہدم کر دیا جائے تو بس رُج نہ ہوگا بلکہ اُس زمین کا نام بھی نہیں چنانچہ اگر تحتِ الشریٰ تک وہاں کی مٹی اٹھا کر دوسری جگہ ڈال دی جائے تب بھی بیت اللہ موجود ہے پس بیت اللہ درحقیقت اُس بُعْدِ مجرّد کا نام ہے جو تحتِ الشریٰ سے عنانِ سماء تک ہے نہ وہ کوٹھا بیت اللہ ہے اور نہ وہ زمین بیت اللہ ہے چنانچہ اگر کوئی بیت اللہ شریف کے اوپر یا کسی مکان کے اوپر نماز پڑھے جو بیت اللہ کے بلند ہو تو اُس کی نماز بلاشبہ درست ہے۔

۴۔ یہاں سے اس اعتراض کا جواب بھی ہو گیا جو بعض غیر قوموں نے کیا ہے کہ مسلمان بھی بت پرستی کرتے ہیں یعنی کعبہ کی طرف سجدہ کرتے ہیں۔

تقریر جواب ہم خانہ کعبہ کی عبادت اور پرستش نہیں کرتے اور نہ ہم خانہ کعبہ کو معبود مانتے ہیں اور مسجد سمجھتے ہیں ہم عبادت صرف خدا کی کرتے ہیں البتہ منہ قبلہ کی طرف کرتے ہیں چنانچہ لفظ استقبال کعبہ اور لفظ بت پرستی خود اس پر شاہد ہے۔ استقبال کے معنی صرف اس کی طرف منہ کرنے کے ہیں اور بت پرستی کے معنی یہ ہیں کہ بت معبود ہیں ہاں اگر اہل اسلام کعبہ پرستی کے قائل ہوتے تو اعتراض بجا تھا۔ دوئم یہ کہ اہل اسلام کے نزدیک نماز کے صحیح ہونے کے لیے فقط کعبہ کی طرف منہ ہو جانا کافی ہے استقبال کی نیت کی بھی ضرورت نہیں مقصود معبود ہے اس کی

نیت ضروری ہے۔ جہت قبلہ اس کا وسیلہ ہے اور وسیلہ کی نیت ضروری نہیں۔ معاذ اللہ اگر خانہ کعبہ کی عبادت ہوتی تو معبود کی نیت ضروری ہوتی۔ سوئم یہ کہ نماز کے شروع سے لے کر اخیر تک کوئی لفظ بھی ایسا نہیں جو خانہ کعبہ کی تعظیم پر دلالت کرے شروع سے اخیر تک ہر لفظ اور ہر فعل حق تعالیٰ کی تعظیم اور کبرائی اور اس کی حمد و ثناء اور تسبیح و تقدیس ہی پر دلالت کرتا ہے اول سے اخیر تک خانہ کعبہ کا نام تک نہیں آتا اور بت پرستی میں ان پتھروں اور مورتوں کی تعظیم ہوتی ہے جن کو آپ مہادیو اور شب وغیرہ بتاتے ہیں غرض یہ کہ بت پرستی کو نماز سے کیا نسبت ہے۔

بہیں تفادست رہ از کجا سست تا بکجا

چہارم یہ کہ خانہ کعبہ ان اینٹوں اور پتھروں کا نام نہیں اور نہ انہدام کعبہ کے بعد نماز موقوف ہو جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ جس زمانہ میں خانہ کعبہ اور اس کی دیواریں منہدم ہوئیں نماز بدستور قدیم جاری رہی اگر دیوار کعبہ مسجود و معبود یا مقصود ہوتی تو اس زمانہ میں نماز موقوف رہتی بہت ہوتا تو یہ کہ بعد تعمیر ایام گزشتہ کی عبادت قضا کی جاتی اور بت پرستی میں ظاہر ہے کہ بت ہی معبود اور مسجود اور مقصود ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ کسی شوالے یا مندر سے بتوں کو اٹھا کر کہیں اور رکھ دیں تو پھر سارے فرائض وہیں ادا ہوتے ہیں مکان اول کو کوئی نہیں پہچانتا ہے

بہیں تفادست رہ از کجا سست تا بکجا

اور یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی شخص خانہ کعبہ کی چھت پر نماز پڑھے تو اس کی نماز درست ہے اگر کعبہ مسلمانوں کا معبود ہوتا تو اُس کے اوپر چڑھ کر نماز درست نہ ہوتی اس لیے کہ خانہ کعبہ اب اس کے سامنے نہیں نیز معبود پر چڑھنا گستاخی ہے۔ معترضین نے اپنے اوپر قیاس کیا ہو گا کہ وہ گائے اور بیل کو دیوتا اور معبود بھی سمجھتے ہیں پھر ان پر سوار بھی ہوتے ہیں اور سامان بھی لاتے ہیں اور اگر دیوتا جلدی جلدی نہیں چلتا تو پیچھے سے لٹکے ڈنڈے بھی مارتے ہیں۔

بریں عقل و دانش بہاید گریست

پنجم خانہ کعبہ کو اہل اسلام بیت اللہ کہتے ہیں۔ اللہ یا خدا نہیں کہتے اور ظاہر ہے کہ اگر کوئی شخص کسی مکان کی طرف جانا ہے تو کہیں مقصود ہوتا ہے اور وہاں جا کر جو آداب و نیاز بجا لاتا ہے تو ہر شخص اُس آداب و نیاز کو صاحب خانہ کیلئے سمجھتا ہے جیسے تخت کی طرف جھک کر سلام کرنا تو وہ سلام صاحب تخت کو ہوتا ہے خود تخت کو نہیں ہوتا اور بت پرست اپنے بتوں کو خانہ خدا یا تخت خدا نہیں سمجھتے بلکہ وہ بت خود مقصود اور معبود ہوتے ہیں اور ان کو مہادیو یا شب یا گلیش وغیرہ سمجھ کر ان کی عبادت کرتے ہیں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قدس سرہ کی تحریر کا خلاصہ ختم ہوا تفصیل کے لیے حضرات اہل علم قبلہ نما کی مراجعت فرمائیں۔

واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم



قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ

تو کہہ لے اہل کتاب ! کیوں منکر ہوتے ہو اللہ کے کلام سے ؟

وَاللَّهُ شَهِيدٌ عَلَىٰ مَا تَعْمَلُونَ ﴿۹۸﴾ قُلْ يَا أَهْلَ

اللہ کے دربرو ہے جو کرتے ہو ۔۔۔ تو کہہ لے اہل

الْكِتَابِ لِمَ تَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ مَنَ آمَنَ

کتاب کیوں روکتے ہو ؟ اللہ کی راہ سے ، ایمان لانے والے

تَبْغُونَهَا حِوَجًا وَأَنْتُمْ شُهَدَاءُ ۚ وَمَا اللَّهُ

کو، ڈھونڈتے ہو اس میں عیب، اور تم خبر رکھتے ہو ۔ اور اللہ

يَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ ۚ تَعْمَلُونَ ﴿۹۹﴾

بے خبر نہیں تمہارے کام سے ۔۔۔

ملامت اہل کتاب برکفر و اغوار

قال تعالى قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَكْفُرُونَ الخ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ۚ

(رابطہ) گزشتہ آیات میں یہود کے شبہات کا جواب دے کر یہ ثابت کر دیا گیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دینِ ابراہیمی پر ہیں اور خانہ کعبہ ہی اول معبد اور بناء ابراہیمی ہے اب ان آیات میں اہل کتاب کو ملامت کی جاتی ہے کہ حق واضح ہو جانے کے بعد تمہارا عجب حال ہے کہ خود بھی قبول حق سے محروم ہو اور دوسروں کو بھی راہ حق سے ہٹانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہو اسلام میں جھوٹے اور فرضی شکوک نکال نکال کر لوگوں کو یہ باور کرانا چاہتے ہو کہ اسلام سیدھا راستہ نہیں بلکہ ٹیڑھا ہے اللہ تعالیٰ تمہاری ان سازشوں سے غافل نہیں چنانچہ فرماتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ اے اہل کتاب کیوں منکر ہوتے ہو اللہ کی نشانیوں کے جن سے خانہ کعبہ کا قبلہ ابراہیمی ہونا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ملت ابراہیمی پر ہونا خوب واضح اور روشن ہے اور تم کو یقین ہے کہ دین محمدی بالکل سچ ہے اور کعبہ قبلہ ابراہیمی ہے اور اس کا حج فرض ہے پھر اس علم اور یقین کے بعد تم کیوں انکار کرتے ہو اور اللہ گواہ ہے اس چیز پر جو تم کو کہہ رہے ہو لہذا حق

کا چھپانا تم کو مفید نہ ہوگا اور آپ اُن سے یہ بھی کہہ دیجئے کہ اسے اہل کتاب تم کیوں کوشش کرتے ہو اللہ کی راہ یعنی دین اسلام سے روکنے اور ہٹانے کی اس شخص کو جو ایمان لانے کا ارادہ کر چکا ہے تم اس راستہ میں کبھی ڈھونڈتے ہو یعنی اس سیدھے راستہ میں فریضے نکال کر یہ بتانا چاہتے ہو کہ یہ راستہ سچ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دین حق میں جھوٹ موٹ کے عیب نکالتے رہتے ہو تاکہ مسلمانوں کے دلوں میں شکوک پیدا ہو جائیں اور یہ سمجھنے لگیں کہ یہ راستہ سیدھا نہیں حالانکہ تم خود گواہ ہو کہ دین اسلام اللہ تعالیٰ کی سیدھی راہ ہے پس اس میں عیب کہاں سے آیا۔ اور جو کام تم کرتے ہو یعنی لوگوں کو خدا کی راہ سے روکنا اللہ اس سے غافل نہیں وہ ضرور تمہیں اس کی سزا دے گا پہلی آیت میں اُن کا عمل کفر تھا جو ظاہر تھا اس لیے پہلی آیت کو ذِی الْمُنْتَهٰی شَہِیْدٌ عَلٰی مَا تَعْمَلُوْنَ پر ختم فرمایا۔ اور دوسری آیت میں ان کا عمل مسلمانوں کو حیلہ اور مکر کے ذریعہ اسلام سے روکنا تھا جو مخفی اور پوشیدہ تھا اس لیے دوسری آیت کو ذِی الْمُنْتَهٰی بِنَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ پر ختم فرمایا ہر آیت میں وہی الفاظ استعمال فرمائے جو ان کے عمل کے مناسب تھے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَطِيعُوا فَرِيقًا مِّن

اے ایمان والو! اگر تم مانو گے، بعضے

الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ يَرْغَبُوا بِعَدَايَاكُمْ

اہل کتاب کی بات، تو پھر کر دیں گے تم کو ایمان لانے

كُفْرَيْنَ ۚ وَكَيْفَ تَكْفُرُونَ وَأَنْتُمْ تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ

پیچھے شکر اور تم کس طرح شکر ہو! اور تم پر پڑھی جاتی ہیں

آيَاتُ اللَّهِ وَفِيكُمْ رَسُولُهُ ۚ وَمَنْ يَعْتَصِمْ بِاللَّهِ

آیتیں اللہ کی اور تم میں اس کا رسول ہے۔ اور جو کوئی مضبوط پکڑے اللہ کو،

فَقَدْ هُدِيَ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۝۱۱

وہ پہنچا سیدھی راہ پر

مسلمانوں کو اہل کتاب کے دھوکہ میں آنے کی نصیحت

قَالَ تَعْلَمُ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ تَطْلُعُوا الخ فَقَدْ هَدَىٰ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝
(ربط) گزشتہ آیات میں یہ بیان تھا کہ اہل کتاب طرح طرح کے حیلوں اور مکاریوں سے مسلمانوں کو بہکانے اور گمراہ کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں اب ان آیات میں مسلمانوں کو اس امر کی تفہیم اور فہمائش کی جاتی ہے کہ اہل کتاب کے دھوکہ میں نہ آئیں اور ان کی بات نہ مانیں ورنہ وہ تمہیں رفتہ رفتہ اسلام سے پھیر کر کافر بنا دیں گے۔

شان نزول

ان آیتوں کا شان نزول یہ ہے کہ شماس بن قیس یہودی جس کو مسلمانوں سے غایت درجہ حسد تھا ایک دن اس کا انصار کی ایک مجلس پر گذر ہوا جس میں انصار کے دونوں قبیلوں اوس اور خزرج کے لوگ شیر و شکر ہوئے بیٹھے تھے اور آپس میں محبت اور انس کے ساتھ باتیں کر رہے تھے حالانکہ اسلام سے پہلے ان دونوں قبیلوں میں غایت درجہ عداوت تھی اور ان دونوں قبیلوں میں جنگ عظیم ہوتی تھی۔ اسلام کی برکت سے وہ عداوت جاتی رہی تھی اور اب کوئی اس کا اثر باقی نہ رہا تھا اس یہودی کو مسلمانوں کا محبت اور اتفاق کے ساتھ ایک جگہ بیٹھنا سخت ناگوار گزرا آخر اس نے ان کے پاس بیٹھ کر وہ لڑائیاں یاد دلانیں جو زمانہ جاہلیت میں ان دونوں قبیلوں میں واقع ہوئی تھیں۔ اور ان لڑائیوں کے متعلق شعرا نے جو اشعار کہے تھے وہ بھی انہیں کچھ پڑھ کر سنائے اس سے ان دونوں قبیلوں کو ایسا جوش آیا کہ تلواریں سونت کر کھڑے ہو گئے۔ یہ خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی آپ اسی وقت مع ان مہاجرین و انصار کے جو اس وقت آپ کی خدمت میں موجود تھے ان کی مجلس میں تشریف لائے اور یہ فرمایا کہ کیا تم لوگ پھر جاہلیت کی باتوں کی طرف جاتے ہو حالانکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں اور خدا تعالیٰ نے تم کو اسلام سے عزت عطا فرمائی اور تمہارے دلوں میں الفت عطا فرمائی آپ کے اس ارشاد کے بعد سب اپنی حرکت پر نادم ہوئے اور فوراً ہتھیار ڈال دیئے اور ایک دوسرے سے گلے ملے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں اے مسلمانو تم اہل کتاب کا کہنا نہ مانو اگر تم بعض اہل کتاب کی بات مانو گے تو یہ تم کو ایمان کے بعد کافر بنا کر چھوڑیں گے کیونکہ حسد رکھتے ہیں اور یہ جاسہتے ہیں کہ جیسے خود کافر ہیں ایسے ہی تم بھی کافر ہو جاؤ اور تم کیسے کفر کر دگے حالانکہ تم بہر اللہ کی آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں اور تم میں خلا کا پیغمبر موجود ہے کہ جو تم کو وعظ و نصیحت کرتے رہتے ہیں اور تمہارے شہروں کو ڈال کرتے

رہتے ہیں جس کے بعد غلط فہمی کی کوئی گنجائش نہیں اور جو مضبوط پکڑے اللہ کو یعنی اللہ کی کتاب کو اور اس کے رسول کی تلقین اور ہدایت کو اور اس پر عمل کرے پس تحقیق رہنمائی کی گئی اس کی سیدھی راہ کی طرف کہ اب اس کو شبہات سیدھے راستے سے نہ ہٹا سکیں گے۔

فائدہ | آیت کَیْفَ تَكْفُرُونَ میں کفر سے عام معنی مراد ہیں جو کفر اعتقادی اور کفر عملی دونوں کو شامل ہے اس لیے کہ مسلمانوں کی نا اتفاقی اور باہمی قتال و جدال علی کفر ہے کیونکہ نا اتفاقی

مسلمان کو کفر کے قریب پہنچا دیتی ہے اور قاعدہ عقلیہ ہے القریب من الشئ یاخذ حکمہ کہ جو جس سے قریب ہوا اسی کا حکم لے لیتا ہے قرآن کریم محاورات کے مطابق نازل ہوا ہے اور محاورہ میں جو شخص جس قوم کے افعال کرتا ہے اس پر اسی قوم کا اطلاق کرتے ہیں جیسے کینہ حرکت کرنے والے کو کہتے ہیں کہ تو تو چمار ہے اور کبھی کہتے ہیں کہ تو تو گدھا ہے یعنی تیری یہ حرکت چمار اور گدھے جیسی ہے تنغیر یعنی نفرت دلانے کے لیے یہ عنوان اختیار کیا گیا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ یہ شخص حقیقتہً چمار ہو گیا بلکہ مراد صرف یہ ہوتی ہے کہ علماء چمار اور گدھا ہو گیا اسی طرح یہاں مراد یہ ہے کہ قتال و جدال کرنے والا علماء کافر ہے گو اعتقاداً مومن ہے پس جیسا کہ چمار اور چمار کی دو قسمیں ہیں ایک حقیقی چمار جس کی ذات ہی چمار ہو ایک عملی چمار جو چماروں جیسے کام کرے۔

اسی طرح کافر کی بھی دو قسمیں ہیں ایک حقیقی کافر جو اعتقادی طور پر کفر کا مرتکب ہو دوسرے عملی کافر جو کافروں جیسا عمل کرتا ہو یہ تقسیم محاورات کے بالکل موافق ہے کوئی دقیق بات نہیں مگر معتزلہ اور خوارج نے اس محاورہ کو نہیں سمجھا اور کفر کو حقیقی معنی پر محمول کر کے حکم لگا دیا کہ گناہ کبیرہ کا ارتکاب حقیقتہً کفر ہے یا گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے حقیقتہً ایمان سے خارج ہو جاتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ

لے ایمان والو! ڈرتے ہو اللہ سے جیسا

تَقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ﴿۱۰۲﴾

چاہیے اس سے ڈرنا۔ اور نہ مریو مگر مسلمان

وَأَعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا

اور مضبوط پکڑو رسی اللہ کی سب مل کر اور

تَفَرَّقُوا ۖ وَادْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ

پھوٹ نہ ڈالو۔ اور یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر جب تھے تم

أَعْدَاءَ ۖ فَآلَفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَاصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ

آپس میں دشمن۔ پھر الفت دی تمہارے دلوں میں، اب ہو گئے اس کے فضل سے

إِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ

بھائی۔ اور تم تھے کنارے پر ایک آگ کے گڑھے کے

فَإِنْقَذَكُمْ مِّنْهَا كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَتِهِ لَعَلَّكُمْ

بہر تم کو اس سے خلاص کیا۔ اسی طرح کھولتا ہے اللہ تم پر نشانیاں اپنی شاید تم

تَهْتَدُونَ ۝ وَلَتَكُنَّ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَىٰ

راہ پاؤں اور چاہیے کہ رہیں تم میں، ایک جماعت بلاتے نیک

الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

کام پر اور حکم کرتے پسند بات کو اور منع کرتے ناپسند کو۔

وَأُولَٰئِكَ هُمُ السَّافِحُونَ ۝ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ

اور وہی پہنچے مراد کو اور مت ہو ان کی طرح جو پھوٹ

تَفَرَّقُوا ۖ وَاخْتَلَفُوا مِن بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ

گئے اور اختلاف کرنے لگے بعد اس کے کہ پہنچ چکے ان کو حکم صاف۔

وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ

اور اُن کو بڑا عذاب ہے جس دن سفید ہوں گے بعض منہ

وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ ۚ فَأَمَّا الَّذِينَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ

اور سیاہ ہوں گے بعض منہ، سو وہ جو سیاہ ہوئے منہ اُن کے،

اَكْفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ

ایمانم کا زہر گئے ایمان میں اگر اب چکھو عذاب بدلہ اس

تَكْفُرُونَ ﴿۱۰۷﴾ وَاَمَّا الَّذِينَ اَبْيَضَّتْ وُجُوهُهُمْ فَفِي

کفر کرنے کا۔ اور وہ جو سفید ہوئے منہ ان کے سو

رَحْمَةِ اللّٰهِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿۱۰۸﴾ تِلْكَ اٰيَةُ اللّٰهِ

رحمت میں ہیں اللہ کی، وہ اس میں رہ پڑے یہ حکم ہیں اللہ

نَتْلُوْهَا عَلَیْكَ بِالْحَقِّ وَاَمَّا اللّٰهُ يُرِیْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۰۹﴾

کے، ہم سناتے ہیں تجھ کو تحقیق۔ اور اللہ ظلم نہیں چاہتا جہاں دالوں پر۔

وَاللّٰهُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ طُوٰی اِلٰی اللّٰهِ

اور اللہ کا مال ہے جو کچھ ہے آسمان اور زمین میں - اور اللہ تک

تَرْجِعُ الْاُمُوْرَ ﴿۱۱۰﴾

رجوع ہے ہر کام کی۔

مسلمانوں کو تقویٰ اور اتباع شریعت پر متفق رہنے کی تاکید

اور پچھلی امتوں کی طرح افتراق اور اختلاف کی ممانعت

قَالَ تَعَالٰی يَاۤ اَيُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ اَلْیَ... وَاِلٰی اللّٰهِ تَرْجِعُ الْاُمُوْرَ

(ربط) گزشتہ آیت میں حق تعالیٰ نے باہمی قتال و شقاق کو تکفُرُونَ یعنی کفر سے تعبیر فرمایا اب

آئندہ آیت میں تقویٰ اور اعتصام بسجل اللہ یعنی اتفاق اور اتحاد اور اسلامی موافقت کا حکم دیتے ہیں۔

اور اتفاق اور اتحاد کا ایک دستور العمل بتلاتے ہیں وہ یہ کہ اول تقویٰ اور اسلام پر ملاومت اور

استقامت کا حکم دیا پھر اعتصام بسجل اللہ کا حکم فرمایا کہ سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑو پھر یہ ارشاد

فرمایا قَدْ كَسَرْنَا لَكُمْ اللّٰهَ عَدِيْبَكُمْ الخ جس میں حکم دیا کہ اتفاق اور اتحاد کی نعمت کو یاد کرو۔

اور اس نعمت کو اور اس کی برکات کو یاد کر کے موازنہ کر دو کہ پہلے تمہاری کیا حالت تھی اور اب کیا حالت ہے اور باہمی شقاق اور قتال میں کیا کیا مصیبتیں اور ذلتیں اٹھائیں اور اسلام کی بدولت جو تم کو اتفاق کی نعمت ملی اس میں تم کو کیا کیا راحتیں اور عزتیں ملیں چنانچہ فرماتے ہیں اے ایمان والو ڈرتے رہو اللہ سے جیسے چاہیے اس سے ڈرنا جتنا تم سے ممکن ہو اس میں کوتاہی نہ کرو اور دشمنوں کے ورغلانے سے حسد اور فخر میں مت پڑو اور عاصیوں کے یاد دلانے سے گزشتہ عداوتوں کا خیال کر کے اسلامی اخوت اور مودت اور ایمانی محبت والفت کو کھد نہ کرو اور مولائے اسلام کے اور کسی حالت پر ہرگز جان نہ دینا یعنی مرتے دم تک اسلام پر قائم رہنا۔ اسلام دین اور دنیا کی نعمتوں کا سرچشمہ ہے اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑے رہو۔ یعنی قرآن کریم اور دین اسلام اور شریعت کو مضبوطی کے ساتھ پکڑے رہو جس طرح رسی کو پکڑ لینا اور پر سے گرنے سے بچنا ہے اسی طرح رسی کو پکڑ لینا اور پر سے گرنے سے بچنا ہے اسی طرح قرآن کریم اور دین اسلام کو مضبوط پکڑنا۔ بندہ کو خدا تک پہنچاتا ہے اور آگ میں گرنے سے بچاتا ہے اور خدا کی رسی اس قدر مضبوط ہے کہ ٹوٹ تو نہیں سکتی لا انفصام لها۔ الہیہ عظمت کی بنا پر ہاتھ سے چھوٹ سکتی ہے۔ غرض یہ کہ سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑو اور متفرق اور پراگندہ مت ہوؤ یعنی خدا کی رسی پکڑنے والوں سے کبھی جدا اور علیحدہ نہ ہونا بلکہ ہمیشہ اُن کے ساتھ رہنا تاکہ تم بھی ان کے ساتھ مل کر خدا تک پہنچ جاؤ جو شخص خدا کی رسی کو چھوڑ دے گا وہ اوپر سے نیچے گرے گا۔ اور خدا کی رسی پکڑنے والے اوپر پہنچ جائیں گے اور چھوڑنے والا ہلاکت اور ذلت اور حسرت کے گڑھے میں ہوگا اور یاد کرو تم اللہ کے اُس انعام اور احسان کو جو تم پر مبذول ہوا کہ جب تم اسلام سے پہلے ایک دوسرے کے دشمن تھے اور باہم برسر پیکار تھے پھر خدا نے تم کو اسلام کی توفیق دے کر تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی پس ہو گئے تم اللہ کے فضل سے بھائی بھائی اور برسوں کی عداوت تبدیل بالفت ہو گئی یہ تو دنیوی نعمت ہوئی اب آئندہ آیت میں اُخروی نعمت کا ذکر فرماتے ہیں اور تم جہنم کے گڑھے کے کنارہ پر کھڑے تھے کہ جہنم میں جانے کے لیے صرف مرنے کی دیر تھی کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے بچا لیا یہ دینی اور اُخروی نعمت ہوئی کہ تم شرک اور بدعت پرستی اور گندے عقائد اور اعمال کی وجہ سے دوزخ کے کنارہ پر آ گئے تھے اس میں گرنے کے لیے صرف مرنے کی دیر تھی اگر تم اس وقت مَر جاتے تو سوائے دوزخ کے کوئی ٹھکانہ نہ تھا ایسے وقت میں اللہ تعالیٰ نے تمہاری مدد کی کہ تمہیں اسلام کی توفیق دے کر دوزخ کے گڑھے سے بچا لیا پس تم اللہ کی نعمتوں کو یاد کر کے ان کی قدر کرو اور شکر کرو اور شکر وہی ہے کہ جبل اللہ کو مضبوط پکڑے رہو اور یہود کے اغواء سے اسلام کو نہ چھوڑو جس کی برکت سے تم کو یہ نعمتیں ملی ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لیے اپنی نشانیاں بیان کرتا ہے تاکہ تم سیدھے راستہ پر چلتے رہو اور گمراہی کے گڑھے میں نہ گرو۔ اور جس طرح تم خدا کی رحمت سے گمراہی کے گڑھے سے نکل گئے ہو اسی طرح تم میں سے ایک ایسی جماعت ہونی چاہیے کہ جو اپنے بھائیوں کو آگ کے گڑھے سے نکلانے کی کوشش

کرے جس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ دوسروں کو نیکی کی طرف بلائیں اور اچھے کاموں کی ہدایت کریں اور بُرے کاموں سے منع کریں اور ایسے ہی لوگ جو امر بالمعروف اور نہی منکر کرتے ہیں مراد کو پہنچنے والے ہیں اور جو ایسا نہیں کرتے وہ سراسر نقصان اور خسارہ میں ہیں معروف وہ ہے جسکو شریعت اور کتاب سنت چاہتی ہو اور منکر وہ ہے جسکو شریعت کا علم نہ جانتا ہو کہ یہ کیا بلا ہے۔

ف گزشتہ آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کے دو عیب بیان فرمائے: **يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَكْفُرُونَ** لے اہل کتاب تم خود کیوں کفر کرتے ہو۔ دوم یہ کہ تم دوسروں کو کافر بنانے کی کیوں کوشش کرتے ہو۔ **يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَصَدُّقُونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ** اہل کتاب کے ان دونوں عیبوں کے بیان کرنے کے بعد اس کے بالمقابل حق تعالیٰ مسلمانوں کو دو باتوں کا حکم دیتے ہیں اول یہ کہ تم خود تقویٰ اور اسلام پر قائم رہو دوم یہ کہ دوسروں کو خیر اور نیکی کی دعوت دو اور لوگوں کو راہ راست پر لانے کی کوشش کرو اور ان لوگوں کے مشابہ اور مانند نہ بنو جو حق سے جدا ہو گئے اور اللہ کی رسی کو چھوڑ کر بہتر ذرتے بن گئے اور اختلاف کرنے لگے بعد اس کے کہ ان کے پاس اللہ کی طرف سے صریح اور واضح احکام آچکے تھے یعنی خدا کی صریح آیتیں اور واضح ہدایتیں آجانے کے بعد اپنی نفسانی خواہشوں سے دین میں اختلاف ڈالا اور مختلف ذرتے بن گئے جانتا چاہیے کہ تفرق اور اختلاف وہ ممنوع اور منہی منہ ہے جو شریعت کے ایسے صریح احکام میں جن میں کسی قسم کا اشتباہ نہ ہو ان میں اختلاف کرنے لگو اور اس اختلاف کا منشا محض نفسانیت ہو ایسا اختلاف بلاشبہ ممنوع ہے البتہ جو امور اجتہادی ہوں اور شریعت میں ان کا حکم صاف اور صریح نہ ہو اور اولیٰ شرعیہ بظاہر باہم متعارض معلوم ہوتی ہوں تو ایسے امور میں تحقیق حق کے لیے اختلاف کرنا ممنوع اور منہی منہ نہیں بلکہ عین رحمت ہے صحابہ کرام اور پھر تابعین اور ائمہ مجتہدین کا کوئی اختلاف شریعت کے کسی صریح اور واضح حکم میں نہیں بلکہ وہ اجتہادی مسائل میں ہے جو ان میں سے صواب کو چننا اس کے لیے دو اجر ہیں اور جس سے کوئی اجتہادی خطا ہوئی اس کے لیے ایک اجر ہے حضرت شاہ ولی اللہؒ نے اختلاف صحابہ و تابعین پر مستقل کتاب لکھی ہے اس کو دیکھ لیا جائے اور ایسے لوگوں کے لیے جو آیات بینات اور احکام واضحات کے آجانے کے بعد تفریق اور اختلاف کریں بڑا عذاب ہے اس لیے کہ آیات بینات کے بعد اختلاف کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ صریح اور واضح حکم پر اتفاق واجب اور لازم ہے تاویل کا محل آیات مشابہات ہیں یعنی جو آیات محتمل الدلالة ہیں ان میں تاویل اور توجیہ کی گنجائش ہے۔ اور جو آیات محکمات ہیں یعنی واضح الدلالة ہیں اور ان کی مراد واضح ہے ان میں تاویل نہیں چلتی اس روز یعنی قیامت کے دن بعض چہرے سفید اور روشن ہوں گے جنہوں نے دنیا میں نور حق کا اتباع کیا ہوگا اور دلائل اور براہین کی روشنی میں چلے ہوں گے اور بعض چہرے سیاہ ہوں گے جنہوں نے دنیا میں باطل کی ظلمتوں اور نفسانی خواہشوں کا اتباع کیا ہوگا ہر ایک کو اس کے حال کے مناسب جزائے دیں گے جن لوگوں کے چہرے سیاہ ہوں گے ان سے بطور ملامت یہ کہا جائے گا کیا تم لوگوں نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا۔ یعنی آیات محکمات اور آیات بینات میں طرح طرح کی تاویلیں کی اور دین میں تفرقہ برپا کیا۔ بدعت چونکہ منظم اور تاریک ہے اور اس کا

رنگ سیاہ ہے اس لیے اس ظلمت کے اتباع کرنے والوں کے چہرے سیاہ ہوں گے بدعت کی باطنی ظلمت اور سیاہی آنکھوں سے دکھلا دی جائے گی۔

شبیہ یہ ہے کہ ایمان کے بعد کفر کرنے کا کیا مطلب ہے حالانکہ ان میں ایک شبیہ اور اس کا ازالہ بعضے اصلی کافر بھی ہیں جو ایمان لانے کے بعد کافر نہیں ہوئے۔

جواب علماء تفسیر نے اس شبیہ کے مختلف جواب ذکر فرمائے ہیں بعض مفسرین یہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت منافقین کے بارہ میں نازل ہوئی اور معنی یہ ہیں کہ منہ سے کلمہ اسلام کا پڑھتے ہیں اور عقیدہ اسلام کے خلاف رکھتے ہیں اور بعض یہ کہتے ہیں کہ دعویٰ تو ایمان کا ہے اور عمل اس کے خلاف ہے۔ دعویٰ تو اتباع سنت کا ہے مگر مبتلا بدعتوں میں ہیں اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ ایمان سے وہ ایمان مراد ہے جو عہد الست کے وقت لوگوں سے ربربیت کا اقرار لیا گیا۔ بعد میں بعض اُس عہد پر قائم رہے اور بعض منحرف ہو گئے لہذا جو شخص بھی دنیا میں کفر کرتا ہے۔ وہ اس ایمان کے بعد ہی کرتا ہے۔ اور عکرمہ اور زجاج یہ کہتے ہیں کہ یہ آیت اہل کتاب کے بارہ میں ہے کہ قبل از بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا اقرار کرتے تھے مگر بعثت کے بعد آپ کی رسالت کے منکر ہو گئے اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ یہ آیت مرتدین کے حق میں ہے کہ ایمان لانے کے بعد کافر ہوئے اور حق یہ ہے کہ یہ آیت عام ہے اور علی حسب المراتب سب کفر کرنے والوں کو شامل ہے۔ قیامت کے دن تمام کافروں کے چہرے سیاہ ہوں گے کسی خاص کافر کی تخصیص نہیں۔

كَمَا قَالَ تَعَالَىٰ وَجُودُهُ يُؤْمِنُ بِهَا عَذَابُهُ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُ الْفَجَرَةُ وَقَالَ تَعَالَىٰ وَيُؤْمَرُ الْقِيَامَةِ تَرَىٰ السَّادِينَ كَذِبًا عَلَيَّ اللَّهُ وَجْهَهُمْ مَّسْوُودَةٌ۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن ان تمام لوگوں کے چہرے سیاہ ہوں گے جنہوں نے اللہ پر جھوٹ بولا ہے سو جاننا چاہیے کہ سب کافر اللہ پر جھوٹ بولنے والے ہیں کوئی کافر ایسا نہیں جو اللہ پر جھوٹ نہ بولتا ہو اس لیے کہ ہر کافر اپنے دین باطل کو دین الہی جانتا ہے اور جو شخص سرے ہی سے خدا تعالیٰ کے وجود کا منکر ہے وہ بھی اللہ پر جھوٹ بولتا ہے کہ اس کے بارہ میں ایک غلط اور جھوٹا اعتقاد رکھتا ہے۔

اور اگر آیت میں کفر سے عام معنی مراد لیے جائیں کہ کفر اعتقادی ہو یا عملی تو پھر اس آیت کے عموم میں اہل بدعت اور اہل ہوائی مثل خوارج اور روافض وغیرہ بھی داخل ہو جائیں گے جیسا کہ امام رازیؒ نے اس آیت کی تفسیر میں ایک قول یہ نقل کیا ہے کہ كَفَرْتُمْ كَعَدَا۟ اِيْمَانِكُمْ سے اس امت کے اہل بدعت اور اہل اہواء مراد ہیں (تفسیر کبیر ص ۲۳۰ ۳۲۰)

اور رافضی اور خارجی سب اس کے عموم میں داخل ہیں جو راہ سنت کو چھوڑ کر راہ بدعت پر ہونے پس چھوڑ تم غذاب کو بسبب اس کے کہ تم کفر میں اعتقاد یا عملاً مبتلا ہو اور وہ لوگ جن کے چہرے قیامت کے

دن سفید اور روشن ہوں گے یعنی اہل سنت والجماعت جنہوں نے اللہ کی رسی کو اسی طرح مضبوطی کے ساتھ پکڑا جس طرح اللہ کے نبی نے بتلایا اور جس طرح صحابہ کرام کی جماعت نے اُس رسی کو پکڑا تھا کیونکہ یہی راہ نور مبین اور مشعل ہدایت ہے اس لیے اس کے پیروؤں کے چہرے قیامت کے دن سفید اور روشن ہوں گے ایسے لوگ اللہ کی رحمت میں ہوں گے اور ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ رحمت یعنی جنت میں داخل ہونا یہ بھی نعمت ہے اور اُس رحمت میں خلود اور دوام یہ دوسری نعمت ہے اس لیے دونوں نعمتوں کو الگ الگ ذکر کیا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل ہے کہ قیامت کے دن جن کے چہرے روشن اور سفید ہوں گے وہ اہل سنت والجماعت کے چہرے ہوں گے۔ حافظ ابن کثیر یَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌُ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌُ کی تفسیر میں فرماتے ہیں یَوْمَ الْقِيَامَةِ حِينَ تَبْيَضُّ وَجُوهُُ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ وَتَسْوَدُّ وَجُوهُُ اَهْلِ الْبِدْعَةِ وَالْفِرَقَةِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا۔

(تفسیر ابن کثیر ص ۳۹، ۱۶۰)

جس درجہ شریعت کے تبع ہوں گے اسی درجہ کا چہرہ پُر نور ہوگا یہ اللہ کی نشانیاں ہیں یعنی قرآن اور اسلام اور آپ کی نبوت کی حقانیت کے دلائل ہیں جن کو ہم آپ کے سامنے پڑھ کر سناتے ہیں حق کے ساتھ یعنی ان کا مضمون بالکل حق ہے جس میں کسی قسم کا شبہ نہیں اب جو ان دلائل کو نہ مانے اور آپ کی نبوت کا قائل نہ ہو تو یہ اس کے فہم کا قصور ہے اور اللہ تعالیٰ جہان والوں پر ظلم کرنا نہیں چاہتا یعنی ہم نے کافروں اور حق سے تفرق اور اختلاف کرنے والوں کے لیے جو عذاب تیار کیا ہے وہ ظلم نہیں بلکہ وہ ان کے اعمال قبیحہ کی سزا ہے ہم تو ان پر رحمت ہی کرنا چاہتے ہیں لیکن وہ ہماری رحمت میں داخل ہونا ہی نہیں چاہتے۔ اور اللہ ہی کی ملک ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے یہ خدا تعالیٰ نے اپنے ظلم کے ارادہ نہ کرنے کی وجہ بیان فرمائی ہے مطلب یہ ہے کہ ظلم تو غیر کی ملک میں تصرف کرنے کا نام ہے اور عالم وجود میں کوئی شے ایسی نہیں جو اس کی مخلوق اور مملوک نہ ہو پھر خدا ظلم کا ارادہ کیسے کر سکتا۔ ہاں تمام چیزوں کا اس کی ملک ہونا اس امر کو مقتضی ہے کہ وہ اپنی مملوک چیز میں جو چاہے تصرف کرے وہ ظلم نہیں بلکہ عین عدل ہے اور بالآخر تمام امور اللہ ہی کی طرف رجوع ہوں گے یعنی مخلوق کی ابتداء بھی اسی سے ہوئی کہ ہر چیز اسی کی پیدا کی ہوئی ہے اور اسی کی ملک ہے اور اسی پر سب کی انتہاء ہے کہ سب اُس کی طرف لوٹائے جائیں گے اور بمقتضائے حکمت و رحمت ہر کام کی جزاء اور اجر اس کے مناسب دے گا۔ معاذ اللہ۔ خدا تعالیٰ ظالم نہیں۔ حکیم مطلق ہے اس کا کوئی کام ظلم نہیں بلکہ عین حکمت اور عین عدل اور عین رحمت ہے۔

لطائف و معارف

۱۔ اسلام سے مقصود یہ ہے کہ حق جل شانہ کی خوشنودی حاصل ہو جائے اور اُس کی ناراضی اور

عذاب سے نجات مل جائے مگر آج کل کے عقلمند اسلام کی طرف محض قومیت کے خیال سے توجہ کرتے ہیں غرض صرف اس قدر ہے کہ ہماری ایک قوم بن جائے اور ہمارے اندر اس سے ایک اتفاق کی شان پیدا ہو جائے۔ دین مقصود نہیں جس کی دلیل یہ ہے کہ ان میں دینی اور مذہبی رنگ نہیں درنہ اگر یہ جذبہ مذہب کے لحاظ سے ہوتا تو مذہبی اور دینی رنگ بھی ان میں ضرور پیدا ہوتا۔ کذا فی تسہیل المواعظ ص ۲۸۔ جیسے اس زمانہ کی دوسری قومیں اپنے مذہب کے ذریعہ اپنی جماعت تیار کر رہے ہیں یہ بھی انہیں کے قدم قدم چلتے ہیں اور اسلام کے نام پر قوم تیار کرنا چاہتے ہیں جس کی بڑی علامت یہ ہے کہ ان لوگوں کو احکام شریعت سے کوئی واسطہ نہیں اور نہ آخرت کی فکر ہے۔ کذا فی تسہیل المواعظ ص ۲۸۔

۲۔ جاننا چاہیے کہ **وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ** میں جس اتفاق کا حکم دیا گیا ہے اُس سے حق پر متفق ہونا مراد ہے اور **لَا تَفَرَّقُوا** میں جس تفرق کی ممانعت کی گئی ہے اُس سے تفرق عن الحق مراد ہے یعنی حق سے ہدامت ہونا چوروں اور ادا بشوں میں بھی اتفاق ہوتا ہے۔ مگر وہ مطلوب نہیں حضرات انبیاء کرام اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق لے کر آئے باطل پرست ان کی جان کے دشمن ہو گئے اور ہر جگہ دو دو مذہب اور دو دو فریق بن گئے کیا کوئی متنفس یہ کہہ سکتا ہے کہ معاذ اللہ حضرات انبیاء کرام نے نا اتفاقی پھیلائی۔ حضرات انبیاء تو اتفاق ہی کی دعوت دینے کے لیے تشریف لائے مگر مقصود یہ تھا کہ باطل کو چھوڑ کر حق کے ساتھ متفق ہو جائیں مگر لوگوں نے معاملہ برعکس کیا ہر حکومت اتفاق کو فرض اور لازم سمجھتی ہے لیکن اُس کی مراد یہ ہوتی ہے کہ قانون حکومت کے ساتھ اتفاق کرو۔ قانون کے خلاف نہ کرو عدالتوں کا قیام اسی لیے ہے کہ اہل حق کا حق دلایا جائے اور ظالموں کو سزا دی جائے تفرقہ کا مجرم وہ شخص ہے جو قانون حکومت کے خلاف کرے اور جو شخص قانون حکومت کے مطابق چل رہا ہو اس کو نا اتفاقی کا مرتکب نہیں کہا جاسکتا۔ عدالت میں اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ فلاں شخص نے میرے مال یا آبرو پر یہ زیادتی کی ہے تو جج کو یہ حق نہیں کہ ظالم اور مظلوم دونوں کو یہ کہہ کر عدالت سے باہر نکال دے کہ تم دونوں ملک میں تفرقہ پھیلاتے ہو یا دونوں کی زبان بندی کا حکم دے دے عدالت اگر ایسا حکم دیدے تو یہ عدل نہ ہوگا خیر سے اگر عدالت کا جج کوئی مسلح قوم اور لیڈر بھی ہو تو بحیثیت جج ہونے کے یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں تمہارا دعویٰ نہیں سنتا جاؤ اختلاف نہ کرو متفق ہو کر رہو۔ تم لوگ میرا دماغ پریشان کرنے آئے ہو اس لیے میں تمہارا مقدمہ خارج کرتا ہوں۔ اسی طرح علماء کو سمجھ کر وہ دکلاء کی طرح قانون شریعت کی صحیح تشریح کرتے ہیں اور محدثین اور بے دین قانون شریعت میں ایسی تاویلیں اور تحریفیں کرتے ہیں جس سے قانون شریعت ان کی خواہشوں اور غرضوں کے مطابق بن جائے۔ علماء دین جب ان محدثین کے رد اور جواب کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو بہت سے بے عقل یہ کہتے ہیں کہ علماء تفرقہ اور نا اتفاقی پھیلاتے ہیں یہ نہیں دیکھتے کہ جو شخص قانون حکومت کے ایسے عجیب و غریب معنی بیان کرے جو اب تک وزراء اور حکام اور دکلاء نے نہ سمجھے ہوں ایسا شخص حکومت کی نظر میں جالاک اور عیار ہے اور مجرم ہے اور جو شخص قانون کا وہ مطلب بیان کرے کہ جس معنی کی بناء پر عدالتوں کے ججوں نے فیصلے کیے ہیں وہ شخص نا اتفاقی اور تفرقہ کا مجرم نہیں

بلکہ وہ حق کے ساتھ متفق ہے۔

۳۔ آیت میں جو تفرق اور اختلاف کی مذمت اور ممانعت ہے اُس سے وہ اختلاف مراد ہے جو دین کے مزج اور واضح احکام میں محض نسانیت کی بناء پر ہو اور اگر غیر منصوص اور ظنی مسائل میں محض تحقیق حق یعنی حق تلاش کرنے کے لیے ہو تو ایسا اختلاف مسلمانوں کے لیے رحمت ہے۔ حدیث میں ہے کہ بنی اسرائیل میں بہتر فرقتے ہوئے اور میری امت میں بہتر فرقتے ہوں گے جو موائے ایک فرقہ کے سب کے سب جہنمی ہوں گے صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ کون سا فرقہ ہوگا جو دوزخ سے محفوظ ہوگا۔

آپ نے ارشاد فرمایا ما انا علیہ واصحابی۔ وہ فرقہ ناجیہ وہ فرقہ ہے جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقہ پر ہوگا۔

اہل سنت والجماعت کو اہل سنت والجماعت اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ فرقہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور طریقہ پر ہے اور جماعت صحابہ کے طریقہ پر بھی ہے جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ اور طریقہ اللہ کے راستہ اور طریقہ سے جدا نہیں اسی طرح صحابہ کرام کا راستہ اور طریقہ نبی کریم کے راستہ اور طریقہ سے جدا نہیں صراط مستقیم وہ راستہ ہے جو اللہ نے قائم کیا اور اللہ کی ہدایت کے مطابق بسیں اور صدیقین اور شہداء اور صالحین اس پر چلے۔

۴۔ فرقہ ناجیہ کے علاوہ مخالف فرقوں کی بڑی قسین یہ ہیں۔

خارج۔ ردافض۔ قدریہ۔ جہمیہ۔ مرجئیہ۔ پھر ان میں سے ہر ایک فرقہ کی شاخیں ہیں۔ جو سب مل کر بہتر ہوتی ہیں اور یہ تمام فرقے اور ان کی شاخیں سب فرق باطلہ میں داخل ہیں امام قرطبیؒ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ قال ابو الفرج المجوزی فان قيل هذه الفرق معروفة فالجواب انا نعرف الانفاق واصول الفرق وان كل طائفة من الفرق انقسمت الى فرق وان لم نخط باسماء تلك الفرق ومذاهبا فقد ظهر لنا من اصول الفرق - المحرورية القدرية والجهمية والمرحبة والمرافضة والجهرية وقال بعض اهل العلم اصل الفرق الضالة هذه الفرق الست وقد انقسمت كل فرقة منها اثنتي عشرة فرقة فصارت اثنتي عشرة وسبعين فرقة (تفسیر قرطبی ص ۱۶۸)۔

اس کے بعد امام قرطبی نے تمام بہتر فرقوں کی تفصیل فرمائی حضرات اہل علم تفسیر قرطبی کی مراجعت فرمائیں

۵۔ شاہ عبدالقادر صاحب فرماتے ہیں کہ وَتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں میں فرض ہے کہ ایک جماعت قائم رہے جہاد کرنے کو اور دین کی باتوں کا تقیہ رکھنے کو تاکہ دین کے خلاف کوئی نہ کرے اور جو اس کام پر قائم رہے وہی کامیاب ہیں اور یہ (طریقہ) کہ کوئی کسی سے تعرض نہ کرے موسیٰ بدین خود پیٹے بدین خود تیرا ہمسائی کی نہیں (منہ رحمہ اللہ تعالیٰ) کسی جمہوری اور مستبد حکومت میں یہ آزادی نہیں کہ لوگ قانون حکومت کے پابند اور مقید نہ رہیں اور جس کا جو چاہے وہ کر لیا کرے اسی طرح اللہ کے قانون میں یہ آزادی نہیں کہ جس حکم پر چاہے عمل کر دے اور چاہے نہ کر دے عجیب بات ہے کہ مجازی حکومت کے احکام کی پابندی تو لازم ہو اور بندہ پر اپنے خدا کے احکام کی پابندی اور ان کی تبلیغ ضروری نہ ہو۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ

تم ہو بہتر سب امتوں سے جو پیدا ہوئے لوگوں میں حکم کرتے ہو

بِالسَّعْرِوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ

پسند بات پر اور منع کرتے ہو ناپسند سے اور ایمان لاتے ہو

بِاللَّهِ ط وَكُؤَامَنَ أَهْلِ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ط

اللہ پر ۔ اور اگر ایمان میں آتے اہل کتاب تو ان کو بہتر تھا ۔

مِنْهُمْ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿۱۱۰﴾ لَنْ

کوئی ہیں ان میں ایمان پر ، اور اکثر وہ بے حکم ہیں ۔ وہ

يَضُرُّوكُمْ إِلَّا أَذًى ط وَإِنْ يُقَاتِلُوكُمْ يُؤْلُوكُمْ ط

تہارا کچھ نہ ہگاڑیں گے ، مگر ستانا ۔ اور اگر تم سے لڑیں گے تو تم سے پیٹھ

الْأَدْبَارُ ثُمَّ لَا يَنْصَرُونَ ﴿۱۱۱﴾ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ

دی گئی ۔ پھر ان کو مدد نہ ہوگی ۔ ماری گئی ہے ان پر ذلت

أَيْنَ مَا ثَقِفُوا إِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللَّهِ وَحَبْلٍ مِّنَ

جہاں دیکھے سوائے دستِ آویزِ اللہ کے اور دستِ آویزِ

النَّاسِ وَبَاءٌ وَبِغْضَبٍ مِّنَ اللَّهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ

لوگوں کے اور کالائے غصہ اللہ کا اور ماری ہے ان پر

الْمَسْكَنَةُ ط ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوا يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ

محتاجی ۔ یہ اس واسطے کہ وہ رہے ہیں منکر اللہ کی آیتوں سے

وَيَقْتُلُونَ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ط ذَٰلِكَ بِمَا عَصَوْا

اور مارتے رہے نبیوں کو ناحق ۔ یہ اس سے کہ وہ بے حکم ہیں

وَكَانُوا يَعْتَدُونَ ﴿١١٢﴾ لَيْسُوا سَوَاءً مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ

اور حد سے بڑھتے ہیں ۔۔۔ وہ سب برابر نہیں، اہل کتاب میں ایک

أُمَّةٌ قَائِمَةٌ يَتَّبِعُونَ آيَاتِ اللَّهِ أَنَاءَ اللَّيْلِ وَهُمْ

فرق ہے سیدھا راہ پر پڑھتے ہیں آیتیں اللہ کی، راتوں کے وقت اور وہ

يَسْجُدُونَ ﴿١١٣﴾ يُؤْفِكُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَأْمُرُونَ

سجدے کرتے ہیں ۔۔۔ یقین لاتے ہیں اللہ پر اور پچھلے دن پر، اور حکم کرتے

بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُونَ

ہیں پسند بات کو اور منع کرتے ہیں ناپسند سے اور دوڑتے ہیں

فِي الْخَيْرَاتِ وَأُولَٰئِكَ مِنَ الصَّالِحِينَ ﴿١١٤﴾ وَمَا يَفْعَلُوا

نیک کاموں پر ۔۔۔ اور وہ لوگ نیک بختوں میں ہیں ۔۔۔ اور جو کریں گے

مِنْ خَيْرٍ فَلَن يُكْفَرُوا ۖ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ ﴿١١٥﴾

نیک کام، سو ناقبول نہ ہو گا۔ اور اللہ کو خبر ہے پرہیزگاروں کی ۔۔۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا

اور وہ لوگ جو منکر ہیں، ان کو کام نہ آویں گے، ان کے مال، اور نہ

أَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللَّهِ شَيْئًا ۖ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ

اولاد اللہ کے آگے کچھ ۔۔۔ اور وہ دوزخ کے لوگ ہیں،

هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿١١٦﴾ مَثَلُ مَا يُنْفِقُونَ فِي هَذِهِ

وہ اس میں رہ پڑے ۔۔۔ جو کچھ خرچ کرتے ہیں اس

الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيحٍ فِيهَا صِرٌّ أَصَابَتْ حَرْثَ

دنیا کی زندگی میں اس کی مثال، جیسے ایک باؤ (ہوا) اس میں پالا (مردی) وہ مار گئی کھیتی

قَوْمٍ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ فَأَهْلَكْتَهُ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ وَلَكِنْ

ایک لوگوں کی جنہوں نے اپنے حق میں بُرا کیا تھا پھر اس کو نابود کر گئی اور اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا،

أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿۱۱۴﴾

پر اپنے ادھر ظلم کرتے ہیں ۔

بیان خیریت امت محمدیہ علی صاحبہا الف الف

صلوة والف الف تحية

قال تعالى كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ اے وَلَكِنْ أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ہ
(ربط) گزشتہ آیات میں مسلمانوں کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم تھا اب ان آیات میں یہ بتاتے ہیں کہ اسی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی وجہ سے یہ امت تمام امتوں سے بہتر ہے۔
اور قوت علیہ اور قوت علیہ میں کامل اور مکمل ہے چنانچہ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ اور تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ میں قوت علیہ کے کمال کی طرف اشارہ ہے اور تَوَّابُونَ بِاللَّهِ میں قوت نظر یہ کے کمال کی طرف اشارہ ہے اور اسی بے حدیث میں آیا ہے کہ اللہ کا ہاتھ جماعت (کے سر) پر ہے اور حدیث میں ہے کہ میری امت کبھی گمراہی پر متفق نہ ہوگی اسی وجہ سے تمام امت کا اتفاق ہے کہ اس امت کے علماء کا اجماع حجت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت کے اجماع کو عصمت عن الخطأ کا درجہ عطا فرمایا ہے علماء ربانین فرداً فرداً تو معصوم نہیں۔ مگر ان کا اجماع معصوم عن الخطأ ہے ہر عالم ربانی، علم میں انبیاء کرام کا وارث ہے مگر عصمت نبوی کی وراثت اجماع کو ملی افراد کو اس میراث سے حصہ نہیں ملا۔ یا یوں کہو کہ

شروع آل عمران میں نصرانیت کا ابطال اور اسلام کی حقانیت بیان فرمائی۔ اور پھر وَ إِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَ حِكْمَةٍ أَنْ تَقُولُوا بِمَا آتَيْنَاكَ إِلَّا حَقّاً وَ تَقُولُوا لِلنَّاسِ حَقّاً وَ تَقُولُوا لِلنَّاسِ حَقّاً وَ تَقُولُوا لِلنَّاسِ حَقّاً
میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا امام الانبیاء اور سید الرسل ہونا بیان کیا اور پھر
إِنَّا أَقْلَ بَيْنِ وَضَعٍ لِلنَّاسِ ۖ وَ تَقُولُوا لِلنَّاسِ حَقّاً میں اس امت کے قبلہ کی افضلیت

اور برتری بیان کی گئی اور پھر وَ اعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا میں اس امت کی کتاب اور شریعت کی برتری اور مضبوطی بیان فرمائی کہ وہ اللہ کی غایت درجہ مضبوط رسی ہے جس میں ٹوٹنے کا امکان نہیں البتہ غفلت کی بناء پر ہاتھ سے چھوٹ جانے کا امکان ہے اب اخیر میں اس امت مرحومہ کی افضلیت

اور برتری کا اعلان کیا جا رہا ہے کہ یہ امت تمام امتوں سے افضل اور اکمل ہے اور اگر اہل کتاب اس آخری کتاب اور آخری شریعت پر ایمان لے آئیں تو وہ بھی خیرالام میں شامل ہو سکتے ہیں مگر افسوس کہ ان میں سے سوائے چند افراد کے اکثر نادان ہیں صرف عبد اللہ بن سلام اور نجاشی شاہ حبشہ جیسے سلیم الطبع چند افراد نے حق کو قبول کیا اور خیرالام میں داخل ہوئے اور باقی اپنے قرد اور عناد پر قائم رہے چنانچہ فرماتے ہیں اے مسلمانو تم سب امتوں سے بہترین امت ہو جو لوگوں کی نفع رسانی کے لیے عدم سے وجود میں نکالی گئی ہے اور تمہارے بہترین امت ہونے کی وجہ یہ ہے کہ تم نیک کاموں کی ہدایت کرتے ہو جو شریعت کے نزدیک جانے پہچانے اور مستحسن ہیں اور برے کاموں سے روکتے ہو جو شریعت میں منکر یعنی ناپسندیدہ ہیں اور شریعت ان سے بیگانہ ہے اور تم اللہ پر ٹھیک ٹھیک ایمان رکھتے ہو یعنی امت محمدیہ کو تمام امتوں پر جو شرف اور فضیلت حاصل ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ امت اس صفت میں تمام امتوں سے ممتاز ہے توحید اور اخلاق فاضلہ کی تعلیم اور فواحش اور منکرات سے زبرد توہنج کا جو اہتمام بلیغ اس امت میں ہوا ام سابقہ میں اس کی نظیر تو کیا اس کا عشر عشر بھی نہیں کفر کا فتنہ دفع کرنے کے لیے اس امت میں جہاد شروع ہوا اور فواحش اور منکرات کے سد باب کے لیے حدود اور تعزیرات جاری کی گئیں اور اسی طرح ایمان باللہ میں بھی یہ امت تمام امتوں سے ممتاز ہے کہ خدا کی ذات و صفات کے اعتقاد کے بارہ میں غایت درجہ متوسط اور معتدل ہے اس امت کا ایمان تشبیہ و تمثیل کے فرٹ (گوہر) اور دم تعطیل کے درمیان۔ لبن خالص کی طرح ہے یہود و نصاریٰ کا ایمان دنیا کے سامنے ہے کہ حضرت عیسیٰ اور حضرت عزیر کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں اور مخلوق کی صفات خالق کے لیے ثابت کرتے ہیں۔ سُبْحَانَهُ اَنْ يُّكُوْنَ كَهٗ ذٰلِكَ اور اگر اہل کتاب ایمان لے آتے اور اس نبی برحق کی تصدیق کرتے جس کو توریت اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں تو بلاشبہ ان کے حق میں بہتر ہوتا اس لیے کہ مسلمان ہو جانے سے وہ بھی خیرالام یعنی بہترین امت ہونے میں مسلمانوں کے شریک ہو جاتے اور من جانب اللہ ان کو ذمہ اجر ملتا۔ کَمَا قَالَ تَعَالٰی اُولٰٓئِكَ يُؤْتُوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ لیکن ان کی تو کیفیت یہ ہے کہ ان میں سے کچھ لوگ تو ایمان دار ہیں اور اکثر ان میں بدکار ہیں۔ اور اسلام کے اور مسلمانوں کے دشمن ہیں۔ اور ہر وقت مسلمانوں کو ضرر پہنچانے کی فکر میں ہیں اس لیے آئندہ آیت میں مسلمانوں کی تسلی کے لیے ایک پیش گوئی فرماتے ہیں اے مسلمانو۔ یہ اہل کتاب تمہیں سوائے زبانی ایذا رسانی کے اور کسی قسم کا تم کو ہرگز گزند نہیں پہنچا سکیں گے۔ کتنی بڑی کوشش کریں۔ مگر تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے اور اگر وہ زبان درازی سے زیادہ کچھ ہمت کر کے تم سے لڑیں گے تو تمہارے مقابلہ سے پیچھے ہٹ کر بھاگیں گے پھر شکست کے بعد کہیں سے بھی ان کی مدد نہ ہوگی یعنی مقابلہ میں اُن کو کبھی فتح نہ ہوگی۔ یہ یہود کے مغلوب ہونے کی پیشین گوئی ہے جو بحمد اللہ حرف بحرف پوری ہوئی کہ جب کبھی یہود اور مسلمانوں میں لڑائی ہوئی یہود پشت پھیر کر بھاگے اور مسلمانوں کے مقابلہ میں کبھی اُن کو فتح نصیب نہیں ہوئی جس کی اصل وجہ یہ ہے کہ ان پر ذلت اور غوری کی مہر لگا دی گئی ہے جہاں کہیں بھی پائے جائیں گے ذلیل و خوار ہوں گے مگر اللہ کے

عہد و پیمان یا لوگوں کے عہد و پیمان کے ذریعے ذلت و غوری سے کچھ پناہ مل سکے گی لوگوں کے عہد و پیمان سے مراد یہ ہے کہ مسلمانوں سے کوئی معاہدہ یا صلح کریں یا مسلمانوں سے امن طلب کریں یا مسلمانوں کی رعیت بن کر رہیں اور جزیرہ قبول کر کے مسلمانوں کی پناہ میں آجائیں تو اس وقت ان کے ساتھ یہ معاملہ نہ ہوگا بکسر عایا اور ذی ہونے کی صورت میں اُن کے ساتھ وہی معاملہ ہوگا جو مسلمانوں کے ساتھ ہے۔

ف یہ معنی تو حَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ کے ہوئے اور حَبْلٍ مِّنَ اللّٰہ کے معنی بعض علماء کے نزدیک تو وہی ہیں جو حَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ کے معنی بیان کئے گئے یعنی حَبْلٍ مِّنَ اللّٰہ اور حَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ دونوں سے ایک ہی شئی مراد ہے اور یہ عطف تفسیری ہے اور بعض علماء کے نزدیک حَبْلٍ مِّنَ اللّٰہ اور حَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ سے علیحدہ علیحدہ شئی مراد ہے بعض کہتے ہیں کہ حَبْلٍ مِّنَ اللّٰہ سے اسلام یعنی مسلمان ہو جانا مراد ہے یعنی ذلت سے بچنے کا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ اسلام لے آئیں اور اسلام لاکر اس ذلت سے بچ جائیں اگرچہ وہ اسلام ظاہری طور پر ہو اور دوسرا طریقہ ذلت سے نکلنے کا یہ ہے کہ مسلمانوں سے کوئی معاہدہ کر کے اپنی جان و مال کی حفاظت کر لیں اور بعض علماء کے نزدیک حَبْلٍ مِّنَ اللّٰہ سے یہ مراد ہے کہ وہ کتابی راہب ہو کہ گرجا میں گوشہ نشین ہو اور اپنی عبادت میں مشغول ہو اور مسلمانوں کے خلاف جنگ میں نہ تو شریک ہو اور نہ اعداء اسلام کو مشورہ دیتا ہو تو ایسے کتابی کے متعلق اللہ کا حکم یہ ہے کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ جہاد میں ایسے کتابی کو قتل نہ کریں جو راہب ہو اور اپنی عبادت میں مشغول ہو اور علیٰ ہذا اہل کتاب کے بچوں اور عورتوں کے متعلق بھی اللہ کا حکم یہ ہے کہ مسلمان جہاد میں کافروں کے بچوں اور عورتوں کو ہرگز نہ قتل کریں صرف ان لوگوں کو قتل کریں جو مسلمانوں سے برسر پیکار ہیں اور یہ عہد اور پیمان ان کو عند اللہ نافع اور مفید نہ ہوگا اس لیے کہ یہ لوگ اللہ کے عہد کے مستحق ہیں اور سماجی اور غوری ان کو لازم کر دی گئی اور یہ لوگ خدا کے غضب اور ذلت و مسکنت کے مورد اس لیے بنے کہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے۔ اور جان بوجھ کر بیہودہ قتل کیا کرتے تھے اور اس کفر بآیات اللہ اور قتل انبیاء کا باعث یہ ہوا کہ یہ لوگ اللہ کی نافرمانی کرتے رہے اور حد سے آگے بڑھتے رہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دل سخت ہو گئے اور گناہوں کی کثرت سے فوراً ایمان بالکل جاتا رہا اس لیے اللہ کی آیتوں کے کفر اور پیغمبروں کے قتل پر آمادہ ہو گئے گناہوں پر اصرار اور نافرمانی میں حد سے بڑھ جانا انسان کو کفر تک پہنچا دیتا ہے اور اس قسم کے لوگ اہل کتاب میں اگرچہ کثیر ہیں مگر سب اہل کتاب برابر اور یکساں نہیں ان بروں میں کچھ اچھے بھی ہیں اہل کتاب میں ایک جماعت ایسی بھی ہے جو حق پر قائم ہے جو اوقات شب میں اللہ کی آیتیں نمازیں پڑھتے رہتے ہیں اور وہ اللہ کو سجدہ کرتے ہیں اور دیر تک جبین نماز میں پر رکھتے ہیں تاکہ اللہ کا قرب حاصل ہو اور قیام میں کلام خداوندی کے پڑھنے سے مناجات کی لذت حاصل ہو طریقیہ یہ کہ ان کی نماز طویل قیام اور طویل سجدہ دونوں کی جامع ہوتی ہے اور اوقات شب میں عبادت کرنا دلیل اس امر کی ہے کہ یہ لوگ خدا تعالیٰ سے غافل نہیں جس کی اصل وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ اللہ پر ٹھیک ٹھیک ایمان رکھتے ہیں۔ اللہ کی

توحید اور تفرید ان کے دلوں میں راسخ ہے اور نیز روزِ آخرت پر یقین رکھتے ہیں آخرت کا تصور ان کی نظروں سے اوجھل نہیں ہوتا اس لیے وہ اللہ سے غافل نہیں ہوتے۔ اور پھر یہ کہ ان کے انوارِ برکات ان کی ذات تک محدود نہیں رہتے بلکہ دوسروں کو بھی اچھے کاموں کی ہدایت اور بُرے کاموں سے ممانعت کرتے ہیں یعنی جس طرح وہ خود راہِ راست پر ہیں اسی طرح یہ چاہتے ہیں کہ دوسرے بھی راہِ راست پر آجائیں اور نہایت شوق و رغبت کے ساتھ نیک کاموں میں دوڑتے ہیں تاکہ سب سے سبقت لے جائیں اور یہی اور ایسے ہی لوگ نیک بختوں میں سے ہیں جو خدا کے غضب اور ذلت اور مسکنت سے محفوظ ہیں۔ یہ آیتیں عبداللہ بن سلامؓ اور ان کے ساتھیوں کے بارہ میں نازل ہوئیں اور ایسے لوگ جو بھی نیکی کریں گے خواہ وہ دوزکر کریں یا آہستہ رفتار سے سوہرگز اس کی نافرمانی نہیں کی جائے گی بلکہ ایسے اہل کتاب کو دگنا اجر ملے گا جیسا کہ قرآن کریم میں ہے اُولَئِكَ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ اور احادیث نبویہ میں صراحتاً آیا ہے کہ جو اہل کتاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں گے ان کو دو اجر ملیں گے اور اللہ تعالیٰ پر ہیزگاروں کو خوب جانتا ہے پس جب ہم ہیزگار اس کی رحمت اور عنایت سے محروم نہیں تو خیرات میں مسامحت کرنے والے کیسے اس کی عنایات بے غایات سے محروم رہ سکتے ہیں تحقیق جن لوگوں نے کفر کیا وہ اپنے اموال اور اولاد پر نظر کر کے یہ نہ سمجھیں کہ ہم تو اللہ کے محبوب ہیں۔ جن پر یہ انعامات ہوئے اور یہ فقراءِ مسلمین اللہ کے محبوب ہیں اس لیے کہ قیامت کے دن اللہ کے قہر اور غضب کے دفع کرنے میں ان کے مال اور اولاد ذرہ برابر کام نہ آئیں گے غضب خداوندی سے انسان کو بچانے والا صرف ایمان اور تقویٰ ہے اور مالی صدقہ و خیرات۔ غضب خداوندی کو جب ہی سمجھاتا ہے کہ جب وہ صدقہ ایمان باللہ اور ایمان بالیوم الآخر پر مبنی ہو اور اولاد بھی آخرت میں جب ہی کام آتی ہے کہ جب وہ خود بھی مؤمن ہو اور اپنے مسلمان ماں باپ کے لیے دھلو مغفرت کرے۔ کافراں باپ کے لیے مسلمان اولاد کی دعا و مغفرت بھی بے کار ہے اور ایسے لوگ جنہوں نے کفر کیا اور کفر پر مرے یہ دوزخی ہیں وہ ہمیشہ ہمیش اسی میں رہیں گے یہ لوگ کبھی دوزخ سے نہیں نکلیں گے البتہ جو گنہگار مسلمان گناہوں سے پاک کرنے کی غرض سے کچھ عرصہ کے لیے دوزخ میں ڈالے جائیں گے وہ ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہیں گے کچھ عرصہ کے بعد نکال دیے جائیں گے۔

حق جل شانہ نے ان آیات میں اُمۃ قائمہ کے جو اوصاف بیان فرمائے ہیں وہ اوصاف
ف یہود کے بالکل متفاد اور مخالف ہیں اس لیے کہ یہود حق سے منحرف تھے رات و دن غفلت میں مست تھے۔ شرک اور الحاد میں مبتلا تھے یومِ آخرت پر بھی ان کا ایمان گڑ بڑ تھا بڑی باتوں کا حکم کرتے تھے اور اچھی باتوں سے روکتے تھے اور سبجائے خیرات اور حسنات کے شرور اور معاصی کی طرف سبقت کرنے والے تھے اور سبجائے صالحین کے طالحین میں سے تھے۔

کفار کے نفقات و صدقات کی مثال

اد پر کی آیتوں میں حق تعالیٰ نے یہ بیان کیا کہ قیامت کے دن کافروں کے مال ان کے کچھ کام نہ آئیں گے اس پر کسی کے دل میں یہ شبہ گذر سکتا تھا کہ بعض اوقات کافرا اپنے مال سے نیک کاموں میں محتاجوں اور یتیموں اور مظلوموں کی مدد کرتے ہیں۔ صلہ رحمی کرتے ہیں پل اور سرائے کنواں بنواتے ہیں تو کیا اس قسم کے خرچوں سے کافروں کو قیامت کے دن کوئی نفع پہنچ سکتا ہے تو آئندہ آیت میں اس شبہ کا ازالہ فرماتے ہیں کہ اس قسم کے خرچوں سے بھی کافروں کو قیامت کے دن کوئی نفع نہیں پہنچ سکتا چنانچہ فرماتے ہیں کہ مثال اس چیز کی کہ جس کو یہ کفار دنیا کی اس فانی زندگی میں خرچ کرتے ہیں اس کی مثال اس ہوا کی ہے جس میں پالا یعنی ٹھہر ہو وہ جا لگی ہو ان لوگوں کی کھیتی کو جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہو پس وہ اس کھیتی کو تباہ اور برباد کر گئی ہو اسی طرح کافروں کے صدقات اور خیرات بمنزلہ باغ یا کھیت کے ہیں اور ان کا کفر بمنزلہ پالے کے ہے پس جس طرح پالا کھیتی کو تباہ کر دیتا ہے اسی طرح ان کا کفر ان کے خیرات و صدقات کو برباد اور تباہ کرنے والا ہے قیامت کے دن اُن کو اس کھیتی سے کچھ بھی پٹے نہ پڑے گا اور اللہ نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا لیکن وہ اپنی جانوں پر خود ہی ظلم کرتے ہیں کہ کفر اور شرک کے پالے سے اپنی آخرت کی کھیتی خراب کی اور ضرورت کے وقت کعبہ افسوس ملتے رہ گئے۔

فائدہ جاننا چاہیئے کہ پالے سے ظاہراً ظالم اور غیر ظالم سب ہی کی کھیتی تباہ اور برباد ہوتی ہے لیکن آیت میں جو مثال ذکر کی گئی ہے اس میں حُرُثٌ قَوَّحٌ ظَلَمُوا یعنی ظلم کی قید اس لیے بڑھائی کہ پالے سے دراصل کافر قوم ہی کی کھیتی تباہ اور برباد ہوتی ہے اور کامل نقصان کافر ہی کا ہوتا ہے بخلاف مسلمان کے کہ اگر اُس کی کھیتی پالے سے تباہ ہوتی ہے تو اُس کو اس مصیبت پر اور پھر اس مصیبت کے صبر پر اجر ملتا ہے اور اللہ کی طرف سے مومن کو جو اجر ملے گا وہ اس کھیتی سے لاکھوں درجے افضل ہوگا پس حقیقی اور کامل نقصان وہ ہے کہ جس کا کوئی بدل اور عوض نہ ہو اور ظاہر ہے کہ مسلمان کسی مصیبت میں اجر اور ثواب سے محروم نہیں رہتا۔ خلاصہ یہ کہ حق تعالیٰ نے جو ان کے صدقات و خیرات کو قبول نہیں کیا وہ اللہ کی طرف سے کوئی ظلم نہیں بلکہ انہوں نے خود اپنی جانوں پر ظلم کیا کہ اپنی صدقات و خیرات کے ساتھ کفر و شرک کو ملا لیا جس نے پالے کی طرح اُن کی تمام کھیتی کو تباہ و برباد کر ڈالا۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی بتلادیا تھا کہ کفر اور شرک سے تمام اعمال جط ہو جاتے ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بَطَانَةً

اے ایمان والو! نہ بھید اپنے

مِّن دُونِكُمْ لَا يَأْتُونُكُمْ خَبَالًا ط وُدُّوْا مَا

غیر کو ، وہ کی نہیں کرتے تمہاری خرابی میں ۔ ان کی خوشی ہے

عِنْتُمْ ط قَدْ بَدَاتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ ط وَمَا

تم جس قدر تکلیف پاؤ نکل پڑتی ہے دشمنی ان کی زبان سے ۔ اور جو

تَخْفَى ط صَدُّوْهُمْ أَكْبَرُ ط قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ إِن

چھپا ہے ان کے جی میں سو اس سے زیادہ ہم نے بتا دیئے تم کو چپے ، اگر

كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ ﴿۱۱۸﴾ هَآنَتْكُمْ أَوْلَاءُ تَحِبُّوْنَهُمْ وَلَا

تم کو عقل ہے ۔ سنئے ہو؟ تم لوگ ان کے دوست ہو اور وہ

يُحِبُّوْنَكُمْ وَتُؤْمِنُونَ بِالْكِتَابِ كُلِّهِ ط وَإِذَا لَقَوْكُمْ

تمہارے دوست نہیں ، اور تم سب کتبوں کو مانتے ہو ۔ اور جب تم سے ملے ہیں

قَالُوا آمَنَّا ط وَإِذَا خَلَوْا عَضُّوا عَلَيْكُمْ الْأَنَامِلَ

کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں ، اور جب اکیلے ہوتے ہیں کاٹ کاٹ کھاتے ہیں تم پر انگلیاں

مِنَ الْغَيْظِ ط قُلْ مُوتُوا بِغَيْظِكُمْ ط إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ

دشمنی سے ۔ تو کہہ :- مرد تم اپنی دشمنی میں ۔ اللہ کو معلوم ہے

بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿۱۱۹﴾ إِن تَسْسِكُمُ حَسَنَةٌ تَّسُومُ

جیوں کی بات ۔ اگر تم کو ملے کچھ بھلائی بری لگے

وَإِن تَصِبْكُمُ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوا بِهَا ط وَإِن تَصْبِرُوا

ان کو اور اگر تم پر پہنچے بُرائی خوش ہوں اس سے اور اگر تم ٹھہرے رہو

وَتَتَّقُوا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُ هُمْ شَيْئًا ط إِنَّ اللَّهَ بِمَا

اور بچتے رہو کچھ نہ بگڑے گا تمہارا ، ان کے فریب سے ، جو کچھ وہ کرتے ہیں

يَعْمَلُونَ مِثْلَ ۙ

سب اللہ کے بس میں ہے

تحدیرِ مؤمنین از اختصاص ارتباط با دشمنانِ دین

قال تعالیٰ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بَطَانَةً مِّن دُونِكُمْ... لَعَلَّكُمْ يَتَّقُونَ...
(ربط) گزشتہ آیات میں مسلمانوں کی صفات اور کافروں کی ذمائم اور قہاس کا ذکر تھا اب ان آیات میں مسلمانوں کو ہدایت ہے کہ کافروں کے ساتھ خلا ملا نہ رکھو اور نہ ان کو اپنا راز دار بناؤ کافر تمہارے دین اور دنیا دونوں کے دشمن ہیں۔

یاد رہے کہ جب گزشتہ آیات میں یہ بیان کیا کہ کفر اور ظلم کی سرہوائے ظالموں کے اعمال کی کھیتوں کو تباہ و برباد کیا تو اب آئندہ آیت میں اہل ایمان کو نصیحت فرماتے ہیں کہ تم ان ظالموں سے خلط ملط نہ رکھنا۔ مبادا ان کے کفر اور ظلم کی سرہوائے اعمال کی کھیتوں کو کوئی نقصان نہ پہنچا دے چنانچہ فرماتے ہیں اے ایمان والو ایمان کا مقتضی یہ ہے کہ اپنے عزیزوں کو اپنا راز دار اور بھیدی نہ بناؤ یعنی غیر مسلموں کو اپنا ہمد اور رفیق اور راز دار نہ بناؤ اور اس ممانعت کی متعدد وجوہ ہیں۔ اول تو یہ کہ یہ لوگ فتنہ انگیزی اور تمہارے تباہ کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے ہر وقت اسی کوشش میں لگے رہتے ہیں کہ مسلمانوں میں باہمی کوئی خرابی اور فساد پیدا ہو دوئم یہ کہ ہر وقت اس کی تمنا کرتے ہیں کہ تم کسی تکلیف اور ضرر میں مبتلا ہو جاؤ ہر وقت تمہاری مصیبت کے خواہشمند رہتے ہیں یہ خواہش کبھی اُن کے دل سے زائل نہیں ہوتی۔ سوئم یہ کہ ان کے دل تمہاری عداوت سے بھر رہے ہیں کہ بعض مرتبہ دلی بغض اور اندرونی عداوت بلا اختیار ان کے منہ سے ظاہر ہو جاتی ہے بغض اور عداوت اس درجہ پہنچا ہوا ہے کہ اس کو ضبط نہیں کر سکتے اور نہ وہ ان کے چھپانے سے چھپ سکتا ہے اندر سے اچھل کر ادا بل کر منہ بہ آگیا ہے اور کھل گیا ہے۔ چہارم یہ کہ وہ بغض اور عداوت جو ان کے سینوں نے اپنے اندر چھپا رکھا ہے وہ اس سے کہیں زیادہ ہے کہ جو عداوت اُن سے ظاہر ہو جاتی ہے تمہیں معلوم نہیں کہ اُن کے سینوں کے اندر عداوت کتنی چھپی ہوئی ہے۔ تحقیق ہم نے تمہارے لیے صاف صاف نشانیاں بیان کر دی ہیں اگر تم کو عقل ہے تو سمجھ جاؤ کہ یہ تمہارے خیر خواہ نہیں بلکہ سخت دشمن ہیں ہرگز اس قابل نہیں کہ ان کو اپنا بٹانہ یعنی دوست اور راز دار بناؤ پنجم یہ کہ تم ایسے نادان اور غفلت شعار کیوں ہو کہ تم ان کو دوست رکھتے ہو اور وہ تمہیں دوست نہیں رکھتے پس اگر وہ تم سے بغض اور عداوت ہی نہ رکھتے تو فقط ان کا تم سے محبت نہ رکھنا یہ کافی تھا کہ ان کو بٹانہ اور راز دار نہ بنایا جائے اس لیے کہ جس کو تم سے محبت نہ ہو اور نہ وہ تمہارا خیر خواہ تو اس کو اپنا راز دار

بنانا نادانی ہے اور چھٹی وجہ یہ ہے کہ تم اللہ کی سب کتابوں پر ایمان رکھتے ہو اور ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ وہ تمہاری کتاب پر باوجود حقانیت کے ظاہر ہو جانے کے تمہاری ضد میں اس پر ایمان نہیں لاتے ان کو چاہیے تھا کہ وہ تم سے محبت رکھتے کہ تم اللہ کی تمام کتابوں پر ایمان رکھتے ہو اور ان کی کتاب کا انکار نہیں کرتے مگر معاملہ برعکس ہو گیا کہ وہ تم سے بغض اور عداوت رکھتے ہیں پس ایسے لوگوں کو کیا اپنا دوست اور راز دار بناتے ہو جنہی آدمی کو راز دار بنانا سخت غلطی ہے اور ساتویں وجہ یہ ہے کہ ان کا برتاؤ اور معاملہ تم سے منافقانہ ہے مخلصانہ نہیں اس لیے کہ یہ لوگ جب تم سے ملنے ہیں تو یہ کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں اور جب اکیلے ہوتے ہیں تو غیظ و غضب سے تم پر انگلیاں کاتے ہیں مطلب یہ ہے کہ جب اپنے مجمع میں اکیلے ہوتے ہیں اور کوئی مسلمان وہاں نہیں ہوتا تو مسلمانوں کے جوش عداوت میں غصہ میں آکر دانتوں سے انگلیاں کاٹنے لگتے ہیں مسلمانوں کی دن و رات چوکنی قوت و شوکت اور باہمی اتحاد اور الفت اُن سے برداشت نہیں ہوتی اس لیے اپنے مجمع میں اس دلی عداوت کا اظہار کرتے ہیں۔ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان سے کہہ دیجئے کہ تم اپنے اس غصہ میں کلا گھونٹ کر اسی طرح جلتے اور مرتے رہو اور یوں ہی عمر بسر کرتے رہو یہ غصہ مرتے دم تک تمہارے ساتھ رہے گا۔ اور اس غیظ و غضب سے تم اسلام اور مسلمانوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں پر نعمتیں پوری کرے گا۔ تمہارا غصہ اور حسد بیکار ہے۔

میرے از حسد پیوستہ غمگین کہ جز مرگت نخواہد داد تسکین

تحقیق اللہ تعالیٰ سینوں کی باتوں کو خوب جانتا ہے اور دشمنوں کے دلوں کی پوشیدہ باتیں اپنے دوستوں کو بتا دیتا ہے اور آٹھویں وجہ یہ ہے کہ اُن کی عداوت اور حسد کا یہ حال ہے کہ اے مسلمانو اگر تم کو ذرا سی کوئی بھلائی چھو بھی جائے تو انہیں بہت ہی بُری لگتی ہے سمجھ لو کہ اُن کا حسد اس درجہ ہنچا ہوا ہے کہ وہ نوبت وہ یہ ہے کہ اگر تمہیں کوئی برائی یا تکلیف پہنچے تو اس سے وہ خوش ہوتے ہیں یہ ان کی شہادت کا حال ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ اندرونی طور پر تمہارے خلاف سازشوں میں سرگرم ہیں جس کا علاج یہ ہے کہ اگر تم صبر اور تقویٰ پر قائم رہو یعنی ان کی ایذاؤں پر صبر کرو اور ان کی موالاة اور بطنانہ بنانے سے پرہیز کرو تو تم کو ان کا فریب کچھ نقصان نہیں دے گا۔ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کا احاطہ کیے ہوئے ہیں۔ ان کے مکر کا ضرر اور اثر تم تک نہ پہنچے نہیں دیں گے اور اگر کسی جگہ کافروں سے تم کو کوئی ضرر پہنچے تو سمجھ لو کہ یہ صبر اور تقویٰ کی کمی کی وجہ سے پہنچا ہے۔ خدا تعالیٰ سے معاملہ درست رکھو تو پھر کافروں نے جو راستہ میں کانٹے بچھائے ہیں وہ سب کے سب خود بخود صاف ہو جائیں گے۔

خلاصہ کلام یہ کہ جس قوم کی عداوت کا یہ حال ہو اس سے کیا غیر خواہی کی توقع ہو سکتی ہے کہ جو اس سے دوستی کی جائے اور اس کو اپنا راز دار بنایا جائے۔

فائدہ | فقہاء کرام نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ مسلمان حاکم کے لیے یہ جائز

نہیں کہ اہل ذمہ میں سے کسی کا فر کو اپنا منشی اور پیشہ کار بنائے اس لیے کہ وہ کافر مسلمانوں کا غیر خواہ نہ ہوگا اور اسلامی حکومت کے راز اور امور مملکت سے اپنی ہم قوم حکومت کو مطلع کرے گا۔ بلکہ جن مسلمان وزیر اور امیروں نے کسی غیر مسلم عورت سے نکاح کر لیا یا اس کو اپنے گھر میں رکھ لیا تو پھر اسلامی حکومت کے راز غیر مسلموں پر ظاہر ہوئے اور اسلامی حکومت کو شدید نقصان پہنچا اور ان غیر مسلم عورتوں نے مسلمان شوہروں سے زائد اپنے ہم مذہب کافروں کی مصیحت کا لحاظ رکھا جیسا کہ تجربہ اور تاریخ اس کی شاہد ہے۔ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا بھی یہی مسلک تھا کہ وہ غیر مسلم نفی اور پیشکار بنانے کو ناپسند فرماتے تھے۔ اور اسی آیت سے استدلال فرماتے تھے۔

تنبیہ | مشریت اسلامیہ کا یہ حکم کہ غیر مسلم کو اپنا دوست اور رازدار نہ بنایا جائے اور امور مملکت میں اس کو ذخیل نہ بنایا جائے عین حق اور عین حقیقت ہے یہ امر بالکل بدیہی ہے کہ غیر مذہب والا اپنے مذہب اور اپنے اہل مذہب ہی کی خیر خواہی کرتا ہے دوسرے اہل مذہب کی خیر خواہی نہیں کرتا۔ تمام مغربی ممالک کو دیکھ لیجئے کہ وہ کبھی بھی کسی مسلمان کو وزارت اور سفارت کا منصب سپرد نہیں کرتے مگر انوکھوں کے آج کل کے نام نہاد مسلمان جب اس قسم کا حکم سنتے ہیں تو اس کو تعصب اور تنگ نظری سمجھتے ہیں حالانکہ اگر ان کو اپنے حقیقی بھائی کی خیر خواہی پر اطمینان نہ ہو تو اس کو بھی اپنا بھائی (رازدار) بنانا گوارا نہیں کرتے مگر جب خدا یہ فرماتا ہے کہ اسے مسلمانو۔ جو شخص اسلام کا اور مسلمانوں کا غیر خواہ نہ ہو بلکہ ان کا دشمن اور حاسد ہو اس کو اسلامی حکومت میں کوئی عہدہ اور منصب نہ دو۔ تو یہی لوگ خدا تعالیٰ کے اس قانون پر نکتہ چینی کرنے لگتے ہیں۔

تمام دنیا کی حکومتوں کا یہ مسلم قانون ہے کہ حکومت میں حکومت کے باغی کو کوئی عہدہ اور منصب نہیں دیا جاسکتا۔ باغی کو عہدہ دینا۔ سیاست کلیہ میں بالاجماع حرام ہے پس اگر اسلام یہ کہتا ہے کہ اسلامی حکومت میں ایسے شخص کو کہ جو اسلام سے باغی ہو یعنی کافر ہو اس کو کوئی عہدہ اور منصب نہ دو تو اس پر کیوں ناک منہ چڑھاتے ہیں اپنے باغی کے لیے عہدہ دینا تو ناجائز اور حرام ہو۔ اور خدا تعالیٰ کے باغی اور سرکش کے لیے عہدہ دینا جائز ہو جس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ کا باغی تو مجرم ہے اور خدا کا باغی بے قصور ہے تو اس کا مطلب تو یہ نکلا کہ معاذ اللہ آپ کی شان خداوندی وہاں سے بڑھ کر ہے کہ اگر کوئی شخص آپ کی فانی اور مجازی حکومت سے انحراف اور بغاوت کرے تو وہ قتل اور حبس دوام کا مستحق بنے اور احکم الحاکمین سے اگر بغاوت (کفر) کرے تو اس کو وزیر بنانے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں یہ وسعت قلب نہیں بلکہ بے غیرتی ہے۔

وَإِذْ غَدَوْتَ مِنْ أَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِينَ مَقَاعِدَ

اور جب فجر کو نکلا تو اپنے گھر سے بٹھانے لگا مسلمانوں کو لڑائی کے

يَلْقَاتِ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿۱۴۱﴾ اِذْ هَمَّتْ طَائِفَتَيْنِ

ٹھکانوں پر۔ اور اللہ سنتا جانتا ہے۔ جب قصد کیا دو فرقوں نے

مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۚ وَاللَّهُ وَلِيُّهُمَا وَعَلَى اللَّهِ

تم میں کہ نامردی کریں، اور اللہ مددگار تھا ان کا اور اللہ ہی

فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿۱۴۲﴾

پر چاہیئے بھروسہ کریں مسلمان

قصہ احد

قال الله عز وجل وَإِذْ عَدُوَّتْ مِنْ أَهْلِكَ اے فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ
(ربط) گزشتہ آیات میں یہ ارشاد فرمایا تھا وَإِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا کہ اگر تم صبر کرو اور تقویٰ پر قائم رہو تو دشمنوں کا مکر تم کو ضرر نہ پہنچائے گا اب اندہ میں
قعدہ احد کو یاد دلاتے ہیں کہ اس میں تم نے صبر اور تقویٰ سے کام نہ لیا اس لیے تم کو شکست ہوئی
بخلاف بدر کے کہ اس میں تم نے صبر اور تقویٰ کو اختیار کیا اس لیے باوجود بے سروسامانی کے تم کو فتح ہوئی۔
یایوں کہو کہ گزشتہ آیات میں کافروں اور منافقوں کو رازدار بنانے کی ممانعت تھی اب ان آیات میں
جنگ احد کے واقعہ کو ذکر کر کے کافروں اور منافقوں کے رازدار اور شریک مشورہ بنانے کے مفسر
نتیجہ سے آگاہ فرماتے ہیں اس لیے کہ اس لڑائی کے مشورہ میں عبداللہ بن ابی ابن سلول بھی شامل تھا جس
کے ہمراہ تین سو آدمی تھے اولاً آپ کے ہمراہ نکلا اور پھر بعد میں اپنی جمعیت کو لے کر راستہ سے یہ کہہ
کر واپس ہو گیا کہ یہ لڑائی نہیں بلکہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے اگر ہم اس کو واقعی جنگ سمجھتے تو آپ
کے ساتھ شرکت کرتے ان کی دیکھا دیکھی انصار کے قبیلہ خزرج میں کے بنو سلمہ اور قبیلہ اوس میں کے
بنی حارثہ نے بھی بھلا گئے کا ارادہ کیا مگر اللہ تعالیٰ نے اُن کے دل مضبوط کر دیئے اور وہ میدان جنگ
میں قائم رہے ان کے بارہ میں یہ آیتیں نازل ہوئیں چنانچہ فرماتے ہیں اور یاد کرو اُس وقت کو کہ جب
آپ جہاد و قتال کے لیے اپنے اہل خانہ یعنی عائشہ صدیقہ کے حجرہ سے برآمد ہوئے اور زرہ بہن کہ
باہر تشریف لے آئے اور مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کو لڑائی کے ٹھکانوں پر بھلا دیں چنانچہ آپ اسی ارادہ
سے مسلمانوں کی جمعیت کو لے کر روانہ ہوئے، راستہ میں سے رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی۔ تقریباً تین سو

آدمیوں کی جمعیت ساتھ لے کر راستہ سے یہ کہتا ہوا واپس ہو گیا کہ جب میرا مشورہ نہ مانا اور دوسروں کی رائے پر عمل کیا تو ہمیں مڑنے کی کیا ضرورت ہے خواہ خواہ اپنے کو کیوں ہلاکت میں ڈالیں یہ اس کی ایک چالاکی تھی کہ سنکر اور مسلمان بھی متزلزل ہو جائیں اور اللہ سن رہے تھے اس کے قول کو اور خوب جانتے تھے اس کے کید اور کمرہ کو کہ جن سے قریب تھا کہ بعض اہل ایمان بھی ہلاکت میں پڑ جائیں جس وقت کہ تم میں کی یعنی مسلمانوں میں کی دو جماعتوں نے یعنی بنو سلمہ اور بنو حارثہ نے یہ قصد کیا کہ ہمت ہار دیں اور ان کے دل میں یہ خطرہ گزرا کہ عبد اللہ بن ابی کی طرح وہ بھی راستہ سے واپس ہو جائیں مگر حق تعالیٰ نے ان کو اس جہن اور نامردی سے محفوظ رکھا اور اللہ تعالیٰ نے ان کا کارساز اور مددگار تھا اسی کی عنایت اور کارساز بنو سلمہ اور بنو حارثہ کو اس قصد سے محفوظ رکھا اور اللہ ہی پر تمام اہل ایمان کو بھروسہ کرنا چاہیئے نہ تو اپنی قوت پر اعتماد کرو اور نہ دشمن کی قوت اور کثرت سے خوف زدہ ہو جاؤ، غزوہ بدر تم دیکھ چکے ہو کہ قریش کی قوت اور کثرت تین سو متوکلین کے مقابلہ میں کچھ بھی کار آمد نہ ہوئی۔

فائدہ جلیلہ | آیت مذکورہ دَرَاذُ عَذُوَّتٍ مِّنْ أَهْلِكَ میں اہل سے باجماع مفسرین و محدثین و علماء سیرت حضرت عائشہ صدیقہ کے حجرہ سے نکلنا مراد ہے جس سے حضرت عائشہ صدیقہ کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے وہ یہ کہ حضرت عائشہ ظاہرہ اور سطرہ اور ستر پاپا عمل صالح تھیں اس لیے کہ خداوند علام الغیوب نے حضرت عائشہ کو نبی اکرم کا اہل فرمایا اور اللہ کے رسول کا اہل وہی ہو سکتا ہے جو ستر پاپا عمل صالح ہو اور نوح علیہ السلام کے بیٹے کو نوح علیہ السلام کے اہل سے اسی لیے خارج کیا گیا کہ اس کے اعمال صالح نہ تھے۔ (كما قال تعالى إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ إِنَّهُ عَنْ يَدِ صَالِحٍ)

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ

اور تمہاری مدد کر چکا ہے اللہ بدر کی جنگ میں اور تم بے مقدور تھے۔

فَاتَّقُوا اللَّهَ تَعَالَى تَشْكُرُونَ ﴿۱۳﴾ إِذْ تَقُولُ

سو ڈرتے رہو اللہ سے شاید تم احسان مانو جب تو کہنے لگا

لِلْمُؤْمِنِينَ أَنْ يَكْفِيَكُمْ أَنْ يُمِدَّكُمْ

مسلمانوں کو، کیا تم کو کفایت نہیں ہے کہ تمہاری مدد بھیجے،

رَبُّكُمْ بِثَلَاثَةِ أَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ

رب تمہارا، تین ہزار فرشتے، آسمان سے

مُنْزِلِينَ ﴿۱۳۳﴾ بَلَىٰ إِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا وَيَأْتُوكُم

اُترے ہوئے ۱۰۰ البتہ اگر تم ٹھہرے رہو اور پرامن نگاہی کرو اور وہ آدمی

مِّنْ قَوْمِهِمْ هَذَا يُمِدُّكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ آلِفٍ

تم پر اسی دم ، تو مدد بھیجے تمہارا رب ، پانچ ہزار

مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُسَوِّمِينَ ﴿۱۳۴﴾ وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا

فرشتے پہلے ہوئے گھوڑوں پر ۱۰۰ اور یہ تو اللہ نے تمہارے دل

بُشْرَىٰ لَّكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوبُكُم بِهِ ط وَمَا النَّصْرُ إِلَّا

کی خوشی کی اور تسکین ہو تمہارے دلوں کو۔ اور مدد ہے نری اللہ

مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ﴿۱۳۵﴾ لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ

کے پاس سے جو زبردست ہے حکمت والا ۱۰ تاکاٹ ڈالے بعضے

الَّذِينَ كَفَرُوا أَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوا خَاسِرِينَ ﴿۱۳۶﴾

کافروں کو ، یا ان کو ذلیل کرے کہ پھر جاویں نامراد ۱۰

تذکیر بقصہ بدر

برائے اظہار تاثیر توکل و تقویٰ و صبر

قَالَ اللَّهُ تَعَالَىٰ وَلَقَدْ نَعَرَكُمُ اللَّهُ بِسُذُبٍ اے فَيَنْقَلِبُوا خَاسِرِينَ ۱۰

اب قصہ احد کے بعد کچھ قصہ بدر کو ذکر کرتے ہیں کہ اس غزوہ میں جو بے مثال فتح و نصرت

ظہور میں آئی وہ ظاہر اسباب میں توکل اور تقویٰ اور صبر کی برکت تھی چنانچہ فرماتے ہیں اور البتہ

تحقیق مدد کی تمہاری اللہ تعالیٰ نے جنگ بدر میں حالانکہ تم اس وقت بے سرد سامان تھے اور دشمنوں

کی نظر میں ذلیل اور خوار تھے اور ظاہر اسباب میں دشمنوں کے مقابلہ میں تمہارا ٹھہرنا اور ان پر فقیاب

ہونا ناممکن تھا مگر چونکہ اس بے سرد سامانی میں تمہاری نظر خداوند ذوالجلال پر تھی اس لیے خدا نے

ایک بڑی بھاری فوج لے کر آرہا ہے تو مسلمانوں میں ایک جدید اضطراب پیدا ہو گیا اس وقت اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی تسکین اور تقویت قلوب کے لیے یہ وعدہ فرمایا کہ اگر کا فر تم پر ٹوٹ پڑیں تو ہم پانچ ہزار فرشتے تمہاری مدد کو بھیج دیں گے بشرطیکہ تم صبر اور تقویٰ پر قائم رہو اس لیے علماء کا اس تیسرے وعدہ کے بارہ میں اختلاف ہے کہ یہ پانچ ہزار کا وعدہ واقع ہوا یا نہیں شعبی کہتے ہیں کہ یہ وعدہ واقع نہیں ہوا اس لیے کہ یہ وعدہ ایک شرط کے ساتھ مشروط تھا وہ یہ کہ **يَا تَوَكَّلْ** مَن **فَوَرَّهَمُ** کہ کا فر تم پر ٹوٹ پڑیں اور چونکہ کرزن جابر کا گروہ نہیں آیا اس لیے وہ شرط نہیں پائی گئی اس لیے وہ مشروط وعدہ شرط کے نہ پائے جانے کی وجہ سے واقع نہیں ہوا اور بعض علماء کا قول ہے کہ پانچ ہزار فرشتے نازل ہوئے۔ **يَا تَوَكَّلْ** مَن **فَوَرَّهَمُ** سے مقصود، تعلیق اور شرط نہ تھی بلکہ محض تاکید اور مبالغہ مقصود تھا۔

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ ۚ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبُهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ ﴿١٢٨﴾

تیرا اختیار کچھ نہیں ، یا ان کو توبہ دیلو سے یا

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ ۚ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبُهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ ﴿١٢٨﴾

ان کو عذاب کرے کہ وہ ناعق پر ہیں + اور اللہ کا مال ہے، جو کچھ آسمان

وَمَا فِي الْأَرْضِ يُغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ

اور زمین میں ہے - بخشنے جس کو چاہے اور عذاب کرے

مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٢٩﴾

جس کو چاہے ، اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے +

رجوع بقصۂ احد

قال اللہ تعالیٰ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ... لے... وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ
غزوہ اُحد میں جب آپ کا دندان مبارک شہید ہوا تو آپ نے فرمایا کہ وہ لوگ کیسے فلاح پا سکتے ہیں جنہوں نے اپنے پیغمبر کے چہرہ کو زخمی کیا ہو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی بخاری کی روایت میں ہے کہ آپ نے چند کفار کے لیے جنہوں نے مسلمانوں کو شہید کیا تھا نام بنام صبح کی نماز میں بددعا

اور لعنت شروع فرمائی اس پر آیت نازل ہوئی (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کو اس کام میں کچھ اختیار نہیں لعنت اور رحمت اور ہدایت اور ضلالت سب اسی کے اختیار میں ہے وہ جو چاہے کرے یا تو وہ ان پر توجہ فرمائے کہ ان کو توبہ کی توفیق دے اور جو لوگ آج آپ کے اور آپ کے دین کے دشمن ہیں وہ کل کو خدا کی قدرت اور مشیت سے آپ کے عاشق جانثار اور دین اسلام کے محافظ اور پاسبان بن جائیں یا ان کو اللہ تعالیٰ عذاب دے دنیا میں یا آخرت میں کر دیا میں قتل ہوں اور کفر پر جھے رہیں اور کفر ہی پر مریں اور دوزخ کا ایذا من بنیں کیونکہ تحقیق یہ لوگ بڑے ظالم ہیں ایسی ہی سزا کے مستحق ہیں لہذا آپ ان پر بددعا نہ کریں چونکہ اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ ان میں سے اکثر افراد آئندہ چل کر مشرف باسلام ہوں گے اس لیے یہ آیت نازل ہوئی آپ نے ان پر بددعا کرنی چھوڑ دی اور اللہ ہی کی ملک ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور ملک کو اختیار ہے کہ جس کو چاہے معاف کرے اور جس کو چاہے عذاب دے کوئی شے اس پر واجب نہیں اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا اور بڑا مہربان ہے اُس کی رحمت اُس کے غضب پر غالب ہے لہذا تم بددعا میں عجلت نہ کرو چنانچہ اللہ کی رحمت اور مغفرت غالب آئی اور آپ کے دشمنوں کو اسلام کی ہدایت ہوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حق جل شانہ کی محبت اور کفر و شرک کی عداوت کا غلبہ تھا اس لیے آپ دشمنانِ خدا پر لعنت فرماتے مگر پردہ قضاء و قدر میں کیا مستور ہے اس کا آپ کو علم نہ تھا۔ اس لیے حکم نازل ہوا کہ آپ ان پر لعنت نہ فرمائیں عنقریب یہ لوگ دین کے خدمت گار اور جان نثار بنیں گے۔

اس آیت کے شان نزول میں مختلف روایتیں ہیں ایک روایت میں ہے کہ **فائدہ (۱)** | احد کی لڑائی میں جن لوگوں نے آپ کو نہ خمی کیا اور آپ نے اُن کے حق میں بددعا کی اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ایک روایت میں ہے کہ جب قبیلہ رعل اور ذکوان نے ستر صحابہ کو شہید کر ڈالا جس کو واقعہٴ بئر معونہ کہتے ہیں جب آپ نے ان قبائل پر بددعا کی تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور امام احمد اور امام بخاری کی روایت میں ہے کہ آپ صبح کی نماز میں قمر کے بعد دوسری رکعت میں یہ دعا کرتے اے اللہ لعنت کر۔ صفوان بن امیہ پہ اور لعنت کر سہیل بن عمرو پر اور لعنت کر حارث بن ہشام پر اور چند قریش کے سرداروں کے نام لے کر بددعا فرماتے اس پر یہ آیت نازل ہوئی حافظ عسقلانی فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ یہ واقعات احد ہی کے سال میں پیش آئے اور بئر معونہ کا واقعہ احد کے چار ماہ بعد صفر ۳ء میں پیش آیا اس لیے یہ کہنا صحیح ہے کہ اس آیت کا نزول ان تمام واقعات میں ہوا۔

فائدہ (۲) | حق جل شانہ کے دو انتظام ہیں ایک تشریعی اور ایک تکوینی تشریعی انتظام کا تعلق انبیاء کرام سے ہے اور تکوینی انتظام کا تعلق ملائکہ سے ہے یعنی

قضاء و قدر کے حکم کے مطابق انتظام ہوتا ہے اور خضر علیہ السلام کے انتظام کا تعلق بھی امور کو ینبیہ سے ہے اور موسیٰ علیہ السلام نے جو خضر علیہ السلام پر اعتراض فرمایا وہ اسباب شرعیہ کی بنا پر تھا وَ لَکِنَّا وَجَّهْتُهُمُوْا لَیْنَهَا اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص خاص دشمنان اسلام پر نام بنام بددعا کرنا اسباب شرعیہ کی بنا پر تھا کہ یہ دشمنان اسلام اسی قابل ہیں کہ ان پر بددعا کی جائے مگر چونکہ قضاء و قدر میں یہ طے پا چکا تھا کہ ان لوگوں میں سے اکثر مشرف باسلام ہوں گے اس لیے حق تعالیٰ نے اس آیت کو نازل فرما کر اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان لوگوں کے حق میں بددعا کرنے سے منع فرمایا یہ تکوینی انتظام تھا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا

لے ایمان والو! مت کھاؤ سود

أَضْعَافًا مُّضَاعَفَةً ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ تَعَلَّكُمْ

دو دہنے پر دونا ، اور ڈرو اللہ سے شاید تمہارا

تُفْلِحُونَ ﴿۱۳۰﴾ وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي أُعِدَّتْ

بھلا ہو ، اور ، پچو اس آگ سے جو تیار ہوئی

لِلْكَافِرِينَ ﴿۱۳۱﴾ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ تَعَلَّكُمْ تَرْحَمُونَ ﴿۱۳۲﴾

کافروں کے واسطے ، اور حکم مانو اللہ کا اور رسول کا شاید تم پر رحم ہو ،

وَسَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا

اور دوڑو بخشش پر اپنے رب کی ، اور جنت پر جس کا پھیلاؤ

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ ﴿۱۳۳﴾ الَّذِينَ

ہے آسمان اور زمین ، تیار ہوئی ہے واسطے پرہیزگاروں کے ، جو

يُنْفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ وَالْكُظُمِينَ الْغَيْظِ

خرچ کئے جاتے ہیں ، خوشی میں اور تکلیف میں اور دبا لیتے ہیں غصہ ،

وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴿۱۳۲﴾

اور معاف کرتے ہیں لوگوں کو ، اور اللہ چاہتا ہے نیکی والوں کو ۔

وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ

اور وہ لوگ کہ جب کر بیٹھیں کچھ کھلا گناہ یا بُرا کریں اپنے حق میں،

ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ وَمَنْ

تو یاد کریں اللہ کو ، اور بخشش مانگیں اپنے گناہوں کی ۔ اور کون

يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ قَدْ وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَى

ہے گناہ بخشتا سوائے اللہ کے ؟ اور اُتر نہ رہیں اپنے

مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿۱۳۳﴾ أُولَٰئِكَ جَزَاءُ هُمْ

کے پر ، جانتے (ہوئے) اُن کی جزا ہے

مَغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَجَنَّتْ تَجْرِي مِّنْ

بخشش ان کے رب کی اور باغ ، جن کے نیچے

تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَنِعْمَ أَجْرُ

بہت نہریں ، رہ پڑے ان میں ، اور خوب مزدوری ہے

الْعَمِلِينَ ﴿۱۳۴﴾

کام کرنے والوں کی ۔

ترہیب و تحذیر از نارِ آخرت و ترغیب بر اعمالِ جنت

قال الله تعالى عز وجل يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا... اے... وَنِعْمَ أَجْرُ الْعَمِلِينَ ه (مربط) ظاہر میں ان آیات کا اقبل سے کوئی تعلق معلوم ہوتا ہے اس لیے بعض علماء یہ کہتے ہیں ۔

کہ یہ جداگانہ اور مستقل کلام ہے جس میں حق تعالیٰ نے امر و نہی اور ترغیب و ترہیب کو جمع کیا ہے اور مکارم اخلاق اور محاسن اعمال کو بیان فرمایا ہے۔ اور بعض علماء نے ان آیات کا ماقبل کے ساتھ اتصال اور ربط بیان کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ گزشتہ آیات میں صبر اور تقویٰ کا حکم تھا اور کفار کے ساتھ دوستی اور غلط ملط اور ان کو رازدار بنانے کی ممانعت تھی اب ان آیات میں پھر صبر اور تقویٰ کو بیان کرتے ہیں کہ صبر اور تقویٰ کیا چیز ہے اور صابر اور متقی کون لوگ ہیں اور ان کے کیا اوصاف ہیں جن میں سب سے پہلی سود کی ممانعت فرمائی کہ اکل حلال تقویٰ کی جز اور بنیاد ہے نیز کفار سودی کاروبار کرتے اور جو نفع حاصل ہوتا اسے لڑائیوں میں خرچ کرتے چنانچہ احد کی لڑائی میں جو مال خرچ کیا وہ وہی مال تھا جو اس قافلہ کی تجارت سے نفع حاصل ہوا جو بدر کے سال شام سے آیا تھا اب حق تعالیٰ مسلمانوں کو سود سے ڈراتے ہیں کہ تم کفار کی طرح یہ خیال نہ کرنا کہ ہم بھی سودی کاروبار سے جنگوں میں مدد لیں خوب سمجھ لو کہ سودی کاروبار کرنا اللہ سے جنگ مول لینا ہے مسلمان کو اس سے دور رہنا چاہیئے اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ جس طرح انفرادی ضرورت کی بنا پر قرض دے کر سود لینا حرام ہے اسی طرح اجتماعی تجارت میں بھی سودی کاروبار حرام ہے زمانہ جاہلیت میں دونوں طرح کا سود مروج تھا۔ لوگ انفرادی طور پر بھی تجارت کرتے تھے اور اجتماعی طور پر بھی پورا قبیلہ مل کر تجارتی کاروبار کرتا تھا اس زمانہ میں اس کا نام کہنی اور بنک ہو گیا۔ باقی حقیقت وہی ہے جو پہلے زمانہ میں تھی۔ نام بدلنے سے حقیقت نہیں بدلتی قرآن کریم نازل ہوا جس نے ہر قسم کے سود کو حرام قرار دیا خواہ وہ انفرادی تجارت پر ہو یا اجتماعی یعنی کہنی کی تجارت پر ہو جیسا کہ کتب تفاسیر میں انفرادی اور قبائلی ربا کے واقعات بالتفصیل مذکور ہیں قرآن نے مطلق سود کو حرام قرار دیا ہے۔ خواہ وہ کسی صورت سے ہو کیونکہ ربا شریعت میں اس مالی زیادتی کا نام ہے جس کے عوض اور مقابلہ میں مال نہ ہو مثلاً ایک شخص کسی کو سو روپیہ قرض دیتا ہے اور یہ شرط لگاتا ہے کہ اگر چھ ماہ کے بعد ادا کرو گے تو اس پر ۵ روپیہ زائد لوں گا اور اگر ایک سال کے بعد ادا کرو گے تو دس روپیہ لوں گا پس جب اس شخص نے سو روپیہ قرض کے بدلہ میں ایک سو دس روپیہ دیا تو سو روپیہ تو اصل رقم کے عوض اور مقابلہ میں ہو گئے اور یہ دس روپیہ کسی مال کے عوض اور مقابلہ میں نہیں۔ یہ سود ہوا کیونکہ یہ زیادتی کسی مال کے عوض اور بدلہ میں نہیں رہی چھ مہینہ یا سال کی مدت سودہ کوئی مال نہیں جس کے عوض میں مال لیا جائے بنک کے سود میں یہی ہوتا ہے اس لیے جس طرح زمانہ جاہلیت اولیٰ کا سود حرام تھا اسی طرح اس جاہلیت ثانیہ یعنی اس تمدن اور مہذب جاہلیت کا سود بھی قطعاً حرام ہوگا لہذا کسی جدت پسند کا یہ کہنا کہ شخصی ضروریات کے لیے تو سودی کاروبار حرام ہے اور اجتماعی تجارت کے لیے حلال ہے یہ قرآن و حدیث میں تحریف ہے اور یہ کہنا کہ زمانہ جاہلیت میں صرف انفرادی ضرورتوں کے لیے سود ہوتا تھا اور اجتماعی تجارت پر سود کا رواج نہ تھا اول تو یہ غلط ہے اس لیے کہ آیت کے شان نزول سے معلوم ہو چکا کہ زمانہ جاہلیت میں دونوں قسم کا سود رائج تھا اور اگر بالفرض یہ تسلیم کر لیا جائے کہ اس زمانہ میں اجتماعی تجارت پر سود رائج

نہ تھا تو اس خاص صورت کا اس زمانہ میں موجود نہ ہونا ہمارے لیے مضر نہیں شریعت نے مطلق ربا کو حرام قرار دیا ہے جس معاملہ پر ربا کی تعریف صادق آئے گی وہ حرام ہوگا جو ربا اور زنا کو شریعت نے حرام قرار دیا ہے اگر وہ گزشتہ زمانہ کے طرح بغیر مہذب ہو یا موجودہ تہذیب اور تمدن کے طریقہ پر کسی بڑے ہوٹل میں ہو ہر حال میں حرام ہے علت اور حرمت کا مدار اصل حقیقت پر ہے نہ کہ کسی خاص صورت پر (ربط دیگر گزشتہ آیت میں اِذْ هَمَّتْ خَالِفَتَانِ مِنْكُمُ اَنْ تَفْشَلَا میں قبیلہ بنو عارضہ اور بنی سلمہ کی بزدلی کا ذکر ہے کہ جہاد کے موقع پر نامردی دکھائی اب اس آیت میں سود کی مانعت بیان فرماتے ہیں اشارہ اس طرف ہے کہ سود کھانے یعنی حرام مال کھانے سے نامردی اور بزدلی پیدا ہوتی ہے۔

جاہلیت میں سود کا دستور ایسا تھا جس طرح ہندوستان کے بنیے اور لالہ لوگ لیتے ہیں کہ جب قرضدار مدت معینہ پر روپیہ ادا نہ کر سکا تو قرض خواہ سود کو اصل میں شامل کر کے قرض کی مدت بڑھا دیتا اور چند روز کے لیے اس کو مہلت دے دیتا پھر اگلی قسط پر سود اور بڑھ جاتا اور قرضدار وقت پر بوجہ مجبوری ندادا کر سکتا تو پھر سود خوار سود کو اصل میں جمع کر کے اس پر سود لگاتا اور اسی طرح بڑھاتا رہتا یہاں تک کہ سو روپیہ قرض کے بدلہ میں ایک ہزار کی جائداد کا مالک بن جاتا اس لیے ارشاد فرمایا اے ایمان والو مت کھاؤ سود ددنے پر دونا تو بہر تو کہ اصل سے کئی گنا زیادہ ہو جاتے مطلب یہ ہے کہ اصل قرض سے ایک پائی بھی زائد لینا حرام ہے اور مریح ظلم ہے اور کھلا ہوا بخل ہے کہ خدا کے لیے فزہ برابر بلا معاوضہ کسی کی ہمدردی بھی گوارا نہیں اور اصل قرض سے کئی گنا زائد لے لینا اس کی تباہی اور شناعیت کی تو کوئی حد نہیں اضعاقا مضا عہ سود تو قسادت قلبی اور بے رحمی کی آخری منزل ہے۔

آیات قرآنیہ اور بے شمار احادیث نبویہ سے مطلق ربا کی کلیتہً ممانعت اور حرمت ثابت ہے اور اس آیت میں جو اصنافاً مضاعفہ کا لفظ آیا وہ قید احترازی نہیں بلکہ توبیخ اور سرزنش کے لیے ہے جو اُس زمانہ میں رائج تھی جیسے کوئی نیک دل اور دیندار حاکم کسی موقعہ پر اپنے عمل کے اُن لوگوں سے جو رشوت خوار ہوں یہ کہے کہ صاحبو زیادہ حرام نہ کھاؤ اور حد سے نہ بڑھو تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ تمہارا حرام کھانا تو جائز ہے اور زیادہ حرام کھانا ناجائز ہے۔

ایسے الفاظ مزید تفسیر اور تشریح کے لیے بولے جاتے ہیں جیسے فَلَا تَجْعَلُوا لِلّٰهِ اَنْدَادًا فرمایا یعنی خدا کے لیے متعدد شریک نہ ٹھہراؤ اس کا یہ مطلب نہیں کہ خدا کے لیے ایک دو شریک ٹھہرانا تو جائز ہے اور میں چار شریک ٹھہرانا ناجائز ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ خدا کے برتر کو تو ایک بھی شریک نہیں مگر تم ایسے ظالم ہو کہ تم نے خدا کے لیے بہت شریک ٹھہرا رکھے ہیں کما قال تعالى وَتَجْعَلُونَ لَهُ اَنْدَادًا وَاُولَئِكَ الْمَالِكِ مِنَ يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللّٰهِ اَنْدَادًا - وَجَعَلُوا لِلّٰهِ شُرَكَاءَ - وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ اَيْنَ شُرَكَائِيَ - ان سب آیات کا یہی مطلب ہے نزول قرآن کے وقت سود خواروں کی یہی عادت تھی کہ اضعاقا مضاعفہ سود لیتے اس لیے ان کی عادت کی بنا پر اس آیت میں اُن کی توبیخ اور سرزنش کے لیے اضعاقا مضاعفہ کا لفظ بڑھا دیا گیا ورنہ اَحْلَ اللّٰهُ

الْبَيْعَ وَحَوْرَ الزَّوْبَا جیسی آیات سے بصراحت مطلق رہا کی حرمت ثابت ہے اگر کسی جھوٹے کو کوئی شخص یہ کہے کہ میاں پیٹ بھر کر جھوٹ نہ بولو تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ جھوٹ بقدر ذاتہ تو جائز ہے اور پیٹ بھر کر ناجائز ہے بلکہ جھوٹ کی قباحت اور شناعیت کے واضح کرنے کے لیے ایسے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔

قرآن کریم میں ہے لَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا میری آیتوں کے بدلہ میں تھوڑی قیمت نہ لو سو اس کا یہ مطلب نہیں کہ آیات قرآنیہ میں تشریف کر کے زیادہ قیمت لینا تو جائز ہے اور کم قیمت لینا حرام اور ناجائز ہے آیات الہیہ کے مقابلہ میں ہفت اقلیم کی دولت بھی ایسے ہی ہے جس طرح اس آیت میں ثمن قلیل کی قید عائد دلانے کے لیے ہے اسی طرح آیت رہا میں اضعا فامضاعفہ کی قید عائد دلانے کے لیے ہے۔ خوب سمجھ لو۔ خلاصہ کلام یہ کہ اضعا فامضاعفہ کی قید احترازی نہیں بلکہ اُس زمانہ کے رسم و رواج کے مطابق جو ظالم اور بے رحم اضعا فامضاعفہ سود دیتے تھے اُن کی تو بیخ اور سرزنش کے لیے اور اُن کو عار اور شرم دلانے کے لیے بڑھائی گئی ورنہ اگر یہ قید احترازی لی جائے تو مطلب آیت کا یہ ہو جائے گا کہ جب تک سود اصل رقم سے کم از کم سہ چند نہ ہو جائے اس وقت تک تو حلال ہے یعنی جب تک سود دو سو ننانوے تک رہے اس وقت تک تو وہ سود حلال ہے اور جب سود پورا تین سو ہو جائے تب حرام ہوگا عرض یہ کہ از روئے قرآن وحدیث رہا مطلقاً اور کلیتہً حرام ہے اضعا فامضاعفہ ہو یا غیر اضعا فامضاعفہ ہو قلیل ہو یا کثیر ہو اور اللہ سے ڈرو تا کہ تم کامیاب ہو فلاح اور کامیابی سود نہ لینے میں ہے اور دُرُود اس آگ سے جو خاص کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔ سود خوار جہنم کے اس طبقہ میں رکھے جائیں گے جو خاص کافروں کے لیے تیار کیا گیا ہے اور فرمانبرداری کرو خدا کی اور پیغمبر کی جو تم کو سود خوری سے منع کرتے ہیں تا کہ تم پر رحم ہو یعنی اگر تم اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے مطابق حاجت مندوں کو بلا سود قرض دو گے تو اللہ تم پر رحم کرے گا دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور اسے ایمان والا اس آگ سے تو بھاگو جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے اور اپنے پروردگار کے سامان مغفرت کی طرف دوڑو اور بہشت کی طرف دوڑو جس کا عرض یعنی پھیلاؤ آسمان اور زمین ہے یعنی اعمال صالحہ اور اخلاق حسنہ کی طرف دوڑو جن سے حسب وعدہ خداوندی جنت ملتی ہے۔ تیار کی گئی ہے یہ جنت متقی اور پرہیزگاروں کے لیے۔ حق تعالیٰ نے اُحَدَّثَ لِلْمُتَّقِينَ بصیغہ ماضی فرمایا یعنی جنت متقیوں کے لیے تیار ہو چکی ہے اور یہ نہیں فرمایا کہ تُعَدُّ لِلْمُتَّقِينَ کہ جنت آئندہ زمانہ میں متقیوں کے لیے تیار کی جائے گی تا کہ معلوم ہو جائے کہ جنت تیار ہو چکی ہے انسان کی فطرت میں ہے کہ رغبت اور میلان موجود شنی کی طرف ہوتا ہے معدوم کی طرف نہیں ہوتا اس لیے ماضی کا صیغہ استعمال فرمایا تا کہ جنت کی طرف کشش ہو اور تقویٰ اور پرہیزگاری کو دل چاہے۔ اب آئندہ آیت میں متقین کی دو قسمیں بیان فرماتے ہیں ایک مَحْسِنین اور دوسرے تَائِبین۔

قسم اول اعلیٰ درجہ کے متقی وہ لوگ ہیں کہ جو آسائش اور سختی خوشی اور تکلیف میں خدا کی راہ میں خرچ کرتے رہتے ہیں یعنی بڑے سخی اور کریم ہیں اور عفتہ کے پی جاتے والے یعنی صابر اور حلیم اور بردبار ہیں اور لوگوں کی تفسیر کو معاف کرنے والے بلکہ مزید برآں اور نیکی سے پیش آئے والے اور اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے کہ جنہوں نے اپنی قوت شہو یہ اور قوت غضبیہ کو قوت روحانیہ اور عقلیہ کے تابع کر دیا ہے۔

قسم دوم اور دوسرے درجہ کے متقی وہ لوگ ہیں کہ جب کبھی وہ کوئی برا کام کر بیٹھتے ہیں یا اپنی جانوں پر کوئی ظلم کر گزرتے ہیں تو فوراً اللہ کی عظمت و جلال کو یاد کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی اور بخشش چاہتے ہیں کیونکہ ان کو خوب معلوم ہے کہ کون ہے جو اللہ کے سوا گناہوں کو معاف کر سکے اور جو گناہ ان سے صادر ہو جاتا ہے جان بوجھ کر اس پر اصرار نہیں کرتے۔ بلکہ نادم اور شرمسار رہتے ہیں ایسے لوگوں کی جزا بخشش اور معافی ہے ان کے پروردگار کی جانب سے اور باغات ہیں کہ جن کے نیچے سے نہریں جاری ہیں اور یہ لوگ ان میں ابداً آباد نہ ہوں گے اور نیک کام کرنے والوں کا کیا ہی اچھا اجر اور ثواب ہے یہ اجر اور بدلہ تائبین کا ہے اور قسم اول کے متقی یعنی محسنین کو مقام محبوبیت حاصل ہے اس لیے محسنین کے لیے کسی اجر اور ثواب کا ذکر نہیں فرمایا بلکہ فقط واللہ یُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ پر آیت کو ختم فرمایا مقام محبوبیت کے بعد اجر و ثواب کا کیا ذکر۔

حکایت بیان کیا جاتا ہے کہ کسی بادشاہ کے غلام سے کوئی نازیبا حرکت صادر ہوئی جس پر بادشاہ کو عفتہ آگیا اور غلام کو سزا دینے کا ارادہ کیا تو غلام نے عرض کیا کہ اے امیر المؤمنین اللہ تعالیٰ متقین کی صفات میں فرماتا ہے وَالْكَافِرِينَ الْفِيَظُ یعنی عفتہ کو پی جانے والے۔ بادشاہ نے کہا کہ ظمت غیظی۔ میں اپنے عفتہ کو پی گیا۔ پھر غلام نے کہا اے امیر المؤمنین اور پھر اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ یعنی لوگوں کی خطائیں معاف کرنے والے بادشاہ نے کہا عفوت عفا میں نے تیرا قصور معاف کیا۔ بعد ازاں غلام نے عرض کیا اے امیر المؤمنین اللہ تعالیٰ اس کے بعد فرماتا ہے وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ یعنی اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے بادشاہ نے کہا احسنت الیلث فاعتقتک میں نے تیرے ساتھ احسان کیا اور تجھے آزاد کیا۔ جا تو اللہ کے لیے آزاد ہے علماء نے لکھا ہے کہ صغیرہ پر اصرار کرنے سے صغیرہ کبیرہ ہو جاتا ہے رفتہ رفتہ طبیعت فائدہ (۱) گناہ سے مانوس ہو جاتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بڑے بڑے گناہوں پر دلیر ہو جاتا ہے۔ اللہم احفظنا من ذلک آمین

فائدہ (۲) بمقتضائے بشریت اگر، مرتبہ بھی گناہ سرزد ہو جائے مگر سرزد ہو جانے کے بعد اس سے بیزار اور شرمسار ہو جائے اور خدا سے استغفار کرے تو اللہ اس کو معاف کر دے گا اور اصرار یہ ہے کہ بے کھٹکے گناہ کرتا رہے اور خدا کی نافرمانی پر ایسا بے باک ہو جائے کہ معصیت

سے اس کو ندامت اور محالت بھی نہ ہو تو یہ حالت خطرناک ہے جس طرح اپنی عبادت اور زہد اور تقویٰ پر غرہ اور ناز تباہی کا سامان ہے اسی طرح گناہوں پر بے باکی اور دلیری بھی تباہی کا سامان ہے۔

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ ۖ فَسِيرُوا

ہو چکے ہیں تم سے آگے دستور سو پھر دو

فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

زمین میں تو دیکھو کیسا ہوا آخر

الْمُكَذِّبِينَ ﴿١٣٦﴾ هَذَا بَيَانٌ لِلنَّاسِ وَهُدًى

جھٹلانے والوں کا یہ بیان ہے لوگوں کے واسطے اور ہدایت

وَمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ ﴿١٣٧﴾ وَلَا تَهِنُوا وَلَا

اور نصیحت ڈر والوں کو نہ اور سست نہ ہو اور نہ

تَحْزَنُوا ۚ وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿١٣٨﴾

غم کھاؤ اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم ایمان رکھتے ہو ۱۰

إِنْ يَمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهُ ۚ

اگر تم نے زخم پایا تو وہ لوگ بھی پا چکے ہیں زخم ایسا ہی۔

وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نَدَاؤُهَا بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَلِيَعْلَمَ

اور یہ دن بدلتے لاتے ہیں ہم لوگوں میں اور اس واسطے

اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَاءَ ۚ وَاللَّهُ

کہ معلوم کرے اللہ جن کو ایمان ہے اور کرے بعضے تم میں شہید - اور اللہ

لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ﴿١٣٩﴾ وَلِيُمَحِّصَ اللَّهُ الَّذِينَ

پہاڑتا نہیں ناحق والوں کو ۱۱ اور اس واسطے کہ نکھارے اللہ

أَمَنُوا وَيَتَّقُوا الْكُفْرِينَ ۝۱۳۱ أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُدْخَلُوا

ایمان والوں کو اور مشا دے مکروں کو ۝ کیا تم کو خیال ہے کہ داخل ہو جاؤ

الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَ

گئے جنت میں، اور ابھی معلوم نہیں کیے اللہ نے، جو لڑنے والے ہیں تم میں، اور

يَعْلَمَ الصَّابِرِينَ ۝۱۳۲ وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ

معلوم کرے ثابت رہنے والے ۝ اور تم تو آرزو کرتے تھے مرنے کی،

قَبْلِ أَنْ تَلْقَوْهُ فَقَدْ رَأَيْتُمُوهُ وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ ۝۱۳۳

اس کی ملاقات سے پہلے۔ سو اب دیکھا تم نے اس کو آنکھوں کے سامنے ۝

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ

اور محمد تو ایک رسول ہیں ہو چکے پہلے اس سے بہت رسول۔

أَفَأَنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَى أَعْقَابِكُمْ ۖ وَ

پھر کیا اگر وہ مر گیا یا مارا گیا تم پھر جاؤ گے اپنے پاؤں اور جو

مَنْ يَنْقَلِبْ عَلَى عَقْبَيْهِ فَلَنْ يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا ۖ وَ

کوئی پھر جائے گا اپنے پاؤں وہ نہ بگاڑے گا اللہ کا کچھ۔ اور

سَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ ۝۱۳۴ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ

اللہ ثواب دے گا بھلا ماننے والوں کو۔ اور کوئی جی

تَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۖ كِتَابًا مُوَجَّلًا ۖ وَمَنْ يُرِدْ

نہیں سکتا بغیر حکم اللہ کے، لکھا ہوا وعدہ۔ اور جو کوئی

ثَوَابَ الدُّنْيَا نُوْتِهِ مِنْهَا ۖ وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ

چاہے گا دنیوی ثواب، اس میں سے دیں گے اس کو اور جو کوئی چاہے گا بدلہ

الْآخِرَةُ نُؤْتِيهِ مِنْهَا وَسَنَجْزِي الشَّاكِرِينَ ﴿۱۳۰﴾

آخرت ۱۳۰ اس میں سے دیں گے اُس کو اور ہم ثواب دیں گے احسان ماننے والوں کو :-

رجوع بسوئے قصہ اُحد و تسلیہ اہل اسلام بہ گونہ گوں

قال الله تعالى قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ... اے... وَ سَنَجْزِي الشَّاكِرِينَ ۵

(رابطہ) گزشتہ آیت میں واقعہ اُحد کا بیان تھا۔ اب پھر قصہ اُحد کی طرف رجوع فرماتے ہیں۔ جس میں مسلمانوں کی ہزیمت کے اسباب کو بھی بیان فرمایا کہ صبر اور تقویٰ اور اطاعت رسولؐ میں تقصیر کی وجہ سے فتح کے بعد تم کو یہ ہزیمت پیش آئی مگر ساتھ ہی ساتھ بار بار تسلی بھی دی گئی کہ تم مت گھبراؤ فی الحال اگرچہ کفار کو غلبہ ہوا مگر انجام کار تم ہی غالب رہو گے اور بار بار حضرات صحابہؓ کی اس لغزش کے عفو اور معافی کا اعلان فرمایا تاکہ حضرات صحابہ کرام کے ٹوٹے ہوئے دل دوبارہ جڑ جائیں اور محبین اور مخلصین کو جو بمقتضائے بشریت لغزش کی وجہ سے اضطراب اور بے چینی لاحق ہوئی ہے وہ مبدل بسکون والہینان ہو جائے اور قیامت تک ان محبین اور مخلصین (یعنی حضرات صحابہؓ) کے طاعنین (خوارج اور روافض) کی زبانوں پر مہر لگا دی جائے کہ خداوند ذوالجلال کے عفو اور اعلان رماد کے بعد کسی کی مجال نہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے عاشقوں کی لغزش کو زبان پر لائے جس کی راہ میں لغزش ہوئی تھی۔ اس نے وَلَقَدْ عَفَا عَنْكَ كُمْ کا اعلان کر دیا۔ اب بھی اگر کوئی صحابہ کرام کو معاف نہیں کرتا تو صحابہ کرام کی بلا سے جو خدا تعالیٰ کی معافی کے بعد بھی معاف نہ کرے خدا تعالیٰ اسے معاف نہ کرے گا۔ چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں: تحقیق گذر چکے ہیں تم سے پہلے بہت سے واقعات یعنی تم سے پہلے بھی مسلمانوں اور کافروں کے درمیان لڑائیاں ہوئیں اور ان میں کبھی کبھی مسلمانوں کو تکلیفیں بھی پہنچی ہیں لیکن انجام بنجر ہمیشہ انہیں کا ہوا ہے پس زمین میں چل کر دیکھ لو کہ رسولوں کے جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا ان کی تباہی اور بربادی کے آثار اب بھی موجود ہیں کما قال تعالیٰ قَتَلْتَ بَنِيَّ تَهْمُ حَارِثَةَ ۖ فَمَلَكَتْ مَسَاكِينَهُمْ لَعَنَ تَلَكَّنْ مِنْ بَعْدِ هَٰذَا ۖ وَانْهَمَا لِيَا مَاهُ قُبَيْنِ وغیرہ اور یہ مضمون مذکور عام لوگوں کے لیے بیان شافی اور اظہار حقیقت ہے اور خاص خدا سے ڈرنے والوں کے لیے ہدایت اور نصیحت ہے جو خدا تعالیٰ کی ہدایتوں اور نصیحتوں پر عمل کرتے ہیں اور اے مسلمانو! تم اس وقت کی ہنگامی پسپائی سے محول و مایوس ہو کر نہ ہمت ہارو اور نہ آئندہ جہاد میں سستی کرو اور جو شہید ہو گئے ہیں ان پر غمگین اور آزرہ خاطر نہ ہو اس وقت اگرچہ کافروں نے غلبہ پایا ہے لیکن اخیر فتح تمہاری ہی ہوگی اور بالآخر باطل کے مقابلہ میں حق مظفر و منصور اور غالب ہو کر رہے گا اور تم ہی بلند اور غالب رہو گے اگر تم پورے مومن اور ٹھیک ٹھیک ایمان کے مقتضی پر چلتے رہو اور

اطاعت رسول سے ذرہ برابر انحراف نہ کرو اگر تم کو اس لڑائی میں یعنی معرکہ اُحد میں کوئی زخم لگا ہے تو جماعت کفار کو بھی معرکہ بدر میں ایسا ہی ایک زخم لگ چکا ہے باوجود اس کے وہ تم سے لڑنے میں ضعیف اور سُست نہیں پڑے تو تم کیوں سُست پڑتے ہو تم سے تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اور ان سے کوئی وعدہ نہیں پھر تم کیوں حق کی حمایت میں ہمت ہارتے ہو اور علاوہ ازیں یہ دن لوگوں میں ہم باری باری سے پھیرتے رہتے ہیں۔ یعنی حق تعالیٰ بمقتضائے حکمت۔ فتح و شکست کے دنوں کو لوگوں میں بدلتے رہتے ہیں کبھی اہل حق۔ اہل باطل پر فتح پاتے ہیں اور کبھی اس کے برعکس ہوتا ہے جس میں اس علیم و حکیم کی بے شمار حکمتیں۔ اور مصلحتیں ہیں اور اس غزوہ اُحد میں۔ مسلمانوں کو کافروں کے ہاتھ سے تکلیف پہنچانے میں بھی چند مصلحتیں ہیں ایک تو یہ کہ سچے ایمان والوں کو منافقین سے ممتاز اور الگ کر دے۔ اہل اخلاص اور اہل نفاق و دنوں کا رنگ صاف اور جدا جدا نظر آنے لگے اور پکے اور سچے مسلمانوں کا جھوٹوں اور کچھوں سے امتیاز ہو جائے اگر ہمیشہ اہل ایمان اور اہل حق ہی کو غلبہ اور فتح ہوا کرے تو لوگ ایمان لانے پر مجبور ہو جائیں گے اور ایمان اختیار نہ رہے گا اور دوسری مصلحت یہ ہے کہ تم میں سے بعض کو تہید بنانے یعنی تم میں سے بعض کو درجہ شہادت کا عطا کرے اگر ہمیشہ غلبہ اہل ایمان کو ہو تو پھر شہادت کا رتبہ کہاں سے ملے اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو یعنی ناحق والوں کو دوست نہیں رکھتا پس اگر کسی وقت کافر تم پر غالب آگئے تو اُس سے یہ نہ سمجھنا کہ خدا تعالیٰ کو اُن سے محبت ہے تم مطمئن رہو۔ ہر حال میں محب اور محبوب تم ہی ہو اور دوسری مصلحت یہ ہے کہ اہل ایمان کو نکھار دے یعنی گناہوں کا میل پھیل اُن سے صاف کر دے اس لیے کہ مصائب و آلام سے اخلاص اور اعمال کا تزکیہ اور تجلیہ اور تصفیہ ہو جاتا ہے اور شہادت سے تو سوائے قرض کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور چوتھی مصلحت یہ ہے کہ کافروں کو مٹائے یہ دو طرح سے ہوگا ایک تو یہ کہ جب اہل حق اور خدا کے دوستوں پر ظلم اور تعدی ہوگا تو توہر خداوندی جوش میں آئے گا اور شدت کے ساتھ اپنے دوستوں کا اپنے دشمنوں سے انتقام لے گا دوسرے یہ کہ کافر اپنی اس عارضی فتح پر مغرور اور مسرور ہو کر ان کی جرأت بڑھے گی اور دل کھول کر اور پوری تیاری اور پورے لادشکر کے ساتھ دوبارہ مسلمانوں سے مقابلہ اور مقابلہ کے لیے آئیں گے اس وقت حق تعالیٰ ان کو پوری شکست دیں گے جیسا کہ جنگ میں ایک فریق از خود اس لیے پسا ہوتا ہے کہ پلٹ کر اور سنبھل کر اپنے دشمن پر اس طرح حملہ کروں کہ دشمن محاصرہ میں آجائے اور کسی طرح ہمارے چنگل سے نکل نہ سکے پس یہ پسپائی صورتِ شکست ہوتی ہے مگر حقیقت میں عین فتح ہوتی ہے۔ اور غنیم ظاہر ہیں اگرچہ فتحیاب ہو رہا ہے لیکن درحقیقت موت کے منہ میں جا رہا ہے حق جل شانہ اپنے پیغمبروں کے دشمنوں کو اس طور سے ہلاک کرتے ہیں وَاللّٰهُ مُحِيطٌ بِالْكَافِرِینَ۔

خلاصہ کلام یہ کہ حق تعالیٰ نے ان آیات میں ان مسلمانوں کو جو جنگ اُحد میں شریک تھے سُستی اور کم ہمتی کی ممانعت فرمائی اور وقتی طور پر جو شکست پیش آئی تھی۔ تسلی کے لیے اس کی

حکمتیں اور مصلحتیں بیان فرمائی اب آئندہ آیات میں اپنے محبین و مخلصین کی ایک شکایت ہے اور ایک ان کو نصیحت ہے شکایت تو یہ ہے کہ تم خود پہلے سے یہ تنا کرتے تھے کہ کاش ہم کو بھی جنگ بدر کی طرح کوئی موقع ملے کہ ہم بھی اصحاب بدر کی طرح خدا کی راہ میں مقتول اور شہید ہوں پس جب یہ موقع سامنے آیا تو پھر کیوں گھبرائے اور نصیحت یہ ہے کہ بغیر جہاد اور صبر کے سعادت اخروی نصیب نہیں ہو سکتی چنانچہ فرماتے ہیں کیا تم نے یہ خیال کر لیا ہے کہ جنت میں داخل ہو جاؤ اور اس کے اعلیٰ مقامات اور بلند درجات پر فائز ہو جاؤ حالانکہ ابھی تک اللہ تعالیٰ نے ممتاز نہیں کیا ان لوگوں کو کہ جو تم میں سے مجاہد ہیں اور نہ جدا کیا صابرین کو یعنی کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ محض مسلمان ہونے کی بنا پر بغیر جہاد کیے اور بغیر تکلیف اٹھانے ہی جنت میں داخل ہو جاؤ خوب جان لو کہ جب تک حق قائلے تمہارا استعان لے کر مجاہدین کو غیر مجاہدین سے اور صابرین کو غیر صابرین سے لوگوں کی نظر میں واضح طور پر جدا اور ممتاز نہ کر دے اس وقت تک درجات عالیہ کی تمنا ایک خیال خام ہے اور شائد و مصائب کو دیکھ کر تمہارے پائے استقامت میں کیوں تزلزل آیا حالانکہ تحقیق تم کو موت کے سامنے آنے سے پہلے ہی موت کی تمنا اور آرزو کرتے تھے تم ہی نے شوق شہادت میں جنگ احد کے وقت یہ مشورہ دیا تھا کہ مدینہ سے باہر نکل کر لڑنا چاہیے پس تم نے اپنی تمنا اور آرزو یعنی موت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا پس جب تمہاری تمنا تمہارے سامنے آگئی تو پھر پیچھے کیوں ہٹتے ہو اور کیوں کمزوری دکھاتے ہو۔

احد کی لڑائی میں کافروں کے ناگہانی حملہ کی وجہ سے بعض مسلمانوں کے قدم ہٹ گئے اور عین اس ہنگامہ میں کسی شیطان نے پکار کر یہ کہہ دیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مقتول ہو گئے اس خبر وحشت اثر سے مسلمانوں کے ہوش اڑ گئے اور پاؤں اکھڑ گئے اور ہمتیں ٹوٹ گئیں اس وقت بعض کمزور مسلمانوں کی زبانوں سے یہ نکلا کہ کاش عبداللہ بن ابی ہمارے لیے ابوسفیان سے امان حاصل کر لے اور بعض منافقوں نے کہا کہ اگر محمد نبی ہوتے تو قتل نہ کئے جاتے اب تم اپنے بھائیوں میں شامل ہو جاؤ اور اپنے پرانے دین کی طرف لوٹ جاؤ اس وقت حضرت انس بن مالک کے چچا حضرت انس بن النضر نے کہا کہ اگر محمد قتل ہو گئے تو کیا ہوا۔

رسول محمد تو زندہ ہے اسے تو موت نہیں رسول اللہ کے بعد تم زندگی کو نیکر کیا کر گئے جس چیز پر آپ کافروں سے لڑے تم بھی اسی بات پر۔ ان سے لڑو اور جس بات پر آپ نے جان دے دی تم بھی اسی پر جان دے دو۔ یہ کہہ کر آگے بڑھے اور حملہ کیا یہاں تک کہ لڑتے لڑتے شہید ہو گئے رضی اللہ عنہ اس پر حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور نہیں ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم مگر ایک رسول یعنی پیغمبر خدا ہیں خدا نہیں کہ جن پر موت اور فناء کا آنا محال ہو تحقیق آپ سے پہلے بہت سے رسول گذر چکے پس اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم مر جائیں یا شہید ہو جائیں تو کیا تم اپنے پاؤں پھر اپنے کفر کی طرف واپس ہو جاؤ گے پیغمبر کے قتل کی خبر سنکر پائے استقامت میں تزلزل آجانا تمہاری شان رنیع کے لحاظ سے نمونہ ارتداد ہے۔ ابن الفارض رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وَلَوْ خَطَرْتُ لِي فِي سَوَالٍ أَرَادَ دَعَاً ۝ عَلَى خَا طَرِي يَوْمًا خَلَمْتُ بِرَدِّ بَعْدِي

میرے محبوب اگر میرے دل میں تیرے سوا کسی وقت کوئی خیال اور خطرہ بھی آجائے تو میں اسی وقت اپنے مرتد ہونے کا حکم لگاؤں گا۔
عاشق صادق کے دل میں محبوب کے سوا کا خطرہ آنا یہ ارتداد فی المحبت ہے اور جو شخص اپنے ایڑیوں کے بل اپنے گزشتہ دین کی طرف واپس ہو جائے گا تو اللہ کا کچھ نہیں بگاڑے گا بلکہ اپنا ہی کچھ بگاڑے گا اور اللہ تعالیٰ ضرور انعام دیں گے شکہ گذاروں کو شاکرین سے وہ لوگ مراد ہیں جو اسلام اور ایمان اور ہدایت کی نعمت کے شکہ گزار ہیں۔

اور رسول کی زندگی میں اور رسول کی وفات کے بعد دین حق پر قائم ہیں اور خدا کے لیے اور دین کی حفاظت کے لیے کسی حال میں جہاد سے سستی نہیں کرتے کیونکہ اُن کا عمل رسول کے لیے نہیں ہے کہ اس کی وفات کے بعد وہ عمل جاتا رہے بلکہ خالص اللہ کے لیے ہے جس کو کبھی موت اور فنا نہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ اس آیت میں شاکرین سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اُن کے ساتھی مراد ہیں جو دین پر قائم اور ثابت رہے اور ابوبکر صدیق امیر الشاکرین تھے۔ (روح المعانی ص ۶۴۰) اس آیت میں تمام صحابہ کرام کو مبادلہ مقاب ہے کہ اصل مبعود اور مقود وہ جی لا یوت ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں جو واسطہ فی العبودیت ہیں واسطہ کے اٹھ جانے سے پائے استقامت میں کیوں تزلزل آیا۔ امیر الشاکرین یعنی صدیق اکبرؓ نے جب خطبہ دیا تو سب کو تسلی ہو گئی اور وقتی طور پر جو اضطراب پیش آیا تھا وہ دور ہو گیا اور امیر الشاکرین (صدیق اکبرؓ) نے جب فتنہ ارتداد میں راہ استقامت اختیار کی اور مرتدین سے جہاد و قتال کیا تو اللہ نے اُن کو اس کی جزاء دی یعنی فتح دی۔

اب آگے فرماتے ہیں کہ موت ہر ایک کی قدر ہے وقت سے پہلے کوئی مر ہی نہیں سکتا۔ لہذا اسباب موت کے جمع ہو جانے سے جہاد و قتال میں کوئی کمزوری اور پستی نہ آنے پائے اور نہ کسی بڑے یا چھوٹے کی موت کی خبر سن کر مایوس اور بددل ہو کر بیٹھ رہنا چاہیے چنانچہ فرماتے ہیں کسی شخص کے لیے یہ ممکن نہیں کہ بغیر حکم خداوندی مر جائے موت نوشتہ خداوندی ہے اور مقید بقید وقت ہے لہذا جہاد میں جی چرانے اور پرہیز کرنے سے کوئی فائدہ نہیں کوئی شخص اپنے مقررہ وقت سے پہلے نہیں مر سکتا اگرچہ وہ ساری عمر ہلاکت کے مقامات اور جنگ کے میدانوں میں گھسار رہے اور جو شخص دنیا کا نفع چاہے گا ہم اس کو دنیا میں سے کچھ دیں گے اور جو شخص آخرت کا نفع چاہے گا ہم اس کو آخرت کے منافع میں سے دیں گے اور شکہ گذاروں اور احسانے والوں کو ضرور بالضرور انعام دیں گے شاکرین سے وہ لوگ مراد ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہیں اور جہاد جو کہ ایک نعمت الہی ہے اس میں جی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ثابت قدم رہے اور دشمن کے مقابلہ سے نہیں ہٹے ایسے لوگوں کو خاص انعام ملے گا۔

یعنی دین بھی ملے گا اور دنیا بھی ملے گی۔ دین اُن کے دل میں ہوگا اور دنیا اُن کے قدموں میں ہوگی۔ ان آیات میں اشارہ اس طرف ہے کہ جہاد میں فقط دنیوی منفعت پر نظر نہ ہونی چاہیئے۔ یہ کام منافق کا ہے کہ جس کا مطمح نظر فقط دنیاوی نفع ہو اور مومن مخلص وہ ہے کہ جس کا مطمح نظر خاص آخرت ہو اور اصلی مطمح نظر تو آخرت ہو اور تبعاً کچھ مال غنیمت بھی مطلوب ہو تو مضائقہ نہیں لیکن یہ مقام رخصت ہے مقام عزیمت نہیں عجب نہیں کہ اس آیت میں اُن لوگوں پر تعریف ہو جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف حکم مورچہ چھوڑ کر مال غنیمت جمع کرنے کے لیے پہاڑ سے نیچے اتر آئے تھے اور جو کہ استقامت تھے وہ پہاڑ پر آپ کے حکم کے مطابق ثابت قدم رہے یہ حضرات اصحاب عزیمت تھے اور جو لوگ پہاڑ سے اتر کر مجاہدین کے ساتھ مال غنیمت کے جمع کرنے میں آکر شریک ہوئے وہ اصحاب رخصت تھے اور یہ نیچے اترنے والے اگرچہ عزیمت کے لحاظ سے کم تھے مگر سارے عالم سے بالا آمد برتر تھے۔

آسمان نسبت بہ عرش آمد فرد :۔ یک بس عالی است پیش خاک تو د

فوائد و لطائف

۱۔ احد کی لڑائی میں ایک کافر نے پکار کر یہ کہہ دیا کہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مار آیا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت زخم آئے تھے جس سے بہت خون آیا تھا ضعف کی وجہ سے ایک گڑھے میں گر گئے۔ مسلمانوں نے آپ کو نہ دیکھا اس لیے اُن کو آپ کی شہادت کا یقین ہو گیا مجبین و عاشقین کے تو اس خبر سے ہوش اُڑ گئے اور پاؤں اکھڑ گئے اور بعض منافقین یہ کہنے لگے کہ جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) قتل ہو گئے تو ہمیں اسلام چھوڑ کر اپنے قدیم مذہب کی طرف واپس ہو جانا چاہیئے۔ اور انس بن النضر رضی اللہ عنہ نے یہ کہا کہ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مقتول ہو گئے تو رب محمدؐ تو مقتول نہیں ہوا جس چیز پر آپ نے جان دی اسی پر ہم کو جان دے دینی چاہیئے۔ اسی اثناء میں جب آپ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ضعف سے کچھ افاتہ ہوا اور ہشیار ہوئے تو آپ نے آواز دی۔ الٰہی عباد اللہ۔ انا رسول اللہ۔ میری طرف آؤ لے اللہ کے بندو!۔ میں اللہ کا رسول ہوں کعب بن مالکؓ نے مسلمانوں کو لٹکار کر آواز دی یا معشر المسلمین سائے گروہ مسلمین تم کو بشارت ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں موجود ہیں تمام صحابہ سمٹ کر آپ کے قریب جمع ہو گئے۔

۲۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور بتلادیا کہ اللہ کا رسول زندہ رہے یا نہ رہے دین اللہ کا ہے اس پر قائم رہنا اور اشارہ اس طرف ہے کہ آئندہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم

کی وفات کے بعد کچھ لوگ مرتد ہو جائیں گے اور جو قائم رہیں گے ان کو بڑا ثواب ہوگا چنانچہ اسی طرح ہوا کہ بہت سے لوگ حضرت کے بعد مرتد ہوئے اور حضرت صدیقؓ نے ان کو پھر مسلمان کیا اور بعضوں کو مارا۔ رضی اللہ عنہ وارضاه۔

۳۔ میدانِ اُحد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ نفس نفیس خود مجاہدین کی صفوں کو مرتب فرمایا صفیں درست کرنے کے بعد پہاڑ کا ایک درہ باقی تھا جہاں سے یہ اندیشہ تھا کہ دشمن۔ لشکر اسلام پر عقب سے حملہ آور ہو جائے اس جگہ پر آپؐ نے سپاس تیراندازوں کا ایک دستہ مقرر فرمایا جن پر عبد اللہ بن جبیرؓ کو امیر مقرر فرمایا اور یہ ہدایت فرمائی کہ تم اپنے اس سرگز کو کسی حال میں نہ چھوڑنا مسلمان خواہ غالب ہوں یا مغلوب حتیٰ کہ اگر تم یہ دیکھو کہ جانور ہم کو اچک کر لے جا رہے ہیں (یعنی کافر ہم پر غالب آ رہے ہیں) تو تم اپنی جگہ پر قائم رہنا یہاں تک کہ میں تمہارے پاس آدمی بھیجوں۔

اس ہدایت کے بعد جنگ شروع ہوئی اور مجاہدین اسلام نے شجاعت کے جوہر دکھلائے اور اس بے جگری سے کافروں کا مقابلہ کیا کہ کافروں کو سوائے راہ فرار کے کوئی راستہ نظر نہ آیا حق تعالیٰ نے جو فتح و نصرت کا وعدہ کیا تھا وہ پورا کر دکھایا مشرکین شکست کھا کر بُری طرح بھاگے۔ مجاہدین نے مالِ غنیمت پر قبضہ کرنا شروع کر دیا۔

پہاڑ پر سے جب اُن سپاس تیراندازوں نے یہ منظر دیکھا کہ کافر بھاگ چکے ہیں اور مسلمان مالِ غنیمت کے جمع کرنے میں مشغول ہیں تو سمجھے کہ فتح مکمل ہوگئی اب یہاں ٹھہرنا ضروری نہیں عبد اللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیا تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک یاد نہیں رہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تم کسی حال میں اپنی جگہ سے نہ ٹلنا انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مطلب نہ تھا اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس حکم سے جو نشا تھا وہ پورا ہو گیا اب یہاں ٹھہرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ خیال کر کے نیچے اتار آئے اور مالِ غنیمت جمع کرنے میں مسلمانوں کے ساتھ شریک ہو گئے حضرت عبد اللہ بن جبیرؓ اور اُن کے چند رفقاء نے کہا کہ تم کو اختیار ہے ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق اپنی جگہ سے نہیں ہٹیں گے چنانچہ عبد اللہ بن جبیرؓ اور ان کے گیارہ ساتھی درہ کی حفاظت پر باقی رہ گئے۔

مشرکین کے سواروں کا رسالہ اُس وقت خالد بن ولید کے زیرِ کمان تھا (جو ابھی تک مشرف باسلام نہ ہوئے تھے) انہوں نے دیکھا کہ درہ خالی ہے پلٹ کر درہ کی جانب سے حملہ کر دیا۔ دس بارہ تیرانداز ایک پورے رسالہ کے یلغار کی تاب نہ لا سکے تاہم عبد اللہ بن جبیرؓ اور ان کے رفقاء نے پورا مقابلہ کیا اور بالآخر جامِ شہادت نوش کیا۔

مسلمان مجاہدین۔ اپنے عقب سے مطمئن تھے ناگہاں مشرکین کا پورا رسالہ اور ایک فوجی دستہ ان کے سروں پر جا پہنچا اور سامنے سے مشرکین کی فوج بھاگی جا رہی تھی وہ یہ منظر دیکھ کر پلٹ پڑی۔ اب مسلمانوں کی جماعت دو طرف سے گھر گئی پیچھے سے سواروں کا دستہ آگیا اور آگے سے پیادوں کی فوج واپس آگئی اور خوب زور کے ساتھ مقابلہ ہوا جس میں بہت سے مسلمان شہید اور زخمی ہوئے اسی افراتفری

میں عبداللہ بن قیس نے ایک بھاری پتھر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پر پھینکا جس سے حضور کا دندان مبارک شہید ہوا اور چہرہ انور زخمی ہوا ابن قیس نے چاہا کہ آپ کو قتل کر دے مگر مصعب بن عمیر جن کے ہاتھ میں اسلام کا جھنڈا تھا انہوں نے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت اور آپ کی طرف سے مدافعت میں کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھا زخم کی شدت کی وجہ سے آپ ایک گڑھے میں گر گئے اور صحابہ کی نظروں سے پوشیدہ ہو گئے کسی شیطان نے یہ آواز نکادی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) قتل کر دیئے گئے الی آخر القصد ناظرین اس واقعہ کو یاد رکھیں کیونکہ آئندہ آیات میں اس واقعہ کے اجزاء کی طرف بار بار اشارہ ہے اُن آیات کا سمجھنا اس واقعہ کے جاننے پر موقوف ہے اس لیے اس واقعہ کا استحضار ضروری ہے۔

وَكَايِنٌ مِّنْ نَّبِيٍّ قَتَلَ مَعَهُ رِبِّيُّونَ كَثِيرٌ فَمَا وَهَنُوا

اور بہت نبی ہیں جن کے ساتھ ہو کر لڑے ہیں بہت خدا کے طالب - پھر نہ ہارے ہیں

لِمَا آصَابَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَمَا ضَعُفُوا وَمَا اسْتَكَانُوا

کچھ تکلیف پہنچنے سے اللہ کی راہ میں ، اور نہ سست ہوئے ہیں نہ دب گئے ہیں۔

وَاللَّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ ﴿١٣٦﴾ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ إِلَّا أَنْ

اور اللہ چاہتا ہے ثابت رہنے والوں کو ۔ اور کچھ نہیں بولے ، مگر یہی کہا کہ

قَالُوا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَإِسْرَافَنَا فِي أَمْرِنَا

اے رب ہمارے بخش ہمارے گناہ ، اور جو ہم سے زیادتی ہوئی ہمارے کام میں،

وَتَبَيَّنَتْ أَقْدَامُنَا وَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ﴿١٣٧﴾

اور ثابت رکھ قدم ہمارے اور مدد دے ہم کو منکر قوم کافر ۔

فَاتَّخَذَهُمُ اللَّهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحَسَنَ ثَوَابِ الْآخِرَةِ

پھر دیا ان کو اللہ نے ، ثواب دنیا کا بھی ، اور خوب ثواب آخرت کا

وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴿١٣٨﴾

اور اللہ چاہتا ہے نیکی والوں کو ۔

ذکر استقلال مجاہدین اُمم سابقہ

قال تعالى وَكَأَيِّنْ مِنْ نَبِيِّ قُتِلَ مَعَهُ رَيْثُُونَ كَثِيرٌ اے وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ۝
 (رابطہ) گزشتہ آیات میں مسلمانوں کی کمزوری پر شکایت اور علامت کا ذکر تھا اب ان آیات میں یہ ذکر کرتے ہیں کہ پہلے زمانہ میں بھی انبیاء سابقین کے ساتھ ہو کر بہت سے اللہ والوں نے کافروں سے جہاد و قتال کیا اور امت کے سامنے اُن کے نبی شہید بھی ہوئے لیکن وہ لوگ ثابت قدم رہے اور خوف زدہ اور سُست نہیں ہوئے تم کو بھی ایسا ہی چاہیئے اور تم تو غیر الالم ہو تم کو تو اُن سے بڑھ کر صبر اور استقامت کا ثبوت دینا چاہیئے۔ چنانچہ فرماتے ہیں اور کہتے ہیں نبی گزرے ہیں کہ جن کے ساتھ ہو کر فدا پرستوں اور اللہ والوں نے کافروں کے ساتھ جہاد و قتال کیا مگر ان تکلیفوں کی وجہ سے جو اُن کو خدا کی راہ میں پہنچیں ان سے گھبرا کر نہ تو انہوں نے ہمت ہاری اور نہ جہاد و قتال میں سُست پڑے اور نہ دشمن کے سامنے جھکے اور نہ اُس سے دل بے اور نہ اس کے سامنے کوئی عاجزی ظاہر کی جیسے جنگ اُحد میں بعض منافقین کہنے لگے کہ کاش کوئی ہمارے لیے ابوسفیان سے امان حاصل کر لے اور اللہ تعالیٰ شہداء اور مصائب میں صبر کرنے والوں اور ثابت قدم رہنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔ پس جس طرح ان لوگوں نے تکلیفوں کی وجہ سے ہمت نہیں ہاری اور باوجود نبی کے شہید ہو جانے کے اپنے دین کو نہیں چھوڑا جیسے نبی کی زندگی میں دین حق کی اشاعت میں کوشش کرتے رہے ویسے ہی اُن کی شہادت کے بعد بھی کرتے رہے اس لیے وہ اللہ کے محبوب بنے پس تمہیں اُن کے حال سے عبرت پکڑنی چاہیئے اور ان اللہ والے مجاہدین کے صبر و استقامت کا یہ عالم تھا کہ ایسی مصیبت کے وقت قدم تو کیا لڑکھڑاتے زبان میں بھی لغزش نہیں آئی اور ایسے نازک وقت میں سب جائے مخلوق کی طرف بھگنے کے اپنے خالق اور مالک کی طرف بھگے۔ اور اس نازک وقت میں کچھ نہیں بولے مگر یہی کہا کہ اے ہمارے پروردگار ہماری تمام تفصیلات کو اور اس کام میں ہماری تمام ذیادتیوں کو معاف فرما اور دشمنوں کے مقابلہ میں ہم کو ثابت قدم رکھ ہمارا صبر اور ہماری ثبات قدمی آپ کی تائید اور اعانت پر موقوف ہے پندہ عاجز اپنے خزل و قوت سے ہمداد صبر و استقامت پر قائم نہیں رہ سکتا ولا حول ولا قوة الا باللہ۔ پس اے پروردگار تو اپنی رحمت و عنایت سے ہم کو ثابت قدم رکھ خدا نخواستہ ایسا نہ ہو کہ تکالیف و مصائب کی وجہ سے قدم لڑکھڑا جائیں اور کافر قوم کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما اور ہمیں فتح دے پس اللہ تعالیٰ نے اُن کو دنیا کی بھی جزا دی یعنی دشمن کے مقابلہ میں اُن کی مدد کی اور اُن کو فتح دی اور ملک کی سرداری اور عزت عطا کی اور آخرت کا بھی ان کو اچھا بدلہ دیا کہ خدا تعالیٰ نے اُن سے خوش ہوا اور انہیں اس کا قرب نصیب ہوا اور جنت کی وہ نعمتیں جو نہ کسی کی آنکھ نے

دیکھی اور نہ کسی کان نے سنی اور نہ کسی بشر کے دل میں ان کا خطرہ گورا اور آخرت کے ثواب کو اچھا اس لیے فرمایا کہ آخرت کے ثواب میں کسی شر اور ضرر کی آمیزش نہیں پھر یہ کہ آخرت کا ثواب باقی ہے اور دنیا کا فانی عاقل کا کام یہ ہے کہ باقی کو فانی پر ترجیح دے اور اللہ تعالیٰ نیکو کاروں یعنی مخلصوں کو محبوب رکھتا ہے اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ مصائب و شدائد میں توبہ و استغفار میں لگ جائے بسا اوقات مصیبت کے آنے میں گناہوں کو کچھ دخل ہوتا ہے۔

غَمِّ جُوْءِ اَمْدِ زِدِّ اسْتَغْفَارِ كُنْ
غَمِّ بِاَمْرِ خَالِقِ اَمْسِدْ كَارِ كُنْ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَطِيعُوا اللَّهَ

اے ایمان والو! اگر تم کہا کرو گے

كُفَرُوا يَرْدُوكُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوا

منکروں کا، تو تم کو پھیر دیں گے اٹھے پاؤں پھر جا پڑو گے

خَيْرِينَ ﴿١٣٩﴾ بَلِ اللَّهُ مَوْلَاكُمْ ۖ وَهُوَ

نقصان میں ۱۰۔ بلکہ اللہ تمہارا مددگار ہے اور اس

خَيْرُ النَّاصِرِينَ ﴿١٤٠﴾ سَنُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا

کی مدد سب سے بہتر ہے ۱۰۔ اب ڈالیں گے ہم کافروں کے دل میں

الرُّعْبَ بِمَا أَشْرَكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزَّلْ بِهِ سُلْطَانًا

ہیبت، اس واسطے کہ انہوں نے شریک ٹھہرایا اللہ کا جس کی اُس نے سند نہیں اُتاری۔

وَمَا أُولَهُمُ النَّارُ وَيَبْئَسَ مَثْوَى الظَّالِمِينَ ﴿١٤١﴾ وَ

اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے، اور بُری بستی ہے بے انصافوں کی ۱۰۔ اور

لَقَدْ صَدَقَكُمُ اللَّهُ وَعْدَهُ إِذْ تَحْسُرُونَهُمْ بِإِذْنِهِ ۖ

اللہ تو سچ کر چکا تم سے اپنا وعدہ جب تم لگے ان کو کاٹنے اس کے حکم سے۔

حَتَّىٰ إِذَا فُشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ وَعَصَيْتُمْ

جب تک کہ تم نے نامردی کی، اور کام میں جھگڑا ڈالا، اور بے عکس کی،

مِّنْ بَعْدِ مَا أَرْسَلْنَاكُمْ مَّا تَحِبُّونَ مِّنْكُمْ مَّنْ يُّرِيدُ

بعد اس کے کہ تم کو دکھا چکا تمہاری خوشی کی چیز۔ کوئی تم میں چاہتا تھا دنیا

الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيدُ الْآخِرَةَ ثُمَّ صَرَفَكُمْ

اور کوئی تم میں چاہتا تھا آخرت ۔ پھر تم کو الٹ دیا

عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ وَاللَّهُ ذُو

ان پر ہے، اس واسطے کہ تم کو آزما دے۔ اور وہ تو تم کو معاف کر چکا۔ اور اللہ فضل

فَضِيلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ ۝۱۵۲ إِذْ تَصْعَدُونَ وَلَا تَلُونَ

رکھتا ہے ایمان والوں پر ۔ جب تم چڑھ جاتے تھے اور پیچھے نہ

عَلَىٰ أَحَدٍ وَالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ فِي أَخْرَاكُمْ فَأَتَابَكُمْ

دیکھتے تھے کسی کو اور رسول پکارتا تھا تم کو پہچاڑی میں پھر تم کو تنگ

غَمًّا يَغِيْمُ لِكَيْلَا تَحْزَنُوا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَا

کیا بدلہ تمہارے تنگ کرنے کا تو غم نہ کھایا کرو، جو ہاتھ سے جاوے اور جو

أَصَابَكُمْ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝۱۵۳ ثُمَّ أَنْزَلَ

سامنے آوے اور اللہ کو خبر ہے تمہارے کام کی ۔ پھر تم پر اتاری

عَلَيْكُمْ مِّنْ بَعْدِ الْغَيْمِ أَمَنَةٌ نَّعَاسًا يَّغْشَىٰ طَآئِفَةً

تنگی کے بعد اُدنگہ، کہ گھیر رہی تھی تم میں بعضوں کو، اور

مِّنْكُمْ وَطَآئِفَةٌ قَدْ أَهَمَّتْهُمْ أَنفُسُهُمْ يَظُنُّونَ

بعضوں کو فکر پڑا تھا اپنے جی کا خیال کرتے تھے

يَا لِلّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةُ يَقُولُونَ هَلْ لَنَا

اللہ پر، جھوٹے خیال جاہلوں کے۔ کہتے تھے کچھ بھی کام

مِنَ الْأَمْرِ مِنْ شَيْءٍ قُلْ إِنَّ الْأَمْرَ كُلَّهُ لِلّٰهِ

ہے ہمارے ہاتھ ! تو کہہ سب کام ہے اللہ کے ہاتھ

يُخَفُونَ فِي أَنْفُسِهِمْ مَا لَا يَبْدُونَ لَكَ يَقُولُونَ

اپنے جی میں چھپاتے ہیں جو تجھ سے ظاہر نہیں کرتے۔ کہتے ہیں

لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ مَا قُتِلْنَا ههنا

اگر کچھ کام ہوتا ہمارے ہاتھ، تو ہم مارے نہ جاتے اس جگہ تو کہہ اگر

قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِينَ كُتِبَ

تم ہوتے اپنے گھروں میں البتہ باہر نکلتے جن پر لکھا تھا

عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ إِلَىٰ مَضَاجِعِهِمْ وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا

مارے جانا اپنے پڑاؤ پر - اور اللہ کو آزمانا تھا جو

فِي صُدُورِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِي قُلُوبِكُمْ وَاللّٰهُ

کچھ تمہارے جی میں ہے، اور نکھارنا تھا جو کچھ تمہارے دل میں ہے اور اللہ

عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝۱۰۱ إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ

کو معلوم ہے جی کی بات - جو لوگ تم میں ہٹ گئے

يَوْمَ اتَّقَىٰ الْجَمْعُ إِنَّهَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطَانُ

جس دن بھڑیں دو فوجیں، سو ان کو ڈکایا شیطان نے کچھ

يَبْعُضُ مَا كَسَبُوا وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ۝۱۰۲ إِنَّ

ان کے گناہ کی شامت سے۔ اور ان کو بخش چکا اللہ بے شک

اللَّهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ ﴿۱۵۵﴾

اللہ بخشنے والا ہے تحمل رکھتا ہے۔

ترہیب مومنین از قبول مشورہ کفار و منافقین

قال تعالیٰ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَطِيعُوا الَّذِينَ كَفَرُوا..... اَللّٰہ... اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ (در ربط، گزشتہ آیات میں خدا پرستوں اور اللہ والوں کی راہ اور طریق پر چلنے کی ترغیب تھی۔ اب ان آیات میں اعداء اللہ بد باطنوں کے کہا سننے سے منع فرماتے ہیں تاکہ مسلمان ہشیار رہیں اور اُن کے دھوکہ میں نہ آئیں چنانچہ فرماتے ہیں اے مسلمانو اگر تم کافروں کا کہا مانو گے اور ان کے مشورہ پر عمل کرو گے تو یہ تم کو اٹھ پاؤں کفر کی طرف پھیر دیں گے تو پھر تم دنیا اور آخرت کے خسارہ اور نقصان میں جا پڑو گے اگر تم کافروں کی پناہ میں آ گئے اور ان کی حکومت قبول کر لی جیسا کہ بعض منافقین تم کو مشورہ دیتے ہیں خوب سمجھ لو کہ اس میں دنیا اور آخرت کا خسارہ اور دونوں جہان کی ذلت ہے ان کو ہرگز اپنا دوست اور معین و مددگار نہ سمجھو بلکہ اللہ تعالیٰ تمہارا کارساز اور مددگار ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ جب ابوسفیان اُحد سے واپس ہونے لگا اور حُبلِ بت کی جے پکاری اور یہ کہا کہ انا العزّی ولا عزیٰ نکسر تو اُن حضرت صلّی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو حکم دیا کہ یہ جواب دو۔ اللہ مولانا ولا مولیٰ نکسر اور اللہ تعالیٰ ہی سب سے بہتر مدد کرنے والا ہے پس اے مسلمانو تم اللہ کی مدد پر بھروسہ کرو۔ ابوسفیان اور عبداللہ بن ابی کی مدد کا خیال بھی دل میں نہ لاؤ۔ یہ تو تمہارا امتحان تھا اب دیکھو کہ ہم کا وظیفہ کے دل میں تمہارا رعب اور تمہاری ہیبت ڈالتے ہیں جس سے تمہیں معلوم ہو جائے کہ وہ خیر الناسرین کس طرح بغیر قتال کے مدد کرنے پر قادر رہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔ تم گھبراؤ نہیں اب ہم عنقریب کافروں کے دلوں میں تمہاری ہیبت اور دہشت ڈالیں گے کہ ان کا ظاہری کردار کچھ کام نہ آئے گا اور باوجود تمہارے کمزور اور زخمی ہونے کے پلٹ کر تم پر حملہ کرنے کی جرأت نہیں کر سکیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جب ابوسفیان اور مشرکین۔ اُحد سے مکہ کی طرف واپس ہوئے تو راستہ میں خیال آیا کہ جب ہم نے مسلمانوں کو شکست دے دی تھی تو بلا کام تمام کیے ہم کیوں واپس ہوئے اب چل کر مسلمانوں کا بالکل کام تمام کر دینا چاہیے جب یہ ارادہ پختہ ہو گیا تو یکایک اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں میں ایسا رعب ڈالا کہ دوبارہ حملہ کی ہمت نہ ہوئی آگے فرماتے ہیں کہ کافروں کی مرعوبیت کی وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے خدا تعالیٰ کے ساتھ ایسی چیزوں کو شریک کیا جن کی شرکت ہر کوئی دلیل اور حجت نہیں اور جو شخص اپنے دین پر بغیر دلیل کے اعتقاد رکھتا ہو اس کو کبھی سکون و اطمینان نہیں نصیب ہو سکتا وہ ہمیشہ غلبان اور اضطراب میں رہتا ہے اور وہی بات

کا اتباع کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ وہمیات کی اتباع سے قلب میں قوت نہیں آتی وہمیات کا اتباع کرنے والا ہر وقت وہی خطرات سے ڈرتا رہتا ہے۔ شاہ عبدالقادر فرماتے ہیں وہ چور ہیں اللہ کے اور چور کے دل میں ڈر ہوتا ہے اس واسطے اللہ تعالیٰ اُن کے دل میں ہیبت ڈالے گا۔ انتہی یہ تو مشرکین کی دنیا کا حال ہے اور آخرت میں اُن کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور ظالموں کا ٹھکانہ بہشت ہی بڑا ہے۔

فائدہ | جانتا چاہیے کہ یہ حکم عزوۃ احد کے ساتھ مخصوص نہیں مسلمان اگر حقیقی معنی میں مسلمان ہوں تو کافر ضرور اُن سے مرعوب ہوں گے کافروں کا مرعوب ہونا ایمان اور اُس کے آثار پر موقوف ہے لہذا آج کل جو مسلمانوں کی دہشت کافروں کے دل میں نہیں دیکھی جاتی سو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں لفظ اسلام کا موجود ہے اور معنی اسلام اور ایمان کے مفقود ہیں خاص کر مغرب زدہ ذہنیتیں اسلامی عقائد اور اعمال سے بالکل بے بہرہ ہیں اور ان کا ظاہر و باطن مغربیت کے رنگ میں رنگین ہے۔ یورپ ان کو اپنا عاشقِ مُتَمَلِّق سمجھتا ہے اور ظاہر ہے کہ معشوق عاشق سے کیوں ڈرے گا۔

ایک شبہ اور اُس کا جواب

اب آگے شبہ کا جواب دیتے ہیں کہ جب اُس خیر الانصرین نے اُحد میں امداد اور اعانت کا وعدہ فرمایا تھا تو پھر یہ ہزیمت اور شکست کیسے ہوئی اس کے جواب میں حق تعالیٰ نے اُنہ آیت نازل فرمائی۔ چنانچہ فرماتے ہیں اور البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے تم کو اپنا وعدہ سچ کر دکھایا جبکہ تم کافروں کو ابتدائی حملہ میں اس کے حکم سے گھاس کی طرح کاٹ رہے تھے۔ یعنی حق تعالیٰ نے تم سے جو فتح و نصرت کا وعدہ کیا تھا وہ پورا کر دیا ابتداء جنگ میں تم نے کافروں کو کھیت کی طرح کاٹ کے رکھ دیا۔ یہاں تک کہ جب تم نے بزدلی کی اور پیغمبر خدا نے جو تم کو حکم دیا تھا کہ اس مرکز پر جمے رہنا اُس میں تم نے اختلاف کیا۔ بعض نے کہا کہ ہم کو یہیں جما رہنا چاہیئے اور اکثر نے یہ کہا کہ اب یہاں ٹھہرنے کی ضرورت نہیں فتح مکمل ہوگئی اور کافر پشت پھیر کر بھاگ رہے ہیں اس لیے ہم کو چل کر مال غنیمت جمع کرنا چاہیئے اور حکم رسول کی تم نے نافرمانی کی بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو تمہاری محبوب چیز آنکھوں سے دکھلائی یعنی فتح و نصرت تم میں سے کوئی دنیا کا مال و منال یعنی غنیمت کو چاہتا تھا اگرچہ وہ دنیا حلال ہی کیوں نہ ہو اور کوئی تم میں سے آخرت کا طلب گار تھا پس اکثر لوگ پہاڑ سے اتر آئے اور مال غنیمت جمع کرنے میں مشغول ہو گئے۔ مشرکین نے اسی درہ کے راستہ سے فوراً مسلمانوں پر حملہ کر دیا پھر اللہ تعالیٰ نے تم کو ان کافروں سے پھیر دیا اور تم کو فتح کے بعد شکست دی تاکہ تمہارا امتحان کرے کہ ان شدائد اور مصائب میں کون اسلام پر قائم رہتا ہے اور کون

اس کا ساتھ چھوڑتا ہے۔

ف عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اس آیت (وَمَنْ كَفَرَ مِّنْ بَيْنِ الْمُتَنَبِّئِينَ) کے نازل ہونے سے پہلے وہ گمان بھی نہ تھا کہ ہم میں کوئی آدمی دنیا کا طالب بھی ہے (تفسیر ابن کثیر ج ۱) اور البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے تمہاری اس لغزش کو بالکل معاف کر دیا اور اللہ تعالیٰ ایمان اور اخلاص والوں پر بڑا فضل فرماتے والے ہیں اور حق تعالیٰ نے جب ان کی غلطی کو معاف کر دیا تو کسی خارجی اور راغبی کو ان کی اس لغزش پر کسی قسم کی طعن و تشنیع جائز نہیں یاد کرو اس وقت کو جب تم خوف اور دہشت کی وجہ سے دور بھاگے جا رہے تھے اور پیچھے متڑکے بھی کسی کو نہیں دیکھتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم کو پس پشت پکار رہے تھے۔ اے عباد اللہ الی عباد اللہ میری طرف آؤ اے اللہ کے بندو۔ میری طرف آؤ اے اللہ کے بندو پس اللہ تعالیٰ نے اس کی پاداش میں تم کو غم پر غم دیا یعنی کئی طرح کے غموں میں مبتلا کیا ایک غم دشمن کے غالب آنے کا ایک غم اپنے مارے جانے اور زخمی ہونے کا اور ایک غم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کے زخمی ہونے اور دندان مبارک کے شہید ہونے کا اور ایک غم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی جھوٹی خبر کے مشہور ہونے کا اور ایک غم فتح کے بعد شکست ہو جانے کا اور ایک غم منافقین کی شتمات کا اور اس غم پر غم دینے کی حکمت اور مصلحت یہ تھی کہ آئندہ کے لیے تم میں پختگی پیدا ہو جائے اور یہ بات دلوں میں بیٹھ جائے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے کسی حال میں عدول نہ چاہیے حتیٰ کہ تم کذن بن جاؤ اور صبر کے اس درجہ عادی ہو جاؤ کہ آئندہ کو غم نہ کیا کرو ان چیزوں پر جو تمہارے ہاتھ سے جاتی رہیں اور نہ غم کیا کرو ان تکلیفوں پر جو تمکو پہنچیں یعنی تمہارے دلوں سے دنیا کی محبت ایسی اٹھ جائے کہ نہ اقبال پر خوش ہو کر د اور نہ ادبار پر غم کیا کرو۔ دنیاوی منافع اور مضر توں کا وجود اور عدم تمہاری نظروں میں یکساں ہو جائے۔ ہر حال میں مشیت الہی پر راضی رہا کرو اور ایلام دوست بہ از انعام دوست کو ہمیشہ نظر رکھا کرو اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہے اس کو خوب معلوم ہے کہ تمہاری کیا نیت تھی۔ اس وقت کی شکست سے گھبراؤ مت۔ انجام تمہارا فتح و نصرت پر ہو گا اور پھر حق تعالیٰ نے اس غم کے بعد تمہارا غم دور کرنے کے لیے تم پر ایک امن نازل کیا یعنی ایک اونگھ اتاری جو تم میں سے ایک گروہ کو گھر رہی تھی یہ مؤمنین مخلصین کا گروہ تھا۔ جن پر ایک دم حق تعالیٰ نے غنودگی طاری کر دی لوگ کھڑے کھڑے ادبگھنے لگے یہاں تک کہ بعض صحابہ کی یہ حالت ہوئی کہ تلوار اٹھاتے تھے اور گر جاتی تھی اس نیند

علیٰ بعض علما کا قول یہ ہے کہ لکھنؤ میں لازماً یہ ہے اور معنی یہ ہیں کہ ہم نے تم کو غم پر غم دیا تاکہ اس منفعت کے فوت ہونے کا تم کو رنج ہو جو تمہارے ہاتھ سے جاتی رہی اور اسی طرح اس تکلیف کا تم کو رنج ہو جو تم کو پہنچی کیونکہ یہ تمہاری نافرمانی کی سزا ہے جس سے مقصود محض تمہاری تنبیہ و تادیب ہے۔ واللہ اعلم۔

سے مسلمانوں کے دلوں سے کفار کا رعب نکل گیا۔ یہ غنڈگی من جانب اللہ ایک نوع کی سکینت اور طمانیت تھی جو حق تعالیٰ کے محض فضل و رحمت سے اس ہنگامہ میں مؤمنین مخلصین کے قلوب پر نازل ہوئی یہ کیفیت عین اس وقت پیش آئی جب کہ مسلمانوں کی لاشیں خاک و خون میں توپ رہی تھیں اور حضور پُر نورؐ کے قتل کی خبر سے رہے سہے ہوش و حواس بھی جاتے رہے تھے اس وقت کی یہ نیند بیداری کا پیام تھا اور اس امر کی بشارت تھی کہ اضطراب اور پریشانی دور ہوئی اور سکون اور اطمینان کا وقت آگیا اب مطمئن ہو کر راہِ خدا میں جہاد کر دو قاعدہ ہے کہ انسان کو نیند اسی وقت آتی ہے کہ جب اس کو پورا امن اور اطمینان حاصل ہو خوف و ہراس کے وقت نیند نہیں آتی پس دشمن کے مقابلہ پر میدان جنگ میں نیند کا آنا مسلمانوں کے حق میں ایک نعمت الہی تھا جس میں اُن کی فتح کا راز مضمر تھا کیونکہ اُن کو اس ادنگہ سے چند فائدے پہنچے ایک تو یکہ دشمن کا خوف و ہراس دل سے دور ہوا دہم یہ کہ رفقائے مقتول و مجروح ہونے کا جو قلق اور صدمہ تھا وہ ہلکا ہوا۔ سوم یہ کہ جنگ کا جو تعب اور تکان تھا وہ سب یک لخت دور ہو گیا۔ اور اُس سر نو تازہ دم ہو گئے اور دشمن کے مقابلہ میں دلیر ہو گئے یہ حال تو مؤمنین مخلصین کا تھا۔ اور بعضوں یعنی منافقوں کو اپنی جانیں بچانے کی فکر اور اسی کا غم لگا ہوا تھا وہ اطمینان اور امن کی نیند سے بالکل محروم تھے انہیں تو یہ فکر تھی کہ یہاں سے کس طرح جان بچا کر نکلیں۔ حق تعالیٰ نے مسلمانوں پر تو ادنگہ نازل کر کے اُن کے دلوں سے دشمنوں کا خوف دور کر دیا۔ منافقین پر نیند نہ طاری کی اس لیے ان پر دشمنوں کا خوف مستولی رہا اور خوف کی وجہ سے منافقوں کو اپنی جانوں کی فکر پر کئی حق تعالیٰ کے ساتھ جا ہلانہ اور احمقانہ ناحق بلگانی کرنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں سے جو فتح و نصرت کے وعدے کیے تھے وہ کہاں گئے۔ ظاہری حالت سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کا قصہ ختم ہوا جیسا کہ دوسری آیت میں ہے **بَلْ ظَنَنْتُمْ أَنْ لَنْ يَنْقَلِبَ الرَّسُولُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَى أَهْلِيهِمْ أَبَدًا** **الآيَةُ** منافقین کو خدا تعالیٰ کے وعدوں پر وثوق نہ تھا صرف غنیمت کی لالچ سے جنگ میں شریک ہو گئے تھے کہتے یہ تھے کہ آیا ہمارا بھی اس کام میں کچھ اختیار ہے۔ بظاہر تو مطلب یہ تھا کہ تقدیر کے سامنے تدبیر نہیں چلتی۔

سو حق تعالیٰ نے اس کی واقعیت بیان کرنے کے لیے ارشاد فرمایا آپ ان کے جواب میں کہہ دیجئے کہ بے شک سب اختیار اللہ کے ہاتھ میں ہے یہ جواب تو منافقین کے الفاظ کے ظاہری معنی کے اعتبار سے تھا اب آئندہ آیت میں یہ بیان فرماتے ہیں کہ اس قول سے منافقین کے دل میں کیا نیت تھی اور ان کا دل مطلب کیا تھا اس قول سے انکار کا مطلب یہ تھا کہ اگر ہماری رائے پر چلتے اور مدینہ سے باہر جا کر نہ لڑتے تو ہم مقتول نہ ہوتے آئندہ آیت میں اس قول سے ان کی نیت اور دل مطلب مع جواب کے مذکور ہے چنانچہ فرماتے ہیں چھپاتے ہیں یہ منافقین اپنے دلوں میں وہ باتیں جو صراحتہ ظاہر نہیں کرتے ظاہر میں تو یوں کہتے ہیں کہ اگر اس کام میں ہمارا کچھ اختیار ہوتا تو ہم اس جگہ پر نہ مارے جاتے یہ

کلام ظاہر کے لحاظ سے ٹھیک ہے کہ تقدیر کے سلسلے تدبیر نہیں چلتی مگر دلی مطلب ان کا یہ تھا کہ اگر ہمارے مشورہ پر عمل کرتے اور مدینہ سے باہر نکل کر نہ لڑتے اور ہماری کچھ شنوائی ہوتی تو ہم کیوں مارے جاتے تو اسے نبی کریم آپؐ ان کے دلی مطلب کے جواب میں کہہ دیجئے کہ اے مدعیان تدبیر اختیار اگر تم اپنے گھروں میں بھی مامون و مطمئن بیٹھے ہوئے ہوتے تو جن کی تقدیر میں قتل لکھا ہوا تھا تو وہ خود بخود اپنے قتل کا ہول کی طرف نکل پڑتے ان کا گمان یہ ہے کہ اگر مدینہ میں اپنے گھروں میں بیٹھے رہتے اور میدان اُحد میں نہ نکلتے تو نہ مارے جاتے سو یہ گمان غلط ہے۔ قصداً و قدر بند کو ٹھہریوں سے نکال کر قتل کے لیے میدان میں لا کر کھڑا کر دیتی ہے لہذا منافقین کا مسلمانوں کو یہ الزام دینا کہ انہوں نے ہم کو لا کر مروایا ہے غلط ہے موت تو کسی حال میں ملتی نہیں البتہ بہترین موت وہ ہے کہ جو خدا کی راہ میں آئے اور بڑا ہی خوش نصیب ہے کہ جو بہادری کی موت مرے اور خدا کی راہ میں شہید ہو جائے۔

خلاصہ کلام یہ کہ حق جل شانہ نے غزوہ اُحد میں مسلمانوں کے ساتھ جو معاملہ فرمایا اس میں بے شمار حکمتیں اور مصلحتیں ہیں منجملہ ان کے یہ ہے کہ اللہ کی قضا و قدر ظاہر ہو اور جس کے لیے شہادت کی مبارک موت مقدر ہے اس کو شہادت کی کرامت و عزت حاصل ہو اور تاکہ تمہارے سینوں میں جو چیز پوشیدہ ہے اس کا امتحان لے کر ان میں کس درجہ کا ایمان و اخلاص ہے مصیبت کے وقت اخلاص اور نفاق ظاہر ہو جاتا ہے اور تاکہ اس شکست سے تمہارے دلوں میں جو کچھ کھوٹ ہے اس کو نکھار دے جیسے آگ سونے کے میل کچیل کو دور کر دیتی ہے خدا تعالیٰ کے آزمائے کے معنی یہ ہیں کہ جو بات اس کے علم ازیل میں ہے وہ سب پر ظاہر ہو جائے اور نکھارنے کے معنی یہ ہیں کہ اُحد کے مصائب سے ان کو یہ علم ہو جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ یکدم فتح شکست سے بدل جاتی ہے تو ان کے دلوں میں جو نافرمانی کا کچھ کھوٹ ہے وہ بالکل جاتا رہے اور نظر بالکلیہ اسباب ظاہری سے اُٹھ جائے اور دل تو جمہالی غیر اللہ سے منزہ ہو جائے اور اس طرح خالص کندن بن جائیں۔ اور اللہ خوب جانتا ہے جو سینوں میں چھپا ہوا ہے مطلب یہ ہے کہ اسے کسی آزمائش کی حاجت نہیں مگر آزمائے میں اس کی حکمتیں اور مصلحتیں ہیں جن کا نہ اظہار ضروری ہے اور نہ جاننا ضروری ہے۔

شاہ عبدالقادر قدس سرہ فرماتے ہیں۔ اس شکست میں جن کو شہید ہونا تھا ہو چکے اور جن کو ہٹنا تھا ہٹ گئے اور جو میدان میں باقی رہ گئے ان پر ادنگہ آنی اس کے بعد رعب اور ہشت دغ ہو گیا۔ اور اتنی دیر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غشی رہی پھر جب ہوشیار ہوئے سب نے حضرت کے پاس جمع ہو کر پھر نژانی قائم کی اور سست ایمان والے کہنے لگے کچھ بھی کام ہمارے ہاتھ ہے ظاہر یہ معنی کہ اس شکست کے بعد کچھ بھی ہمارا کام نہ رہے گا یا بالکل بگڑ چکا یا یہ معنی کہ اللہ نے چاہا سو کیا ہمارا کیا اختیار اور نیت میں یہ معنی تھے کہ ہماری مشورت پر عمل نہ کیا جواتھے لوگ مرے اللہ نے دونوں معنوں کا جواب فرما دیا اور بتایا کہ اللہ کو اس میں حکمت منظور تھی تاکہ صادق اور منافق معلوم ہو جائیں (موضع القرآن)

تحقیق تم میں سے جن لوگوں نے پشت پھیری جس دن کہ مسلمانوں اور کافروں کی دو جماعتیں باہم مقابل ہوئیں۔ یعنی احد کے روز سوجزایں نیست کہ ان کا یہ بھاگنا کفر و ارتداد کی بنا پر نہ تھا بلکہ ان کی ایک لغزش تھی کہ شیطان نے بعض اعمال کی نحوست اور شامت کی وجہ سے ان کا قدم پھسلا دیا مسلمانوں کا قدم تو خشک ہی راہ پر جا رہا تھا مگر اس درمیان میں مورچہ کو چھوڑ کر غنیمت پر دوڑے تو اس معصیت کی نحوست سے شیطان کو موقع مل گیا اس لیے کہ شیطان کا داؤ اس وقت چلتا ہے جب انسان کوئی گناہ کر بیٹھا ہے خلاصہ یہ کہ ان کا بھاگنا بمقتضائے بشریت لغزش قدم تھی معاذ اللہ دیدہ و دانستہ کوئی نافرمانی نہ تھی۔ شیطان ایسے ہی مجبین و مخلصین کی تاک میں رہتا ہے کبھی کبھی داؤ چل بھی جاتا ہے۔ اور تحقیق اللہ تعالیٰ نے اپنے ان مجبین و مخلصین کی اس لغزش کو بالکل معاف کر دیا۔ تحقیق اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے اور بردبار ہیں کہ نہ دنیا میں کوئی سزا ہے اور نہ آخرت میں کوئی مواخذہ اور نہ بالہر س ہے تمام عالم کو حق تعالیٰ نے سنا دیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی خطا بالکلیہ معاف کر دی اب کسی کی یہ مجال نہیں کہ ان پر طعن یا علامت کرے حق تعالیٰ کی معافی کے بعد جو ان پر طعن کرے گناہ مجرم اور قصور دار ٹھہرے گا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ

اے ایمان والو! تم نہ ہو ان کی طرح

كَفَرُوا وَقَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ إِذَا ضَرَبُوا

جو منکر ہوئے اور کہتے ہیں اپنے بھائیوں کو جب سفر کو نکلیں

فِي الْأَرْضِ أَوْ كَانُوا غَزًى لِّوُكَاِنُوا عِنْدَنَا مَا

ملک میں ، یا ہوں جہاد میں ، کہ اگر رہتے ہم پاس نہ مرتے اور

مَاتُوا وَمَا قُتِلُوا لِيَجْعَلَ اللَّهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً

نہ مارے جلتے کہ اللہ اس سے ڈالے افسوس

فِي قُلُوبِهِمْ وَاللَّهُ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَاللَّهُ بِمَا

ان کے دل میں ، اور اللہ ہے جلاتا اور مارتا۔ اور اللہ تمہارے

تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝ وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِي سَبِيلِ

کام دیکھتا ہے ۔ اور اگر تم مارے گئے اللہ کی راہ

اللّٰهُ اَوْ مُتِمِّمْ لِمَغْفِرَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٍ خَيْرٌ

ہیں، یا مرگئے، تو بخشش اللہ کی اور ہربانی بہتر ہے

مِمَّا يَجْعَلُونَ ۝ وَلَٰكِنْ مِّنْكُمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

اس سے جو وہ جمع کرتے ہیں اور اگر تم مر گئے یا مارے گئے اللہ ہی پاس

تَحْشُرُونَ ۝

اکٹھے ہوں گے ۔

ممانعت از مشابہت کفار

قال تعالى يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ كَفَرُوا.... اے.... لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تَحْشُرُونَ ه (ربط) گزشتہ آیات میں منافقین کا یہ مقولہ نقل فرمایا تھا لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هُمْنَا۔ یہ مقولہ ان منافقین کا تھا جو جنگ اُحد میں شریک تھے جس کی تردید گزیدہ کی اب ان آیات میں اسی قسم کا ایک اور مقولہ منافقین کا ذکر کرتے ہیں وہ مقولہ یہ ہے لَوْ كَانُوا عِشْرًا مَّا قُتِلُوا وَمَا قُتِلُوا۔ لیکن یہ مقولہ ان منافقین کا ہے کہ جو جنگ میں شریک نہ تھے چونکہ اس قسم کے اقوال سے کمزور مسلمانوں کے دلوں میں دساؤں پیدا ہونے کا اندیشہ تھا اس لیے حق تعالیٰ آئندہ آیات میں مسلمانوں کو ایسے اقوال اور احوال میں کافروں کی مشابہت اور موافقت سے منع فرماتے ہیں کہ مبادا ایسی باتوں کے سننے سے ایمان والوں کا قدم نہ پھسل جائے۔ یا یوں کہو کہ پہلی آیت میں شیطان جنی کے بہکانے سے قدم کا ڈمکانا اور پھسلنا مذکور تھا اور اس آیت میں شیاطین الانس کے بہکانے کا ذکر ہے کیوں کہ شیاطین الانس یعنی کفار اور منافقین۔ شیاطین الجن کے اخوان اور بھائی ہی تو ہیں چنانچہ فرماتے ہیں۔ اے ایمان والو تم ان لوگوں کے مشابہ اور مانند نہ بنو جو حقیقت میں کافر ہیں اگرچہ ظاہر اپنے کو مسلمان کہتے ہیں یعنی منافق ہیں۔

اور حدیث میں ہے من تشبه بقوم فهو منهم۔ جو شخص جس قوم کے مشابہ بنے وہ اللہ کے نزدیک اسی قوم میں شمار ہوگا اور تشبیہ میں درجارت ہیں کبھی تشبیہ کامل ہوتا ہے اور کبھی ناقص جس درجہ کا تشبیہ ہوگا اسی درجہ کی وحید اس پر مرتب ہوگی اور اپنے بھائیوں کے حق میں جب کہ وہ ملک میں بغرض تجارت وغیرہ سفر میں نکلتے ہیں اور اتفاق سے وہاں مرجاتے ہیں یا جہاد میں ہوتے ہیں اور

وہاں شہید ہو جاتے ہیں تو ان کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ اگر یہ لوگ ہمارے پاس ٹھہرے رہنے اور سفر اور جہاد میں نہ جاتے تو نہ مرتے اور نہ قتل ہوتے اور بھائیوں سے مراد یا تو نسبی بھائی ہیں کیونکہ جنگ لڑنے میں جو لوگ شہید ہوئے وہ کسی نہ کسی کا فرسے رشتہ دار اور برادری ہی کے لوگ تھے یا میل ملاپ کے بھائی ہیں یا اس وجہ سے کہ منافقین ظاہر میں مسلمان بنے ہوئے تھے اس لیے مسلمانوں کو اپنا بھائی کہہ دیا یا ان کو باعتبار ہم جنس اور بنی آدم ہونے کے بھائی کہا۔

حق تعالیٰ کافروں کے اس قول کو بیان کر کے فرماتے ہیں کہ اس قسم کا قول ان کے لیے ذرہ برابر مفید نہیں بلکہ اس کا انجام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کی اس سخن کو ان کے دلوں میں حسرت اور افسوس کا سبب بنائے گا۔ یعنی ان باتوں کا نتیجہ سوائے حسرت کے کچھ نہ ہوگا قتلِ اخوان کا صدمہ اپنی جگہ پر رہے گا اور اس قسم کی باتوں سے حسرت اور افسوس کے تکلیف کا اور اضافہ ہو جائے گا مطلب یہ ہے کہ اے مسلمانو تم ان منافقین کی باتوں پر کان نہ دھرنا اور اللہ ہی چلاتا اور مارتا ہے۔ سفر اور جہاد کو موت میں اور وطن میں رہنے اور جہاد میں نہ جانے کو حیات میں کوئی دخل نہیں بسا اوقات وطن میں رہنے والا مر جاتا ہے اور مسافر اور مجاہد خطرات اور ہلاکت کے میدانوں سے صحیح سالم واپس آ جاتا ہے گھر تو کیا۔ موت کو تو اپنی قلعہ بھی نہیں روک سکتا اور اے مومنو اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے کہ کوئی لفظ تمہاری زبان سے کافروں کے مشابہ اور مانند تو نہیں نکلتا آگے اشارہ فرماتے ہیں کہ خدا کی راہ میں مر جانے کو موجبِ حسرت نہ سمجھو بلکہ اس کو موجبِ فرح و مسرت سمجھو اور اے مسلمانو اگر تم اللہ کی راہ میں مارے گئے یا مر گئے تو بلاشبہ اللہ کی مغفرت اور اس کی رحمت اُس مال و متاع سے کہیں بہتر ہے جسے یہ لوگ جمع کرتے ہیں۔ اس آیت سے خدا تعالیٰ کا مقصد مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دینا ہے اور یہ سمجھانا ہے کہ جہاد میں مارا جانا دنیا کی زندگی سے کہیں بہتر ہے اس لیے کہ زندگی کا فائدہ بجز اس کے کچھ نہیں کہ انسان زندہ رہ کر اپنی محنت و مشقت سے کچھ مال و متاع جمع کرے اور چند روزہ زندگی میں اس سے فائدہ اٹھائے بخلاف راہِ خدا میں مارے جانے سے خدا تعالیٰ کی مغفرت اور رحمت کا صلہ ملتا ہے وہ تمام دنیا کے مال و متاع سے کہیں بہتر ہے اس لیے کہ دنیا کی تمام لذتوں اور منفعتوں میں مسرتوں کی آمیزش ہے دنیا کی کوئی چیز ایسی نہیں جس میں خالص نفع ہی ہو اور نقصان نہ ہو پھر یہ کہ یہ فانی اور چند روزہ ہیں اور اگر کچھ دیر پا بھی ہوں تو ان کا جمع کرنے والا دنیا میں مہمان ہے ممکن ہے کہ جن چیزوں کو کمال محنت اور جانفشانی سے جمع کیا اُن سے فائدہ نہ اٹھا سکے اور کل سے پہلے ہی مر جائے یا وہ مال و منال اس کے پاس سے جاتا رہے لہذا دنیاوی مال و متاع کے فوٹ ہو جانے کو موجبِ حسرت نہ سمجھو بلکہ ترکِ جہاد کو موجبِ حسرت سمجھو اور اگر تم مر گئے یا مارے گئے خواہ خدا کی راہ میں یا کسی اور طریق سے تو ہر حالت میں تم اللہ ہی کی طرف اٹھائے جاؤ گے اور جب دونوں حالتوں میں خدا ہی کی طرف جانا ہے تو پھر خدا کی راہ میں جان دینا بہتر ہے تاکہ اس کی

عَلَىٰ أَشَارَةِ اس طرف ہے کہ یَجْعَلَ اللہ میں لام عاقبت کے لیے ہے جیسے یَكُونُ نَهْمُ عَذَابًا وَخَوْنًا میں - ۱۰

مغفرت اور رحمت حاصل ہو۔

ف ادھر کی آیت میں خدا کی راہ میں مارے جانے کا مرجانے کا حکم بیان فرمایا اب اس آیت میں عام موت اور عام قتل کا حکم بیان فرمایا کہ موت خواہ کسی طرح آئے بہر حال خدا ہی کے پاس جان ہے تو پھر خدا کی راہ میں کیوں نہ مرو کہ وہ تمہیں اس کا ثواب دے اور تمہاری جان راہیگاں نہ جائے۔

حضرت خالد بن ولیدؓ نے اپنی ساری عمر جہاد میں گزاری اور شہادت کی تمنا میں رہے مگر شہید نہ ہوئے وفات کے وقت فرمایا کہ میرے بدن پر کوئی جگہ تیر و تلوار کے زخم سے خالی نہیں مگر افسوس آج اونٹ کی طرح گھر میں بستر پر مر رہا ہوں۔

فلا نامت اعیان الجنباء خدا کرے بزدلوں کی آنکھیں کبھی نمٹتی نہ ہوں۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے ۔

فنا فی اللہ کی تہ میں بقا کا راز مضمر ہے

جو جینا ہے تو مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ

نکتہ حضرت مولانا یعقوب صاحب نانوتویؒ محدث مدرس دارالعلوم دیوبند فرمایا کرتے تھے کہ خالد بن ولیدؓ خواہ مخواہ شہادت کی تمنا میں پڑے ہوئے تھے اُن کا شہید ہونا ناممکن تھا اُن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالدؓ کو سیف اللہ کا لقب دیا تھا۔ یعنی اللہ کی تلوار اور ظاہر ہے کہ اللہ کی تلوار کو کون توڑ سکتا ہے۔

فِيمَا رَحِمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لَئِنْ لَّهُمْ وَتَوَّ

سو کچھ اللہ کی مہر ہے ، جو تو نرم دل ملا ان کو اور اگر

كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَا نَفْضُوا مِنْ حَوْلِكَ

تو ہوتا سخت گو اور سخت دل تو منتشر ہو جاتے تیرے گرد سے ۔

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي

سو تو ان کو معاف کر ، اور ان کے واسطے بخشش مانگ اور ان سے مشورت لے

الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ

کام میں ۔ پھر جب ٹھہر چکا ، تو بھروسہ کر اللہ پر ۔ اللہ چاہتا ہے

يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ ﴿١٤٩﴾ إِنَّ يَنْصُرْكُمْ اللَّهُ فَلَا غَالِبَ

توکل والوں کو اگر اللہ تم کو مدد کرے گا تو کوئی تم پر

لکم وإن یخذلکم فمن ذالذی ینصُرکم

غالب نہ ہوگا۔ اور جو وہ تم کو بھوڑ دے گا پھر کون ہے کہ تمہاری مدد کرے گا

مَنْ بَعْدَهُ ط وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿١٥٠﴾

اس کے بعد . اور اللہ پر بھروسہ چاہیے مسلمانوں کو

خطاب خداوند عالم بسوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

بابت

برائے عفو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

قال تعالیٰ فیما رحمۃ من اللہ لئن لَمْ یَمْحُ... اے... وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ہ
اُحد کے دن جو بعض مسلمانوں سے لغزش ہوئی تو اُس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دل رنجیدہ
ہوا تو اندیشہ تھا کہ آپ ان کو ملامت کریں اور آئندہ اُن سے مشورہ نہ لیا کریں۔ حق تعالیٰ نے صحابہ کی
سفارش فرمائی کہ آپ ان کا قصور معاف فرمادیں اور حسب دستور ان سے معاملات میں مشورہ کیا کریں۔
ان کی ساتھ تملطف اور نرمی کا معاملہ فرمائیں چنانچہ حضور پُر نورؐ نے جنگ اُحد سے واپسی کے بعد ان کے
ساتھ نہایت نرمی کا معاملہ فرمایا اور لغزش پر کوئی ملامت نہیں کی اس بارہ میں یہ آئندہ کی آیتیں نازل
ہوئیں پس اس لغزش اور عدول حکمی کے باوجود اللہ کی رحمت سے آپ اُن کے لیے نرم ہو گئے اور
آپ نے ان کو کوئی ملامت نہیں کی اور اگر بالفرض والتقدیر خدا نخواستہ آپ درختِ خوارِ سخت دل
ہو سکتے تو یہ لوگ آپ کے پاس سے منتشر اور پر آگندہ ہو جاتے اس لیے کہ سختِ خو اور سختِ دل کتنا ہی بالکمال
کیوں نہ ہو لوگ اس کے پاس جمع نہیں ہوتے اس صورت میں یہ لوگ آپ کی ہدایت اور نصیحت سے
محروم ہو جاتے اور تمہاری دعوت قبول نہ کرتے اور آپ کا اجر بھی متبعین کی قلت کی وجہ سے کم ہو جاتا پس
آپ کے حکم کی تعمیل میں ان سے جو کوتاہی ہوئی اُس سے درگزر کیجئے اور اس پر کوئی مواخذہ نہ کیجئے اور
حق تعالیٰ کے حکم میں جو کوتاہی ہو گئی اس میں آپ ان کے لیے دعا و مغفرت کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ان کی غلطی
اور کوتاہی معاف فرمائے اور حسب دستور آپ اُن سے اُن کاموں میں مشورہ لیتے رہیئے جن کے بارہ
میں اللہ کی طرف سے کوئی قطعی حکم نازل نہیں ہوا تاکہ آپ کے اس تملطف اور عنایت کو دیکھ کر یہ

شکستہ خاطر مسلمان ہو جائیں کہ حضور پُر نور ہم سے راضی ہو گئے صرف معاف کر دینے سے دل مطمئن نہیں ہوتا جب تک کہ معاملہ شفقت و عنایت کا نہ کیا جائے پس مشورہ کے بعد جب کوئی بات طے ہو جائے اور آپ اس پر پختہ ارادہ فرمائیں تو اللہ پر بھروسہ کیجئے نہ کہ مشورہ پر اپنے مشورہ اور تدبیر پر اعتماد نہ کرنا بلکہ اللہ کی امداد اور تائید پر نظر رکھنا تحقیق اللہ تعالیٰ تو کل والوں کو محبوب رکھتا ہے عقل کے لحاظ سے اگرچہ صحابہ کا گروہ عقلاء کا گروہ ہے اور بلاشبہ قابل مشورہ ہے مگر اعتماد اور بھروسہ اللہ پر چاہیے نہ کہ عقلاً پر اس لیے کہ اگر اللہ تمہاری مدد کرے تو کوئی تم پر غالب نہیں آسکتا اور اگر وہی چھوڑ دے تو پھر وہ کون ہے جو اس کی مدد چھوڑنے کے بعد تمہاری مدد کرے اور اللہ ہی پر بھروسہ چاہیے ایمان والوں کو عقلاء کے مشورہ اور تدبیر پر بھروسہ نہ کرنا چاہیے عقل اور عقلاء سب اس کے ہاتھ میں ہیں اسلام کی یہی تعلیم ہے کہ اسباب کو ترک نہ کریں بلکہ ان سے کام لیں مگر اسباب کو مؤثر حقیقی نہ سمجھیں۔ مؤثر حقیقی قادر مطلق کو سمجھیں اور نظر اسی پر رکھیں اور اسباب کو واسطہ سے زیادہ کچھ نہ سمجھیں۔

فائدہ (۱) یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا كَالَّذِينَ كَفَرُوا فِي حَقِّ تَعَالَى مُسْلِمَانِ
کافروں کے ساتھ تشبہ اور مشابہت سے منع فرماتا ہے کہ اخلاق و عادات اور لباس اور معاشرت میں ان کے مشابہ نہ بنیں۔ حق تعالیٰ نے آل آیت میں یہ نہیں فرمایا کہ تم کافر نہ بنو بلکہ یہ فرمایا کہ تم کافروں کے مشابہ نہ بنو کافر ہونا اور چیز ہے اور کافر کے مشابہ بننا اور چیز ہے اور بائس بننا اور چیز ہے اور ادبائشوں کے مشابہ اور ہم شکل اور ہمرنگ ہو جانا اور چیز ہے۔

اور حدیث میں ہے من تشبه بقوم فهو منهم رواہ ابو داؤد عن ابن عمر و الطبرانی عن حذیفۃ جو شخص کسی قوم کے مشابہ بنتا ہے پس وہ شخص انہی میں سے شمار ہوگا جیسے پاکستان کا کوئی فوجی سپاہی۔ بھارت کے فوجی سپاہی کی وردی پہن لے تو اگر مسلمان سپاہی اس کے گولی مار دے تو جرم نہ ہوگا۔ یا کوئی افسر سرکاری دفتر سے پاکستانی جھنڈا اتار کر بھارت کا جھنڈا اس پر لہرا دے تو اسی وقت قابل معزولی ہوگا اور اگر وہ افسر یہ تقریر کرنے لگے کہ میں نے صرف ایک پکڑے کا ٹکڑا اور نکرہ کی ایک ڈنڈا ہی بدل دیا ہے اس کا کیا مضائقہ ہے اس سے یہ کیسے ثابت ہوا کہ میں حکومت پاکستان کا مخالف ہوں تو کیا حکومت کے نزدیک اس افسر کی یہ تقریر دہلیز پر اس کو معزولی سے بچا سکے گی۔

اسی طرح سمجھو کہ احکم الحاکمین یہ حکم دیتا ہے کہ جن کو ہم نے اپنی کتاب (قرآن) میں مغضوب اور ملعون اور مکراہ قرار دیا ہے ان کے تشبہ سے ہم ہیز و جبریت ہے کہ مجاری اور فانی حکومت میں تو دشمنان حکومت کا تشبہ۔ بالاتفاق قبیح اور ممنوع ہو اور احکم الحاکمین کے دشمنوں سے تشبہ کا جب ذکر آئے تو اس کو تنگ نظری سمجھیں۔ بلکہ دشمنوں کے ساتھ تشبہ کی ممانعت اور قباحت کا مسئلہ کافروں کے نزدیک بھی مسلم ہے بھارت کے کسی سپاہی یا فوجی افسر کی یہ مجال نہیں کہ وہ مسلمانوں کا سالباں اختیار کرے اور علی ہذا کسی یورپین حکومت کے وزیر یا افسر کی یہ مجال نہیں کہ وہ جہت اور دستار و جہن کر اجلاس کر کے نہ معلوم ان مغرب زدہ

ذہنیتوں کی غیرت کہاں چلی گئی خوب سمجھ لو کہ اپنے مذہبی اور قومی شعار اور امتیاز کو چھوڑ کر غیر قوم کے شعار اور امتیاز کو اختیار کرنا اقل تو یہ غیرت کے خلاف ہے دہم یہ کہ غیروں کا تشبہ عملی طور اپنی کمزری اور دوسری قوم کی برتری کے اقرار اور اعتراف کے مرادف ہے دنیا کا طریق ہے کہ ادنیٰ اعلیٰ کے اتباع کو اپنے لیے عزت و فخر سمجھتا ہے اور پھر رفتہ رفتہ اپنے مذہبی اور قومی لباس کو اور اس لباس کے پہننے والوں کو ذلت اور حقارت کی نظروں سے دیکھنے لگتا ہے اور پھر رفتہ رفتہ مذہب اور اہل مذہب ہی سے متنفر اور بیزار ہو جاتا ہے۔ یہ فرنگی کے ہمرنگی کے عشق کی آخری منزل ہے اس منزل پر پہنچ کر دین اور اہل دین سے تعلق ختم ہو جاتا ہے دعویٰ اسلام کا ہے اور ولدادہ ہی مغربی تمدن اور معاشرہ کے۔

زاحداً تسبیح میں زرار کا ڈورانہ ڈال

یا برہمن کی طرف ہو یا مسلمان کی طرف

ف (۲۱) حق تعالیٰ نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ عقل اور فراست عطا کی تھی جو تمام عالم کی عقل سے بالا اور اعلیٰ تھی اور آپ کو کسی کے مشورہ کی حاجت نہ تھی اور پھر نزول وحی کی وجہ سے آپؐ بالکلیہ مشورہ سے مستغنی تھے پس وَشَاوِزْ هُمْ فِي الْأُمُورِ کے حکم سے مقصود امت کی تعلیم ہے کہ امت میں مشورہ کا طریقہ جاری ہو کہ جو دینی اور دنیوی امر ایسا پیش آئے جس کے بارہ میں کوئی حکم خداوندی منصوص نہ ہو تو اس کے بارہ میں ایسے لوگوں سے مشورہ کیا جائے جو کہ مشورہ کے اہل ہوں اور جن کی رائے اور عقل عقلاً کے نزدیک قابل وثوق اور اعتماد ہو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ آیت مشورہ میں فَاذْاَعُرْهُمْ سے کیا مراد ہے تو آپ نے فرمایا اہل رائے سے مشورہ کرنا اور پھر ان کا اتباع کرنا مراد ہے۔

روی ابن مردودہ عن علی بن ابی طالب قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن العزم قال مشاورۃ اهل الراي ثم اتبعوا عہم۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۱۶۰)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آیت میں جو مشورہ کا حکم مذکور ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہر کس و ناکس سے مشورہ کر لیا کریں بلکہ مطلب یہ ہے کہ جس امر کا حکم شریعت میں منصوص نہ ہو یا تعارض اولہ کی وجہ سے اس میں کسی قسم کا اجمال اور غفاد پیدا ہو گیا ہو تو اہل الراي اور اصحاب الراي سے مشورہ کریں اور اس کا اتباع کریں۔

ف (۳۸) اصطلاح علماء میں اہل الراي کا لفظ زیادہ تر امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب کے لیے مستعمل ہوتا ہے۔ عجیب نہیں کہ اس تفسیر میں اسی طرف اشارہ ہو۔

مشورہ کی حقیقت | لفظ مشورہ اور لفظ شورٰی عربی زبان میں شُرْتُ الْفَعْلِ شَوْرًا سے ماخوذ ہے جس کے معنی چھتہ میں سے شہد نکالنے کے ہیں گویا کہ مجلس شورٰی

بمنزلہ شہد کے چھتہ کے ہے جس سے مقصود ایسی عمدہ رائے کا معلوم کرنا ہے جو عمدگی اور شیرینی میں بمنزلہ شہد کے ہو اور جس طرح شہد شفاء امراض کا کام دیتا ہے اسی طرح یہ عمدہ رائے بھی مشکلات اور مہلکات میں شفاء کا کام دے اور ندامت اور حسرت اور پریشانی اور پشیمانی سے عافیت دے حدیث میں ہے۔

المشورة حصن من الدمامة وامان من الملامة (كتاب ادب الدنيا والدين ص ۲۱)
مشورہ ندامت سے محفوظ رہنے کا ایک قلعہ ہے اور ملامت سے امن ہے۔

مشورہ کے فوائد | مشورہ کا فائدہ یہ ہے کہ مسئلہ کے تمام پہلو روشن ہو جائیں گے اور اطراف و جوانب کی چھوٹی اور بڑی چیزیں نمودار ہو جائیں گی مجلس مشاورت میں

کوئی ذی رائے اور ہوشیار زیادہ ہوگا اور کوئی صاحب تدبیر اور تجربہ کار زیادہ ہوگا کوئی شخص کتنا ہی عاقل اور ہوشیار کیوں نہ ہو مگر میدان کارزار کا تجربہ کار نہ ہو تو جتنی امور میں تنہا اس کا مشورہ ناقص ہوگا بہتر یہ ہوگا کہ عقل اور تجربہ دونوں ہی سے مشورہ کر کے جنگ شروع کی جائے کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

الرأى كالليل مسود جوا نبه والليل لا ينجلى الا باصباح
رائے مثل شب دیجور کے ہے کہ جس کے تمام اطراف سیاہ اور تاریک ہیں اور رات کا اندھیرا بغیر صبح کی روشنی کے زائل نہیں ہو سکتا۔

فاضمم مصابيح آراء الرجال الى مصباح رأيك تزداد ضوء مصباح
پس لوگوں کے رایوں کے چراغوں کی روشنیوں کو اپنی رائے کے چراغ کی روشنی کے ساتھ ملا لے تاکہ تیرے چراغ کی روشنی بڑھ جائے۔

مطلب یہ ہے کہ ایک چراغ کی روشنی کم ہوتی ہے اور بہت سے چراغ مل کر روشنی خوب ہو جاتی ہے اور کوئی چیز تاریکی اور اشتباہ میں نہیں رہنے پاتی بہت سے چراغوں کی روشنی تیز بھی ہوگی اور دور تک بھی پہنچے گی مگر شرط یہ ہے کہ عقل کے چراغ کو اخلاص اور تقویٰ اور امانت اور دیانت کے تیل سے روشن کیا جائے لیکن اگر خدا خواستہ کسی چراغ میں خود غرہ اور حسد اور پارٹی بندی کے تیل کا کوئی قطرہ بھی شامل ہو گیا تو اس چراغ میں سے سوائے دھوئیں کے اور کیا نمودار ہوگا۔ دھوئیں کے تاریکی کے علاوہ اس کی بدبو عظیمہ تکلیف دہ ہوگی۔ کسی بیخ کا قول ہے۔

من حق العاقل ان يعيّن الى رايه
آراء العقلاء ويجمع الى عقده مقول
الحكماء فان الرأس الغدّ رُبما عزل
والعقل الفرد ربما ضل
عاقل کا فرض یہ ہے کہ اپنی رائے کے ساتھ اور عقلمند کی رائے کو بھی ملا لے اور اپنی عقل کے ساتھ حکماء کی عقلوں کو جمع کر لے کیونکہ تنہا رائے بسا اوقات لغزش کھاتی ہے۔

(ادب الدنيا والدين ص ۲۷)
اور تنہا عقل بسا اوقات گمراہ ہوتی ہے۔
اور حکمت کے بکھرے ہوئے کوئیوں میں سے ایک ہوتی ہے۔
المشاورة راحة لك وتغيب على
غيبك (ادب الدنيا والدين ص ۲۸)
کسی عاقل کا قول ہے۔

اذا اشكت عليك الامور
وتغير لك الجمهور
فارجع الى رأى العقلاء
وافزع الى استشارة
العلماء ولا تأنف من
الاسترشاد ولا تستكف
من الاستمداد فلان تسأل
تسلم خير لك من ان تتبد
وتندم۔

(ادب الدنيا والدين ص ۲۹)
وصف رجل عضد الدولة
فقال له وجه فيه الف
عين وضم فيه الف
لسان وصد فيه الف قلب۔
مطلب یہ ہے کہ عضد الدولہ باوجود دانشمند اور زیرک ہونے کے تنہا اپنی رائے سے کوئی کام
نہیں کرتا بلکہ ہزار عاقلوں کے مشورہ سے کام کرتا ہے گویا کہ ہزار دلوں اور ہزار آنکھوں اور ہزار زبانوں سے
سوچتا اور دیکھتا اور بولتا ہے۔
کسی حکیم اور دانا کا قول ہے۔

مطلب یہ ہے کہ عضد الدولہ باوجود دانشمند اور زیرک ہونے کے تنہا اپنی رائے سے کوئی کام
نہیں کرتا بلکہ ہزار عاقلوں کے مشورہ سے کام کرتا ہے گویا کہ ہزار دلوں اور ہزار آنکھوں اور ہزار زبانوں سے
سوچتا اور دیکھتا اور بولتا ہے۔
کسی حکیم اور دانا کا قول ہے۔

كل شيء يحتاج الى العقل والعقل
يحتاج الى التجارب ولذلك قيل الايام
تهدتك للثمن الاستار الكامنة
(ادب الدنيا والدين ص ۳۰)
ہر چیز محتاج عقل ہے اور عقل محتاج ہے
تجربوں کی اس وجہ کہا گیا ہے کہ زمانہ کے
تجربے پوشیدہ چیزوں کے پردے
اٹھا دیتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ عقل فطری کے ساتھ تجربہ کا شامل ہونا ضروری ہے اس لیے کہ تجربوں کی کوئی حد اور نہایت اور غایت نہیں عقل فقط ممکنات کا ادراک کر سکتی ہے واقعات کا احاطہ نہیں کر سکتی اس لیے مشورہ جب مکمل ہوگا جبکہ عقل کے ساتھ تجربہ بھی ہو۔

اہلیت مشورہ

یعنی کون لوگ مشورہ کے اہل ہیں جن سے مشورہ لیا جائے

قاضی ابوالحسن بصری ماروردیؒ ادب الدنیا والدین صحت میں فرماتے ہیں مشورہ کا اہل وہی شخص ہو سکتا ہے جس میں یہ پانچ غصلیں اور پانچ صفیں موجود ہوں۔
۱۔ عقل کامل کے ساتھ تجربہ بھی رکھتا ہو۔ کثرت تجارت سے عقل اور فکر درست ہو جاتا ہے۔ حدیث میں ہے۔

استرشدوا والعاقل ترشدوا
ولا تعصوا فتندموا۔
رواہ الخطیب عن ابی ہریرۃ
(فیض القدیر ص ۱۶۹)
رشد اور ہدایت اگر مطلوب ہے تو
عاقل کامل سے مشورہ کرو۔ صواب کو
پہنچو گے اور عاقل کی نافرمانی نہ کرنا کچھ آؤ
گے۔

شیخ عبدالرؤف مناویؒ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت سے مشورہ نہ کرے اس لیے کہ حضور پُر نورؐ کا حکم یہ ہے کہ مشورہ کامل العقل سے کرو اور حدیث میں ہے کہ عورتیں ناقصات العقل والذین ہیں یعنی عورتوں کی عقل بھی ناقص اور ذین بھی ناقص ہے۔ اور حضرت عمرؓ کا فرمان ہے۔

خالفوا النساء فان فی خلافتھن
الہرکۃ (فیض القدیر ص ۱۶۹)
بلکہ حکماء کا قول ہے۔
عورتوں کا خلاف کرو ان کے خلاف
میں برکت ہے۔

لا تستشیروا القعود مع النساء
عورتوں کے پاس زیادہ بیٹھنے والے شخص
سے بھی مشورہ مت کرو۔

۲۔ دوسری غصلت جس کا مشیر میں ہونا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ مشیر دین دار اور متقی اور پرہیزگار
ہو اس لیے کہ جو شخص دیندار اور پرہیزگار نہ ہو اس کے مشورہ کا کیا اعتبار۔
حدیث میں ہے۔

من اراد اصرافشا ورفیه امروہ
مسلمہ و فقہ اللہ لا رشدا مورا
رواہ الطبرانی عن ابن عباس
(فیض القدیر ص ۵ ج ۶)

جو شخص کسی کام کا ارادہ کرے اور پھر
وہ کسی بچے اور بچے مسلمان یعنی مستحق اور
پرہیزگار سے مشورہ کرے تو تو فیق خداوندی
اُس کو بہترین امور کی طرف لے جائے گی۔

۳۔ تیسری خصلت جو مشیر میں ہونی چاہیے وہ یہ ہے کہ مشورہ دینے والا محب ناصح ہو یعنی خیر خواہ
اور ہمدرد ہو اور اس کا دل حسد اور کینہ اور بغض اور عداوت سے پاک ہو محبت اور ہمدردی
اور خیر خواہی ہی صحیح مشورہ کا باعث بن سکتی ہیں بخلاف عاصد اور کینہ ور کے کہ اُس کا مشورہ
تو ستم قاتل ہو گا اسی بنا پر بعض حکماء کا قول ہے۔

لا تشاور الا المحازم غیر المحسود
واللبیب غیر الحقود وایاک
ومشاورة النساء فان
لایمن الے الا فن وعزمین
الے السون۔

مت مشورہ کرنا گمراہی سے ڈرے اور
محتاج سے جو عاصد نہ ہو اور ایسے عاقل
اور دانشمند سے جو کینہ ور نہ ہو اور عورتوں
کے مشورہ سے پرہیز کرنا کیونکہ ان کی رائے
کامیابان فساد کی طرف ہوتا ہے اور ان کا

(ادب الدنیا والدین ص ۱۸)
عزم سستی اور کمزوری کی جانب ہوتا ہے
اور علیٰ ہذا اگر مشیر متعدد ہوں (جیسا کہ آج کل کی اہل اُتوان میں یہ ضروری ہو گا کہ اسبلی کے افراد باہمی
حسد اور تنافس سے خالی ہوں ورنہ اسبلی۔ مجلس مشاورت نہ ہوگی بلکہ مجلس منازعت اور مخالفت
ہوگی۔ لوگ تماشہ دیکھ کر واپس ہو جائیں گے۔

۴۔ چوتھی خصلت یہ ہے کہ مشورہ دینے والا کسی فکر اور پریشانی میں مبتلا نہ ہو اس لیے کہ
جو شخص ہجوم و غم کا شکار ہو اور پریشانیوں میں مبتلا ہو اس کا قلب اور دماغ صحیح نہ ہو گا۔
اس لیے وہ صحیح مشورہ نہیں دے سکتا۔

۵۔ پانچویں خصلت یہ ہے کہ جس امر میں مشورہ لیا جا رہا ہے اُس سے مشیر کی کوئی نفسانی خواہش
اور غرض مضمر متعلق نہ ہو خود غرض کا کوئی مشورہ قابل اعتبار نہیں ہے جو غرض آمد پر ہنر پوشیدہ شدہ
ہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں ماں باپ کی شہادت اولاد کے حق میں۔ اور زوجین کی شہادت ایک
دوسرے کے حق میں۔ اور غلام کی شہادت آقا کے حق میں معتبر نہیں مانی گئی کیونکہ اغراض اور
منافع ماہم مشترک ہیں۔ یہ شہادت خود غرضی کے شائبہ سے خالی نہیں اس لیے معتبر نہیں۔

وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَغُلَّ ط وَمَنْ يَغْلُلْ يَأْتِ

اور نبی کا کام نہیں کہ کچھ چھپا رکھے ، اور جو کچھ چھپا دے گا وہ

بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَمَةِ ثُمَّ تَوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَّا

لاوے گا اپنا پھایا دن قیامت کے ۔ پھر پورا پاوے گا ہر کوئی اپنا

كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿١٦١﴾ أَفَمِنْ أَتْبَعِ رِضْوَانٍ

کمایا اور ان پر ظلم نہ ہو گا ۔ کیا ایک شخص جو تابع ہے ۔

اللَّهُ كَمَنْ بَاءَ يَسْخَطُ مِنَ اللَّهِ وَمَا لَهُ جَهَنَّمُ

اللہ کی مرضی کا ، برابر اس کے جو کمالا یا غصہ اللہ کا اور اس کا ٹھکانا دوزخ ۔

وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿١٦٢﴾ هُمْ دَرَجَتٌ عِنْدَ اللَّهِ ط

اور کیا بُری جگہ پہنچا ۔ ۔ لوگ کئی درجے ہیں اللہ کے ہاں اور

اللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ﴿١٦٣﴾ لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى

اللہ دیکھتا ہے جو کرتے ہیں ۔ ۔ اللہ نے احسان کیا ایمان والوں

الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ

پر ، جو بھیجا ان میں رسول انہی میں کا ، پڑھتا ہے ان پر

يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ

آیتیں اس کی اور سنارتا ہے ان کو اور سکھاتا ہے ان کو

وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ

کتاب اور کام کی بات ۔ اور وہ تو پہلے سے صریح گمراہ

مُبِينٌ ﴿١٦٤﴾

تھے ،

بیان نزہت منصب نبوت از شاہ و واہمہ خیانت

قُلْ تَعَالَىٰ وَمَا كَانَ لِنَبِيِّ أَنْ يَقُولَ ... اَللّٰہ ... وَانْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝
اس آیت میں حق جل شانہ نے یہ بیان فرمایا کہ نبی کی یہ شان نہیں کہ وہ ذرہ برابر بھی خیانت کرے
منصب نبوت کے ساتھ خیانت جمع نہیں ہو سکتی۔ لہذا لوگوں کو چاہیے کہ نبی کی عظمت و حرمت اور عصمت
امانت کو مستحضر رکھیں اور کوئی لفظ زبان سے ایسا نہ نکالیں جو منصب نبوت کے خلاف ہو۔
اس آیت کے شان نزول میں مختلف روایتیں آئی ہیں۔

۱۔ ابو داؤد اور ترمذی وغیرہ میں ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ بدر کے دن غنیمت میں سے
ایک مرغ چادر گم ہو گئی اس پر کسی شخص نے کہا کہ شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لے
لی ہوگی۔ یہ کہنے والا کوئی منافق تھا جیسا کہ بعض روایات میں خود ابن عباسؓ سے منقول ہے۔
(تفسیر ابن کثیر) اس کی تردید میں یہ آیت نازل ہوئی کہ نبیؐ سے کسی قسم کی خیانت کا صدور ناممکن
اور محال ہے کیونکہ نبوت کا دار و مدار صدق اور امانت پر ہے۔

۲۔ بعض روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیات غزوہ اُحد کے متعلق نازل ہوئیں۔ کبھی اور مواقع کا
قول ہے کہ اُحد کے دن جن تیر اندازوں کو گھائی پر متعین کیا تھا وہ اپنی متعینہ جگہ کو چھوڑ کر نیچے اتر آئے
اور ان میں سے کسی کو اندیشہ یہ ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوج میں یہ حکم صادر
فرمائیں کہ کفار سے جوشی جس کے ہاتھ لگے اسی کی ہے اور مال غنیمت کو آپ تقسیم نفرائیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ نبیؐ
کے لیے یہ لائق نہیں کہ وہ تقسیم غنیمت میں خیانت کرے کہ بعض کو دے اور بعض کو نہ دے۔

پس اس روایت کی بنا پر بعض مستحقین کو مال غنیمت کے حصہ سے محروم کرنے کو مبا لغۃ
غلول اور خیانت سے تعبیر کیا گیا ہے کہ مال غنیمت کو مستحقین پر بلا بر نہ تقسیم کرنا یہ بھی ایک قسم کی خیانت
ہے جس سے اللہ کا نبی پاک اور منزہ ہوتا ہے۔

بعض علماء نے پہلی روایت کے مقابلہ میں اس روایت کو ترجیح دی ہے کہ ما قبل اور ما بعد
کی تمام آیتیں واقعہ اُحد ہی کے متعلق ہیں لہذا سیاق کلام کا مقتضی یہ ہے کہ یہ آیت بھی واقعہ
اُحد ہی کے متعلق ہونی چاہیئے۔

بہر حال آیت غزوہ اُحد سے متعلق ہو یا غزوہ بدر سے مقصود ایک بیعوانی پر تنبیہ کرنا ہے
گزشتہ آیات میں جنگ اُحد کی ایک کوتاہی کو بیان فرمایا۔ اب اس آیت میں جنگ بدر کی ایک کوتاہی
کو یاد دلایا۔ اور یہ بتلادیا کہ منصب نبوت کے ساتھ خیانت جمع نہیں ہو سکتی نبی خدا کا امین ہوتا ہے
اور اللہ کا محترم بندہ ہوتا ہے اور ہر حال میں اس کی مرضی کے تابع ہوتا ہے شاہ ولی اللہ قدس اللہ سرہ

کہتے ہیں۔

مترجم گوید ہوں حضرت صلی اللہ	مترجم کہتا ہے کہ چونکہ مال غنیمت میں تصرف
علیہ وسلم متصرف بودند در	اور اس کا انتظام آں حضرت صلی اللہ علیہ
غنیمت ایں آیت نازل شد	وسلم کے سپرد تھا اس لیے من جانب اللہ
تا کہے گمان خیانت نکند	یہ آیت نازل ہوئی تاکہ کوئی شخص آپ
:- :- :-	کی نسبت خیانت کا شبہ اور گمان بھی نہ
:- :- :-	کر سکے۔

نیز چونکہ سلسلہ کلام جہاد سے متعلق ہے اس لیے درمیان میں مال غنیمت کے متعلق ایک حکم بیان فرمادیا چنانچہ فرماتے ہیں اور کسی نبی کی یہ شان نہیں کہ وہ کوئی چیز چھپا کر رکھے یا کسی قسم کی کوئی ادنیٰ اسے ادنیٰ خیانت کرے۔ منصب نبوت کے ساتھ خیانت جمع نہیں ہو سکتی اور جس کو اللہ تعالیٰ نے بلند مرتبہ بنایا ہو اس سے ذلت اور فقیحت کے کام کا صدور اور ظہور ناممکن ہے کیونکہ جو شخص خیانت کرے گا وہ قیامت کے دن اس خیانت کو اپنے سر پر اٹھا کر لائے گا تاکہ میدان حشر میں ذلیل اور رسوا ہو۔ اور اللہ کا نبی ہر قسم کی ذلت اور فقیحت سے پاک اور منزہ ہوتا ہے احادیث میں یہ مضمون بکثرت آیا ہے کہ جس نے جو چیز چھپائی ہوگی وہ قیامت کے دن میدان حشر میں اس حالت میں حاضر ہوگا کہ وہ چیز اُس کی گردن پر سوار ہوگی کسی کی گردن پر اونٹ سوار ہوگا اور کسی کی گردن پر گھوڑا وغیرہ ذلک۔ ابن ابی ماتم نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پر اس حدیث کے متعلق یہ اشکال پیش کیا کہ جس شخص نے سویا دو سو اونٹوں کی خیانت کی وہ اتنے اونٹ اپنی گردن پر کیسے اٹھائے گا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ جس شخص کی ایک ڈاڑھ جبل احد کے برابر ہوگی وہ اتنے سارے اونٹوں کو بھی اٹھا سکے گا۔ حضرت ابو ہریرہ کا یہ جواب محض سائل کی تشفی اور اطمینان کے لیے تھا ورنہ خدا کی قدرت کے لیے بدن کے بڑے ہونے کی بھی ضرورت نہیں۔ اس زمانہ میں چھوٹے سے جڑ ثقیل کے آکر سے بڑے بڑے بحری جہاز اور اٹھا لیے جاتے ہیں یہ تو ایک ضعیف البنیان انسان کی قدرت کا حال ہے تو قادر مطلق اور توانائے برحق کی قدرت و طاقت کا کیا پوچھنا۔ پھر خائن کی اس ذلت و فقیحت پر معاملہ ختم نہ ہو جائے گا بلکہ اُس کو خیانت کی پوری پوری سزا ملے گی اس لیے کہ قیامت کے دن ہر نفس کو اُس چیز کی جو اس نے کیا ہے پوری پوری جزا دی جائے گی خاص کر حقوق العباد میں اور ان پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا مطلب یہ ہے کہ اول لوگوں کی بد اعمالیوں اور خیانتوں کو ظاہر کریں گے اور اس کے بعد اُن کو اُن کے اعمال کی جزا دی جائے گی غرض یہ کہ خائنین قیامت کے دن اللہ کے مغضوب اور معتب ہوں گے اور ذلیل و خوار ہوں گے اور حضرات انبیاء کرام حق تعالیٰ کے من کل الوجہ پسندیدہ اور برگزیدہ بندے ہیں اور مصطفین الاخیار اور مرتضین الابراہ

کے مصداق ہیں اور جن کا ظاہر و باطن ہر حال میں اللہ کی مرضی کے تابع ہے وہ قیامت کے دن سر بلند ہوں گے اور ہر قسم کی ندامت و پشیمانی سے بالکل بیامون اور محفوظ ہوں گے جیسا کہ آگے ارشاد ہے کیا پس ایسا شخص جو اللہ کی خوشنودی اور رضامندی کا تابع اور پیرو ہو چکا ہو ایسا شخص معاذ اللہ کیا کسی قسم کی خیانت کر کے اس شخص کے مانند اور برابر ہو سکتا ہے جس نے خیانت کر کے اللہ کے غصہ کو کمایا ہو اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہو اور کیا ہی بُری جگہ ہے جو اُن لوگوں کے لیے بنائی گئی ہے جو خدا تعالیٰ کے مغضوب ہیں نہ ان لوگوں کے لیے جو رضا رحن کے تابع ہوں لوگوں کے درجات اور مراتب مختلف ہیں کوئی ادنیٰ اور کوئی اعلیٰ۔ کوئی اعلیٰ علیین میں اور کوئی قُدرِ سبعین میں اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے اعمال کو دیکھنے والے ہیں۔ عمل کے مطابق جزاء اور سزا ملے گی۔ آگے ارشاد فرماتے ہیں کہ نبی سے خیانت کا صدور اور ظہور اس وجہ سے بھی ناممکن ہے کہ خیانت تو ایک بلا اور مصیبت ہے اور نبی کا وجود حق تعالیٰ کی مَنّتِ عظمیٰ اور نعمتِ کبریٰ ہے اس لیے حق تعالیٰ آئندہ آیت میں اپنے احسان کو جتاتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف بیان فرماتے ہیں تاکہ لوگ اس نعمت کی قدر کریں اور آپ کی عظمت و حرمت کا پورا پورا لحاظ رکھیں اور دل میں ایسی چیز کا دوسوہ بھی نہ آنے دیں جو حضور پر نور کی شان رفیع کے شایان شان نہ ہو۔ تحقیق اللہ تعالیٰ نے بلاشبہ ایمان والوں پر بڑا احسان فرمایا کہ اُن میں انہی کی جنس سے ایک عظیم الشان رسول بھیجا جو انہیں اللہ کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے جن کے انوار و برکات سے دل کی ظلمات دور ہوتی ہیں اور پھر وہ رسول اپنے فیضِ صحبت اور باطنی توجہ سے اُن کو کفر اور شرک کی نجات اور نفسانی آلائشوں سے پاک اور صاف کرتا ہے اور دلوں کو ناجح کر صیقل بنا دیتا ہے اور ان کو کتاب الہی کی تعلیم دیتا ہے یعنی قرآن کریم کے غوامض اور مشکلات کو حل کرتا ہے اور صحابہ کرام کو آیت کے متعلق اگر کوئی شبہ پیش آتا ہے تو اس کا ازالہ فرما دیتے ہیں۔ جیسا کہ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوا وَلَمْ یَلْبِسُوْا رَایِمًا مِّنْهُمْ بِظُلْمٍ کے متعلق صحابہ کو جب شبہ پیش آیا تو اس کا ازالہ فرما دیا کہ آیت میں ظلم سے مطلق مصیبت مراد نہیں بلکہ شرک مراد ہے اور یہ آیت تلاوت فرمائی اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ۔ اور اس قسم کے لیے بے شمار نظائر احادیث نبویہ میں موجود ہیں اور حکمت اور دانائی کی باتوں کی اُن کو تعلیم دیتا ہے اور اس تعلیم کا عجب حال ہے کہ جس سے عرب کے جاہل اور لٹھے ایسے حکیم اور دانابے کے سارے عالم کے معلم بن گئے اور جن کی حکمت اور دانائی نے حکماءِ یونان اور فلاسفہ عالم کو نیچا دکھا دیا اور تحقیق یہ لوگ جو آپ کی تعلیم و تربیت سے حکیم اور دانابے آپ کی کفایت برداری سے پہلے صریح گمراہی میں مبتلا تھے پس کیا جس رسول کی تعلیم و تربیت نے جاہلوں کو حکیم بنا دیا ہو اور گندوں کو انسانی آلائشوں سے پاک اور صاف کر دیا ہو کیا اُس سے کسی قسم کی خیانت کا صدور ممکن ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

درفشانی نے تری قطروں کو دریا کر دیا ۔۔۔ دل کو روشن کر دیا آنکھوں کو بینا کر دیا

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی ہو گئے ۔ کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا۔
ف اس آیت کے اکثر الفاظ پارہ اول کے اخیر میں اور پارہ دوم کے اول میں گزر چکے ہیں وہاں ان کی تفسیر دیکھ لی جائے۔ خلاصہ کلام یہ کہ نادانوں میں ایسا دانا پیدا کرنا جو ان کو دانائی سکھائے اور ان پر بڑھوں کو کتاب پڑھنا سکھائے اور ظاہری اور باطنی ناپاکی اُن سے دور کرے اور گمراہوں کو ہدایت کرے یہ اللہ تعالیٰ کا بہت ہی بڑا احسان ہے کہ اس نے اس امت کے لیے ایسے نبی کو مبعوث کیا۔

آفتاب آمد دیسل آفتاب
 گر دیلے باید از دے رومتاب

أَوَلَمَّْا أَصَابَتْكُمْ مُصِيبَةٌ قَدْ أَصَبْتُمْ

کیا جس وقت تم کو پہنچی ایک تکلیف کہ تم پہنچا چکے ہو اس کے

مِثْلِيهَا قُلْتُمْ أَتَىٰ هَذَا قُلٌّ هُوَ مِنْ عِنْدِ

دو برابر، کہتے ہو یہ کہاں سے آئی؟ تو کہہ یہ آئی تم کو اپنی

أَنفُسِكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۱۶۰﴾ وَمَا

طرف سے۔ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور جو

أَصَابَكُمْ يَوْمَ التَّتَقَى الْجَمْعَيْنِ فَبِإِذْنِ اللَّهِ وَلِيَعْلَمَ

کچھ تم کو سامنے آیا جس دن بھڑکیں دونوں فوجیں سو اللہ کے علم سے، اور

الْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۶۱﴾ وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ نَافَقُوا ۖ وَقِيلَ لَهُمْ

اس واسطے کہ معلوم کرے ایمان والوں کو۔ اور تا معلوم کرے ان کو جو منافق تھے۔ اور کہا اُن کو کہ

تَعَالَوْا قَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ ادْفَعُوا قَالُوا

آؤ لڑو اللہ کی راہ میں، یا دفع کرو دشمن، بولے

لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَا تَبْعَنَكُمْ هُمْ لِيَكْفُرَ يَوْمَئِذٍ

ہم کو معلوم ہو لڑائی تو تمہارا ساتھ کریں۔ وہ لوگ اس دن کفر کی طرف

أَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْإِيمَانِ يَقُولُونَ بِأَفْوَاهِهِمْ مَا

نزدیک ہیں ایمان سے۔ کہتے ہیں اپنے من سے جو

لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ ﴿١٩٦﴾

ہیں ان کے دل میں۔ اور اللہ خوب جانتا ہے جو چھپاتے ہیں۔

الَّذِينَ قَالُوا إِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوا لَوْ أَطَاعُونَا مَا

وہ جو کہتے ہیں اپنے بھائیوں کو اور آپ بیٹھ رہے ہیں، اگر وہ ہماری بات

قَتَلُوا قُلُوبًا فَادْرَأُوا عَنْ أَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ إِنْ

مانتے تو مار دیتے، تو کہہ اب ہٹا دیجو اپنے اوپر سے موت، اگر

كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿١٩٨﴾

تم سچے ہو۔

ازالہ حسرت ہزیمت از دوستاں

جواب شبہ دشمنان

قال تعالى أَوْ لَعَنَّا أَسَايُكُمْ مُصِيبَةً قَدْ أَصَبْتُمْ مِثْلَهَا... لے... إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ۔ پہلے سے اُحد کا قصہ چلا آرہا ہے درمیان میں صحابہ سے جو کوتاہی ہوئی اس پر تنبیہ فرمائی۔ اب پھر قصہ اُحد کی طرف عود فرماتے ہیں جس سے مقصود مسلمانوں کی ایک حسرت کو زائل کرنا ہے اور منافقوں کے ایک شبہ کا جواب دینا ہے بعض مسلمانوں کو یہ خیال ہوا کہ دین اسلام دین حق ہے اور خدا کا رسول ہمارے ساتھ ہے اور ہم دین حق کی حمایت میں جہاد کر رہے ہیں اور کفار کفر اور شرک کی حمایت میں لڑ رہے ہیں تو انہوں نے ہم پر کیسے فتح پائی۔

اور منافقوں نے یہ کہا کہ اگر آپ سچے نہیں ہیں تو اُحد میں آپ کو شکست کیوں ہوئی چنانچہ فرماتے ہیں۔ کیا جس وقت اُحد میں تم کو ایسی مصیبت پہنچی جو بدر میں اس سے پہلے تم اپنے دشمنوں کو اس کا دو چند پہنچا چکے ہو تو تم بطور تعجب و بطور اعتراض یہ کہنے لگے کہ یہ مصیبت کہاں سے آئی یعنی جنگ اُحد

میں اگر تمہارے ستر آدمی شہید ہو گئے تو جنگ بدر میں ان کے ستر آدمی مارے گئے اور ستر تمہارے ہاتھ قید ہوئے اور قیدی بھی مقتول کے برابر ہی ہوتا ہے تو ایسی حالت میں اپنی نصف مصیبت کا شکوہ کرنا اور بدول ہونا مناسب نہیں آپ اُن کے جواب میں کہہ دیجئے کہ یہ ساری مصیبت تمہاری طرف سے آئی یعنی تم خود ہی اس مصیبت کا سبب بنے ہو قصور تمہارا ہے کہ خلاف حکم تم اپنی معین جگہ چھوڑ کر وہ سے نیچے اترے یا قصور یہ ہے کہ تم نے بدر کے دن قیدیوں کو قتل کیوں نہ کیا۔ اور ان سے مال لے کر ان کو کیوں چھوڑ دیا اُس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت فرما دیا تھا کہ اگر تم کافروں کو فدیہ لے کر چھوڑتے ہو تو تم میں سے ستر آدمی آئندہ چل کر شہید ہوں گے لوگوں نے اس کو قبول کیا اور مال لے کر ان کو چھوڑا۔ لہذا اس وقت تم اُحد کی اس مصیبت کا کیوں شکوہ کرتے ہو یہ تمہاری قبول کردہ مصیبت ہے نیز یہ بھی احتمال ہے کہ اُحد کے دن ابتدائے جنگ میں مسلمانوں نے جتنے مشرکوں کو قتل کیا ہو ان کی تعداد اُحد کے مسلمان مقتولین سے دو چند ہو بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ جس کو جب چاہے غالب اور جب چاہے مغلوب کرے۔ اور جو تکلیف تمہیں اس دن پہنچی یعنی اُحد کے دن جس دن دو فوجیں بھڑکیں اور آپس میں لڑیں سو وہ تکلیف اللہ ہی کے حکم سے پہنچی۔ جس میں بے شمار حکمتیں اور مصلحتیں ہیں اور من جملہ بے شمار مصلحتوں کے ایک مصلحت یہ ہے تاکہ اللہ تعالیٰ مومنین کو جان لے یعنی اُن کے ایمان کو سب کے سامنے عیاں کر دے کہ ایمان والے ایسے ہوتے ہیں اور تاکہ معلوم کرے ان لوگوں کو جو منافق ہوئے یعنی ان کا نفاق لوگوں کو معلوم ہو جائے اور لوگ اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر لیں کہ منافق ایسے ہوتے ہیں۔

ف منافق اس شخص کو کہتے ہیں جو ظاہر میں مسلمان اور دل میں کافر ہو۔ ابن ابی ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ منافق نفاق سے مشتق ہے جس کے معنی سرنگ کے ہیں جس طرح انسان دشمن سے سرنگ میں جا کر چھپ جاتا ہے اسی طرح منافق مسلمانوں کے قتل و غارت سے بچنے کے لیے اسلام کے پردہ میں چھپ جاتا ہے۔

ابو عبیدہؓ کا قول یہ ہے کہ منافق ”نافقار“ سے مشتق ہے جنگلی چوہا اپنے بل کے دو دروازے رکھتا ہے ایک کا نام قاصعہ ہے اور دوسرے کا نام نافقار ہے جب کوئی اسے پکڑنا چاہتا ہے تو ایک دروازہ سے داخل ہوتا ہے اور دوسرے دروازہ سے نکل بھاگتا ہے۔

اسی طرح منافق ایک طرف سے اسلام کے دروازہ میں داخل ہوتا ہے دیکھنے والا سمجھتا ہے کہ اسی دروازہ میں داخل ہوا ہے اور درپردہ کفر کے دروازہ سے نکل کر بھاگ جاتا ہے۔ آگے ان منافقین کے نفاق کا حال بیان کرتے ہیں اور جب ان منافقین سے کہا گیا کہ اگر تم دعوتِ اسلام میں پیچھے ہو تو اللہ کی راہ میں لڑو اور اس کی راہ میں دین کے دشمنوں سے جانی بازی اور سرفروشی و کھلاؤ

یا کم از کم قوم یا وطن یا شہر سے دشمن کی مدافعت کرو یعنی اگر دین کی خاطر دین کے دشمنوں سے نہیں لڑتے تو آؤ قوم اور وطن اور اہل و عیال ہی کی خاطر دشمن کی مدافعت کرو کیونکہ اگر دشمن کامیاب ہو گا تو وہ پامال کرنے میں مومن اور کافر مخلص اور منافق کی کوئی تمیز نہ کرے گا سب کو ایک ہی گھاٹ اتارے گا۔ مقصود اس سے تمام محبت ہے کہ اگر خدا کے لیے اور خدا کے دین کے لیے نہیں لڑتے تو قوم اور وطن اور مال و منال اور اہل و عیال ہی کے لیے دشمن کی مدافعت میں حقہ لو۔

ف معلوم ہوا کہ جہاد وہ ہے جو صرف اللہ کے لیے اور اُس کے دین کی حمایت اور حفاظت کے لیے ہو اور جو محض قوم اور وطن کے لیے ہو وہ جہاد نہیں منافق ہونے کو اگر ہم واقع میں اس کو لڑائی جانتے تو ضرور تمہارے ساتھ ہوتے لیکن یہ تو کوئی لڑائی نہیں ایک طرف تو تین ہزار کا لشکر جڑا ہے اور ایک طرف ایک ہزار بے مرد سامان آدمی ہیں یہ کوئی جنگ نہیں بلکہ مفت میں اپنی جانوں کو ہلاکت میں ڈالنا ہے حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ اس دن بہ نسبت ایمان کے کفر کے زیادہ قریب تھے کیونکہ منافقین زبان سے دعویٰ اسلام کا کرتے تھے اور مسلمانوں کے ساتھ ملے بٹھے رہتے تھے لیکن آج کے دن اس جواب سے ان کے نفاق کی قلعی کھل گئی اس دن سے پہلے یہ لوگ اپنے کو مسلمان بتاتے تھے لیکن ظاہر میں اُن سے کوئی ایسی علامت ظاہر نہیں ہوئی تھی جو ان کے کفر و دھوکہ دہی کے آج کے دن اُن کے اس جواب سے ان کا چھپا ہوا کفر ظاہر ہو گیا یہ منافقین اپنے منہ سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں یعنی ان کا ظاہر و باطن یکساں نہیں زبان سے اسلام کا اظہار کرتے ہیں اور دل میں کافر ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے جو دل میں چھپائے ہوئے ہیں یعنی ان کے اندرونی کفر اور نفاق سے خوب واقف ہے۔ یہ منافق۔ وہ لوگ ہیں جو خود جہاد سے بیٹھے رہے اور اپنی برادری کے بھائیوں کی نسبت یعنی اُن انصارِ مدینہ کے حق میں جو جنگِ اُحد میں شہید ہوئے یہ کہنے لگے کہ اگر یہ لوگ ہمارا کہنا مانتے اور ہماری طرح گھروں میں بیٹھے رہتے تو نہ مارے جاتے جس طرح ہم قتل سے محفوظ رہے اسی طرح یہ بھی قتل سے محفوظ رہتے لے نبی کریم آپ ان کے جواب میں یہ کہہ دیجئے کہ تم اپنی ہی جانوں سے موت کو ہٹا دو اگر تم اپنے اس قول میں سچے ہو کہ پرہیز اور احتیاط سے انسان موت اور قتل سے بچ جاتا ہے موت ہو یا قتل ہو وقتِ مقرر سے کوئی چیز نہیں ٹلے کتنے ہی پہرے بٹھلا دو موت کو کوئی نہیں ٹال سکتا اب تم کو اختیار ہے کہ جی چاہے گھر میں بیٹھے بزدل کی موت مر جاؤ یا میدانِ جہاد میں خدا کی راہ میں جان بازی و سرِ فردوسی کرتے ہوئے عزت کی موت مرو۔ تاکہ دائمی حیات حاصل ہو جیسا کہ آئندہ میں ذکر آتا ہے۔

کہ وہ مردہ نہیں بلکہ وہ زندہ ہیں اور اُن کو سبائے اس حیات فانی کے ایک خاص قسم کی حیات جاودانی عطا کر دی گئی ہے جو عیش و تنعم میں اس دنیوی حیات سے کہیں بالا اور برتر ہے چنانچہ فرماتے ہیں اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے اُن کو ہرگز ہرگز مردہ گمان نہ کر بلکہ وہ زندہ ہیں اور اُن کی یہ حیات۔ دنیوی حیات سے کہیں بہتر اور برتر ہے کیونکہ وہ اپنے پروردگار کے نزدیک ہیں۔ جس خدا کے لیے جہاد میں انہوں نے جانیں دی ہیں اس کا قرب ان کو حاصل ہے اور ظاہر ہے کہ مقربین خداوندی کے حیات کے ساتھ اس دنیاوی حیات کو کیا نسبت پھر یہ کہ خدا کے پاس سے ان کو زندگی کی طرح رزق اور روزی دی جاتی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ رزق ہی بقا و حیات کا ذریعہ ہے پس جب اس دنیا کے فانی کار رزق آدمی کی حیات اور صحت اور قوت کا ایک سبب ہے تو اُس عالم کار رزق کس درجہ حیات میں حمد اور معاون ہوگا۔ رزق ملنا قیامت کے آنے پر موقوف نہیں ابھی سے ان کو رزق ملنا شروع ہو جاتا ہے پھر یہ کہ یہ شہداء نہایت خوش ہیں ان نعمتوں پر جو اُن کو اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے بلا واسطہ اور بلا محنت اور بلا مشقت اور بلا اُن کے کسب و کتاب کے اُن کو دی ہیں۔ دنیا کے رزق میں اول تو محنت اور مشقت ہے اور آخر میں سنے کے بعد یہ غم ہوتا ہے کہ شاید یہ رزق کہیں چھین نہ جائے۔ اور شہداء رکوع اللہ کے پاس سے جو رزق ملتا ہے اول تو اس میں اسباب و وسائل کا واسطہ نہیں ہوتا اور پھر یہ کہ اس میں کسی قسم کی محنت و مشقت نہیں اور پھر یہ کہ اللہ کے فضل سے اُس کے زوال کا اندیشہ نہیں اِنَّا هُمْ اَعِنُّهُ مِنْ فَضْلِهِ کے یہ معنی ہیں خوب سمجھ لو اور یہ بے مثال فرست و سرت بھی اُن کی بے مثال حیات کی دلیل ہے۔ فرحت تو زندہ ہی کو ہوتی ہے شہداء ان نعمتوں کو دیکھ کر بیحد خوش ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو وعدے شہیدوں کے لیے پیغمبروں کی زبانی کیے تھے آج اپنی آنکھوں سے ان کا مشاہدہ کر لیا یہ تو اس مسرت کا ذکر تھا جو اُن کی ذات سے متعلق تھی۔ اب آئندہ شہداء کی اس مسرت اور خوشی کو بیان کرتے ہیں جو ان کو اپنے پسماندوں کے متعلق ہوتی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں شہداء اپنے ان پسماندوں کے متعلق بھی جو کہ ابھی اُن سے نہیں ملے اور دنیا میں ان کے پیچھے رہ گئے ہیں اور جہاد فی سبیل اللہ یا اور امور خیر میں اُن کو دنیا میں مشغول چھوڑ آئے ہیں کہ اگر یہ لوگ بھی ہماری طرح خدا کی راہ میں مارے گئے اور شہید ہو کر یہ لوگ بھی ہم سے آئے تو ہماری طرح اُن پر بھی نہ آئندہ کا کوئی خوف و ہراس ہوگا اور نہ گزشتہ پر یہ غمگین ہوں گے یعنی شہادت کے بعد نہ تو آخرت کی عقوبت کا کوئی خوف ہوگا اور شہادت کی وجہ سے جو دنیا کی لذتیں فوت ہوئیں ان پر حزیں و غمگین نہ ہوں گے اس لیے کہ یہاں کی لذتیں اور نعمتیں دنیا کی نعمتوں اور لذتوں سے ہزاراں ہزار درجہ بڑھ کر ہوں گی الغرض شہداء اللہ کی نعمت اور فضل کو دیکھ دیکھ کر غایت درجہ خوش ہوتے رہیں گے اور کیسے اور کیوں خوش نہ ہوں تحقیق جب کہ وہ یہ مشاہدہ کریں گے کہ اللہ تعالیٰ تو عام اہل ایمان کے اجر کو بھی ضائع نہیں

فرماتے۔ بلکہ وہم و گمان سے بڑھ کر دیتے ہیں تو شہداء (جان نثاروں) کے اجر کو کیسے ضائع فرمائیں گے جنہوں نے اُس کی راہ میں اپنی جائیں قربان کر دی ہیں غرض یہ کہ شہداء اپنی نعمتوں کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور دوسروں کے متعلق بھی یہ معلوم کر کے خوش ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا اجر ضائع نہیں فرماتا۔

سُدیؒ اس آیت کی تفسیر اس طرح کرتے ہیں کہ شہید کے پاس ایک رجسٹر لایا جاتا ہے جس میں اُن لوگوں کے نام درج ہوتے ہیں جو اس کے مسلمان بھائیوں میں سے اس کے پاس آنے والے ہوتے ہیں پس وہ اس بشارت سے ایسا خوش ہوتا ہے جیسا کہ دنیا میں لوگ اپنے کسی غائب عزیز کی آمد کی بشارت سُن کر خوش ہوتے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۴۲۸ ج ۱)

اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ اَلَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ کا اشارہ تمام مؤمنین کی طرف ہے۔ جو دنیا میں اُن سے پیچھے رہ گئے اگرچہ وہ شہید نہیں ہوئے۔ شہداء جب اس عالم میں پہنچ کر حق تعالیٰ کے ثواب اور انعام کا مشاہدہ کرتے ہیں تو اُن کو یقین کامل ہو جاتا ہے کہ دین اسلام دین حق ہے اور اس پر چلنے والوں کو اللہ تعالیٰ ضرور ثواب اور اجر عطا فرمائے گا پس شہداء اللہ کے اُن افضال و الطاف پر بھی خوش ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے خود ان کو عطا کیے اور اپنے اُن بھائیوں کے متعلق بھی اُن کو خوش ہوتی ہے جو دنیا میں ان کے پیچھے رہ گئے اگرچہ اُن کو شہادت کی فضیلت حاصل نہیں ہوئی۔ ان پر بھی کوئی خوف اور غم نہیں اس لیے کہ وہ ٹھیک راہ پر جا رہے ہیں اور آخر کار وہ ضرور جنت میں پہنچیں گے۔

زجاج اور ابن فورکؒ نے یہی معنی اختیار کیے ہیں جیسا کہ امام قرطبیؒ نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے۔ وَقِيلَ اِنَّ اِلٰهَ اَشْرَاقٍ بِالْاَشْرَاقِ لِلَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ اِلٰهَ جَمِيعِ الْمُؤْمِنِينَ وَاَنْ لَمْ يَقْتُلُوْا لَكِنَّهُمْ لِمَا عَمِلُوْا ثَوَابٌ اِلٰهُ وَقَعَ الْيَقِيْنَ بِاَنَّ دِيْنَ الْاِسْلَامِ هُوَ الْحَقُّ الَّذِيْ يُثَبِّتُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ نُهُمْ فَرِحُوْنَ لَا اَنْفُسُهُمْ بِمَا اَنَآهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِمْ مُسْتَبْشِرُوْنَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَا خَوْفَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ ذَهَبَ اِلٰهَ هَذَا الْمَعْنَى الزَّجَاجُ وَابْنُ فُورَكٍ (تفسیر قرطبی ص ۲۴۵ ج ۲)

حیات شہداء کی تحقیق (پارہ سیقول) کے رکوع سوم میں گزر چکی ہے۔

اطلاع | وہاں دیکھ لی جائے۔

اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْ

جن لوگوں نے حکم مانا اللہ اور رسول کا بعد

بَعْدَ مَا أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا

اس کے کہ اُن میں پڑ چکا تھا کڑ۔ جو ان میں نیک

مِنْهُمْ وَاتَّقُوا أَجْرَ عَظِيمٍ ۝۱۴۲ الَّذِينَ قَالَ

ہیں اور پر ہیزگار ان کو ثواب بڑا ہے۔ جن کو کہا

نَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ

لوگوں نے کہ انہوں نے جمع کیا اسباب تمہارے مقابلے کو،

فَزَادَهُمْ إِيمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ ۝۱۴۳

سو تم ان سے خطرہ کرو پھر ان کو زیادہ آیا ایمان۔ اور بولے بس ہے ہم کو اللہ اور کیا خوب کار باز ہے۔

فَانْقَلَبُوا بِنِعْمَةِ اللَّهِ وَفَضِيلٍ لَّمْ يَمَسَّهِمْ

پھر چلے آئے، اللہ کے احسان سے اور فضل سے کچھ نہ پہنچی

سُوءٌ ۝۱۴۴ وَاتَّبَعُوا رِضْوَانَ اللَّهِ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ

بُرّان، اور چلے اللہ کی رضا پر، اور اللہ کا فضل بڑا

عَظِيمٌ ۝۱۴۵ إِنَّمَا ذِكْرُ الشَّيْطَانِ يُخَوِّفُ أَوْلِيَاءَهُ ۝۱۴۶

ہے۔ یہ جو ہے سو شیطان ہے کہ ڈراتا ہے اپنے دوستوں سے،

فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُونِ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝۱۴۷

سو تم اُن سے مت ڈرو اور مجھ سے ڈرو اگر ایمان رکھتے ہو۔

قصہ غزوہ حمرائہ الاسد

قال تعالى الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ اے اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ
(ربط) گزشتہ آیات میں غزوہ اُحُد کا قصہ بیان ہوا اب ان آیات میں غزوہ اُحُد ہی کے

متعلق ایک دوسرے غزوہ کا ذکر فرماتے ہیں جو غزوہ حمرہ الاسد کے نام سے مشہور ہے اور غزوہ اُحد سے متصل واقع ہوا ہے۔ یا یوں کہو کہ گزشتہ آیات میں شہداء اُحد کا ذکر تھا اب ان آیات میں شہداء اُحد کے اُن اخوان مخلصین کا ذکر فرماتے ہیں جو اَلَّذِیْنَ لَوْ یَلْحَقُوا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ کَا مَصْدَاقِ ہیں یا یوں کہو کہ گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ کی نعمت اور اس کے فضل کی بشارت کا ذکر تھا اور اس آیت میں بھی غزوہ حمرہ الاسد کے مجاہدین کے لیے انقلاب مِنْ بَعْدِهِمْ لَنْ نَرِیَکُمْ فِیْہِمْ فَضْلٌ لِّمَنْ یَّشَاقِقُ شَوْعَرَہِ کی بشارت کا ذکر ہے اور اہل ایمان کی مدح فرماتے ہیں کہ وہ کسی کی دھمکی میں نہیں آتے بلکہ ان کو اللہ کی ذات پر پورا بھروسہ ہے وہ ڈر پوک اور بزدل نہیں۔

اس آیت کے شان نزول کے متعلق علماء کے دو قول ہیں۔

پہلا قول یہ ہے کہ یہ آیت غزوہ حمرہ الاسد کے متعلق نازل ہوئی جس کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ جب ابوسفیان اور اس کا لشکر اُحد سے مکہ کو واپس ہوا تو راستہ میں خیال آیا کہ ہم نے بڑی غلطی کی کہ ایسی بڑی کامیابی کے بعد مسلمانوں کو زندہ چھوڑ کر کیوں چلے آئے ہم کو چاہیے کہ ہم مدینہ واپس چلیں اور جا کر مسلمانوں کی جڑ ہی اکھاڑ کر پھینک دیں۔ جب یہ خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو یہ اعلان فرمایا کہ صرف وہ لوگ جو اُحد میں میرے ساتھ شریک تھے وہ دشمن کے تعاقب کے لیے تیار ہو جائیں۔ حاضرین اُحد کے علاوہ اور کسی کو میں اپنے ساتھ لے جانا نہیں چاہتا مسلمان مجاہدین باوجودیکہ تازہ زخم کھائے ہوئے تھے اور زخموں کی مرہم پٹی کا ارادہ کر رہے تھے آپ کا اعلان سننے ہی زخموں کو بھول گئے اور آپ کے ساتھ ہوئے حضور پُر نورؐ اپنے اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ جن کی تعداد ستر تھی روانہ ہوئے اور مقام حمرہ الاسد پہنچے جو مدینہ سے آٹھ میل کے فاصلہ پر ہے ابوسفیان کو جب یہ خبر ملی کہ مسلمان اس کے تعاقب میں چلے آ رہے ہیں تو اس پر منجانب اللہ ایسا رعب اور ایسی دہشت طاری ہوئی کہ مسلمانوں پر دوبارہ حملہ کا ارادہ نسخ کیا اور مکہ کی طرف بھاگا اس سفر میں حضور پُر نورؐ کے ہمراہ حضرت ابوبکر و عمر و عثمان و علی و طلحہ و زبیر و سعد و عبدالرحمن بن عوف و عبداللہ بن مسعود و عذیر بن الیمان و ابوجبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہم وغیرہ وغیرہ بھی تھے۔

دوسرا قول اس آیت کے شان نزول کے متعلق یہ ہے کہ یہ آیت غزوہ بدر صغریٰ کے بارے میں نازل ہوئی جس کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ جنگ اُحد سے فارغ ہو کر جب ابوسفیان نے مکہ کی واپسی کا ارادہ کیا تو یہ کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر آپ چاہیں تو ہماری اور تمہاری آئندہ سال موسم بدر میں پھر لڑائی ہو۔ ابوسفیان کا مقصد یہ تھا کہ مقام بدر میں ہمارے بڑے بڑے سردار مارے گئے تھے اب ابوسفیان یہ چاہتا تھا کہ سال آئندہ پھر اسی سال مقام بدر پر دوبارہ جنگ ہو اور ہم اُحد کی طرح وہاں بھی مسلمانوں کے بڑے بڑے سرداروں کو ماریں تاکہ بدر کا بدلہ ہو جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منظور ہے جب سال پورا ہو گیا تو ابوسفیان دو ہزار کفار قریش

کے ساتھ مکہ سے جنگ کے ارادہ سے نکلا پس اس گھوڑے ہمراہ تھے۔

ادھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو ساتھ چلنے کا حکم دیا صحابہ سنتے ہی رفاقت کے لیے تیار ہو گئے اور مقام بدر پر پہنچ گئے ابوسفیان مکہ سے نکل کر ابھی مقام مرالظہران ہی تک پہنچا تھا کہ یکایک دل میں مسلمانوں کا خوف پیدا ہو گیا چاہتا یہ تھا کہ حضور پُر نور وعدہ پر نہ آئیں تو الزام آپ پر ہے۔ اور میں لڑائی سے بچ جاؤں اس لیے اس کو مناسب یہ معلوم ہوا کہ میں لشکر کو لے کر مکہ واپس جاؤں اتفاق سے اسے نعیم بن مسعود اشجعی مل گیا جو مکہ سے عمرہ کر کے واپس آ رہا تھا۔ ابوسفیان نے اس سے کہا کہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اس کے اصحاب سے یہ وعدہ کر آیا تھا کہ بدر کے میلے کے ایام میں سالِ آئندہ ہماری اور تمہاری جنگ ہوگی لیکن یہ سال خشک سالی کا ہے ایسے وقت میں لڑنا مناسب نہیں اب مجھے یہی بہتر معلوم ہوتا ہے کہ میں مکہ واپس چلا جاؤں لیکن میں اس بات کو بھی ناپسند کرتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو وعدے پر آپہنچیں اور میں نہ پہنچوں اس سے مسلمانوں کو اور زیادہ جرأت ہوگی تو بہتر یہ ہے کہ ”لے نعیم تم مدینہ جا کر مسلمانوں میں یہ خبر مشہور کرو کہ قریش مکہ نے تمہارے مقابلہ کے لیے ایک لشکر عظیم تیار کیا ہے جس کا تم مقابلہ نہیں کر سکو گے لہذا تمہارا لڑائی کے لیے نکلنا بہتر نہیں ہے“ تاکہ مسلمان اس قسم کی خبروں سے خوف زدہ ہو جائیں اور ان کی ہمتیں ٹوٹ جائیں اور ڈر کے مارے جنگ کے لیے نہ نکلیں اور ابوسفیان نے نعیم بن مسعود سے یہ کہا کہ اس کام کی اجرت میں تم کو دس اونٹ دوں گا جسے آج کل کی اصلاح میں پرہیزگار کہتے ہیں جس کی حقیقت سوائے اس کے کچھ نہیں کہ جھوٹ کو سچائی کے پیرایہ میں اس طرح پیش کرو کہ سننے والے کو اس کے جھوٹ ہونے کا شبہ بھی نہ ہو۔ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ۔ یہ پرہیزگار یورپ کے ائمہ تہذیب و تمدن کی عجیب و غریب ایجاد ہے مگر اسلام جیسا پاک اور مقدس مذہب اپنے پیروؤں کو ایک لمحہ کے لیے بھی اس کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ اپنے دشمنوں پر جھوٹ بولیں یا ان پر جھوٹی تہمت لگائیں۔ قرآن کریم پر وہی گناہ کرنے والے کو شیطان بتلاتا ہے جیسا کہ آئندہ آیت میں ہے۔ اِنَّهَا ذِكْرُ الشَّيْطَانِ يُخَوِّفُ اُولِي الْاَبْصَارِ۔

نعیم۔ انعام کا لالچ پا کر مدینہ پہنچا دیکھا کہ مسلمان۔ ابوسفیان کے وعدہ پر جانے کی تیاری کر رہے ہیں۔ نعیم نے کہا کہ مکہ کے لوگوں نے تمہارے مقابلہ کے لیے بڑی جمعیت تیار کی ہے تم کو لڑنا بہتر نہیں۔ نعیم نے کہا کہ دیکھو! اُحد کے سال قریش تمہارے گھر پر چڑھ کر آئے اور تمہیں قتل کیا اور کوئی گھر قتل اور زخم سے خالی نہ رہا اس پر بھی اگر تم اپنے گھر سے نکل کر ان سے لڑنے جاتے ہو تو میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تم میں سے ایک شخص بھی ان کے ہاتھ سے بچ کر مدینہ واپس نہ آئے گا۔ یہ سن کر مسلمانوں کے دلوں میں بجائے خوف کے جوش ایمانی بڑھ گیا اور کہنے لگے حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ اللہ ہمیں کافی ہے اور بہترین کارساز ہے اور خدا جس کا کارساز ہو تو بڑی سے بڑی جمعیت بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا قسم ہے اس خدا کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں ضرور

ان کے مقابلہ کے لیے نکلوں گا خواہ مجھ کو تنہا ہی جانا پڑے پھر آپ بدر کی طرف روانہ ہوئے اور ستر صحابہ آپ کے ہمراہ ہوئے جو حُبُّنَا اللہ و نِعْمَ الْوَكِيلُ کہتے جاتے تھے آپ بدر پر پہنچے اور وہاں آپ نے ابوسفیان کا آٹھ روز تک انتظار فرمایا لیکن ابوسفیان نہ آیا اور لڑائی کچھ نہیں ہوئی ان دنوں بدر کا میدہ لگا ہوا تھا مسلمانوں نے اس میں فرید و فردخت کی اور خوب نفع کمایا اور خوب نفع کما کر میریت کے ساتھ مدینہ واپس آئے اس واقعہ کو غزوہ بدر صغریٰ کہتے ہیں اور اُحد سے پہلے جو بدر میں لڑائی ہوئی تھی اس کو غزوہ بدر کبریٰ کہتے ہیں۔

اکثر مفسرین کی رائے یہ ہے کہ یہ آیت پہلے قول کے مطابق غزوہ حمرہ الاسد کے بارہ میں نازل ہوئی اور اسی کو ابن جریر اور ابن کثیر نے راجع قرار دیا اور صحیح بخاری کی روایت کا سیاق بھی اسی کو مقتضی ہے کہ ان آیات کا نزول غزوہ حمرہ الاسد کے بارہ میں ہو جو غزوہ اُحد سے متعلق واقع ہوا۔ اور اس آیت کا سیاق بھی اسی کو مقتضی ہے کیونکہ حق جل شانہ نے اَلَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِحَدِّهِمْ وَالرَّسُولِ مِنْ بَعْدِهِ مَا اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ میں ان حضرات کا یہ وصف بیان کیا ہے کہ یہ لوگ باوجود زخموں کی تکلیف پہنچنے کے رسول کی فرمانبرداری میں جہاد کے لیے نکل کھڑے ہوئے جو ظاہراً اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ واقعہ غزوہ اُحد کے متصل اور فوراً بعد پیش آیا کہ غزوہ اُحد کے زخموں کی تکلیف ابھی باقی تھی مگر پھر بھی جہاد کے لیے نکل کھڑے ہوئے سو یہ حالت غزوہ حمرہ الاسد میں پیش آئی جو غزوہ اُحد کے متصل واقع ہوا اور غزوہ بدر صغریٰ تو اُحد کے سال بھر بعد پیش آیا جس وقت مسلمان تندرست ہو چکے تھے اس پر مِنْ بَعْدِهِ مَا اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ کا صادق آنا محتاج تاویل ہوگا۔

اس لیے امام محمد بن رازی قدس اللہ سرہ نے یہ اختیار فرمایا کہ اَلَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِحَدِّهِمْ وَالرَّسُولِ مِنْ بَعْدِهِ مَا اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ اَلَّذِينَ اَخْسَقُوا ذُفُوًّا وَقَالُوا اَجْرُ حَظِيْمٍ یہاں تک کہ آیت غزوہ حمرہ الاسد کے بارہ میں نازل ہوئی اور آیت اَلَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللہ وَ نِعْمَ الْوَكِيلُ۔ اے قولہ تعالیٰ وَ خَافُوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ یہاں تک کہ تمام آیتیں غزوہ بدر صغریٰ کے بارہ میں نازل ہوئیں۔ غرض یہ کہ حق تعالیٰ نے دونوں آیتوں میں اُن مسلمانوں کی مدح فرمائی جو ان دونوں غزوتوں میں شریک ہوئے پہلی آیت میں غزوہ حمرہ الاسد کا ذکر ہے اور دوسری آیت یعنی قَالَ لَهُمُ النَّاسُ الی آخرہ میں غزوہ بدر صغریٰ کا ذکر ہے اور ان دونوں غزوتوں کے درمیان ایک سال کا فاصلہ ہے اور اس ناچیز کے نزدیک بھی یہی قول ظاہر آیت کے مطابق ہے کہ پہلی آیت یعنی اَلَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِحَدِّهِمْ وَالرَّسُولِ مِنْ بَعْدِهِ مَا اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ غزوہ حمرہ الاسد کے بارہ میں نازل ہوئی اور دوسری آیت یعنی اَلَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ الی آخرہ بدر صغریٰ کے بارہ میں نازل ہوئی۔ اس تفصیل کے سمجھ لینے کے بعد اب آیات کی تفسیر سنئے۔ حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتے ہیں جن لوگوں نے اُحد میں زخم کھانے کے بعد بھی اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانا حضور پُر نور کے بلانے پر جہاد کے لیے نکل کھڑے

ہوئے اور زخموں کی تکلیف کی پر دانہ کی تو بلاشبہ ان لوگوں کے لیے جو ان میں سے نیکو کار اور پرہیزگار ہیں اجر عظیم ہے اس آیت میں یہ اشکال ہے کہ جن لوگوں نے اُحد میں زخم کھانے کے بعد غزوہ حمر الاسد میں جانے کے لیے اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانا تھا وہ سب ہی نیکو کار اور متقی اور پرہیزگار تھے پھر خدا تعالیٰ کے اس فرمانے کے کیا معنی کہ جو ان میں سے نیکو کار اور متقی ہیں ان کے لیے اجر عظیم ہے۔

جواب صاحب کشاف فرماتے ہیں کہ اس جگہ من تبیین کے لیے ہے تبییض کے لیے نہیں اور نیکو کاری اور تقویٰ کی صفت مدح اور تعلیل کے لیے ہے نہ کہ تقيید کے لیے مقصود اُن کی مدح سرائی اور تنویرِ شان ہے ورنہ وہ سب ایسے ہی تھے اور مطلب آیت کا یہ ہے کہ جن لوگوں نے اُحد میں زخم کھانے کے بعد اللہ اور رسول کا حکم مانا چونکہ یہ سب لوگ نیکو کار اور پرہیزگار ہیں اس لیے اُن کے لیے اجر عظیم ہے یعنی یہ لوگ اجر عظیم کے اس لیے مستحق ہوئے کہ یہ لوگ صفت احسان اور تقویٰ کے ساتھ موصوف ہیں۔

یادوں کہو کہ منہم کی ضمیر عام مومنین کی طرف راجع ہے جیسا کہ گزشتہ آیت وَأَنَّ الذَّهْلَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ میں عام مومنین کا ذکر ہے جن میں ضعیف الایمان بھی داخل ہیں۔ پس غزوہ حمر الاسد میں جو چند مسلمان باوجود تازہ زخم کھانے ہوئے ہونے کے آپ کے ہمراہ کافروں کے تعاقب میں نکل کھڑے ہوئے وہ عام مومنین میں کے بعض مخصوص افراد تھے اور اعلیٰ درجہ کے نیکو کار اور پرہیزگار تھے۔ اس تفسیر پر من تبییض بھی بے تکلف ہو سکتا ہے۔

اور یہی محنین اور متقین ایسے مخلص ہیں کہ جب ان سے قبیلہ عبد القیس کے لوگوں نے آکر یہ کہا کہ تحقیق مکہ کے لوگوں نے تمہارے مقابلہ کے لیے لڑائی کا بڑا سامان جمع کیا ہے پس تم اُن سے ڈرتے رہنا اور اندیشہ اور خطرہ کو پیش نظر رکھنا بے دھڑک ان کے مقابلہ کے لیے نہ نکل کھڑے ہونا پس یہ بات ان کے ایمان میں اور زیادتی کا سبب بن گئی یعنی مشرکین کے خوف دلانے سے مسلمان شست نہ پڑے اور نہ ان کی بات کی طرف التفات کیا بلکہ جوشِ ایمانی میں اور اضافہ ہو گیا اور سمجھے کہ خدا کی راہ میں جس قدر بھی جان بازی اور سرفروشی دکھلائیں گے اسی قدر مدارجِ قرب سے بہرہ ور ہوں گے اور جوش میں آکر یہ بولے کہ بس کافی ہے ہم کو اللہ اور بہترین کارساز ہے جو اپنے آپ کو خدا کے حوالے اور سپرد کر دے دشمن اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

گزشتہ آیات غزوہ حمر الاسد سے متعلق تھیں جو غزوہ اُحد کے متصل واقع ہوا تھا اور یہ آیتیں غزوہ بدرِ منفری کے متعلق ہیں جو کہ غزوہ اُحد کے ایک سال بعد واقع ہوا پس یہ لوگ اللہ کی خاص نعمت اور اس کے خاص فضل کو لے کر اپنے گھر واپس ہوئے اور اس سفر میں اُن کو کسی قسم کی تکلیف نہیں پہنچی۔ نعمت سے سلامتی اور عافیت مراد ہے اور فضل سے وہ نفع مراد ہے جو خدا کے ان برگزیدہ بندوں نے بدر میں اٹھ روز تک بذریعہ تجارت حاصل کیا اور لَوْ يُمْسِكُونَ سُكُوتًا سے یہ مراد ہے کہ اس سفر میں نہ کوئی آدمی قتل ہوا

اور نہ کسی کو زخم آیا اور ان سب سے بڑھ کر یہ ہے کہ ان لوگوں نے اللہ کی رضامندی اور خوشنودی کی پیروی کی یعنی سب سے بڑی چیز جو ان کو اس سفر میں ملی وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ ان سے راضی ہوا جو فلاح دارین کی کنجی ہے اور اللہ بڑا فضل والا ہے۔ اس کا فضل و انعام وہم و گمان سے بڑھ کر ہوتا ہے۔ جزایں نیست کہ یہ خبر دینے والا کہ اہل مکہ نے تمہارے مقابلہ کے لیے بڑا سامان جمع کیا ہے شیطان ہے تم کو اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے پس اے مسلمانو تم ان سے نہ ڈرنا یہ تمہارا کچھ نہیں کر سکتے اور صرف مجھ سے ڈرو اگر تم ایمان رکھتے ہو اور ضرور رکھتے ہو جیسا کہ تمہاری جاں نثاری اس کی شاہد ہے تو پھر تم کیوں نگر مند ہوتے ہو۔

ہر کہ ترسید از حق و تقویٰ گزید

ترسد از دے جن دانس و ہر کہ دید

خلاصہ کلام یہ کہ حق تعالیٰ نے ان آیات میں اُن مومنین مخلصین کی مدح فرمائی کہ جو غزوہ حمر الاسد اور غزوہ بدر صغریٰ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک اشارہ پر نکل کھڑے ہوئے پہلی آیت یعنی اَلَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ اَلْغُزُوۡةَ حَمْرَ الْاَسَدِ کے بارہ میں نازل ہوئی جو غزوہ احد سے متصلاً بعد واقع ہوا اور دوسری آیت یعنی اَلَّذِينَ قَالُوۡا نَحْنُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوۡا لَكُمۡوَا لَکُمۡ اَلْیَمِیۡنُ یہ آیت غزوہ بدر صغریٰ اور نعیم بن مسعود اشجعی کے قصہ کے بارہ میں نازل ہوئی۔

لطائف معارف

آیت مذکورہ بالا فَرَادَہُ اَیْمَانًا سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان میں زیادتی اور کمی ہو سکتی ہے۔ امام ربانی مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ ایمان کے کم و زیادہ ہونے میں علامہ کا اختلاف ہے۔ امام اعظم کو فی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ الایمان لا یزید ولا ینقص ایمان نہ زیادہ ہوتا ہے اور نہ کم اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یمیزید و ینقص یعنی ایمان زیادہ اور کم ہوتا ہے اس میں شک نہیں کہ ایمان جس کے معنی تصدیق قلبی اور یقین دلی کے ہیں اس میں زیادت اور نقصان کی گنجائش نہیں اس لیے کہ جس چیز میں زیادتی اور کمی کا احتمال ہو وہ دائرۃ ظن میں داخل ہے نہ دائرۃ یقین میں ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ اعمال صالحہ کا بجالانا اُس یقین کو متوجہ اور روشن کر دیتا ہے اور بُرے اعمال کا ارتکاب اُس یقین کو کمزور اور تاریک کر دیتا ہے پس اعمال کی کمی اور زیادتی سے ایمان کی نورانیت اور روشنی میں کمی اور زیادتی ہوتی ہے نہ کہ نقص ایمان اور نقص یقین میں لہذا بعض لوگوں نے یقین کی نورانیت اور انبلاہ کی کمی اور زیادتی پر نظر کرنے کے نفس یقین کو زائد اور ناقص کہہ دیا اور جن حضرات کی نظر دقیق اور عمیق تھی انہوں نے جب یہ دیکھا کہ یہ زیادتی اور کمی صفات یقین کی طرف راجح ہے نہ کہ نفس یقین کی طرف اس بنا پر انہوں نے یقین کو غیر زائد اور غیر ناقص کہہ دیا جیسے حضرات

انبیاء کرام کف نفس نبوت میں سب برابر ہیں جیسا کہ لَا تَفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ اس کی طرف
مشیر ہے مگر مراتب اور درجات عالیہ میں تفاوت ہیں کما قال تعالیٰ تِلْكَ الشُّرُكُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ
عَلَىٰ بَعْضٍ وَمِنْهُمْ مَنْ كَثُرَ اللَّهُ وَرَفَعَهُ بَعْضُهُمْ دَرَجَاتٍ اور جیسے تمام انسان کہ نفس انسانیت میں تو سب
برابر اور حقیقت و ذات میں متحد ہیں مگر کمالات انسانیت میں متفاضل ہیں اور بعض بعض سے افضل ہیں۔ پس جس
طرح یہ تفاضل اور تفاوت صفات اور کمالات کے اعتبار سے ہے نفس ذات کے اعتبار سے نہیں۔ نفس
حقیقت اور نفس ذات کے اعتبار سے نفس نبوت اور نفس انسانیت میں کوئی کمی اور زیادتی نہیں۔

اسی طرح حقیقت ایمان کو سمجھو کہ تمام مومنین میں نفس ایمان برابر مشترک ہے اور اسی قدر مشترک کی وجہ
سے تمام مومنین اخوت ایمانیہ کی سک میں مل سک ہیں کما قال تعالیٰ اِخْتُمَا الْمُؤْمِنُونَ اخْوَةً اور اس
قدر مشترک میں کوئی کمی اور زیادتی نہیں البتہ اعمال صالحہ کی کمی اور زیادتی کی وجہ سے ایمان کی صفت نورانیت اور
انجلاء و صفاء اور روشنی میں کمی اور زیادتی ہوتی ہے۔

جس طرح دو آئینے جو باہم برابر ہوں لیکن انجلاء اور نورانیت میں تفاوت رکھتے ہوں تو ایک شخص اس
آئینہ کو جو دوسرے آئینہ سے زیادہ روشن ہے دیکھ کر یہ کہہ کر یہ آئینہ دوسرے آئینہ سے زائد ہے اور دوسرا
شخص یہ کہہ کر دونوں آئینے برابر ہیں اور ان میں کسی قسم کی زیادتی اور نقصان نہیں فرق صرف نورانیت اور
انجلاء کا ہے جو آئینہ کی صفات ہیں پس دوسرے شخص کی نظر صائب اور ثاقب ہے اور حقیقت تک نافذ
ہے اور شخص اول کی نظر کوتاہ ہے صفت سے بڑھ کر ذات تک نہیں پہنچی اور صفت اور ذات
میں فرق نہیں کرتی۔ یَرْفَعُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُفْتُوا بِالْعِلْمِ دَرَجَاتٍ
اس تحقیق سے مخالفین کا وہ اعتراض جو ایمان کے کم و بیش نہ ہونے پر کیا کرتے ہیں انشاء اللہ
زائل ہو جائے گا اور عام مومنوں کا ایمان تمام وجوہ میں حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ایمان
کی طرح نہ ہوگا کیونکہ حضرات انبیاء کرام کا ایمان آفتاب اور ماہتاب کی طرح روشن ہوگا اور کامل طور
پر مخیلی اور نورانی ہوگا اور عام مومنوں کا ایمان کامل طور پر نورانی نہ ہوگا بلکہ اپنے اندر بہت سی ظلمتیں
اور کدوئیں لیے ہوئے ہوگا۔ عوام مومنین کا ایمان حضرات انبیاء کے ایمان کے گرد کو بھی نہیں پہنچتا۔
گویا کہ عام مومنین نفس انسانیت میں انبیاء کرام کے ساتھ شریک ہیں۔ مگر کمالات اور درجات عالیہ میں
کوئی نسبت نہیں۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک اسی طرح ایمان کی شرکت کو سمجھو۔ حضرات انبیاء
کا ایمان کمال اطاعت خداوندی کے اقرار کی وجہ سے ذرہ علیا کو پہنچا ہوا ہے اور مومنین کا ایمان ایک
ذرہ بے مقدار ہے۔ اور اسی طرح حضرت ابو بکر کا ایمان جو وزن میں امت کے ایمان سے زیادہ ہے۔
اس کو بھی انجلاء اور نورانیت کے اعتبار سے سمجھنا چاہیے نفس انسانیت میں زیادتی اور نقصان کا کوئی
دخل نہیں اور نہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ انسانیت زیادتی اور نقصان کے قابل ہے تمام افراد انسانی۔ حقیقت
اور ذات کے اعتبار سے متحد اور برابر ہیں اور باقی تفاضل یعنی ایک کا دوسرے سے افضل ہونا وہ صفات

کا لہ اور کمالات فاضلہ کے اعتبار سے ہے واللہ اعلم وعلہم ام و احکم دیکھو مکتوب ۲۶۶ از دفتر اول مکتوبات امام ربانی۔ و مکتوب ۶۷ از دفتر دوم اور دیکھو حجۃ اللہ الباقیہ۔

وَلَا يَحْزُنُكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ إِنَّهُمْ

اور تجھ کو غم نہ آوے ان لوگوں سے جو دوڑ کر گتے ہیں کفر کرنے۔ وہ نہ

لَنْ يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا يُرِيدُ اللَّهُ أَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ

بگاڑیں گے اللہ کا کچھ۔ اللہ چاہتا ہے کہ ان کو فائدہ نہ

حَظًّا فِي الْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝۱۴۶

دے آخرت میں۔ اور ان کو بڑی مار ہے۔۔۔ جنہوں

الَّذِينَ اشْتَرُوا الْكُفْرَ بِالْإِيمَانِ لَنْ يَضُرُّوا

نے خرید کیا کفر ایمان کے بدلے، وہ نہ بگاڑیں گے

اللَّهُ شَيْئًا وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝۱۴۷

اللہ کا کچھ، اور ان کو مذکھ کی مار ہے۔۔۔

دشمنانِ اسلام کی سرگرمیوں کی بابت

نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کو تسلی

قال تعالى وَلَا يَحْزُنُكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝

(در بطن) گزشتہ آیات میں۔ اسلام کے مقابلہ میں کافروں کی سازش کا ذکر تھا اب ان آیات میں نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کو تسلی دیتے ہیں کہ آپ کافروں کی حرکات سے غمگین اور فکر مند نہ ہوں یہ لوگ اللہ اور اس کے رسول کا اور اس کے دین کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اپنا ہی نقصان کرتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں اور اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ غم میں ڈالیں آپ کو یہ لوگ جو کفر کی حمایت اور اعانت میں دوڑتے پھرتے ہیں اور آپ سے لڑنے کے لیے شکر فراہم کرتے پھرتے ہیں۔ اسلام کے مٹانے کے درپے

ہیں آپ ان کی پروا نہ کیجئے اور نہ اُن کی کارروائیوں سے غلگین ہو جائیے تحقیق یہ لوگ اللہ کے دین کو کوئی نقصان اور گزند نہیں پہنچا سکیں گے بلکہ اللہ کا ارادہ یہ ہے کہ ان دشمنانِ اسلام کو نقصان پہنچے بایں طور کہ انہیں آخرت میں فائدہ اور نفع سے کوئی حصہ نہ دے پس جن کے لیے تضادِ قدر میں محرومی اور ناکامی مقدر ہو چکی ہے اُن سے اندیشہ کی ضرورت نہیں اور صرف یہی نہ ہوگا کہ آخرت میں منافع سے بالکل محروم ہوں گے بلکہ حرامان کے ساتھ ان لوگوں کے لیے سخت عذاب بھی ہوگا تحقیق جن لوگوں نے ایمان کے بدلے کفر کو مول لے لیا یعنی جنہوں نے ایمان کو چھوڑ کر کفر کو اختیار کیا، اور اپنے نفع اور نقصان کو بھی نہ سمجھا ایسے نادان، اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اور ایسے لوگوں کے لیے دردناک عذاب ہے یہ لوگ کفر کے اپنے ہی پیروں پر کھاڑی مار رہے ہیں یہ لوگ خدا کا کیا بگاڑ سکتے ہیں لہذا آپ ان کی حرکات سے غلگین اور فکر مند نہ ہوں۔



وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّمَا نُمِلُّ

اور یہ نہ سمجھیں منکر کہ ہم جو فرصت دیتے ہیں ان کو

لَهُمْ خَيْرٌ لِّأَنفُسِهِمْ إِنَّمَا نُمِلُّ لَهُمْ

کچھ بھلا ہے ان کے حق میں۔ ہم تو فرصت دیتے ہیں ان کو

لِيَزِدَّادُوْا إِشْمًا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿۱۰۸﴾

تا بڑھے جاویں گناہ میں، اور ان کو ذلت کی مار ہے :-

مَا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَا أَنْتُمْ

اللہ وہ نہیں کہ چھوڑ دے گا مسلمانوں کو، جس طرح پر تم ہو

عَلَيْهِ حَتَّىٰ يَمِيزَ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَمَا كَانَ

جب تک جدا نہ کرے ناپاک کو پاک سے۔ اور اللہ یوں

اللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي مِنْ

نہیں، کہ تم کو خبر دے غیب کی اور اللہ چھانٹ لیتا ہے اپنے

رُسُلِهِ مَنْ يَشَاءُ ۖ فَأَمِنُوا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ ۚ وَإِنْ

رسولوں میں، جس کو چاہے۔ سو تم یقین لاؤ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر اور اگر

تَوَمَّنُوا وَتَتَّقُوا فَلَكُمْ أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿۱۷۹﴾ وَلَا يَحْسَبَنَّ

تم یقین نہ رہو اور ہمہ نیز گاری نہ تم کو بڑا ثواب ہے ۱۷۹ اور نہ سمجھیں جو

الَّذِينَ يَبْغُلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ

لوگ بخل کرتے ہیں ایک چیز پر کہ اللہ نے اُن کو دی ہے اپنے فضل سے

خَيْرٌ لَّهُمْ ۚ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ۖ سَيُطَوَّقُونَ مَا

یہ بہتر ہے ان کے حق میں، بلکہ یہ بُرا ہے اُن کے واسطے، آگے طوق پڑے گا

يَبْغُلُوْا بِهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ وَلِلّٰهِ مِيرَاثُ السَّمٰوٰتِ

ان کے جس پر بخل کیا تھا، دن قیامت کے۔ اور اللہ وارث ہے آسمان

وَالْاَرْضِ ۚ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿۱۸۰﴾

اور زمین کا، اور اللہ جو کرتے ہو، سو جانتا ہے ۱۸۰

دشمنانِ اسلام کے چند مزعومات اور خیالات اور ان کے جوابات

قَالَ تَعَالٰی وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَے وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۚ

(ربط) گزشتہ آیات میں کافروں کے لیے عذابِ عظیم اور عذابِ الیم کا ذکر فرمایا اب ان آیات میں کافروں کے چند شبہات اور ادھام کا جواب ارشاد فرماتے ہیں۔ کافروں کو اپنی عیش و عشرت پر ناز تھا اور ان کا گمان یہ تھا کہ ہماری یہ خوشحالی اس امر کی دلیل ہے کہ ہم اللہ کے مقبول بندے ہیں اللہ تعالیٰ اُن کے جواب میں فرماتے ہیں اور کافر لوگ یہ گمان نہ کریں کہ ہمارا ان کو دھیل دینا اور کفر و مر فی الحال نہ پکڑنا کچھ ان کے لیے بھلا ہے خوب سمجھ لیں کہ جزا میں نیست ہم ان کو اس لیے مہلت دے رہے ہیں کہ گناہوں میں خوب ترقی اور زیادتی کرنے پلے جائیں اور خوب جی بھر کر دل کے ارمان نکال لیں اور ناف پوری بھر کر ایک ہی دفعہ ڈوب جائے اور ان کے لیے ذلیل اور غلام

کرنے والا عذاب تیار ہے۔ جس کے بعد دنیا کی ساری عزتیں خاک میں مل جائیں گی۔ جیسے کوئی شخص حکومت سے باغی ہو جائے اور باوجود بار بار نصیحت اور تفہیم کے وہ مقابلہ سے باز نہ آئے تو حکومت اس کو مہلت اور ڈھیل دیتی ہے تاکہ دل کھول کر بادشاہ کا مقابلہ کرے اور جو کہہ سکتا اور کر سکتا ہے وہ کر گزرے تاکہ یکبارگی اس کو پکڑا جائے اور کوئی صورت اس کی برائت اور رہائی کی نہ رہے اور جب اس کے جرم اور سرکش کا پیمانہ لبریز ہو جائے تو اس کو تختہ دار پر لٹکا دیا جائے اور یہ نادان اس مہلت اور ڈھیل کا یہ مطلب سمجھتا ہے کہ حکومت میری اس بغاوت سے ماضی ہے اسی طرح بارگاہ خداوندی سے فرعون اور ہامان جیسے کافروں اور مجرموں کو مہلت ملنا اس لیے ہے کہ فرد جرم پوری طرح ان پر عائد ہو جائے اور ایسی سخت پکڑ ہو کہ کوئی مفتر باقی نہ رہے۔

ایک اور خیال باطل کا ابطال

جس طرح اہل کفر پر عذاب نہ آنے سے یہ شبہ ہوتا تھا کہ یہ لوگ اگر خدا تعالیٰ کے نزدیک مردود ہوتے تو ضرور ان پر کوئی عذاب آتا اور اد پر کی آیت میں اس کا جواب دیا گیا کہ کافروں پر عذاب نہ آنا۔ مقبولیت کی دلیل نہیں من جانب اللہ یہ امثال اور استدراج ہے جیسا کہ بسا اوقات شدید مجرموں کو ڈھیل دی جاتی ہے۔

اسی طرح بعض مرتبہ مومنین مخلصین پر مصائب و شدائد کے آنے سے جیسا کہ اُحد میں پیش آیا تو یہ دوسرے ہو سکتا تھا کہ یہ لوگ اگر خدا تعالیٰ کے مقبول اور محبوب بندے ہوتے تو ان پر یہ مصائب اور حوادث نہ آتے تو آئندہ آیت میں اہل ایمان پر مصائب اور شدائد کے آنے کی حکمتیں اور مصلحتیں بیان فرماتے ہیں تاکہ یہ دوسرے دور ہو جائے۔ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ یہ نہیں چاہتے کہ مومنوں کو اسی حالت پر چھوڑے رکھے کہ جس حالت پر تم اب ہو کہ ظاہر میں مخلصین اور منافقین میں کوئی امتیاز نہیں سب بے جلتے ہیں یہاں تک کہ ناپاک (منافق) کو پاک (مومن مخلص) سے جدا اور ممتاز کر دے اور اس امتیاز کا طریقہ یہ ہے کہ وہ ایسے شدائد و مصائب نازل کرے کہ جن سے کھرے اور کھوٹے اور پاک اور ناپاک کا کھلے طور پر فرق ظاہر ہو جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ بات حکمت کے خلاف ہے کہ مومن اور منافق ملے جلتے رہیں اور کسی کو یہ معلوم نہ ہو کہ کون مومن مخلص ہے اور کون منافق پس جس طرح حق تعالیٰ نے غزوہ اُحد اور غزوہ حمرہ الاسد اور غزوہ بدر صفری میں مخلصین اور منافقین کا امتحان کر کے ایک کو دوسرے سے ممتاز کر دیا اسی طرح وہ آئندہ بھی کرے گا۔

اور رہا یہ سوال کہ حق تعالیٰ اُن کو نام بنام کیوں نہیں ظاہر کر دیتے اور لوگوں کو یہ کیوں نہیں بتلا دیتے کہ فلاں منافق ہے اور فلاں مومن ہے اس طریقہ سے مخلص اور منافق کا امتیاز بالکل سہل ہو جائے گا

کو اپنے فضل سے عطا کی ہے کہ یہ بخل ان کے لیے بہتر ہوگا بلکہ یہ ان کے لیے بہت ہی بُرا ہے کہ خدا کی عطا کی ہوئی چیزیں سے کچھ تھوڑی سی چیز بھی خدا کے نام پر دینا ان کو گراں گزرتا ہے قیامت کے دن ان کے گلے میں اس مال کا طوق ڈالا جائے گا جس پر انہوں نے بخل کیا تھا جیسا کہ حدیث میں ہے کہ جو شخص زکوٰۃ نہ دے گا اس کا مال اژدہا بن کر گلے میں پڑے گا اور اس کے کٹے چیرے گا۔ اور اللہ ہی کے لیے ہے میراث آسمانوں کی اور زمین کی یعنی تم سب فانی ہو بقا صرف اسی کے لیے ہے تم سب مر جاؤ گے اور مال اور ملکیت سب یہیں چھوڑ جاؤ گے چاہے تم اس کی زکوٰۃ دو یا نہ دو سب مال اسی کا ہو کر رہے گا۔ بہتر ہے کہ تم اپنے ہاتھ سے کچھ دے جاؤ تاکہ تمہیں ثواب مل جائے اپنی ملکیت کے غرہ میں نہ رہو۔ تم بھی فانی اور تمہاری ملکیت بھی فانی اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے خبردار ہے وہ تمہارے بخل سے بھی باخبر ہے اس کی سزا سے تم بچ نہیں سکتے یہ مال جس کی زکوٰۃ دینے میں تم بخیل بن گئے ہو قیامت کے دن یہی مال و دولت ایک ایسے کالے اور زہریلے سانپ کی صورت میں ظاہر ہوگا کہ زہر کی شدت اور حدت کی وجہ سے اس کے سر پر بال نہ ہوں گے وہ تمہارے دونوں کٹے پکڑ کر کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں اور میں تیرا خزانہ ہوں یعنی وہی مال ہوں جس پر تو فخر اور ناز کرتا تھا اور پھر اس کو ڈسے گا۔

منج ما از دل بروں کن مال خود بگن ز چشم
مال تو راست در معنی و گنجت اژدھا

لَقَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ فَقِيرٌ وَ

اور اللہ نے سنی اُن کی بات جنہوں نے کہا کہ اللہ فقیر ہے اور ہم

نَحْنُ أَغْنِيَاءُ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوا وَقَتْلَهُمُ الْآيِبِيَاءِ

مال دار - اب لکھ رکھیں گے ہم اُن کی بات اور جو خون کیے ہیں بیہوں کے

بَغَيْرِ حَقٍّ ۚ وَنَقُولُ ذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ ﴿۱۸۱﴾

ناحق ، اور کہیں گے چکھو جلن کی مار :-

ذَلِكَ بِمَا قَدَّمْتُمْ أَيْدِيَكُمْ وَأَنَّ اللَّهَ لَيْسَ

یہ بدلہ اس کا ہے جو تم نے اپنے ہاتھوں بھیجا ، اور اللہ ظلم نہیں

بِظُلْمٍ ۚ لِّلْعَبِيدِ ۚ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ عَهِدَ

کرنا بندوں پر :- وہ جو کہتے ہیں کہ اللہ نے ہم کو

إِنَّمَا آلَاؤُنَا مِنْ لِرَسُولٍ حَتَّىٰ يَأْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ

کہہ رکھا ہے کہ ہم یقین نہ کریں کسی رسول کو جب تک نہ لاوے ہم پاس ایک

تَاْكُلُهُ النَّارُ قُلْ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ قَبْلِي

نیا نہ جس کو کھا جاوے آگ۔ تو کہہ تم میں آچکے کتنے رسول مجھ سے پہلے

بِالْبَيِّنَاتِ وَيَا لَّذِي قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوهُمْ إِنَّ

نشانیوں لے کر اور یہ بھی جو تم نے کہا، پھر ان کو کیوں مارا تم نے اگر

كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ فَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقَدْ كُذِّبَ

تم سچے ہو ۔ پھر اگر یہ تجھ کو جھٹلا دیں، تو آگے تجھ سے جھٹلائے

رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَاءُوا بِالْبَيِّنَاتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتَابِ

گئے بہت رسول، جو لائے نشانیوں اور ورق اور کتاب

الْمُنِيرِ ۝ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ

چمکتی ۔ ہر جی کو چمکنی ہے موت، اور تم کو پورے

أُجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ ۖ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُورِ

بدلے میں گئے دن قیامت کے، پھر جس کو سرکا دیا آگ سے، اور

أُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا

داخل کیا جنت میں، اس کا کام بنا۔ اور دنیا کی زندگی تو یہی ہے دغا

مَتَاعٌ الْغُرُورِ ۝ تَبْلُوكُمْ فِي أَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ

کی جس ۔ البتہ تم آزمائے جاؤ گے مال سے اور جان سے

وَلَتَسْمَعَنَّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ

اور البتہ سنو گے اگلی کتاب والوں سے اور مشرکوں

وَمِنَ الَّذِينَ اشْرَكُوا اَذَىٰ كَثِيرًا ۖ وَاِنْ تَصْبِرُوْا

کے بدگروں بہت اور اگر تم ٹھہرے رہو

وَتَتَّقُوا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝۱۸۹ وَاِذَا اخَذَ

اور پھر ہیزگاری کرو، تو یہ بہت سے کام ہیں۔ اور جب اللہ

اللَّهُ مِيْثَاقَ الَّذِينَ اٰتَوْا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ

نے اقرار کیا کتاب والوں سے، کہ اس کو بیان کر دے لوگوں

وَلَا تَكْتُمُوْنَهُ فَنَبْذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُورِهِمْ وَاَشْتَرُوْا بِهِ

پاس، اور نہ چھپاؤ گے، پھر پھینک دیا وہ اقرار اپنی پیٹھ کے پیچھے اور خرید کیا اس

ثَمًا قَلِيْلًا ۖ فَبَيْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ ۝۱۹۰

کے بدلے سول تھوڑا۔ سو کیا بڑی خرید کرتے ہیں۔

بیان شائع یہود و تعلیم صبر بمسلماناں

قال الله تعالى لَقَدْ سَمِعَ اللهُ قَوْلَ الَّذِينَ قَالُوْا اے فَبَيْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ

(ربط) ابتداء سورۃ کا بڑا حصہ اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) سے متعلق تھا درمیان میں خاص خاص

مناسبات کے بنا پر غزوہ اُحد کی تفصیلات کا بیان ہوا اب اخیر سورۃ میں پھر اہل کتاب کی کچھ شائع اور قیاس کو بیان فرماتے ہیں چونکہ اہل کتاب میں یہود کا معاملہ سخت تھا اور یہ گروہ مسلمانوں کا شدید ترین دشمن تھا اور منافقین بھی اکثر انہی میں سے تھے اس لیے یہود کی گستاخوں کو خاص طور پر ذکر کرتے ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی مَعْنٰ

شان نزول اِذَ الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَاعِفُهٗ لَهٗ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً۔ تو یہود یہ کہنے لگے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کا پروردگار فقیر ہو گیا ہے جو اپنے بندوں سے قرض مانگتا ہے تو اس کے جواب میں یہ آیت یعنی لَقَدْ سَمِعَ اللهُ قَوْلَ الَّذِينَ قَالُوْا اِنَّا نَاوِلُكَ هٰذَا مُحَمَّدُ بن اسحاق کی روایت میں ہے کہ ایک روز ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یہود کے مدرس میں گئے وہاں فحاش بن عازورہ جو یہودیوں کا بہت بڑا عالم تھا درس دے رہا تھا اور اس کے پاس یہودیوں کا ہجوم تھا حضرت

ابوبکرؓ نے فخاص سے کہا۔ اے فخاص اللہ سے ڈر اور اسلام قبول کر۔ خدا کی قسم مجھ کو اس امر کا علم یقینی اور قطعی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اللہ کی طرف سے حق کو لے کر آئے ہیں اور تم ان کے اوصاف کو تو ریت اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہو پس مجھ کو چاہیے کہ حضورؐ پر نوٹ پر ایمان لائے اور خدا کو قرض حسن دے (یعنی اس کی راہ میں صدقہ اور خیرات کرے) اللہ تعالیٰ تمہیں جنت میں داخل کرے گا اور دو چند ثواب دے گا فخاص بولا اے ابوبکرؓ تمہارا یہ گمان ہے کہ ہمارا پروردگار ہم سے قرض مانگتا ہے حالانکہ قرض تو فقیر منی سے لیا کرتا ہے اگر خدا فقیر نہ ہوتا تو قرض نہ مانگتا۔

پس اگر تیرا یہ قول صحیح ہے تو بلاشبہ اللہ فقیر ہے اور ہم مال دار ہیں۔ اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو غصہ آگیا اور زور سے ایک طانچہ اس کے منہ پر رسید کیا اور کہا کہ دشمن خدا اگر ہمارے اور تیرے درمیان عہد نہ ہوتا تو بخدا میں تیری گردن مار دیتا فخاص نے آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر ابوبکرؓ کی شکایت کی اور کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے رفیق نے میرے ساتھ یہ بڑی حرکت کی آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ سے کہا کہ تم نے یہ حرکت کیوں کی ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس دشمن خدا نے بڑی سخت بات کہی اس نے کہا اللہ فقیر ہے اور ہم مال دار ہیں۔ اس پر مجھے غصہ آگیا اور میں نے اس کے منہ پر ایک طانچہ مارا فخاص نے کہا میں نے یہ قول نہیں کہا تھا اپنے کہے سے منکر گیا۔ اس پر خدا تعالیٰ نے ابوبکر صدیقؓ کی تصدیق کے لیے اور فخاص کذاب کی تکذیب اور تردید کے لیے یہ آیت نازل فرمائی کہ واقعی اس کذاب نے یہ ہرزہ سرائی کی تھی چنانچہ فرماتے ہیں البتہ تحقیق سن لیا اللہ تعالیٰ نے قول ان گستاخوں کا جنہوں نے یہ کہا کہ اللہ فقیر ہے اور ہم مالدار اور دولت مند ہیں گزشتہ آیت میں حق تعالیٰ نے یہود کے بخل کو بیان فرمایا تھا کہ یہ ایسے بخیل ہیں کہ خدا کی راہ میں ایک پیسہ بھی خرچ کرنا نہیں چاہتے اس آیت میں یہ بیان فرمایا کہ اس درجہ بخیل ہیں کہ جب خدا کی راہ میں خرچ کرنے کا حکم سنتے ہیں تو مذاق اڑاتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ خدا فقیر ہے اور ہم مالدار ہیں۔ جب ہی تو ہم سے قرض مانگتا ہے مگر یہ کوڑ مغز اور بے وقوف یہ نہیں سمجھتے کہ تمام دنیا کے اغنیاء اور دولت مندوں کی عناء اور دولت اُس غنی مطلق کی عناء اور عطاکا ایک پر تو ہے مالک مطلق وہی ہے دولت مندوں کے پاس جو کچھ بھی ہے وہ چند روزہ عاریت اور امانت ہے مالک حقیقی اپنی انتہائی رحمت و شفقت سے اپنے بندوں سے یہ فرماتا ہے کہ تم ہمارے دیئے ہوئے مال میں سے کچھ مال ہماری راہ میں قرض دے دو ہم تم کو اس کا دس گنا معاوضہ دیں گے کیا کوئی نادان یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ حقیقتاً قرض مانگتا ہے۔

قرض کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ جو مال تم سے لیا جا رہا ہے تم کو اس کا معاوضہ دیا جائے گا بلا معاوضہ تم سے کچھ نہیں لیا جا رہا ہے احتیاج اور ضرورت۔ قرض کے مفہوم میں داخل نہیں ان نادان فقروں نے قرض کے لفظ سے یہ سمجھ لیا کہ معاذ اللہ خدا تعالیٰ محتاج ہے اور یہ نہ سمجھا کہ یہ سب مال اسی کا ملوک ہے کمال ترجم سے لفظ قرض کا اس لیے استعمال فرمایا ہے کہ تمہارے نفسوں کو اطمینان ہو جائے کہ

کہا یا اور تمہارے ہاتھوں نے جو سینا وہ تمہارے سامنے آگیا خدا تعالیٰ نے تم پر ذرہ برابر ظلم نہیں کیا۔ یہ سزا اور بلا تمہارے ہی اعمال کی صورت ہے کوئی نئی چیز نہیں یہ عذاب الیم۔ معاذ اللہ ظلم عظیم نہیں بلکہ عدل عظیم ہے اور تمہارے جرم عظیم اور ظلم عظیم کی سزا ہے۔

نکتہ ظلام مبالغہ کا صیغہ ہے اور لیس بظلمہ و لیسید میں مبالغہ کی نفی مراد نہیں بلکہ مبالغہ فی النفی مراد ہے جیسا کہ بخاری کی روایت میں بار بار آتا ہے۔ حدثنی البراء و هو عن کذب کذب مبالغہ کا صیغہ ہے اور غیر کذب سے مبالغہ کی نفی مراد نہیں بلکہ مبالغہ فی النفی مراد ہے ہماری اس عبارت کا مطلب کسی ایسے عالم سے حل کر لیں جو سطول اور مختصر معانی پڑھا چکا ہو۔ اور بعض علما نے یہ کہا ہے کہ ظلام صیغہ نسبت ہے بمعنی ذی ظلم جیسے صباخ اور دباخ اور عطار اور معنی یہ ہیں کہ اللہ کو ظلم سے کوئی نسبت نہیں یا یہ کہ مقصود کلام تعریف ہے کہ اللہ تو ظلام نہیں البتہ بندوں میں بڑے ظلام یعنی بڑے بڑے ظالم ہیں اشارہ یہود کی طرف ہے کہ یہ بڑے ظالم ہیں۔

یہود کا ایک افترا اور اس کی تردید

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام سے پہلے بعض انبیاء بنی اسرائیل کو یہ معجزہ عطا فرمایا تھا کہ قربانی یا کوئی چیز اللہ کے نام کی نیاز کی تو آسمان سے ایک آگ آتی اور اس کو کھا جاتی تو یہ اس قربانی اور نیاز کے قبول ہونے کی علامت ہوتی اور اگر اس کے جلانے کے لیے آسمان سے آگ نہ آتی تو معلوم ہوتا کہ عطا کے یہاں وہ قربانی اور نیاز قبول نہیں ہوئی اب یہود نے ایک بہانہ پکڑا اور یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو توریت میں یہ حکم دیا ہے کہ جس نبی سے یہ معجزہ نہ دیکھو اس پر ایمان نہ لانا یہ یہود کا جھوٹا بہانہ تھا توریت میں کہیں نہیں لکھا کہ جو نبی آگ کا معجزہ نہ دکھائے اس پر ایمان نہ لانا یہ معجزہ صرف بعض پیغمبروں کو عطا تھا ہر پیغمبر کو اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ کے مناسب معجزات عطا کیے یہ ضروری اور لازم نہیں کہ ہر نبی ایک ہی معجزہ دکھلا دے چنانچہ فرماتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم سے یہ عہد لیا ہے کہ ہم کسی رسول پر ایمان نہ لائیں جب تک وہ ہمارے پاس ایسی قربانی نہ لائے جسے غیب سے اگر آگ کھا جاوے یہود کا مطلب یہ تھا کہ حضور پر نور نے یہ معجزہ ظاہر نہیں فرمایا اس لیے ہم آپ پر ایمان نہیں لاتے آپ ان کے جواب میں کہہ دیجئے کہ مجھ سے پہلے کتنے ہی رسول تمہارے پاس اپنی نبوت و رسالت کے دلائل اور براہین اور صفات اور روشن معجزات لے کر آچکے ہیں۔ اور وہ معجزہ بھی لاپچکے ہیں جو تم مانگتے ہو۔ پھر تم نے ان کو کیوں مار ڈالا اگر تم اپنے اس دعوے میں سچے ہو کہ خدا تعالیٰ نے ہم کو توریت میں ایسا حکم دیا ہے مطلب یہ ہے کہ تم جھوٹے ہو خدا نے کہیں ایسا حکم نہیں دیا۔ اثبات نبوت کے لیے مطلق معجزہ کا ظہور ضروری ہے اس خاص معجزہ کا

ظاہر ہونا ضروری نہیں اور اگر تم اس دعوے میں سچے ہو کر اسی خاص معجزہ کے دکھلانے پر ایمان لانا موقوف ہے تو یہ بتانا کہ جن نبیوں نے اپنی صداقت کے کھلے کھلے نشان دکھائے اور یہ قربانی کا معجزہ بھی دکھلایا تو تم ان پر کیوں ایمان نہیں لاتے بلکہ اُن کو قتل کیا معلوم ہوا کہ یہ سب تمہاری جڑ سے اُڑا دیے گئے اور ہٹ دھرمی ہے۔

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تسلی

چونکہ کفار کی تکذیب اور اس قسم کی معاندانہ باتوں سے حضور پُر نور کو رنج ہوتا تھا اس لیے آئندہ آیت میں آپ کی تسلی فرماتے ہیں پس اگر یہ معاند اور کج بحث لوگ آپ کو جھٹلائیں اور آپ کی نبوت کو نہ مانیں تو اس سے رنجیدہ اور دلگیر نہ ہوں کیونکہ آپ سے پہلے کتنے ہی رسول جھٹلائے جا چکے ہیں۔ جو اپنی صداقت کے کھلے کھلے ثبوت اور آسمانی صحیفے اور روشن کتاب لے کر آئے تھے انبیاء صادقین کی تکذیب ان کی قدیم عادت ہے آپ کو کوئی نئی بات پیش نہیں آئی۔

فائدہ مینات سے انبیاء کرام کی صداقت کے روشن دلائل اور کھلے ثبوت مراد ہیں اور اُڑنے کے ہیں اور اصطلاح شریعہ میں زبور اس کتاب کو کہتے ہیں جو مضامین حکمت اور نصیحت و موعظت پر مشتمل ہو ایسی کتابوں کو زبور اس لیے کہتے ہیں کہ لوگوں کو باطل کی طرف جانے سے جھڑکا جاتا ہے اور حضرت داؤد علیہ السلام کی کتاب کو بھی زبور اس لیے کہتے ہیں اور یہاں ذالزبور سے وہ آسمانی صحیفے مراد ہیں جو مضامین حکمت و موعظت پر مشتمل ہوں اور کتاب منیر (یعنی روشن کتاب) سے توریت اور انجیل مراد ہے۔ اگرچہ لفظ زبور ان کو بھی شامل تھا مگر ان کی نفیست اور شرافت ظاہر کرنے کے لیے ان کو علیحدہ بیان فرمایا۔

وعید برائے کاذبین و وعدہ برائے مُصدقین

اب آئندہ آیت میں کاذبین کے لیے وعید اور مصدقین کے لیے وعدہ اور بشارت کا ذکر فرماتے ہیں ہر نفس تم میں سے موت کا مزہ چکھنے والا ہے اور جزا کی نیست کر تم کو پورا پورا بدلہ قیامت کے دن دیا جائے گا دنیا میں یا قبر میں اگر منرا متی ہے تو وہ اعمال کا پورا بدلہ نہیں دے تو سزا کا محض ایک نمونہ ہے پس جو شخص دوزخ سے محفوظ کر دیا گیا۔ جو تمام مصیبتوں کا معدن اور منبع کراور جنت میں داخل کر دیا گیا جو تمام راحتوں اور نعمتوں اور لذتوں کا معدن اور مخزن ہے پس ایسا شخص ٹھیک مراد کو پہنچا اور کامیاب ہوا۔ اور زیادتی زندگی اگرچہ وہ کتنی ہی عیش و عشرت کو ساتھ لیے ہوئے ہو

وہ کچھ بھی نہیں مگر دھوکہ کا سامان ہے جس پر بے وقوف عاشق ہو گئے ہیں اگر یہ لوگ دنیا کی حقیقت جان لیں تو سمجھ جائیں کہ یہ ساری دنیا غرور یعنی فریب اور دھوکہ ہے کوئی بھی اُس کو مول لینے پر تیار نہ ہو سے

در دیدہ اعتبار خواہست بر رھگذر اجل سراہست
ایمن منشیں ز گرم دسردش مشغول مشوبہ سرخ دسردش

کافروں کی تکذیب اور ہرزہ درایتوں پر مسلمانوں کو صبر کی تعلیم

چونکہ کافروں کے معاندانہ اعتراضات اور ہرزہ درایتوں سے مسلمانوں کو ایذا پہنچتی تھی اس لیے آئندہ آیت میں مسلمانوں کو صبر کی تلقین فرماتے ہیں (مسلمانو) البتہ تم آزمائے جاؤ گے اپنے مالوں میں اور اپنی جانوں میں مطلب یہ ہے کہ جان و مال دونوں ہی سے آزمائش ہوگی خدا کی راہ میں تمہارے مال بھی طلب کیے جائیں گے اور جانیں بھی اور فقر و افلاس میں بھی مبتلا ہو گے اور خدا کی راہ میں کفار کے ہاتھ سے مقتول اور مجروح بھی ہو گے غرض یہ کہ اے مسلمانو تمہاری جانی اور مالی تکالیف کے ذریعہ تمہاری آزمائش ہوگی لہذا تم اس آزمائش کے لیے مستعد رہنا کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمت ہار دو اور البتہ تم ان لوگوں سے جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی ہے اور نیز مشرکین سے بہت دل آزار باتیں سنو گے اور اگر تم ایسے موقع پر صبر کرو اور تقویٰ پر قائم رہو تو بے شک یہ خصلت ہمت کے کاموں میں سے ہے۔ صبر کے معنی ناگوار امر کو برداشت کرنے اور تقویٰ کے معنی نامناسب بات سے بچنے کے ہیں اور ظاہر ہے کہ اس عظیم خصلت کے لیے ہمت مردانہ چاہیئے اور بعض مفسرین نے من عزم الامور کے یہ معنی بیان کیے ہیں کہ یہ کام من جملہ ان کاموں کے ہے جو خدا کی طرف سے تم پر لازم کیے گئے ہیں۔

مذمتِ اہل کتاب کے کتمانِ حق

گزشتہ آیات میں یہود کے قبائح کو بیان فرمایا اب آئندہ آیت میں ان کی ایک اور خصلت قبیحہ کو بیان کرتے ہیں اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے علماء اہل کتاب سے عہد لیا تھا کہ ہمارے احکام جو توریت اور انجیل میں مذکور ہیں اور نبی آخر الزمان کی جو صفیں اور بشارتیں ان میں مسطور ہیں ان کو لوگوں سے ہرگز نہ چھپانا مگر ان لوگوں نے خدا تعالیٰ سے جو عہد کیا تھا اس کو پس پشت ڈال دیا اور اپنے امیروں سے رشوت لے کر پیغمبر آخر الزمان کی بشارتوں کو چھپا لیا۔ اور یاد کرو اس وقت کو جب کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جن کو کتاب دی گئی یہ عہد لیا کہ تم اس کتاب کے تمام مضامین کو

خود بنمود لوگوں کے سامنے بیان کرنا اگرچہ کوئی تم سے دریافت بھی نہ کرے تم پر ان مضامین کا بیان اور اعلان واجب ہے تم اس کے مضامین کو لوگوں کے سامنے بیان کرنا اور پوشیدہ نہ رکھنا پس ان لوگوں نے اس عہد اور میثاق کو پس پشت پھینک دیا اور اس کے بدلہ میں بہت تھوڑا سا معاوضہ لے لیا یعنی دنیاوی لالچ میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفتوں اور ثباتوں کو چھپا لیا۔ پس کیا ہی بری چیز ہے کہ جو وہ غیور ہے ہیں یعنی تھوڑے سے نذرانوں کے لالچ میں کتاب الہی کا مطلب الٹا بیان کرتے ہیں: در حق بات کو کٹا ہر نہیں کرتے بہت ہی بُرا سودا ہے۔

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَفْرَحُونَ بِمَا آتَوْا وَيُحِبُّونَ

تو نہ سمجھ کہ جو لوگ خوش ہوتے ہیں اپنے کیے پر اور چاہتے ہیں

أَنْ يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ

تعریف بن کیے پر سو نہ جان کہ وہ خلاص ہیں

بِمَفَازَةٍ مِنَ الْعَذَابِ وَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۸۸﴾

عذاب سے اور اُن کو ٹوکھ کی مار ہے

وَاللَّهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَ الْأَرْضِ وَاللَّهُ عَلَى

اور اللہ کو ہے سلطنت آسمان اور زمین کی اور اللہ ہر

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۸۹﴾

چیز پر قادر ہے۔

مذمت خود پسندی و مدح خواہی

قال تعالى لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَفْرَحُونَ الى وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ
آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب علماء یہود سے کوئی بات دریافت کرتے تو وہ اصل بات کو تو چھپا لیتے اور خلاف واقع بات بیان کر کے چلے جاتے پھر اپنے اس چھپانے پر دل میں خوش ہوتے کہ ہماری چالاکیوں کو کوئی پکڑ نہیں سکتا اور امید رکھتے کہ لوگ ہماری تعریف کریں گے اس پر حق تعالیٰ

نے یہ آیت نازل فرمائی (اے نبی) آپ ان لوگوں کو جو اپنی اس چالاکی پر خوش ہوتے ہیں جو انہوں نے کی ہے اور چاہتے ہیں کہ ان کی تعریف کی جائے اس کام پر جو انہوں نے کیا۔ یعنی جو بھلائی نہیں کی اس پر آفرین چاہتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں کہ دیکھو کس طرح جلد اور بہانہ سے اپنی جان بچائی پس آپ ان کی نسبت یہ گمان ہرگز نہ کرنا کہ وہ عذاب سے چھوٹ گئے اور ان لوگوں کے لیے تو بڑا ہی دردناک عذاب ہے جو کہ ان کی ساری خوشی اور خود پسندی اور برج خواہی کو اچھی طرح خاک میں ملا دے گا اگرچہ یہ آیت خاص یہود کے بارہ میں نازل ہوئی ہے لیکن اس کا حکم عام ہے جو شخص بھی اپنے بُرے افعال سے خوش ہوگا اور ناکردہ امور پر اپنی تعریف چاہے گا وہ اس وعید میں داخل ہوگا اور اللہ ہی کے لیے ہے بادشاہت آسمانوں کی اور زمین کی اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے پس ایسے قادر مطلق کے عذاب سے چھٹکارا پانے کی کوئی سبیل نہیں اور خصوصاً جو گستاخ آسمان و زمین کے مالک کو فقیر کہتا ہو ایسے گستاخ کی تو عذاب سے کسی طرح رہائی نہیں ہو سکتی اس لیے کہ جس کی سلطنت آسمان و زمین کو محیط ہو اس کا مجرم بھاگ کر آخر کہاں جائے گا۔

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ

آسمان اور زمین کا بننا ، رات اور دن کا

وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ﴿١٩٠﴾ الَّذِينَ يَذْكُرُونَ

بدلتے آنا ، اس میں نشانیاں ہیں عقل والوں کو ۔ وہ جو یاد کرتے ہیں

اللَّهِ قِيَمًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ

اللہ کو ، کھڑے اور بیٹھے اور کدھ پر لیٹے ، اور دھیان کرتے ہیں

فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ

آسمان اور زمین کی پیدائش میں ۔ اے رب ہمارے !

هَذَا بَاطِلًا سُبْحَنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿١٩١﴾ رَبَّنَا

تو نے یہ جھٹ نہیں بنایا۔ تو پاک ہے عیب سے ، سو ہم کو بچا دوزخ کے عذاب سے ۔ اے

إِنَّكَ مَنْ تَدْخِلُ النَّارَ فَقَدْ أَخْرَيْتَهُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ

رب ہمارے ! جس کو تو نے دوزخ میں ڈالا سو اس کو رہا کیا۔ اور گناہگاروں کا کوئی

مِنْ أَنْصَارٍ ۱۹۲ رَبَّنَا إِنَّا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي

نہیں مدد گار :- اے رب ہمارے ہم نے سنا کہ ایک پکارنے والا پکارتا

بِلَا يَمَانٍ أَنْ آمِنُوا بِرَبِّكُمْ فَأَمَّا نَا رَبَّنَا فَاعْفُ

ہے ایمان لانے کو کہ ایمان لاؤ اپنے رب پر سو ہم ایمان لائے اے رب ہمارے

لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ ۱۹۳

اب بخش گناہ ہمارے اور اتار ہماری برائیاں اور موت دے ہم کو نیک لوگوں کے ساتھ :-

رَبَّنَا وَآتِنَا مَا وَعَدْتَنَا عَلَىٰ رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا

اے رب ہمارے اور دے ہم کو جو وعدہ دیا تو نے اپنے رسولوں کے ہاتھ اور رسوا نہ کر ہم

يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۱۹۴ إِنَّكَ لَا تَخْلِفُ الْوَعْدَ ۱۹۵ فَاسْتَجَابَ

کو قیامت کے دن - تحقیق تو خلاف نہیں کرتا وعدہ :- پھر قبول کی

لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ

ان کی دعا ان کے رب نے کہیں ضائع نہیں کرتا محنت کسی محنت کرنے والے کی تم میں

مِّنْ ذَكَرُوا أَنِّي بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ ۱۹۶ فَالَّذِينَ

سے مرد یا عورت ، تم آپس میں ایک ہو - پھر جو لوگ

هَاجَرُوا وَأُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأُوذُوا فِي سَبِيلِ

وطن سے چھوٹے اور نکالے گئے اپنے گھروں سے اور ستائے گئے میری راہ میں

وَقَتَلُوا وَقِيلُوا لَا كُفْرَانَ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ

اور لڑے اور مارے گئے ہیں اتاروں کا اُن سے برائیاں ان کی ، اور

لَا دُخْلَ لَهُمْ جَنَّتِ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ثَوَابًا

داخل کروں گا باغوں میں جن کے نیچے بہتی ندیاں - بدلہ

مِّنْ عِندِ اللَّهِ وَاللَّهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الثَّوَابِ ﴿۱۹۵﴾

اللہ کے ہاں سے ۔ اور اللہ ہی کے ہاں ہے اچھا بدلہ ۔

لَا يَغُرُّكَ تَقَلُّبُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي الْبِلَادِ ﴿۱۹۶﴾

تو نہ بہک اس پر کہ آتے جاتے ہیں کافر شہروں میں ۔

مَتَاعٌ قَلِيلٌ ۖ ثُمَّ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۹۷﴾

یہ فائدہ ہے تھوڑا سا۔ پھر ان کا ٹھکانا دوزخ ہے، اور کیا بُری تیاری ہے ۔

لَكِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ

لیکن جو لوگ ڈرتے رہے اپنے رب سے، ان کو باغ ہیں جن کے نیچے

تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا نَزِلًا مِّنْ عِندِ اللَّهِ وَ

بہت ندیاں، رہ پڑے ان میں یہاں اللہ کے ہاں سے ۔ اور

مَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ لِّلْأَبْرَارِ ۖ وَإِنَّ مِنْ أَهْلِ

جو اللہ کے ہاں ہے، سو بہتر ہے نیک بختوں کو ۔ اور کتاب والوں میں بعض

الْكِتَابِ لَمَنْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ وَمَا

وہ بھی ہیں، جو مانتے ہیں اللہ کو، اور جو اُترا تمہاری طرف اور جو

أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ خَشِعِينَ لِلَّهِ لَا يَشْتَرُونَ بِآيَاتِ

اُترا اُن کی طرف، ڈرتے ہیں اللہ کے آگے، نہیں خرید کرتے اللہ کی

اللَّهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۖ أُولَٰئِكَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ ۖ

آیتوں پر مول تھوڑا ۔ وہ جو ہیں اُن کو اُن کی مزدوری ہے ان کے رب کے

إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹۸﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا

ہاں بیشک اللہ سب سے حساب لے لے ایمان والو !

اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ

ثابت رہو ، اور مقابلے میں مضبوطی کرو اور لگے رہو۔ اور ڈرتے رہو اللہ سے،

لَعَلَّكُمْ تَفْلِحُونَ ﴿۲۰﴾

شاید تم مراد کو پہنچو :-

دلائل الوہیت و وحدانیت و کمال قدرت و حکمت و بیان حال دشمنان و دعائے گونا گوں ایساں

قال تعالیٰ اِنَّا فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ... لے ... وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ۔
(ربط) گزشتہ آیت یعنی وَبِذِیْكَ مُمْلِکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔
میں حق تعالیٰ شانہ کی بادشاہت اور کمال قدرت کو بیان فرمایا اسب ان آیات میں حق جل شانہ کی الوہیت
اور اس کی وحدانیت اور کمال قدرت اور کمال حکمت کے دلائل بیان فرماتے ہیں اور اہل عقل اور اہل دانش
کی مدح فرماتے ہیں کہ جنہوں نے مخلوقات کو دیکھ کر خالق کا پتہ چلا لیا اور مصنوعات کو دیکھ کر صانع کو پہچان لیا
اور دن رات اپنے پروردگار کے ذکر اور فکر میں سرشار ہیں اور اسی کی تسبیح اور دعا اور استفادہ میں مشغول
ہیں قرآن کریم کی اصطلاح میں اولوالالباب (عقل کامل) وہی لوگ ہیں جو مصنوعات اور مخلوقات میں
غور و فکر کر کے خالق اور صانع کی صحیح معرفت تک پہنچ گئے اور خدا کی یاد اور آخرت کی فکر میں لگ گئے
اور سمجھ گئے کہ یہ دنیا فانی ہے اور اس کے بعد ایک اور عالم کی طرف کوچ ہونا ہے باقی جو مادہ پرست
مخلوقات اور مصنوعات کی تحقیقات اور تدقیقات کے تاروں اور زنجیروں میں الجھ کر رہ گئے اور صانع
برحق کی معرفت تک اُن کی رسائی نہیں ہوئی خواہ دنیا ان کو کتنا ہی بڑا محقق اور فلاسفر اور سائنس دان کہا کرے
وہ قرآن کی زبان میں اولوالالباب عاقل اور دانشمند نہیں بلکہ پرستے درجہ کے جاہل اور احمق ہیں شاہی محل
میں بادشاہ کا مہان بھی داخل ہوتا ہے اور چور بھی مگر مہان محل کے عجائب کو اس لیے دیکھتا ہے کہ
وہ بادشاہ کی شان و شوکت اور اس کے جاہ و جلال کا مظہر اور آئینہ ہیں اور چور شاہی محل کو نہایت
غور سے دیکھتا ہے تاکہ اس کے خزانے اور دھنیزے چرانے میں اس کو مدد ملے۔ اور عمر بھر کی عیش و عشرت کا
سامان اُس کو مل جائے۔

پس خوب سمجھ لو کہ کائنات قدرت میں سائنس دانوں کی غور اور فکر اور تحقیقات سارے نظر کا علم

رکھتی ہے کہ اپنے فوائد اور منافع کے لیے تحقیق میں سرگرداں اور حیران ہیں اُن کو صانع اور خالق سے کوئی مطلب نہیں۔

اور اصحاب دانش و بینش کا حال ان کے بالکل برعکس ہے وہ آسمان اور زمین اور دیگر مصنوعات الہیہ میں غور و فکر کرتے ہیں تاکہ خالق کائنات کی صحیح معرفت تک پہنچ جائیں۔ سائنس دانوں کا مقصد صرف مخلوقات کے فوائد اور منافع کا معلوم کرنا ہے تاکہ ان سے دل خواہ مستفید اور منتفع ہو سکیں خالق سے ان کو کوئی سروکار نہیں کائنات قدرت میں سائنس دانوں کی نظر سارقانہ نظر ہے اور حضرات انبیاء اور اُن کے وارثین کی نظر عاشقانہ اور دالہانہ اور عاقلانہ اور دانشمندانہ ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔ تحقیق آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات اور دن کے آنے اور جانے میں اللہ تعالیٰ کے وجود باوجود اور اس کے کمال علم اور کمال قدرت اور کمال حکمت اور اس کی وحدت کی بہت سی نشانیاں ہیں عقل والوں کے لیے جن کی عقل وہم اور نفسانی اور شیطانی وسوسوں کی آمیزش سے پاک ہے اہل عقل آسمان اور زمین کی عجیب و غریب خلقت اور دلیل و ہند کے عجیب و غریب چکر کو دیکھ کر سمجھ جاتے ہیں کہ یہ عجیب و غریب کارخانہ خود بخود نہیں چل رہا ہے بلکہ کسی علیم و حکیم اور قدیر و بصیر کے ہاتھ میں اس کی باگ ہے۔ اور ان عقلا کے حقائق ہونے کی دلیل یہ ہے کہ یہ لوگ یاد کرتے ہیں اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور بناوٹ میں غور و فکر کرتے ہیں۔ اور سمجھ جاتے ہیں کہ ان کو کسی بڑے علیم و حکیم اور قدرت والے نے بنایا ہے آسمان و زمین میں غور و فکر کرنے سے ان کا مقصد حق جل شانہ کی معرفت حاصل کرنا ہے اور جب مصنوعات میں غور و فکر کرنے سے خالق کی معرفت اُن کو حاصل ہو جاتی ہے اور اس کی عظمت اور اس کی عظیم قدرت اور علم و حکمت معلوم ہو جاتی ہے اور اس کے عجائب قدرت کو دیکھ کر دل اس کی محبت اور عظمت سے لبریز ہو جاتا ہے تو اُس خداوند قدوس کی تسبیح و تقدیس اور ایمان و دعا اور استغفار میں لگ جاتے ہیں اور یہ کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار تو نے یہ کارخانہ عالم جہت اور بے کار نہیں بنایا عالم کا ہر جز اور ہر ہر ذرہ حکمتوں اور مصلحتوں سے لبریز ہے تمام عالم کے عقلا کی عقلیں جن کے ادراک سے قاصر اور دراندہ ہیں تو پاک ہے۔ اے پروردگار ہر عیب اور نقص سے بے شک تو نے اس کارخانہ کو بے فائدہ نہیں بنایا اس کی ہر حرکت اور سکون سے تغیر اور زوال ٹپکتا ہوا نظر آ رہا ہے اور یوں دکھائی دے رہا ہے کہ جس طرح یہ سارا کارخانہ عدم سے وجود میں آیا ہے اسی طرح ایک دن پھر عدم کے گھاٹ اتار دیا جائے گا اور نمود اور فرعون جیسے مجرم جنہوں نے دنیا میں اُدھم مچا رکھا ہے اور تیرے سفراء اور وزرائے انبیاء و مرسلین کی تذلیل و توہین اور تیری نازل کردہ شریعت کے قوانین اور احکام کی پامالی پر تلے ہوئے ہیں۔ ایک دن یہ سب مجرم نہایت ذلت اور رسوائی کے ساتھ جیل خانہ (جہنم) میں دھکیل دیئے جائیں گے پس اے پروردگار تو ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا۔ مطلب:۔۔۔ ہے کہ اے پروردگار جب تو نے یہ کارخانہ بچوں کے کھیل کی طرح بے فائدہ نہیں بنایا بلکہ اس کے بنانے سے مقصد ایک اور زندگی ہے جسے آخرت کہتے ہیں اور جہاں اس کے بنانے کا نتیجہ ظاہر ہو گا تو ہمیں اُس زندگی میں دوزخ کے عذاب سے

بچانا یا اس طور کہ ہم کو عمل صالح اور اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق دینا لے ہمارے پروردگار بلاشبہ جسکو تو نے دوزخ میں داخل کیا تو تحقیق تو نے اس کو خوب رسوا کیا اور ظالموں کے لیے کوئی مددگار نہیں جو ان کو خدا کے عذاب سے بچا سکے۔ اے ہمارے پروردگار ہم نے ایک منادی کو سنا جو عطا فیہ طور پر باواز بندہ ایمان کی منادی کر رہا تھا کہ اے لوگو! اپنے پروردگار پر ایمان لاؤ پس ہم دل و جان سے ایمان لے آئے ایمان کے منادی سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں جنہوں نے ساری دنیا کو پکارا اور لکارا اور ایمان کی دعوت دی لے ہمارے پروردگار ہم ایمان تو لے آئے اور اطاعت کے لیے کمر بستہ بھی ہو گئے مگر ہم عاجز اور ناتواں ہیں کما حقہ اطاعت بہت مشکل ہے۔ ہمارا کوئی عمل بھی تقصیر سے خالی نہیں پس ہمارے گناہ بخش دیجئے اور ہماری برائیوں کو دودھ فرما دیجئے اور ایک بخوں کے ساتھ ہمیں موت دے یعنی نیکوں کے طریقہ پر ہم کو موت دے جیسے محاورہ میں کہتے ہیں انا مع فلاں نہیں فلاں کے ساتھ ہوں۔ یعنی اس کے طریقہ اور مذہب اور اعتقاد پر ہوں اسی محاورہ کے مطابق تَوَكَّلْنَا مَعَ الْاَنْبِيَاءِ کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین کے طریقہ اور مذہب اور اعتقاد پر ہم کو موت دے۔ اے پروردگار ہمارا ایمان اور ہمارا عمل تو آخرت کی رسوائی سے بچانے کے لیے کافی نہیں لیکن ہم آپ کے نام یوں نابکار آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ ہم کو وہ چیز عطا فرمائیں جو آپ نے اپنے پیغمبروں کی زبانی ہم سے وعدہ کیا ہے کہ ایمان لانے والوں کو یہ نعمتیں عطا کی گئی ہیں آپ سے اپنے استحقاق کی بنا پر درخواست نہیں کرتے بلکہ آپ کے کہ یہاں وعدہ کے الفاظ کی فقیرانہ اور گدایانہ اور شرمسارانہ درخواست کرتے ہیں کہ بے شک ہمارا ایمان اور عمل اس قابل نہیں کہ اس پر انعام دیا جاسکے لیکن آپ کہ ہم مطلق ہیں بمقتضائے کرم اپنے وعدہ کو پورا فرما دیجئے مطلب یہ ہے کہ اپنی توفیق و عنایت اور لطف و کرم سے ہم کو اس وعدہ کا مستحق بنا اور ہم سے ایسی حرکات سرزد نہ ہوں جن کی وجہ سے ان العاقبات کے وعدہ کے مستحق نہ رہیں اور ہم ایمان لانے والوں کو قیامت کے دن ذلیل اور رسوا نہ کیجئے تحقیق آپ تو بلاشبہ وعدہ خلافی نہیں کرتے۔ بے وفائی کا احتمال تو ہماری ہی طرف سے ہو سکتا ہے آپ کی بارگاہ تو وعدہ خلافی سے پاک اور منزہ ہے۔ اے پروردگار ہم صد ہزار بار اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ ہم تیرے پورے وفادار اور فرمانبردار اور اطاعت شعار ہیں بن سکے اور عہد است کو ہم پورا نہیں کر سکے ہم اپنی اس وعدہ خلافی پر نادم اور شرمندہ ہیں لیکن دل و جان سے ارادہ پوری ہی وفاداری کا ہے۔

نفس و شیطان زد کہ بیمارہ من رحمت باشد شفاعت خواہ من

وعدہ خلافی ہماری طرف سے ہے نہ کہ تیری طرف سے اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيعَادَ۔

خلاصہ کلام یہ کہ اہل عقل وہ لوگ ہیں کہ جواہل ذکر اور اہل فکر ہیں اور مخلوقات میں غور و فکر کر کے خدا تعالیٰ کی الوہیت اور وحدانیت اور قدرت اور حکمت کو پہچان لیتے ہیں اور خدا کی طرف عاجزی اور گریہ و زاری اور آخرت کی تیاری میں لگ جاتے ہیں عاقل اور دانا وہ ہے جو آسمان و زمین کی خلقت میں غور و فکر کر کے ان کے خالق تک پہنچ جائے اور رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا میں مست ہو جائے۔

باقی وہ لوگ جو دن رات اجرام علوی اور سفلی کے تسخیرات میں سرگرداں ہیں مگر خالق کی معرفت اور اس کے ذکر اور فکر اور آخرت کی تیاری سے غافل ہیں اور اس دنیا کو محض کھیل تماشہ اور تفریح اور لذت کا ذریعہ سمجھے ہوئے ہیں۔ دنیا ایسے لوگوں کو اگرچہ بڑا محقق اور بڑا فلاسفر اور سائنس دان کہے مگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ اولوالالباب میں سے نہیں ہو سکتے جس نے اپنے مالک کو نہ پہچانا وہ جانور سے بھی بدتر ہے جانور بھی پہچانتا ہے کہ مجھے گھاس دانہ کون ڈالتا ہے جب مالک سامنے آتا ہے تو یہ جانور اس کے سامنے گردن جھکا دیتا ہے مگر اس فلسفی اور سائنس دان کی گردن خدا کے سامنے نہیں جھکتی اُولَئِكَ كَانُوا لِنُجَاہِ بَنِي هٰمَ اَضَلُّ اُولَئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ۔

بشارتِ قبولیت دعا

گزشتہ آیات میں اہل ذکر و اہل فکر کی دعا مذکور ہوئی اب آئندہ آیت میں اس کی قبولیت کی بشارت دی جاتی ہے چنانچہ فرماتے ہیں پس اُن کے پروردگار نے اُن کی تمام دعائیں قبول کیں اور بتلادیا کہ میرا قانون اور ضابطہ یہ ہے کہ میں تم میں سے کسی کی محنت ضائع نہیں کرتا۔ مرد ہو یا عورت ہو تم آپس میں ایک ہو۔ اعمال کی جزا میں دونوں برابر ہیں پس جب کسی عمل کرنے والے کا پھوٹا موٹا عمل بھی رائیگاں نہیں جاتا تو مردانِ خدا کا تو پوچھنا ہی کیا ہے جنہوں نے منادی پر حق کی نداء ایمان قبول کر لے کے بعد ہجرت کی اور خدا کے لیے خویش اور اقارب اور وطن کو چھوڑا اور مال و منال کو خیر باد کہہ کر دارالاسلام کی راہ لی اور محض میرا کلمہ پڑھنے اور میرا نام لے کر ہونے کی وجہ سے طرح طرح سے ستا کر اپنے گھروں سے نکالے گئے جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے۔ يَخْرُجُونَ الرِّسُولَ وَيَا كُفُوًا كُفُوًا تَقُولُ مَا تَقُولُونَ (سورہ ممتحنہ) اور وَمَا تَقُولُوا مِنْهُمُ اِلَّا اَنْ يَقُولُ مَا تَقُولُ (سورہ بروج) اور میری راہ میں اُن کو طرح طرح کی تکلیفیں دی گئیں اور پھر انہوں نے میری راہ میں جہاد و قتال کیا اور بہت سے ان میں سے شہید بھی ہوئے ان مردانِ خدا کا خدا کی راہ میں ان ہوش ربا تکلیفوں اور مصیبتوں کو برداشت کرنا ان کے کمالِ ایمان کی دلیل ہے۔ لہذا میں ایسے لوگوں کی برائیوں اور گناہوں کو ضرور ضرور معاف کروں گا اور ضرور ان کو ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی یہ بدلہ ملے گا اُن کو اللہ تعالیٰ کے یہاں سے اور اللہ تعالیٰ کے پاس ہے نہایت عمدہ بدلہ جس پر سوائے اس کے کسی کو قدرت نہیں اور یہ عمدہ بدلہ انہیں عقلاء کہنے کا جن کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

اوپر کی آیت میں مومنین کا حال اور اُن کے آخری درجات کا بیان تھا اب اس آیت میں

کافروں کا حال بیان فرماتے ہیں کہ کوئی مسلمان دنیا میں کافروں کو خوش حال اور خوش و غرم دیکھ کر یہ خیال نہ کرے کہ یہ کج نعمت نہایت کے دشمن تو بظاہر عیش اڑاتے ہیں اور ہم مصیبت جھیلتے ہیں اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (سے ظاہر ہیں) جو لوگ کافر ہیں ان کا شہر وں میں تجارت وغیرہ کیسے چلنا پھرنا سمجھ کر دھوکہ اور فریب میں نہ ڈال دے یہ دنیاوی عیش و عشرت بہت ہی تھوڑی پونجی ہے۔ ان کی اس چند روزہ بہار سے مسلمان کو دھوکہ نہ کھانا چاہیے یہ دولت و ثروت قبولیت کی دلیل نہیں اگر کسی شخص کو چند روزہ پلاؤ اور قورمہ کھلا کر جس دھام کی سزا دی جائے تو وہ کیا خوش عیش اور خوش نصیب ہوا۔ خوش عیش اور خوش نصیب تو وہ ہے کہ چند روزہ محنت اور تکلیف اٹھا کر اعلیٰ درجہ کی دائمی عیش اور آسائش کا سامان مہیا کر لے کافروں کی یہ عیش و عشرت محض چند روزہ ہے پھر ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور بہت ہی بُرا ٹھکانہ ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے لہذا مومنوں کو ان کی حالت سے دھوکہ میں نہ پڑنا چاہیے بلکہ ان کو حق تعالیٰ کے ثواب ابدی اور دائمی پر نظر رکھنی چاہیے۔

(۱) دنیا کی کوئی نعمت ایسی نہیں جو پائدار ہو بلکہ سب منقطع ہونے والی ہیں۔

(۲) نیز دنیا کی کوئی نعمت ضرر اور الم سے خالی نہیں۔

(۳) نیز آخرت کی نعمتوں کے مقابلہ میں دنیا کی تمام نعمتیں، سیح اور محض بے حقیقت ہیں علاوہ ازیں انسان

دنیاوی نعمتوں میں پڑ کر خدا کی یاد سے غافل ہو جاتا ہے جس کا نتیجہ دائمی عذاب ہے لیکن ان میں سے بھی جو لوگ خدا سے ڈریں اور ایمان لا کر متقی اور پرہیزگار بن جائیں ان کے لیے بہشت کے باغات ہیں۔ جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے یہ اللہ کی طرف سے ان کی مہمانی ہے اور جو چیزیں اللہ کے یہاں ہیں سو وہ اس متاعِ قلیل سے نیک بختوں کے لیے کہیں بہتر ہیں کیونکہ خدا کے پاس جو ہے وہ بے مثال ہے اور لازوال ہے۔

ف جاننا چاہیے کہ متقین اور ابراہیم کے درمیان فرق ہے اور ابراہیم کا درجہ متقیوں سے بڑھا ہوا ہے کیونکہ متقی اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کی ناراضگی کے اسباب سے بچالے اور یہ بات صرف محرمات کے چھوڑ دینے اور فرائض اور واجبات کے سبجالانے سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اور ابراہیم بڑا مقابلہ سحر سے مشتق ہے جس کے مفہوم میں وسعت داخل ہے لہذا ابراہیم کے مفہوم میں تمام نیکیوں کا سبجالانا داخل ہے خواہ فرائض ہوں یا نوافل پس مطلب یہ ہوا کہ جنت تجرید من تحتہا الا نهار متقین کی مہمانی ہے اور ابراہیم کے لیے جو الطاف و عنایات ہوں گی وہ اس سے کہیں بہتر ہوں گی۔ لہذا تمہیں اس کی فکر چاہیے۔

مدح مومنین اہل کتاب

گزشتہ آیات میں اہل کتاب کی مذمت کا بیان تھا اب آئندہ آیات میں اہل کتاب کی ایک

خاص جماعت کی مدح فرماتے ہیں جو مشرف باسلام ہوئی۔ (۱) اور بلاشبہ اہل کتاب میں سے بعض لوگ ایسے ہیں جو اللہ پر صحیح ایمان رکھتے ہیں جس میں نفاق اور شرک کی آمیزش نہیں (۲) اور اس کتاب پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔ جو ہماری طرف نازل کی گئی یعنی قرآن کریم (۳) اور ان کتابوں پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو ان کی طرف اتاری گئیں۔ یعنی توریت و انجیل پر (۴) حالت ان کی یہ ہے کہ اللہ کے لیے عاجزی اور فروتنی کرنے والے ہیں خشوع اور خضوع اس اثر کا نام ہے جو دل میں خوف خدا پیدا ہونے کی وجہ سے تمام اعضاء اور جوارح پر پڑتا ہے۔ جس کے باعث نظر نیچی ہو جاتی ہے اور آواز دب جاتی ہے یہ خشوع مومنین اہل کتاب کا چوتھا وصف ہے جو ایمان صحیح کا ثمرہ ہے (۵) اور بانجواں وصف ان کا یہ ہے کہ ان کے دل حب مال اور حب جاہ سے پاک ہیں۔ اس لیے کہ وہ اللہ کی آیتوں کے بدلے میں تھوڑا مول نہیں خریدتے جیسا کہ دوسرے اہل کتاب مال و جاہ کی طرح میں خدا کی آیتوں میں تحریف کر کے تھوڑے داموں بیچ دیتے ہیں۔ ایسے اہل کتاب کے لیے جو قرآن پر بھی ایمان رکھتے ہوں اور کتب سابقہ پر بھی ایمان رکھتے ہوں، خدا تعالیٰ کے یہاں ان کے لیے مخصوص اجر ہے یعنی ان اہل کتاب کا اجر اور ثواب اور لوگوں سے زیادہ ہے یعنی دگنا ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے اُولَئِكَ يُرِثُونَ الْاَرْضَ مِنْهُمْ اُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ ایسے اہل کتاب کو دھرا جرنے کا اور بہت جلد ملے گا جس میں دیر نہ ہوگی اس لیے کہ تحقیق اللہ تعالیٰ جلد حساب کرنے والا ہے سب کے اعمال کا حساب لے بان کر دیا جائے گا۔

خاتمہ سورت اور ایک جامع مانع نصیحت

(ربط) اب حق جل شانہ اس سورت کو ایک جامع مانع نصیحت پر ختم فرماتے ہیں جو کہ تمام سورت کا خلاصہ اور لب لباب ہے۔ اے ایمان والو تمہارے ایمان کا مقتضی یہ ہے کہ جب تم کو کوئی تکلیف پہنچے خواہ کافروں کی طرف سے ہو یا کسی اور طرف سے تو تم اس پر صبر کرو اور جب کافروں سے تمہارا مقابلہ آ پڑے اور تکلیف میں تم اور وہ مشترک ہوں تو تم ان کے مقابلہ میں مضبوطی دکھلاؤ اور کوشش کرو کہ صبر میں ان پر غالب رہو۔ مصابرت کے معنی صفت صبر میں غالب آنے کے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جہاد میں تمہارا صبر کافروں کے صبر پر غالب رہنا چاہیے اور ظاہری اور باطنی دشمن کے بچاؤ کے لیے ہر وقت تیار اور آمادہ رہو۔ اور حق تعالیٰ کی رضا اور اطاعت اور استقامت سے قلب کو مربوط رکھو مبادا دشمن تمہیں غافل پا کر تم پر حملہ نہ کر دے م رابطہ کے لفظی معنی دشمن کے مقابلہ کے لیے سرحد پر گھوڑے سے باندھے رکھنا اور ہر وقت اپنے مورچہ پر دشمن کی مدافعت اور اس سے حفاظت کے لیے تیار اور آمادہ رہنے کے ہیں۔ لہذا مطلب یہ ہوا کہ ہر وقت ظاہری اور باطنی دشمن کی تاک میں رہو کہ مبادا تمہیں غافل پا کر کوئی کافر یا نفس یا شیطان تم پر کوئی وار نہ کر دے۔ حدیث میں ہے کہ ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے لیے منتظر

رہنا یہی رباط ہے۔ اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد مبارک میں اشارہ اس طرف ہے کہ رباط کا حکم اعداد ظاہری کے ساتھ ہی مختص نہیں بلکہ جیسے اعداد ظاہری کے مقابلہ میں رباط ہے اسی طرح کبھی اعداد باطنی یعنی نفس شیطان کے مقابلہ میں بھی رباط ہوتا ہے جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس کے مقابلہ میں جہاد کرے۔

اے شہا کشتہ ما خصیہ زور

ماند خصیہ زور نہر در اندرون

اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو امید ہے کہ تم کامیاب ہو گے اور مراد کو پہنچو گے مطلب یہ ہے کہ اگر دنیا اور آخرت کی فلاح اور کامیابی چاہتے ہو تو شائد اور مصائب میں صبر کرو اور نفس کو معصیت سے ہٹا کر طاعت پر رد کو (یہ معنی اضیوف کا ہے ہوئے) اور دشمن کے مقابلہ میں مضبوطی اور ثابت قدمی دکھاؤ (یہ معنی وصایاؤں کا ہے ہوئے) اور دشمن کے حملہ آور ہونے کے خطرہ سے ہر وقت ہوشیار اور چوکنے رہو مباد کوئی ظاہری یا باطنی دشمن تمہارے حدود اسلام میں نہ گھس آئے (یہ معنی دُرابطوں کے ہوئے) اور ہر وقت خدا تعالیٰ سے ڈرتے رہو یہ معنی وَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ الْكَافِرِ لِيَأْتِيَ الشَّاكِرِ اللّٰهُ تعالیٰ کامیابی ہی کامیابی ہے۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ و اولیاءك المتقین و حزبك المفلحین۔ آمین یا رب العالمین برحمتك یا ارحم الراحمین و یا رب صل وسلم و بارك علی سیدنا و مولانا محمد نبیک و رسولك الذی انزلت علیه هذا الكتاب المبین و علی آله و اصحابہ و ازواجہ و ذریئہ اجمعین و علینا معهم یا ارحم الراحمین۔

الحمد للہ آج بروز شنبہ بوقت اشراق یکم صفر الحیر ۱۳۸۱ھ کو بمقام جامعہ اشرفیہ لاہور تفسیر آل عمران کے فراغت ہوئی۔

فلله الحمد والمنة ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم وتب علينا انك انت التواب الرحيم

ایمانہا ۱۷۶: ۲: سُوْرَةُ النَّسَاءِ مَدَنِيَّةٌ: ۹۲: رُكُوْعَاتُهَا ۲۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تَفْسِیْرُ سُوْرَةِ نَسَاءِ

یہ سورت مدنی ہے مدینہ میں نازل ہوئی اس میں ایک سو ستتر آیتیں اور چوبیس رکوع ہیں اور چونکہ اس سورت میں عورتوں کے متعلق اس قدر کثیر احکام مذکور ہیں جو کسی اور سورت میں نہیں اس لیے اس مناسبت سے اس سورۃ کا نام سورۃ النساء مشہور ہو گیا۔

حق جل شانہ نے اس سورت میں احکام قرابت کو خاص طور پر بیان فرمایا ہے اور قرابت کی پاسداری اور یتیموں اور دارتوں کے اموال کی نگہداری بدون تقویٰ اور پرہیزگاری کے بہت مشکل ہے اس لیے حق تعالیٰ نے اس سورت کو تقویٰ کے حکم سے شروع فرمایا اور سورۃ آل عمران بھی صبر اور تقویٰ کے حکم پر ختم ہوئی اس لیے سورۃ آل عمران کے خاتمہ اور سورۃ نساء کے آغاز اور ابتداء میں خاص مناسبت ہو گئی کہ حقوق قرابت کی رعایت میں تقویٰ کی بھی ضرورت ہے اور صبر اور مصاہرہ بھی خاص طور پر درکار ہے۔

فائدہ

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا سورۃ نساء کی پانچ آیتیں مجھ کو دنیا اور مافیہا سے زیادہ محبوب ہیں۔

۱۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ (۲) اِنْ تَجْتَنِبُوا كِبَارَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ تُكْفُرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ اَلَمْ (۳) اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ (۴) وَلَوْ اَنَّهٗمْ اِذْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَاوَزْكَ اَلَمْ (۵) وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُضَاعِفْهَا۔ یہ پانچ آیتیں جو ہیں۔

اور ابن عباس سے منقول ہے کہ مجھے سورۃ نساء کی آٹھ آیتیں تمام دنیا سے زیادہ محبوب

بفضلہ تعالیٰ ۵ صفر الخیر ۱۳۸۷ھ بوقت عشاء جمع اشرفیہ لاہور مسلم ٹاؤن میں اس سورت کی تفسیر کا آغاز ہوا

ہیں پہلی آیت یہ ہے۔ يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ سُنَنِ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوبَ عَلَيْكُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ۔ اور دوسری آیت یہ ہے۔ وَاللَّهُ يُرِيدُ أَنْ يَتُوبَ عَلَيْكُمْ وَيُرِيدُ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الشَّهَوَاتِ أَنْ تَمِيلُوا مَيْلًا عَظِيمًا۔ اور تیسری آیت یہ ہے۔ يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يَخَفِكَ عَنْكُمْ وَخُلُقِ الْإِنْسَانِ ضَعِيفًا۔ پھر ابن سعد کے قول کے مطابق پانچ آیتیں بیان کیں یہ سب مل کر آٹھ آیتیں ہوئیں (تفسیر ابن کثیر)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ

اے لوگو ڈرتے رہو اپنے رب سے جس نے بنایا تم کو

نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ

ایک جان سے اور اسی سے بنایا اس کا جوڑا اور بکھرے

مِنْهُمْ رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي

ان دونوں سے بہت مرد اور عورتیں اور ڈرتے رہو اللہ سے جس کا

تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامُ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ

واسطہ دیتے ہو آپس میں اور خیردار رہو ناگوں سے اللہ ہے تم پر

رَقِيبًا ①

مطلع

تمہید احکام سورۃ دربارہ اداہ حقوق قرابت حکم تقویٰ و اطاعت ربانی و تذکیر اتحاد انسانی

قال تعالیٰ یٰٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ..... اِلٰی..... اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰیكُمْ رَقِیْبًا
حق جل شانہ نے اس سورت کا تقویٰ اور پرہیزگاری کے حکم سے آغاز فرمایا جو آئندہ احکام قرابت
کی تمہید ہے اور تقویٰ کے حکم کے ساتھ اپنی خاص شان خالقیت کو ذکر فرمایا کہ تم سب
ایک آدم کی اولاد ہو لہذا تم پر حق قرابت کا لحاظ اور پاسداری ضروری اور لازمی ہے۔
سہ بنی آدم اعضاء یکد گیکند : کہ در آفرینش زیک جوہر اند
ہو عضوے بدرد آورد دوزگار : دگر عضوہارا نماند قرار

نیز تم پر اس پروردگار کی اطاعت اور فرمانبرداری اور تقویٰ اور پرہیزگاری نہایت ضروری ہے
کہ جس نے تم کو اپنی قدرت کاملہ سے پیدا کیا چونکہ اس سورت میں نکاح اور میراث اور احکام
قرابت کا ذکر ہے اس لیے حق تعالیٰ نے ابتداء سورت میں مخاطبین کو یہ یاد دلایا کہ تم ایک
ذات سے پیدا ہوئے ہو تاکہ دلوں میں یہ بات راسخ ہو جائے کہ ہم سب لوگ ایک ہی شخص
کی اولاد ہیں تو بے اختیار برادرانہ محبت دلوں میں جوش کرے گی اور ہر شخص یہ سمجھے گا کہ جب ہم
سب ایک ہی شخص کی نسل ہیں تو ہم میں ایک کا ایک پر حق ہے چنانچہ فرماتے ہیں اے لوگو!
ڈرتے رہو اپنے اس پروردگار سے جس نے تم کو ایک ذات سے پیدا کیا نفس واحدہ سے باتفاق
مفسرین حضرت آدم علیہ السلام مراد ہیں اور بعد ازاں اسی نفس واحدہ سے اس کا جوڑا یعنی اس کی
زوجہ حواء کو پیدا کیا زوجہا سے حضرت حواء مراد ہیں، چھوڑ مفسرین کا قول ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام
سو رہے تھے کہ سونے کی حالت میں خدا تعالیٰ نے ان کی بائیں پسلی سے حضرت حواء کو پیدا کیا
جب بیدار ہو کر اُن کو دیکھا تو بہت خوش ہوئے یہی مضمون بعض حدیثوں میں بھی آیا ہے اور
توریت سفر تکوین کی فصل ثانی میں بھی اس کی تصریح ہے اور پھر ان دونوں سے دنیا میں بہت
سے مرد اور عورتیں پھیل گئیں یعنی پھر ان دونوں سے تمام بنی آدم کی نسل چلی حکماء حال اور
دہریہ اور ہنود کے بعض فرقے اس کے منکر ہیں وہ کہتے ہیں کہ نوع انسانی قدیم ہے ہمیشہ سے
ہے اور ہمیشہ رہے گی یہ مذہب عقلاً و نقلاً سراسر باطل ہے اور مکرر تم کو تاکید کی جاتی ہے کہ
اسی خدا سے ڈرو جس کے واسطے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو تمام قوموں میں

یہ دستور ہے کہ جب کسی سے کام پڑتا ہے تو اسے خدا کا واسطہ دیتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ خدا کے لیے یا اللہ کے واسطے میرا یہ کام کر دو یا یوں کہتے ہیں کہ خدا سے ڈرو اور مجھ پر زیادتی نہ کرو پہلی آیت میں حکم تقویٰ کی یہ علت بیان کی تھی کہ وہ تمہارا رب اور خالق ہے اور اس آیت میں حکم تقویٰ کی یہ علت بیان کی کہ جس ذات کا تم واسطہ دے کر لوگوں سے حاجتوں کو مانگتے ہو تم کو چاہیے کہ عام طور پر تمام امور میں اس ذات پاک کے تقویٰ اور پرہیزگاری کو خاص طور پر ملحوظ رکھو اور خاص طور پر قرابتوں سے ڈرو یعنی رشتوں کے قطع کرنے اور ان کے حقوق ضائع کرنے سے ڈرو تحقیق اللہ تعالیٰ تم پر نگہبان ہے دیکھنا ہے کہ تم قطع رحمی کرتے ہو یا صلہ رحمی۔

فائدہ

جمہور قراء نے والارحام کو فتح میم کے ساتھ منصوب پڑھا ہے اس بنا پر اس کا عطف لفظ اللہ پر ہوگا جو والقواللہ میں واقع ہے اور ترجمہ اس طرح ہوگا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور قرابتوں سے ڈرو یعنی ان کے قطع کرنے سے ڈرو اور اس کے حقوق کو ادا کرتے رہو گزشتہ تفسیر اسی قراءت پر مبنی ہے اور بعض قراء نے والارحام کو بکسر المیم مجرور پڑھا ہے اس صورت میں والارحام کا عطف بہ کی منبیر مجرور پر ہوگا اور معنی یہ ہوں گے کہ اللہ سے ڈرو جس کے واسطے تم سوال کرتے اور رحموں اور قرابتوں کے واسطے سے بھی سوال کرتے ہو۔ اہل عرب کی عادت تھی کہ وہ جب اپنے کسی رشتہ دار کے پاس کوئی حاجت لے کر جاتے تو یوں سوال کرتے اسألتک باللہ وبالرحمہ۔ میں تجھ سے اللہ کا اور رحم یعنی قرابت کا واسطہ دے کر یہ سوال کرتا ہوں یا یوں کہتے کہ میں تجھے اللہ کی اور قرابت کی قسم دیتا ہوں کہ تو میری یہ حاجت پوری کر دے اسی دستور کے مطابق حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب تم اللہ تعالیٰ کی عظمت اور حقوق رحم و قرابت کو جانتے ہو اور اس کا واسطہ دے کر لوگوں سے سوال کرتے ہو تو پھر خود اس پر عمل کیوں نہیں کرتے خدا سے ڈرو اور اعزاء اور اقرباء کے حقوق کو موافق شریعت کے ادا کیا کرو۔

وَاتُوا إِلَٰهِي أَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيثَ

اور دے ڈالو یشیموں کو ان کے مال اور بدل نہ لو گدا

يَا طَيِّبٌ وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَهُمْ إِلَىٰ أَمْوَالِكُمْ

سفرے سے اور نہ کھاؤ ان کے مال اپنے مالوں کے ساتھ

إِنَّهُ كَانَ حُوبًا كَبِيرًا ۝

یہ ہے بڑا وبال

حکم اول در بارہ اموال یتامی

قال تعالى وَاللّٰهُ اَلْبَسْتُمْ اَمْوَالَهُمْ اِنَّهُ كَانَ حُوبًا كَبِيرًا .
(رابط) آیت بالا میں تقویٰ اور حقوق قربت اور اپنے بنی نوع کی رعایت اور ان کے ساتھ سلوک اور ہمدردی کا حکم تھا اب آئندہ اُن حقوق اور انکام کی تفصیل ہے جن میں یتیموں کے حقوق کو شاید اس لیے سب سے مقدم بیان فرمایا کہ یتیم اپنی بے پردہ سامانی اور بے کسی اور اور کم عمری کی وجہ سے زیادہ مستحق شفقت و رعایت ہے اس لیے یتیموں کے اولیاء اور سرپرستوں کو حکم دیا کہ یتیموں کا مال جو تمہارے قبضہ میں ہے اُس کو اُن کے بالغ ہو جانے کے بعد اُن کے حوالہ کر دو اور زمانہ تولیت میں یتیموں کی اچھی چیز لے کر اس کے مواضع میں بری اور گھٹیا چیز اُن کے مال میں شامل نہ کر دو ۔

شان نزول

قبیلہ غطفان میں ایک شخص تھا اس کا چچا زاد یتیم ہو گیا وہ یتیم بھتیجا اور اس کا مال اسکی سرپرستی میں تھا جب وہ یتیم بالغ ہو گیا تو اس نے اپنے چچا سے اپنا مال طلب کیا اس نے مال دینے سے انکار کیا آخر یہ مقدمہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں پیش ہوا اس پر حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی جب اُس شخص نے اس آیت کو سنا تو کہا کہ ہم نے خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کی اور ہم بڑے گناہ سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں اور اس یتیم کا مال فوراً اس کے حوالہ کر دیا (درمنثور) اور یتیموں کو (جب وہ بالغ ہو جائیں) اُن کے اموال اُن کے حوالہ کر دو اور زمانہ تولیت میں خراب مال کو عمدہ اور اچھے مال کے ساتھ نہ بدلو جیسا کہ جاہلیت کا دستور تھا کہ یتیموں کے سرپرست اپنے یتیم کے مال میں سے عمدہ مال لے لیا کرتے اور اسکی

جگہ اپنا ناقص مال رکھ دیتے اور ان کے مالوں کے ساتھ ملا کر نہ کھا جاؤ یعنی یتیموں کا مال اپنے مال کے ساتھ تجارت وغیرہ میں لگا کر شرکت کے بہانہ سے اُن کا مال کھا جاؤ تحقیق یہ بہت ہی بڑا گناہ اور وبال ہے یتیمین میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آل حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا سات گناہ بہت بڑے ہیں جو آدمی کو ہلاک کر کے چھوڑتے ہیں یتیم کا مال کھا جانا، شرک کرنا، جادو کرنا، کشتی کو ناحق قتل کرنا، جہاد سے بھاگنا، ہاک دامن عورتوں پر تہمت لگانا۔ شہود کھانا۔

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْكِحُوْا مَا

اور اگر ڈرو کہ انصاف نہ کرو گے یتیم لڑکیوں کے حق میں تو نکاح کر دو جو تم کو خوش

طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنٰی وَثَلَاثَ وَرُبْعَۃٍ

اُوریں عورتیں دو دو اور تین تین اور چار چار پھر اگر ڈرو کہ

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَکَتْ

برابر نہ رکھو گے تو ایک ہی یا جو اپنے ہاتھ کا مال ہے اس میں لگتا ہے

اٰیْمَانُكُمْ ذٰلِكَ اَدْنٰی اَلَّا تَعْوِلُوْا ۝۳

کہ ایک طرف نہ جھک پرؤ۔

حکم دوم دربارہ نکاح یتیمی

قَالَ تَعَالٰی وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی..... اِلٰی..... اَلَّا تَعْوِلُوْا ۝

(رابطہ) گزشتہ آیت میں یتیموں کے مالی ضرر پہنچانے کے متعلق ہدایت تھی اب اس آیت میں یتیم لڑکیوں کے نکاح کے متعلق ہدایت ہے اس لیے کہ کبھی ایسا ہوتا کہ یتیم لڑکیاں جس کی تربیت میں دی جاتی وہ لڑکی اُس دلی کے مال میں بوجہ قرابت ایک دوسرے کے شریک ہوتے تو اب دو صورتیں پیش آئیں کبھی تو یہ ہوتا کہ دلی کو اُس یتیم کا مال اور جمال دونوں مرغوب ہوتے اور اس مال اور جمال کے لالچ میں اُس سے تھوڑے سے ہر پر نکاح کر لیتا چونکہ یتیم لڑکی کا کوئی

سرپرست نہیں ہوتا جو اس کے حقوق کی حفاظت کرے اور اس کے حقوق کے لیے جھگڑے اس لیے یہ ولی اس کے ہر میں بھی کمی کر دیتا اور بوجہ اس کی کمزوری کے اس کے دیگر حقوق زوجیت بھی پورے طور پر ادا نہ کرتا اور کبھی یہ ہوتا کہ اس یتیم لڑکی کی صورت تو مرغوب نہ ہوتی مگر ولی یہ خیال کرتا کہ اگر دوسرے سے نکاح کر دوں گا تو لڑکی کا مال میرے قبضہ سے نکل جائے گا اور میرے مال میں دوسرا شریک ہو جائے گا اس مصلحت سے اس یتیمہ سے نکاح تو جوں توں کر لیتا مگر منکوحہ سے کچھ رغبت نہ رکھتا اس پر یہ آیت اتری اور اولیاء کو ارشاد ہوا اور اگر تم کو اس بات کا ذرہ احتمال بھی ہو اور اگر یقین ہو تو بدرجہ اولیٰ کہ تم یتیم لڑکیوں کے بارہ میں انصاف نہ کر سکو گے اور ان کے ہر اور حسن معاشرت میں تم سے کوتاہی ہوگی تو ایسی حالت میں تم کو ان یتیم لڑکیوں سے نکاح کی اجازت نہیں بلکہ ان کے علاوہ اور عورتوں سے نکاح کر لو جو تم کو مرغوب اور پسند ہوں ایک نہیں دو اور تین تین اور چار چار تک تم کو اجازت ہے مگر چار سے زیادہ کی اجازت نہیں۔ یہ اجازت کی آخری حد ہے مطلب یہ ہے کہ اگر تم کو یہ ڈر ہو کہ یتیم لڑکیوں سے نکاح کرنے کی صورت میں ان کے ساتھ مسافانہ برتاؤ نہ کر سکو گے تو ان سے نکاح ہی نہ کرو ان کے سوا اور عورتوں سے نکاح کر لو جو تمہیں پسند ہوں عورتوں کی کمی نہیں اور اللہ کی طرف سے کوئی تنگی نہیں ایک سے لے کر چار تک تم کو اجازت ہے پس جب تم مجبور نہیں اور تمہاری ضرورت بتائی پر امنگی اور تنگی ہوئی نہیں تو پھر بے ضرورت کیوں کسی کے حق تلفی کے منکب ہوتے ہو کسی اور سے نکاح کر لو پس اگر تم کو ڈر ہو کہ کئی عورتوں میں عدل اور انصاف نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی نکاح پر قناعت کرو یا صرف کینزدوں پر پس کرو جو تمہارے ہاتھ کا مال ہیں کہ ان میں تمہیں سہولت ہے اس لیے کہ باندیوں کے حقوق آزاد عورتوں کے برابر نہیں یہ حکم اس بات کے زیادہ قریب ہے کہ تم بے انصافی نہ کرو اور کسی کی حق تلفی نہ کرو کیونکہ اگر ایک ہی بیوی ہوگی تو تم اسی کی طرف متوجہ رہو گے اور اس کے حقوق کی ادائیگی تم پر سہل ہوگی اور اگر صرف لونڈیاں اور باندیاں ہوں گی تو ان کے حقوق آزاد عورتوں کے برابر نہیں لہذا ان سے نباہ کچھ مشکل نہیں تمام علماء اہل سنت والجماعت کا اس پر اتفاق اور اجماع ہے کہ مرد کو ایک وقت میں اپنے نکاح میں چار سے زیادہ عورتوں کو جمع کرنا درست نہیں زمانہ جاہلیت میں عورتوں کی کوئی تعداد مقرر نہ تھی ایک آدمی کے پاس دس دس اور آٹھ آٹھ عورتیں ہوا کرتی تھیں اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس کی حد مقرر کر دی کہ چار عورتوں سے زیادہ نکاح درست نہیں اور ایسا ہی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔

عبداللہ بن عباس اور جمہور علماء کہتے ہیں کہ یہ آیت مقام امتنان اور احسان کے بارہ ہیں ہے عورتوں سے نکاح کی اباحت اور اجازت حق تعالیٰ کی منت کبریٰ ہے پس اگر چار سے زیادہ جمع کرنا جائز

ہونا تو حق تعالیٰ اس کو ضرور ذکر فرماتے امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ سنت نبویؐ نے حق تعالیٰ کی مراد خوب واضح کر دی کہ سوائے رسول اللہؐ کے کسی شخص کے لیے چار عورتوں سے زیادہ نکاح کرنا جائز نہیں۔

حافظ ابن کثیرؒ امام شافعیؒ کے اس قول کو نقل کر کے فرماتے ہیں کہ اسی پر تمام علماء کا اجماع ہے مگر شیعوں کے ایک گروہ سے یہ منقول ہے کہ چار سے نو تک بھی جمع کرنا درست ہے تفسیر ابن کثیرؒ ص ۴۰۰۔

اور بعض خبیث یہ کہتے ہیں کہ اباحت نکاح کے لیے کوئی حصر اور تعین نہیں اہل فہم ادنیٰ تامل سے سمجھ سکتے ہیں کہ اگر عام اجازت مقصود ہوتی تو صرف مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ کہہ دینا کافی تھا چار تک کی تحدید کی کوئی ضرورت نہ تھی

اہل سنت یہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں یعنی فَأَنْكِحُوا میں تمام رجال عالم کو خطاب ہے اور مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ میں تمام عالم کی عورتیں مراد ہیں اور مقصود کلام یہ ہے کہ اسے رجال عالم یہ تمام عورتیں ہم نے تمہارے لیے پیدا کی ہیں تم ان کو بطور نکاح و زوجیت آپس میں تقسیم کر لو مگر شرط اس اباحت اور اجازت کی یہ ہے کہ اس تقسیم میں مثنیٰ اور ثلاث اور رباع کی قید کو ملحوظ رکھو کیونکہ مثنیٰ و ثلاث و رباع - ترکیب نحوی کے اعتبار سے ما طاب سے حال ہے اور حال عامل کی قید ہوتا ہے اور یہاں عامل فَأَنْكِحُوا ہے پس اباحت نکاح ان اقسام کے ساتھ مقید ہوگی چار کے اندر اندر اجازت ہوگی چار سے زائد ہونے کی صورت میں اجازت نہ رہے گی۔

جیسے کوئی امیر کسی جماعت سے یہ کہے اَقْسَمُوا بِهَذِهِ الْبَدْرَةِ دَرَمِينَ دَوْسِينَ وَثَلَاثَةَ ثَلَاثَةَ وَارْبَعَةَ اَرْبَعَةٍ یعنی اس قبیل کے دناہم و دناہیر کو دو دو یا تین تین یا چار چار آپس میں تقسیم کر لو مطلب یہ ہوگا کہ تقسیم میں کسی شخص کو چار سے زیادہ لینے کی اجازت نہ ہوگی۔

اسی طرح حق تعالیٰ نے اس آیت میں عالم کے تمام مردوں کو یہ اجازت دی ہے کہ تم عالم کی تمام عورتوں کو دو دو اور تین تین اور چار چار کر کے بطور نکاح آپس میں تقسیم کر لو اس تقسیم میں تم کو چار عورتیں تک لینے کی اجازت ہے اس سے زائد کی اجازت نہیں ہذا تو صیغہ مَا قَالَ الْعَلَامَةُ اِنَّ مَخْشَرِي فِي الْكُشَاثِ وَالْوَحْيَانِ فِي الْبَحْرِ الْمِيطِ۔

ایک شبہ اور اسکا ازالہ

شبہ یہ ہے کہ جس طرح سورہ فاطر کی آیت دَرَبَارَةِ مَلَائِكَةٍ اَوْ لٰمٍ اَجْنِبَةٍ مَّشْنٰی وَثَلَاثَ وَرُبَاعَ میں مثنیٰ و رباع کا ذکر تعقید اور تحدید کے لیے نہیں اسی طرح ممکن ہے کہ آیت نکاح

میں بھی مثنیٰ وثلاث و رباع کا ذکر تحدید کے لیے نہ ہو۔

جواب

سورۃ فاطر کی آیت میں مثنیٰ وثلاث و رباع، اجنتہ کی صفت ہے کہ فرشتے ایسے ایسے پیدا کیئے گئے ہیں اس آیت میں مثنیٰ وثلاث و رباع کا ذکر محض بطور خیر آیا ہے کسی حکم کی قید نہیں جو ماعدہ کی نفی پر دلالت کرے جیسا کہ تمام بلغار کے نزدیک مسلم ہے کہ بعض اوصاف ذکر کرنے سے دوسرے اوصاف کے نفی پر استدلال کرنا غلط ہے بخلاف اس صورت کے کہ جب کوئی عدد معین کسی حکم کے تقید کے لیے ذکر کیا جائے تو وہ بلاشبہ تحدید پر دلالت کرے گا اور یہ آیت عورتوں کے نکاح کے حکم کے بارہ میں آئی ہے کہ تمہیں اس طرح کی اجازت ہے اور یہ اجازت چار چار تک ہے لہذا اس پر زیادتی جائز نہ ہوگی اور عورتوں سے نکاح کی اجازت اور اباحت کا حکم چار تک مقصور ہوگا۔

مسئلہ تعدد ازدواج

شرعیات اسلامیہ غایت درجہ معتدل اور متوسطہ ہے افراط اور تفریط کے درمیان میں ہے نہ تو عیسائیوں کے راسخوں اور ہندوؤں کے جوگیوں اور گائیوں کی طرح تنگ بننے کی اجازت دیتی ہے اور نہ صرف ایک عورت ہی پر قناعت کرنے کو لازم گردانتی ہے بلکہ حسب ضرورت و مصلحت ایک سے چار تک اجازت دیتی ہے۔

چنانچہ پادری لوگ بھی نظر عمیق کے بعد اسی کا فتویٰ دیتے ہیں جیسا کہ کتاب مسمیٰ بہ اصلاح سہو مطبوعہ امریکن مشن پریس لاہور میں لکھتے ہیں کہ تعدد ازدواج بنی اسرائیل میں تھا اور خدا نے اُس کو منع نہیں کیا بلکہ برکت کا وعدہ کیا اور عارین لوتھرنے فلپ کو دو چوروؤں کی اجازت دی تھی منقول از تفسیر حقانی ص ۱۶۶ ج ۳۔ تاریخ عالم کے مسلمات میں سے ہے کہ اسلام سے پہلے تمام دنیا میں یہ رواج تھا کہ ایک شخص کئی کئی عورتوں کو اپنی زوجیت میں رکھتا تھا اور یہ دستور تمام دنیا میں رائج تھا حتیٰ کہ حضرات انبیاء بھی اس دستور سے مستثنیٰ نہ تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دو بیبیاں تھیں حضرت سارہ اور حضرت ہاجرہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بھی متعدد بیویاں تھیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھی کئی بیویاں تھیں اور سلیمان علیہ السلام کے بیسیوں بیویاں تھیں اور حضرت داؤد علیہ السلام کے سو بیویاں تھیں اور

توریت و انجیل و دیگر صحف انبیاء میں حضرات انبیاء کی متعدد ازدواج کا ذکر ہے اور کہیں اسکی ممانعت کا ادنیٰ اشارہ بھی نہیں پایا جاتا صرف حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام ایسے بنی گزرے ہیں کہ جنہوں نے بالکل شادی نہیں فرمائی ان کے فعل کو اگر استدلال میں پیش کیا جائے تو ایک شادی بھی ممنوع ہو جائے گی احادیث میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے قریب آسمان سے نازل ہوں گے اور نزول کے بعد شادی فرمائیں گے اور ان کے اولاد بھی ہوگی۔

عرض یہ کہ علماء یہود اور علماء نصاریٰ کو مذہبی حیثیت سے تعدد ازدواج پر اعتراض کا کوئی حق نہیں صرف ایک ہی بیوی رکھنے کا حکم کسی مذہب اور ملت میں نہیں نہ ہندؤں کے شاستروں میں نہ توریت میں اور نہ انجیل میں صرف یورپ کا رواج ہے نہ معلوم کس بنا پر یہ رواج رائج ہوا اور جب سے یورپ میں یہ رواج چلا اس وقت سے مغربی قوموں میں زنا کاری کی اس درجہ کثرت ہوئی کہ پچاس فیصدی آبادی غیر ثابت النسب ہے اور جن قوموں نے تعدد ازدواج کو برا سمجھا ہے وہی قومیں اکثر زنا کاری میں مبتلا ہیں۔

اسلام سے پیشتر دنیا کے ہر ملک اور ہر خط میں کثرت ازدواج کی رسم خوب زور و شور سے رائج تھی اور بعض اوقات ایک ایک شخص سو سو تک عورتوں سے شادیاں کر لیتا تھا اسلام آیا اور اس نے اصل تعدد ازدواج کو جائز قرار دیا مگر اسکی ایک حد مقرر کر دی اسلام نے تعدد ازدواج کو واجب اور لازم نہیں قرار دیا بلکہ بشرط عدل و انصاف اسکی اجازت دی کہ تم کو چار بیویوں کی حد تک نکاح کی اجازت ہے اور اس چار کی حد سے تجاوز کی اجازت نہیں اس لیے کہ نکاح سے مقصود عفت اور تحصین فرج ہے چار عورتوں میں جب ہر تین شب کے بعد ایک عورت کی طرف رجوع کرے گا تو اس کے حقوق زوجیت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا بشریت اسلامیہ نے غایت درجہ اعتدال اور توسط کو ملحوظ رکھا کہ نہ تو جاہلیت کی طرح غیر محدود کثرت ازدواج کی اجازت دی کہ جس سے شہوت رانی کا دروازہ کھل جائے اور نہ اتنی تنگی کی کہ ایک عورت سے زائد کی اجازت ہی نہ دی جائے بلکہ بین بین حالت کو برقرار رکھا کہ چار تک اجازت دی تاکہ

(۱) نکاح کی غرض و غایت یعنی عفت اور حفاظت نظر اور تحصین فرج اور تناسل اور اولاد بسہولت حاصل ہو سکے اور زنا سے بالکلیہ محفوظ ہو جائے اس لیے کہ بعض قوی اور توانا اور مندرست اور فارغ البال اور خوشحال لوگوں کو ایک بیوی سے زیادہ کی ضرورت ہوتی ہے اور بوجہ قوت اور توانائی اور اوپر سے فارغ البالی اور خوشحالی کی وجہ سے چار بیویوں کے بلا تکلف حقوق زوجیت ادا کرنے پر قادر ہوتے ہیں۔

بلکہ

ایسے قوی اور توانا جن کے پاس لاکھوں کی دولت بھی موجود ہے اگر وہ اپنے خاندان کی چار غریب عورتوں سے اس لیے نکاح کریں کہ ان کی تنگ دستی بدل بفرانی ہو جائے اور غربت کے گھرانے سے نکل کر ایک راحت اور دولت کے گھر میں داخل ہوں اور حق تعالیٰ کی نعمت کا شکر کریں تو امید ہے کہ ایسا نکاح اسلامی نقطہ نظر سے بلاشبہ عبادت اور عین عبادت ہوگا اور قوی نقطہ نظر سے اعلیٰ ترین قومی ہمدردی ہوگی جس دولت مند اور زمیندار اور سرمایہ دار کے خزانہ سے ہر مہینہ دس ہزار مزدوروں کو تنخواہیں ملتی ہوں اور دس ہزار خاندان اس کی اعانت اور امداد سے پرورش پاتے ہوں تو اگر اس کے خاندان کی چار عورتیں بھی اس کی حرم سراؤں میں داخل ہو جائیں اور عیش و عشرت کے ساتھ ان کی عزت و ناموس بھی محفوظ ہو جائے تو عقلاً و منہجاً اس میں کوئی خرابی نظر نہیں آتی۔ بلکہ.... اگر کوئی بادشاہ یا صدر مملکت یا وزیر سلطنت یا کوئی صاحب ثروت و دولت بذریعہ اخبار یہ اعلان کرے کہ میں چار عورتوں سے نکاح کرنا چاہتا ہوں اور ہر عورت کو ایک ایک لاکھ ہمدون گا اور ایک ایک ہنگلہ کا ہر ایک کو مالک بنا دوں گا جو عورت مجھ سے نکاح کرنا چاہے وہ میرے پاس درخواست بھیج دے۔

تو سب سے پہلے

انہی بیگمات کی درخواستیں پہنچیں گی جو آج تعدد ازدواج کے مسئلہ پر شور برپا کر رہی ہیں یہی بیگمات سب سے پہلے اپنے آپ کو اور اپنی بیٹیوں اور بھتیجیوں اور بھانجیوں کو لیکر امراء اور وزراء کے ہنگلوں پر خود حاضر ہو جائیں گی اور اگر کوئی امیر اور وزیر ان کے قبول کرنے میں کچھ تامل کرے گا تو یہی بیگمات دل آویز طریقہ سے ان کو تعدد ازدواج کے فوائد اور منافع سمجھائیں گی۔

(۲۱)

نیز بسا اوقات ایک عورت امراض کی وجہ سے یا حمل اور توالد و تناسل کی تکلیف میں مبتلا ہونے کی وجہ سے اس قابل نہیں رہتی کہ مرد اس سے منتفع ہو سکے تو ایسی صورت میں مرد کے زنا سے محفوظ رہنے کی عقلاً اس سے بہتر کوئی صورت نہیں کہ اس کو دوسرے نکاح کی اجازت دی جائے۔

حکایت

ایک بزرگ کی بیوی نابینا ہو گئی تو انہوں نے دوسرا نکاح کیا تاکہ یہ دوسری بیوی پہلی نابینا بیوی کی خدمت کر سکے

اہل عقل فتویٰ دیں کہ اگر کسی کی پہلی بیوی معذور ہو جائے اور دوسرا نکاح اس لیے کرے تاکہ دوسری بیوی آکر پہلی بیوی کی خدمت کر سکے اور اس کے بچوں کی تربیت کر سکے کیا یہ دوسرا نکاح عین عبادت اور عین مروت اور عین انسانیت نہ ہوگا۔

(۳)

نیز بسا اوقات عورت امراض کی وجہ سے یا عقیم (بانجھ) ہونے کی وجہ سے توالد اور تناسل کے قابل نہیں رہتی اور مرد کو بقاء نسل کی طرف فطری رغبت ہے ایسی صورت میں عورت کو بے وجہ طلاق دے کر علیحدہ کر دینا یا اس پر کوئی الزام لگا کر طلاق دے دینا (جیسا کہ دن رات یورپ میں ہوتا رہتا ہے) یہ صورت بہتر ہے یا یہ صورت بہتر ہے کہ اس کی زوجیت اور اس کے حقوق کو محفوظ رکھ کر دوسرے نکاح کی اجازت دے دیں بتلاؤ کون سی صورت بہتر ہے۔ اگر کسی قوم کو اپنی تعداد بڑھانی منظور ہو یا عام طور پر بنی نوع کی افزائش نسل مد نظر ہو تو سب سے بہتر یہی تدبیر ہو سکتی ہے کہ ایک مرد کئی کئی شادیاں کرے تاکہ بہت سی اولاد پیدا ہو۔

(۴)

نیز عورتوں کی تعداد قدرتا اور عادتاً مردوں سے زیادہ ہے مرد بہ نسبت عورتوں کے پمید اکم ہوتے ہیں اور مرتے زیادہ ہیں لاکھوں مرد لڑائیوں میں مارے جاتے ہیں اور ہزاروں مرد جہازوں میں ڈوب کر مر جاتے ہیں اور ہزاروں کالوں میں دب کر اور تعمیرات میں بلند یوں سے گر کر مر جاتے ہیں اور عورتیں پیدا زیادہ ہوتی ہیں اور مرقی کم ہیں پس اگر ایک مرد کو کئی شادیوں کی اجازت نہ دی جائے تو یہ فاضل عورتیں بالکل معطل اور بیکار رہیں کون ان کی معاش کا کفیل اور ذمہ دار بنے اور کس طرح یہ عورتیں اپنے کو زنا سے محفوظ رکھیں پس تعدد ازدواج کا حکم بے کس عورتوں کا سہارا ہے اور ان کی عصمت اور ناموس کی حفاظت کا واحد ذریعہ ہے اور ان کی جان اور آبرو کا نگہبان اور پاسبان ہے عورتوں پر اسلام کے اس احسان کا شکر واجب ہے کہ تم کو تکلیف سے بچایا اور راحت پہنچائی اور ٹھکانا دیا اور لوگوں کی ہمت اور بدگمانی سے تم کو محفوظ کر دیا دنیا میں جب کبھی عظیم الشان لڑائیاں پیش آتی ہیں تو مرد ہی زیادہ مارے جلتے ہیں اور قوم میں بے کس عورتوں کی تعداد بڑھ جاتی ہے تو اس وقت ہمدردان قوم کی نگاہیں

اس اسلامی اصول کی طرف اٹھ جاتی ہیں ابھی تیس سال قبل کی بات ہے کہ جنگ عظیم کے بعد جرمنی اور دوسرے یورپی ممالک جن کے مذہب میں تعدد ازدواج جائز نہیں عورتوں کی بے کس کو دیکھ کر اندر ہی اندر تعدد ازدواج کے جواز کا فتویٰ تیار کر رہے تھے۔

جو لوگ تعدد ازدواج کو برا سمجھتے ہیں ہم اُن سے یہ سوال کرتے ہیں کہ جب ملک میں عورتیں لاکھوں کی تعداد میں مردوں سے زیادہ ہوں تو اُن کی فطری اور طبعی جذبات اور اُن کی معاشی ضروریات کی تکمیل کے لیے آپ کے پاس کیا حل ہے اور آپ نے ان بے کس عورتوں کی مصیبت دور کرنے کے لیے کیا قانون بنایا ہے افسوس اور صد افسوس کہ اہل مغرب اسلام کے اس جائز تعدد ازدواج پر عیش پسندی کا الزام لگائیں اور غیر حدود ناجائز تعلقات اور بلا نکاح کے لاتعداد آشنائی کو تہذیب اور تمدن سمجھیں زنا جو کہ تمام انبیاء و مرسلین کی شریعتوں میں حرام اور تمام حکماء کی حکمتوں میں قبیح رہا مغرب کے مدعیان تہذیب کو اس کا قبیح نظر نہیں آتا اور تعدد ازدواج کہ جو تمام انبیاء و مرسلین اور حکماء اور عقلاء کے نزدیک جائز اور مستحسن رہا وہ ان کو قبیح نظر آتا ہے ان مذہب قوموں کے نزدیک تعدد ازدواج تو جرم ہے اور زنا اور بدکاری جرم نہیں۔

(۵۱)

عورتیں۔ مرد سے عقل میں بھی نصف ہیں اور دین میں بھی نصف ہیں جس کا حاصل یہ نکلا کہ ایک عورت ایک مرد کا ربع یعنی چوتھائی ہے اور ظاہر ہے کہ چار ربع مل کر ایک بنتے ہیں معلوم ہوا کہ چار عورتیں ایک مرد کے برابر ہیں اس لیے شریعت نے ایک مرد کو چار عورتوں سے نکاح کی اجازت دی۔

ایک عورت کھلیے متعدد خاوند ہونے کی نعمت کی وجہ

(۱) اگر ایک عورت چند مردوں میں مشترک ہو تو بوجہ استحقاق نکاح ہر ایک کو قضاء حاجت کا استحقاق ہوگا اور اس میں غالب اندیشہ فساد اور عناد کا ہے شاید ایک ہی وقت میں سب کو ضرورت ہو اور عجب نہیں کہ نوبت قتل تک پہنچے۔

ہندوؤں کے بعض فرقوں کے مذہب میں یہ جائز ہے کہ پانچ بھائی مل کر ایک عورت رکھ لیں بے غیرتوں کا مذہب بے غیرتی ہی کی باتیں بتاتا ہے اسلام جیسا باعزت مذہب ہرگز ہرگز اس کی اجازت نہیں دیتا کہ عورت کبھی کسی سے ہم آغوش اور ہم کنار ہو اور کبھی کسی سے۔ (۲) مرد فطرتاً حاکم ہے اور عورت محکوم ہے اس لیے کہ طلاق کا اختیار مرد کو ہے جب تک

مرد عورت کو آزاد نہ کرے تو عورت دوسرے مرد سے نکاح نہیں کر سکتی جیسے باندی اور غلام باختیار خود قید سے نہیں نکل سکتے اسی طرح عورت باختیار خود قید نکاح سے نہیں نکل سکتی باندی اور غلاموں میں اگر اعتاق ہے تو عورتوں میں طلاق غرض یہ کہ جب مرد حاکم ہوا تو عقلاً یہ تو جائز ہے کہ ایک حاکم کے ماتحت متعدد محکوم ہوں اور متعدد اشخاص کا ایک حاکم کے ماتحت رہنا نہ موجب ذلت و حقارت ہے نہ موجب صعوبت۔ بخلاف اس کے کہ ایک شخص متعدد حاکموں کے ماتحت ہو تو ایسی صورت میں کہ جب محکوم ایک ہو اور حاکم متعدد ہوں تو محکوم کے لیے عجب مصیبت کا سامنا کہ کس کس کی اطاعت کرے اور ذلت بھی ہے جتنے حاکم زیادہ ہوں گے اسی قدر محکوم میں ذلت بھی زیادہ ہوگی۔

اس لیے شریعت اسلامیہ نے ایک عورت کو دو یا چار خاوند سے نکاح کی اجازت نہیں دی اس لیے کہ اس صورت میں عورت کے حق میں تحقیر و تذلیل بھی بہت ہے اور مصیبت بھی نہایت سخت ہے۔

نیز متعدد شوہروں کی خدمت بجالانا اور سب کو خوش رکھنا ناقابل برداشت ہے اس لیے شریعت نے ایک عورت کو دو یا چار مردوں سے نکاح کی اجازت نہیں دی تاکہ عورت اس تذلیل و تحقیر اور ناقابل برداشت مشقت سے محفوظ رہے۔

(۳۱)

نیز اگر ایک عورت کے متعدد شوہر ہوں تو متعدد شوہروں کے تعلق سے جو اولاد پیدا ہوگی وہ ان میں سے کس کی اولاد ہوگی اور ان کی تربیت کس طرح ہوگی اور ان کی وراثت کس طرح تقسیم ہوگی نیز وہ اولاد چاروں شوہروں کی مشترکہ ہوگی یا منقسمہ اور تقسیم کس طرح ہوگی اگر ایک ہی فرزند ہوا تو چار باپوں میں کس طرح تقسیم ہوگا اور اگر متعدد اولاد ہوئی اور نوبت تقسیم کی آئی تو بوجہ اختلاف ذکوریت و انوثت اور بوجہ تفاوت شکل و صورت اور بوجہ اختلاف قوت و صحت اور بوجہ تفاوت فہم و فراست موارد نہ تو ممکن نہیں اس لیے اس تفاوت کی وجہ سے تقسیم اولاد کا مسئلہ غایت درجہ پیچیدہ ہوگا اور نہ معلوم باہمی نزاع سے کیا کیا صورتیں اور فتنے رونما ہوں۔

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کا کلام معرفت الیتام

حق جل شانہ کا ارشاد ہے نِسَاءٌ كُفُوُكُمْ تَرَکُمُ یعنی تمہاری عورتیں تمہارے کھیت

ملے دیکھو اجماع اربعین ص ۲ ج ۲ - اور دیکھو انتشار الاسلام ص ۳۳

ہیں۔ اس سے صاف روشن ہے کہ نکاح سے مقصود اولاد ہے کیونکہ کھیت سے مطلوب پیداوار ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ اس کھیت کی پیداوار یہی اولاد ہے گیہوں چنا وغیرہ نہیں اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ شیعوں کے نزدیک جو سارے جہان کے خلاف اپنی بی بی سے اعلان درست ہے وہ کلام اللہ کے بھی مخالف ہے مگر اعلان سے تولد اولاد منظور نہیں مگر ہاں شاید شیعوں میں یہ کرامت ہو کہ لطفہ ادھر سے ادھر چلا جاتا ہو۔ باقی رہا جملہ قَالُوا اخْرُجْکُمْ اَنْیَ شِئْتُمْ جس کا یہ مطلب ہے کہ اپنی زمین میں بیج ڈالنے کے لیے مشرق کی طرف سے جاؤ یا غرب کی طرف سے بہر حال تم کو اختیار ہے اور اس سے ہر کوئی یہی سمجھتا ہے کہ مقصود اصلی یونا ہے وہ دونوں طرف سے جانے میں برابر حاصل ہے پیداوار دونوں میں ایک ہی طرح سے ہوگی ایسے ہی اس جملہ سے ہر عاقل یہی سمجھے گا کہ اپنی بیبیوں سے لئے سیدھے جس طرح چاہو صحبت کرو تولد اولاد میں دونوں صورتیں برابر ہیں یہ نہیں کہ سیدھی صحبت کیجیے تو بچا اچھا ہو اور الٹی کیجیے تو اٹھل (بھینگا) پیدا ہو جیسا کہ یہودی کہا کرتے تھے چنانچہ اسی وہم فاسد کے ازالہ اور دفع کے لیے یہ ارشاد ہوا قَالُوا اخْرُجْکُمْ اَنْیَ شِئْتُمْ مگر علماء شیعہ کی خوش فہمی دیکھیے کہ بات کیا تھی اور کیا مطلب سمجھ گئے مگر وہ بھی کیا کریں اگر متعدّد اولاد نہ ہوتا تو خواص تو غنفر تھے ہی عوام کا لانعام بھی اس مذہب کو پسند نہ کرتے۔

علاوہ بریں دلہ صالح کا باقیات صالحات میں سے ہونا بھی اولاد کے مقصود ہونے پر شاہد ہے کیونکہ اگر شہوت رانی ہی مقصود ہوتی اور اولاد مقصود نہ ہوتی تو ان کے حساب سے اولاد کا ہونا اور نہ ہونا برابر ہوتا اگر صالح ہوتی تو کیا اور فاسق ہوئی تو کیا اور علی ہذا القیاس سقی ماہ غیر یعنی عورت حاملہ من الغیر سے جماع حرام نہ ہوتا چنانچہ ظاہر ہے بہر حال مقصود اصلی نکاح سے اولاد ہے شہوت رانی مقصود اصلی نہیں جیسے اکل غذا سے بدل مایتحل مقصود ہے اور بھوک مثل پیرا سی سرکاری اس بیگار کے لیے متقاضی ہے ایسے ہی عورتوں سے اولاد مطلوب ہے اور شہوت جماع تقاضا جماع کے لیے ساتھ لگا دی گئی ہے مگر جب اولاد مقصود پھر چنانچہ آیت مسطور اس پر شاہد ہے اور نیز عقل سلیم اس پر گواہ تو پھر ایک عورت کو زمانہ واحد میں دو یا زیادہ مردوں سے نکاح کی اجازت قرین عقل نہ ہوگی اس لیے کہ زمین کی پیداوار تو سب ایک سی ہوتی ہے اور اس کے سب دلنے باہم متشابہ ہوتے ہیں خورش میں سب یکساں کسی کو کسی پر کچھ فوقیت نہیں اس لیے شریعت میں کوئی خرابی پیش نہیں آتی علی السو یہ تقسیم ہو سکتی ہے پر اولاد میں اگر اشتراک تجویز کیا جائے تو ایک نزاع عظیم برپا ہو جائے اس لیے کہ اول تو یہی کچھ ضرور نہیں کہ ایک سے زیادہ بچہ پیدا ہو اور دو تین پیدا بھی ہوئے تو کچھ ضرور نہیں کہ سب لڑکے ہی ہوں یا سب لڑکیاں ہی ہوں اور پھر سب ایک ہی نمبر کے عاقل و فاضل ہوں بلکہ عادت اللہ یوں ہی جاری ہے کہ جیسے پانچوں انگلیاں یکساں نہیں ہوتیں ایسی ہی تمام اولاد یکساں نہیں ہوتی تو پھر تقسیم اولاد کی کیا صورت ہو

گی۔ خاص کر جب کہ بچہ ایک ہو اور عورت کے خاوند متعدد ہوں یا خاوندوں کا عدد تو زوج ہو اور اولاد کا عدد طاق ہو تو اور بھی دشواری ہو گی ہاں اگر اولاد کاٹنے پھاٹنے کے قابل ہوتی تو مثل غلام مشترک یا جامہ مشترک، کات پھانٹ کر برابر کر لیتے اور نزاع دفع کر لیتے یا مثل غلام عورت کا ہر وقت ایک حال رہتا اور یہ تفاوت احوال اور اختلاف کیفیات مزاجی نہ ہوتا تو ہفتہ وار یا ماہوار یا سال وار ایک خاوند کے پاس رہا کرتی مگر اول تو ہر دم اور ہر حال میں رحم زن نطفہ کو قبول نہیں کرتا دوسرے یہ کہ اختلاف احوال زن بسا اوقات اختلاف ذکوریت و انوشت اور عقلی اور بے عقلی کا سبب بن جاتا ہے چنانچہ جو لوگ دقائق طبیہ اور حقائق موجبات اختلاف المزاج اولاد سے واقف ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ وقت جماع جو کیفیت والدین اور خصوصاً والدہ پر غالب ہوتی ہے وہی کیفیت اولاد کے حق میں خلق اور طبیعت بن جاتی ہے والدین کی کیفیت مزاجی کو اولاد کے اخلاق اور عقل میں دخل تام ہے الغرض بوجہ تفاوت احوال معلوم یہ ممکن نہیں کہ غلام کی طرح عورت نوبت نوبت ہر خاوند کے پاس رہا کرے کیونکہ خدمت غلام کوئی امر معین نہیں جو اس کی مقدار تعین نوبت میں ملحوظ رہے اس لیے وہاں وہ زمانہ جس میں خدمت معتد بہ تمام شرکاء کے نزدیک ادا کر سکے معین ہو سکے گا اور عورت میں خدمت فراش یعنی جماع کی مقدار نوبت کی تعین نہایت دشوار ہے علاوہ ازیں مرد میں ہر لحظہ حاجت الی الجماع کا احتمال ہے اور یہ حاجت بدون عورت کے رفع ہونا محال ہے بخلاف غلام کے کہ اگر غلام موجود نہ ہو تو وہ اپنا کاروبار اپنے ہاتھ سے بھی انجام دے سکتا ہے اور جماع میں یہ مستور نہیں تو ان وجوہ سے زوجہ میں شرکت خلاف مصلحت ہوئی ملخص از اجوبہ اربعین از چہشتا تا ص ۲۲)

الغرض مشرعی نے ان فتنوں کا دروازہ بند کرنے کے لیے ایک عودت کے لیے متعدد مردوں سے نکاح کو ممنوع اور حرام قرار دیا ۔

وَاتُوا النِّسَاءَ صَدُقَتِهِنَّ نِحْلَةً فَإِنْ طِبَّنَ لَكُمْ عَنْ

اور دے ڈالو عورتوں کو مہر ان کے خوشی سے پھر اگر وہ اس میں سے کچھ

شئٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هِيَئًا مَّرِيًّا ۝۴

پھوڑ دیں تم کو دل کی خوشی سے تو وہ کھاؤ ریختا پیچتا

حکم سوم در بارہ تسلیم مہر

قال تعالى وَ النِّسَاءُ صَدُقَاتِهِنَّ... إلخ..... فَكُلُوهُ هَنِيئًا مَرِيئًا
 (ربط) اور نکاح کا بیان تھا اب اس آیت میں ہر کا بیان ہے جو نکاح کے لوازم میں سے
 ہے چنانچہ فرماتے ہیں اور دے ڈالو عورتوں کو ان کا ہر خوش دلی کے ساتھ پھر وہ اگر اس میں
 سے خوشدلی کے ساتھ تمہیں کچھ پھوڑ دیں یا ہبہ کر دیں تو کھاؤ اس کو لذیذ اور مزہ دار اور خوشگوار
 سمجھ کر صنیٰ کے معنی لذیذ اور خوشگوار کے ہیں اور مرئی کے معنی یہ ہیں کہ جس کا انجام بخیر ہو اور
 ٹھیک ہضم ہو جائے اور کچھ نقصان نہ دے مقصود یہ ہے کہ عورتوں کے اس عطیہ کا کھانا بلاشبہ
 حلال ہے اور مردوں کا فریضہ یہ ہے کہ وہ عورتوں کا ہر خوشدلی سے ادا کر دیں یہ ان کا حق ہے

وَلَا تَوْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ

اور مت بکرو دو بے عقول کو اپنے مال جو بنائے اللہ نے تمہاری گزران

قِيًّا وَ أَرْزُقُوهُمْ فِيهَا وَاكْسُوهُمْ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا

اور ان کو اس میں رکھلاؤ اور پہناؤ اور کہو ان سے بات معقول اور سدھاتے

مَعْرُوفًا ۝ وَابْتَلُوا الْيَتَامَىٰ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ

رہو یتیموں کو جب تک پہنچیں نکاح کا عمر کو

فَإِنْ أَنْتُمْ مِنْهُمْ رُشَدًا فَأَدْفَعُوا إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ

پھر اگر دیکھو ان میں ہوشیاری تو حوالے کر دو ان کو ان کے مال

وَلَا تَأْكُلُوهَُا إِسْرَافًا وَبِدَارًا أَنْ يَكْبَرُوا ۚ وَمَنْ كَانَ

اور کھا نہ جاؤ ان کو اڑا کر اور گھبرا کر کہ یہ بڑے نہ ہو جاویں اور جو کوئی

غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ

محفوظ ہو تو چاہیے بچتا رہے اور جو کوئی محتاج ہے تو کھاوے

بِالْمَعْرُوفِ ۖ فَإِذَا دَفَعْتُمْ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ

موافق دستور کے پھر جب ان کو حوالے کرو ان کے مال

فَاشْهَدُوا عَلَيْهِمْ ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ حَسِيبًا ۝۶

تو شاہد کرو اس پر اور اللہ بس ہے حساب رکھنے والا

حکم چہارم و پنجم

دربارہ تفویض اموال بسوگمبذریں و مسرفین و حفظ اموال بیتا

قال تعالى وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي..... الے..... وَكَفَىٰ بِاللَّهِ حَسِيبًا. (ربطہ) اوپر کی آیتوں میں حق تعالیٰ نے یہ حکم دیا تھا کہ یتیموں کے مال جو تمہارے تصرف میں ہیں وہ ان کے حوالہ کر دو اب اس آیت میں یہ بتلائے ہیں کہ وہ اموال ان کو کب سپرد کیے جائیں یعنی جب وہ عاقل و بالغ ہو جائیں اور اپنے مال کی حفاظت کر سکیں اور بے وقوف اور فضول خرچ نہ ہوں چنانچہ فرماتے ہیں اور مت دو بے وقوفوں اور بے عقلوں کو اپنے اموال جن کو حق تعالیٰ نے تمہارے گزران اور قیام معیشت کا ذریعہ بنایا ہے اور تمہاری دینی اور دنیوی مصلحتوں اور ضرورتوں کا بقاء مال پر رکھا ہے گزران معاش اور حج اور جہاد وغیرہ سب مال پر موقوف ہیں اس لیے اس قابل قدر نعمت کو ان بے وقوفوں اور فضول خروں کے حوالہ نہ کرو بلکہ اس کو اپنی حفاظت میں رکھو اس حکم سے خدا تعالیٰ کا مقصود یہ ہے کہ یتیموں اور ضعیفوں اور عاجزوں کے مال محفوظ رہیں۔

مفسرین کا اختلاف ہے کہ اس آیت میں سفہاء سے کون لوگ مراد ہیں بعض کہتے ہیں کہ اس سے یتیم اور عورتیں مراد ہیں اور اموالکم سے یتیموں کے اموال مراد ہیں چونکہ یہ اموال ادیاء کے تصرف میں ہیں اس لیے مخاطبین کی طرف مضاف کیے گئے گویا کہ وہ ایک طرح پر تمہارے ہی مال ہیں اشارہ اس طرف ہے کہ یتیموں کے مالوں کو اپنا مال سمجھو اور عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن مسعود وغیرہما کی رائے یہ ہے کہ سفہاء سے مخاطبین کے بچے اور عورتیں مراد ہیں اور مطلب آیت کا یہ ہے کہ مال حق تعالیٰ کی نعمت ہے جو تمہارا

ذریعہ معاش ہے ایسا مت کر دو کہ اپنا مال بیوی اور بچوں کو دے کر خالی ہاتھ ہو جاؤ اور پھر ان کے دست نگر ہو جاؤ جس کی بیوی اور بچے بد سلیقہ ہوں تو ان کے ہاتھ میں خرچ نہ دینے کیلئے یہ آیت اتری ہے اور بعض کی رائے یہ ہے کہ شخص کسی کی نہیں سفارش سے ہر وہ بے وقوف مراد ہے جس کو اپنے مال کی حفاظت کا سلیقہ نہ ہو اور جو شخص بے وقوفی سے مال کو ضائع اور برباد کر دے وہی سفید ہے خواہ وہ یتیم ہو اور خواہ اپنی بیوی اور بچے ہوں اور ان کو انہی مالوں میں سے کھلاؤ اور پہناؤ اور ان کی تسلی کے لیے ان سے معقول اور نیک بات کہو کہ تم گھبراؤ نہیں یہ مال تمہارا ہی ہے چونکہ فی الحال تم نابصہ ہو اس لیے تمہارے ہاتھ میں نہیں دیا جب سمجھاؤ ہو جاؤ گے تو تمہاری یہ امانت تمہارے حوالہ کر دی جائے گی اور مال سپرد کرنے سے پہلے ان یتیموں کی ہوشیاری کا امتحان کر دو کہ وقتاً فوقتاً تھوڑا تھوڑا مال ان کو دیا کرو اور ان کے ذریعہ کچھ خرید و فروخت کیا کرو تاکہ ان کی ہوشیاری اور سلیقہ کا اندازہ ہو یہاں تک کہ جب وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں پس اگر تم ان میں ایک گونہ ہوشیاری اور حسن تدبیر کو دیکھو کہ اب ان کو اتنا سلیقہ آگیا ہے کہ اپنے مال کی حفاظت کر سکیں تو پھر ان کے اموال ان کے عاقل و بالغ ہونے ہی بلا تاخیر ان کے حوالہ کر دو و رشد اور صلاحیت کے بعد تاخیر نہ کرو۔

مسئلہ

حق جل شانہ کے اس ارشاد وَلَا تَوَلُّوا السُّفَهَاءَ سے بظاہر یہ مفہوم ہوتا ہے کہ جو قوفوں کو جب تک ان کی بے وقوفی، زائل ہو اور رشد کو پہنچیں تو ان کا مال ان کے حوالے نہ کیا جائے اگرچہ وہ سو برس کے بوڑھے ہو جائیں۔

امام شافعیؒ اور جمہور علماء کی یہی رائے ہے مگر امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ ہے کہ پچیس سال کی عمر کا انتظار کرو اس درمیان میں اگر اُس کو سمجھ آجائے تو مال اُس کے حوالہ کر دو ورنہ جب پچیس سال کی عمر ہو جائے تو ہر حال میں اُس کا مال اس کو دے دینا چاہیے پوری سمجھ آئے یا نہ آئے ورنہ کیا ساری عمر ہی نابالغ رہے گا اور کیا بوڑھا ہو کر بھی پیر نابالغ ہی کہلائے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ مرد کی عقل پچیس سال میں اپنی انتہا کو پہنچ جاتی ہے لہذا جب کمال عقل اور تمام رشد کا زمانہ گزر گیا تو اب آئندہ کے لیے کوئی امید باقی نہیں رہی لہذا اب اُس کو محروم نہ رکھنا چاہیے آیت قرآنی میں رُشد اتنکیر کے ساتھ آیا ہے معلوم ہوا کہ مال حوالہ کرنے کے لیے ایک نوع کا رشد کافی ہے یعنی اتنا رشد آجائے کہ

سفاہیت اور زمانہ طفولیت کا اثر یعنی لا ابالیہ نہ رہے تو پھر اُن کا مال اُن کے حوالہ کر دیا جائے
تغویض مال کے لیے کمال رشد اور تمام فراست ضروری نہیں پچیس سال کی عمر میں مرد دادا بن سکتا
ہے کیونکہ ادنیٰ مدت بلوغ کی مرد کے حق میں بارہ سال ہے اور عورت کے حق میں ادنیٰ مدت
حمل کی چھ ماہ ہے پس اگر کوئی لڑکا بارہ سال کی عمر میں بالغ ہو جائے اور اسی وقت اس کا نکاح
کر دیا جائے اور چھ ماہ کے بعد اس کے بھی ایک لڑکا پیدا ہو جائے تو اس وقت پہلے باپ
کی عمر پچیس سال کی ہوگی جو اس لڑکے کا دادا ہوگا اب اگر دادا ہونے کے بعد بھی عقل نہ
آئے تو آخر کہاں تک رشد کا انتظار کریں بہتر یہی ہے کہ اس کا مال اس کے حوالہ کریں۔

حکم پنجم

اور مت کھا جاؤ یتیموں کا مال فضول خرچی سے اور اس خوف سے کہ وہ یتیم جب بڑے
ہو جائیں گے تو اُن کا مال اُن کے حوالہ کرنا پڑے گا اور وہ خود اپنے اموال پر قابض اور منصرف
ہو جائیں گے اور ہمارا اختیار جاتا رہے گا لہذا جلدی کر کے اُن کے بڑے ہونے سے پہلے
یہی جتنا کھا سکو وہ کھا لو حق تعالیٰ نے اس اسراف اور مبادرت کی ممانعت کر دی کہ ایسا ہرگز
نہ کر د اور بلکہ تم کو یہ چاہیے کہ جو یتیم کا ولی اور سرپرست تو انگریز ہو یعنی اس کے پاس بقدر کفایت
موجود ہو اور یتیم کے مال کی اُسے حاجت نہ ہو تو اس کو چاہیے کہ یتیم کا مال لینے سے بالکل احتراز
کرے اور جو حاجت مند اور ضرورت مند ہو تو اس کو اجازت ہے کہ دستور کے مطابق کھا لیوے
یعنی یتیم کا پرورش کرنے والا اگر حاجت مند ہو تو یتیم کے مال سے صرف اس قدر لے لے جس
قدر اس کی خدمت کا عرف میں حق ہے دستور کے مطابق جس قدر اس کام کی اجرت ہوتی ہے
صرف اس قدر لے لے اور اگر مستغنی ہے تو کچھ نہ لے پھر جب اُن کے بالغ ہونے کے بعد
اُن کے اموال اُن کے حوالہ کر دو تو مال سپرد کرتے وقت ان پر گواہ کر لیا کرو تاکہ تم حسن اسلوب
کے ساتھ بری الذمہ ہو جاؤ اور آئندہ کے لیے تہمت اور بدگمانی اور نزاع اور اختلاف سے
بچ جاؤ اور اللہ کافی ہے حساب لینے والا یعنی اگر ولی نے یا گواہوں نے کسی قسم کی خیانت
کی ہے تو اللہ تعالیٰ اُن کے ظاہر و باطن سے جہنم دار ہے وہ اُن سے حساب لے گا۔

مسئلہ

یتیم کو گواہوں کے سامنے مال سپرد کرنا مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک واجب ہے اور

حنفیہ کے نزدیک مستحب ہے یعنی گواہ کرنا اولیٰ اور افضل ہے واجب نہیں۔

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَ

مردوں کو بھی حصہ ہے اس میں جو چھوڑ مریں ماں باپ اور نانتے والے اور

لِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا

عورتوں کو بھی حصہ ہے اس میں جو چھوڑ مریں ماں باپ اور نانتے والے اس

قُلْ مِنْهُ أَوْ كَثُرٌ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ⑤

تھوڑے میں یا بہت میں حصہ مقرر کیا ہوا

حکم ششم دربارہ حقوق ورثہ در ترکہ

قال تعالى لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ... إلخ... نَصِيبًا مَّفْرُوضًا (ربطہ) گزشتہ آیت میں بیٹیوں کے ناحق مال کھانے کا حکم تھا اب اس آیت میں وارثوں کی حق تلفی کا ذکر ہے جاہلیت کے زمانہ میں یہ رسم تھی کہ بیٹیوں کو اگرچہ وہ بالغ ہوں اور نابالغ بچوں کو میت کے مال میں سے حصہ نہیں دیا جاتا تھا صرف مردوں کو جو بڑے ہوں اور دشمنوں سے مقابلہ اور مقاتلہ کر سکتے ہوں ان کو میراث میں سے حصہ ملتا تھا اس پر یہ آیت اتنی مردوں کے لیے بھی حصہ ہے اس میں سے کہ جو ماں باپ اور رشتہ دار مرتے وقت چھوڑ گئے ہیں

اور عورتوں کا بھی حصہ ہے اس چیز میں سے کہ جو ماں باپ اور رشتہ دار چھوڑ مرے ہیں خواہ وہ مال تھوڑا ہو یا بہت ہو یہ حصہ خدا کا مقرر کیا ہوا ہے جس کا حق دادوں کو دینا واجب ہے اس میں کمی اور زیادتی جائز نہیں یہ اللہ کا مقرر کردہ حصہ ہے یہ نہیں کہ تم جس قدر چاہو دیدو اس آیت کے نازل کرنے سے زمانہ جاہلیت کی رسم کو توڑنا مقصود ہے کہ وہ لوگ عورتوں اور اولاد صغار کو مستحق میراث نہیں سمجھتے تھے ان کا عقیدہ یہ تھا کہ میراث کے مستحق صرف مرد ہیں اور مرد بھی وہ جو دشمن کا مقابلہ کر سکیں۔

حق تعالیٰ نے اس آیت کو نازل فرما کر یہ بتلا دیا کہ مال متروکہ میں مردوں اور عورتوں دونوں کا حصہ ہے مردوں کی کچھ تخصیص نہیں لیکن حق تعالیٰ نے اس آیت میں حصہ کی

مقدار نہیں بیان فرمائی یہاں صرف استحقاق حصہ میراث کو بیان فرما دیا وارثوں کے حصوں کی تفصیل آئندہ رکوع یُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِيْ اَوْلَادِكُمُ الْغَنِيُّ اَتَىٰ سَبَّحَ مِنْ اَوْلَادِ اَوَّلِ الدِّينِ اور بیوی اور شوہر سب کا حصہ مقرر فرما دیا بلکہ یہ آیت آئندہ آیت یُوصِيكُمُ اللّٰهُ کی تمہید ہے اولاً اجمالاً استحقاق میراث کو بیان فرمایا اور ثانیاً حصص میراث کی تفصیل فرمائی۔

وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُو الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِيْنُ

اور جب حاضر ہوں تقسیم کے وقت ناتے والے اور یتیم اور محتاج

فَارْزُقُوهُمْ مِنْهُ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَعْرُوفًا ۝

تو اُن کو کچھ کھلا دو اس میں سے اور کہو اُن کو بات معقول

وَلْيَخْشَ الَّذِينَ لَوْ تَرَكَوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَةً

اور چاہیے ذریں وہ لوگ کہ اگر چھوڑیں اپنے پیچھے اولاد

ضِعْفًا خَافُوا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَلْيَقُولُوا

ضعیف تو خطرہ کھا دیں ان پر تو چاہیے ذریں اللہ سے اور کہیں

قَوْلًا سَدِيدًا ۝

بات سیدھی

حکم ہفتم مراعاة غیر مستحقین میراث بوقت تقسیم ترکہ

قال تعالى وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اَللّٰهُ وَلْيَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ۝ (رابطہ) گزشتہ آیت میں حق داران میراث اور مستحقین ترکہ کا بیان تھا اب اس آیت میں غیر مستحقین میراث کے ساتھ ایک قسم کے سلوک اور احسان کا حکم ہے اور جب تقسیم میراث کے وقت ایسے غریب رشتہ دار بھی حاضر ہو جائیں جن کا میراث میں کوئی حق نہیں اور یتیم اور فقیر بھی اس وقت اس امید پر جمع ہو جائیں کہ شاید اس موقع پر اہل خیر ہمیں کچھ خیرات دے دیں تو تم اُن کو

تبرعا بالغوں کے حصہ ہیں سے کچھ دے دیا کرو اور اگر درخت یتیم اور ناپاٹھ ہوں تو ان غریب اور مساکین سے معقول اور نرم بات کہہ کر ان کو رخصت کر دو یعنی نرمی سے یہ عذر کر دو کہ یہ مال یتیموں کا ہے ہم اس کے مالک نہیں اس لیے ہم مجبور اور معذور ہیں مطلب یہ ہے کہ سختی سے جواب نہ دو بلکہ نرمی سے عذر کرو۔

مسئلہ

مجموعہ علماء کے نزدیک یہ حکم استنباطی ہے اور مقصود اس حکم سے حسن ادب کی تعلیم ہے کہ یہ مال میراث جو تقسیم ہو رہا ہے ایک خدائی عطیہ ہے جو خدا تعالیٰ نے محض اپنی مہربانی سے داروں کو بلا غنمت اور بلا مشقت عطا کیا ہے لہذا مناسب یہ ہے کہ ایسے موقع پر بطور شفقت و مہممت اپنے غریب رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں کو بھی بطور تبرع اور خیرات کچھ دیدی تاکہ ان کی دل شکنی نہ ہو اور بعض علماء کے نزدیک یہ حکم وجوبی ہے جو ابتداء میں واجب تھا بعد میں منسوخ ہو گیا۔

اب آئندہ آیت میں اسی رعایت اور شفقت کی تاکید اور تقویت کے لیے ارشاد فرماتے ہیں اور چاہیے کہ اللہ سے ڈریں وہ لوگ کہ اگر وہ اپنے پیچھے ناواق اور اولاد چھوڑ جائیں تو ان بچوں کے ضائع ہونے کا ان کو خوف اور خطرہ ہو پس ان کو چاہیے کہ اللہ سے ڈریں یعنی یتیموں اور مسکینوں کی دل آزادی سے بچیں اور زبان سے کہیں سیدھی بات کہ جس سے ان کی تسلی ہو جائے مطلب یہ ہے کہ دوسرے یتیم کے ساتھ وہ معاملہ کر دو جو اپنے بعد اپنی اولاد کے لیے پسند کرتے ہو۔

إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا

جو لوگ کھاتے ہیں مال یتیموں کے ناحق وہ یہی

يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا ۝۱۰

کھاتے ہیں اپنے پیٹ میں آگ اور اب پیٹھیں گے آگ میں

ترجمہ حکم سابق

تحقیق جو لوگ ناحق یتیموں کا مال کھا جاتے ہیں جزائیں نیست وہ یہ مال کھا کر اپنے پیٹوں میں

آگ بھر رہے ہیں اور البتہ ضرور داخل ہوں گے دھکتی ہوئی آگ میں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یعنی خدا تعالیٰ ان کو یتیموں کا ناحق مال کھانے کی سزا میں آگ کھلانے کا اور یہ شخص قیامت کے دن قبر سے اس طرح اٹھے گا کہ اس کے منہ اور کانوں اور آنکھوں سے آگ کے شعلے نکلتے ہوں گے جو شخص بھی اس کو دیکھے گا وہ اس علامت سے پہچان لے گا کہ یہ ناحق یتیم کا مال کھانے والا ہے ۔

يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلَّذِ كَرِ مِثْلُ حَظِّ

کہہ رکھتا ہے تم کو اللہ تمہاری اولاد میں مرد کو حصہ برابر دو

الْأُنثَيَيْنِ فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ

عورت کے پھر اگر ہمدیں ریزی عورتیں دو سے اوپر تو ان کو

ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ

دو تہائیاں جو چھوڑا سرا اور اگر ایک ہے تو اس کو آدھا

وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا

اور میت کے ماں باپ کو ہر ایک کو دونوں میں بچھا حصہ اس مال

تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ

میں جو چھوڑا اگر میت کی اولاد ہے پھر اگر اس کو اولاد نہیں

وَوَرِثَةُ أَبَوَيْهِ فَلِلْمِثْلِ الثُّلُثُ فَإِنْ كَانَ لَهُ

اور وارث ہیں اس کے ماں باپ تو اسکی ماں کو تہائی پھر اگر میت کے کئی

إِخْوَةٌ فَلِلْمِثْلِ السُّدُسُ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةِ يُوصِي

بھائی ہیں تو اسکی ماں کو چھٹا حصہ یہ بیچھے وصیت کے جو دلوں مرا

يَهَا أَوْدَيْنِ ط أَبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ

یا قرض کے تمہارے باپ اور بیٹے تم کو معلوم نہیں کون شتاب پہنچے

أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ط فَرِيضَةٌ مِّنَ اللَّهِ إِنْ اللَّهُ كَانَ

ہیں تمہارے کام میں حصہ بانڈھا اللہ کا ہے اللہ خبردار ہے

عَلِيمًا حَكِيمًا ۝ وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ

حکمت والا اور تم کو آدھا مال جو چھوڑ مریں تمہاری عورتیں

إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ ۖ فَإِنْ كَانَ لَّهُنَّ وَلَدٌ

اگر نہ ہوں ان کو اولاد پھر اگر ان کو اولاد ہے

فَلَكُمْ الرُّبْعُ مِمَّا تَرَكَنَّ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوصِينَ

تو تم کو چوتھائی مال اس سے جو چھوڑ مریں بعد وصیت کے جو دلوا مریں

يَهَا أَوْدَيْنِ ط وَلَهُنَّ الرُّبْعُ مِمَّا تَرَكَتُمْ إِنْ لَّمْ

یا قرض کے اور عورتوں کو چوتھائی مال اس سے چھوڑ مرد تم اگر نہ ہو

يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ ۖ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ

تم کو اولاد پھر اگر تم کو اولاد ہے تو ان کو آٹھواں حصہ

مِمَّا تَرَكَتُمْ مِّنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُونَ بِهَا أَوْ

اس سے جو کچھ تم نے چھوڑا بعد وصیت کے جو تم دلوا مرد یا

دَيْنٌ ۖ وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَّةٌ أَوْ امْرَأَةٌ وَ

قرض کے اور جس مرد کی میراث ہے باپ بیٹا نہیں لکھتا یا عورت کا اور

لَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ

اس کا ایک بھائی ہے یا بہن تو دونوں میں ہر ایک کو چھٹا حصہ

فَإِنْ كَانُوا أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ

پھر اگر زیادہ ہوئے اس سے تو سب شریک ہیں ایک تہائی میں

مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصَىٰ بِهَا أَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَارٍّ

بعد وصیت کے جو ہو چکی ہے یا قرض کے جب ادروں کے

وَصِيَّةً مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَلِيمٌ ﴿١٢﴾ تِلْكَ

نقصان نہ کیا ہو یہ کہہ رکھا اللہ نے اور اللہ سب جانتا ہے تحمل والا

حُدُودُ اللَّهِ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ

یہ حدیں باندھی اللہ کی ہیں اور جو کوئی حکم پر چلے اللہ کے اور رسول کے اس کو داخل کرے

جَنَّتِ تَجْرَىٰ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا

باغوں میں جن کے نیچے بہتی ندیاں ہیں وہ پڑے ان میں اور وہی ہے بڑی

وَذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿١٣﴾ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَ

مراد ملنی اور جو کوئی بے حکمی کرے اللہ

رَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا

کی اور رسول کی اور پڑے اس کی حدوں سے اس کو داخل کرے آگ میں

فِيهَا صَوْلَةٌ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿١٤﴾

وہ پڑے اس میں اور اس کو ذلت کی مار ہے



نیز حق تعالیٰ نے اس آیت میں ایک لڑکی کا اور تین اور تین سے زائد لڑکیوں کا حکم بیان فرمایا اور دو لڑکیوں کا صراحۃً کوئی حکم بیان نہیں فرمایا اور بہنوں کی میراث میں دو بہنوں کا دو تہائی حصہ بیان فرمایا۔ اِنْ اِمْرَاؤَ هَكَذَا لَيْسَ لَهَا وَلَدٌ وَلَمْ تَحْمِلْ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ فَإِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا التَّثْلَاثُ وَمِمَّا تَرَكَ . پس جب دو بہنوں کا حصہ دو تہائی ہے تو دو لڑکیوں کا حصہ بدرجہ اولیٰ دو تہائی ہونا چاہیے کیونکہ لڑکیاں بہ نسبت بہنوں کے زیادہ قریب ہیں غرض یہ کہ دو لڑکیوں کو دو تہائی ملنا پہلی آیت سے معلوم ہو چکا تھا اب شبہ یہ تھا کہ اگر کسی کے تین لڑکیاں ہوں تو شاید ان تین لڑکیوں کو تین تہائی یعنی کل مال مل جائے تو حق تعالیٰ نے اس آیت میں یہ بتلادیا کہ اگر لڑکیاں دو سے زیادہ ہوں تو ان کا حصہ دو تہائی سے نہ بڑھے گا اور اگر میت کے ایک ہی لڑکی ہو تو اس کو کل مال میں سے نصف مال ملے گا اور نصف باقی دوسرے وارثوں کا حق ہے۔

نکتہ (۱)

مرد کا حصہ عورتوں کے حصہ سے دوچند اس لیے قرار دیا گیا کہ مرد بہ نسبت عورت کے مال کا زیادہ حاجت مند ہے گھر کا تمام خرچ اس کے ذمہ ہے حتیٰ کہ بیوی کا خرچ بھی اس کے ذمہ ہے۔

نکتہ (۲)

حق جل شانہ تعالیٰ نے عنوانِ تعبیر یہ اختیار فرمایا لِذَكَوِ مِثْلُ خِطِّ الْأُنثَيْنِ . یعنی مرد کا حصہ دو عورتوں کی برابر ہے اور یہ نہیں فرمایا کہ دو عورتوں کا حصہ ایک مرد کے حصہ کی برابر ہے یا عورت کا حصہ مرد کے حصہ سے نصف ہے اس طرز بیان کے اختیار کرنے میں حکمت یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت کی رسمِ عم تو ریث نسوان کا پوری طرح ابطال ہو جائے کیونکہ یہ طرز بیان اس طرف مشیر ہے کہ عورت کی میراث مقرر معلوم ہے اور مرد کی میراث اس سے دوچند ہے لہذا مرد اپنی میراث کو عورت کی میراث سے دوچند سمجھ کر حق تعالیٰ کا شکر کرے کہ اس نے مجھ کو فضیلت دی اور یہ طبع نہ کرے کہ عورت کو بالکل میراث سے محروم کرے یہ اس کے لیے کافی ہے کہ اس کا حصہ عورت سے دوچند ہے۔

حصہ والدین

اور میت کے مال باپ کے لیے ترکہ میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ہے اگر میت کے کچھ اولاد ہے خواہ مذکر ہو یا مؤنث پس اگر میت کے کچھ اولاد نہ ہو اور صرف مال باپ ہی اس کے وارث ہوں تو اس صورت میں پورے مال میں سے اس کی مال کا تہائی حصہ ہے اور باقی دو تہائی باپ کا پس اگر میت کے ایک سے زیادہ بھائی بہن ہوں تو پھر اس کی مال کے لیے چھٹا حصہ جانا چاہیے کہ مال باپ کی میراث میں حق تعالیٰ نے تین صورتیں بیان فرمائیں پہلی صورت یہ ہے کہ اگر مال باپ کے ساتھ میت کی اولاد بیٹا یا بیٹی ہو تو اس صورت میں میت کے مال باپ کو ترکہ میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا دوسری صورت یہ ہے کہ میت کی اولاد کچھ نہ ہو بھائی بہن بھی نہ ہوں اور صرف مال باپ ہی وارث ہوں تو اس صورت میں مال کو ایک ثلث ملے گا اور باقی دو ثلث باپ کو ملیں گے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ مال باپ کے ساتھ اولاد تو نہ ہو مگر میت کے ایک سے زیادہ بھائی بہن ہوں خواہ حقیقی ہوں یا علاتی یا اجنابی تو اس صورت میں مال کو ترکہ کا چھٹا حصہ ملے گا اور باقی سب اس کے باپ کو ملے گا بھائی بہن کو کچھ نہیں ملے گا۔

وارثوں کے جس قدر حصے اب تک بیان کیے گئے یہ سب حصے بعد ادا و وصیت کے جو میت نے کی ہے اور بعد ادا کے قرض وارثوں کو دیے جائیں گے یعنی میت کے مال میں سے اول بمقدار وصیت اور بمقدار قرض روپیہ نکال کر پھر ورثہ پر تقسیم ہوگا اور باجماع علماء امت ترکہ میں جو پہلا حق متعلق ہوتا ہے وہ میت کی تجہیز و تکفین اور تدفین ہے اس لیے میت کے مال میں سب سے پہلے اس کے کفن اور دفن میں لگایا جائے گا اور پھر میت کے قرض میں اور پھر اس کی وصیت میں دیا جائے گا اور پھر جو باقی رہے گا وہ وارثوں پر تقسیم کیا جائے گا۔

نکتہ

مال باپ کا حق اگرچہ اولاد سے کہیں زیادہ ہے مگر حق تعالیٰ نے میت کے ترکہ میں سے مال باپ کا حصہ اولاد کے حصہ سے کم رکھا ہے کیونکہ جب آدمی صاحب اولاد ہو کر مرتا ہے تو عادتاً اس عمر میں اس کے والدین بوڑھے ہو جاتے ہیں اور ان کی عمر کا تھوڑا حصہ باقی رہ جاتا ہے ان کو زیادہ مال کی ضرورت نہیں ہوتی بخلاف اولاد کے کہ وہ کم عمر ہونے

کی وجہ سے زیادہ حاجت مند ہوتے ہیں نیز ماں باپ کے پاس اپنا اند وختہ اور اپنے والدین کا کچھ ترکہ بھی ہوتا ہے اور میت کی اولاد کا سرمایہ سرمدست صرف یہی باپ کی کمائی ہوتی ہے اس لیے شریعت نے بہ نسبت ماں باپ کے اولاد کا حصہ زائد رکھا تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے تم نہیں جانتے کہ باعتبار نفع رسانی کے ان میں سے کون سا تم سے زیادہ قریب ہے یعنی تم نہیں جانتے کہ تمہارے اصول و فروع میں سے دنیا و آخرت میں تمہارے لیے کون زیادہ نفع رساں اور فائدہ مند ہے اور جب تمہیں یہ خبر نہیں تو تقسیم میراث میں تم اپنی عقل اور رائے کو دخل نہ دو خدا کے حکم کے مطابق چلو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو حصہ مقرر اور معین کر دیا گیا اس کی پیروی کرو بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری مصلحتوں کو جانتے والا ہے اور بڑی حکمت والا ہے اس نے جو میراث کے حصے مقرر فرما دیئے وہی عین حکمت اور سراسر مصلحت ہیں اس لیے تم پر لازم ہے کہ حق تعالیٰ کے مقرر کردہ حصوں کی پابندی کرو اور اپنی رائے سے اس میں دخل نہ دو اللہ تعالیٰ علیم و حکیم ہے اس نے اپنی حکمت سے جو حصے مقرر کر دیئے اسی میں حکمت اور مصلحت ہے۔

حصہ زوجین

- اب آئندہ آیت میں زوجین کی میراث کو بیان فرماتے ہیں اور زوجہ اور زوج کی ہر ایک کی میراث کی دو صورتیں بیان کیں۔
- (۱) میت اگر زوجہ ہو اور اس کے کوئی اولاد نہ ہو تو اس صورت میں زوج یعنی شوہر کو نصف مال ملے گا۔
- (۲) اور اگر اولاد ہو تو چوتھائی حصہ اور علیٰ ہذا اگر میت زوج ہو اور زوجہ اس کی وارث ہو تو اس کے بھی دو حال ہیں۔
- (۱) زوج کے کوئی اولاد نہ ہو تو زوجہ کو چوتھائی حصہ ملے گا۔
- (۲) اور اگر اولاد ہو تو آٹھواں حصہ
- چنانچہ فرماتے ہیں اور تمہارے لیے یعنی شوہروں کے لیے اس مال میں کا نصف حصہ ہے جو تمہاری بیبیاں چھوڑ جائیں اگر ان کے کوئی اولاد نہ ہو نہ مذکر نہ مؤنث نہ واحد نہ کثیر اور اگر ان بیبیوں کے کچھ اولاد ہو خواہ تم سے ہو یا پہلے شوہر سے تو اس صورت میں تم کو ان کے ترکہ سے چوتھائی ملے گا اور دونوں صورتوں میں تم کو یہ حصہ بعد وصیت کے ہو کر گئی ہیں یا قرص کی ادائیگی کے بعد جو انہوں نے چھوڑا ہے ملے گا اور بیبیوں کو چوتھائی مال ملے گا اس ترکہ میں سے جو تم چھوڑ

جاؤ اگر تمہارے کوئی اولاد نہ ہو پس اگر تمہارے کوئی اولاد ہو اس عورت سے یا کسی دوسری عورت سے تو بیبیوں کو تمہارے ترکہ میں آٹھواں حصہ ملے گا بعد وصیت کے جو تم کو جاؤ یا قرض کے بعد جو تم چھوڑ جاؤ تو اس وصیت اور قرض کے ادا کرنے کے بعد جو مال بچے گا تو اس سے بیوی کو آٹھواں حصہ ملے گا خولہ بیوی ایک ہو یا چار ہوں

فائدہ عورت جو تکہ ہر بھی پاتی ہے اور شوہر کے مرنے کے بعد دوسرے شخص سے نکاح بھی کر سکتی ہے اس لیے اس کا حصہ ہر حال میں شوہر کے حصہ سے نصف رہا

حصہ برادر و خواہر اخیانی

اب اس کے بعد ایسے شخص کا حال بیان فرماتے ہیں کہ جس کے وارثوں میں نہ باپ دادا ہو اور نہ اولاد صرف اس کے اخیانی بھائی بہن ہوں تو اگر ایک ہو تو ہر ایک کو چھٹا حصہ ہے اور اگر ایک سے زیادہ ہوں تو ایک تہائی میں سب شریک اور برابر کے حصہ دار ہوں گے۔

چنانچہ فرماتے ہیں اور اگر کوئی مرد یا عورت جس کی میراث دوسروں کو ملے گی کلالہ ہو یعنی باپ دادا اور بیٹا نہ رکھتا ہو اور اس کے ایک اخیانی بھائی یا ایک اخیانی بہن ہو تو اس کلالہ کے مال میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا اور اگر یہ اخیانی بھائی بہن ایک سے زیادہ ہوں تو وہ سب ایک تہائی حصہ میں برابر کے شریک ہوں گے اور یہ تقسیم بعد اس وصیت کے نافذ کرنے کے ہوگی جو ہو چکی ہے یا ادائے قرض کے بعد بشرطیکہ وہ وصیت کرنے والا کسی کو ضرر یا نقصان پہنچانے والا نہ ہو یہ جو کچھ کہا گیا یہ سب اللہ کی جانب سے وصیت یعنی تاکید حکم ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے ضرر دینے والے کو اور نہ دینے والے کو بڑا بردبار ہے سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا۔

فائدہ

جاننا چاہیے کہ بھائی اور بہن تین طرح کے ہوتے ہیں

(۱) سگے - جن کے ماں اور باپ دونوں ایک ہوں ان کو عینی اور بنو الاعیان کہتے ہیں۔

(۲) سوتیلے جو صرف باپ میں شریک ہو یعنی باپ تو ایک ہو اور ماں دو ہوں ان کو علانی کہتے ہیں۔

(۳۱) وہ سوتیلے کہ جن کی مال تو ایک ہو اور باپ دو ہوں ان کو ایخانی کہتے ہیں۔
اس آیت میں اس آخری قسم کا ذکر ہے جیسا کہ ابی بن کعب اور سعد بن ابی وقاص کی
قرابت میں وَلَکُمْ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ کے بعد مِنْ اٰلِکُمْ کا لفظ آیا ہے جس سے آیت کی تفسیر ہو گئی کہ اس
جگہ کون سا بھائی اور بہن مراد ہے اور اسی پر سب کا اجماع ہے اور عینی اور علاقائی بھائی بہنوں کی
میراث کا حکم اس سورت کے آخر میں آئے گا۔

نکتہ

ایخانی بھائی بہن کو میت کی طرف جو نسبت ہے وہ صرف ماں کے واسطے ہے اور ماں کا حصہ
تہائی سے زیادہ نہیں لہذا وہ صرف اپنی ماں کا حصہ پانے کے مستحق ہیں اور اسی وجہ سے ذکر اور
اناث میں کوئی فرق نہیں کیا گیا سب کا حصہ برابر رہا کیونکہ نسبت مذکورہ میں سب مساوی ہیں۔

تاکید اطاعت و تہدید بر معصیت

یہ تمام احکام اللہ کی مقرر کردہ حدیں ہیں لوگوں کو چاہیے کہ ان حدود کے اندر رہیں اور ان سے
باہر قدم نہ نکالیں اور جس طرح انسان کسی مکان کی حدود سے باہر نکل کر خطرہ میں پڑ جاتا ہے اسی طرح
احکام الہی کی حدود سے باہر نکلنے میں جان اور ایمان کا خطرہ ہے اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول
کے حکم پر چلے گا اللہ تعالیٰ اس کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی ایسے
اشخاص - ہمیشہ ہمیشہ انہی باغوں میں رہیں گے اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے کیونکہ جنت ہمیشگی کا
گھر ہے اور اس کا آرام خالص ہے جس میں کسی قسم کے دکھ درد کا شائبہ بھی نہیں اور دنیا کی بڑی سے
سے بڑی کامیابی آخرت کی کامیابی کے مقابلہ میں بیچ ہے اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے
اور اس کی حدود سے آگے بڑھے سو اس کو اللہ تعالیٰ آگ میں داخل کرے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا
اور اس کے لیے ذلیل اور رسوا کرنے والا عذاب ہے یعنی ہمیشہ کے لیے معصیت اور ذلت میں
گرفتار رہے گا۔

مسئلہ میراث انبیاء کرام علیہم الف الف صلوة والف الف سلام

بابت آیت یُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِیْ اَوْلَادِكُمْ الْاٰیة

شیعہ کہتے ہیں کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ الزہراء کو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ترکہ میں سے جو ان کو اپنے والد محترم کی طرف سے پہنچتا تھا کوئی حصہ نہیں دیا اور عذر یہ کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا ہے کہ یہ فرماتے تھے کہ ہم گروہ انبیاء نہ کسی کے وارث ہوتے اور نہ ہمارا کوئی وارث ہوتا ہے حالانکہ یہ حدیث صریح نص قرآنی - یُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِیْ اَوْلَادِكُمْ کے خلاف ہے۔

اور یہ آیت عام ہے اس میں بنی اور غیر بنی کی کوئی تخصیص نہیں لہذا یہ کہنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی وارث نہیں اس آیت کی تکذیب کرنا ہے۔

نیز دوسری نصوص کے بھج: خلاف ہے یعنی وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ اور آیت وَهَبْ رِیُّ مَنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا وَیَرِثُ مِنْ اِلٰی یَعْقُوْبَ معلوم ہوا کہ انبیاء کرام کے بھی وارث ہوتے ہیں

جواب

(۱) آیت یُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِیْ اَوْلَادِكُمْ عام مخصوص البعض ہے جس سے بحکم حدیث نبوی لا یرث ولا نورث انبیاء کرام مخصوص ہیں اور چونکہ یہ حدیث صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بلا واسطہ سنی اسلئے علم قطعی اور یقینی کو مفید ہے اور جو چیز بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بلا واسطہ سنی اس پر عمل کرنا قطعاً فرض ہے خواہ کسی اور سے اس حدیث کو سننے یا نہ سننے اور اسی پر شیعہ اور سنی تمام اہل اصول کا اجماع ہے اور متواتر اور غیر متواتر حدیث کی تقسیم ان لوگوں کے اعتبار سے ہے جنہوں نے اللہ کے بنی کو نہیں دیکھا اور دوسروں کے واسطہ سے حدیث سنی اور جس شخص نے خود اللہ کے بنی کو دیکھا اور بلا واسطہ ان سے حدیث سنی تو یہ حدیث اس کے حق میں متواتر سے بھی بالا اور برتر ہے بلکہ مشاہدہ عینی سے بھی زیادہ قطعی اور یقینی ہے چونکہ

ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس حدیث کو بلا واسطہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا اس لیے انہیں دوسروں سے تحقیق و تفتیش کی حاجت نہ تھی۔

نیز اس حدیث کے راوی صرف ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی نہیں بلکہ اس حدیث کو حضرت حذیفہ اور حضرت زبیر اور حضرت ابوالدرداء اور حضرت ابوہریرہ اور حضرت عبدالرحمن بن عوف اور حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عباس اور حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم نے بھی روایت کیا ہے غرض یہ کہ حدیث تمام صحابہ میں معروف و مشہور تھی اور درجہ قوات کو پہنچی ہوئی تھی اور حدیث متواتر سے قرآن کی تخصیص بالا جماع جائز ہے۔

اور آیت میراث میں حدیث نبوی سے تخصیص ایسی ہے جیسے آیت اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ وَالْحَرَمِ کے عموم سے انبیاء کرام اور ان کے موالی مخصوص ہیں کہ انبیاء کرام اور ان کے موالی کو باوجود فقر و فاقہ کے زکوٰۃ اور صدقات کا لینا حرام ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ آل محمد کے لیے زکوٰۃ اور صدقہ کا مال حلال نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان فقیری و درویشی ضرب المثل ہے مگر حضور پر نور بلا شبہ دریب آیت صدقات کے عموم سے مخصوص اور مستثنیٰ ہیں اور آیت صدقات کے عموم کی تخصیص انہی احادیث سے ثابت ہے جن میں زکوٰۃ و صدقات کا آل رسول پر حرام ہونا مروی ہوا ہے اسی طرح سمجھتے کہ جن احادیث میں یہ آیا ہے کہ انبیاء کرام کے ترکہ میں وراثت جاری نہیں ہوتی وہ تمام احادیث آیت میراث کی محض ہوں گی دیکھو ہدیت الشیعہ ص ۳۱ مصنفہ حضرت مولانا محمد قاسم نافو قومی ص ۲۔

(۲)

نیز آیت یُؤْتِيكُمُ اللَّهُ كَاسِيًا وَ سَبَاقِ اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ حکم امتیوں ہی کے لیے ہے جیسا کہ گزشتہ آیات میں چار عورتوں کی تحدید اور ہر اور عدل بین النساء کا واجب ہونا یہ سب امتیوں کا حکم ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ان میں سے کوئی شے واجب نہیں آیت فَانْكُمُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثَلِي وَ تِلْكَ اَوْ دِيَارِ ع۔ اگرچہ عام ہے مگر بحکم آیت احزاب يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّا اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ النَّبِيِّ اَنْ تَتَّ اُجُوزُهُنَّ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس چار کی تحدید سے مستثنیٰ ہیں سورہ احزاب کی یہ آیت صراحتہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ حضور پر نور کے لیے چار عورتوں سے زیادہ بھی نکاح جائز ہے اور اَنْ تَوَالِیْ نِسَاءً صَدَقَاتِهِنَّ بِخَلَةٍ بظاہر اگرچہ عام ہے علی العموم سب پر ہر کے واجب ہونے کی دلالت کرتی ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس حکم سے مخصوص اور مستثنیٰ ہیں جیسا کہ سورہ احزاب کی یہ آیت وَاَمْرَاةٌ مُّؤْمِنَةٌ اِنْ وَّعَبْتُ لِنَفْسِهَا لِلنَّبِيِّ اس پر دلالت کرتی ہے کہ حضور پر نور پر کسی قسم کا ہر

واجب نہیں۔

اور آیت نساہر بظاہر اگرچہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ سب پر عدل بین النساہر واجب ہے مگر حسب ارشاد خداوندی تَوْحٰی مِّنْ نَّسَاہِ جَنَّتُمْ وَتَوَوَّیْ رَیْبُکُمْ مِّنْ نَّسَاہِ جَنَّتُمْ صَیْ
اللہ علیہ وسلم اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔

اسی طرح اگر حکم میراث سے بھی انبیاء کرام مستثنیٰ ہوں تو کیا تعجب ہے مال و جائیداد میں میراث کا جاری ہونا اقبول کا حکم ہے انبیاء کرام اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔

(۳۸)

نیز آیت یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ میں بالتفاق فریقین اور بہت سی تخصیص ہوئی ہیں چنانچہ کافر وارث نہیں ہوتا غلام وارث نہیں ہوتا قاتل مورث وارث نہیں ہوتا اور ان تخصیصات پر دلالت کرنے والا کوئی لفظ آیت مذکورہ سے نہ منقل مذکور ہے نہ منقل بجز اس کے کہ احادیث سے ان لوگوں کی تخصیص کی گئی تو پھر حدیث مائتہ صدقہ کا کیا قصور ہے کہ وہ آیت میراث کیلئے محض نہ ہو سکے۔

شبیہ۔ حدیث سے قرآن کریم کی تخصیص کرنے کی وجہ سے ابو بکرؓ پر معترض ہیں لیکن اپنے لیے اس کو جائز سمجھتے ہیں خود ان کے نزدیک اخبار آحاد سے قرآن کریم کی تخصیص ثابت ہے اُن کا مذہب ہے کہ زمین میں زوجہ کو میراث نہیں پہنچتی اور میت کے ترکہ میں سے قرآن اور تلوار اور انگشتری اور پہننے کے کپڑوں کا وارث صرف بیٹا ہے۔

نیز اگر آیت یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ۔ مترکہ رسول کو بھی شامل ہو تو اسی مترکہ کو تو شامل ہوگی کہ جو مملوکہ بنوی بھی ہو کیونکہ میراث تو اشیاء مملوکہ ہی میں جاری ہوتی ہے اور وقف کے مال میں میراث جاری نہیں ہوتی اور سب کو معلوم ہے کہ فدک منجملہ اموال فنی وقف تھا مملوکہ بنوی نہ تھا کیونکہ آیت مَا اَفَاءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْخُمْ = اس پر صاف دلالت کرتی ہے کہ اموال بنی نضیر و فدک وغیرہ سب کے سب منجملہ فنی کے تھے اور سب وقف تھے اور حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی زندگی میں ان میں جو تصرف تھا وہ محض متولیانہ تھا نہ کہ مالکانہ کیونکہ مَا اَفَاءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْخُمْ سے صاف ظاہر ہے کہ مال فنی میں ذوی القربے اور یتامیٰ اور مساکین اور فقراء ہاجرین اور انصار اور قیامت تک آنے والے مسلمان سب شریک اور حق دار ہیں جن کی تعداد معین نہیں اور نہ ہو سکتی ہے سو اموال فنی کے مملوک ہونے کی کوئی صورت نہیں اور کتب شبیہ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ فدک منجملہ اموال فنی تھا۔

پس جب فدک مملوک ہی نہ ہوا تو وہ آیت یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ کے عموم میں کیسے داخل ہوگا اور جس طرح مال غیر مملوک میں میراث جاری نہیں ہو سکتی اسی طرح اس میں حصہ اور عطیہ بھی جاری

نہیں ہو سکتا معلوم ہوا کہ اہل تشیع جو حصہ فدک کی روایت نقل کرتے ہیں وہ قطعاً غلط ہے اور بلاشبہ شیعوں کی ساختہ اور پرداختہ ہے۔

نیز جب حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ترکہ اُن کے قبضہ میں آیا تو انہوں نے اس میں سے نہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا حصہ دیا اور نہ حضرت عباس کے بعد اُن کے بیٹوں کو اور نہ ازدواج مطہرات کو اگر آپ کے ترکہ میں میراث جاری ہوتی تو یہ سب حضرات کیوں حق میراث سے محروم رہے جس طرح جناب سیدہ آپ کے ترکہ کی حق دار تھیں اسی طرح یہ سب حضرات بھی اس کے حق دار تھے۔

حضرات ثلثہ اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ ایمنہ غضب شدہ چیز کو واپس نہیں لیتے اور باغ فدک چونکہ غضب ہو چکا تھا اس لیے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس میں تصرف مناسب نہ سمجھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کے نزدیک جیسا باغ فدک غضب ہو چکا تھا اسی طرح آپ کے نزدیک خلافت بھی تو غضب ہو چکی تھی تو پھر اس کی کیا وجہ کہ جناب امیر نے ایک ادبے درجہ کی غضب شدہ چیز (باغ فدک) کو تو چھوڑ دیا اور خلافت جیسی کار آمد غضب شدہ چیز کو قبول کر لیا جس کے پیٹ میں لاکھوں باغ فدک سما جائیں اور پتہ بھی نہ چلے اور آیت وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ اور آیت هَبْ بَنِي مِنْ لَدُنْكَ دِينًا یُرِثُنِیْ اس قسم کی آیات میں علم اور حکمت اور منصب نبوت کی وراثت مراد ہے دنیاوی ولی عہد کی وراثت مراد نہیں دیکھو اجماع اربعین ص ۲ ج ۲۔

باتفاق اہل تادیک حضرت داؤد علیہ السلام کے انیس بیٹے تھے جو مالی وراثت میں سب برابر کے مستحق تھے پس اگر آیت مذکورہ میں مالی وراثت مراد ہوتی تو حق تعالیٰ حضرت داؤد علیہ السلام کے سب بیٹوں اور وارثوں کے ذکر کو چھوڑ کر سلیمان علیہ السلام کی تخصیص نہ فرماتے اس لیے کہ مالی وراثت میں سب بیٹے برابر ہیں حضرت سلیمان علیہ السلام کی خصوصیت نہیں۔

نیز مالی وراثت میں دنیا کے تمام نیک و بد اپنے باپ کے مال کے وارث ہوتے ہیں اس میں کوئی فضیلت اور بزرگی نہیں جس کو حق تعالیٰ نے حضرت سلیمان کے فضائل و مناقب میں بطور مدح ذکر فرمایا خدا تعالیٰ کو ایسی کیا ضرورت پیش آئی کہ حضرت سلیمان جیسے جلیل القدر نبی کے فضائل و مناقب میں باپ کی مالی وراثت کا ذکر کیا جس میں دنیا کے تمام نیک و بد شریک ہیں غرض یہ کہ آیت مذکورہ میں وراثت سے مالی وراثت مراد لینے کی صورت میں نہ تو حضرت سلیمان کی تخصیص کا کوئی فائدہ معلوم ہوتا ہے اور نہ اس سے ان کا کچھ فضل و کمال ظاہر ہوتا ہے بخلاف وراثت علم و نبوت سوا اس صورت میں حضرت سلیمان کا فضل و کمال بھی ظاہر ہوتا ہے اور ان کی تخصیص کی وجہ بھی ظاہر ہے کیونکہ علم و نبوت ایسی چیز نہیں کہ سب لوگ اس

کے وارث ہو سکیں۔

اور علیٰ ہذا آیت هَبْ رَیٌّ مِنْ لَدُنْكَ ذَلِیْلًا یُورِثُہِ وَیُورِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ یں بھی وراثت مالی مراد نہیں بلکہ علم نبوت کی وراثت مراد ہے اسلئے کہ اگر اس آیت میں وراثت سے مال کی وراثت مراد ہو تو یہ کلام محض لغو اور ہمل ٹھہرتا ہے کیونکہ اس صورت میں الفاظ وَیُورِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ کی کوئی صحیح تاویل نہیں ہو سکتی اگر آل یعقوب سے مراد نفس یعقوب ہو تو لازم آئیگا کہ یعقوب علیہ السلام کا مال ذکر یا علیہ السلام کے زمانہ تک بغیر تقسیم کے باقی رہا اور اس بات کو کوئی عاقل تسلیم نہیں کر سکتا کیونکہ حضرت ذکر یا علیہ السلام کا زمانہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے زمانہ سے تقریباً دو ہزار برس پہلے ہے اتنے عرصہ تک ان کے مال کا بغیر تقسیم کے باقی رہنا قیاس میں نہیں آ سکتا اور اگر آل یعقوب سے مراد حضرت یعقوب علیہ السلام کی جملہ اولاد ہو تو لازم آئیگا کہ پہلی علیہ السلام تمام زندہ اور مردہ بنی اسرائیل کے وارث ہوں اور یہ بات پہلی بات سے بھی زیادہ غیر معقول ہے اور اگر آل یعقوب سے بعض اولاد مراد ہو تو پھر یہ معلوم نہیں کہ وہ کون بعض مراد ہیں۔ نیز حضرت ذکر یا جیسے پاک نفس کی نسبت جن کے دل میں دنیا کے مال و متاع کی ایک ٹھہر کے برابر بھی وقعت نہ تھی وہ خدا تعالیٰ سے صرف اس لیے بیٹا مانگیں کہ اُن کے بعد وہ انکے مال و متاع کا وارث ہو سکے اور مبادا ان کے چچا زاد بھائی ان کے مال کے وارث نہ ہو جائیں اس بات کو کوئی عاقل ایک منٹ کے لیے بھی تسلیم نہیں کر سکتا کہ اللہ کا بنی مالی وراثت کی وجہ سے اس درجہ رنجیدہ اور غمگین ہو۔

وَالَّتِیْ یَأْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَائِكُمْ

اور جو کوئی بدکاری کرے تمہاری عورتوں میں

فَاَسْتَشْهِدُوا عَلَیْہِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْکُمْ فَاِنْ شَہِدُوا

تو شاہد لاؤ ان پر چار مرد اپنے پھر اگر وہ گواہی دے دیں

فَاَمْسِكُوْھُنَّ فِی الْبُیُوْتِ حَتّٰی یَتَوَقَّھُنَّ الْمَوْتُ اَوْ

تو ان کو بند رکھو گھروں میں جب تک بھر یوں سے ان کو موت یا کر دے

یَجْعَلَ اللّٰہُ لَھُنَّ سَبِیْلًا ۝ وَالَّذِیْنَ یَأْتِیْنَهَا مِنْکُمْ

اللہ ان کی کچھ راہ اور جو دو کرنے والے کریں تم میں سے

فَاذْهُمَا فَإِنْ تَابَا وَأَصْلَحَا فَأَعْرِضُوا عَنْهُمَا ط

وہی کام تو ان کو ستاؤ پھر اگر توبہ کریں اور سنوار پکڑیں تو ان کا خیال چھوڑ دو

إِنَّ اللَّهَ كَانَ تَوَّابًا رَحِيمًا ۝۱۶

اللہ توبہ قبول کرتا ہے مہربان

حکم ہشتم دربارہ تادیب زانیہ

قَالَ تَعَالَى وَالَّتِي يَأْتِيَنِ الْفَاحِشَةَ اے إِنَّ اللَّهَ كَانَ تَوَّابًا رَحِيمًا (رابطہ) گزشتہ آیات میں حدود اللہ سے تعدی کا قانون بیان فرمایا تھا اب اس قانون عام کے بعد اس کی بعض خاص صورتیں بیان فرماتے ہیں اور ان کی اصلاح کا طریقہ ارشاد فرماتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ منجملہ تعدی حدود اللہ ایک زنا ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ تمہاری منکوحہ بیویوں میں سے جو عورتیں بے حیائی کی مرتکب ہوں یعنی زنا کریں تو تم ان کے اس فعل پر اپنی جنس میں سے یعنی عاقل بالغ آزاد مذکر چار آدمی گواہ لاؤ پس اگر وہ چار آدمی ان پر اپنی چشم دید گواہی دے دیں اور اپنا عینی مشاہدہ بیان کر دیں تو ان عورتوں کو گھروں میں محبوس اور بند رکھو کہ گھر سے باہر نہ نکلنے دو یہاں تک کہ موت ان کی عمر کو تمام کر دے یا مقرر کرے اللہ تعالیٰ ان کے لیے کوئی دوسری راہ یہ حکم ابتداء اسلام میں تھا کہ جس عورت پر زنا کی شہادت گزر جائے اس کو گھر میں محبوس اور مقید رکھا جائے تاکہ وہ کسی سے میل جول نہ کر سکے اس وقت تک زانیہ کے لیے کوئی حد مقرر نہیں ہوئی تھی بعد چند سے سورۃ نور میں حکم نازل ہوا کہ جو کنوارا یا کنواری ایسا فعل کرے تو اس کے سواڑے مارے جائیں اور جو بیاہا اور بیاہی جس کو محسن اور محضنہ کہتے ہیں ایسا فعل کرے تو اس کو سنگسار کیا جائے چنانچہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا خذوا عني خذوا عني قَدْ جَعَلَ اللَّهُ لَهْفًا سَبِيلًا (رواہ مسلم) یعنی لے لو مجھ سے یہ حکم یعنی جلد اور رجم کا اللہ نے عورتوں کی یہ راہ نکال دی ہے۔

فائدہ

چار گواہ لانے کا حکم اس لیے دیا کہ معاملہ سنگین اور نازک ہے نیز اس میں پردہ پوشی بھی

ملفوظ ہے نیز زنا ایک مرد اور ایک عورت سے مل کر پایا جاتا ہے اور شہادت کے لیے کم از کم دو گواہ چاہئیں پس دو گواہ بلحاظ مرد کے اور دو گواہ بلحاظ عورت کی اس طرح چار ہو گئے۔ اور جو دو شخص تم میں سے بے حیائی کا ارتکاب کریں خواہ ایک مرد اور ایک عورت ہو یعنی زنا کریں یا دونوں مرد ہوں یعنی لواطت کریں تو ان کو مناسب سزا دو اور آزار پہنچاؤ یعنی ان کو عار دلاؤ اور برا بھلا کہو اور جو تے لگاؤ ابتداء میں یہی حکم تھا کہ حاکم اور قاضی زجر اور عبرت کے لیے جو اور جتنی سزا مناسب سمجھے وہ دے دے۔

اس کے بعد حسب وعدہ حد زنا کا حکم نازل ہوا لیکن لواطت کے لیے کوئی جدا حد نہیں بیان فرمائی اس لیے اس میں فقہاء کا اختلاف رہا کہ لواطت کی بھی وہی حد ہے جو زنا کی ہے کیونکہ لواطت بھی زنا ہی کے معنی میں ہے یا لواطت کی سزا تلوار سے قتل کرنا یا سنگسار کر دینا یا جلا دینا یا منارہ پر سے گرا دینا ہے کیونکہ لواطت کا جرم زنا سے بڑھ کر ہے اسی لیے احادیث میں فاعل و مفعول کے قتل کا حکم آیا ہے اور لغت میں لواطت پر زنا کا اطلاق نہیں ہوتا اسی وجہ سے لواطت کی سزا میں صحابہ کرام کا اختلاف ہے اگر لواطت یعنی زنا ہوتی تو بالاتفاق لواطت میں حد زنا ہوتی۔

فائدہ

آیت وَالَّذَانِیَآتِیَاکُنْفَاہُ مِنْکُمْ جہور علماء کے نزدیک زنا کے بارہ میں ہے اور وَالَّذَانِیَ بمعنی دو شخص سے مرد اور عورت مراد ہیں اور تنبیہ مذکور کا صیغہ بطریق تغلیب لائے جیسا کہ شمس و قمر کو بطریق تغلیب قرین کہتے ہیں اور بعض علماء کے نزدیک وَالَّذَانِیَ سے وہ دو شخص مراد ہیں جو قوم لوط جیسا فعل کریں اور بعض علماء کے نزدیک یہ آیت لواطت اور زنا دونوں کے حکم کو شامل ہے اس لیے کہ فاحشہ جیسے زنا کو کہتے ہیں ایسے ہی لواطت کو بھی فاحشہ کہتے ہیں جیسا کہ حق تعالیٰ نے قوم لوط کے حق میں فرمایا ہے اَنَّا کُنَّا نَعْلَمُ مَا مَسْبُغُوہَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْ اَغْلَانِیْنَ۔ پس اگر آئندہ کے لیے یہ دونوں بدکار کاری سے توبہ کر لیں اور اپنی حالت کو درست کر لیں تو تم ان سے اعراض کرو نہ ملامت کرو اور نہ درپے ایذا رہو بے شک اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے توبہ کرنے والوں پر رحم فرماتا ہے۔

اس قسم کے احکام اسلام کی خصوصیت ہیں کہ جن سے زنا کا دروازہ ہی بند ہو جاتا ہے اسی وجہ سے اسلام نے حجاب کا حکم دیا تاکہ انسان کی نگاہ بھی پاک اور محفوظ رہے مہذب قومیں جن میں بے حجابی ہے ان کو دیکھ لو کہ کس طرح ان میں بے حیائی

اور بدکاری کا دروازہ کھلا ہوا ہے ایسی تہذیب تو قابلِ رحم (سنگساری) ہے جس سے بے حیائی کا دروازہ کھلے۔

إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللَّهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ

توبہ قبول کرنی اللہ کو ضرور سو ان کی جو عمل کرتے ہیں

السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوبُونَ مِنْ قَرِيبٍ فَأُولَٰئِكَ

برانا دانی سے پھر توبہ کرتے ہیں شباب سے تو ان کو

يَتُوبُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝۱۷

اللہ معاف کرتا ہے اور اللہ سب جانتا ہے حکمت والا

وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ

اور ان کی توبہ نہیں جو کرتے جاتے ہیں برے کام

حَتَّىٰ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي تُبْتُ

جب تک سامنے آئے ایسے کسی کو موت کہنے لگیں نے توبہ کی اب

النَّاسِ وَلَا الَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ كَفَارٌ ۖ وَلَٰئِكَ

اور نہ ان کو جو مرتے ہیں کفر میں ان کے واسطے ہم نے تیار کی

أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۝۱۸

دکھ کی مار

حکمِ نہم بیان شرائطِ قبولِ توبہ

قال تعالیٰ إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللَّهِ اے أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا

(رابطہ) گزشتہ آیت میں یہ بیان فرمایا تھا کہ جو لوگ بدکاری کے مرتکب ہوں جب وہ توبہ کر کے اپنی اصلاح کر لیں تو ان کو کسی قسم کی ایذا نہ دو اب اس آیت میں قبول توبہ کی شرط کو بیان فرماتے ہیں جزا ہی نیست کہ قبول توبہ کا وعدہ حق قہلے پر انہیں لوگوں کے لیے ہے جو برا کام کر بیٹھے ہیں نادانی کے ساتھ پھر اس پر اصرار نہیں کرتے بلکہ جلدی ہی توبہ کر لیتے ہیں یعنی وقت کے اندر حضور موت سے پہلے ہی پس ایسے ہی لوگوں پر اللہ تعالیٰ توجہ فرماتا ہے اور ان کی توبہ قبول کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے جاننے والے اور حکمت والے ہیں خوب جانتے ہیں کہ کس نے اخلاص کے ساتھ حقیقتاً توبہ کی ہے اور حکمت والے ہیں کہ توبہ کے بعد سزا نہیں دیتے اور قبول توبہ کا وعدہ ان لوگوں کے لیے نہیں کہ جو متواتر گناہ کرتے ہیں یہاں تک کہ جب موت ان کے سامنے آگئی اور عالم آخرت کی چیزیں ان کو نظر آنے لگیں تو کہنے لگے کہ اب میں نے توبہ کی اور نہ ان لوگوں کے لیے وعدہ ہے کہ جو کافر مرتے ہیں یعنی تادم مرگ تو کفر پر قائم رہے اور جب مرنے لگے اور احوال مرگ کے مشاہدہ سے آخرت کا یقین آگیا اس وقت اپنے کفر سے توبہ کریں اور ایمان لائیں تو ان کی توبہ اور ایمان مقبول نہیں اس لیے کہ یہ توبہ اور ایمان اضطراری ہے اپنے ارادہ اور اختیار سے نہیں یا یہ مطلب ہے کہ جو لوگ کفر کی حالت میں سر جائیں اگر وہ آخرت میں اپنے کفر سے توبہ کریں گے تو ان کی وہ توبہ قبول نہ ہوگی کیونکہ آخرت دارالجزاء ہے دارالعمل نہیں ایسے ہی لوگوں کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کیا ہے پہلی آیت مؤمن عاصی کے بارہ میں ہے اور دوسری آیت کافر کے بارہ میں ہے اور مطلب یہ ہے کہ جب موت سلنے آکھڑی ہوئی اور آنکھوں سے پردہ اٹھ گیا اور ملک الموت اور اس عالم کی چیزیں نظر آنے لگیں تو ایسے وقت میں گنہگار مسلمان کی گناہوں سے توبہ اور کافر کی اپنے کفر سے توبہ مقبول نہیں اور اصل مقصود گنہگار مسلمان کو تنبیہ ہے کہ اپنے گناہوں سے جلد توبہ کر کافر کی طرح موت کا انتظار نہ کر۔

فوائد و لطائف

(۱) بجمالة کے ظاہری معنی نادانیت اور نادانی کے ہیں جس کا ظاہری مطلب یہ ہے کہ جو گناہ نادانی سے سرزد ہو جائے وہ توبہ سے معاف ہو جائے گا ورنہ نہیں مگر یہ مطلب یہاں مقصود نہیں اس لیے کہ تمام صحابہ کا اس پر اتفاق ہے کہ انسان سے جو گناہ بھی صادر ہو وہ جہالت اور نادانی ہی ہے خواہ عمدہ ہو یا سہواً ہر معصیت جہالت میں داخل ہے اور اصطلاح شرع میں ہر گنہگار کو جاہل اور نادان کہتے ہیں اور فرمایا کہتے ہیں کہ بجمالة سے یہ مراد ہے کہ ان لوگوں کو معصیت کی کنہ اور حقیقت

عنه قال الفراء معنى قوله سبحانه بجمالة المهم لا يعلمون منه ما في المعصية من العقوبة فقال الزجاج معنى ذلك اختيارهم اللذة الفانية على اللذة الباقية - روح المعاني ص ۲۱۳ ج ۴

اور اس کی حقیت کا علم نہ تھا۔

اور زجاج کہتے ہیں کہ جہالت سے یہ مراد ہے کہ لذت فانیہ کو لذت باقیمہ پر ترجیح دی۔
 (۲) من قریب کا ظاہری مطلب تو یہ ہے کہ گناہ کے بعد فوراً توبہ کرے تو معاف ہوگا ورنہ نہیں
 سو جانا چاہیے کہ یہ ظاہری مطلب مراد نہیں بلکہ حق تعالیٰ نے اپنی رحمت واسعہ سے بڑی وسعت
 عنایت فرمائی کہ انسان کی موت تک جس قدر بھی زمانہ ہے وہ سب قریب ہی میں شمار ہوگا کیونکہ
 جو چیز آنے والی ہے وہ قریب ہی ہے احادیث میں آیا ہے کہ جب تک غرغہ کی حالت نہ پیدا ہو
 اس وقت تک توبہ قبول ہوتی ہے اور جب نزع روح شروع ہو جائے اور فرشتے وغیرہ دکھائی دینے
 لگیں تو اس وقت توبہ قبول نہیں ہوتی اس لیے کہ اس وقت ایمان بالینب نہیں رہا۔
 اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ من قریب کے معنی یہ ہیں کہ دل میں گناہ کی محبت رچ جانے
 سے پہلے توبہ کرے۔

خلاصہ کلام یہ کہ بحقیقہ اور من قریب کی قید جمہور علماء کے نزدیک قید واقعی ہے امترازی نہیں
 مگر شیخ الہند کی رائے یہ ہے کہ بہتر یہ ہے کہ قید جہالت اور لفظ قریب دونوں کو اپنے ظاہری
 معنی پر رکھا جائے اور اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ میں بھی لفظ علی اللہ کو ظاہر پر رکھا جائے اور مطلب
 آیت کا یہ ہو کہ قبول توبہ کا وعدہ اور ذمہ اُن لوگوں کے لیے مخصوص ہے کہ جو محض نادانیت اور
 نادانی سے کوئی صغیرہ یا کبیرہ کرتے ہیں مگر جب اپنی خرابی پر مطلع ہوتے ہیں تو جب ہی نام
 ہو کہ توبہ کر لیتے ہیں ایسے لوگوں سے تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ ان کی توبہ ضرور قبول فرمائے گا اور جو
 لوگ دیدہ و دانستہ گناہ کرنے کی جرأت کرتے ہیں یا متنبہ ہونے کے بعد بھی توبہ میں تاخیر
 کرتے ہیں تو اگرچہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی توبہ بھی اپنے فضل و احسان سے قبول کر لیتا ہے مگر
 ذمہ داری اور وعدہ نہیں جیسا کہ پہلے قسم کے لوگوں سے تھی خوب سمجھ لو کہ یہ مطلب نہایت لطیف
 ہے اے اللہ تو اپنی رحمت سے معصیت ہماری حفاظت فرما اور توبہ کی توفیق عطا فرما آمین۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ

اے ایمان والو حلال نہیں تم کو کہ میراث میں لے لو عورتوں کو

كَرِهًا وَلَا تَعْضُلُوهُنَّ لِتَذْهَبُوا بِبَعْضِ مَا

زور سے اور نہ ان کو بند رکھو کہ لے لو ان سے کچھ

اتِمُّوهُنَّ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ

اپنا دیا مگر کردہ کریں سبے جہاں صریح

وَعَايَشَرُوهُنَّ بِالسَّعْرُوفِ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ

اور گزراں کردہ عورتوں کے ساتھ مقول پھر اگر وہ تم کو نہ بھاویں

فَعَسَى أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ

تو شاید تم کو نہ بھاوے ایک چیز اور اللہ نے رکھی اس میں

خَيْرًا كَثِيرًا ①۹

بہت خوبی۔

حکم دہم ممانعتِ ظلم برنسواں

قَالَ تَعَالَى يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرِهًا... الخ
وَيَجْعَلُ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا ۝

دربط (۱) اس آیت میں بھی منجملہ تعدی حدود اللہ کی ایک خاص صورت کو بیان فرماتے ہیں کہ عورتوں کا زبردستی مالک بن جانا یہ بھی حدود اللہ سے تجاوز کرنا ہے زمانہ جاہلیت میں یہ رسم تھی کہ جب کوئی شخص بیوی چھوڑ کر مر جاتا تو اس کا سوتیلہ بیٹا جو دوسری بیوی سے ہوتا یا کوئی اور وارث اگر اس بیوہ عورت پر کوئی چادر یا کپڑا ڈال دیتا اور یہ کہتا کہ جس طرح میں میت کے مال کا وارث ہوں اسی طرح اس کی بیوہ کا بھی وارث ہوں اس کے بعد اگر وہ چاہتا تو بغیر ہر کے خود اس سے نکاح کر لیتا یا کسی اور سے نکاح کر دیتا مگر اُس کا ہر خود لے لیتا یا نہ خود نکاح کرتا اور نہ کسی سے اس کو نکاح کرنے دیتا تاکہ وہ جب مالدار بیوہ مر جائے تو اس کے تمام مال پر قبضہ کر لے حق سبحانہ و تعالیٰ نے ان تمام ناشائستہ افعال سے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا ایمان والو تمہارے لیے یہ حلال نہیں کہ تم زبردستی عورتوں کی جان و مال کے وارث بن جاؤ مطلب یہ ہے کہ تمہارے لیے یہ حلال نہیں کہ تم عورت کو میت کا ترکہ سمجھ کر اس کے وارث بن جاؤ اور زبردستی اس سے نکاح کر لو یا کسی دوسرے سے نکاح کر دو اور اس کا ہر خود کھا جاؤ یا ان کو

نکاح سے روکے رکھو تاکہ جب وہ مرجائیں تو ان کے مال کے وارث ہو جاؤ اس آیت میں یہاں تک تو خطاب اولیاء میت یعنی وارثوں کو تھا اب آئندہ آیت میں شوہروں کی تعدی کے متعلق حکم ارشاد فرماتے ہیں اور عورتوں کو ضمن اس لیے تنگ دکر دکر جو کچھ تم ان کو دے چکے ہو اس میں کاکھ حصہ ان سے واپس لے لو یعنی تم کو اس کی اجازت نہیں کہ عورتوں کو اپنے نکاح میں رکھ کر ان کو ایسا تنگ کرو کہ وہ خلع کرنے پر مجبور ہو جائیں اور غرض صرف اس قدر ہو کہ جو مال تم اس کو ہر میں دے چکے ہو وہ خلع کے بہانہ سے پھر واپس لے لو مگر اس صورت میں کہ جب عورتیں کھلی بے حیائی کا ارتکاب کریں مثلاً زنا کریں یا بدزبانی یا نافرمانی کریں تو ایسی صورت میں تم کو حق پہنچتا ہے کہ ان کو خلع پر اور ہر کی واپسی پر مجبور کرو جیسا کہ سورۃ بقرہ میں گزرا ہے لَا یَجِزُ لَکُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّا اَنْتُمْ مَوْھُوْنَ شَیْئًا اِلَّا اَنْ یَّخَافَاَ اَلَّا یُعْصِیَا حُدُوْدَ اللّٰهِ الْاٰیۃ - یعنی زنا اور بدزبانی اور صریح نافرمانی کی صورت میں عورت کو مجبور کر کے ہر واپس لے لینے میں کوئی مفاقہ نہیں جیسے آج کل کی بعض آزاد عورتیں کہ جہاں چاہیں پھرتی ہیں ان کو خلع پر مجبور کرنا فقط جائز ہی نہیں بلکہ امید ہے کہ عند اللہ واجب ہی ہوگا جب عورت کی آزادی سے نسب ہی مشتبہ ہو گیا تو نکاح سے کیا فائدہ ہوا اس کے بعد آئندہ آیت میں شوہروں کو حسن معاشرت کا حکم دیتے ہیں اور فرماتے ہیں اور عورتوں کے ساتھ خوبی کے ساتھ گزارنا کرو یعنی حسن اخلاق کے ساتھ ہمیشہ آؤ اور نان و نفقہ کی خبر گیری رکھو اور اگر کئی بیویاں ہوں تو عدل اور انصاف کو ملحوظ رکھو ہیں اگر کسی وجہ سے تم ان کو ناپسند کر دو تو صبر اور تحمل سے کام لو شاید عورتوں کی کوئی چیز تم کو ناپسند ہو اور اللہ اس میں بہت سی خیر اور خوبی پیدا کر دے یعنی اگر تم کو کسی وجہ سے اپنی بیویاں ناپسند ہوں تب بھی ان کے ساتھ حسن اخلاق اور خوبی اور نرمی کے ساتھ معاملہ کرنا چاہیے شاید ان سے کوئی اولاد صالح پیدا ہو جائے جو دنیا اور آخرت میں تمہارے کام آئے تو اس وجہ سے تمہاری کراہت و نفرت تبدیل بہ محبت ہو جائے گی یا مثلاً اگر بیوی کچھ بد صورت ہے مگر میرٹ اور عادت کے لحاظ سے اچھی ہے تو اس کی ظاہری صورت پر نظر نہ کرو بلکہ اس کی سیرت پر نظر کر کے حسن سلوک کے ساتھ پیش آؤ غرض یہ کہ اس آیت میں اس امر کی ہدایت کی گئی ہے کہ اگر کسی وجہ سے بیوی ناپسند ہو تو اپنی طبیعت پر جبر کر کے صبر اور تحمل سے کام لو اگر ان میں کوئی چیز ناپسند ہو تو شاید کچھ خوبی بھی ہو اور اقل درجہ یہ ہے کہ صبر کا اجر تو کہیں ضائع نہیں ہو سکتا۔

وَلَاِنْ اَرَدْتُمْ اِسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّکَانَ زَوْجٍ ۙ

اور اگر بدلہ چاہو ایک عورت کی جگہ دوسری عورت

وَأَتَيْتُمْ إِحْدَهُنَّ قِنطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ

اور دسے چکے ہو ایک کو ڈھیر مال تو پھر نہ لو اس میں سے

شَيْئًا أَتَأْخُذُونَ بِهَتَانَا وَ إِيْمًا مُبِينًا ۝

کچھ کیا یا چاہتے ہو ناحق اور صریح گناہ سے

وَكَيْفَ تَأْخُذُونَ وَقَدْ أَفْضَىٰ بَعْضُكُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ

اور کیونکر اس کو لے سکو اور پہنچ چکے ایک دوسرے تک

وَأَخَذَ مِنْكُمْ مِيثَاقًا غَلِيظًا ۝

اور لے چکیں تم سے عہد گھاڑھا

تتمہ مضمون سابق

اوپر کی آیت میں حق تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ تمہاری بیویاں فحاشی کی مرتکب ہوں تو ان کو ضرر پہنچا کر خلع پر مجبور کرنا اور اس طرح ان سے دیا ہوا مہر واپس لے لینا روا ہے اب اس آیت میں یہ فرماتے ہیں کہ اگر عورتیں بے قصور ہوں اور بدکار اور نافرمان نہ ہوں اور تم ان کو محض اپنی رنجیت سے چھوڑنا چاہو تو پھر ان کو سستا کر اور تنگ کر کے اپنا دیا ہوا مہر ان سے واپس لینا تمہارے لیے روا نہیں خواہ وہ دیا ہوا مہر کتنا ہی کثیر کیوں نہ ہو کیونکہ جب وہ بے قصور ہیں تو ان کو ایذا پہنچانا حرام ہے زمانہ جاہلیت کا ایک دستور یہ بھی تھا کہ جب کوئی شخص اپنی عورت سے ناخوش ہوتا اور اسے چھوڑ کر دوسری عورت سے نکاح کرنا چاہتا تو پہلی عورت پر جھوٹ موٹ کوئی تہمت لگاتا اور مختلف طرح سے اس کو سستا تاکہ مجبور ہو کر مہر واپس کر دے تاکہ یہ مہر جدید نکاح میں کام آئے اس کی ممانعت میں یہ آیت نازل ہوئی اور اگر تم محض اپنی رنجیت سے ایک بیوی کی جگہ دوسری یعنی جو بیوی تمہارے نکاح میں ہے اور اس کا کوئی قصور بھی نہیں تو اس کو محض اپنی طبعی رنجیت کی بنا پر طلاق دیکر دوسری بیوی کرنا چاہو اور ان میں سے اس بیوی کو مال کا ایک خزانہ بھی دے چکے ہو تو تم اس دینے ہوئے مال میں سے کوئی چیز واپس نہ لو کیا تم اس دینے ہوئے مال کو نہمت لگا کر اور صریح

گناہ کے ذریعہ واپس لینا چاہتے ہو۔ یعنی اگر تم بلاوجہ اور بے قصور پہلی بیوی سے ہر واپس لو گے تو یہ ناحق اور کھلا گناہ ہوگا اور بھلا تم اس دیئے ہوئے ہر کو کیسے اور کس طرح لیتے ہو حالانکہ ایک دوسرے سے خلوت اور تنہائی میں مل چکا ہے اور تمتع اور تلذذ سے کوئی مانع باقی نہیں رہا تو ہر تم پر واجب ہو چکا اب کس استحقاق سے تم اس کو ان سے واپس لیتے ہو اسی بناء پر امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ کا مذہب ہے کہ جب میاں اور بیوی ایک جگہ خلوت میں جمع ہو جائیں اور کوئی امر شرعی جماع سے مانع نہ رہا ہو تو عورت کا پورا ہر مرد کے ذمہ واجب ہو جاتا ہے خواہ جماع مستحق ہو یا نہ ہو کیونکہ انصار کے معنی فضاہ یعنی خالی جگہ میں جانے کے ہیں معلوم ہوا کہ محض انصار یعنی خلوت ہو جانے سے پورا ہر واجب ہو جاتا اور یہی سمجھور صحابہ و تابعین کا مذہب ہے اور بعض فقہاء کے نزدیک ہمبستری یعنی جماع کے بعد پورا ہر واجب ہوتا ہے اور اگر جماع سے پہلے طلاق دیدے تو اس کے ذمہ کدھا ہر ہوگا تفصیل کیلئے ابو بکر رازئی کی احکام القرآن کو دیکھئے

اور علاوہ ازیں وہ عورتیں تم سے مضبوط اور پختہ عہد لے چکی ہیں عہد سے مراد ایجاب اور قبول ہے یعنی جب تم نے گواہوں کے سامنے ایجاب و قبول کر لیا اور ہر اور تمام حقوق اور لوازم نکاح کا التزام کر لیا جو بروئے نکاح تم پر عائد ہوتے ہیں پس اس عہد اور میثاق کے بعد ہر کا واپس لینا سخت بے مروتی اور عہد شکنی ہے اس آیت میں ہر واپس لینے کی حرمت کی دو علتیں بیان فرمائی۔

اول یہ کہ تم ایک دوسرے سے تنہائی اور خلوت میں مل چکے ہو اور جب مرد عورت تک پہنچ گیا اور جماع سے کوئی مانع باقی نہ رہا تو اس پر پورا ہر لازم ہو گیا۔

دوسری علت یہ بیان فرمائی کہ عورتیں ایجاب و قبول کے ذریعہ تم سے پختہ عہد لے چکی اور تمہاری ملک میں آگئی ہیں بغیر تمہارے چوڑے دوسرے سے نکاح نہیں کر سکتیں پس اس پختہ عہد کے بعد ان سے ہر کو واپس لینا اس عہد کے خلاف ہے

وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ مِنَ النِّسَاءِ

اور نکاح میں نہ لاؤ جن عورتوں کو نکاح میں لائے

إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَّ

تمہارے باپ مگر جو آگے ہو چکا یہ بے حیائی ہے اور

مَقْتًا وَسَاءَ سَبِيلًا ﴿۱۳﴾ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَ

کام غضب کا اور بری راہ ہے حرام ہوئی ہیں تم پر تمہاری مائیں

بَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ

اور بیٹیاں اور بہنیں اور بھوپھیاں اور خالائیں اور بھائی کی

الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأَخْتِ وَأُمَّهَاتُ النِّسَاءِ الَّتِي أَرْضَعْنَكُمْ

بیٹیاں اور بہن کی بیٹیاں اور جن ماؤں نے تم کو دودھ دیا

وَأَخَوَاتُكُمْ مِنَ الرِّضَاعَةِ وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ

اور دودھ کی بہنیں اور تمہاری عورتوں کی مائیں اور

رَبَائِبُكُمُ الَّتِي فِي حُجُورِكُمْ مِّنْ نِّسَائِكُمُ الَّتِي

ان کی بیٹیاں جو تمہاری پرورش میں ہیں جن عورتوں سے تم نے

دَخَلْتُم بِهِنَّ فَإِنْ لَّمْ تَكُونُوا دَخَلْتُم بِهِنَّ

صہبت کی پھر اگر تم نے صہبت نہیں کی تو تم پر گناہ

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ

نہیں اور عورتیں تمہارے بیٹوں کی جو تمہاری

مِنْ أَصْلَابِكُمْ وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ

پشت سے ہوں اور یہ کہ اکٹھے کرو دو بہنوں کو

إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿۱۴﴾

مگر جو آگے ہو چکا اللہ بخشنے والا مہربان ہے

سے قبیح عرفی مراد ہے یعنی برا طریقہ اور بری عادت ہے مطلب یہ ہوا ہے کہ اس نکاح میں قبیح کی تمام مراتب جمع ہیں لہذا غایت درجہ قبیح ہوا اور ایسا شخص مستحق قتل ہوا۔
پھر جب باپ کی منکوحہ سے نکاح کی حرمت بیان فرما چکے تو اب ان عورتوں کی تفصیل فرماتے ہیں جن سے نکاح حرام اور باطل ہے اور ان کی کئی قسمیں ہیں۔

قسم اول محرمات نسبیہ

یعنی جو عورتیں نسب میں شریک ہونے کی وجہ سے حرام ہیں وہ یہ ہیں۔ حرام کی گئیں تم پر تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں یعنی تمہاری تمام اصول اور فردع عورتیں تم پر حرام ہیں خواہ وہ اصول و فردع بواسطہ ہوں یا بلا واسطہ اور حرام کی گئیں تم پر تمہاری بہنیں خواہ وہ عینی ہوں یا علاقائی یا اخائی اور حرام کی گئیں تم پر تمہاری چھوچھیاں یعنی تمہارے باپ دادا کی بہنیں خواہ کتنے ہی درجہ اوپر کی ہوں اور خواہ وہ باپ دادا کی عینی یا علاقائی یا اخائی بہنیں ہوں اور نانا کی کی بہن بھی چھوچھی کے حکم میں ہے اور حرام کی گئیں تم پر تمہاری خالائیں یعنی تمہاری ماں کی بہنیں خواہ وہ عینی ہوں یا علاقائی یا اخائی اور حرام کی گئیں تم پر تمہارے بھائی کی بیٹیاں یعنی بھتیجیاں اور حرام کی گئیں تم پر تمہاری بہن کی بیٹیاں یعنی تمہاری بھائی یا بہن کی نسل سے ہوں اور ان کا نسب بھائی یا بہن کی طرف منتهی ہوتا ہو وہ سب تم پر حرام ہیں۔
یہ سات قسمیں محرمات نسبیہ کی ہیں جو آدمی پر اس کے نسب میں شریک ہونے کی وجہ سے حرام ہیں اور ان کی حرمت تابیدی ہے یعنی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ان سے نکاح حرام ہے۔

قسم دوم محرمات رضاعیہ

اور حرام کی گئیں تم پر وہ رضاعی مائیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا اور ایسے ہی تمہاری رضاعی بہنیں بھی تم پر حرام کی گئیں ہیں اس آیت میں خدا تعالیٰ نے صرف رضاعی ماؤں اور رضاعی بہنوں ہی کی حرمت کا ذکر فرمایا حالانکہ رضاعی نانیاں اور رضاعی چھوپیاں اور خالائیں اور بھانجیاں اور بھتیجیاں بھی حرام ہیں مگر حق تعالیٰ نے صرف رضاعی ماں اور رضاعی بہن کی حرمت کے بیان پر اکتفا فرمایا تاکہ اس طرف اشارہ ہو جائے کہ رضاعت بمنزلہ نسب کے ہے اور جو ساؤں رشتے نسب سے حرام ہیں وہ رضاعت سے بھی حرام ہیں یعنی رضاعی بیٹی اور بھوچھی اور خالہ اور بھتیجی اور بھانجی بھی حرام ہیں اور بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی صراحت فرمادی کہ یحررہ من الرضاع ما

یجر من النسب

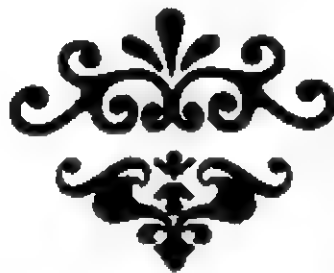
ف اور دودھ پینا وہی معتبر ہے جو زمانہ شیر خوارگی میں پیا ہو۔

قسم سوم محرمات صہریہ

یعنی جن عورتوں سے علاقہ نکاح کی وجہ سے نکاح حرام ہے اب اُن کا ذکر فرماتے ہیں اور اسکی دو قسمیں ہیں اول وہ کہ اُن سے ہمیشہ کے لیے نکاح حرام ہے اور وہ زوجہ کی ماں یعنی ساس اور اس زوجہ کی بیٹی جو دوسرے شوہر سے ہو مگر بشرط یہ ہے کہ تم نے اس زوجہ سے صحبت بھی کی ہو اگر صحبت سے پہلے ہی کسی عورت کو طلاق دے دو تو اس مطلقہ کی بیٹی سے نکاح ہو سکتا ہے یہ بشرط بیوی کی بیٹی کے لیے مگر بیوی کی ماں یعنی ساس کے لیے یہ شرط نہیں جس عورت سے نکاح کر لے خواہ اس سے ابھی صحبت نہ کی ہو صرف نکاح کرنے سے اس عورت کی ماں یعنی ساس ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس پر حرام ہو جاتی ہے اور تمہارے صلی بیٹوں کی عورتیں ان سے بھی تمہارا نکاح کبھی درست نہیں ہو سکتا اور دوسری قسم وہ ہے کہ ان سے ہمیشہ کے لیے نکاح حرام نہیں بلکہ جب تک کوئی عورت تمہارے نکاح میں رہے اس وقت تک اس عورت کی قرابت دالی عورت سے نکاح درست نہیں جیسے بیوی کی بہن کہ زوجہ کی موجودگی میں تو اس سے نکاح نہیں ہو سکتا البتہ زوجہ کی موت کے بعد یا اس کو طلاق دے دیئے کے بعد اس کی بہن سے نکاح ہو سکتا ہے چنانچہ فرماتے ہیں اور حرام کر دی گئیں تم پر تمہاری بیویوں کی مائیں یعنی ساسیں اور حرام کی گئیں تم پر تمہاری بیویوں کی بیٹیاں جو تمہاری پردرخی میں ہوں لیکن یہ حکم مطلقاً نہیں بلکہ اس میں یہ قید ہے کہ وہ لڑکیاں ان بیویوں سے ہوں کہ جن سے تم نے صحبت کی ہو یعنی کسی عورت کے ساتھ صرف نکاح کر لینے سے اس کی لڑکی (جو پہلے شوہر سے ہو) اس دوسرے شوہر پر حرام نہیں ہو جاتی بلکہ جب نکاح کے بعد اس عورت سے صحبت بھی کر لے تب اس پر بیوی کی لڑکی حرام ہو جاتی ہے پس اگر تم نے ان عورتوں سے صحبت نہیں کی صرف ابھی نکاح ہی ہوا ہے اور صحبت کی نوبت نہیں آئی تو ایسی عورتوں کی بیٹیوں سے نکاح کرنے میں تم پر کوئی گناہ نہیں۔

ف (۱) مرد کی بیوی کی لڑکی جو دوسرے خاوند سے ہو اس کو ریبہ کہتے ہیں جس کی جمع ربائب ہے۔ اور ربائب کی صفت میں جو فی جو رکم کا لفظ آیا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جو تمہاری پردرخی میں ہیں اور جن کو تم اپنی گود میں پالتے ہو اس کا یہ مطلب نہیں کہ اگر وہ ریبہ یعنی عورت کے پہلے خاوند کی بیٹی تمہاری پردرخی میں ہو تب تو اس سے تمہارا نکاح حرام ہے اور اگر تمہاری پردرخی

میں نہ ہو تو نکاح حرام نہیں بلکہ ریبہ سے ہر حال میں نکاح حرام ہے خواہ تمہاری بدورش میں ہو یا نہ ہو اور فی جور کم کی قید واقعی ہے کہ اکثر و بیشتر ریبہ دوسرے شوہر کی بدورش میں رہتی ہے اور اس صفت کے بڑھانے میں اشارہ اس طرف ہے کہ وہ ریبہ جو تمہاری گود میں پل رہی ہے وہ بمنزلہ تمہاری بیٹی کے ہے اس سے نکاح کرنا گویا بیٹی سے نکاح کرنا ہے ریبہ سے نکاح کی حرمت ظاہر کرنے کے لیے فی جور کم کی یہ قید بڑھائی گئی اور حرام کی گئیں ہیں تم پر تمہارے صلبی بیٹوں کی عورتیں یعنی تمہارے حقیقی بیٹوں کی عورتیں تم پر حرام ہیں بشرطیکہ وہ بیٹے تمہارے صلب (پشت) سے ہوں یعنی متبنی اور منہ بولے اور لے پالک نہ ہوں کیونکہ لے پالک بیٹے کے حکم میں نہیں اپنے لے پالک (متبنی) کی بیوی سے طلاق کے بعد نکاح جائز ہے اور حرام کیا گیا تم پر دو بہنوں کو نکاح میں منع کرنا یعنی دو سگی یا رضاعی بہنوں کو ایک ساتھ نکاح میں رکھنا حرام ہے اگر ایک عورت نکاح میں ہو تو اس کی موجودگی میں اس کی بہن سے نکاح کرنا حرام ہے ہاں اگر وہ سر جھٹے یا اس کو طلاق دے دیں تو اس حالت میں اس کی بہن یعنی اپنی سالی کے ساتھ نکاح کرنے میں مضائقہ نہیں اور اسی طرح ان دو عورتوں کا نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں جن میں اگر کسی ایک کو مرد فرض کیا جائے تو دوسری سے اس کا نکاح ناجائز ہو مثلاً ایک چھو بھی ہو اور ایک بھتیجی یا ایک خالہ ہو اور ایک بھانجی مگر جو اس حکم سے پہلے گزر چکا یعنی ممانعت سے پہلے جو تم اس قسم کے نکاح کر چکے ہو ان پر ہم تم سے مؤاخذہ نہیں کریں گے مگر آئندہ ہرگز ایسے نکاح نہ کرو اور جو پہلے سے دو بہنیں تمہارے نکاح میں موجود ہوں تو ان میں سے دوسری کو جدا کر دو بے شک اللہ تعالیٰ بڑا سختی والا مہربان ہے کہ ممانعت سے پہلے جو کر چکے ہو اس پر مؤاخذہ نہیں کرتا کیونکہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَا كَانِ اللَّهُ رِيضًا قَوْمًا بَعْدَ إِذْ هَدَاهُمْ حَتَّى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَا يَتَّقُونَ اور اللہ تعالیٰ کسی قوم کو گمراہ نہیں قرار دیتے جب تک ان کو کھول کر نہ بتلا دیں کہ فلاں چیز سے بچنا ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبَيِّنَ لَهُمْ دُورًا اور جب تک ہم رسول نہ بھیج لیں اس وقت تک ہم عذاب نہیں دیتے ۔



وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ

اور نکاح بند ہی عورتیں مگر جن کے مالک ہو جاویں تمہارے ہاتھ

يَكْتُبَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ

حکم ہوا اللہ کا تم پر

قسم چہارم شوہر والی عورتیں

قال الله تعالى وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ
اور حرام کی گئیں تم پر شوہر دار عورتیں کہ جو کسی کے قید نکاح میں ہیں یعنی خاوند والی عورتیں
تم پر حرام ہیں جب تک ان کے خاوند نہ مری یا طلاق نہ دیں اور وفات یا طلاق کی عدت نہ
گزر جائے تو دوسروں کو ان سے نکاح درست نہیں۔

ف (۷) خاوند والی عورتوں کو المحصنات اس لیے فرمایا کہ لفظ محصنات۔ حصن بمعنی
قلعہ سے مشتق ہے یعنی جو عورتیں نکاح کے قلم میں مقید ہیں جب تک مالک دروازہ نہ کھولے
اس وقت تک قلم سے باہر نہیں نکل سکتیں خاوند نے یا نکاح نے ان کو مقید کر رکھا ہے مگر
وہ خاوند والی عورتیں جو جہاد میں قید ہو کر آئیں اور ان کے شوہر ان کے ساتھ نہ ہوں اور تمہارا
ہاتھ ان کے مالک ہو جائیں تو ایسی شوہر والی عورتیں حکم سابق سے مستثنیٰ ہیں مسلمان جب
دار الحرب پر چڑھائی کر کے کسی عورت کو قید کر کے دارالاسلام میں لے آئیں اور اس کا شوہر وہاں
دار الحرب میں رہ گیا ہو تو وہ عورت جس مسلمان کو غنیمت میں لے گی وہ اس کے لیے حلال ہے
اگرچہ اس کا شوہر دار الحرب میں زندہ موجود ہو اور اس نے طلاق بھی نہ دی اس لیے کہ وہ عورتیں
غنیمت میں تقسیم ہو جانے کے بعد تمہاری ملکوت بن گئیں تو اس سے ان کا سابق نکاح ختم ہو گیا
اور اب وہ غیر منکوحہ ہو گئیں اور مجاہدین کے ملک میں داخل ہو جانے کی وجہ سے پہلا ازدواجی تعلق
بالکل ختم ہو گیا۔

ف (۸) جو عورت کافرہ دار الحرب سے پکڑی ہوئی آئے اس کے حلال ہونے کے لیے
یہ ضروری ہے کہ ایک حیض گزر جائے اور اگر حاملہ ہو تو وضع ہو جائے اس سے پہلے
اس سے صحبت روا نہیں۔

شان نزول صحیح مسلم میں ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ غزوہ اوطاس میں جو عورتیں قید ہو کر آئیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو صحابہ پر تقسیم کیا اور ان کے شوہران کی قوم میں بٹھے تو صحابہ کو ان عورتوں سے صحبت کرنے میں تردد ہوا اور آپؐ سے اس کا ذکر کیا تو اس پر آیت نازل ہوئی یعنی **وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ**۔ یعنی جن عورتوں کے تم مالک ہو گئے وہ تمہارے لیے حلال ہیں اگرچہ ان کے خاوند دار الحرب میں زندہ موجود ہیں (تفسیر قرطبی ص ۱۳ ج ۵) ویکذا رواہ الامام احمد والترمذی والنسائی وابن ماجہ (تفسیر ابن کثیر ص ۴ ج ۱)

اب ان سب نحرمت کو بیان فرما کر اخیر میں بطور تاکید فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے تم پر یہ حکم لکھ دیا ہے اس کی پابندی تم پر لازم ہے اور زجاج نے اس جملہ کے یہ معنی کیے ہیں کہ اللہ کی کتاب یعنی اس کے حکم کو اپنے اوپر لازم پکڑو یعنی اس کے حکموں پر چلو۔

وَأُحِلَّ لَكُمْ قَاءَ وَرَاءَ ذَلِكُمْ أَنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ

اور حلال ہوئیں تم کو جو ان کے سوا ہیں۔ یوں کہ طلب کرو اپنے مال کے بدلہ

مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسْفِحِينَ فَمَا اسْتَمْتَعْتُم بِهِ

قید میں لانے کو نہ مستی نکالنے کو پھر جو کام میں لائے تم ان

مِنْهُمْ فَاتُوهُمْ أَجُورَهُمْ فَرِيضَةً وَلَا جُنَاحَ

عورتوں میں سے ان کو دو ان کے حق جو مقرر ہوئے اور گناہ نہیں

عَلَيْكُمْ فِيمَا تَرْضَوْنَ مِنْ بَعْدِ الْفَرِيضَةِ

تم کو اس میں جو تمہارا تم دونوں آپس کی رضا سے مقرر کیے پیچھے

إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝

اللہ ہے خبردار حکمت والا۔

بیان شرائط نکاح

قال تعالیٰ وَأُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ... اسے... اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا
 (ربط) یہاں تک محرمات کا بیان مختاب آگے یہ بتلاتے ہیں کہ ان کے سوا اور عورتیں تمہارے لیے
 حلال ہیں یعنی ان سے نکاح کرنا تمہیں جائز ہے مگر چند شرائط کے ساتھ۔
 ۱۔ اول یہ کہ دونوں طرف سے طلب لسانی ہو یعنی ایجاب و قبول ہو۔
 ۲۔ دوم یہ کہ مال دینا یعنی ہر دینا قبول کرو۔

۳۔ تیسرے یہ کہ ان عورتوں کو اپنی قید نکاح میں لانا اور ہمیشہ ہمیشہ اپنے قبضہ میں رکھنا مقصود
 ہو صرف مستی نکاح اور شہوت رانی مقصود نہ ہو یعنی ہمیشہ کے لیے وہ اس کی زوجہ ہو جلستے بغیر
 اس کے چھوڑے نہ چھوڑے مطلب یہ کہ کوئی مدت مقرر نہ ہو ہینہ یا برس دن تک اس سے منع
 کا حرام ہونا معلوم ہو گیا جس پر تمام اہل حق کا اجماع ہے۔

۴۔ چوتھی شرط سورۃ ماندہ وغیرہ میں ذکر فرمائی کہ نفسی طور پر دوستانہ اور یارانہ نہ ہو یعنی کم از کم
 دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں اس معاملہ کے شاہد اور گواہ ہوں اگر بدوں گواہوں کے ایجاب و قبول
 ہوا تو وہ نکاح نہیں ہوگا بلکہ زنا سمجھا جائے گا۔

پہنا پنچ فرماتے ہیں اور حلال کر دی گئیں تمہارے لیے وہ عورتیں جو ان محرمات مذکورہ کے سوا ہیں یعنی
 ان محرمات کے علاوہ اور سب عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہے مگر چند شرائط کے ساتھ وہ یہ
 کہ تم لمپنے مالوں کے بدلے ان کو اپنے نکاح میں لانا طلب کرو یعنی ایجاب و قبول بھی ضروری
 ہے اور ہر بھی ضروری ہے لفظ اختیار سے ایجاب و قبول مراد ہے اور باہواکم سے ہر کا قبول کرنا مراد ہے درانحالیکہ تم طالب
 عفت ہو اور بیوی بنا کر اس کو قید نکاح میں رکھنا اور اپنی نظر نگاہ کو بدکاری سے محفوظ رکھنا مقصود ہو یعنی شہوت رانی اور مستی نکالنے
 والے نہ ہو جیسے زنا اور مستی میں شہوت رانی مقصود ہوتی ہے عفت اور پاکدامنی مقصود نہیں ہوتی
 پس جن عورتوں سے تم صحیح نکاح کر کے فائدہ اور نفع اٹھا چکے ہو اور صحبت کی لذت حاصل کر چکے
 ہو اور کم از کم خلوت سے لطف اندوز ہو چکے ہو تو ان عورتوں کا جو ہر مقرر ہوا ہے وہ ان کو دید
 مطلب یہ ہے کہ صحبت اور خلوت سے پورا ہر لازم ہو جاتا ہے ہاں اگر خلوت اور صحبت سے
 پہلے ہی مرد عورت کو طلاق دے دے تو پھر نصف ہر دینا ہوگا اور اگر عورت کوئی ایسا کام کر بیٹھ
 جس سے نکاح ٹوٹ جائے تو زوج کے ذمہ سے سارا ہر ساقط ہو جائے گا اور اس کو کچھ دینا
 نہیں پڑے گا اور تم پر اس بارہ میں کوئی گناہ نہیں کہ ہر مقرر کرنے کے بعد باہمی رضامندی سے ہر
 کی مقدار میں کچھ کمی اور زیادتی کر دو مثلاً عورت اپنی خوشی سے ہر کچھ کم کر دے یا مرد اپنی خوشی

سے کچھ زیادہ دیدے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ شک اللہ تعالیٰ بڑا دانا اور حکمت والا ہے کہ جس نے ان سراپا حکمت و مصلحت احکام کو مشروع فرمایا اس کی متابعت میں تمہارے لیے خیر و برکت ہے اور اس کی مخالفت میں سراسر خسراں اور حرمان ہے۔

فائدہ | اُجَلْ لَكُمْ مَّا دَوَاؤُكُمْ لَكُمْ کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان حرمت مذکورہ کے سوا سب عورتوں سے نکاح جائز ہے حالانکہ احادیث سے ثابت ہے کہ ان حرمت مذکورہ کے علاوہ اور بھی چند عورتیں ہیں جن سے نکاح حرام ہے سو جاننا چاہیے کہ وہ عورتیں درحقیقت باعتبار عموم اور اشارہ کے انہیں حرمت مذکورہ میں داخل ہیں اور احادیث نبویہ آیات قرآنیہ کی تفسیر ہیں پس وہ عورتیں درحقیقت ماسوا میں داخل ہی نہیں۔

لطائف و معارف

علماء اہل سنت والجماعت یہ کہتے ہیں کہ آیت فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ میں نکاح صحیح کے ذریعہ نفع اٹھانا مراد ہے اور اجور ہیں سے منکوحہ عورتوں کے ہر مراد ہیں اور مطلب آیت کا یہ ہے کہ تم جن عورتوں سے نکاح کر کے خلوت یا صحبت کا نفع اٹھا چکے ہو تو ایسی عورتوں کا پورا ہر دینا تمہارے ذمہ واجب ہو گیا جیسا کہ دوسری جگہ وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ مَخْلَّةً آیا ہے پھر پانچ اُجُورَهُنَّ کے بعد فریضہ کا لفظ اس لیے بڑھایا گیا ہے کہ نکاح صحیح کے بعد اگر خلوت صحیح کی نوبت آجائے تو جتنا ہر مقرر ہوا ہے وہ سارا دینا آئے گا اور اس آیت میں فریضہ کا لفظ ایسا ہے جیسا کہ دوسری آیت میں ہے قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِي أَزْوَاجِهِمْ اور اگر خلوت اور صحبت سے پہلے ہی ان کو طلاق دے دی ہو تو پھر تم پر پورا ہر واجب نہ ہو گا بلکہ نفقہ ہر واجب ہو گا جیسا کہ دوسری آیت میں ہے وَإِنْ طَلَقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمْسُوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً فَرْصَتْهُنَّ مَا فَرَضْتُمْ (شبیہ) کہتے ہیں کہ اس آیت میں استمتاع سے متعہ کرنا مراد ہے اجودہن سے متعہ کا معاوضہ مراد ہے اور یہ آیت صراحۃً جو از متعہ پر دلالت کرتی ہے خصوصاً جب کہ پیشوا اہل سنت ابی بن کعبؓ اور محمد اللہ بن مسعودؓ کی قرارت میں فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ اِنِّیْ اَجَلْ مَسْنُوْنِ کا لفظ آیا ہے جو صراحۃً تنہید مدت پر دلالت کرتا ہے جو متعہ میں ہوا کرتی ہے نہ کہ نکاح میں نیز لفظ اجودہن بھی اسی طرف مشیر ہے کہ یہ عقد اجارہ ہے۔

حق یہ ہے کہ یہ آیت تو صراحۃً اور علانیۃً متعہ کی حرمت پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اس **جواب** | آیت میں منھن کی ضمیر انہی منکوحہ عورتوں کی طرف راجع ہے جن سے حق تعالیٰ نے وَاجَلْ لَكُمْ مَّا دَوَاؤُكُمْ لَكُمْ الخ میں نکاح کو حلال قرار دیا اور جن کی نسبت خدا تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ تم ان

کو اپنے مالوں کے بدلے طلب کرو اور پھر حلت نکاح کے لیے یہ شرط لگا دی کہ ماسوا محرمات مذکورہ کے اور عورتوں سے نکاح اس شرط کے ساتھ حلال ہے کہ تم عفت اور احسان کے طالب ہو مستی نکالنے والے نہ ہو۔

پس جب خدا تعالیٰ نے صریح لفظوں میں مستی نکالنے کی ممانعت کر دی تو متعہ کی کہاں گنجائش رہی نکاح اور زنا میں یہی تو فرق ہے کہ نکاح سے مقصود نسل ہوتی ہے اور زنا سے محض شہوت رانی اور ظاہر ہے کہ زنا اور متعہ میں کوئی فرق نہیں کیونکہ اولاد نہ زنا سے مقصود ہوتی ہے اور نہ متعہ سے دونوں کا مقصود شہوت رانی ہے جس کی خدا تعالیٰ نے ممانعت فرمادی۔

نیز آیت **فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ** گزشتہ آیت پر متفرع ہے جس میں نکاح اور شرائط نکاح کا بیان تھا یہ تفرع منکوحات سے متعلق ہے کوئی جدید حکم نہیں بلکہ حکم سابق کا جزر ہے کیونکہ **وَاجِلٌ لَّكُمْ مَا وَدَّ اَوْ ذَلِكُمْ** میں حلت نکاح کا بیان تھا جیسا کہ حرمت علیکم میں حرمت نکاح کا بیان تھا **فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ** اسی پر تفریع ہے جو اس امر کی صریح دلیل ہے کہ یہ کلام پہلے کلام سے متعلق ہے اگر یہ مستقل کلام ہوتا تو بجائے فار کے واو لاتے نیز منین کی ضمیر انہی خاص نساہ کی طرف راجع ہے جن کا نکاح ہونا پہلی آیت میں بیان کیا گیا ہے مضمون کی ضمیر خاص مذکورہ ہی کی طرف راجع ہوتی ہے معلوم ہوا کہ **فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ** میں نکاح صحیح کے ذریعہ استمتاع اور انتفاع مراد ہے شیعوں والے متعہ کا استمتاع اور اور انتفاع مراد نہیں ورنہ اول کلام اور آخر کلام میں تعارض لازم آئے گا کہ اول کلام میں تو نکاح اور شرائط نکاح کا ذکر ہوا اور آخر کلام میں بلا شرط عورتوں سے نفسانی اور شہوانی انتفاع کی اجازت ہو اور ابی بن کعب اور عبد اللہ بن مسعود کی قراوت اٹے اجل مسمیٰ قراوت شاذہ ہے جو تفسیر کا حکم رکھتی ہے اور وجہ تفسیر کی یہ کہ **اَجَلٌ مُّسَمًّى** **اسْتَمْتَعْتُمْ** کی غایت ہے اور لفظ اجل نکرہ ہے جو قلیل و کثیر سب کو شامل ہے ایک ساعت قلیل سے لے کر زمانہ دراز تک کو اجل کہہ سکتے ہیں اور استمتاع کے معنی انتفاع کے ہیں اور مطلب آیت کا یہ ہے کہ نکاح صحیح کے بعد جس قدر اور جتنی مدت بھی تم کو استمتاع اور انتفاع کی فوہبت آئے تو تم کو سارا ہر لازم ہوگا نکاح کے بعد جس شخص نے منکوحہ سے اجل طویل اور مدت دراز تک استمتاع اور انتفاع کیا ہو جس طرح اس پر پورا مہر واجب ہو جاتا ہے اسی طرح اس شخص پر بھی پورا مہر واجب ہوگا جس نے نکاح صحیح کے بعد اپنی منکوحہ سے استمتاع اور انتفاع قلیل کیا ہو یعنی بقدر خلوت صیغہ اس سے منتفع ہوا ہو الغرض شیعیان اجل کو عقد کی انتہار اور غایت سمجھ کر کہہ گئے اگر استمتاع اور انتفاع کی غایت اور نہایت سمجھتے تو اس غلطی میں مبتلا نہ ہوتے اور **اسْتَمْتَعْتُمْ** میں تفسیر مسمیٰ عقد کی ضرورت نہ پڑتی دیکھو ابوہ الرعین حصہ دوم ص ۲ مصنفہ حضرت مولانا تاسم ناؤ قوی قدس اللہ سرہ ۔

لفظ **اُجُوْرُھُنَّ** سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ اجرت دیکر مدت معینہ

شبہ کے لیے استمتاع جائز ہو۔

جواب

اس شبہ کا یہ ہے کہ اس آیت کے منقول جو دوسری آیت سے اس میں ارشاد ہے وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا أَنْ يَنْكِحَ الْمُحْصَنَاتِ فَمِنْ مِمَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ فَمِنْ قَبْلِ نِكَاحِكُمْ الْمُؤْمِنَاتِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِكُمْ بَعْضُكُمْ مِنْ بَعْضٍ فَانْكِحُوهُنَّ بِإِذْنِ أَهْلِهِنَّ وَالنَّوَءُونَ أُجُورُهُنَّ آیا ہے اس آیت میں صراحت ذکر نکاح کے بعد اجورہن کا لفظ موجود ہے اور ظاہر ہے کہ نکاح میں مدت محدود نہیں ہوتی معلوم ہوا کہ لفظ اجورہن - تحدید مدت کو متقاضی نہیں پس اسی طرح آیت استمتاع میں بھی سمجھو کہ لفظ اجورہن تحدید مدت کو متقاضی نہیں کہ شیعوں کی مطلب برآری ہو سکے اور ہر جو نہ کہ درحقیقت عورتوں کے منافع کا عوض اور بدل ہے نہ کہ ان کی ذوات کا اس لیے اس کو اجر کہا گیا اور قرآن کریم میں متعدد جگہ اجر بمعنی ہر آیا ہے از النجملہ یہ آیت ہے لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنْكِحُواهُنَّ إِذَا آتَيْنَهُنَّ أَجُورَهُنَّ

جواب دیگر

نیز قرارت اعلیٰ اجل مسمیٰ میں بر تقدیر ثبوت اجل مسمیٰ سے موت مراد ہے یا اجل مسمیٰ نے علو اللہ مراد ہے جو وقت طلاق و موت وغیرہ سب کو شامل ہے اور اجل معین فیما بین المتعاقبین مراد نہیں کہ جس سے متعہ مفہوم ہو سکے۔

جواب دیگر

اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ ابی بن کعب کی یہ قرارت الی اجل مسمیٰ صحیح ہے اور شاذ بھی نہیں اور آیت میں استمتاع سے متعہ ہی مراد ہے تو جواب یہ ہے کہ ابتداء اسلام میں متعہ مباح تھا بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا اور آیات اور احادیث میں اس کی حرمت بتلا دی گئی لہذا آیت استمتاع سے اگر جو از متعہ ہی مراد لیا جائے تو یہ کہا جائے گا کہ اس آیت میں اس وقت کا حکم مذکور ہے کہ جب متعہ مباح تھا اور نسخ کے بعد یہ حکم باقی نہیں رہا دیکھو منہاج السنۃ ص ۱۶۱ للحافظ ابن تیمیہ۔

وَقَالَ مَعِيدُ بْنُ الْمُسَيْبِ نَسَخَهَا آيَةُ الْمِيرَاثِ إِذَا كَانَتْ لِمِيرَاثٍ فِيهَا
مَعِيدُ بْنُ مَسْبُكٍ يَقْتَضِي أَنَّ مَتْعَةَ الْوَأَيْتِ
مِيرَاثٍ لَمْ يَنْسَخْ كَرَدِيَا جَبَر مَتْعَةٍ فِي مَتَاعِي
عَوْرَتِ كَو مِيرَاثٍ نَبِيْلَتِي .

وردی الدار قطنی عن علی بن ابی طالب قال ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن المتعہ قال وانما كانت لمن لو یجد فلما نزل النکاح والطلاق والعدة والمیراث بین الزوج والمرأة نسخت (تفسیر قرطبی منہاج ۵)

ابتداء اسلام میں کس قسم کا متعہ جائز تھا

حضرات شیعہ جس قسم کے متعہ کے بواضع قائل ہیں وہ متعہ تو کسی دین میں کسی وقت بھی جائز

نہیں ہوا اور نہ وہ متہ ابتداء اسلام میں جائز تھا اس لیے کہ شیعوں کے متہ اور زنا میں کوئی فرق نہیں اور زنا کسی دین میں کسی وقت بھی حلال نہیں ہوا تمام شریعتیں اور تمام ادیان زنا کی حرمت پر متفق ہیں۔

ابتداء عالم سے لے کر اس وقت تک اطراف عالم میں کسی دین میں آسمانی ہو یا زمینی سوائے مذہب شیعہ کے متہ کا کہیں نام و نشان نہیں ملتا سوائے گرفتار ان ہوا و وہوس کوئی ادنیٰ حیا والا بھی اس فحش صریح کی حلت کا تصور بھی نہیں کر سکتا شیعوں کے نزدیک متہ کی حقیقت یہ ہے کہ محرمات اور شوہر دار کے سوا جس کسی عورت سے جتنی مدت کے لیے چاہے جس قدر اجرت معینہ پر وہ راضی ہو سکے بلا گواہ و شاہد کے اس سے عقد کرے اور اس مدت مقررہ کے گزر جانے کے بعد بلا طلاق کے وہ خود ہی اس سے جدا ہو جاتی ہے اور جدائی کے بعد اس پر کسی قسم کی عدت نہیں اور یہ متہ اہل تشیع کے نزدیک نکاح کی ایک قسم ہے اور اعلیٰ ترین عہدات ہے اور اہل سنت کے نزدیک متہ صریح زنا اور کھلی بے حیائی ہے اور جو متہ مشروع اسلام میں جائز یعنی غیر ممنوع تھا اس کی حقیقت صرف نکاح موقت ہے یعنی ایک مدت معینہ کے لیے گواہوں کے سامنے ولی کی اجازت سے کسی عورت سے نکاح کیا جائے اور مدت معینہ گزر جانے کے بعد طلاق کے مفارقت ہو جائے لیکن مفارقت کے بعد استبراء رحم کے لیے ایک مرتبہ ایام ماہواری یعنی ایک حیض کا آجانا ضروری ہے تاکہ دوسرے نطفہ کے ساتھ اختلاط سے محفوظ رہے فقط یہ صورت ابتداء اسلام میں جائز تھی بعد میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام ہو گئی باقی رہا متہ متعارف کہ کوئی شخص کسی عورت سے یہ کہے کہ میں تجھ سے ایک دو روز کے لیے متفق ہوں گا اور اس ایک روز یا دو روزہ انتفاع کی تجھ کو یہ اجرت دوں گا یہ صریح زنا اور عین زنا ہے متہ کی یہ صورت کبھی بھی اسلام میں جائز اور مباح نہیں ہوئی تاکہ یہ کہا جائے کہ مشروع میں جائز تھا اور بعد میں منسوخ ہو گیا بلکہ متہ کی یہ صورت تو کسی دین میں بھی حلال نہیں اس لیے کہ متہ کی یہ صورت تو صریح زنا ہے اور زنا کسی دین میں کبھی حلال نہیں ہوا۔

البتہ متہ بمعنی نکاح موقت (یعنی مدت معینہ کے لیے گواہوں کی موجودگی میں ولی کی اجازت سے نکاح کرنا اور پھر مدت معینہ گزر جانے کے بعد ایک حیض عدت گزارنا اور بغیر ایک حیض آئے دوسرے مرد سے متہ نہ کر سنا)

اس قسم کا نکاح ایک برزخی مقام ہے یعنی ان فیود و شرائط کے ساتھ نکاح موقت نکاح مطلق اور زنا محض کے درمیان ایک درمیانی درجہ ہے کہ جو نہ تو زنا محض ہے اور نہ نکاح مطلق ہے کہ جس میں عدت اور میراث ہو نکاح متہ کی یہ صورت حقیقی نکاح نہیں بلکہ نکاح حقیقی کے ساتھ صرف ظاہری طور پر مشابہ ہے کہ نکاح متہ کی اس صورت میں گواہوں کے سامنے ایجاب

وقبول اور دلی کی اجازت ضروری ہے اور مرد سے علیحدہ ہو جانے کے بعد اگر دوسرے مرد سے متعہ کرنا چاہے تو جب تک ایک حیض نہ آجائے اس وقت تک دوسرے مرد سے متعہ نہیں کر سکتی اس لیے اس صورت کو محض زنا بھی نہیں کہا جاسکتا ایسے نکاح موقت میں (کہ جس میں ابتداء میں گواہی اور اذن دلی ضروری ہو اور انتہاء میں استبراء رحم کے لیے ایک حیض کا آنا ضروری ہو) اور نکاح صحیح و مؤبد میں صرف مؤقت اور مؤبد کا اور میراث اور عدم میراث کا فرق ہے باقی شرائط میں متفق ہیں۔

اور احادیث سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف نکاح موقت کی رخصت اور اجازت دی تھی اور متعہ کی اجازت نہیں دی تھی اور جس نے اس کو متعہ کہا تو وہ صرف مجازاً کہا ہے یا باعتبار مشابہت کے کہا ہے۔ امام قرطبی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں

روى الليث بن سعد عن
بكير بن الاء شيج عن عماد
مولي الشريد قال سألت
ابن عباس عن المتعة
أسفاح هي امر نكاح
قال لا سفاح ولا نكاح
قلت فما هي قال المتعة كما
قال الله تعالى قلت هل
عليها عدة قال نعم حيضة
قلت يتوارثان قال لا
(تفسير قرطبي ج ۵ ص ۱۳۲)

امام لیث بن سعد بکیر بن الشیج سے راوی
ہیں کہ عمار مولائے شریذ کہتے ہیں کہ میں
نے عبد اللہ بن عباسؓ سے متعہ کے متعلق
سوال کیا کہ متعہ زنا ہے یا نکاح فرمایا
متعہ نہ زنا ہے اور نہ نکاح میں نہ
پھر سوال کیا کہ آخروہ ہے کیا۔ فرمایا وہ
متعہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر
لفظ متعہ کا اطلاق کیا ہے میں نے
سوال کیا کہ متعہ دالی عورت پر عدت ہے
فرمایا ہاں متعہ کی مدت کے گزر جانے کے
بعد اس پر ایک حیض کا انتظار کرنا
واجب ہے میں نے سوال کیا کہ کیا
وہ ایک دوسرے کے وارث ہوں گے فرمایا
نہیں

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ نکاح متعہ بمعنی نکاح مؤقت بشرائط مذکورہ بالا ایک برزخی مقام ہے یعنی نکاح مطلق اور زنا محض کے درمیان ایک درمیانی درجہ ہے۔

ابتداء اسلام میں فقط اس قسم کا نکاح متعہ جائز تھا اور بایں معنی جائز اور مباح تھا کہ
زمانہ جاہلیت کی رسم و رواج کے مطابق لوگ اس قسم کا متعہ کیا کرتے تھے اور شریعت میں
اس نکاح متعہ یعنی نکاح مؤقت بشرائط مذکورہ بالا کی ممانعت اور حرمت کا ابھی تک کوئی حکم

نازل نہیں ہوا تھا جیسا کہ مشراب اور سود کے ابتداء اسلام میں مباح اور حلال ہونے کے معنی یہ ہیں کہ ابتداء اسلام میں حق تعالیٰ کی طرف سے مشراب اور سود کی ممانعت کا کوئی حکم نازل نہیں ہوا تھا اور جن لوگوں نے حرمت اور ممانعت سے پہلے مشراب پی یا سود لیا مشرعیت کی طرف سے ان پر کوئی حد جاری نہیں کی گئی اور نہ ان کو کوئی سزا دی گئی یہاں تک کہ مشراب اور سود کی حرمت کا حکم نازل ہوا۔

ابتداء اسلام میں مشراب اور سود کے حلال ہونے کے یہ معنی نہیں کہ معاذ اللہ مشرعیت کی طرف سے اجازت تھی کہ جس کا جی چاہے مشراب پیئے اور جس کا جی چاہے سود لے اسی طرح نکاح متعہ بمعنی نکاح مؤقت کے ابتداء اسلام میں جائز اور مباح ہونے کے یہ معنی ہیں کہ ابتداء اسلام میں نکاح متعہ کی ممانعت نہ تھی معاذ اللہ۔ معاذ اللہ اباحت کے یہ معنی نہیں کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے قولاً نکاح متعہ کی اجازت دی تھی نکاح متعہ کی حرمت کا پہلا اعلان غزوہ خیبر میں ہوا اور پھر غزوہ اوطاس میں اور پھر غزوہ تبوک میں اور پھر حجۃ الوداع میں تاکہ عوام اور خواص کو اس کی حرمت کا خوب علم ہو جائے اور حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حرمت متعہ کے متعلق یہ بار بار اعلان اسی پہلی حرمت کی تاکید و تاکید کے لیے تھا کہ جو آپ غزوہ خیبر میں فرما چکے تھے کوئی جدید حکم نہ تھا باقی شیعوں والا متعہ شنیعہ کہ مرد عورت سے ایک دن یا دو دن کے لیے معاوضہ ملے کر کے متمتع ہو تو یہ خالص زنا اور صریح بدکاری ہے یہ صورت کبھی بھی اور کسی وقت بھی اسلام میں جائز اور مباح نہیں ہوئی چہ جائیکہ منسوخ ہو جیسے زنا نہ کبھی مباح ہوا اور نہ منسوخ ہوا

دلائل تحريم متعہ

اب ہم اختصار کے ساتھ حرمت متعہ کے چند دلائل ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

دلیل اول | قَالَ تَعَالَى وَالَّذِينَ هُمْ يَغْتَوِجُهُمْ يَحَافِظُونَ إِلَّا هَلْ أَتَاكُمْ مِنْكُمْ أَوْ جَاهِدُوا أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ فَمَنْ ابْتَغَى وَرَاءَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ۔ یعنی فلاح اور بہتری کا ہے ان لوگوں کے لیے جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں مگر صرف اپنی عورتوں پر اور اپنی باندیوں پر سو یہ لوگ قابل ملامت نہیں پس جو شخص اس کے سوا کوئی اور طریقہ نکالے تو ایسا شخص حدود مشرعیت سے تجاوز کرنے والا ہے اور ظاہر ہے کہ جس عورت سے متعہ کیا جائے اس کو نہ شیعہ زوجہ کہتے اور نہ ان کے مخالفین کے نزدیک وہ زوجہ ہے اس لیے کہ متعہ والی عورت کے لیے مرد کے ذمہ نہ نان و نفقہ ہے

اور نہ سکنی (یعنی رہنے کا مکان) اور نہ اس کے لیے طلاق ہے اور نہ عدت ہے اور نہ میراث ہے اور نہ زن متعہ شرعاً لونڈی اور باندی ہے اور نہ بیع و شرا و ہبہ اور عتق کے سب احکام جاری ہوتے ہیں جب یہ ثابت ہو گیا کہ زن متعہ نہ زوجہ ہے اور نہ باندی تو متعہ کرنے والی اور والا بمنزلہ فَاُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُّونَ یعنی حدود شرع سے تجاوز کرنے والوں میں سے ہوں گے۔

وَاِنْ خِفْتُمْ اَنْ لَا تَقْسُطُوا فِي الْيَتَامٰى فَالْكُحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنْ الشَّيْءِ
مَثْنٰى وَثَلَاثَ وَرُبَاعَ وَاِنْ خِفْتُمْ اَنْ تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَمْلُوكَتٍ

دلیل دوم

اَيْتَمَّكُمْ۔ یعنی اگر تم کو یہ ڈر ہو کہ یتیم لڑکیوں کے بارہ میں تم عدل اور انصاف نہ کر سکو گے تو ان کے ساتھ نکاح نہ کرو بلکہ دوسری عورتوں کے ساتھ نکاح کر لو جو تم کو پسند آئیں خواہ دو سے خواہ تین سے اور خواہ چار سے پس اگر تم کو یہ ڈر ہو کہ چند عورتوں میں عدل اور انصاف نہ کر سکو گے تو صرف ایک عورت کے نکاح پر اکتفا کرو یا اپنی شرعی مملوکہ باندی سے منتفع ہو اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ صرف چار عورت تک نکاح میں رکھنا جائز ہے اور ظاہر ہے کہ متعہ میں کسی عدد کی تعین اور تحدید نہیں پس جس عورت سے متعہ کیا جائے گا نہ تو وہ منکوحہ ہوگی اور نہ شرعی لونڈی ہوگی تو ضرور بضرر وہ حرام ہوگی اس لیے کہ اباحت اور اجازت اس آیت میں صرف انہی دو قسموں میں منحصر ہے کہ منکوحہ ہو یا شرعی باندی ہو۔

قَالَ تَعَالٰى وَاِجْعَلْ لَّكُمْ مَّا وَرَاٰ ذٰلِكَ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مَّحْصِنٰتٍ غَيْرَ
مُسَافِحِيْنَ حَقِّ جَلِّ شَانِهٖ نَسَبِ گزشتہ آیات میں محرمات عورتوں کی تعداد بیان فرمائی اب

دلیل سوم

یہ بیان فرماتے ہیں کہ ان محرمات کے سوا دوسری عورتوں سے نکاح حلال ہے مگر چار بشرط کے ساتھ اول یہ کہ طلب کر و یعنی زبان سے کہاجاب و قبول کرو یہ مطلب ہے اَنْ تَبْتَغُوْا کا دوم یہ کہ مال دینا قبول کرو جسے ہر کہتے ہیں یہ مطلب ہے بِاَمْوَالِكُمْ کا جس سے معلوم ہوا کہ نکاح میں ہر ضروری ہے سوم یہ کہ نکاح سے قید میں لانا مقصود ہو صرف آب ریزی یعنی فقط مستی نکالنا اور منی گرانا مقصود نہ ہو اور قید میں لانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ عورت ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بلا مشرکت غیر سے اس مرد کی ہو جائے کہ بغیر اس کے چھوڑے ہوئے اس کی قید نکاح سے نہ نکل سکے اور اس کی قید نکاح میں ہوتے ہوئے عورت کسی سے راہ در ربط نہ پیدا کر سکے مطلب یہ ہے کہ محرمات مذکورہ کے سوا اور عورتوں سے نکاح جب جائز ہے کہ ہر مقرر کرنے کے بعد نکاح سے عرض احسان (عفت) حاصل کرنا ہو اور عفت کے معنی اپنی شرمگاہ کو بدکاری سے اور نفس کو ملامت اور عذاب سے بچانے کے ہیں اور غیر مسافحین کے معنی یہ ہیں کہ مقصود شہوت رانی نہ ہو فقط مسافحین۔ سفح سے ماخوذ ہے جس کے معنی منی گرانے کے ہیں زنا سے یہی مقصود ہوتا ہے بقا و نسل مقصود نہیں ہوتا جیسا کہ نِسَاءُكُمْ حُرِّثْ لَّكُمْ سے معلوم ہوتا ہے کہ مقصود نکاح سے نسل اور تناسل ہے پس محصنین غیر مسافحین کی قید سے متعہ خود بخود باطل ہو گیا اس لیے کہ متعہ میں صرف

دلیل پنجم۔ حرمت متعہ کی ایک وجدانی دلیل

ہر شریف الطبع اور باعزت انسان اپنے اور اپنی بیٹی اور اپنی بہن کے نکاح کے اعلان کو فخر سمجھتا ہے اور غایت مسرت اور انبساط کے ساتھ ولیمہ نکاح پر اقارب اور اہباب کو مدعو کرتا ہے بخلاف متعہ کے کہ اس کو چھپاتا ہے اور اپنی بیٹی اور بہن اور ماں کی طرف متعہ کی نسبت کرنے سے عار محسوس کرتا ہے آج تک کسی ادنیٰ عزت مند بلکہ کسی بے عزت کے متعلق بھی یہ نہیں سنا گیا کہ اس نے کسی مجلس میں بطور فخر یا بطور ذکر ہی یہ کہا ہو کہ میری بیٹی اور میری بہن اور میری ماں نے اتنے متعے کیے ہیں نیز تمام عقلاء نکاح پر مرد اور عورت کو اور اس کے والدین کو مبارک باد دیتے ہیں مگر متعہ کے متعلق کہیں مبارک باد دیتے نہیں سنا۔

نیز نسب اور مصاہرت تمام عقلاء کے نزدیک ایک عظیم نعمت ہے جیسا کہ آیت قرآن واقعہ سورہ فرقان ھُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلْنَا نَسَبًا وَصِهْرًا اس کی شاہد عدل ہے اور متعہ میں انسان ان دونوں نعمتوں سے محروم ہو جاتا ہے نہ نسب ہی ثابت ہوتا ہے اور نہ مصاہرت جس طرح انسان زنا میں ان دونوں نعمتوں سے محروم رہتا ہے اسی طرح متعہ میں بھی محروم رہتا ہے پس جس طرح خردی نعمت میں متعہ اور زنا برابر ہیں اسی طرح حرمت میں بھی دونوں برابر ہیں۔

تحقیق مذہب ابن عباسؓ بارۃ متعہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اولاً حلت متعہ کے قائل تھے وجہ اس کی یہ تھی کہ ان کو متعہ کے حرام ہونے کی اطلاع نہ تھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روایت اور نصیحت سے جب اس کی حرمت پر مطلع ہوئے تو رجوع کیا اور یہ فرمایا۔ اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَتُوبُ اِلَیْکَ مِنْ قَوْلِیْ بِالْمَتَعَةِ وَقَوْلِیْ فِی الصَّرْفِ کَمَا ذَکُوہُ صَاحِبِ الْکَشَافِ وَغَیْرَہُ مِنَ الْمُفْسِرِیْنَ وَذَکْرَہُ الْاِمَامِ الرَّاهِزِیْ فِی تَفْسِیْرَہُ ص ۳ ج ۳۔

سبب عدم اطلاع ابن عباسؓ بتحريم متعہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا تحریم متعہ پر مطلع نہ ہونا مستبعد نہیں جن لوگوں کی نظر اس بات پر جاتی ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قرب خاص اور مقام بااختصاص

حاصل تھا ان کو مستبعد معلوم ہوتا ہے کہ ابن عباسؓ کو تحریم متعہ کی اطلاع کیسے نہ ہوئی لیکن یہ حضرت اگر حضرت ابن عباسؓ کی کیمت عمر اور تعداد ایام سکونت کا لحاظ کرتے تو یہ استبعاد نہ ہوتا نہ حقیقت حال یہ ہے کہ ابن عباسؓ ہجرت مدینہ سے ایک دو سال قبل مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے اور آٹھ نو برس کی عمر تک اپنے والد بزرگوار کے ساتھ مکہ میں رہے جہاں احکام شریعہ کی اطلاع نہیں پہنچتی تھی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ فح کے لیے ہجرت کے آٹھویں سال مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے تو ادھر مکہ مکرمہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عم محترم حضرت عباسؓ مع اہل و عیال کے ہجرت کے لیے مدینہ منورہ روانہ ہوئے راستہ میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ رضی اللہ عنہ کو تو اپنے ہمراہ لے لیا اور یہ ارشاد فرمایا کہ اہل و عیال کو جن میں ابن عباسؓ بھی تھے ان سب کو مدینہ بھیج دو حسب افکام حضرت عباسؓ نے ابن عباسؓ کو اور سب ذریات اور مستورات کو مدینہ روانہ کر دیا اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ ہو گئے اور غزوہ خیبر جس میں تحریم متعہ واقع ہوئی تھی وہ ابن عباسؓ کے مدینہ آنے سے دو سال پہلے ہو چکا تھا ان کو تحریم متعہ کی اطلاع کیسے ہوئی اور غزوہ اوطاس کے بعد جو تحریم متعہ کا اعلان ہوا وہ فح مکہ کے کچھ دن ہی بعد ہوا ابن عباسؓ اس میں بھی شریک نہ تھے غرض یہ کہ ان غزوات میں جو ملاقات پیش آئے ابن عباسؓ کو بذات خاص ان کی کچھ بھی خبر نہ ہو سکی صرف دوسرے صحابہ کی زبانی ان دو غزوؤں کا حال معلوم ہوا اور ہجرت کے بعد حضرت ابن عباسؓ صرف دو سال صحبت نبوی سے مستفیض ہوئے اور اس عرصہ میں کوئی واقعہ متعہ کا پیش نہیں آیا اس لیے حضرت ابن عباسؓ کو تحریم متعہ کی کوئی خبر نہیں ہوئی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں جب مسئلہ زبیر بسمت آیا تو ابن عباسؓ کو معلوم ہوا کہ فلاں فلاں آیات قرآنیہ سے متعہ کی حرمت ثابت ہوتی ہے اور ابن عباسؓ کو دوسرے صحابہ سے معلوم ہوا کہ غزوہ اوطاس میں متعہ کی اباحت واقع ہوئی تو ابن عباسؓ نے یہ سمجھا کہ شدید ضرورت کے وقت فقط رفع ضرورت کی عرض سے فقط سفر میں متعہ حلال کیا گیا اور جب اشد ضرورت نہ ہو تو اس وقت بمقتضائے آیات قرآنیہ متعہ حرام ہے پس اباحت کو وقت ضرورت پر عمل کیا اور تین دن کے بعد جو متعہ حرام کیا گیا تو اس کو حضرت ابن عباسؓ نے انقطاع رخصت بار تفاع ضرورت پر حمل کیا یعنی یہ سمجھا کہ ضرورت باقی نہیں رہی اس لیے متعہ حرام ہو گیا اور ہر حال میں ہمیشہ کے لیے متعہ حرام نہیں ہوا یعنی ابن عباسؓ نے تین دن کے بعد کی تحریم کو تحریم مؤبد نہ سمجھا بلکہ انقطاع رخصت بار تفاع ضرورت پر عمل کیا۔

معلوم ہوا کہ ابن عباسؓ کے مذہب کی بناء اجتہاد پر تھی کہ جو مجموعہ آیات اور قصہ اوطاس پر نظر کر کے فرمایا۔

لیکن حقیقتہً الامر یہ ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کو اس اجتہاد میں خطا واقع ہوئی چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو جب ابن عباسؓ کے قول کا علم ہوا تو یہ فرمایا۔

انك رجل تائئ ان رسول الله
صلى الله عليه وسلم نهى
عن المتعة

تحقیق تو مرد متحرم ہے تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متہ سے منع فرمایا ہے

اس کے بعد عبد اللہ بن زبیرؓ کے عہد خلافت میں مابین عبد اللہ بن عباس و عبد اللہ بن زبیر و دیگر صحابہ کبار بار بار مکالمہ اور مباحثہ ہوا اور روایات حرمت ابدیہ پیش ہوئیں تو ابن عباسؓ نے علت عند الضرورت سے رجوع فرمایا اور تحریم کو بد کے قائل ہوئے جیسا کہ جامع ترمذی کی روایت اس پر دلالت کرتی ہے عن ابن عباس انما كانت المتعة في اول الاسلام كان الرجل يقدر البلدة ليس له بها معرفة فيتزوج المرأة بقدر ما يرى انه يقيم فتحفظ له متاعه وتسلم له مشيه حتى اذا انزلت الا على اذوا جهنم او ما ملكك ايما شئ الاية قال ابن عباس فكل فرج سواها حرام۔

حاصل یہ کہ ابن عباس ابتداء میں متہ کو میتہ کی طرح حالت اضطرار میں جائز بتلاتے تھے پھر جب مختلف صحابہ کرام اور حضرت علی وغیرہ سے تحریم کی احادیث کا علم ہوا تو اخیر میں اس سے بھی رجوع فرمایا کیونکہ عبد اللہ بن زبیر وغیرہ سے بحث کرنے کے بعد یہ معلوم ہو گیا کہ یہ حکم منسوخ ہے اس لئے اپنے سابق فتوے سے رجوع کیا اور علیؓ ہذا جو جو حضرات لاعلمی کی وجہ سے جواز متہ کے قائل تھے جب ان کو نسخ کا علم ہوا تو سب نے اپنے قول سے رجوع کیا اور تمام صحابہ و تابعین کا حرمت متہ پر اجماع ہو گیا۔

ناظرین کرام کو تحریم متہ کی اگر مزید تفصیل درکار ہو تو سیرۃ المصطفیٰ جلد سوم مؤلف نابیز

اطلاع

میں غزوہ خیبر کا بیان ملاحظہ فرمائیں۔

شبہ یہ ہے کہ سورۃ مومنون اور سورۃ معارج کی آیت جس سے متہ کی حرمت ثابت کی گئی وہ کئی ہے اور تحریم

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

مدینہ میں واقع ہوئی سب سے پہلے جو حرمت متہ کا اعلان ہوا وہ غزوہ خیبر میں ہوا ہے جو مشہور میں پیش آیا۔

جواب

بعض آیات سے بعض احکام بطور اشارہ مفہوم ہوتے پھر جب اللہ

کا ارادہ ہوتا ہے کہ یہ حکم واضح کر دیا جائے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ کی وحی نازل ہو جاتی ہے کہ آپ اس حکم کو لوگوں کے سامنے صاف طور پر بیان کر دیں اور صراحت اور وضاحت کے

ساتھ اس کو بتلادیں۔ اس وقت وہ حکم اس آیت سے صراحتہ معلوم ہو جاتا ہے اور عوام اور خواص اس کے مکلف بن جاتے ہیں اور جب تک اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہوتا ہے کہ وہ حکم عام طور پر واضح اور ظاہر نہ ہو اس وقت تک اس کے واضح اور ظاہر کرنے کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل نہیں ہوتی اگرچہ خواص اور اذکیاء نے بطور اشارہ اس حکم کو سمجھ لیا ہو مگر عام طور پر عام لوگ اس کے مکلف نہیں ہوتے جیسے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے وَتَتَّخِذُونَ مِنْهُ سَكَوَاتٍ وَرِزْقًا حَسَنًا اور بندتے ہو تم اس انگور سے نشہ والی چیز اور رزق حسن یعنی عمدہ روزی۔

حق تعالیٰ نے اس آیت میں سکرا کو رزق حسن کے مقابل ذکر فرمایا اور سکرا کے ساتھ حسن کی صفت ذکر نہیں فرمائی جس سے اشارۃً مفہوم ہوتا ہے کہ مشراب ابھی چیز نہیں بلکہ حرام اور ممنوع ہے حالانکہ یہ آیت مکی ہے مشراب حرام ہونے سے بہت قبل نازل ہوئی۔

نیز حق تعالیٰ کا ارشاد ہے قُلْ فِيهِمَا مَثُوكِثِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِنَّهُمَا الْكُتُوبُ مِّنْ فَحِشَةٍ۔ آپؐ کہہ دیجئے کہ مشراب اور جوئے میں بہت گناہ ہے اور ان دونوں میں لوگوں کے لیے فوائد اور منافع بھی ہیں لیکن ان کا گناہ ان کے منافع سے بڑھا ہوا ہے اور ظاہر ہے کہ جس میں گناہ غالب ہو گا وہ شے حرام اور ممنوع ہوگی اس لیے کہ تمام عقلاء کا اس پر اتفاق ہے کہ دفع مفسرت جلب منفعت پر مقدم ہے اور اسی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس بارہ میں یہ دعا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ بَيْنَ لَنَا فِي الْخَمْرِ بَيِّنَاتٍ شَافِيَا۔ اے اللہ مشراب کے بارہ میں کوئی واضح اور صاف حکم نازل فرما جس سے دل کو شفا اور اطمینان ہو جائے اور یہ دعا نہیں کرتے تھے کہ اللہ مشراب کو حرام فرما۔

اسی طرح سمجھیے کہ آیت مومنون اور آیت معارج میں حرمت متعہ کی طرف اشارہ تھا مگر جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی صراحت نہیں فرمائی تھی اس وقت تک متعہ کی حرمت کا ثبوت اس آیت سے ظنی تھا آپؐ کی تصریح کے بعد اس کی حرمت قطعی ہو گئی جب آپؐ نے اس کی حرمت کا اعلان فرمادیا تو وہ اشارہ اب مبذل بہ صراحت ہو گیا اور ظنیت مبذل بہ قطعیت ہو گئی سب سے پہلے آپؐ نے جنگ خیبر میں متعہ سے منع فرمایا اور اس کے بعد کے غزوات میں بار بار حرمت متعہ کا اعلان خطبوں میں فرماتے رہے یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں حرمت متعہ کا خوب اعلان کرایا تاکہ کوئی شخص ناواقف اور لاعلمی کی بنا پر متعہ میں مبتلا نہ ہو جائے۔

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلاً أَنْ يَنْكِحَ الْمُحْصَنَاتِ

اور جو کوئی نہ پائے تم میں مقدور اس کا کہ نکاح میں لاوے بیبیان

الْمُؤْمِنَاتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيَاتِكُمُ

مسلمان تو جو ہاتھ کا مال ہیں آپس کی تمہاری لونڈیاں مسلمان

الْمُؤْمِنَاتِ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِأَيْمَانِكُمْ بِبَعْضِكُمْ مِّنْ

اور اللہ کو بہتر معلوم ہے تمہاری مسلمان تم آپس میں ایک

بَعْضٍ فَإِنْ كُحُّوهُنَّ بِأَذْنِ أَهْلِهِنَّ وَاتَّوَهُنَّ

ہو سو ان کو نکاح کرو ان کے لوگوں کے اذن سے اور وہ ان کے ہر

أُجُورَهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ مُحْصَنَاتٌ غَيْرُ مُسْفَحَاتٍ

موافق دستور کے قید میں آئیاں نہ مستی نکالیاں

وَلَا مُتَّخِذَاتِ أَخْدَانٍ فَإِذَا أُحْصِنَ فَإِنَّ أَتَيْنَ

اور نہ یار کرتیاں چھپ کر بھروسہ جب قید میں آچکیں تو اگر کمری

بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ

بے حیائی کا کام تو ان پر ہے آدھی وہ مار جو بیبیوں پر مقرر ہے

مِنَ الْعَذَابِ ذَٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ

یہ اس کے واسطے جو کوئی تم میں دُورے تکلیف میں پڑنے سے

وَأَنْ تَصْبِرُوا خَيْرٌ لَّكُمْ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝۲۵

اور صبر کرو تو بہتر ہے تمہارے حق میں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے

حکم دوازدہم متعلق بہ نکاح کنیزاں

قَالَ تَعَالَى وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ

(ربط) اور پر سے نکاح کے احکام چلے آ رہے ہیں اب آگے کینزوں یعنی شرعی باندیوں سے نکاح کا حکم بیان فرماتے ہیں اس آیت میں حق تعالیٰ نے یہ حکم دیا کہ جس شخص کو آزاد عورت سے نکاح کرنے کی قدرت نہ ہو یعنی اس کے ہر ادا کرنے پر قادر نہ ہو اور اس کے خرچ خوراک اور یوشاک کا متحمل نہ ہو سکے تو وہ کسی مسلمان باندی سے نکاح کر لے اس کے ہر اور نان و نفقہ میں خرچ زیادہ نہ ہوگا اس کے بعد ارشاد ہے کہ اگر زنا کا خوف ہے تو ایسا کر لو ورنہ صبر کرنا بہتر ہے چنانچہ فرماتے ہیں اور جو شخص تم میں سے آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کرنے کی استطاعت اور گنجائش نہ رکھتا ہو تو اس باندی اور لونڈی سے نکاح کر لے جو تمہارے مسلمان بھائیوں کی مملوک ہے یعنی

ایمان والی لونڈیوں میں سے کسی کینز سے نکاح کر لے اور کینز کو محض باندی ہونے کی وجہ سے حقیر نہ سمجھو اصل فضیلت کا دار مدار ایمان اور اسلام اور اعمال صالحہ پر ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے تمہارے ایمان کو کون کس درجہ کا مومن ہے ممکن ہے کہ وہ کینز ایمان اور اسلام اور اعمال صالحہ میں آزاد مرد اور آزاد عورت سے بڑھ کر ہو اور حسب و نسب کی ظاہری کمتری پر بھی نظر نہ کرو تم میں کابعض بعض کی جنس سے ہے یعنی سب ایک جنس ہو حضرت آدمؑ اور حضرت حواؑ کی اولاد ہونے میں سب شریک ہو لہذا نفرت اور عداوت کی کوئی وجہ نہیں سو تم ان ایمان والی کینزوں سے نکاح کر لو ان کے مالکوں کی اجازت سے باندی کا نکاح بغیر اس کے مالک کی اجازت کے درست نہیں آزاد اور بالغ عورت تو اپنا نکاح خود کر سکتی ہے لیکن کینز اپنا نکاح خود نہیں کر سکتی جب تک اس کے مالک کی اجازت نہ ہو اور دید و ان کا ہر موافق دستور کے یعنی ان کا ہر مثل دید و اور ان سے نکاح کی یہ اجازت اس بشرط کے ساتھ

مشروط ہے کہ درحالیہ کہ وہ عقیقہ اور پاک دامن ہوں زنا کرنے والی اور بدکار نہ ہوں اور نہ درپردہ یارانہ کرنے والی اور چھپے طور پر آشنا بنانے والی ہوں یعنی نکاح انہیں لونڈیوں سے کرو جو پاک دامن ہوں ان سے نہ کرو جو بدکار اور زنا کار ہوں اور چھپے طور پر کسی سے یارانہ رکھتی ہوں۔

ف زنا کار وہ عورت کہلاتی ہے جو ہر ایک سے زنا کرے اور چھپے طور پر یارانہ رکھنے والی وہ عورت ہے جو ہر ایک سے تو زنا نہ کرے البتہ کسی ایک شخص کو اپنا یار اور آشنا بنالے جھٹلائے عرب یہ پہلی قسم کے زنا کو حرام جانتے تھے اور دوسری قسم کے زنا کو حلال (جیسا کہ آج کل کے متمدن قوموں اور ان کے مقلدون کا مذہب بھی یہی ہے) اس لیے خدا تعالیٰ نے ان دونوں قسموں کو علیحدہ علیحدہ ذکر فرما کر یہ ظاہر فرما دیا کہ ان دونوں میں کوئی فرق نہیں دونوں ہی حرام ہیں پس جب وہ کینز ہیں نکاح میں آجائیں پس اس کے بعد اگر وہ بے حیائی یعنی زنا کریں تو جتنی سزا آزاد عورتوں کی ہے اس سے آدھی سزا ان کینزوں کی ہے آزاد عورتوں سے صرف کنواری آزاد عورتیں مراد ہیں کیونکہ وہ اگر زنا کریں تو اس کی سزا سو کوڑے ہیں اور باندی کی سزا پچاس ڈڑے ہیں شادی شدہ آزاد عورتیں اگر زنا کریں تو ان کی سزا رجم (سنگساری) ہے جس کا نصف ممکن نہیں اور لونڈی اور غلام کے لیے قبل نکاح

اور بعد نکاح ہر حالت میں صرف پچاس کوڑے ہیں زیادہ نہیں اور یہ لونڈیوں سے نکاح کی اجازت اس شخص کے لیے ہے کہ جو تم میں سے گناہ اور بدکاری کی تکلیف میں بڑھنے سے ڈرتا ہو یعنی اس کو یہ ڈر ہے کہ اگر نکاح نہیں کروں گا تو زنا میں مبتلا ہو جاؤں گا تو ایسے شخص کو باندی سے نکاح کرنے کی اجازت ہے اور تمہارا صبر کرنا اور باندیوں کے نکاح سے بچا رہنا تمہارے لیے بہت بہتر ہے کیونکہ لونڈی سے اگر نکاح کرو گے تو تمہاری اولاد آزاد نہ ہوگی بلکہ دوسرے کی غلام اور مملوکہ ہوگی جس میں تمہاری بے عزتی ہے اور بیوی کینز ہونے کی وجہ سے مستقلاً تمہاری خدمت نہیں کر سکتی اور نہ مستقلاً تمہارے پاس رہ سکتی ہے جس میں سراسر تمہارا نقصان ہے لہذا بہتر یہی ہے کہ باندیوں کے ساتھ نکاح نہ کیا جائے لیکن اگر بدرجہ مجبوری تم نے باندی سے نکاح کر لیا تو مضائقہ نہیں اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا مہربان ہے کہ بدرجہ مجبوری تم کو باندیوں سے نکاح کی اجازت دی اور تمہاری کوتاہی سے درگزر فرمایا۔

ف امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک بلا ضرورت مطلق باندی سے خواہ وہ مسلمان ہو یا کاتبہ نکاح فی حد ذاتہ درست ہے مگر مکروہ ہے اس لیے کہ وہ اُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكُمْ اور فَاِنْ كُنْتُمْ اَصْحَابَ لُحْمٍكُمْ اور اطلاق میں داخل ہے فی حد ذاتہ وہ حرام نہیں البتہ عوارض مذکورہ اور مقاصد بالہ کی وجہ سے باندی سے نکاح مکروہ ہوگا اور امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک بدو مجبوری اور لا چاری کے باندی سے نکاح درست نہیں تفصیل کے لیے احکام القرآن کو دیکھیں۔

يُرِيدُ اللَّهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِينَ

اللہ چاہتا ہے کہ تمہارے واسطے بیان کرے اور چلا دے تم کو

مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوبَ عَلَيْكُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝۳۷

انگوں کی راہ اور تم کو معاف کرے اور اللہ جانتا ہے حکمت والا

وَاللَّهُ يُرِيدُ أَنْ يَتُوبَ عَلَيْكُمْ وَيُرِيدُ الَّذِينَ

اور اللہ چاہتا ہے کہ تم پر متوجہ ہوئے اور جو لوگ گئے ہیں

يَتَّبِعُونَ الشَّهَوَاتِ أَنْ تَمِيلُوا مَيْلًا عَظِيمًا ۝۳۸

اپنے مزوں کے پیچھے وہ چاہتے ہیں کہ تم مرد جاؤ راہ سے بہت دور

يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُخَفِّفَ عَنْكُمْ وَخُلِقَ الْإِنْسَانُ

اللہ چاہتا ہے کہ تم سے بوجھ ہلکا کرے اور انسان بنا ہے

ضَعِيفًا ۲۸

کمزور

ذکر الطاف و عنایات خداوندی بہ اہل اسلام

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى يُرِيدُ اللَّهُ مُبَيِّنًا لَكُمْ اے وَخُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيفًا (ربط) حلال و حرام کے احکام بیان کرنے کے بعد اہل اسلام پر اپنی عنایات اور الطاف کا ذکر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تم کو ایسی چیزوں کا حکم دیتا ہے جو تمہارے لیے سرسراہٹ منفعت اور مصلحت ہوں اور شہوت پرست تم کو دوسری طرف لے جانا چاہتے ہیں شہوت پرستوں کے نزدیک حلال و حرام کی کوئی تقسیم نہیں خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ تمہارے لیے بیان کر دے یعنی تمہارے فائدہ اور مصلحت کے لیے حلال و حرام کو خوب کھول کر بیان کر دے تاکہ تمہیں کسی امر میں اشتباہ باقی نہ رہے اور تم حق اور باطل اور حلال اور حرام میں تمیز کر سکو اور تاکہ خدا تعالیٰ تم کو ان لوگوں کی راہ پر چلائے جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں یعنی خدا تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ جو انبیاء اور صالحین تم سے پہلے گزرے ہیں تم ان کی راہ پر چلو اور ان کی تقلید کرو اور تاکہ اللہ تعالیٰ تم پر خاص عنایت اور رحمت مبذول فرمائے اور وہ عنایت اور رحمت یہی ہے کہ تم کو تمہارے حال پر نہ چھوڑے بلکہ تمہارے لیے ایسے احکام بیان کر دے جن میں تمہارے لیے دین و دنیا کی مصلحتیں ہوں اور اللہ اپنے بندوں کی مصلحتوں کو جاننے والا حکمت والا ہے اس نے جو حکم دیئے ہیں انہی میں حکمت اور مصلحت ہے اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم پر متوجہ ہو اور جو لوگ نفسانی شہوتوں کے تابع اور پیروں ہیں جدھر ان کی شہوت ان کو کھینچ کر لے جاتی ہے اس کے پیچھے دوڑے چلے جاتے ہیں اے مسلمانو! ان شہوت پرستوں کی خواہش یہ ہے کہ تم راہ حق سے بہت دور ہٹ جاؤ اور انہی کے ہم رنگ بن جاؤ تم ان شہوت پرستوں کی طرف التفات نہ کرنا ہمارے حکموں پر چلنا اسی میں تمہارا نفع ہے الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الشَّهَوَاتِ سے زیادہ تر مجوس اور یہود اور زنا کار مراد ہیں مجوسیوں کے نزدیک بہنوں اور بھتیجیوں سے نکاح حلال ہے اور یہود اپنے سوتیلی بہنوں اور بھانجیوں اور بھتیجیوں کو حلال جانتے ہیں اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو قلمبہ فرمایا کہ یہود اور نصاریٰ اور مجوس جو اپنے خواہشوں کے تابع

اور پیرو ہیں ان کا ارادہ یہ ہے کہ تم کو راہ حق سے ہٹا دیں اور اپنے ڈھنگ کا بنالیں تم خدا کے حکموں پر چلو ان کی بات کی طرف التفات نہ کرو اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ تم سے بوجہ ہلکا کر دے اس لیے تم کو آسان دین عطا فرمایا اور جو چیزیں پہلوں پر حرام تھیں وہ تم پر حلال کر دیں اور انسان فطرۃً کمزور پیدا کیا گیا ہے خواہشوں سے صبر کرنا اس کے لیے دشوار ہے اس لیے بوقت ضرورت اس کو باندی سے نکاح کی اجازت دی اور عورتوں کے باب میں اس پر تنگی نہیں کی اور تمام احکام میں اس کے ضعف کو ملحوظ رکھا اور سخت احکام کا اس کو مکلف نہیں بنایا اور طبعی خواہش پوری کرنے کے لیے جائز طریقے بتلا دیئے خلاصہ کلام یہ کہ عورتوں کے بارہ میں جس قدر احکام تم کو دیئے گئے ان میں کوئی دشواری اور تنگی نہیں اور ان کی پابندی نہایت ضروری اور مفید ہے اور شہوتوں کا اتباع تمہارے لیے سراسر مضر ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ

اے ایمان والو نہ کھاؤ مال ایک دوسرے

بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ

کے آپس میں ناحق مگر یہ کہ سودا ہو آپس کی خوشی سے

مِنْكُمْ وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ

اور نہ خون کرو آپس میں اللہ کو تم پر

رَحِيمًا ۝ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ عَدُوًّا وَظُلْمًا

رحم ہے اور جو کوئی یہ کام کرے لہذا سے اور ظلم سے تو ہم

فَسَوْفَ نُصَلِّيُ بِهِ نَارًا ۖ وَكَانَ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ

اس کو ڈالیں گے آگ میں اور یہ اللہ پر آسان ہے

يَسِيرًا ۝ إِنْ تَحْتَبُوا كَبَائِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ

اگر تم چھتے رہو گے بڑی چیزوں سے جو تم کو منع ہو ہیں تو ہم اتار دیں گے

عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُدْخَلًا كَرِيمًا ۝۳۱

تم سے تقصیریں تمہاری اور داخل کریں گے تم کو عزت کے مقام میں

حکم سیزدہم در بارۃ اتلاف اموال و نفوس

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمُ الَّتِي كُنْتُمْ تَكْسِبُونَ..... اے..... وَنُدْخِلْكُمْ مُدْخَلًا كَرِيمًا (ربط) شروع سورت سے بتائے کے اموال اور سواریت اور بے کسی عورتوں کے تنگ کرنے کے متعلق احکام بیان فرمائے اور اخیر میں تعدی حدود اللہ سے ممانعت فرمائی اب ان آیات میں ارشاد فرماتے ہیں کہ باہمی حقوق کا خیال رکھو نہ کسی کے مال کو ناجائز طریقہ سے کھاؤ اور نہ کسی کو قتل کرو اس لیے کہ کسی کے مال اور نفس میں ناجائز تصرف حدود اللہ سے تعدی اور تجاوز ہیں داخل ہے نیز کسی کی جان و مال میں ناجائز تصرف اتباع شہوات ہے اور مُدْخَلًا كَرِيمًا الَّذِيْنَ آمَنُوا سے قبل کسو سے میل عظیم ہے چنانچہ فرماتے ہیں اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق اور ناجائز طریقہ سے مت کھاؤ مگر سوداگری کے طریقہ سے کہ جو آپس کی رضامندی اور خوشی سے ہو مقصود یہ ہے کہ ناجائز طریقہ سے کسی کا مال لینا جیسے غضب اور چوری اور خیانت اور سود و بیاج وغیرہ یہ تمہارے لیے حرام ہے البتہ تجارت یعنی جائز طریقہ سے مال حاصل کرنا تمہارے لیے حلال ہے اور آپس میں ایک دوسرے کا خون نہ کرو دوسروں کے قتل کرنے کو اپنے قتل کرنے سے اس لیے تعبیر فرمایا کہ جب سب کا دین ایک ہے اور سب مانند شخص واحد کے ہیں لہذا کسی کو قتل کرنا اپنے ہی کو قتل کرنا ہے اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ اپنے قتل کرنے سے حقیقتہً اپنا ہی قتل کرنا مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ خودکشی نہ کرو خودکشی حرام ہے تم اپنی جان کے مالک نہیں کہ جو چاہے اس میں تصرف کر سکو مالک اللہ تعالیٰ ہیں اور یہ جان اللہ تعالیٰ کی تمہارے پاس امانت ہے تم پر اس کی حفاظت واجب ہے بے شک اللہ تعالیٰ تم پر بڑا مہربان ہے کہ اس نے اپنی رحمت سے تم کو ابھی باتوں کا حکم دیا اور بری باتوں سے منع کیا تاکہ تم ہلاک نہ ہو جاؤ اللہ کی نافرمانی اپنے کو قتل کرنے کے مترادف ہے اور جو شخص زور اور ظلم سے اور تعدی اور ستم سے یہ کام کرے کو ناحق کسی کا مال کھا جائے یا کسی کو بے قصور مار ڈالے پس البتہ ہم اس کو آگ میں ڈالیں گے اور یہ آگ میں جھونکنا اللہ پر بہت آسان ہے اللہ تعالیٰ کے یہاں کوئی چیز دشوار نہیں اس کی قدرت قدیمہ کے سامنے ہر چیز آسان ہے

ف | عُدْوَان کے معنی زیادتی میں حد سے گزر جانا ہے اور ظلم کے معنی کسی کے حق میں ناحق دست درازی کرنا یہ قید اس لیے لگائی کہ کسی کو حق پر مارنا جیسے قصاص یا کسی کا مال دیت میں لینا

یہ عدوان اور ظلم نہیں۔

اور ذلک کا مشار الیہ یا تو اکل اموال بالباطل اور قتل ناحق کو قرار دیا جائے جیسا کہ قریب ہے اور یا ذلک کا مشار الیہ اُن تمام امور کو قرار دیا جائے کہ جن کی شروع سورت سے لے کر یہاں تک حق تعالیٰ نے ممانعت فرمائی وہ سب ذلک کا مشار الیہ ہیں۔

ابتداء سورت سے لے کر یہاں تک حق تعالیٰ نے جن گناہوں سے منع فرمایا وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک گناہ کبیرہ ہیں جو موجب عذاب ہیں اب آئندہ آیت میں گناہوں سے بچنے کی ترغیب اور گناہوں سے اجتناب پر کفارة سیأت اور جنت کا وعدہ فرماتے ہیں جن باتوں سے تم کو منع کیا جاتا ہے

اگر تم ان منہیات اور ممنوعات میں سے بڑی بڑی باتوں یعنی بڑے بڑے گناہوں سے اجتناب اور پرہیز کرو یعنی ان سے کنارہ کش رہو اور پہلو تہی کرتے رہو تو ہم وعدہ کرتے ہیں کہ ان کبائر سے اجتناب اور احتراز کے صلہ میں تمہاری تقصیرات اور برائیاں یعنی چھوٹی چھوٹی خطائیں جو تم کو

دوزخ میں لے جاسکتی ہیں تم سے دور کر دیں گے یعنی معاف کر دیں گے اور تمہارے نامہ اعمال سے مٹا دیں گے ایک نماز سے دوسری نماز تک اور ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک اور ایک رمضان سے

دوسرے رمضان تک اور تم کو عزت کے مقام میں داخل کر دیں گے اور تم سے صفائے پر مواخذہ نہیں کریں گے قصور خواہ کتنا ہی معمولی کیوں نہ ہو عقلاً و شرعاً اس پر

مواخذہ ہو سکتا ہے اور اگر تم نے کبائر سے اجتناب اور احتراز نہ کیا تو پھر ہماری طرف سے تکفیر سیئات اور عزت کے مقام میں داخل کرنے کا وعدہ نہیں ہماری حکمت لم یزلی ولا میزالی

اور شان لا ابالی جو فیصلہ کرے وہ اس کو اختیار ہے وہ بددہ غیب میں مستور ہے اس کے متعلق کچھ نہیں بتلایا جاسکتا اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے کہ چاہے معاف کرے اور چاہے مواخذہ کرے معتزلہ نے

آیت کا مطلب یہ سمجھ لیا کہ اگر کبائر سے نہ بچے تو اس کے لیے سزا ضروری ہے اہل سنت کے نزدیک مرتکب کبائر پر سزا ضروری نہیں اِنَّ اللہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ ہاں وعدہ نہیں چاہے معاف کرے اور چاہے مواخذہ کرے۔

ف (۱) گناہ کبیرہ کی تعریف میں علماء کے مختلف اقوال ہیں سب سے زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ گناہ کبیرہ وہ ہے کہ جس پر اللہ اور اس کے رسول نے دنیا میں غصہ یا کوئی حد مقرر کی ہے اور آخرت میں اس پر عذاب عظیم مرتب کیا ہے یا اس کے مرتکب پر لعنت کی ہے یا اس کو کفر کے ساتھ موسوم کیا ہے اور صغیرہ وہ ہے کہ جس سے منع تو فرمایا مگر اس پر غضب و لعنت وغیرہ جیسے امور کو نہیں فرمایا

ف (۲) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ کبائر کس قدر ہیں فرمایا کہ سات سے لے کر قریب قریب ستر تک ہیں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ایک قول یہ ہے کہ شروع

سورہ نثار سے اس آیت تک حق تعالیٰ نے جن باتوں کی ممانعت فرمائی وہ سب کبیرہ ہیں حق تعالیٰ نے قرآن کریم میں صغائر کو کبائر سے ممتاز نہیں کیا تاکہ لوگ ہر گناہ سے بچنے کی کوشش کریں اگر صغائر کو کبائر سے ممتاز کر دیا جاتا تو لوگ صغائر کو ہلکا سمجھ کر ان سے بچنے کی چنداں پروا نہ کرتے البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض گناہوں کے کبیرہ ہونے پر نص فرمادی ہے مثلاً (۱۱) اللہ کے ساتھ شریک کرنا (۱۲) کسی کو ناحق قتل کرنا (۱۳) والدین کی نافرمانی کرنا (۱۴) جھوٹی گواہی دینا اور جھوٹ بولنا (۱۵) یتیم کا مال کھا جانا (۱۶) جادو کرنا (۱۷) زنا اور خاص کر ہمسایہ کی بیوی سے زنا کرنا نہایت ہی برا ہے (۱۸) میدان جنگ سے بھاگنا (۱۹) اولاد کو فقر و فاقہ کے اندیشہ سے مار ڈالنا (۲۰) پاکدامن بے خبر مسلمان عورت پر بہتان باندھنا یہ بخاری اور مسلم کی روایتوں کا مضمون ہے جن سے مقصود حشر نہیں بلکہ مقصود یہ بتلانا ہے کہ گناہ کبیرہ ایسے ہوتے ہیں کیونکہ احادیث میں کبیرہ گناہوں کی تفصیل آئی ہے چنانچہ جامع ترمذی میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص دو نمازیں بلا عذر جمع کرے وہ ابواب کبائر میں سے ایک دروازہ پر آیا امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند میں حنفی (یعنی حسین بن قیس) واقع ہے جس کو امام احمد وغیرہ نے ضعیف کہا ہے اور ابن کثیر فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو ابن ابی حاتم نے دوسری سند سے روایت کیا ہے نیز موطا امام احمد میں ہے کہ فاروق اعظمؓ نے اپنی مملکت کے اطراف و جوانب میں جمع بین الصلّاتین کی ممانعت کا حکم لکھ کر بھیج دیا اور اسباب کی سب کو اطلاع دیدی کہ وقت واحد میں دو نمازوں کا جمع کرنا منع ہے بڑے گناہوں کے ایک بہت بڑا گناہ ہے فاروق اعظم کے اس فرمان واجب الاذعان سے معلوم ہوا کہ ابن عباسؓ والی حدیث درحقیقت صحیح ہے اس لیے صحابہ نے دل و جان سے اس حکم کو قبول کیا پس ان احادیث کی بنا پر آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ اے مسلمانو! اگر تم جمع بین الصلّاتین جیسے بڑے گناہ سے اجتناب کر دو گے تو ہم تم سے وعدہ کرتے ہیں کہ تمہارے دوسرے گناہوں کو معاف کر دیں گے ورنہ نہیں۔

یہ آیت یعنی لَا تَجْنِبُوا کِبَائِرُ انہی پانچ آیتوں میں سے ہے جن کے متعلق عبداللہ بن مسعود کا قول نقل ہو چکا ہے کہ پانچ آیتیں مجھ کو دینا اور مافیہا سے زیادہ محبوب ہیں۔

(۳۱) بعض عارفین کا قول ہے کہ تمام کبائر تین چیزوں میں مندرج ہیں۔ (۱) اتباع ہوی۔ یعنی نفسانی خواہشوں اور لذتوں کی پیروی کما قال تعالیٰ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰی فَيَهْدِكَ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ اور حقوق والدین اور قطع رحمی وغیرہ اتباع ہوی سے پیدا ہوتا ہے

غبار ہو چشم غفلت بد وخت : سموم ہو کس کشتِ عمرت بسوخت
 بکن سرمہ غفلت از چشم پاک : کہ فردا شوی سرمہ در چشم خاک
 (دوم) حُب دینا، قتل اور ظلم اور غضب اور سرقت اور سود خواری اور مالِ یتیم کا کھا جانا اور زکوٰۃ کا نہ
 دینا اور جھوٹی قسمیں کھانا وغیرہ وغیرہ اس قسم کے تمام کبائر حُب دینا سے پیدا ہوتے ہیں اور حدیث
 میں ہے حب الدنیا راس کل خطیئۃ .

عاقلاں میل بسویت نکند اے دینا : ہم امید کرم و لطف تو جاہل دارد
 ہر کہ خواہد بکند از تو سرا دے حاصل : حاصل آنست کہ اندیشہ باطل دارد
 (سوم) رُویۃ الغیر یعنی غیر اللہ پر نظر کرنا اور رکھنا شرک اور نفاق اور ریا اور اس قسم کے کبائر غیر
 اللہ پر نظر کرنے سے پیدا ہوتے ہیں اسی بنا پر ارشاد ہے إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ
 بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ وَقَالَ تَعَالَى فَمَنْ كَانَتْ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ
 عَمَلَهُ صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا اور حدیث میں ہے البیور من الوباء شریک
 لہذا عاقل کو چاہیے کہ اپنی انظار کو اغیار سے ہٹا کر واحد قہار پر لگا دے

گرچہ زندہ آنست بر صاحب دلان : ہر کجا بوسے زد وصل یار نیست
 بیچ زنداں عاشق محتاج را : تنگ تراز صحبت اغیار نیست
 (۵۱) اکل حلال یعنی حلال روزی سے بڑھ کر کوئی چیز اللہ کی طاعت پر آمادہ کرنے والی
 نہیں اکل حلال تمام طاعتوں کی جڑ ہے خوب سمجھ لو۔ خوب سمجھ لو۔

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللَّهُ بِهِ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ

اور ہوس مت کرو جس چیز میں بڑائی دی اللہ نے ایک کو ایک سے

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ

مردوں کو حصہ ہے اپنی کمائی سے اور عورتوں کو حصہ ہے

مِّمَّا اكْتَسَبْنَ وَسْئَلُوا اللَّهَ مِنْ فَضْلِهِ إِنَّ اللَّهَ

اپنی کمائی سے اور مانگو اللہ سے اس کا فضل اللہ کو

كَانَ يَكُلُّ شَيْءٍ عَلِيمًا ۝۲۱

ہر چیز معلوم ہے ۔

حکم چہارم ممانعت از رشک تفوق دیگران

وَلَا تَمْتَنُوا مَا فَضَّلَ اللَّهُ بِهِمُ بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ ... اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا (ربط) گزشتہ آیات میں یہ ارشاد فرمایا کہ شہوات کی پیروی نہ کرو اور ناحق طریقہ سے کسی کا مال نہ کھاؤ اب اس آیت میں یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ کسی کے خدا داد مشرف اور فضل و امتیاز کو دیکھ کر اس پر رشک نہ کرو اور اس آرزو میں مت پڑو کہ ہم بھی ایسے ہو جائیں جیسا کہ بعض عورتوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ کاش ہم مرد ہوتے اور مردوں کی طرح جہاد کرتے اور میراث میں مرد کا دوہرا حصہ ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے جس کسی کو کوئی فضیلت اور فوقیت عطا کی ہے اس کی آرزو میں پڑنا یہ بھی ایک قسم کا اتباع شہوات ہے جس طرح ظاہری طور پر دوسرے کے مال و منال اور اس کے فضل و کمال کی طرف نظر اٹھانا ممنوع ہے اسی طرح باطنی طور پر کسی کے خدا داد تفوق اور مشرف اور فضیلت کی تمنا اور آرزو بھی ممنوع ہے ہر شخص کو اپنی قسمت پر راضی رہنا چاہیے کسی کے خدا داد فضل و کمال و جاہ و جلال و مال و منال کی طرف دیکھنا حرص اور حسد کے مادہ کو ابھارتا ہے اس لیے حق تعالیٰ نے اس آیت میں اس کا حکم دے دیا کہ تم کسی کے تفوق کو دیکھ کر رشک نہ کرو اور اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے کسی کو مال و متاع اور جاہ و منصب و غیرہ امور میں جو برتری عطا کی ہے اس کی تمنا اور آرزو میں مت پڑو تاکہ یہ تمنا تم کو حسد میں مبتلا نہ کر دے اور پھر تم کو ناحق قتل کرنے اور ناحق مال کھانے پر آمادہ کرے اور اس طرح تم شہوات کے تیغ اور پیرد بنگر حدود اللہ سے قہری کہ جاؤ اور سُنُّنَ الذِّیْنِ مِنْ قَبْلُکُمْ سے میل اور انحراف کر جاؤ۔

پہنا بچہ فرماتے ہیں اور مت تمنا کرو تم اس چیز کی کہ جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت اور فوقیت دی ہے خواہ وہ تفضیل باعتبار دین کے ہو یا دنیا کے ہو مراد اس سے وہ فضائل و کمالات ہیں جو وہی ہیں یعنی محض اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہیں بندہ کے عمل کو اس میں دخل نہیں جیسے حسن و جمال اور عقل و فہم اور مرد ہونا اس آیت میں اس قسم کے امورِ خَلْقِیَّہ اور وہابیہ کی تمنا اور آرزو کی ممانعت مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ ایسے امور کی تمنا اور آرزو مت کرو جو تمہارے اختیار میں نہیں تم کو چاہیے کہ اپنی نظر اور فکر کو ان فضائل و کمالات کے حاصل کر نیکی طرف متوجہ کرو کہ جس میں تمہارے عمل اور فعل کو دخل ہے ان فضائل اور کمالات کے حاصل کرنے کی کوشش کرو جن کا حصول تمہاری سعی اور جدوجہد اور کسب و اکتساب پر موقوف ہے کیونکہ

مردوں کے لیے حصہ ہے اس چیز سے جو انہوں نے اپنی سعی سے حاصل کیا اور عورتوں کے لیے حصہ ہے اس چیز سے جو انہوں نے اپنی سعی سے حاصل کی پس عمل کے ذریعہ فضل کو طلب کرو محض تمنا اور آرزو اس کے لیے کافی نہیں آخرت کی فضیلت اگر چاہتے ہو تو اپنی استطاعت کے مطابق کسب اور اکتساب میں دریغ نہ کرو آخرت کی فضیلت کا قانوناً دار و مدار یہی اعمال ہیں جن میں کسب اور اختیار کو دخل ہے اس لیے **مِمَّا اكْتَسَبُوا** فرمایا اور **مِمَّا فَضَلُوا** نہ نہیں فرمایا۔

اور اعمال اختیار یہ ہیں کسی کی تخصیص نہیں۔ پس اگر دوسروں پر فضیلت اور فوقیت حاصل کرنے کا شوق ہے تو فضائل کسب (جن کا تعلق کسب و اکتساب سے ہے) میں کوشش کر کے دوسروں سے زیادہ ثواب حاصل کرو اور اعمال صالحہ کی دوڑ میں دوسروں سے سبقت لے جاؤ تاکہ تم کو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو جائے۔ **وَالسَّالِقُونَ السَّالِقُونَ اُولَٰئِكَ الْمُقَرَّبُونَ** مگر باوجود قدرت کے اعمال اختیار یہ کے کسب و اکتساب میں کوتاہی اور سستی کرنا اور فضائل و صبیہ غیر اختیار یہ کی تمنا میں پڑنا محض ہوس اور فضول ہے پھر فضائل و صبیہ کی دو قسمیں ہیں ایک وہ ہیں جن میں عادتاً تفسیر اور تبدل نہیں ہوتا جیسے مرد ہونا یا بشریٰ النسب ہونا یا نبی ہونا ایسے امور کی تو دعا بھی جائز نہیں کہ کوئی عورت مرد ہونے کی دعا کرے یا کوئی بولا ہا سید ہونے کی یا کوئی امتی نبی ہونے کی دعا مانگے لگے تو ایسی دعا بھی ناجائز ہے اور ایک قسم وہ ہے جس میں عادتاً من جانب اللہ تفسیر و تبدل ہوتا رہتا ہے جیسے جاہ و جلال اور امیری و فقری تو ایسے امور و صبیہ کی تمنا اور آرزو تو محض ہوس ہے ہاں اس طرح دعا کرنا جائز ہے کہ اول ان اعمال کو اختیار کرے جن پر حصول و مہب کا ترتیب عادتاً ہو جاتا ہے ایسے امور و صبیہ کے لیے دعا کرنا جائز ہے جیسا کہ ارشاد ہے اور سوال کرو اللہ سے اس کے فضل کا یعنی غیر کے حصہ کی تمنائے امت کرو بلکہ جو کچھ مانگنا ہے خدا کے فضل سے مانگو اس کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں جس طرح اس نے اس کو دیا ہے تم کو دے گا بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے والا ہے اس کو خوب معلوم ہے کہ تمہارے حق میں کیا بہتر ہے تم تو اللہ سے اس کا فضل مانگے جاؤ اگر وہ تمہارے حق میں بہتر جانے گا تو تمہارے سوال کو پورا کر دے گا ورنہ تمہارے اس سوال اور دعا کا تم کو قیامت میں اجر عطا فرمائے گا جو تمہاری تمنا اور آرزو سے کہیں بالا ہوگا اور یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ علیم اور حکیم ہے اس نے جس کو جو فضیلت عطا کی ہے وہ سراسر علم اور حکمت کے مطابق ہے تم اپنی لاعلمی اور نادانی کی وجہ سے ظہان میں مت پڑو اور کسی کی خداداد فضیلت

ملاحظہ دیکھو عظم الصنوف وعظ عظیم از سلسلہ البلاغ ص ۲۷ اور دیکھو اسباب الفضائل وعظ ۲۲ از سلسلہ تبلیغ ۱۳ منہ عفا اللہ عنہ۔

اور فوقیت کو دیکھ کر حرص اور تمنا اور آرزو کی دلدل میں مت پھنسو آخرت کی فضیلت اور فوقیت کا دار و مدار اعمال صالحہ پر ہے اس میں مرد اور عورت دونوں برابر ہیں ہر ایک کو اس کے اعمال کا پورا اجر ملے گا دنیا میں جو ایک دوسرے پر فضیلت اور برتری ہے اس کا دل میں خیال نہ لاؤ آخرت کی برتری جس سے حاصل ہو اس کی فکر اور کوشش کرو رہا یہ امر کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو مرد اور کسی کو عورت اور کسی کو حسین و جمیل اور کسی کو بد شکل اور بد صورت کیوں بنایا سو اس عقدہ کو کوئی حل نہیں کر سکتا۔

کس نکشود و نکشاید بحکمت ایں معمارا
گر غفل و گرتو نگرست گرد اند : او مصلحت تو از توبہ می داند

وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدِينَ وَالْأَقْرَبُونَ

اور ہر کسی کے ہم نے مہترا دیئے وارث اس مال میں جو چھوڑ جاوے ماں باپ

وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ

اور قرابت والے اور جن سے قرار باندھا تم نے ان کو پہنچاؤ ان کا حصہ

إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا نَّصِيحًا ۝۳۳

اللہ کے روبرو ہے ہر چیز

حکم پانزدہم بابت میراث حلیف

قال تعالیٰ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ اے کَانَ عَلٰی شَيْءٍ شَهِيدًا ۱۵
(ربط) گزشتہ آیت میں عورتوں کی اس تمنا کا جواب تھا کہ میراث میں مرد کو بہ نسبت عورت کے دوہرا حصہ دیا جاتا ہے اب آگے ارشاد فرماتے ہیں اور ہر ایک کے لیے خواہ مرد ہو یا عورت ہم نے وارث مقرر کر دیئے ہیں اس مال میں سے جس کو ماں باپ اور قرابت دار چھوڑ جائیں ہم نے اپنی علم و حکمت سے ہر ایک کا حصہ مقرر کر دیا ہے اس میں تغیر و تبدل کرنا حدود اللہ سے تعدی کرنا ہے اور جن لوگوں سے تمہارا عہد اور پیمان ہو چکا ہے یعنی جو لوگ تمہارے حلیف ہیں یا جن سے اسلام میں تمہارا بھائی چارہ ہو چکا ہے تو تم ان کو حصہ دید و بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر حاضر ہے



شروع اسلام میں حلیف کو میت کے مال میں چھٹا حصہ ملتا تھا پھر جب آیت **وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ**
أَوْلَىٰ لِبَعْضٍ میں کتاب اللہ نازل ہوئی تو یہ حکم منسوخ ہو گیا اور اگر نصیبہم سے بطور وصیت
 اور بطور احسان اور اعانت دینا مراد ہے تو یہ حکم اب بھی باقی ہے منسوخ نہیں شروع اسلام میں
 میراث کا یہ دستور تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب میں سے دودو شخصوں کو
 آپس میں بھائی بھائی بنا دیا تھا وہی ایک دوسرے کے وارث ہوتے بعد میں یہ آیت اتری کہ میراث
 تو اقارب اور رشتہ داروں ہی کا حق ہے رہے منہ بولے بھائی تو ان کے لیے میراث نہیں ہاں
 زندگی میں ان کے ساتھ سلوک کرو اور مرتے وقت ان کے لیے کچھ وصیت کر دو تو یہ مناسب ہے
 مگر میراث میں ان کا کوئی حصہ نہیں۔

الرِّجَالُ قَوِّمُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ

مرد حاکم ہیں عورتوں پر اس واسطے کہ بڑائی دی اللہ نے

بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَبِمَا أَنْفَقُوا مِنْ

ایک کو ایک پر اور اس واسطے کہ خرچ کیے انہوں

أَمْوَالِهِمْ ط فَالْصَّالِحَاتُ قَنِيذٌ حِفْظٌ لِلْغَيْبِ بِمَا

نے اپنے مال پھر جو نیک بختیں ہیں سو حکم بردار ہیں خبرداری کرتیاں ہیں بیٹھ بیٹھے

حَفِظَ اللَّهُ وَالَّتِي تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ

اللہ کی خبرداری سے اور جن کی بدخوئی کا ڈر ہو تم کو تو ان کو سمجھاؤ

وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوهُنَّ فَإِنْ

اور جدا کرو سونے میں اور مارو ان کو پھر اگر

أَطَعَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا ط إِنَّ اللَّهَ كَانَ

تمہارے حکم میں آدیں تو مت تلاش کرو ان پر راہ الزام کی بے شک اللہ ہے

عَلِيًّا كَبِيرًا ۝۳۲ وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا

سب سے اوپر بڑا اور اگر تم لوگ ڈر کرو وہ دونوں آپس میں ضد رکھتے ہیں تو کھڑا کرو

حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَا ۚ إِنَّ يُرِيدَ آ

ایک منصف مرد والوں میں سے اور ایک منصف عورت والوں میں سے اگر یہ دونوں

إِصْلَاحًا يُّوفِّقُ اللَّهُ بَيْنَهُمَا ط إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا

بماہیں گے صلح تو اللہ ملاپ دے گا ان میں اللہ سب جانتا ہے

خَبِيرًا ۝۳۵

خبر رکھنا

حکم شانزدہم بابت معاشرۂ زوجین

قال تعالى اَرْجُلُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ اے إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا خَبِيرًا ۝۳۵ (ربط) گزشتہ آیات میں میراث کے باب میں عورتوں پر مردوں کی فضیلت بیان کی اب ان آیات میں مطلقاً مردوں کی فضیلت بیان فرماتے ہیں کہ مردوں کو عورتوں پر ہر طرح کی فضیلت حاصل ہے ذاتی اور عرضی دونوں قسم کی فضیلتیں مردوں کو خدا تعالیٰ نے عطا کی ہیں اور مردوں کو عورتوں پر حاکم بنایا ہے اور ان کو اجازت دی ہے کہ بغرض تادیب و اصلاح عورتوں کو تنبیہ کریں اور اگر ضرورت پیش آئے تو مارنے کی بھی اجازت ہے تاکہ عورتوں کا شبہ بھی دور ہو جائے کہ مردوں کو دوہری میراث کیوں ملتی ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ مرد عورتوں پر دو وجہ سے حاکم اور قائم ہیں مردوں کی وجہ سے عورتوں کا وجود قائم ہے ایک وجہ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر بزرگی اور بڑائی دی ہے یعنی ذاتی طور پر اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر بہت سی باتوں میں فضیلت دی ہے اور اس فضیلت کا اقتضاء یہی ہے کہ مرد عورتوں پر حاکم ہوں اور عورتیں انکی محکوم ہوں حق تعالیٰ نے بہ نسبت عورتوں کے مردوں کو عقل اور علم اور حلم اور فہم اور حسن تدبیر اور قوت نظریہ اور قوت عملیہ اور قوت جسمانیہ وغیرہ وغیرہ کہیں زائد عطا کی اور نبوت اور امامت اور خلافت اور بادشاہت اور قضا و شہادت اور وجہ جہاد اور جمعہ اور عیدین اور اذان اور خطبہ

اور جماعت اور میراث میں حصہ کی زیادتی اور نکاح کی مالکیت اور تعدد ازدواج اور طلاق کا اختیار اور بلا نقصان کے نماز اور روزہ کا پورا کرنا اور حیض اور نفاس اور ولادت سے محفوظ رہنا یہ فضائل حق تعالیٰ نے مردوں ہی کو عطا کیے ہیں انہی فضائل اور خصوصیات کی بناء پر حدیث میں آیا ہے کہ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں کسی کے لیے حکم دیتا کہ وہ کسی کو سجدہ کرے تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔

جسمانی قوت میں عورتیں مردوں کا مقابلہ نہیں کر سکتیں اور ظاہر ہے کہ کمزور اور ناتواں کو قوی اور توانا پر نہ حکومت کا حق ہے اور نہ وہ کر سکتا ہے قضا و قدر نے عورتوں کی سرشت میں بروہت اور نراکت رکھی ہے اور مردوں میں حرارت اور قوت رکھی ہے اسی وجہ سے فوجی بھرتی اور جنگ و جدال اور قتال اور شجاعت اور بہادری اور میدان جنگ میں حکومت و سلطنت کے لیے جابجائی اور سرحدوں کی حفاظت اور نگرانی اور حکومت کی بقا کے لیے جس قدر اعمال شاقہ کی ضرورت پڑتی ہے وہ سب مردوں ہی سے سرانجام پاتے ہیں مرد کی ساخت اور بناوٹ ہی اسکی فضیلت اور فوقیت کا ثبوت دے رہی ہے اور عورت کی فطری نراکت اور اس کا حمل اور ولادت اس کی کمزوری اور لاچارگی کی کھلی دلیل ہے الغرض حق تعالیٰ نے مرد کو عورت پر دو قسم کی فضیلتیں عطا کی ہیں ایک ذاتی جس کا بیان گزر گیا اور دوسری فوقیت اور فضیلت عرضی اور کسی ہے وہ وجہ یہ ہے کہ مردوں نے عورتوں پر اپنے مالوں میں سے بہت کچھ خرچ کیا ہے بہ مردوں کے عورتوں پر حاکم ہونے کی دوسری وجہ ہے اور یہ امر کسی اور عرضی ہے یعنی مرد عورتوں پر ایسے حاکم ہیں کہ انہوں نے عورتوں پر اپنے مال خرچ کر کے کہ ان کو ہر دیا اور ان کا نفقہ اور خرچ اپنے ذمہ لیا تو مرد عورتوں کے محسن ہوئے اور محسن کو حکومت کا حق ہے کیونکہ وہ عورتوں کا آقا اور ولی نعمت ہے اپنے سے زیادہ ان کی راحت رسانی کا خیال رکھتا ہے ان ذاتی اور عرضی فضائل اور وہی اور کسی کمالات کی بناء پر حکمہ قضا و قدر نے مرد کو عورت پر حاکم مقرر کیا اور مرد کو سرداری کی سند عطا کی اور ظاہر ہے کہ دینے والا ہاتھ اوپر ہوتا ہے اور لینے والا ہاتھ نیچے عرض کہ ان وجوہ کی بناء پر عورتوں کو مردوں کا تابع اور محکوم بنایا۔

عقلی احتمالات

اس مقام پر عقلی احتمالات صرف تین ہیں ۱۱، مرد حاکم ہو اور عورت محکوم ۱۲، عورت حاکم ہو مرد محکوم ۱۳، مرد اور عورت دونوں برابر ہوں نہ کوئی کسی کا حاکم ہو اور نہ کوئی کسی کا محکوم اس کے علاوہ اور کوئی احتمال عقلی ذہن میں نہیں آتا۔

شریعت نے پہلے احتمال کو اختیار کیا یعنی مرد کو حاکم اور عورت کو اس کا محکوم قرار دیا اور اس پر یہ حکم دیا کہ مرد چونکہ حاکم اور بالادست ہے اس لیے عورت کے تمام مصارف کی ذمہ داری مرد پر ہے اور مرد ہی پر ہر واجب ہے پس اگر عورتیں یہ چاہیں کہ ہم حاکم بنیں اور مرد ہمارے محکوم بنیں (جیسا کہ دوسرا احتمال ہے) تو پھر عورتوں کو چاہیے کہ مرد کے تمام مصارف کی کفیل اور ذمہ دار عورتیں بنیں اور عورتوں ہی پر مردوں کا ہر واجب ہو اور نکاح کے بعد جو اولاد ہو اس کی خورد و نوش اور ان کی تعلیم و تربیت کے کل مصارف کی ذمہ دار عورتیں ہی ہوں حتیٰ کہ مکان کا کرایہ بھی عورتوں کے ذمہ ہو جس طرح مرد حاکم ہونے کی صورت میں ان تمام مصارف کا کفیل اور ذمہ دار تھا اسی طرح جب عورتیں مردوں کی حاکم بنیں تو بجائے مرد کے عورتیں ان تمام مصارف اور اخراجات کی کفیل اور ذمہ دار بنیں اور اگر عورتیں تیسرا احتمال اختیار کرتی ہیں کہ مرد اور عورت دونوں برابر ہیں نہ کوئی حاکم ہو اور نہ کوئی محکوم تو پھر اس کا تقاضا یہ ہے کہ ہر تو پہلے ہی مرحلہ میں ختم ہو جائے گا اور پھر نان نفقہ کا مسئلہ بھی ختم ہو جائے گا اس لیے مساوات یعنی برابری کا تقاضا یہ ہے کہ ہر ایک اپنا اپنا ذمہ دار رہے اور خانگی مصارف خورد و نوش و بنگلہ کا کرایہ آدھا مرد پر اور آدھا عورت پر واجب ہو اور بچوں کے خورد و نوش اور ان کی تعلیمی مصارف آدھے باپ کے ذمہ اور آدھے ماں کے ذمہ رہیں اور مرد اور عورت اپنے اپنے ذاتی مصارف مثلاً لباس وغیرہ کے بطور خود الگ الگ ذمہ دار رہیں عورتیں اگر حقوق میں مرد کی مساوات چاہتی ہیں تو مصارف اور ذمہ داریوں میں بھی تو مساوات کو قبول کریں ہر ساوی اپنا اپنا کفیل اور ذمہ دار ہوتا ہے دوسرے مساوی کا کفیل اور ذمہ دار نہیں ہوتا عرض یہ کہ شریعت نے جو مرد کے حاکم ہو نیک فیصلہ کیا ہے وہ نہایت عادلانہ اور حکیمانہ فیصلہ ہے اور عورتوں کے حق میں اس سے زیادہ نافع اور مفید کوئی فیصلہ نہیں ہو سکتا عورتوں پر اس فیصلہ کا شکر واجب ہے کہ حق تعالیٰ نے ان کے ضعف اور کمزوری اور مسائل معاش سے لا چاری اور مجبوری کی بناء پر اس کو شوہر کا محکوم بنا کر پیکر جمہوریت و نزاکت بنایا کہ مرد پر ناز کرے اور تمام مصارف اور ذمہ داریوں سے اس کو سبکدوش کر دیا پس نیک بخت ہیں وہ عورتیں جو اپنے مردوں کی فرمانبردار ہیں اور ان کی فضیلت اور برتری کو ملحوظ رکھ کر اطاعت گزار ہیں اور غائبانہ اپنے شوہروں کے مال اور ناموس کی حفاظت اور نگہبانی کرتی ہیں اللہ کی حفاظت سے یعنی اللہ کے حکم کے مطابق کہ اس نے حکم دیا ہے کہ شوہروں کی عدم موجودگی میں ان کے مال اور ناموس کی حفاظت کرنا یا معنی یہ کہ اللہ کی نیک توفیق سے یہ کام کرتی ہیں اور اپنے نفس و ناموس میں اور شوہر کے مال و متاع میں کسی قسم کی خیانت نہیں کرتیں۔

خلاصہ کلام | جب مردوں کو ذاتی فضائل اور کمالات کے علاوہ یہ فضیلت اور فاقیت بھی حاصل ہے کہ مرد عورتوں پر اپنا مال خرچ کرتے ہیں اور ان کی خوراک اور پوشاک اور جملہ ضروریات کا تکفل کرتے ہیں تو عورتوں کو چاہیے

کہ مردوں کی حکم برداری کریں کیونکہ مردان کے آقا اور ولی نعمت اور محسن ہیں یہ تو نیک بہمت عورتوں کا حال بیان ہوا۔

اب آئندہ آیت ہیں ان عورتوں کا حال بیان کرتے ہیں جو نیک بہمت نہیں چنانچہ فرماتے ہیں اور جن عورتوں کی سرکشی اور بد خوئی کا تم کو ڈر ہو جس کی علامت یہ ہے کہ عورت شوہر کی بات کا سختی سے جواب دے اور جب وہ اس کو اپنے پاس بلائے تو اس کے بلائے کی کچھ پروا نہ کرے یہ علامت ہے اس بات کی کہ وہ عورت شوہر کے سر چڑھنے لگی اور نشوز کے اصلی معنی اپنے ہونے کے ہیں پس جن عورتوں کے متعلق یہ محسوس ہو کہ وہ سر چڑھنے لگی ہیں تو ان کی تادیب اور تنبیہ کا پہلا درجہ یہ ہے کہ ان کو نصیحت اور فہمائش کرو اور نشوز کی برائی ان پر ظاہر کرو اور یہ بتلاؤ کہ تم پر میرا حق ہے اور میری اطاعت تم پر فرض ہے لہذا اپنے نشوز سے باز آجاؤ اور اگر تمہارے سبھانے اور نصیحت کرنے سے بھی باز نہ آئیں تو پھر تادیب و تنبیہ کا دوسرا درجہ یہ ہے کہ ان کو بستروں اور خواب گاہوں میں تنہا چھوڑ دو یعنی ان کے پاس سونا چھوڑ دو شاید وہ تمہاری اس بے التفاتی سے متاثر ہو کر اپنے نشوز سے باز آجائیں اور اگر وہ تمہارے بستروں سے الگ ہونے بھی متاثر نہ ہوں تو اخیر علاج یہ ہے کہ تم ان کو مارو اور مار کر درست کرو۔

حدیث میں ہے کہ عورت کے منہ پر نہ مارنا ایسا مارے کہ چوٹ زیادہ لگ جائے اور ہڈی ٹوٹ جائے بعض تفسیریں ہیں کہ مسواک وغیرہ سے مارے مگر چہرہ پر نہ مارے اور ایسا بھی نہ مارے کہ بدن پر نشان پڑ جائے امام شافعی فرماتے ہیں کہ مارنا مباح اور جائز ہے مگر نہ مارنا افضل ہے پس اگر عورتیں تمہاری نصیحت یا علیحدگی یا ضرب و تادیب کے بعد تمہاری مطیع اور فرمانبردار ہو جائیں اور اپنی بد خوئی اور سرکشی سے باز آجائیں تو پھر تم ان کے سستانے کیلئے الزام کی راہ مست تلاش کرنا کہ ان پر ناحق الزام رکھ کر درپٹے آزار ہو اور عورتوں کو عاجز سمجھ کر کس قسم کی زیادتی ان پر نہ کرو بے شک اللہ تعالیٰ نے بہت بلند مرتبہ اور سب سے بڑا ہے کہ وہ اس بات پر قادر ہے کہ ظالم مردوں سے مظلوم عورتوں کا بدلہ لے اور تمہیں اپنی عورتوں پر وہ قدرت نہیں کہ جو اس علی کبیر کو تمام عالم پر حاصل ہے پس حیب وہ علی کبیر باوجود اپنے رفعت اور کبریائی اور علو شان کے تم سے نرمی کا معاملہ کرتا ہے تو تم بھی اپنی عورتوں سے نرمی کا معاملہ کرو اور خوب جان لو کہ جس قدر تم اپنے ماتحتوں پر قدرت رکھتے ہو اس سے کہیں زیادہ اللہ تعالیٰ تم پر قدرت رکھتا ہے اور اسے مسلمانوں اگر تم کو یہ معلوم ہو جائے کہ میاں اور بیوی کے درمیان مخالفت ہے اور ایسی سخت کش مکش ہے کہ جس کو وہ باہم نہیں سلجھا سکے اور نہ یہ معلوم ہو سکا کہ قصور کس کا ہے اور دن بدن بد مزگی بڑھ رہی ہے تو اس مخالفت کے تصفیہ کا طریقہ یہ ہے کہ ایک پنج یعنی ایک منصف جس میں تصفیہ کی صلاحیت ہو اور نیک ہو مرد کے

خاندان سے مقرر کرو اور ایک بیٹھ اور منصف عورت کے کنبہ اور خاندان سے بیٹھ کے مرد اور عورت کے اقارب میں سے ہونے کی قید اس لیے لگائی کہ اقارب کو بہ نسبت اجانب کے خانگی امور کا علم زیادہ ہوتا ہے نیز اقارب بہ نسبت اجانب کے صلح کرنے میں زیادہ کوشش کریں گے اور یہ شرط بطور استعجاب کے ہے اگر دونوں بیٹھ مرد اور عورت کے کنبہ سے نہ ہوں اور اجنبی ہوں تو تب بھی جائز ہے اور دو بیٹھ مقرر کرنے میں مصلحت یہ ہے کہ مرد کا بیٹھ مرد سے اور عورت کا بیٹھ عورت سے تخلیہ میں ان کی دلی مرضی کو معلوم کر لے گا کہ نکاح پر قائم رہنا چاہتے ہیں یا نکاح سے عیلمدہ ہونا چاہتے ہیں اگر یہ دونوں بیٹھ حقیقتہً اصلاح کا ارادہ کریں گے اور اپنے اپنے کنبہ کی پاسداری اور طرف داری نہ کریں گے تحقیق حال کے بعد جس کا جتنا فقور دیکھیں گے اس کو سمجھا کر راہ راست پر لانے کی کوشش کریں گے تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں یعنی میاں بیوی کے درمیان موافقت کر دیگا بے شک اللہ تعالیٰ بڑا جانتے والا اور خبردار ہے اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم ہے کہ میاں بیوی کے بیٹھ کس راہ پر جا رہے ہیں اور ان کی کیا نیت ہے ۔

وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تَشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا

اور بندگی کرو اللہ کی اور ملاؤ مت اس کے ساتھ کسی کو اور

وَيَالِ الْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ

ماں باپ سے نیکی اور قرابت والے سے اور یتیموں سے

وَالْمَسْكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَ

اور فقروں سے اور ہمسایہ قریب سے اور ہمسایہ اجنبی سے اور برابر کے

الصَّاحِبِ بِالْجَنُبِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ

رہیق سے اور راہ کے مسافر سے اور ایسے ہاتھ کے

أَيْمَانُكُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا ۝

مال سے اللہ کو خوش نہیں آتا جو کوئی ہو رازناٹا بڑائی کرتا

الَّذِينَ يَبْنُونَ وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبَنِي وَ

وہ جو بنل کرتے ہیں اور سکھاتے ہیں لوگوں کو بنل اور

يَكْتُمُونَ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ ۖ وَاعْتَدْنَا

بہچھلتے ہیں جو ان کو دیا اللہ نے اپنے فضل سے اور رکھی ہے

لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُهِينًا ۚ وَالَّذِينَ يُنْفِقُونَ

ہم نے منکروں کو ذلت کی مار اور وہ جو خرچ کرتے ہیں

أَمْوَالَهُمْ رِعَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا

اپنے مال لوگوں کو دکھانے کو اور یقین نہیں رکھتے اللہ پر اور نہ

بِالْيَوْمِ الْآخِرِ ۖ وَمَنْ يَكُنِ الشَّيْطَانُ لَهُ قَرِينًا فَسَاءَ

بہچلے دن پر اور جس کا ساتھی ہوا شیطان تو بہت برا ساتھی ہے

قَرِينًا ۚ وَمَا ذَا عَلَيْهِمْ لَوْ آمَنُوا بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ

اور کیا نقصان تھا ان کا اگر یقین لائے اللہ پر اور بہچے

الْآخِرِ وَأَنْفَقُوا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللَّهُ ۖ وَكَانَ اللَّهُ بِهِمْ

دن پر اور خرچ کرتے اللہ کے دیئے میں سے اور اللہ کو ان کی

عَلِيمًا ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَإِنْ تَكُ

خوب خبر ہے اللہ حق نہیں رکھتا کسی ایک کا ذرہ برابر اور اگر نیکی

حَسَنَةً يُضْعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَدُنْهِ أَجْرًا عَظِيمًا ۚ

ہو تو اس کو دونا کرے اور دیوے اپنے پاس سے بڑا ثواب

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا

بہر کیا حال ہوگا جب ہر امت میں سے احوال کہنے والا

بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا ۝ يَوْمَ يَذَّوْنُ الَّذِينَ

اور بلا دیں گے تجھ کو ان لوگوں پر احوال بتانے والا اس دن آرزو کریں گے جو لوگ

كَفَرُوا وَعَصَوُا الرَّسُولَ نَوْسُوا بِهَمِ الْأَرْضِ ط

منکر ہوئے تھے اور رسول کی بے طاعتی کی حق کسی طرح ملا دیجیے ان کو زمین میں

وَلَا يَكْتُمُونَ اللَّهَ حَدِيثًا ۝

اور نہ چھپا سکیں گے اللہ سے ایک بات

حکم ہدہم حسن معاملہ باخالق وخلق

قال تعالى وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تَشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا... لے... وَلَا يَكْتُمُونَ اللَّهَ حَدِيثًا
(رابط) یہاں تک بتائی اور ورثہ اور زوجین کے حقوق کو بیان فرمایا اب یہاں سے عام لوگوں کے
حقوق کو بیان فرماتے ہیں کہ والدین اور اقارب اور احباب کے ساتھ کیا معاملہ رکھنا چاہیے اور
سب سے پہلے حق تعالیٰ نے اپنے حق کو یعنی ایمان اور عبادت کو بیان فرمایا کہ خالق کا حق مخلوق
کے حق سے مقدم ہے اور حقوق العباد بھی صحیح طور پر دہی شخص ادا کر سکتا ہے جو شخص اللہ اور اس
کے رسول اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو اس لیے سب سے مقدم ایمان کو بیان فرمایا پھر اعمال
صالحہ اور مکارم اخلاق کی تعلیم دی پھر بخل اور تکبر اور ریا کی مذمت بیان فرمائی اس لیے کہ تکبر
اور بخل حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی میں حارج اور مزاحم ہوتے ہیں اور حدود اللہ سے
تعدی کا سبب بنتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں اور عبادت کر دہم خدا تعالیٰ کی اور اس کے ساتھ کسی
چیز کو شریک نہ کرو یعنی عبادت خالص اسی کی کرو اور عبادت اور روبریت میں کسی کو اس کا
شریک نہ بناؤ یہ تو اللہ تعالیٰ کا حق ہوا اور مخلوق کا حق یہ ہے کہ ماں باپ کے ساتھ سلوک اور احسان

کرد اگرچہ وہ کافر ہوں والدین کی حق تربیت کا شکر بجا لانا فرض اور واجب ہے اور قربت داروں کے ساتھ سلوک اور احسان کرو صلہ رحمی مکارم اخلاق کی جڑ ہے اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ بھی احسان کرو جو یتیموں اور مسکینوں پر رحم کرنا ہے اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرنا ہے اور یتیم کو مسکین پر اس لیے مقدم کیا کہ یتیم دو طرح سے عاجز ہے ایک تو صغیر اور کم سن ہونے کی وجہ سے کسی پر اپنی حاجت کا اظہار نہیں کر سکتا دوسرے یہ کہ اس کا کوئی ولی اور سرپرست نہیں اور مسکین صرف ایک وجہ سے عاجز ہوتا ہے یعنی صرف اپنے فقر و فاقہ کی وجہ سے اور قریب کے پڑوسی اور دور کے پڑوسی کے ساتھ بھی سلوک اور احسان کرو جو ہمسایہ تمہارے قریب رہتا ہے وہ قریبی ہمسایہ ہے اور جو تم سے کچھ فاصلہ پر رہتا ہے وہ دور کا ہمسایہ ہے امام زہری سے منقول ہے کہ پڑوسی کی حد چالیس گھر ہے یعنی ہر شخص کے گھر سے چاروں طرف چالیس چالیس گھر تک اس کا پڑوسی ہے اور رفیق مجلس کے ساتھ بھی سلوک اور احسان کرو یعنی اپنے پاس بیٹھنے والے دوستوں اور اپنے ہم سبقوں اور ہم جماعتوں کے ساتھ احسان کرو ان حق صحبت کو ملحوظ رکھو اور مسافر یعنی راستہ کے ساتھی کے ساتھ بھی سلوک اور احسان کرو اور بنی باندی اور غلاموں اور نوٹیشوں کے تمہارے ہاتھ مالک ہیں اور تہلوئے قبضہ میں ہیں ان کے ساتھ بھی سلوک اور احسان کرو اور غلام کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرو اور جانوروں پر اتنا بوجھ نہ لاؤ جو اس کا وہ تحمل نہ کر سکے غرض یہ کہ ان سب کے حقوق کو ادا کرو تحقیق اللہ تعالیٰ اس شخص کو دوست نہیں رکھتا جو متکبر ہو یعنی جو دل سے اپنے کو بڑا خیال کرے اور دوسرے کو حقیر سمجھے اور زبان سے اپنی بڑائی کرتا ہو یعنی خدا تعالیٰ نے جو اس کو دوسروں سے زائد نعمت دی ہے اس پر فخر کرتا ہو اور کمتر کو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہو خدا تعالیٰ نے جس کسی کو کچھ دیا وہ بلا استحقاق محض اپنے فضل سے دیا پھر فخر کس بات پر کرتا ہے نیز جو خود بخجل کرتے ہیں اور دوسروں کو بخجل کی ترغیب دیتے ہیں جیسے اس زمانہ میں ماہرین علم اقتضاد اور خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے جو ان کو مال و دولت دی ہے اس کو چھپاتے ہیں کہ کوئی حاجت مند ہمارا مال دیکھ کر ہم سے سوال نہ کر بیٹھے اس ڈر کے مارے اپنے کو مخفی ظاہر کرتے ہیں اس میں مال اور علم دونوں داخل ہیں مستحق سے مال کا اور علم کا چھپانا ناجائز ہے اور ہم نے ایسے ناشکروں کے لیے ذلت آمیز عذاب تیار کر رکھا ہے متکبر اور خلیل دنیا میں بھی ذلیل ہے اور آخرت میں بھی۔

بہشتی بنا شد بحکم خبر

بنجیل از بود ز احد بکھر و بر

اور وہ لوگ جو ظاہر میں بنجیل نہیں معلوم ہوتے اپنے مالوں کو لوگوں کو دکھانے کے لیے خرچ کرتے ہیں یعنی محض اپنی نمودار شہرت کے لیے خرچ کرتے ہیں اور اللہ اور روز آخرت پر ایمان نہیں رکھتے خرچ کرنے سے ثواب آخرت انہیں مقصود نہیں ہوتا تو ایسے لوگوں کو بھی اللہ تعالیٰ دوست نہیں رکھتا ان کا دوست تو شیطان ہے اور شیطان جس کا ساتھی اور دوست ہو تو وہ بہت ہی برا ساتھی اور بہت ہی برا دوست ہے یہ یاد تو مار (سانپ) سے بھی برا ہے اور ان پر کیا مصیبت

آجاتی اور ان کا کیا بکڑ جاتا اگر یہ لوگ اللہ اور روز آخر پر ایمان لے آتے اور اس کثیر مال میں سے جو اللہ تعالیٰ نے ہی ان کو دیا ہے کچھ اس کی راہ میں خرچ کر ڈالتے یعنی یہ لوگ اگر یہ کام کرتے تو ان کا کیا خرچ ہو جاتا ان کاموں میں تو ان کا نفع ہی تھا مآذا علیہم سے ان کی جہالت اور حماقت پر تو بیخ مفقود ہے کہ ان نادانوں نے اس شئی کو جس میں اعلیٰ درجہ کا نفع تھا اس کو ضرر اور نقصان کی شئی سمجھا اور اللہ تعالیٰ ان کو خوب جانتا ہے یعنی جو لوگ اپنی نمود اور شہرت کے لیے اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کو ان کی نیتوں کا حال خوب معلوم ہے تحقیق اللہ تعالیٰ ذرہ برابر بھی کسی پر ظلم نہیں کرتا ہر ایک کو اس کے نیک عمل کا پورا ثواب دیتا ہے ایمان لاسنے والوں اور راہ خدا میں خرچ کرنے والوں کو آخرت کے دن ضرور ثواب دے گا اور اگر وہ عمل ذرہ برابر نیک ہوگی تو جہاں تک چاہے گا تو اس کے ثواب اور اجر کو بڑھائے گا یعنی اس کے ثواب کی کوئی حد مقرر نہیں جس قدر چاہتا ہے بڑھاتا چلا جاتا ہے کسی کو دس گونہ اور کسی کو دس لاکھ الی غیر النہایت زیادتی کا مدار نیت اور اخلاص پر ہے جتنا جس کا اخلاص ہوگا اتنا ہی خدا اس کی نیکی کو بڑھائے گا اور اس کے علاوہ اپنے پاس سے اجر عظیم دے گا یعنی عمل کے مقابلہ میں جو وعدہ کیا ہے اس کے علاوہ اپنے فضل و کرم سے اور زیادہ دے گا پس کیا حال ہوگا ان لوگوں کا جو نہ اللہ کے حقوق ادا کرتے ہیں اور نہ بندوں کے جس وقت کہ ہم حاضر کریں گے ہر امت میں سے ایک گواہی دینے والا یعنی اس امت کا نبی جو ان پر ان کے بھلے اور برے کی گواہی دے اور اسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ کو ان لوگوں پر گواہی دینے کے لیے حاضر کریں گے یعنی قیامت کے دن ہر نبی اپنی امت کی نافرمانی اور فرمانبرداری کو بیان کرے گا اور اس بات کی گواہی دے گا کہ میں نے اللہ کے احکام امت تک پہنچا دیئے تھے امتیں ان کی تکذیب کریں گی اس وقت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء سابقین کی صداقت پر گواہی دیں گے آپ کی گواہی کے بعد مجرمین پر جرم ثابت ہو جائے گا اور کافروں کے لیے عجب پریشانی اور اضطراب کا وقت ہوگا اس وقت وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور پیغمبر کی نافرمانی اور عدول حکمی کی یہ تمنا کریں گے کہ کاش ہم زمین کے پیوند ہو جائیں مطلب یہ کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بہائم اور وحوش اور طیور اور درندوں سے کہے گا کہ تم سب مٹی ہو جاؤ وہ سب مٹی ہو جائیں گے اور زمین ان سے ہموار کر دی جائے گی اس حال کو دیکھ کر کافر یہ آرزو اور تمنا کریں گے کہ کاش وہ بھی جانوروں کی طرح زمین کے ساتھ ہموار کر دیئے جاتے اور ان کی طرح مٹی ہو جاتے تاکہ عذاب سے رہائی پاتے جیسا کہ سورۃ نبأ میں ہے وَيَقُولُ الْكَافِرُ يَلْبِثُنِي كُنْتُ شَرًّا بِلَعْنَةِ قِيَامَتِ میں کافر یہ کہے گا کہ کاش میں مٹی ہوتا اور یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے کوئی بات چھا نہیں سکیں گے شروع میں اگر چہ اپنے کفر و شرک کا انکار کریں گے اور یہ کہیں گے وَاللّٰهُ رَبَّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ خدا

کی قسم ہم مشرک نہ تھے مگر اس کے بعد ان کے منہ پر ہر لگادی جائے گی اور ان کے اعضاء اور جوارح کو حکم ہوگا کہ وہ شہادت دیں چنانچہ اعضاء و جوارح ان تمام اعمال کی شہادت دیں گے جو انہوں نے کیے ہوں گے اور پھر ذرہ ذرہ کا حساب ہوگا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ

اے ایمان والو! نزدیک نہ ہو نماز کے

وَأَنْتُمْ سُكَرَىٰ حَتَّىٰ تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ

جب تم کو نشہ ہو جب تک کہ سمجھنے لگو جو کہتے ہو

وَلَا جُنُبًا إِلَّا عَابِرِي سَبِيلٍ حَتَّىٰ تَغْتَسِلُوا

اور نہ جب جنابت میں ہو مگر راہ چلتے ہوئے جب تک کہ غسل کرو

وَإِنْ كُنْتُمْ مَّرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ

بہ اور اگر تم مریض ہو یا سفر میں یا آیا ہے کوئی شخص

مِّنْكُمْ مِنَ الْغَايَةِ أَوْ لَسْتُمْ بِالنِّسَاءِ فَلَمْ تَجِدُوا

تم میں سے جو غائے ضرورت سے یا لگے ہو عورتوں سے پھر نہ پایا

مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوْهِكُمْ وَ

پانی تو ارادہ کرو زمین پاک کا پھر لو اپنے منہ کو اور

أَيْدِيكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا ۝۲۳

ہاتھوں کو اللہ ہے معاف کرنے والا بخشتا

حکمِ شہد ہم متعلق بہ صلوٰۃ و طہارت

قال تعالى يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ... إلخ... إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا

(ربط) گزشتہ آیت میں عبادت کا ذکر تھا اور ایمان کے بعد تمام عبادتوں میں سب سے بڑی عبادت نماز ہے اس لیے اس آیت میں نماز کے آداب کو بیان فرماتے ہیں کہ نشہ کی حالت میں نماز نہ پڑھو کیونکہ نشہ کی حالت میں آدمی کو یہ علم نہیں رہتا کہ میں نماز میں کیا پڑھ رہا ہوں اور کس ذات بابرکات کے سامنے کھڑا ہوں اور اس سے کیا عرض و معروض کر رہا ہوں یہ حکم اس وقت تھا کہ جب تک شراب کی حرمت نازل نہیں ہوئی تھی چند صحابہ ایک دعوت میں جمع تھے چونکہ ابھی تک شراب حرام نہیں ہوئی تھی اس لیے ان لوگوں نے شراب پی مغرب کا وقت آگیا تو اسی حالت میں نماز کے لیے کھڑے ہو گئے اور عبدالرحمن بن عوف نے نماز پڑھائی اور قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ لَاۤ اَعْبُدُ مَاۤ اَعْبُدُوْنَ کی جگہ اَعْبُدْ مَاۤ اَعْبُدُوْنَ نشہ کی حالت میں پڑھ دیا جس سے معنی بالکل غلط ہو گئے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور قطعاً اس کی ممانعت کر دی گئی کہ نشہ کی حالت میں نماز کے قریب بھی نہ آئیں اس آیت کے نازل ہونے کے بعد صحابہؓ نے اوقات نماز میں شراب پینا چھوڑ دی دوسرا ادب نماز کا اس آیت میں یہ بتلایا کہ حالت جنابت میں نماز نہ پڑھنا حالت جنابت میں انسان شیطاں کے مشابہ ہو جاتا ہے۔

چنانچہ فرماتے ہیں اے ایمان والو ایمان کا مقتضی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے جیا کر دو اور اس سے شرمناؤ اور من جملہ حیار کے یہ ہے کہ تم نشہ کی حالت میں نماز کے نزدیک نہ جاؤ یہاں تک کہ تم سمجھو اور جانو کہ تم اپنی زبان سے کیا کہہ رہے ہو اور کس ذات پاک سے مناجاہ اور خطاب کر رہے ہو اور کیا خطاب کر رہے ہو نہ معلوم اس حالت میں تمہارے منہ سے کیا کلمہ نکل جائے اور سکران یعنی مست وہ ہے کہ جو اپنے کہے ہوئے کو نہ سمجھتا ہو اور بعض کہتے ہیں کہ سکران وہ ہے جو مرد اور عورت میں فرق نہ کرے یا زمین اور آسمان میں تمیز نہ کرے یا چلنے میں لٹکھڑاتا ہو۔

اور نہ حالت جنابت میں (جب کہ تم ناپاک ہو اور غسل تم پر فرض ہو) نماز کے قریب جاؤ جب تک غسل نہ کر لو مگر ہاں بحالت سفر جب کہ پانی نہ ملے تو پھر تیمم کر کے نماز پڑھ سکتے ہو یعنی حالت جنابت میں بغیر غسل کے نماز پڑھنے کی اجازت نہیں مگر سفر میں تیمم کر کے نماز پڑھنا جائز ہے جس کا حکم آئندہ آیت میں آتا ہے اور سفر سے عذر کی حالت مراد ہے یعنی عذر کی حالت میں تیمم جائز ہے چونکہ اس آیت میں اجمالی طور پر تیمم کی طرف اشارہ فرمایا اس لیے آئندہ آیت میں اسباب عذر اور مواقع تیمم کو بیان فرماتے ہیں کہ چاروں حالتوں میں تیمم جائز ہے۔ ۱۔ بیماری۔ اور مسافری۔ اور حدیث اصغر یعنی پیشاب اور بیخا نہ کرنے کے بعد اور حدیث اکبر یعنی اپنی عورتوں سے صحبت کے بعد مگر ان چاروں صورتوں میں بشرط یہ ہے کہ فَلََمْ يَشْجُدْ وَاَمَّا رِیْضَیْ پانی نہ ملے ان چار حالتوں میں پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمم جائز ہے پس فَلََمْ يَشْجُدْ وَاَمَّا رِیْضَیْ کی

قید ان چاروں قسموں سے متعلق ہے چنانچہ فرماتے ہیں اور اگر تم مریض ہو یا مسافر ہو یا تم میں سے کوئی شخص پیشاب یا پاخانہ سے فارغ ہو کر جار ضرور سے آیا ہے یعنی قضاہ حاجت کر کے آیا ہے یا تم نے عورتوں سے مباشرت اور اختلاط کیا ہے پھر ان تمام صورتوں میں تم طہارت مضرئی اور طہارت کبریٰ یعنی وضو اور غسل کے لیے پانی نہ پاؤ جس سے تم حدث اصغر اور حدث اکبر کو زائل کر سکو پانی نہ ملنے کا مطلب یہ ہے کہ پانی موجود ہی نہ ہو یا موجود تو ہو مگر بیماری اور معذوری کی وجہ سے استعمال نہ کر سکتا ہو تو یہ بھی نہ ہونے ہی کے حکم میں ہے پس تم ان تمام حالتوں میں طہارت حاصل کرنے کے لیے تیمم کرو جس کا طریقہ یہ ہے کہ تم پاک زمین کا قصد کر دو پس مسح کر لو اپنے چہروں پر اور اپنے ہاتھوں پر پاک زمین کا قصد کرنا یہ تو تیمم کی نیت ہوئی اور چہروں اور ہاتھوں پر مسح کر لینے کا نام تیمم ہے بے شک اللہ تعالیٰ بڑے معاف کرنے والے اور بڑے بخشنے والے ہیں کہ اس نے اپنی رحمت سے مٹی کو پانی کے قائم مقام کر دیا کہ جو پانی سے بھی زیادہ سہل الوصول ہے اور تمہارا مبداء اور منتہی ہے مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَفِيهَا نُخْرِجُكُمْ ثَانَةً أُخْرَىٰ اور تواضع اور خاکساری کا خاص نشان ہے جو ظاہری اور باطنی نجاستوں کے زائل کرنے میں پانی سے کم نہیں

فوائد (۱۱) اَيَّايُهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرُبُوْا الصَّلٰوةَ میں مفسرین کے دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ آیت میں صلوٰۃ سے نماز مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ تم نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ یہاں تک کہ تم سمجھنے لگو کہ تم زبان سے کیا کہہ رہے ہو اور دوسرا قول یہ ہے کہ صلوٰۃ سے موضع صلوٰۃ یعنی مسجد مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ نشہ کی حالت میں مسجد میں نہ جایا کرو جب نشہ اثر جایا کرے اور ہوش آجائے اور اپنے قول کو سمجھنے لگو کہ کیا کہتے ہو اس وقت جایا کرو (۲) اور علیٰ ہذا وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِيْنَ سَبِيلٍ میں بھی دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ عَابِرِيْنَ سَبِيلٍ سے مسافر مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ حالت جنابت میں نماز کے قریب مت جاؤ جب تک غسل نہ کرو الا یہ کہ تم مسافر ہو اور وہاں تم کو پانی نہ ملے تو تیمم کر کے نماز پڑھ لو یہ قول حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور عبد اللہ بن عباسؓ اور مجاہدؓ اور قتادہؓ کا ہے جو اس بات کے قائل ہیں کہ لَا تَقْرُبُوْا الصَّلٰوةَ سے نفس نماز مراد ہے اور دوسرا قول عبد اللہ بن مسعودؓ اور سعید بن مسیبؓ اور عطاءؓ وغیرہم کا ہے کہ عَابِرِيْنَ سَبِيلٍ سے عبور فی المسجد یعنی مسجد سے گزرنا مراد ہے ان حضرات کے نزدیک لَا تَقْرُبُوْا الصَّلٰوةَ میں صلوٰۃ سے مواضع صلاۃ یعنی مساجد مراد ہیں اور مطلب آیت کا یہ ہے کہ نشہ کی حالت اور جنابت کی حالت میں مسجد میں مت جاؤ مگر یہ کہ گزرے چلے جاؤ اس فریق کے نزدیک جس شخص کو نہانے کی حاجت ہو اس کو مسجد میں سے گزر جانا روا ہے

اور فریق اول کے نزدیک حالت جنابت میں مسجد سے گزر جانا جائز نہیں یہ امام ابو حنیفہ کا مذہب ہے فریق ثانی کے نزدیک حالت جنابت میں بیٹھنا اور ٹھہرنا تو گناہ ہے مگر مسجد سے گزر جانا گناہ نہیں اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے دلائل کی تفصیل امام فخر الدین رازیؒ اور امام ابو بکر جصاصؒ کے کلام میں دیکھیے (۲) فریق اول یعنی حضرت علیؒ اور عبداللہ بن عباسؒ اور امام ابو حنیفہؒ کے قول کی بنا پر الْأَعَابِیُّ سَبِيلٌ کے استثناء کا تعلق فقط وَلَا جُنْبًا سے ہے اور اَنْتُمْ مُسْكَدَی سے اس کا کچھ تعلق نہیں اور فریق ثانی یعنی عبداللہ بن مسعودؒ اور امام شافعیؒ کے قول کی بنا پر إِلَّا عَابِیُّ سَبِيلٌ کا تعلق دونوں حالتوں سے ہے یعنی وَأَنْتُمْ مُسْكَدَی اور وَلَا جُنْبًا دونوں سے متعلق ہے اور دونوں حالتوں کے حکم سے استثناء ہے کذا فی تفسیر ابی السود وروح المعانی وروح البیان (۴) آیت أَوْلَا مَسْتَمُ النَّسَاءِ میں ائمہ تفسیر کے دو قول ہیں حضرت علیؒ اور عبداللہ بن عباسؒ اور قتادہؒ اور مجاہدؒ اور حسن بصریؒ اور امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک ملاستہ نساء (عورتوں کے چھونے سے) صحبت اور جماع مراد ہے اور عبداللہ بن مسعودؒ اور عبداللہ بن عمرؒ اور شعبہؒ اور نسخیؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک ایک جسم کا دوسرے جسم سے اتصال یعنی لگ جانا مراد ہے خواہ جماع سے یا بغیر جماع کے اس اختلاف کا نتیجہ یہ ہے کہ فریق اول کے نزدیک عورت کو چھو دینے سے وضو نہیں ٹوٹتا اور فریق ثانی کے نزدیک ٹوٹ جاتا ہے (۵) صَعِيدًا کے معنی روئے زمین اور طَبِئًا کے معنی طاہر کے ہیں یعنی وہ زمین جس پر تیمم کیا جائے پاک ہو نجس نہ ہو زجاجؒ اور امام اعظمؒ کے نزدیک زمین کے تمام سطح کا نام صعیّد ہے خواہ وہ مٹی ہو یا وہ پاک پتھر ہو جس پر مٹی اور غبار کا نام و نشان بھی نہ ہو اس سے بھی تیمم جائز ہے اگر تیمم ایسے پتھر پر اپنا ہاتھ مار کر اپنے منہ اور ہاتھوں کا مسح کرے تو کافی ہے لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک صعیّد سے مراد صرف مٹی ہے پس اس کے نزدیک ایسے پتھر سے تیمم جائز نہیں ہے جس پر مٹی یا غبار نہ ہو امام شافعیؒ کی دلیل یہ ہے کہ لفظ صعیّد صود سے مشتق ہے جس کے معنی اوپر کو چڑھنے کے ہیں یہ اشتقاق اس بات کو متقاضی ہے کہ تیمم ایسی چیز سے ہونا چاہیے جو یا لطیف اوپر چڑھنے والی ہو یعنی مٹی یا غبار سے (۶) تیمم کی کیفیت میں فقہاء کا اختلاف ہے امام اعظم ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ اور امام شافعیؒ اور اکثر علماء کا قول یہ ہے کہ تیمم میں دو ضربیں ہیں اول دفعہ ہاتھ مٹی پر مار کے منہ پر پھیرے اور دوسری دفعہ ہاتھ مار کر کہنیوں تک پھیرے اور امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ ایک ہی دفعہ ہاتھ زمین پر مار کے منہ پر اور ہاتھوں پر پھیرے کہنیوں تک پھیرنا ضروری نہیں احادیث کثیرہ اور قیاس علیٰ الوضوء پہلے ہی قول کی تاکید کرتی ہیں اور احتیاط بھی اسی میں ہے (۷) عبدالرحمن بن عوفؒ کا نشہ کی حالت میں نماز مغرب میں بجائے لَا أَحْبَدُ مَا تَعْبُدُونَ کے أَحْبَدُ مَا تَعْبُدُونَ پڑھ دینا جس سے معنی بالکل برعکس ہو گئے یہ اس امر کی دلیل ہے کہ نشہ کی حالت میں اگر زبان سے کوئی کلمہ کفر اور شرک نکل جائے اور اس کو مطلق اس کی

خبر نہ ہو کہ میری زبان سے کیا نکلا ہے تو ایسا شخص عند اللہ کا فر نہ ہوگا۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ

تو نے نہ دیکھے جن کو ملا ہے کچھ ایک حصہ کتاب سے خرید

يَشْتَرُونَ الضَّلَالَةَ وَيُرِيدُونَ أَن تَضِلُّوا السَّبِيلَ ﴿٣٣﴾

کرتے ہیں گمراہی اور چاہتے ہیں کہ تم بھی بہکو راہ سے

وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِأَعْدَائِكُمْ ۖ وَكَفَى بِاللَّهِ وَلِيًّا ۖ وَكَفَى

اور اللہ خوب جانتا ہے تمہارے دشمنوں کو اور اللہ بس ہے حمایتی اور اللہ

بِاللَّهِ نَصِيرًا ﴿٣٤﴾ مِنَ الَّذِينَ هَادُوا يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ

بس ہے مددگار وہ جو یہودی ہیں بے ڈھب کرتے ہیں بات کو اس کے

عَنْ مَّوَاضِعِهِ وَيَقُولُونَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَأَسْمَعُ

ٹھکانا سے اور کہتے ہیں ہم نے سنا اور نہ مانا اور سن نہ سنایا

غَيْرَ مُسْمِعٍ ۚ وَرَاعِنَا لَيْئًا بِأَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنَا فِي الدِّينِ

جائیو اور راعنا موڑ دے کر اپنی زبان کو اور عیب دیکر دین میں

وَلَوْ أَنَّهُمْ قَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَأَسْمَعُ وَانْظُرْنَا

اور اگر وہ کہتے ہم نے سنا اور مانا اور سن اور ہم پر نظر کر تو

لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَأَقْوَمًا وَلَٰكِن لَّعَنَهُمُ اللَّهُ بِكُفْرِهِمْ

بہتر ہوتا ان کے حق میں اور درست لیکن لعنت کی ان کو اللہ نے ان کے کفر سے

فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿٣٥﴾

سوا ایمان نہیں لاتے مگر کم

ذکر بعض قبائح یہود

قال تعالى اَكْفُرُوا بِالَّذِينَ اَوْتُوا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتَابِ الى فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا (ربط) یہاں تک مواقع تقویٰ اور حدود اللہ سے ان تعدیوں کا بیان تھا جن کا تعلق مسلمانوں سے تھا اب آئندہ آیات میں اہل کتاب کی تعدی کو بیان فرماتے ہیں اور مسلمانوں کو غیب کرنے کے لیے یہود کی بعض قبائح اور ان کے مکرو فریب اور ان کی پرانی اور جبل شرارتوں کا ذکر کرتے ہیں کہ یہود ہمیشہ اس کوشش میں رہتے ہیں کہ مسلمانوں کو دین سے پھر دیں اور توریت میں تحریف کرتے ہیں اور دین اسلام پر طرح طرح کے طعن اور اعتراضات کرتے ہیں تاکہ لوگ شک میں پڑ جائیں اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گفتگو کرتے ہیں تو نہایت گستاخانہ اور تمسخر آمیز ہوتی ہے مآل و دولت کے نشہ اور تکبر اور غرور نے ان کو اندھا بنا رکھا ہے اور یہود کے ان شنائع اور قبائح کے بیان کرنے سے مقصود یہ ہے کہ مسلمان ان کے مکرو فریب پر مطلع ہو جائیں تاکہ ان سے علیحدہ رہیں چنانچہ فرماتے ہیں (اے نبی) کیا آپ نے ان لوگوں کو دیکھا نہیں جن کو کتاب یعنی توریت کے علم سے بہرہ ور کیا گیا ہے اور اس کے علم سے ان کو ایک حصہ دیا گیا ہے یعنی کیا آپ کو ان کی گمراہی اور شرارت کا حال معلوم نہیں کہ وہ کیسے سخت گمراہ اور شریر ہیں کہ وہ لوگ ہدایت کو دیکر گمراہی خرید کر لاتے ہیں یعنی یہود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کر کے ہدایت کے بدلے میں گمراہی خریدتے ہیں خود تو گمراہی کے خریدار بنے ہی اور مزید برآں چاہتے یہ ہیں کہ تم بھی سیدھے راستے سے بھٹک جاؤ لہذا تم ان سے احتیاط رکھنا کیونکہ یہ تمہارے دشمن ہیں اور شاید تم کو ان کی دشمنی کا علم نہ ہو مگر اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کو خوب جانتا ہے یعنی تمہیں ان کی عداوت کا حال معلوم نہیں مگر اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم ہے کہ ان کے سینے تمہاری عداوت سے لبریز ہیں اللہ تعالیٰ نے تم کو بتلا دیا ہے کہ تم ان کو اپنا دشمن سمجھو اور ان سے بچتے رہو اور ان کی باتوں میں نہ آؤ اور ان کی دشمنی کا حال سن کر ہمیشہ ان سے بچنا کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہارا کافی حمایتی ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارا کافی مددگار ہے یعنی ان کی عداوت تم کو نقصان نہیں پہنچا سکتی کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہارا حامی ہے اس کی حمایت کے مقابلہ میں سارے عالم کی عداوت بھیچ

حاصلہ چونکہ گزشتہ آیت لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَىٰ اور إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا میں تکبر اور فخر کی اور حالت نشہ میں نماز کی ممانعت تھی اس اعتبار سے بھی اس آیت کو گزشتہ آیت سے ربط ہو گیا۔

ہے اور اللہ تمہارا مددگار ہے اس کی نصرت اور حمایت پر بھروسہ رکھو اور ان سے بالکل نہ ڈرو اس کے بعد یہود کی چند عادیوں ذکر فرماتے ہیں تاکہ تم کو یہ بات معلوم ہو جائے کہ وہ کونسی باتیں ہیں جن سے وہ گمراہی کو خریدتے ہیں اور خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور اوروں کو بھی گمراہ کرنا چاہتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ یہودیوں میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں کہ جو کتاب الہی یعنی توریت کے کلمات اور الفاظ کو ان کے موقع اور محل سے لفظ یا معنی پھیر دیتے اور ہٹا دیتے ہیں یعنی توریت میں جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف مذکور ہیں کبھی تو ان الفاظ ہی کو بدل ڈالتے اور اصل الفاظ کو نکال کر ان کی جگہ دوسرے الفاظ رکھ دیتے ہیں مثلاً توریت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کے بیان میں لفظ رلحہ لکھا ہوا تھا جس کے معنی میانہ قد کے ہیں انہوں نے اس لفظ کو نکال کر اس کی جگہ آدم طویل رکھ دیا اور اسی طرح لفظ رجم کی جگہ لفظ حدید رکھ دیا یہ تو لفظی تحریف ہوئی اور کبھی ایسا کرتے کہ توریت کی آیتوں کے معنی غلط کرتے اور تاویلات باطلہ سے سامعین کو شبہ ڈالتے غرض یہ کہ یہ لوگ لفظی اور معنوی ہر قسم کی تحریف کرتے کبھی الفاظ کی تفسیر غلط کرتے اور کبھی الفاظ ہی کو بدل ڈالتے اگر سمجھتے کہ لفظوں کے بدلنے کی ضرورت نہیں ہمارا کام تاویل باطل ہی سے چل جائے گا تو لفظوں کو نہ بدلتے فقط غلط معنی بیان کرنے پر اکتفا کرتے جیسا کہ اہل بدعت کا طریقہ ہے کہ قرآن اور حدیث میں لفظی تحریف پر تو قنادر نہیں اپنی من مانی تاویلیں کرتے ہیں اور اگر جانتے کہ آیت میں ایسے صریح الفاظ ہیں کہ اس میں ہماری کوئی تاویل نہیں چل سکتی اور مسلمانوں کو اس سے ہمارے خلاف سند اور حجت ملے گی تو اس کے لفظوں ہی کو بدل ڈالتے جیسا کہ قَوَائِدِ لِلَّذِينَ يَكْتُمُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَذَا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ کی تفسیر میں مفصل گزرا قرآن مجید کی یہ آیت یہود کی تحریف لفظی کا صریح اور واضح ثبوت ہے جس میں تاویل کی کوئی گنجائش نہیں اور اگر دیکھتے کہ اس وقت نہ تحریف لفظی کا موقع ہے اور نہ تحریف معنوی کا تو اس کو چھپا لیتے جیسا کہ وَلَا تَبْسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ كَذَّابُونَ کی تفسیر میں گزرا

فَإِنْ أَحْبَبْتُمْ أَنْ تَكَلِمُوا عَنْ مَوَاضِعِهِ فِي كَلِمَاتٍ أَوْ أَلْفَاظٍ كَوَافِي تَحْكَامُ لَكُمْ سے ہٹانے اور پھیرنے کا مطلب یہ ہے کہ جب انہوں نے ایک کلمہ کو اس کی جگہ سے نکال ڈالا تو گویا انہوں نے اس کلمہ کو اپنے اصل ٹھکانہ سے ہٹا کر بے ٹھکانہ کر دیا اور اسی طرح جب انہوں نے اس کلمہ کی غلط تفسیر اور غلط تاویل کی تو گویا کہ انہوں نے اس کلمہ کو اس کے اصلی ٹھکانہ سے جو باعتبار معنی کے اس کے لیے متعین تھا ہٹا دیا تحریف کی اصل حقیقت ہی یہ ہے کہ حروف کو اپنی جگہ سے منحرف کر دیا جائے تحریف کا اصل تعلق حروف سے ہے اور معنی سے بواستطہ حروف کے ہے۔

توریت اور انجیل میں لفظی تحریف اور بے شمار تغیرات اور اختلافات کی تحقیق اگر درکار ہو تو اظہار الحق اور ازالۃ لادہام اور ازالۃ الشکوک

ایک اطلاع

ہر مہ مصنف حضرت مولانا رحمۃ اللہ کیرانوی قدس سرہ کی مراجعت کریں یہود اور نصاریٰ کے جن اور انس بھی اگر جمع ہو جائیں تو انشاء اللہ ثم انشاء اللہ ہرگز ہرگز اسی کے جواب پر قادر نہ ہوں گے۔

جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ توریت اور انجیل میں لفظی تحریف نہیں ہوئی صرف معنوی تحریف ہوئی ہے یہ خیال خام ہے جو بالکل غلط ہے اور جو آیات اور احادیث صریح تحریف لفظی پر شاہد ہیں یہ قول ان میں تحریف کے مرادف ہے اور اب تو تحریف اس درجہ بدہوشی ہے کہ علامہ یہود و نصاریٰ خود تحریف لفظی کے معترف اور مقرر ہیں توریت و انجیل میں تحریف لفظی کے منکر مدعی سست اور گواہ چست کے مصداق ہیں جس شخص کا یہ گمان ہے کہ توریت و انجیل میں لفظی تحریف نہیں ہوئی تو وہ یہ بتلائے کہ توریت اور انجیل کے نسخوں میں جو ہزار ہا اختلافات موجود ہیں وہ کہاں سے آئے اور قرآن کریم میں جو صراحت یہ آیا ہے کہ نبی اُنی کا ذکر توریت و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں اور حسب ارشاد باری ذَلِكْ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيلِ صحابہ کرام کا ذکر بھی توریت اور انجیل میں موجود تھا پس توریت و انجیل میں تحریف لفظی کے منکر اگر ان آیات قرآنیہ بدایمان رکھتے ہیں تو بتلائیں اور دکھلائیں کہ توریت و انجیل میں کس جگہ نبی اُنی اور آپ کے صحابہ کا ذکر ہے اور پھر تاویل کریں کیونکہ تاویل تو موجود میں چلتی ہے نہ کہ معدوم ہیں الحمد للہ ثم الحمد للہ ہم اہل اسلام بباغ دہل کہتے ہیں کہ قرآن کریم کی شان تو بہت ہی بلند ہے موطا اور بخاری اور مسلم اور ابو داؤد اور ترمذی وغیرہ کے نسخوں کو ملا لیجیے بحمدہ تعالیٰ مشرق اور مغرب اور شمال اور جنوب کے نسخوں میں بھی تفاوت نہ ملے گا اور یہود کی ایک عادت بڑی ہے کہ جب آنحضرت کی محفل میں حاضر ہوتے ہیں اور آپ ان کو کوئی حکم سناتے ہیں تو یہود جواب میں یہ کہتے ہیں يَمْحَا وَغَيْبْنَا ہم نے آپ کے حکم کو سن لیا اور دل میں یا آہستہ سے یہ کہتے ہیں کہ ہم نے نہیں مانا یعنی ہم نے فقط کان سے سن لیا مگر دل سے نہیں مانا مطلب یہ ہے کہ یہ بات ہم کو منظور نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ یہ دونوں لفظ ظاہر میں کہتے تھے اور مقصود ان کا آنحضرت کے ساتھ تمسخر تھا لیکن یہ قول ضعیف ہے اس لیے کہ اس میں ان کے نفاق کے کھل جانے کا غالب احتمال ہے اور اثنائے گفتگو میں ایک لفظ یہ کہتے ہیں اِمْشِيعْ غَيْرُ مَشِيعْ سن تو نہ سنایا جائیو اس لفظ کے دو معنی ہو سکتے ہیں اگر یہ معنی لیے جائیں کہ آپ ہماری بات سنئے اور خدا آپ کو کوئی بات بری اور خلاف مزاج نہ سنائے تو اس معنی کر یہ کلمہ دعا اور تعظیم کا ہے اور اگر اس کے یہ معنی لیے جائیں کہ آپ ہماری بات سنئے اور خدا آپ کو نہ سنائے یعنی بہر اگر دے یا یہ معنی ہوں کہ تمہاری کوئی بات نہ سنی جائے یا یہ معنی ہوں کہ کوئی ایسی بات نہ سنو کہ جو تمہاری مرضی اور خوشی کے مطابق ہو تو اس معنی کر یہ کلمہ بددعا اور تحقیر کا ہے غرض یہ کہ شرارت سے پیچدار اور ذہد معانی لفظ بولتے تھے کہ سننے والا اچھے معنی پر محمول کرے اور دل میں برے معنی مراد ہوں اور من جملہ ان کی شرارتوں

کے ایک شرارت یہ تھی کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کرتے وقت راعنا کہتے اس کے بھی دو معنی ہو سکتے ہیں ایک تو یہ کہ آپ ہماری رعایت فرمائیے اور ہماری طرف توجہ اور التفات فرمائیے دوسرے معنی اس کے احمق اور مغرور کے ہیں رعونت سے مشتق ہے یا یہ کہ یہود کی زبان میں اس کے معنی احمق اور شیخی خور سے ہیں ان کی زبان میں یہ کلمہ تمقیر کا ہے یا زبان کو دبا کر اور عین کو کھینچ کر راعنا کہتے۔ جس کے معنی یہ ہو جاتے کہ اسے ہمارے چمروا ہے اور گدڑیے یہود کی یہ محض شرارت تھی کہ ذو معالی لفظ بولتے ظاہر یہ کہتے کہ ہم اس کا استعمال اچھے معنی میں کر رہے ہیں مگر ان کا مقصد محض تمسخر ہوتا حالانکہ وہ خوب جانتے تھے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء کرام نے بھی بکریاں چرائی ہیں۔

عرض یہ کہ یہود ان ذو معنیں الفاظ کو اپنی زبان میں مروڑ کر اور دین اسلام میں طعنہ کی نیت سے کہتے ہیں عموماً استہزاء کرنے والوں کا یہ طریقہ ہے کہ الفاظ کے ساتھ اپنی لہجوں کو ایٹھٹھتے اور مروڑتے ہیں اور ایسے انداز سے بولتے ہیں کہ سننے والا الفاظ کو اچھے معنی پر محمول کر لے اور برے معنی کی طرف اس کا خیال بھی نہ جائے اور ان الفاظ سے یہود کا مقصد دین اسلام پر عیب لگانا اور طعنہ دینا تھا یہود اپنے دوستوں سے کہتے کہ ہم باتوں ہی باتوں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو برا کہہ جاتے ہیں مگر وہ ہماری بات کو نہیں سمجھتا اگر یہ شخص نبی ہوتا تو ہماری بات کو سمجھتا اور ہمارا فریب ضرور معلوم کر لیتا۔

سو اللہ تعالیٰ نے ان کے فریب کو خوب کھول دیا اور ان کے مکر کو سب پر واضح اور آشکارا کر دیا۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو ان کے لب و لہجہ ہی سے ان کے نفاق اور ان کے باطنی جُتھ کو جان لیتے تھے کما قال تعالیٰ وَكَعْبَرُفْنَهُمْ فِي تَحْنِ الْقَوْلِ مگر حتی الوسع اغماض اور مسامحت فرماتے تھے۔

اور اگر یہ لوگ بجائے ان ذی وجہ اور ذو معنیں الفاظ کے یہ کلمات کہتے — یعنی بجائے سَمَحْنَا وَعَفَيْنَا کے سَمَحْنَا وَاطْلَعْنَا کہتے جس کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے آپ کے حکم کو گوشہ گوشہ سے سنا اور دل و جان سے اس کو مانا اور بجائے اِسْمًا غَيْرَ مُسْتَحْج کے عرف اسمع کہتے جس کے معنی یہ ہیں کہ آپ ہماری بات سن لیجئے اور بجائے راعنا کے انظرنا کہتے جس کے معنی یہ ہیں کہ ہماری طرف نظر التفات فرمائیے تو ان کے حق میں ہتر ہوتا اور نہایت درست ہوتا یعنی یہ لوگ اگر بجائے ان پیچدار اور ذمہ داری الفاظ کے یہ کلمات کہتے جو ہم نے تلقین کیے تو وہ ان کے حق میں مفید اور نافع ہوتا اور فی حد ذاتہ بات بھی سیدھی اور سچی تھی یعنی حق تھی جس میں کسی قسم کا ایچ پیج نہ تھا ولیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو کفر اور عناد کے باعث اپنی رحمت سے دور کر دیا اس لیے وہ مفید اور سیدھی بات کو بھی نہیں سمجھتے پس نہیں ایمان لاتے مگر تھوڑے آدمی جیسے

عبداللہ بن سلامؓ اور ان کے ساتھی کہ وہ ان نبیائوں اور مشرکوں سے مجتنب رہے اس لیے وہ اللہ کی لعنت سے محفوظ رہے اور مشرف باسلام ہوئے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ آمِنُوا بِمَا نَزَّلْنَا

اے کتاب والو! ایمان لاؤ اس پر جو ہم نے نازل کیا

مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّن قَبْلُ أَنْ تَطِيسَ وُجُوهًا

بیچ بتاتا ہمارے پاس والے کو پہلے اس سے کہ تم متاذاہیں کہتے منہ

فَرَدَّهَا عَلَىٰ أَذْبَارِهَا أَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّا أَصْحَابَ

پھر الٹ دیں ان کو پیٹھ کی طرف یا ان کو لعنت کریں جیسے لعنت کی

السَّبِّ ط وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا ۝۴۰ إِنَّ اللَّهَ لَا

ہفتہ والوں کو اور اللہ نے جو حکم کیا سو ہوا تحقیق اللہ نہیں بخشتا

يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ

ہے یہ کہ اس کا شریک پکڑے اور بخشتا ہے اس سے نیچے جس

لِمَنْ يَشَاءُ ۚ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ افْتَرَىٰ

کو چاہے اور جس نے شریک بھرایا اللہ کا اس نے بڑا

إِثْمًا عَظِيمًا ۝۴۱

طوفان باندھا

اہل کتاب کو نصیحت اور ایمان کی دعوت

قال تعالى يَا أَيُّهَا الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ آمِنُوا ... اے ... فَقَدْ افْتَرَىٰ إِثْمًا عَظِيمًا

اربط، گزشتہ آیات میں حق تعالیٰ نے اہل کتاب کی باطنی خباثتوں اور ظاہری خیراتوں کو بیان فرمایا اب مقتضائے رحمت عامہ و شفقت تامہ ان کو اسلام اور ایمان کی دعوت دیتے ہیں اور بطور نصیحت تحریف اور تکبر اور تمسخر کے برے انجام سے ڈراتے ہیں کہ قبل اس کے کہ ہم تمہارے چہروں کو مٹائیں اور اصحاب سبت کی طرح تم پر لعنت کریں تم کو چاہیے کہ ایمان لے آؤ تاکہ اس ذلت اور رسوائی سے محفوظ ہو جاؤ اور بطور الزام اور اتمام حجت یہ فرمایا کہ یہ قرآن مکتب سابقہ کی تصدیق کرتی ہے اس پر ایمان لانا کتب سابقہ پر ایمان لانا ہے اور اسکی تکذیب کتب سابقہ کی تکذیب ہے چنانچہ فرماتے ہیں لے اہل کتاب جن کو کتاب (توریت) دی گئی حسد اور عناد کو چھوڑو اور اس قرآن پر ایمان لاؤ جو ہم نے اتارا ہے اور حد اعجاز کو پہنچا ہوا ہے درانحالیکہ وہ اس کتاب (توریت) کی تصدیق کرنے والا ہے جو تمہارے پاس ہے قرآن کی تصدیق توریت کی تصدیق ہے ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اثنائے گفتگو میں عبداللہ بن صوریہ اور کعب بن اسد اور دیگر علماء یہود سے یہ فرمایا ۔

یا معشر یہود اتقوا اللہ واسلموا
فواللہ انکم لتعلمون ان الذی
جئتکم بہ الحق
اے گروہ یہود خدا سے ڈرو اور اسلام قبول کرو قسم ہے خدا تعالیٰ کی تحقیق تم خوب جانتے ہو کہ میں تمہارے پاس جو دین لے کر آیا ہوں وہ بالکل حق ہے

انہوں نے جواب دیا کہ ہم نہیں جانتے اور دیدہ و دانستہ حق کا انکار کیا اور کفر پر اصرار کیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی (تفسیر قرطبی ص ۲۴۴ ج ۵)

مطلب یہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت اور بشارت کی توریت سے تصدیق ہوتی ہے تو پھر تم کو ان پر ایمان لانے میں کیا عذر ہے تم کو چاہیے کہ توریت میں تحریف نہ کرو اور اس سے قبل ایمان لے آؤ کہ تمہارے چہروں کی صورت اور ہیئت کو مٹا کر پشتوں کی طرف پھیر دیں یعنی تمہارے چہروں کی ناک اور کان اور آنکھ سب مٹا کر گدیوں کی طرح سطح واحد بنا دیں اور تمہارے چہرے تمہاری گدیوں کے ہم شکل ہو جائیں مطلب یہ ہے کہ چہروں پر آنکھوں اور ناک اور جھڑوں کا کچھ نشان باقی نہ رہے اور اس طرح چہرے گدیوں کے ہم شکل ہو جائیں اور یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ ان کی صورتوں کے نشانات اور اثرات کو سامنے سے ہٹا کر گدیوں کی طرف لگا دیں اور ان کی گدیوں کو منہ کی طرف پھیر دیں مقصود اس سے ان کی اہانت اور تذلیل ہوگی یہ ان کی تحریف کی اور کتاب الہی میں تغیر و تبدل کی سزا ہوگی یا اس سے بھی بڑھ کر ان کے ساتھ معاملہ کریں وہ یہ کہ ہم ان پر لعنت کریں جیسا کہ ہم نے ہمنے کی بے حرمتی کرنے والوں پر لعنت کی تھی یعنی جس طرح ہم نے ان یہودیوں کے اسلاف کو اپنی رحمت سے دور کر دیا تھا اسی طرح ان کو بھی اپنی رحمت سے دور کر دیں مفصل قصہ انشاء اللہ تعالیٰ سورۃ اعراف میں آئے گا یہ تشبیہ صرف لعنت میں ہے کیفیت لعنت میں

نہیں ہے مطلب صرف اس قدر ہے کہ جس طرح وہ ملعون ہوئے تھے یہ بھی ملعون ہو جائیں یہ مطلب نہیں کہ جس طرح وہ بندر اور سور ہوئے تھے یہ بھی بندر اور سور بن جائیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے یہ امت مسخ کے عذاب سے محفوظ کر دی گئی اور اس کو بعید نہ سمجھو اللہ کا حکم اور اللہ کا کام تو ہو کر ہی رہتا ہے اللہ پر یہود کے بہروں کا مٹانا اور ان پر لعنت کرنا کچھ دشوار نہیں پس تم کو چاہیے کہ چہروں کو مٹا کر گدڑیوں پر لگائے جلنے سے پہلے اور لعنت سے پہلے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آؤ اللہ تعالیٰ کے حکم اور ارادہ کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔

جاننا چاہیے کہ آیت کا مطلب یہ نہیں کہ نہ ایمان لانے کی صورت میں ان امور کا وقوع ضروری ہے بلکہ یہ بتلانا ہے کہ اگر تم ایمان نہ لائے تو ممکن ہے کہ پہلی امتوں کی طرح تم کو بھی یہ سزائیں اور ذلتیں دیکھنا پڑیں کیونکہ اس قسم کی سزاؤں کا واقع ہونا ناممکن اور محال تو نہیں خدا تعالیٰ جب چاہے کر سکتا ہے لہذا تم کو ڈرنا چاہیے اور اس سے پہلے ہی تم کو ایمان لے آنا چاہیے چنانچہ بہت سے اہل کتاب جن کے دل میں خوف خدا تھا وہ اس آیت کو سنتے ہی مشرف باسلام ہو گئے۔ محمد اللہ بن سلام وغیرہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ ہی میں مسلمان ہو چکے تھے کعب اجمار فاروق اعظم کے زمانہ میں اسی آیت کو سن کر اسلام لائے کعب اجمار کہیں جا رہے تھے کہ راستہ میں ایک شخص کو یہ آیت پڑھتے سنا سنتے ہی دل پر اس قدر خوف ہوا کہ چہرے پر ہاتھ پھر کر دیکھا کہ میری صورت تو مسخ نہیں ہو گئی اور اسی جگہ اور اس وقت اسلام لے آئے (تفسیر قرطبی ص ۲۴ ج ۵)

عدم مغفرت مشرک و کفر

گزشتہ آیت میں ایمان نہ لانے پر وعید اور تہدید تھی اب آئندہ آیت میں یہ بتلائے ہیں کہ یہود اور نصاریٰ یہ خیال نہ کریں کہ کفر اور شرک بھی دوسرے گناہوں کی طرح ایک گناہ ہے جس کی معافی اور مغفرت ہو سکتی ہے جیسا کہ یہود کا زعم تھا کہ سَيُغْفَرُ لَنَا کہ ہم جو گناہ کریں گے وہ معاف ہو جائے گا بلکہ کفر اور شرک کے متعلق قانون خداوندی یہ ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہلا تو بہ کے نہیں بخشتا کفر اور شرک کے جرم کو اس کے ساتھ کسی کو شریک گردانا جائے جیسا کہ تم لوگ عزیز اور عیسیٰ کو خدا اور خدا کا بیٹا کہہ کر خدا کا شریک گردانتے ہو اور کفر اور شرک سے کمتر اور نیچے کے درجہ کے گناہوں کو خولہ وہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ ہلا تو بہ کے بھی معاف کر دیتا ہے مگر صوب کے لیے نہیں بلکہ جس کے لیے وہ معاف کرنا چاہے اس کے لیے معاف کر دیتا ہے ہلا تو بہ کی قید

اس لیے لگائی کہ توبہ سے تو سو سال کا کفر اور شرک بھی ایک منٹ میں معاف ہو جاتا ہے مقصود بلا توبہ کے مغفرت کا مسئلہ بتلانا ہے کہ کفر اور شرک بلا توبہ کے قابل مغفرت نہیں ان کی سزا دائمی عذاب ہے البتہ کفر اور شرک سے نیچے درجہ کے جو گناہ ہیں صغیرہ ہوں یا کبیرہ وہ سب بلا توبہ کے قابل مغفرت ہیں اللہ تعالیٰ جس کی چاہے مغفرت کر دے اور جس کو چاہے وہ عذاب دے اشارہ اس طرف ہے کہ یہود اور نصاریٰ مشرک ہیں مبتلا ہیں وہ مغفرت کی توقع نہ رکھیں اور جو شخص اللہ کے ساتھ مشرک ٹھہرائے اس نے بڑا ہی طوفان باندھا جو قطعاً قابل مغفرت نہیں خدا تعالیٰ پر افتراء ایسا جرم عظیم ہے کہ وہ کسی طرح قابل معافی نہیں اس لیے کہ اس سے بڑھ کر اور کیا گناہ ہو سکتا ہے کہ مخلوق کو خالق کے برابر ٹھہرائے۔

لطائف و معارف

(۱) کتاب اور سنت اور اجماع امت سے یہ امر قطعاً ثابت ہے کہ کفر اور شرک یعنی کافر اور مشرک دونوں ہی قابل مغفرت نہیں مگر اس جگہ آیت میں شرک کا ذکر ہے کفر کا ذکر نہیں اور بعض کافر ایسے بھی ہیں جو مشرک نہیں بلکہ موحّد ہیں مگر اسلام کے قائل نہیں اس شبہ کے چند جواب ہیں۔

ایک جواب یہ ہے کہ اس آیت میں صرف شرک کا ذکر ہے اور دوسری آیات میں صرف کفر کا ذکر ہے اور بعض آیات میں دونوں کا ذکر ہے اور یہ ضروری نہیں کہ ہر آیت میں معاً دونوں کا ذکر ہو پس مجموعہ آیات سے کفر اور شرک دونوں ہی کا غیر مغفور اور ناقابل مغفرت ہونا ثابت ہو گیا حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدِيْنَ فِيْهَا اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ اس آیت میں کافرین اہل کتاب اور مشرکین دونوں ہی کے لیے خلود فی جہنم کا ذکر فرمایا جس سے معلوم ہو گیا کہ مشرکین کی طرح کافر کی مغفرت بھی نہیں ہو سکتی

اور دوسری جگہ ارشاد ہے فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِعَتْ لَهُمْ رَتْبٰتٌ مِّنْ نَّارٍ اَلْحٰی قَوْلُهُ كَلِمًا اَرَادُوْا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا لَمْ يَخْرُجُوْا اَعِيْذُ وَافِيْهَا اَوْ رَاٰك جگہ ارشاد ہے اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدَّقُوا عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ ثَمَّ مَاتُوْا وَهُمْ كٰفِرًاۗ فَلَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ اِنَّ اَيَاتِیْ ہں کافروں کے عذاب کا دائمی ہونا اور انکی عدم مغفرت کا ذکر ہے۔

وقال تعالى اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَظَلَمُوْا لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرْ لَهُمْ وَلَا يَجِدَ لَهُمْ طَرِيْقًا اِلَّا طَرِيْقَ جَهَنَّمَ خَالِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا اس آیت میں کافروں اور ظالموں یعنی مشرکوں دونوں

ہی کے متعلق فرما دیا کہ ان کی مغفرت نہیں ہو سکتی، ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دوزخ میں رہیں گے۔

آیت میں شرک سے مطلق کفر مراد ہے جیسا کہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے (روح المعانی ص ۴ ج ۵)

دوسرا جواب

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ بھی ترجمہ مشکوٰۃ میں یہی فرماتے ہیں کہ شرک سے مطلق کفر مراد ہے خواہ وہ کسی قسم کا ہو اور علامہ خبائی حاشیہ مشرح عقائد میں فرماتے ہیں۔

وقوله تعالى إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ أَيْ يَكْفُرُ بِهِ وَاسْمَا
عَبْرَ عَنْ الْكُفْرِ بِالشُّرُكِ لِأَنَّ كُفَارَ
الْعَرَبِ كَانُوا مُشْرِكِينَ - اِتَّهَى

اللَّهُ تَعَالَى كَا يَه قَوْلُ إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ
أَنْ يُشْرَكَ بِهِ اس میں شرک سے
مطلق کفر مراد ہے اور
کفر کو شرک کے ساتھ اس لیے تعبیر کیا
ہے کہ کفار عرب مشرک ہی تھے۔

(۱) کہ مشرک اس کو کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کو تو مانتا ہو مگر اس کے

ساتھ کسی کو شریک گردانتا ہو پس جب اس کی مغفرت نہیں تو جو

تیسرا جواب

سے ہی سے خدا کا کافر اور منکر ہو اس کی تو بدرجہ اول مغفرت نہیں ہوگی۔
(۲) کفر اور شرک کے ناقابل مغفرت ہونے کی وجہ یہ ہے کہ کفر اور شرک اسلام کی نفی ہے اور بغیر اسلام کے مغفرت اور نجات ممکن نہیں پس اگر کفر اور شرک بھی قابل مغفرت ہو جائیں تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ اسلام کے بغیر بھی نجات اور مغفرت ممکن ہے۔

نیز تمام انبیاء کرام کفر و شرک کا دروازہ بند کرنے کے لیے مبعوث ہوئے اور کفار و مشرکین سے جہاد و قتال کیا پس اگر کفر اور شرک کی بھی مغفرت ممکن ہو تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ ایمان لانا ضروری نہیں اور انبیاء کرام کی بعثت اور ایمان اور اسلام کی دعوت اور اہل کفر اور اہل شرک سے جہاد و قتال سب عبث تھا معاذ اللہ کفر اور شرک کی مغفرت کا دروازہ اب بھی کھلا ہوا ہے نیز بے شمار آیات و احادیث سے یہ ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ حکم قطعی دیا ہے کہ کافروں اور مشرکوں کا عذاب دائمی ہو گا کبھی عذاب سے رہا نہ ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کے حکم قطعی میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا پس جب یہ معلوم ہو گیا کہ کافر کا عذاب دائمی ہے تو صاف طور پر معلوم ہو گیا کہ اس کی مغفرت ممکن نہیں۔

امام ربانی مجدد الف ثانی قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں کہ کفر اور شرک کا عذاب دائمی اور ابدی ہے جو کبھی ختم نہ ہو گا جیسا کہ نصوص قطعیہ اور مؤکدہ اس پر دلالت کرتی ہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ کفر اور کافروں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عداوت ذاتیہ ثابت ہو چکی ہے تو ناچار رحمت در آفت جو صفات جمال میں سے ہے اس سے آخرت میں کافروں کو کوئی حصہ نہیں ملے گا اور صفت رحمت

حق تعالیٰ کی عداوت ذاتی کو دور نہ کرے گی کیونکہ جو چیز ذات سے تعلق رکھتی ہے وہ بہ نسبت اس چیز کے جو صفت سے تعلق رکھتی ہے کہیں زیادہ اقویٰ اور ارفع ہوتی ہے پس مقتضائے ذات کو نہیں بدل سکتا اور یہ جو حدیث قدسی میں ہے کہ سبقت رحمتی علی غضبی۔ (میری رحمت میرے غضب پر بڑھی ہوئی ہے) سو اس غضب سے غضب صفاتی سمجھنا چاہیے جو کہ گنہ گاروں کے ساتھ مخصوص ہے نہ کہ غضب ذاتی جو مشرکوں کے ساتھ مخصوص ہے اور حق تعالیٰ شانہ کا یہ ارشاد وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے سو جاننا چاہیے کہ مومنوں اور کافروں کے حق میں رحمت کا وسیع ہونا صرف دنیا ہی میں مخصوص ہے اور آخرت میں تو کافروں کو رحمت کی بھی نہ پہنچے گی جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے إِنَّهُ لَا يَأْتِيَنَّكَ مِنَ رَّوْحِ اللّٰهِ إِلَّا الْفُؤَادُ الْكَافِرُونَ اللہ کی رحمت سے سوائے کافروں کے کوئی نا امید نہ ہوگا۔

اگر یہ کہا جائے کہ جب کافروں کو دنیا میں خدا کی رحمت سے نصیب اور حصہ ہے تو پھر دنیا میں صفت رحمت نے حق تعالیٰ کی ذاتی عداوت کو

سوال

کیسے دور کر دیا۔

کافروں کو دنیا میں جو رحمت سے حصہ ملا ہے وہ فقط ظاہر اور صورت کے

جواب

اعتبار سے ہے اور درحقیقت ان کے حق میں وہ استدراج اور مکر ہے

جیسا کہ آیت کریمہ اِنَّمَا يُدْرِكُهَا مِنْ مَّاءٍ وَنَيْنٍ نُّسَارِعُ لَهَا فِي الْخَيْرَاتِ بَلْ لَا يَشْعُرُونَ اور آیت کریمہ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ وَاُمْلِي لَهُمْ اَنَّ كَيْدِي مَتِينٌ انہی معنی پر شاہد ہیں فَالْهَمُ ذَلِكَ وَاسْتَقْرَرُ مَكْتُوبٌ اَزْ دَفْتَرِ اَوَّلِ

(۳) یہ آیت اس امر کی صریح دلیل ہے کہ اگر گناہ کبیرہ کا مرتکب بغیر توبہ کے مر جائے تو وہ اللہ کی مشیت میں ہے وہ اگر چاہے تو اپنے فضل و کرم اور جود و احسان سے اس کو معاف کر کے جنت میں داخل کرے اور چاہے اس کو عذاب دوزخ میں مبتلا کرے پس یہ آیت معتزلہ اور قدریہ پر حجت قاطعہ ہے جو یہ کہتے ہیں کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب کبھی نہیں بخشا جائے گا اور یہ کہتے ہیں کہ گناہوں کی معافی کا وعدہ بشرط توبہ ہے مگر معتزلہ کا یہ قول بالکل غلط بلکہ ایک مضحکہ خیز امر ہے اس لیے کہ حق تعالیٰ نے اس آیت میں یہ وعدہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ مشرک کو تو بخشے گا نہیں اور مشرک سے کم درجے کے جتنے گناہ ہیں اُن کو اگر چاہے گا تو بخش دے گا اور ظاہر ہے کہ توبہ کے ساتھ یہ وعدہ صحیح نہیں ہو سکتا اس لیے کہ توبہ سے تو بالاتفاق مشرک بھی معاف ہو جاتا ہے اور کبیرہ کا تو توبہ سے معاف ہونا اور بھی یقین ہے لہذا اس کی نسبت یہ کہنا کیسے صحیح ہوگا کہ اگر خدا چاہے گا بخش دے گا عرض یہ کہ یہ آیت اس امر پر نص قاطع ہے کہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہے گا اور بے شمار احادیث اور اقوال صحابہ سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

کہم تو معصوم بچوں کی طرح بے گناہ ہیں ان کے اس فخر و مباہات کی تردید میں یہ آیت نازل ہوئی جتنا بچہ فرماتے ہیں کیا آپ نے ان لوگوں کی طرف نظر نہیں کیا جو باوجود گوسالہ پرستی کے اور باوجود حضرت عزیرؑ کو ابن اللہ کہنے کے اپنے آپ کو کفر اور شرک سے پاک اور مقدس بتاتے ہیں حالانکہ کفر اور شرک کی نہایت میں ملوث ہیں خود بخود پاکی اور تقدس کے دعوے سے کچھ نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ ہی جس کو چاہتا ہے پاک کرتا ہے جس کو حق تعالیٰ نے ایمان اور تقویٰ اور عمل صالح کی دولت سے نوازا وہ پاک ہوا۔ جزاء و سزا اعمال کے مطابق ہوگی اور قیامت کے دن تانگے کے برابر بھی ان پر ظلم نہ ہوگا دیکھیے تو سہی کس طرح اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں کہ باوجود کفر اور شرک کے اپنے کو پاک بتلاتے ہیں اور باوجود مخضوٰر اور مستوب ہونے کے اپنے کو محبوب خداوندی کہتے ہیں اور باوجود بدکار ہونے کے اپنے کو معصوم کہتے ہیں اور یہی بات یعنی دیدہ و دانستہ خدا پر جھوٹ بولنا صریح گناہ اور صریح جرم ہونے کے لیے کافی ہے بالفرض اگر کوئی بھی گناہ نہ ہو تو خدا تعالیٰ پر جھوٹ باندھنا کھلا گناہ ہونے کے لیے کافی ہے۔

فائدہ | معلوم ہوا کہ اپنے کو پاک باز کہنا اور تقدس کا دعویٰ کرنا صریح گناہ ہے۔

اگر مردی از مردیئے خود گوی نہ ہر شہسوار سے بدر برد گوئے
گزار اندیشہ ناک از خدا بے بہتر از عابد خود نما
اگر مشک خالص نداری و اگر ہست خود فاش گردد بوی

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ

تو نے نہ دیکھے جن کو ملا ہے کچھ حصہ کتاب کا مانتے ہیں

بِالْحُبِّ وَالطَّاعُوْنَ وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰؤُلَاءِ

یوں کہ اور شیطان کو اور کہتے ہیں کافروں کو یہ زیادہ پائے

اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ۝۱۵۱ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ

ہیں مسلمانوں سے راہ وہی ہیں جن کو

نَعَنَّهُمُ اللّٰهُ ۝۱۵۲ وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ يَّجْعَلَ لَهٗ نَصِيْرًا ۝۱۵۳

لنت کی اللہ نے اور جس کو لعنت کرے اللہ پھر تو نہ پاوے کوئی اس کا مددگار

مذمت یہود بر عداوت اسلام و حسد بر مسلمین

قَالَ تَعَالَى أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أَوْتُوا نُصِيْبًا اے فَلَنْ تَجِدَ لَهُ نَصِيْرًا ۝
 رابطہ اوپر کی آیت میں یہود کی شرارت اور خباثت کا بیان تھا اب اس آیت میں یہود کی ایک
 اور قباحت اور خباثت کا بیان ہے وہ یہ کہ یہود کو اسلام سے اس درجہ عداوت ہے کہ
 مشرکین کو موحّدین پر ترجیح دیتے ہیں یہودیوں کو جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت بڑھی
 تو یہود خیبر کے علماء اور رؤساء کا ایک وفد جو ستر آدمیوں پر مشتمل تھا اس عرض سے مکہ آیا کہ
 قریش کے ساتھ آپ سے مقابلہ اور مقاتلہ کرنے کے لیے عہد کر لے اور قریش نے وفد یہود کی
 بہت خاطر تواضع کی اور قریش نے یہ اطمینان دلایا کہ ہم تا حد امکان تمہارے ساتھ ہو کر محمد کے ساتھ
 لڑنے میں دریغ نہ کریں گے مگر ہم تو ان پڑھ ہیں ہم کو کچھ علم نہیں اور تم علم والے لوگ ہو یہ بتلاؤ
 کہ ہمارا دین بہتر ہے یا پیر دان محمد کا کعب بن اشرف نے کہا کہ تم مجھے اپنا دین بتلاؤ کہ وہ کیا ہے
 ابوسفیان نے کہا کہ ہم حاجیوں کی خدمت کرتے ہیں اور جہانوں کی ضیافت کرتے ہیں اور قیدیوں کو
 چھڑاتے ہیں اور خانہ خدا کو آباد رکھتے ہیں اور اس کا طواف کرتے ہیں اور ہم حرم کے دہننے والے
 ہیں اور محمد نے اپنے بزرگوں کا دین چھوڑ دیا اور رشتوں کو توڑ ڈالا اور حرم سے جدا ہو گیا اور ہمارا
 دین قدیم ہے پہلے سے چلا آرہا ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین نیا ہے کعب نے کہا بخدا
 تم بہ نسبت محمد کے زیادہ ہدایت اور راہ راست پر ہو اور تمہارا دین اس کے دین سے بہتر ہے
 اور یہود نے قریش کی خاطر سے بتوں کو سجدہ کیا اور ان کی تعظیم کی اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت
 نازل فرمائی کیا آپ نے ان لوگوں کی طرف نظر نہیں کی جن کو کتاب (توراست) کے علم سے
 ایک حصہ دیا گیا ہے باوجود اس کے وہ بتوں اور مجبود باطل پر ایمان لاتے ہیں اور
 شیطان کو مانتے ہیں اور یہ امر کس قدر تعجب خیز ہے کہ وہ مسلمانوں کی عداوت میں کفار مکہ اور
 مشرکین کی نسبت یہ کہتے ہیں کہ یہ مشرکین کہ مسلمانوں سے زیادہ راہ ہدایت پر ہیں جس کا صاف
 مطلب یہ ہے کہ مشرک تو عید سے بہتر ہے حالانکہ جس کتاب (توریت) پر یہ ایمان رکھتے ہیں وہ
 توحید کی تعلیم اور بت پرستی کی مذمت سے بھری پڑی ہے یہی ہیں وہ لوگ جن پر اللہ تعالیٰ
 نے لعنت کی ہے یعنی جن لوگوں نے مشرکین کو موحّدین پر ترجیح دی اور طریقہ کفر و مشرک کو طریقہ
 اسلام سے افضل بتلایا ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اور جس پر اللہ لعنت کرے تو اسے نبی آپ
 اس کا کوئی حامی اور مددگار نہ پائیں گے جو اس کو دنیا اور آخرت کی ذلت اور رسوائی سے بچا
 سکے چنانچہ یہود مسلمانوں کے ہاتھ سے ذلیل اور خوار ہوئے کوئی قید ہوا اور کوئی قتل اور قریش

کی کوئی مدد ان کے کام نہ آئی اس آیت میں اسلام کے غلبہ اور یہود کے مغلوب ہونے کی بشارت ہے۔
ف جب بتوں کو کہتے ہیں اور طاغوت شیاطین کو اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ طاغوت ہر سرکش کو کہتے ہیں اس جگہ طاغوت سے کعب بن اشرف یہودی مراد ہے جو شیطان تھا صورت میں انسان کے اور بعض کا قول یہ ہے کہ ہر معبود باطل کو طاغوت کہتے ہیں واللہ اعلم۔

أَمْ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَإِذَا لَا يُوْتُونَ

یا ان کا کچھ حصہ ہے سلطنت میں پھر تو یہ نہ دیں گے

النَّاسِ نَقِيرًا ۝۵۳ أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ

لوگوں کو ایک تل برابر یا حسد کرتے ہیں لوگوں کا

عَلَىٰ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ فَقَدْ

اس پر جو دیا ان کو اللہ نے اپنے فضل سے سوہم نے

اتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَآتَيْنَاهُمْ

دی ہے ابراہیم کے گھر میں کتاب اور علم اور ان کو دی ہم

مُلْكًا عَظِيمًا ۝۵۴ فَمِنْهُمْ مَّنْ أَمَنَ بِهِ وَمِنْهُمْ مَّنْ

نے بڑی سلطنت پھر ان میں کسی نے اس کو مانا اور کوئی اس سے

صَدَّ عَنْهُ وَكَفَىٰ بِجَهَنَّمَ سَعِيرًا ۝۵۵ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا

ہٹک رہا اور دوزخ بس ہے جلتی آگ جو لوگ منکر ہوئے ہماری

بِأَيَّتِنَا سَوْفَ نُصْلِيهِمْ نَارًا كَلَّمًا نَضِجَتْ جُلُودُهُمْ

آیتوں سے ان کو ہم ڈالیں گے آگ میں جس دھت پک جاوے گی کھال ان کی

بَدَلْنَاهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا لِيَذُوقُوا الْعَذَابَ إِنَّ اللَّهَ

بدل کر دیں گے ان کو اور کھال کہ چلیئے رہیں عذاب اللہ ہے زبردست

كَانَ عَزِيزًا حَكِيمًا ۝ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

حکمت والا اور جو لوگ یقین لائے اور کیں نیکیاں

سَنُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ

ان کو ہم داخل کریں گے باغوں میں جن کے نیچے بہتی نہریں

خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۖ لَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُطَهَّرَةٌ ۖ

وہ پڑے وہاں ہمیشہ ان کو وہاں عورتیں ہیں ستھری

وَنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيلًا ۝

اور ان کو ہم داخل کریں گے گھن کی چھاؤں میں

نذمت یہود برنجس و حسد

قال تعالى أَمْ لَهُمْ نَصِيبٌ مِنَ الْمُلْكِ اسلے وَنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيلًا (دربط) یہ آیت بھی یہود کے حق میں ہے گزشتہ آیات میں یہود کے معائب بیان ہوئے کہ وہ باوجود کفر و مشرک میں ملوث ہونے کے اپنے آپ کو پاک اور مقدس بتلاتے ہیں اور خدا تعالیٰ پر افتراء کرتے ہیں اور مشرکین کو موعودین پر ترجیح دیتے ہیں اسب ان آیات میں یہود کے بنجل اور حسد کو بیان فرماتے ہیں کہ یہ لوگ غایت درجہ بنجل اور حاسد ہیں محض حسد کی وجہ سے سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لائے کہ نبی آخر الزمان نبی اسماعیل ہیں سے کیوں ہوئے بنی اسرائیل میں سے کیوں نہ ہوئے نیز یہود کا یہ دعوے اور زعم تھا کہ اخیر زمانہ میں یہود کی سلطنت ہوگی اور یہ کہتے تھے کہ آخر حکومت اور بادشاہت ہمیں کو پہنچ کر رہے گی برائے چندے اگر ادروں کو مل جائے تو مضایقہ نہیں۔

حق تعالیٰ نے اس آیت میں ان کی تکذیب کی اور ان کے دعوے کو جھوٹا قرار دیا چنانچہ فرماتے ہیں کیا ان کے لیے ان کی آرزو کے مطابق سلطنت اور بادشاہی میں سے کوئی حصہ ہے ہرگز نہیں یہ استہنام انکاری ہے مطلب یہ ہے کہ ان کے پاس سلطنت کا کوئی حصہ نہیں پھر ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع سے کیوں عار آتی ہے ان لوگوں پر ظلم اور طغیان

اور عصیان اور عدوان کی وجہ سے ذلت اور مسکنت کی ہر لگ چکی ہے پس اگر ان لوگوں کو سلطنت مل جائے تو یہ لوگ اس درجہ بخیل ہیں کہ لوگوں کو تل برابر بھی کوئی چیز نہ دیں اور سلطنت کے منافع کو اپنے لیے مخصوص کر لیں اور جو لوگ اس درجہ بخیل ہوں کہ سلطنت ملنے کے بعد لوگوں کو ایک تل دینا بھی گوارا نہ کریں وہ سلطنت کے حق دار اور اہل نہیں یہ ان کے سخی کا بیان تھا اب آیتہ آیت میں ان کے حسد کو بیان کرتے ہیں کیا یہ یہود عرب کے لوگوں یعنی بنی اسماعیل کی اس نعمت پر حسد کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے دی ہے لوگوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب مراد ہیں اور نعمت سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے منصب نبوت سے سرفراز فرمایا اور نبوت کے ساتھ حکومت اور بادشاہت بھی دی حسد اس پر ہے کہ نبوت اور بادشاہت تو حصہ بنی اسرائیل کا تھا۔ دین و دنیا کی نعمت بنی اسماعیل کو کیسے مل گئی۔

حق تعالیٰ شانہ ان کے جواب میں فرماتے ہیں پس تحقیق دی ہے ہم نے اولاد ابراہیم کو کتاب اور حکمت اور ہم نے ان کو بڑی بھاری سلطنت اور بادشاہت بھی دی ہے جیسے حضرت یوسف اور حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہم السلام کو نبوت کے ساتھ بادشاہت بھی عطا کی جو حضرت ابراہیم کی اولاد میں سے تھے اسی طرح سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تو حضرت ابراہیم کی اولاد سے ہیں پھر آنحضرت کی نبوت اور ریاست پر کیوں حسد کرتے ہیں حق تعالیٰ شانہ نے پہلے حضرت ابراہیم کے ایک خاندان (بنی اسرائیل) کو نبوت و بادشاہت سے سرفراز کیا اب دوسرے خاندان یعنی بنی اسماعیل کو نبوت و بادشاہت عطا کر کی تو حسد اور تعجب کی کیا بات ہے یہود بے بیہود کا خیال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت بنی اسرائیل کے علاوہ اور کسی خاندان کو نہیں ملے گا پس ان حاسدین میں سے کوئی تو آپ پر ایمان لایا جیسے عبداللہ بن سلام اور ان کے رفقاء اور کوئی ایمان لانے سے باز رہا جیسے کعب بن اشرف وغیرہ اور ان کی سزا کیلئے دوزخ کی دھکتی ہوئی آگ کافی ہے اور بعض علماء نے ہم کی ضمیر انبیاء سابقین کی طرف راجع کی ہے اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ اولاد ابراہیم میں سے جن نبیوں کو ہم نے کتاب و حکمت دی تھی ان پر بعض یہود تو ایمان لائے اور بعض نے ان کو بھی نہ مانا پس اسے بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اگر یہ لوگ آپ کی نبوت کو بھی نہ مانیں تو کوئی تعجب نہیں ان کی جو روخ پہلے تھی وہی اب بھی ہے ایسے ہٹ دھرموں کی سزا کے لیے دوزخ کافی ہے یہ آیت تو یہود کے حق میں تھی اب آیتہ آیت میں عام مؤمنین اور عام کفار کی جزاء و سزا کا بطور قاعدہ کلیہ ذکر ہے جس میں یہود بھی داخل ہیں تحقیق جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو نہیں مانا ہم ضرور ان کو آگ میں ڈالیں گے جب کبھی (آگ) سے ان کی کھالیں جل جایا کریں گی تو ہم فوراً پہلی کھاؤں کے سوا دوسری نئی کھالیں بدل دیا کریں گے تاکہ اچھی طرح عذاب کا مزہ چکھتے رہیں اور ہر لحظہ اور ہر ساعت عذاب کا الم محسوس

کرتے رہیں تازہ کھال کو جس قدر الم محسوس ہوتا ہے جلی ہوئی کھال کو اتنا محسوس نہیں ہوتا۔ بیشک اللہ زبردست حکمت والا ہے وہ سب پر غالب ہے کوئی اس کو عذاب دینے سے روک نہیں سکتا اور حکمت والا ہے اس کا عذاب عین حکمت اور مصلحت ہے اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے ان کو ہم ایسے باغوں میں داخل کریں گے جن کے درختوں اور مکانوں کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے یعنی ان باغوں میں ہمیشہ زندہ رہیں گے اور کبھی وہاں سے نکلے نہ جائیں گے ان کے لیے ان باغوں میں پاک و صاف بیویاں ہوں گی اور ہم ان کو بڑے گنجان سایہ کی جگہ میں بھی داخل کریں گے یعنی جنت میں نہ گرمی ہو گی اور نہ سردی بلکہ ایسا آرام ملے گا جیسا سایہ میں بیٹھ کر ملتا ہے ملک عرب چونکہ نہایت گرم ہے اس لیے وہاں کے لوگ سایہ کو غایت درجہ کی راحت جانتے تھے اس مقام پر لوگ یہ اعتراض کیا کرتے ہیں کہ جب جنت میں سورج نہیں تو سایہ کیسا کما قال تعالیٰ لَا يَؤُوتُ فِيهَا شَمْسٌ وَلَا ذَمْهَرٌ

یہ ہے کہ روشنی اور دھوپ کے لیے خاص آفتاب کا وجود ضروری نہیں اللہ تعالیٰ جس طرح چاہے نور اور تیز روشنی پیدا کر دے آخری نعمتوں کو دنیاوی نعمتوں پر قیاس نہ کرنا چاہیے جس طرح وہ آخرت میں دودھ اور شہد بلا اسباب ظاہرہ کے محض اپنی قدرت سے پیدا فرمائے گا اسی طرح وہ جنت میں روشنی اور سایہ بھی اپنی قدرت سے پیدا فرما دے گا۔

جواب

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا

اللہ تم کو فرماتا ہے کہ پہنچاؤ امانتیں امانت والوں کو

وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ

اور جب چھوٹی کرنے لگو لوگوں میں تو چکوٹی کرو انصاف سے

إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا

اللہ اچھی نصیحت کرتا ہے تم کو اللہ ہے سنتا دیکھتا

بَصِيرًا ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا

اے ایمان والو حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو

الرَّسُولَ وَأُولِيَ الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ

رسول کا اور جو اختیار دے ہیں تم میں پھر اگر جھگڑا ہو کسی چیز میں تو

فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ

اس کو رجوع کرو طرف اللہ کے اور رسول کے اگر یقین رکھتے ہو

بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ۝

اللہ پر اور پچھلے دن پر یہ خوب ہے اور بہتر تفسیق کرنا ہے

حکم نوزدہم ادوامانت اقامت عدل^{۱۹}

قال تعالى إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا... لَيْ... ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا (ربط) دور سے یہود کے قبائح اور حدود اللہ سے ان کی تعدیوں کا بیان چلا آرہا ہے اب ان آیات میں ان کی ایک اور تعدی کو بیان فرماتے ہیں کہ منجملہ تعدی حدود اللہ کے ایک تعدی امانت میں خیانت اور فیصلہ میں بے انصافی ہے یہود کی یہ عادت تھی کہ امانت میں خیانت کرتے اور فصل خصوصیات میں رشوت لے کر بے انصافی کرتے اس لیے ان آیات میں اللہ تعالیٰ امانت داری اور عدل و انصاف اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور اولی الامر کی اطاعت کا حکم دیتے ہیں اس لیے دخول جنت اور ازواج مطہرہ اور ظل ظلیل کے مستحق اہل امانت اور اہل عدالت ہی ہو سکتے ہیں اور اعمال صالحہ میں امانت اور عدالت بہت بڑا عمل صالح ہے بلکہ تمام اخلاق اور اعمال اور معاملات دینیہ و دنیویہ اور حکومت و ریاست کی روح بھی صفت عدل و امانت ہے چنانچہ فرماتے ہیں تحقیق اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو امانت والوں کے حوالہ اور سپرد کردو خواہ وہ امانتیں دنیا سے متعلق ہوں یا دین سے اس آیت میں عثمان بن طلحہ کے قصہ کی طرف اشارہ ہے امام بغوی زما ہیں کہ فتح مکہ کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خانہ کعبہ کے اندر داخل ہونا چاہا تو عثمان بن طلحہ جو خانہ کعبہ کے کلید بردار تھے ان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خانہ کعبہ کی کبھی طلب کی عثمان نے کبھی دینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ اگر میں آپ کو خدا کا رسول جانتا تو میں کبھی دینے

علی جن کا ذکر پہلی آیت میں ہو چکا ہے -

سے انکار نہ کرتا لیکن میرے علم میں آپ خدا کے رسول نہیں اس پر حضرت علی نے عثمان کا ہاتھ پکڑ کر مروڑ دیا اور کہنی اُن سے چمپیں لی اور خانہ کعبہ کا دروازہ کھولا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کے اندر داخل ہوئے اور دو رکعت نماز پڑھی جب آپ باہر نکلے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آپ سے درخواست کی کہ یہ کہنی مجھ کو دے دی جائے تاکہ تقویت زمزم یعنی حایموں کو زمزم پلانے کی خدمت کے ساتھ خانہ کعبہ کی حجابت (کلید برداری) بھی مجھے مل جائے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو حکم دیا کہ کہنی عثمان بن طلحہ کے حوالہ کر دو علی نے کہنی عثمان بن طلحہ کے حوالہ کر دی اور کہا کہ تمہارے بارہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور ان کو یہ آیت پڑھ کر سنائی عثمان بن طلحہ نے جب یہ آیت سنی تو فوراً مسلمان ہو گئے اور کہا کہ اشہدان لا الہ الا اللہ وان محمد رسول اللہ۔

امام بغوی کی اس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عثمان بن طلحہ فتح مکہ کے دن اس آیت کے نزول کے بعد مشرف باسلام ہوئے لیکن اکثر علماء کا قول یہ ہے کہ عثمان بن طلحہ صلح حدیبیہ کے زمانہ میں خالد بن ولید کے ساتھ مدینہ منورہ حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے اور جب فتح مکہ کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ آئے اور عثمان سے خانہ کعبہ کی کہنی طلب کی تو عثمان نے بے تامل آپ کے حوالے کر دی اور پھر خانہ کعبہ سے باہر آ کر جب آپ وہ کہنی عثمان کو دینے لگے تو حضرت عباسؓ بول اٹھے کہ یا رسول اللہ یہ کہنی میرے حوالے کر دی جائے اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور آپؐ نے عثمان کی امانت (کہنی) عثمان کے حوالے کر دی اور یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کہنی تم کو واپس دلائی ہے اب یہ کہنی ہمیشہ تمہارے ہی پاس رہے گی اور جو شخص یہ کہنی تم سے چھینے گا وہ ظالم کہلائے گا مرتے دم تک یہ کہنی عثمان ہی کے پاس رہی مرتے وقت یہ کہنی اپنے بھائی شیبہ کو دی چنانچہ اب تک خانہ کعبہ کی کہنی شیبہ کی اولاد میں ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک اسی کی اولاد میں رہے گی۔

عدل کا حکم

اور اللہ تعالیٰ تم کو یہ حکم دیتے ہیں کہ جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف سے فیصلہ کرو یعنی فیصلہ میں کسی کی رعایت نہ کرو اور نہ کسی پر ظلم کرو مدعی اور مدعی علیہ دونوں کو اپنے پاس بٹھا کر دونوں کی طرف متوجہ ہو اور دونوں کی بات سن کر جو حق معلوم ہو اس کے مطابق فیصلہ کرو اور اپنے اور پر اسے کا امتیاز نہ کرو بے شک اللہ تعالیٰ تم کو بہت ہی عمدہ نصیحت کرتا ہے یعنی امانت کا ادا کرنا اور عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنا بلاشبہ امانت اور

عدالت نہایت ہی عمدہ خصلت ہے جس پر دین و دنیا کی صلاح اور فلاح موقوف ہے آخرت کا معاملہ تو بہت بڑا ہے دنیا سے فانی کی حکومت بھی بدون امانت اور عدالت نہیں چلتی بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے اقوال و افعال کو جو فیصلہ کے وقت سرزد ہوتے ہیں سننے والا دیکھنے والا ہے تمہاری امانت اور نینانت اللہ تعالیٰ سے مخفی نہیں پس تم کو چاہیے کہ اللہ اور اس کے رسول کے حکم پر چلو اور اختلاف کے وقت اللہ اور اس کے رسول یعنی کتاب و سنت کی طرف رجوع کرو چنانچہ فرماتے ہیں اسے ایمان والو اطاعت اور فرمانبرداری کرو اللہ تعالیٰ کی جو قانون عدل اور انصاف کا واضح ہے اور فرمانبرداری کرو پیغمبر خدا کی جو قانون خداوندی کا شارح ہے رسول جو بھی کہتا ہے وہ سب خدا ہی کی طرف سے ہوتا ہے نبی کی زبان حکم خداوندی کی ترجمان ہے اور فرمانبرداری کرو اپنے فرماں رواؤں کی بشرطیکہ وہ تم میں سے ہوں یعنی مسلمانوں میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہوں اور ان محکام کا مقصود حکومت سے یہ ہو کہ احکام شریعت کو لوگوں میں جاری اور نافذ کریں اور کتاب و سنت کے مطابق لوگوں میں امانت اور عدالت کے ساتھ فیصلہ کریں تو ایسے حکام کی اطاعت واجب ہے اور اگر تم میں اور حکام میں کسی وقت کسی شے میں باہم نزاع اور اختلاف ہو جائے کہ یہ حکم اور یہ فیصلہ اللہ اور اس کے رسول کو موافق ہے یا مخالف تو اس کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرو یعنی جس بات میں اختلاف ہو تو اس کو کتاب اللہ اور سنت رسول کی طرف لوٹاؤ اگر تم اللہ اور رسول آخرت پر ایمان رکھتے ہو یعنی اگر تم اس پر ایمان رکھتے ہو کہ قانون خداوندی کی اطاعت واجب ہے اور اس پر ایمان رکھتے ہو کہ قیامت کے دن قانون شریعت پر عمل کرنے والوں اور نہ کرنے والوں کو جزاء و سزا ضرور ملے گی تو نزاع کے وقت کتاب و سنت کی طرف رجوع کرو یہ یعنی کتاب و سنت کی طرف رجوع کرنا ہی تمہارے لیے غایت درجہ نافع اور بہتر ہے اور اگر بالفرض و التقدير اس وقت تم کو حکم شرعی نافع اور مفید معلوم ہو تو خوب سمجھ لو کہ وہ باعتبار انجام کے تمہارے لیے بہت ہی بہتر ہے یعنی اس کی عاقبت محمود ہے فیصلہ میں خدا کی طرف رجوع کرنے کا انجام بہتر ہے اور اپنی خواہش اور غرض کی طرف رجوع کرنے کا انجام برا ہے ۔

لطائف و معارف

- (۱) امانت کی حقیقت یہ ہے کہ جس کسی کا جو حق تم پر واجب ہو اس کو طیب خاطر کے ساتھ ادا کر دو
- (۲) آیت کا نزول اگرچہ خاص واقعہ مفتاح میں ہوا ہے لیکن بالاجماع یہ آیت مال و دلیعت کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ لفظ امانات میں ۔ جملہ اقسام کی امانتیں داخل ہیں کیونکہ الامانات پر

جو الف لام داخل کیا گیا ہے وہ استغراق کے لیے ہے اور مطلب یہ ہے کہ جملہ اقسام کی امانتوں کی رعایت واجب ہے کسی امانت میں بھی خیانت روا نہیں۔

(۳۱) جاننا چاہیے کہ انسان کے معاملات کی کل تین قسمیں ہیں یا تو انسان کا معاملہ خدا تعالیٰ کے ساتھ ہے اور یا لوگوں کے ساتھ اور یا اپنے نفس کے ساتھ ہے تینوں قسموں میں امانت کی رعایت ہر انسان پر فرض ہے۔

(۱۱) خدا تعالیٰ کے ساتھ امانت کی رعایت یہ ہے کہ جن باتوں کا خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے ان کو بجا لائے اور جن باتوں سے منع کیا ہے ان سے رکا رہے احکام خداوندی کی بجا آوری میں خیانت نہ کرے۔

(۱۲) اور لوگوں کے ساتھ امانت کی رعایت یہ ہے کہ ان کی ودیعتیں اور ان کے قرض ادا کرے مانپ تول میں کسی نہ کرے اور بادشاہوں کی امانت یہ ہے کہ رعایا کے حقوق ادا کریں عہدہ اور منصب کسی نااہل کو نہ دیں نااہل کو عہدہ اور منصب دینا رعایا کے ساتھ خیانت ہے اور علماء کی امانت یہ ہے کہ احکام خداوندی بلا کم و کاست شریعت کے مطابق لوگوں تک پہنچا دیں۔

(۱۳) اور اپنے نفس کے ساتھ امانت کی رعایت یہ ہے کہ اپنے اعضاء و جوارح سے وہ کام نہ لے جو دنیا اور آخرت میں اس کے لیے مضر ہوں مثلاً زبان کو کلمات کفر اور بدعت اور کذب و غیبت سے محفوظ رکھے اور آنکھ کی امانت یہ ہے کہ اس کو حرام کی طرف دیکھنے سے محفوظ رکھے اور کان کی امانت یہ ہے کہ جھوٹ اور غیبت اور گانے بجانے کے سننے سے محفوظ رکھے اور شرمگاہ کی امانت یہ ہے کہ اس کو حرام سے بچائے۔

قرآن کریم میں جا بجا امانت ادا کرنے کی تاکید آئی ہے اور حدیث میں ہے کہ جس میں امانت نہیں اس میں ایمان نہیں اور جس کو اپنے عہد کا پاس نہیں اس میں دین نہیں۔

(۱۴) دوسری آیت یعنی وَإِذَا حُكِمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْتُمْ بِالْعَدْلِ میں حکام کو حکم دیا گیا کہ لوگوں کے اختلافات اور نزاعات کا فیصلہ عدل اور انصاف کے ساتھ کریں حق کے مطابق فیصلہ کریں ذرہ برابر کسی کی رعایت نہ کریں۔

دنیا کے اعتبار سے عدل کا فائدہ یہ ہے کہ حکومت کا بقا اور استحکام عدل و انصاف پر موقوف ہے حکومت کفر کے ساتھ چل سکتی ہے مگر ظلم کے ساتھ نہیں چل سکتی جس حکومت سے عدل و انصاف رخصت ہو جاتا ہے تو اس کے ساتھ ملک کی برکنیں بھی رخصت ہو جاتی ہیں آسمان کی بارشیں کم ہو جاتی ہیں اور زمین کی پیداوار بھی گھٹ جاتی ہے مرد میں مضحمل ہو جاتی ہیں ملک میں مکرو قریب پھیل جاتا ہے اور سکون اور اطمینان کم ہو جاتا ہے اور جب مظلوم

دار کی اور زیادہ سے مردم ہو کر آسمان کی طرف دیکھتا ہے تو قبر خداوندی جوش میں آتا ہے اور پھر بلند
چند سے وہ ہوتا ہے جو دنیا دیکھتی ہے اللہ پناہ میں لکھے اور آخرت کے اعتبار سے عدل کا فائدہ یہ ہے
کہ عدل و انصاف قیامت کے دن حق تعالیٰ کے قرب و رضا اور اعزاز و اکرام کا ذریعہ ہے۔
حدیث میں ہے کہ عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنے والے حاکموں کو قیامت کے دن
نور کے منبروں پر بٹھایا جائے گا۔

اور حدیث میں ہے کہ تین شخصوں کی دعا رد نہیں ہوتی عادل فرمانروا اور رذوہ دار اور مظلوم
اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سات شخصوں کو عرش کے سایہ میں جگہ
دے گا منجملہ ان کے ایک عادل فرمانروا ہے۔

(۵) اولو الامر کے بارہ میں علماء کا اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ اولی الامر سے امراء اور حکام
مراد ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ اولی الامر سے فقہاء اور علماء دین مراد ہیں۔
حضرت ابن عباسؓ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ حسن بصریؒ ضحاکؒ مجاہدؒ کا یہ قول ہے
(تفسیر در منثور ص ۱۶ ج ۲)

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ امام مالکؒ کے نزدیک بھی یہی قول مختار اور پسندیدہ ہے اور مجاہد
کہتے ہیں کہ اولی الامر سے صحابہ کرام مراد ہیں اور عکرمہ کہتے ہیں کہ اس سے ابو بکرؓ و عمرؓ مراد ہیں (تفسیر
قرطبی ص ۲۵۹ ج ۵)

اور شیعہ کہتے ہیں کہ اولی الامر سے ائمہ اثنا عشر مراد ہیں یعنی ائمہ معصومین مراد ہیں جن کا دنیا
میں کہیں وجود نہیں نہ معلوم کہ حضرات شیعہ نے محدود کی اطاعت کی کیا صورت نکالی ہے۔
اور غور و فکر کے بعد یہ معلوم ہوتا ہے کہ اولی الامر کے معنی ارباب حکومت اور اہل اختیار
کے ہیں جو امراء اور حکام اور علماء دین اور خلفاء راشدین سب پر صادق آتی ہیں کیونکہ شاہ عبدالقادرؒ
نے اولی الامر کا ترجمہ (اور جو اختیار واسے ہیں تم میں) کیا ہے اور مولانا اشرف علی صاحب نے
اولی الامر کا ترجمہ اس طرح کیا ہے اور جو لوگ تم میں اہل حکومت ہیں اور حکومت اور اختیار عام ہے خواہ
دنیا کے اعتبار سے ہو یا دین کے اعتبار سے تدبیر ملکی اور حرب اور ضرب میں امراء و حکام کی
اطاعت واجب ہے بشرطیکہ ان کے احکام شریعت کے مطابق ہوں اور اگر امیر اور حاکم معصیت کا حکم

قال العلامة الألوسی وحملہ کثیر علی ما یعمر الجميع لتناول الاسم لهم لامت
للأمراء تدبیر امر الجیش والقتال وللعلماء حفظ الشریعة ولبیسی بعیید (روح المعانی ص ۵۹ ج ۵)
وقال ابن کثیر والظاهر والله اعلم انها عامۃ فی کل اولی الامر من الأمراء والعلماء کما تقدم
(تفسیر ابن کثیر ص ۱۱۵)

دے تو پھر امیر اور حاکم کی اطاعت جائز نہیں۔

اور دینی اعتبار سے علماء اور فقہاء حاکم اور ذی اختیار ہیں عوام پر علماء اور فقہاء کا اتباع واجب ہے اس لیے کہ علماء انبیاء کرام کے وارث ہیں اور احکام شریعت کے خازن و امین ہیں اور خزانہ علم نبوی کے حفیظ عظیم ہیں۔

اور حق جل شانہ کا یہ ارشاد وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ هِيَ الْأَمْرُ سے علماء مجتہدین مراد ہیں جو اجتہاد اور استنباط کی صلاحیت رکھتے ہوں ان کی طرف رجوع کرنا واجب ہے جو احکام اور مسائل بصراحت کتاب و سنت میں نہ پائے جائیں وہاں عوام پر علماء مجتہدین و مستنبطین کی تقلید اور اتباع واجب ہے غرض یہ کہ جو کوئی مسلمانوں کی دینی یا دنیوی صلاح کا دالی اور متولی ہو وہ اولی الامر کے تحت میں داخل ہے اور خلفاء راشدین چونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قائم مقام تھے اس لیے وہ دونوں قسم کی اصلاح کے دالی اور متولی تھے اور دین دنیا دونوں اعتبار سے حاکم اور فرمانروا اور ذی اختیار تھے اور سب سے زیادہ اولی الامر کے لقب کا استحقاق رکھتے تھے جو خلفاء راشدین کی سنت کے اتباع کو واجب نہ سمجھے وہ اہل سنت والجماعت میں سے نہیں۔

(۱۶) اصول دین اور ادلہ شرعیہ

امام نازکی قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں کہ اس آیت شریفہ میں اصول دین اور ادلہ شرعیہ کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ علماء اصول نے لکھا ہے کہ ادلہ شرعیہ چار ہیں کتاب اللہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجماع امت اور قیاس فقہاء مجتہدین، اُلْطَبَعُوا بِاللَّهِ میں کتاب اللہ کے اتباع کی طرف اشارہ ہے جو اصول دین میں اصل اول ہے اور اُلْطَبَعُوا الرَّسُولَ میں سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی طرف اشارہ ہے جو دین کی اصل ثانی ہے اور اولی الامر کی اطاعت سے اجماع علماء کے اتباع کی طرف اشارہ ہے جو دین کی اصل ثالث ہے کیونکہ حقیقت میں امرار اور اولی الامر سے وہی علماء ربانیین اور راسخین فی العلم مراد ہیں جو کتاب و سنت سے احکام خداوندی کا استنباط کر سکتے ہوں اور علماء اصول کی اصطلاح میں ایسے ہی لوگوں کو اہل حل و عقد کہا جاتا ہے اور ایسے ہی علماء مستنبطین کے قول و اقرار سے اجماع منعقد ہوتا ہے۔

مخرج ابن ابی شیبۃ وابن جریر عن ابی العالیۃ فی قوله وَأُولِي الْأَمْرِ قَالَ هُمُ أَهْلُ الْعِلْمِ لَا تَرَى أَنَّهُ يَقُولُ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ وتفسیر درمنثور ص ۱۴۷ ج ۲ و تفسیر قرطبی ص ۲۸۳ ج ۵

مفہم تفصیل کے لیے حضرات اہل علم اصل تفسیر کی مراجعت کریں - ۱۲

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قطعی اور جزمی طور پر جس کا اتباع واجب اور لازم ہے وہ اجماع علماء ہے علماء فرداً فرداً اگرچہ غیر معصوم ہیں لیکن علماء ربانین اور مستنبطین کا اجماع معصوم عن الخطاء ہے جیسا کہ حدیث میں ہے لا تجتمع امتی علی الضلالة ایلتی اولی الامر کے اجماع کی اطاعت اور اتباع کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے ساتھ ملا کر ایک اطیعوا کے تحت میں ذکر فرمایا ہے اور فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ مِنْ زَعَاوٍ اَخْتَلَفَ مِنْهُ اِسْ شَيْءٍ فِي نزاع اور اختلاف مراد ہے جس کا حکم کتاب و سنت و اجماع میں منصوص اور مقرر نہ ہو کیونکہ جس کا حکم منصوص ہوگا وہ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ میں داخل ہوگا پھر اس قضیہ مشروطہ یعنی فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ لاسنے کی کیا ضرورت ہوگی۔

عالم میں جو واقعات پیش آتے ہیں وہ دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جن کے احکام منصوص ہیں دوم وہ جو منصوص نہیں اول الذکر کے متعلق أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ کا حکم دیا گیا اور دوسری قسم یعنی جس واقعہ کا حکم منصوص نہ ہو اس کے متعلق یہ حکم دیا گیا کہ فَوَدُّوا إِلَیَّ اللَّهَ وَالرَّسُولَ یعنی جس واقعہ کا حکم منصوص نہ ہو تو اس غیر منصوص کا حکم معلوم کرنے کیلئے کتاب و سنت کی طرف رجوع کرو اور اس جیسے واقعات کا جو حکم کتاب و سنت میں ہے وہی اس غیر منصوص کے لیے ثابت کر دو اور مشابہت اور مماثلت کی بنیاد پر غیر منصوص کے لیے منصوص کا حکم ثابت کرنا اسی کا نام قیاس اور اجتہاد اور استنباط ہے جو دین کی اصل چہارم ہے کتاب و سنت احکام خداوندی کا خزانہ اور دینہ ہے جو احکام کتاب و سنت میں منصوص اور صراحۃً مذکور ہیں وہ بمنزلہ ایسے خزانہ کے ہیں جو گھر میں رکھا ہوا ہے ہر ایک بصیر اور بینا کو دکھائی دے سکتا ہے اور جو احکام غیر منصوص ہیں وہ بمنزلہ دینہ کے ہیں جو کتاب و سنت کے عمق اور گہرائی میں مدفون اور مستور ہیں جن کا سوائے حاذق اور ماہر کے کسی کو پتہ نہیں چل سکتا پس جو علوم اور احکام کتاب و سنت کی تہ میں مدفون اور مخزون ہیں ان کو اپنی باطنی حذاقت اور اندرونی بصیرت سے باہر نکال لاسنے کا نام اجتہاد اور استنباط ہے اور جو شخص خود استنباط نہ کر سکے اس کو مستنبطین کا اتباع لازم ہے مع چوں تو یوسف نیستی یعقوب باش، اور اس کا نام تقلید ہے جو لوگ اجتہاد اور استنباط کی صلاحیت نہ رکھتے ہوں ان پر راسخین فی العلم اور مستنبطین کا اتباع واجب ہے اور اپنی ناقص رائے اور ناتمام فہم کا اتباع ناجائز ہے۔

حضرت مولانا سید محمد انور شاہ قدس اللہ سرہ فرمایا کرتے تھے کہ حق تعالیٰ نے دنیا میں دو نعمتیں اتاریں ایک حفظ کی اور ایک فہم کی حفظ کی نعمت سے محدثین اور لغویین کو سرفراز فرمایا اور فہم و فراست کی نعمت سے فقہاء اور عارفین یعنی اولیاء اللہ کو سرفراز فرمایا انتہی کلامہ۔ پس جس طرح حق تعالیٰ شانہ نے ذخیرۂ حدیث کی تدوین کے لیے بخاری اور مسلم اور ابوداؤد

و ترمذی کو خاص طور پر منتخب فرمایا اور امت محمدیہ کو ان حضرات کی تدوین کردہ کتابوں کی تلقین بالقبول کا اہام فرمایا اسی طرح تدوین فقہ اور استنباط مسائل کے بیسے ائمہ اربعہ یعنی امام ابو حنیفہ اور امام مالک اور امام شافعی اور امام احمد کو منتخب فرمایا اور امت کے علماء و صلحاء و عوام و خواص کے دلوں میں ان کی تقلید کا داعیہ پیدا فرمایا کہ ان حضرات کے فہم و استنباط پر بھروسہ اور اعتماد کر کے ان کے سمجھے ہوئے کے مطابق شریعت پر عمل کریں ائمہ مجتہدین کی تقلید پر انکار کرنے والوں اور تقلید شخصی کو شرک و بدعت بتانے والوں پر تعجب ہے کہ صحت حدیث اور جرح و تعدیل میں بخاری اور مسلم اور صحاح ستہ کا اتباع اور تقلید تو مستحسن ہو اور مسائل اجتہادیہ میں ابو حنیفہ اور شافعی کا اتباع کو رانہ تقلید اور بدعت اور شرک کہلائے دنیا میں سینکڑوں محدث اور بے شمار حدیث کی کتابیں ہیں مگر ان میں سے جس طرح صحیحین اور صحاح ستہ کو علماء نے منتخب کر لیا ہے اور بلا دلیل ان کتابوں کی حدیث کو معتبر سمجھا جاتا ہے اور کوئی شرک اور بدعت نہیں بتلاتا اسی طرح دنیا میں بہت سے مجتہد گزرے مگر من جانب الہام امت محمدیہ کے محدثین اور مفسرین اور اولیاء اور متکلمین انہی چار کی اتباع اور تقلید میں منحصر ہو گئے اور سب علماء کا اس پر اجماع ہو گیا کہ ان چار حضرات سے زیادہ کوئی عالم کتاب و سنت اور احکام شریعت کو سمجھنے والا نہیں عقلاً اگرچہ اب بھی اجتہاد ممکن ہے نبوت کی طرح اجتہاد کا دروازہ بند نہیں ہوا لیکن یہ امکان ایسا ہی ہے جیسا کہ یہ کہا جائے کہ بخاری اور مسلم جیسا حافظ حدیث ہونا اب بھی ممکن ہے حافظ بخاری اور مسلم پر ختم نہیں ہو گیا بے شک امکان عقل اب بھی موجود ہے لیکن فقہ جیسا اجتہاد اور استنباط اور بخاری و مسلم جیسا حافظ من جانب الہام دنیا سے اٹھایا گیا اور یہ امکان عادتاً مفقود ہو گیا۔

جو لوگ صحیحین اور سنن اربعہ کی احادیث کو بلا دلیل معتبر سمجھتے ہیں ان کے پاس بجز حسن ظن کے کوئی دلیل نہیں منکرین تقلید کو نہ اسانید کا علم ہے اور نہ رجال سند کے اسماء اور کئی اور سواہد اور نہ وفیات اور انکی ثقاہت اور ضعف کی کچھ خبر ہے محض بخاری اور مسلم کی امامت اور جلالت قدر پر بھروسہ اور اعتماد کر کے بلا دلیل ان کی احادیث کو محض حسن ظن کے بناء پر صحیح تسلیم کرتے ہیں کیا یہ تقلید نہیں۔

اسی طرح مقلدین امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کے فقہ اور اجتہاد و استنباط پر حسن ظن کی بناء پر اعتماد کر کے شریعت کا اتباع کرتے ہیں اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ امت محمدیہ کے علماء کا اجماع ہے کہ ابو حنیفہ اور مالک اور شافعی اور احمد فقہ اور اجتہاد کے آسمان تھے اور ہم ذرہ بے مقدار ہیں اس لئے احتیاط اسی میں ہے کہ ہم ان مستنبطین کی طرف رجوع کریں اور جو شخص ان ائمہ صدیق کے تقلید شخص سے منحرف ہے وہ اپنے ظلم و جہول نفس کی تقلید شخصی میں گرفتار ہے ۱۷۱ ان چار اصول یعنی کتاب و سنت اور اجماع اور قیاس مجتہدین کے ذکر کے بعد حق تعالیٰ کا یہ ارشاد

فرمانا اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ اس امر کی دلیل ہے کہ جس طرح کتاب و سنت کا اتباع لوازم ایمان میں سے ہے اسی طرح اجماع امت اور قیاس مجتہد کا اتباع بھی مقتضیات ایمان میں سے ہے اور ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا کا مصداق ہے کیونکہ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ کی قید جمیع امور مذکور فی الآیت سے متعلق ہے اور ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا بھی سب سے متعلق ہے (۸) تمام علماء امت کے نزدیک اولہ شرعیہ چار ہیں کتاب سنت اجماع اور قیاس۔

اور امام بخاری نے صحیح بخاری کی کتاب الاعتصام میں اجماع اور قیاس کا دلیل شرعی ہونا کتاب و سنت سے ثابت کیا ہے۔

مگر غیر مقلدین کے نزدیک اولہ شرعیہ صرف دو ہیں ایک کتاب اور ایک سنت اجماع اور قیاس کی حیثیت کے قائل نہیں جتنے کہ اجماع صحابہ کے بھی قائل نہیں بیس رکعت تراویح اور تین طلاق کے تین ہونے کے قائل نہیں اور نام اپنا اہل حدیث رکھ لیا ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلٰى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ

تو نے نہ دیکھے وہ جو دعویٰ کرتے ہیں کہ یقین

اٰمَنُوْا بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَا اُنْزِلَ

لائے ہیں جو اترتا تیری طرف اور جو اترتا

مِنْ قَبْلِكَ يُرِيدُوْنَ اَنْ يَّتَحٰكَمُوْا اِلَى الطَّاغُوْتِ

سے پہلے چاہتے ہیں کہ قضیہ لے جاویں شیطان کی طرف

وَقَدْ اُمِرُوْا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ

اور حکم ہو چکا ہے ان کو کہ اس سے منکر ہو جاویں اور چاہتا ہے شیطان

اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًا بَعِيْدًا ۝۶۰ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ

کہ ان کو بہکا کر دُور لے ڈالے اور جو ان کو کہیے آؤ

تَعَالَوْا اِلٰى مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاٰیْتَ

اللہ کے حکم کی طرف جو اس نے اتارا اور رسول کی طرف تو دیکھے

السُّفِيْقَيْنِ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُودًا ۝۶۱ فَكَيْفَ إِذَا

منافقوں کو بند ہو رہے ہیں تیری طرف سے ایک کر پھر وہ کیسا کہ جب

أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ ۖ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ ثُمَّ جَاءُوكَ

ان کو پہنچے مصیبت اپنے ہاتھوں کے یکے سے پیچھے آویں

يَخْلِفُونَ ۚ بِاللّٰهِ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا أَحْسَنًا وَتَوْفِيقًا ۝۶۲

پیرے پاس قسمیں کھاتے اللہ کی کہ ہم کو عرض نہ تھی مگر بہلائی اور ملاپ

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِي قُلُوبِهِمْ ۚ فَأَعْرَضَ

یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ جانتا ہے جو ان کے دل میں ہے سو تو ان سے

عَنَّهُمْ وَعِظَتْهُمْ وَقُلَّ لَهُمْ فِي أَنْفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيغًا ۝۶۳

تغافل کر اور ان کو نصیحت کر اور ان سے کہہ ان کے حق میں بات کام کی

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا يُطَاعُ بِإِذْنِ اللّٰهِ ط وَ

اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس واسطے کہ اس کا حکم مانیں اللہ کے

لَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا

فرمان سے اور اگر ان لوگوں نے جس وقت اپنا برا کیا تھا آتے تیرے پاس پھر اللہ سے

اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا

بخشتارے اور رسول ان کو بخشواتا اللہ کو پاتے معاف کرنے والا

رَّحِيمًا ۝۶۴ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ

مہربان سو قسم ہے تیرے رب کی ان کو ایمان نہ ہو گا جب تک تجھ ہی کو منصف نہ

فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا

جانب جو جھکڑا اسے آپس میں پھرنہ پاویں اپنے جی میں خفگی پتری

مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۝۶۵ وَلَوْ أَنَّا كَتَبْنَا

جکوٹ سے اور قبول رکھیں مان کر اور اگر ہم ان پر

عَلَيْهِمْ أَنْ أَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَخْرَجُوا مِنْ دِيَارِكُمْ

حکم کرتے کہ ہلاک کرو اپنی جان یا چھوڑ نکلو اپنے گھر

مَّا فَعَلُوهُ إِلَّا قَلِيلٌ مِّنْهُمْ وَلَوْ أَنَّهُمْ فَعَلُوا مَا

تو کوئی نہ کرتے مگر تھوڑے ان میں اور اگر یہی کریں جو ان کو

يُوعِظُونَ بِهِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَأَشَدَّ ثَبَاتًا ۝۶۶

نصیحت ہوتی ہے تو ان کے حق میں بہتر ہو اور زیادہ ثابت ہوں دیں میں

وَإِذَا لَا تَأْتِيَنَّهُمْ مِّنْ لَّدُنَّا أَجْرًا عَظِيمًا ۝۶۷

اور اسی میں ہم دیں ان کو اپنے پاس سے بڑا ثواب اور

لَهَدَيْنَهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ۝۶۸ وَمَنْ يُطِيعِ

چلا دیں ان کو سیدھی راہ اور جو لوگ حکم میں

اللَّهِ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ

چلتے ہیں اللہ کے اور رسول کے سوا ان کے ساتھ ہیں جن کو اللہ نے نوازا

مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ

نبی اور صدیق اور شہید اور نیک بخت

وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا ۖ ذَٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللَّهِ

اور خوب ہے ان کی رفاقت یہ فضل ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ

وَكُفَىٰ بِاللَّهِ عَلِيمًا ۖ

بس ہے خبر رکھنے والا۔

نہت منافقین برحرف از فیصلہ شریعت

قال تعالیٰ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُوْعَمُوْنَ لَسَ وَ كُفَىٰ بِاللَّهِ عَلِيمًا ۖ (ربط) یہ آیت بھی اہل کتاب سے متعلق ہے ان میں کے کچھ لوگ منافقانہ طور پر مسلمان بن گئے تھے اور فصل خصومات میں رعایت اور رشوت کے عادی ہو گئے تھے ان لوگوں کے دل میں کفر والحاد تھا محض زبان سے توبہ و رسالت کا اقرار کر لیا تھا جب کوئی مقدمہ پیش آتا تو اپنا معاملہ یہودیوں کے عالموں اور سرداروں کے پاس لے جانا پسند کرتے کہ وہ ان کی رعایت کریں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فیصلہ کے لیے جانے سے گریز کرتے اس لیے کہ آپ جو فیصلہ کریں گے وہ غایت درجہ عادلانہ ہوگا اس میں ذرہ برابر کسی کی رعایت نہ ہوگی چنانچہ مدینہ منورہ میں ایک مرتبہ ایک منافق بشر نامی کا ایک یہودی سے جھگڑا ہو گیا یہودی نے اس خیال سے کہ وہ حق پر تھا یہ چاہا کہ اس مقدمہ کا فیصلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کرایا جائے کہ آپ بلا کسی رعایت کے حق فیصلہ کریں گے منافق نے چاہا کہ کعب بن اشرف یہودی سے فیصلہ کرایا جائے یہودی نے کعب بن اشرف کے پاس جانے سے انکار کر دیا اور سوائے اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی اور کے فیصلہ پر راضی نہ ہوا آخر یہ سب ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فیصلہ کرایا جائے آپ نے یہودی کے حق میں فیصلہ کر دیا اور یہودی ہی حق پر تھا وہ منافق اس پر راضی نہ ہوا جب وہ دونوں آپ کے پاس سے باہر آئے تو منافق یہودی کو جھٹ گیا اور کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس چلو وہ ٹھیک فیصلہ کریں گے منافق کو غالباً یہ گمان ہوا کہ عمر رضی اللہ عنہ کا فرد کے حق میں بہت سخت ہیں اور میں کلمہ گو ہوں اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بمقابلہ یہودی میری رعایت کریں گے یہودی اس پر راضی ہو گیا اور سمجھا کہ گو عمر رضی اللہ عنہ کا فرد کے حق میں سخت ہیں مگر حق پرست ہیں دونوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور ان سے فیصلہ چاہا یہودی نے سارا ماجرا ان سے کہا

یہ سن کر وہ گھر میں تشریف لے گئے اور فرمایا کہ ٹھہر دو میں ابھی آتا ہوں اور آکر تمہارا فیصلہ کرتا ہوں یہ کہہ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اندر چلے گئے اور تلوار لے کر آئے اور آتے ہی اس منافق کو قتل کر دیا اور فرمایا کہ جو شخص اللہ اور اس کے رسول کے فیصلہ پر راضی نہ ہو اس کا فیصلہ عمر رضی اللہ عنہ اس طرح کیا کرتا ہے منافق کے رشتہ دار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور قتل کا دعویٰ کیا اور قسمیں کھانے لگے کہ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس صرف اس لیے گئے تھے کہ شاید عمر رضی اللہ عنہ صلح کرادیں یہ وجہ نہ تھی کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ پر راضی نہ تھے اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں جن میں اصل حقیقت ظاہر کر دی گئی :

امام قرطبی فرماتے ہیں کہ اسی واقعہ میں یہ آیتیں نازل ہوئیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فرمایا - انت الفاروق تو فاروق ہے -

اور جبریلؑ نے یہ کہا

رَأَى عُمَرُ فُرُقَ بَيْنِ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ تحقيق عمرؓ نے حق اور باطل کے درمیان فرق کر دیا اس لیے ان کا نام فاروق رکھا گیا -
فَنَسِيَ الْفَارُوقَ -

اور اسی بارہ میں یہ تمام آیتیں نازل ہوئیں (تفسیر قرطبی ص ۶۷ ج ۵)

اور بطور تعجب ارشاد فرماتے ہیں کہ اسے نبی کریم کیا آپ نے ان لوگوں کی طرف نظر نہیں

کی کہ جو زبان سے یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اس کتاب پر جو آپ کی طرف اتاری گئی اور ایمان لائے اس کتاب پر جو آپ سے پہلے نازل کی گئی باوجود اس دعوائے ایمان کے چاہتے ہیں کہ فیصلہ اور تصفیہ کے لیے ایک سرکش کی طرف جائیں، یعنی سرداران کفر اور کافروں کے پاس اپنا مقدمہ لے جانا چاہتے ہیں تاکہ رشوت یا رد و رعایت سے مطلب برآری ہو سکے حالانکہ انکو تمام کتب الہیہ میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ طاغوت کے معتقد نہ بنیں اور اس کے حکم کو نہ مانیں کیونکہ طاغوت (سرکش) تو طغیان (سرکش) اور حکم خداوندی سے انحراف ہی کی طرف بلائے گا اور طاغوت کے پاس جا کر یہ لوگ شیطان کے تابعدار اور فرمانبردار بنیں گے کیونکہ شیطان راسی اور جہنی یہ چاہتا ہے کہ ان کو بہکا کر ہدایت سے اتنا دور لے جا کر ڈال دیں کہ پھر ہدایت کی طرف لوٹنا مشکل ہو جائے اور شیطان اپنے اس مقصد میں کامیاب ہو گیا کہ ہدایت سے ان کو بہت دور لے جا کر ڈال دیا دلیل اس کی یہ ہے کہ جب ان سے یہ کہا جاتا ہے کہ آؤ اس حکم کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے اور رسول کی طرف آؤ تو آپ دیکھیں گے منافقین کو کہ وہ آپ کی طرف رجوع کرنے سے اعراض کرتے ہیں کنارہ کشی اور انحراف کے طور پر اور حکم خداوندی اور حکم رسول کی طرف رجوع سے اعراض یہی دلیل ہے اس امر کی کہ شیطان نے ان کو بہکا کر ہدایت سے دور لے جا کر ڈالا ہے بہر حال اس وقت تو آپ کی طرف رجوع کرنے سے اعراض کرتے ہیں اور کسی جیلہ سے

اپنی جان بچا لیتے ہیں پس اس وقت کیا کریں گے کہ جب ان کو گزشتہ بد اعمالیوں کی سزا میں کوئی مصیبت پہنچے گی اور اپنی بد اعمالیوں کا نتیجہ سامنے آئے گا مصیبت سے مراد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اس منافق کو قتل کرنا یا نفاق کا کھل جانا اور خباثت باطنی کا پردہ چاک ہو جانا اور لوگوں میں ذلیل ہونا اور باز پرس ہونا ہے۔ یعنی اس وقت فکر ہوتی ہے کہ طاغوت کے پاس مقدمہ لے جانے کی کیا تاویل کریں تو پھر چار و ناچار خدا کی قسمیں کھلتے ہوئے آپ کے پاس آتے ہیں کہ آپ کے غیر کے پاس مقدمہ لے جانے سے ہمارا مقصود سوائے بھلائی اور باہمی میل و ملاپ کے اور کچھ نہ تھا یعنی ہم جو آپ کے پاس سے عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تھے اس سے ہمارا مقصود صرف یہ تھا کہ شاید وہ فریقین میں باہم صلح اور ملاپ کرادیں کیونکہ آپ جو فیصلہ فرمائیں گے تو وہ عین حق اور عین عدل ہوگا اس میں ذرہ برابر کسی کی رعایت نہ ہوگی اور باہمی فیصلہ میں کچھ نہ کچھ رعایت ہو جاتی ہے یا رسول اللہ آپ ہم کو اپنا مخلص اور نیاز مند سمجھیے دوسری جگہ مقدمہ لے جانے سے ہماری غرض اور نیت بری نہ تھی ہم کو اس مصیبت یعنی ذلت سے بچائیے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کو شرم نہیں آتی کہ کیسی ذلت اور ندامت کے ساتھ اس کے پاس عذر لے کر حاضر ہوئے جس سے ان کو نفرت تھی یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ خوب جانتا ہے ان کے دلوں میں کیا نفاق اور جھوٹ اور باطل کا میلان بھرا ہوا ہے لاکھ زبانی باتیں بناتیں، اللہ تعالیٰ کو ان کی دلی باتوں کا خوب علم ہے لاکھ اپنے نفاق کو چھپائیں مگر خدا سے کہاں چھپ سکتا ہے پس اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب آپ خدا تعالیٰ کے بتلانے سے ان کے نفاق سے آگاہ ہو گئے تو مصلحت یہ ہے کہ آپ ان سے تغافل برتیے اور ان کی سزا اور مواخذہ سے اعراض فرمائیے اور فی الحال علم خداوندی پر اکتفا کیجیے ان کے ساتھ ظاہری معاملہ اسلام کا سار کیجیے اور دل کا حال اللہ کے سپرد کیجیے اور ان کو نصیحت کیجیے یعنی نفاق اور کذب کے بے انجام سے ان کو ڈرائیے کہ اگر تم نے یہ نفاق نہ چھوڑا تو صریح کفر کے احکام تم پر جاری ہوں گے اور ان سے ایسی بات کہیے جو ان کے دلوں میں خوب اچھی طرح پہنچ جائے یعنی ان کے دلوں میں اتر جائے اور اثر کر جائے مطلب یہ ہے کہ آپ ان کی ان باتوں کو دیکھ کر مایوس نہ ہوں و عظ و نصیحت برابر ان کو کرتے رہیں شاید ان میں سے کوئی راہ راست پر آجائے۔

آگے ارشاد فرماتے ہیں اور نہیں بھیجا ہم نے کوئی پیغمبر مگر اس لیے کہ بحکم خداوندی اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کی جائے اور دل و جان سے اس کے حکم کو مانا جائے محض زبان سے رسالت کا اقرار کافی نہیں یہ ان منافقین پر زبرد و قویہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ سے ناخوش تھے اور مطلب یہ ہے کہ اسی لیے بھیجا ہے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت میں اور ہم نے جو رسول بھی بھیجا ہے وہ اسی لیے بھیجا ہے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت

کی جائے لہذا دل و جان سے آپ کی اطاعت ان پر فرض ہے پس جو آپ کا حکم نہیں مانتا وہ درحقیقت اللہ کا حکم نہیں مانتا تو باذن اللہ کے یہ معنی ہوئے کہ بنی صلی اللہ علیہ وسلم کی بے چون و چرا اطاعت اللہ کے حکم سے فرض ہے اور بعض علماء نے باذن اللہ کے معنی توفیق اللہ کے لیے ہیں اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے رسولوں کو اس لیے بھیجا کہ ان کی اطاعت کی جائے مگر ان کی اطاعت وہی شخص کرے گا جس کو خدا تعالیٰ توفیق دے گا آگے پھر انہیں منافقین کے حق میں ارشاد ہے اور اگر یہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم و ستم یعنی گناہ کرنے کے بعد آپ کے پاس حاضر

ہو جائے پھر اللہ سے معافی مانگتے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے لیے معافی چاہتے تو ضرور پلٹے اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا ہر بان یعنی قبول توبہ کے بعد اللہ کی ہر بانی بھی ہوتی معافی کے بعد انعام بھی ملتا مطلب یہ ہے کہ اگر یہ منافق گناہ کرنے کے بعد بھی متنبہ ہو جاتے اور اس وقت آپ کے پاس چلے آتے جب کہ انہوں نے طاعت کے پاس اپنا مقدمہ لے جا کر اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا اور اس طرح آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی خیر حاضری کا تدارک اور کفارہ کرتے اور پھر اپنے نفاق سے توبہ اور استغفار کرتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے لیے دعاء مغفرت کرتے تو امید تھی کہ اللہ تعالیٰ ضرور ان کی توبہ قبول فرما لیتا اور ان پر ہر بان ہو جاتا مگر انہوں نے توبہ غضب کیا کہ اول تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم اور فیصلہ سے اعراض کیا جو بعینہ اللہ کے حکم اور فیصلہ سے اعراض کے مرادف تھا پھر جب اس کا وبال ان پر پڑا اور ذلیل و خوار ہوئے تو جب بھی متنبہ اور تائب نہ ہوئے بلکہ جھوٹی قسمیں کھانے اور تاویلیں گھڑنے لگے پھر ایسوں کی مغفرت کیسے ہو عذر گناہ بدتر از گناہ

اس آیت میں **وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ الرَّسُولُ** یعنی رسول ان کے لیے معافی مانگتا اس سے مقصود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کا اظہار ہے کہ جس شخص کو خدا تعالیٰ نے منصب نبوت و رسالت سے سرفراز فرمایا ہے اور اس کو اپنے اور اپنی مخلوق کے درمیان سفیر اور ترجمان ٹھہرایا اگر اس کی خدمت میں حاضر ہوتے اور اس سے دعاء مغفرت کی درخواست کرتے تو اللہ تعالیٰ اس کی سفارش ضرور قبول کرتا ہر گناہ خواہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو اس کے لیے ذاتی توبہ اور استغفار کافی ہے اس کے ساتھ کسی اور چیز کی ضرورت نہیں لیکن اس آیت میں منافقین کی معافی کے لیے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے استغفار کو بھی شرط قرار دیا یا وجہ اس کی یہ ہے کہ جو منافقین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ پر راضی نہ ہوئے اور طاعت کے فیصلہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ پر ترجیح دی تو ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو صدمہ اور ایذا پہنچائی لہذا بغیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کیے انکی توبہ قبول نہیں ہو سکتی۔

شرائط ایمان

اب آئندہ آیات میں مضمون سابق کی تائید کے لیے فرماتے ہیں کہ ایمان کی شرط یہ ہے کہ ہر معاملہ میں اپنا فیصلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چاہیے اور جو فیصلہ وہ فرمادیں اس کو حق جان کر دل و جان سے اس کو مان لے اور دل سے اس پر راضی ہو اور دل میں اس سے کوئی تنگی اور ناگواری نہ پائے جب تک دل و جان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلوں پر راضی نہ ہو اس وقت تک ایمان صحیح نہیں محض ظاہری اطاعت ایمان کے لیے کافی نہیں بلکہ بلاشبہ نفاق ہے حدیث میں ہے کہ قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کی نفسانی خواہش میرے حکم کے تابع نہ ہو جائے یعنی میرا حکم آگے آگے ہو اور اس کی نفسانی خواہش میرے حکم کے پیچھے دوڑ رہی ہو۔

پہنا پنچہ فرماتے ہیں پس یہ لوگ جو آپ کے فیصلہ سے اعراض کرتے ہیں اگرچہ زبان سے دعوے کریں کہ ہم مومن ہیں لیکن حقیقت میں یہ لوگ مومن نہیں دعوائے ایمان اور تحکم الی الطاعۃ جمع نہیں ہو سکتے قسم ہے میرے رب کی یہ لوگ جو زبانی ایمان کا دعوے کرتے پھرتے ہیں حقیقی مومن نہیں ہو سکتے جب تک باہمی جھگڑوں میں آپ کو حکم اور منصف نہ جانیں اور پھر آپ کے فیصلہ اور تصفیہ سے اپنے دلوں میں کوئی تنگی اور ناگواری یعنی شک اور تردد کا کوئی ادنیٰ شائبہ بھی نہ پائیں اور طیب خاطر اور شرح صدر اور طمانینت قلب سے آپ کے فیصلہ کو دل و جان سے تسلیم کریں کما حقہ تسلیم کرنا یعنی پورے طور سے تسلیم کریں۔

مطلب یہ ہے کہ جب تک آپ کے حکم کو اپنی رائے پر مقدم نہ سمجھیں گے مسلمان نہ ہوں گے پیغمبر خدا کے سامنے بے چون و چرا سر تسلیم خم کر دینے ہی کا نام اسلام ہے زبان تازہ کردن باقرار تو نیکیختن علت از کار تو حق جل شانہ جب اہل کتاب کی شرارتوں کو بیان کر چکے اور ناقابل عفو شرارتوں کے معاف کرنے کا طریقہ بھی بتلا دیا تو اب اپنی رحمت کا ملکہ کا اظہار فرماتے ہیں کہ دیکھو دین اسلام میں اللہ تعالیٰ نے کیسی آسانی رکھی ہے کوئی حکم اس کا سخت نہیں دیکھو اگلے زمانہ میں جب کوئی گناہ کرتا تھا تو اس کی توبہ قبول ہونے کے لیے یہ شرط تھی کہ وہ اپنے آپ کو قتل کرے جیسا کہ سورہ بقرہ میں گوسالہ پرستوں کے بارہ میں گذرا فَتَوَبُوا إِلَىٰ إِيَّائِي فَإِنَّكُمْ فَأَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ اور ہم نے تمہاری توبہ قبول ہونے کے لیے کوئی سخت شرط نہیں لگائی صرف رسول خدا سے معافی کا خواستگار ہونا اور پیغمبر خدا کی سفارش کرنا مقرر کیا ہے مگر افسوس تم اس پر بھی اطاعت اور

انابت کے لیے تیار نہیں۔

چنانچہ فرماتے ہیں اور اگر ہم ان منافقین پر یہ حکم کرتے کہ اپنے آپ کو قتل کر ڈالو یا اپنے گھروں سے نکل جاؤ ان میں سوائے چند آدمیوں کے اکثر اس کام کو نہ کرتے یعنی اگر ہم ان منافقین پر یہ باتیں فرض کر دیتے تو بہت ہی تھوڑے لوگ جن کے دل میں ایمان کا داعیہ بہت ہی قوی ہوتا وہ اس حکم پر عمل کرتے لہذا ان کو ہمارا مشکور ہونا چاہیے کہ ہم نے ان کو کوئی سخت حکم نہیں دیا بلکہ ایسے آسان حکم دیئے جن پر نہایت آسانی سے عمل کر سکتے ہیں اگر ہم ان کو سخت حکم دیتے تو کیسی ذلت اور رسوائی ہوتی مطلب یہ ہے کہ صادق الایمان وہ شخص ہے جو خدا کی راہ میں جان دینے اور وطن سے ہجرت کرنے میں دریغ نہ کرے جیسا کہ صحابہ کرام نے اللہ اور اس کے رسول کی محبت میں جان و مال دھن اور وطن سب قربان کر دیا۔

اور اگر یہ لوگ وہ کام کرتے جس کی ان کو نصیحت کی جاتی ہے تو دین و دنیا کے اعتبار سے ان کے حق میں نہایت بہتر ہوتا اور ان کے دین و ایمان کی زیادہ مضبوطی اور ثبات قدرتی کا باعث ہوتا یعنی احکام خداوندی پر عمل کرنے سے ان کا دین اور ایمان مضبوط اور مستحکم ہو جاتا اور اسلام پر ثبات قدم ہو جاتے ایمان اور اسلام میں تردد اور تزلزل نہ رہتا اخلاص اور اتباع حق سے قلب میں قوت آتی ہے اور نفاق سے بزدلی اور کمزوری منافق کا دل ہمیشہ ڈنوا ڈول رہتا ہے اور اس وقت ہم ان کو البتہ اپنے پاس سے ابھر عظیم عطا کرتے اور البتہ چلاستے ہم ان کو سیدھی راہ پر یعنی ہم ان کو اس صراط مستقیم پر چلاستے جو انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین کی راہ ہے جس تذبذب اور تردد کی راہ پر منافقین چل رہے ہیں وہ مضبوطین اور ضالین کی راہ ہے اللہ اس سے محفوظ رکھے آمین۔

وعدۃ معیت اہل انعام بر اطاعت احکام

اوپر سے سلسلہ کلام اطاعت خدا و رسول کی ترغیب و تاکید کے بارہ میں چلا آرہا ہے اب اس آیت میں اطاعت پر ایک خاص بشارت اور مطیعین کے لیے ایک خاص وعدہ کا ذکر فرماتے ہیں وہ یہ کہ جو لوگ ضروری احکام میں خدا و رسول کی اطاعت اور فرمانبرداری کریں جن کو مطیعین کہتے ہیں یہ لوگ اگرچہ فضائل و کمالات میں مرتبہ کمال کو نہ پہنچے ہوں مگر بسبب اطاعت خدا و رسول ان کو جنت میں کابلین یعنی نبیین و صدیقین اور شہداء و صالحین کی معیت اور مرافقت نصیب ہوگی باوجود قصور و رتبہ کے ان کو اہل انعام کی معیت اور مرافقت کا شرف حاصل ہوگا جیسا کہ حدیث میں ہے المرافق من اصحاب جو شخص خدا کے برگزیدہ بندوں سے محبت رکھے

گا وہ قیامت کے دن ان کے ساتھ ہوگا اور جو کفار و فجار سے محبت رکھے گا وہ قیامت کے دن ان کے ساتھ ہوگا۔

اس آیت کا شان نزول جیسا کہ حافظ ابن کثیرؒ اور حافظ سیوطیؒ نے متعدد اسانید کے ساتھ روایت کیا ہے یہ ہے کہ آپؐ کے آزاد کردہ غلام حضرت ثوبانؓ اور دیگر چند صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہمیں ہماری جانوں اور اولاد سے زیادہ محبوب ہیں اور ہماری حالت یہ ہے کہ جب کبھی گھر میں آپ یاد آجاتے ہیں تو بے چین ہو جاتے ہیں اور جب تک آپ کو دیکھ نہیں لیتے تو صبر نہیں آتا خیر یہاں تو آپ کو دیکھ لیتے ہیں لیکن جب آخرت کا خیال آتا ہے تو دل بے چین ہو جاتا ہے کہ وہاں آپ کو کیسے دیکھ سکیں گے اسلئے کہ آپ تو اعلیٰ علیین اور جنت کے اعلیٰ درجوں میں ہوں گے وہاں حاضر ہو کر ہم آپ کو کیسے دیکھ سکیں گے اس پر خدا تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور جو شخص اطاعت اور فرمانبرداری کرے اللہ کی اور رسول کی پس ایسے مطیع اور فرمانبردار لوگ قیامت کے دن ان برگزیدہ بندوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنا خاص الخاص انعام فرمایا یعنی انبیاء کرام اور صدیقین اور شہداء اور صالحین کے ساتھ ہوں گے۔

ہم جو بلبل دوستی گل گزیں :- تا شوی با خیر من گل ہمنشیں
 داغ چوں سردار راشد، بمنفس :- یار او سردار خواهد بود و بس
 جاننا چاہیے کہ ساتھ ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ سب ایک درجہ میں ہوں گے کیونکہ یہ تو محال ہے **مَنْهُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ اللَّهِ**۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں لوگوں کے درجے مختلف ہیں ساتھ ہونے کے معنی یہ ہیں کہ نیچے کے درجہ والے اوپر کے درجے والوں سے ملے رہیں گے درجات اور مراتب کا تفاوت زیارت اور ملاقات سے مانع نہ ہوگا جس طرح دنیا میں تفاوت درجات مانع ملاقات نہیں اسی طرح آخرت میں بھی مانع نہ ہوگا۔

حق جل شانہ نے اس آیت میں اہل انعام کی چار قسمیں ذکر فرمائیں انبیاء کرام، صدیقین، شہداء، صالحین اور ان چار کے علاوہ ایک پانچویں قسم مطیعین کی ذکر فرمائی جو درجہ اور مرتبہ میں ان چار قسموں سے کمتر اور فروتر ہیں اس پانچویں قسم یعنی مطیعین کے لیے حق تعالیٰ نے اس آیت میں یہ وعدہ فرمایا کہ مطیعین اگرچہ درجہ اور مرتبہ میں اہل انعام سے کمتر ہیں مگر ہم ان مطیعین کو باوجود قصور مرتبہ کے اہل انعام کی معیت اور مرافقت سے نوازیں گے اور یہ لوگ جنت میں ایک دوسرے کی زیارت سے مشرف ہوتے رہیں گے

حق جل شانہ نے اس آیت شریفہ میں مراتب کمالات انسانی کو ترتیب وار ذکر کیا ہے۔

پہلا مرتبہ نبوت کا ہے

جو تمام مراتب انسانی میں سب سے اعلیٰ مرتبہ ہے نبی وہ برگزیدہ شخص ہے جس کو خدا تعالیٰ نے اپنا پیغام دیکر بندوں کے پاس بھیجا ہو اور اس پر اللہ کی وحی نازل ہوتی ہو اب یہ مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گیا آپ کے بعد کسی کو نبوت نہیں ملے گی حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے قریب آسمان سے نازل ہوں گے بلے شک وہ نبی ہوں گے مگر ان کو نبوت حضور پر نور سے پہلے مل چکی ہے۔

دوسرا مرتبہ صدیقیت کا ہے

نبوت کے بعد دوسرا مرتبہ صدیقیت کا ہے نبی کے بعد سب سے افضل صدیق ہوتا ہے صدیق وہ ہے کہ جس کی رگ و پے میں ظاہر اور باطن میں صدق ایسا سراپت کر گیا ہو کہ کذب کے جزر لا یتجزیٰ کی بھی اس میں گنجائش نہ رہے ہو اور پیغمبر خدا جو حق اور صدق لے کر آیا ہے سنتے ہی اس کی بلا دلیل اور بلا تردد و تامل صدق دل سے اس طرح تصدیق کرے کہ گویا کہ یہ اس کے دل کی آواز ہے اور جب نبی اس کو دعوت دے تو فوراً وہ اپنے نور قلب سے اس کی نبوت کو پہچان لے اور اس کی تصدیق کرے جس طرح کہ ابو بکر صدیقؓ اسی امت مرحومہ کے صدیق اکبر تھے کہ بلا تردد و تامل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کی تصدیق کی

چشم احمد بر ابوبکرؓ سے زدہ

انیکہ تصدیق صدیق آمدہ

بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ آیت میں صدیقین سے مراد وہ لوگ ہیں کہ جو دین کے تمام امور کی تصدیق کریں اور ان کو دین میں ذرہ برابر بھی شک نہ ہو جیسا کہ حق جل شانہ کا یہ ارشاد ہے وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصِّدِّيقُونَ یعنی جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے وہی صدیق ہیں اور اس امت میں اس وصف میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سب کے پیشوا اور مقتدا ہیں سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور ہر موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے کوئی مشہد اور غزوہ ایسا نہیں جس میں ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ نہ ہوں یا بارگاہ جس طرح غار میں آپ کے ساتھ تھے اسی طرح وفات کے بعد آپ کے پہلو میں مدفون ہیں۔

صدیقیت کے بعد درجہ شہادت کا ہے جیسا کہ حضرت
عمر فاروق اور حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ

تیسرا درجہ شہادت کا ہے

عظیم کو حاصل ہوا شہید وہ ہے جو بینبر کے حکم پر اپنی جان قربان کرے

صالحین وہ لوگ ہیں کہ جو اپنے اعتقادات اور اعمال
میں صحیح طریق پر ہوں یعنی ان کے اعتقادات اور

چوتھا درجہ صلاحیت کا ہے

اعمال میں کسی قسم کا خلل اور فساد نہ ہو لغت میں صلاح نقیض فساد کی ہے صالح اور نیک سخت
وہ لوگ ہیں جن کی طبیعت نیک ہی پر پیدا ہوئی اور اپنے نفس اور بدن کی اصلاح اور صفائی کر چکے
ہیں (ماخوذ از موضح القرآن)

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت اور فرمانبرداری میں لگے ہوئے

خلاصہ کلام

ہیں اللہ تعالیٰ ان کو قیامت کے دن اہل انعام کے ساتھ گنے گا اور باوجود
قصور و تہ کے ان کو کالمیں ہی کی شمار اور ذیل میں لے لیا جائے گا ان حضرات کی رفاقت اور
میت بھی بڑی دولت اور فضیلت کی بات ہے اور یہ فضیلت ان کو محض اللہ کے فضل و کرم
سے ملے ہوئے ہے ورنہ ان کی اطاعت اس کے لیے کافی نہ تھی اور رہبرِ انِ آخرت کے لیے یہ گروہ
بہترین رفیق طریق ہیں اور ان حضرات کی میت اور رفاقت یہ محض اللہ کا فضل ہے کہ عمل
تو تمہارا اس درجہ کا نہ تھا مگر حق تعالیٰ نے محض اپنے فضل اور مہربانی سے تم پر یہ انعام کیا کہ کالمیں
کی میت اور رفاقت سے سرفراز کیا ورنہ قاعدہ کا اقتضایہ یہ تھا کہ ہر عمل کا اجر اسی کے درجہ
کے مطابق دیا جائے اور اللہ تعالیٰ کافی ہے جاننے والا اس کو خوب معلوم ہے کہ یہ اطاعت
کس درجہ کی ہے اور استغفار سے زیادہ کسی کو کچھ دیدینا یہ فضل ہے ۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا حِذْرَكُمْ

اے ایمان والو! گروہ! خبر داری! بھڑ

فَانْفِرُوا ثُبَاتٍ أَوْ تَنْفِرُوا جَمِيعًا ۝۱۰ وَإِنْ

کو جمع کرو جدی جدی فوج یا سب اکٹھے اور تم میں

مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيْبِطُنَّ ۚ فَإِنْ أَصَابَكُمْ مُصِيبَةٌ ۖ قَالَ

کوئی ایسا ہے کہ اہل دیر لگا دیگا پھر اگر تم کو مصیبت پہنچے کہ

قَدْ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيَّ إِذْ لَمْ أَكُنْ مَعَهُمْ شَهِيدًا ۝۴۱

اللہ نے مجھ پر فضل کیا کہ میں نہ ہوا ان کے ساتھ

وَلَئِنْ أَصَابَكُمْ فُضْلٌ مِّنَ اللَّهِ لَيَقُولَنَّ كَأَن

اور اگر تم کو پہنچا فضل اللہ کی طرف سے تو اس طرح کہنے لگے گا

لَمْ تَكُنْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُ مَوَدَّةٌ يُلَيِّتَنِي كُنْتُ

کہ گویا نہ تھی تم میں اور اس میں کچھ دوست اے کاش کہ میں

مَعَهُمْ فَأَفُوزَ فَوْزًا عَظِيمًا ۝۴۲ فَلْيُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ

ہوتا ان کے ساتھ تو بڑی مراد پاتا سو چاہیے لڑیں اللہ کی

اللَّهِ الَّذِينَ يَشْرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ وَ

راہ میں جو لوگ بیچتے ہیں دنیا کی زندگی آخرت پر اور

مَنْ يُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيُقْتَلْ أَوْ يَغْلِبْ

جو کوئی لڑے اللہ کی راہ میں بھر مارا جاوے یا غالب ہووے

فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ۝۴۳ وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ

ہم دیں گے اس کو بڑا ثواب اور تم کو کیا ہے کہ نہ لڑو

فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ

اللہ کی راہ میں اور واسطے ان کے جو مغلوب ہیں مرد

وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا

اور عورتیں اور لڑکے جو کہتے ہیں اے رب ہمارے نکال ہم کو

مِنْ هَذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ

اس بستی سے کہ ظالم ہیں لوگ اس کے اور پیدا کر ہمارے واسطے

لَدُنْكَ وَلِيًّا ۚ وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا ۝

اپنے پاس سے کوئی حمایتی اور پیدا کر ہمارے واسطے اپنے پاس سے مددگار

الَّذِينَ آمَنُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ وَالَّذِينَ

وہ جو ایمان والے ہیں سولہتے ہیں اللہ کی راہ میں اور وہ جو

كَفَرُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ الطَّاغُوتِ فَقَاتِلُوا

منکر ہیں سولہتے ہیں مفسدوں کی راہ میں سو لڑو تم

أَوْلِيَاءَ الشَّيْطَانِ ۚ إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفًا ۝

شیطان کے حمایتیوں سے بے شک فریب شیطان کا سست ہے

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ قِيلَ لَهُمْ كُفُّوا أَيْدِيَكُمْ وَأَقِيمُوا

تو نے نہ دیکھے وہ لوگ جن کو حکم ہوا تھا کہ اپنے ہاتھ بند رکھو اور قائم

الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ ۚ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ

کرد نماز اور دیتے رہو زکوٰۃ پھر جب حکم ہوا ان پر لڑائی کا

إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللَّهِ أَوْ

اسی وقت ان میں ایک جماعت ڈرنے لگی لوگوں سے جیسا

أَشَدَّ خَشْيَةً ۚ وَقَالُوا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ

ڈر ہو اللہ کا یا اس سے زیادہ ڈر اور کہنے لگے اے رب ہمارے کیوں فرض کی ہم پر لڑائی



لَوْلَا أَخَّرْتَنَا إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ ۖ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا

کیوں نہ جینے دیا ہم کو غمزدی سی عمر تو کہہ فائدہ دنیا کا

قَلِيلٌ ۖ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقَىٰ ۚ وَلَا تَظْلِمُونَ

غمزدی ہے اور آخرت بہتر ہے پرہیزگار کو اور تمہارا حق نہ رہے گا

فَتِيلًا ۚ أَيْنَ مَا تَكُونُوا يَدْرِكَكُمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ

ایک ٹاکا جہاں تم ہو گے موت تم کو آپکڑے گی اگرچہ تم ہو

فِي بُرُوجٍ مُّشِيدَةٍ ۖ وَإِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَقُولُوا

مضبوط برجوں میں اور اگر پہنچے لوگوں کو کچھ بھلائی کہیں

هَذِهِ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ ۖ وَإِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَقُولُوا

یہ ہے اللہ کی طرف سے اور اگر ان کو پہنچے برائی کہیں یہ

هَذِهِ مِنْ عِنْدِكَ ۖ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ ۖ فَمَالِ

تیری طرف سے تو کہہ سب اللہ کی طرف سے ہے سو کیا

هَؤُلَاءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ حَدِيثًا ۚ

حال ہے ان لوگوں کا جتنے نہیں کہ سمجھیں ایک بات

مَا أَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللَّهِ ۚ وَمَا أَصَابَكَ

جو تجھ کو بھلائی پہنچے سو اللہ کی طرف سے اور جو تجھ کو برائی

مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ۖ وَأَرْسَلْنَا لِلنَّاسِ

بہنچے سو تیرے نفس کی طرف سے اور ہم نے تجھ کو بھیجا پیغام

رَسُولًا ۖ وَكَفَىٰ بِاللّٰهِ شَهِيدًا ۝۹۱ مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ

پہنچانے والا لوگوں کو اور اللہ بس ہے سامنے دیکھتا جس نے حکم مانا رسول کا اس

فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلَّىٰ فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ

نے حکم مانا اللہ کا اور جو الٹا پھرا تو ہم نے تجھ کو نہیں بھیجا ان پر

حَفِظًا ۝۹۰ وَيَقُولُونَ طَاعَةٌ فَإِذَا بَرَزُوا مِنْ

نگہبان اور کہتے ہیں کہ قبول پھر جب باہر گئے تیرے

عِنْدِكَ بَيَّتَ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِي تَقُولُ

پاس سے مشورت کرتے ہیں بعض بعضے ان میں رات

وَاللّٰهُ يَكْتُبُ مَا يَبَيِّتُونَ ۚ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ

کو سوائے تیری بات کے اور اللہ لکھتا ہے جو بھڑاتے ہیں سو تو تغافل کر ان سے اور

عَلَى اللّٰهِ ۖ وَكَفَىٰ بِاللّٰهِ وَكِيلًا ۝۹۲ أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ

بھروسہ کر اللہ پر اور اللہ بس ہے کام بنانے والا کیا غور نہیں کرتے قرآن

الْقُرْآنَ ۖ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوا

میں اور اگر یہ ہوتا کسی اور کا سوائے اللہ کے تو پاتے

فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا ۝۹۳ وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ

اس میں بہت تفاوت اور جب ان پاس پہنچتی ہے کوئی خبر امن

أَوْ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ ۖ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَ

کی یا ڈر کی اس کو مشہور کرتے ہیں اور اگر اس کو پہنچاتے رسول تک اور

إِلَىٰ أُولَى الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلَّهُ الَّذِينَ يَسْتَظِطُونَهُ

اپنے اختیار والوں تک تو تحقیق کرتے اس کو جو ان میں تحقیق کرنے والے ہیں

مِنْهُمْ ط وَلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَا تَبْعَمُ

اس کی اور اگر نہ ہوتا فضل اللہ کا تم پر اور اس کی ہر تو تم

الشَّيْطَانُ إِلَّا قَلِيلًا ۝ فَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا

شیطان کے پیچھے جلتے مگر تھوڑے سو تو لڑ اللہ کی راہ میں سمجھ پر

تُكَلِّفُ إِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِيضَ الْمُؤْمِنِينَ عَسَى اللَّهُ

ذمہ نہیں مگر اپنی جان سے اور تاکید کر مسلمانوں کو قریب ہے کہ اللہ

أَنْ يَكُفَّ بَأْسَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَاللَّهُ أَشَدُّ بَأْسًا

بند کرے لڑائی کافروں کی اور اللہ سخت ہے لڑائی والا

أَشَدُّ تَنكِيلًا ۝

اور سخت ہے سزا دینے والا

حکم بستم وجوب جہاد بے اجبار دین و تخلص ضغائر و مظلومین

قال تعالى يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا حِذْرَكُمْ اَللّٰهُ وَأَشَدُّ تَنكِيلًا ۝

(ربط) گزشتہ آیات میں اہل کتاب اور منافقین اور اعداء دین کی شرارتوں کا ذکر تھا اب ان آیات میں مسلمانوں کو ان سے جہاد کا حکم دیتے ہیں جو ایمان دین اور اعداء کلمۃ اللہ کا ذریعہ ہے اور بد مشقوں کے قلع قمع کا بہترین طریقہ ہے اور جو مسلمان کافروں کے پیچھے ظلم میں بے طرح گرفتار ہیں ان کی خلاصی اور رہائی کی سبیل ہے اور جہاد فی سبیل اللہ اطاعت خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جس کا مقابل میں ذکر تھا اعلیٰ اور اکمل ذریعہ ہے جس سے اندرونی اخلاص اور نفاق ظاہر ہو جاتا ہے کیونکہ جہاد کا حکم منافقین پر بہت شاق اور گراں گذرنا ہے اسی وجہ سے یہاں سے لے کر جہاد کو

تک اسی مضمون کے متعلقات کا بیان چلا گیا ہے۔

اور اس ضمن میں حق جل شانہ نے منافقین کی ایک عجیب کیفیت بیان فرمائی وہ یہ کہ جب کسی غزوہ میں مسلمانوں کو شکست ہوتی ہے تو یہ منافقین بہت خوش ہوتے ہیں اور اپنے شریک جنگ نہ ہونے کو انعام الہی سمجھتے ہیں اور جب مسلمانوں کو فتح ہوتی ہے تو بہت ہچکچاتے ہیں اور حسرت سے یہ کہتے ہیں کہ کاش ہم بھی شریک جنگ ہوتے تو ہم کو بھی مال غنیمت میں سے حصہ ملتا چنانچہ فرماتے ہیں اے ایمان والو! ایمان کا مقتضی یہ ہے کہ خدا کا بول بالا کرنے کے لیے دشمنانِ خدا سے جہاد و قتال کرو خدا اور رسول کی بہترین اطاعت یہ ہے کہ اس کی راہ میں جانہاری و سر فروشی دکھاؤ مگر اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو تم اپنی احتیاط اور بچاؤ کو پوری طرح ملحوظ رکھو پس ہتھیاروں اور سامان جنگ اور تدبیر عقل سے اور دیر و تلوار سے درست ہو کر اور دشمن کے داؤ گھات سے ہوشیار اور باجبر ہو کر دشمنوں سے مقابلہ اور مقاتلہ کے لیے نکلے مگر سے باہر نکلو خواہ متفرق اور جستے دیتے بن کر نکلو یا سب مجتمع اور اکٹھے ہو کر ایک لشکر عظیم کی صورت میں دشمن کے مقابلہ کے لیے نکلو جیسا موقع اور مصلحت ہو ویسا کرو اور تحقیق تم سے بعض ایسے بھی ہیں مراد اس سے منافقین ہیں جو تمہارے ساتھ جہاد میں نکلنے سے دیر کرتا ہے یعنی جہاد میں تمہارے ساتھ شریک نہیں ہوتے پھر اگر جہاد اور لڑائی میں تم کو کوئی مصیبت پہنچ جاتی ہے جیسے شکست وغیرہ تو یہ منافق خوش ہو کر یہ کہتا ہے تحقیق اللہ تعالیٰ نے مجھ پر بڑا ہی فضل کیا کہ میں ان لوگوں کے ساتھ لڑائی میں حاضر نہ ہوا اور اگر نہیں حق تعالیٰ کا فضل پہنچے اور لڑائی میں تم فحیاب ہو جاؤ اور کچھ مال غنیمت تم کو مل جائے تو یہ منافق نہایت حسرت کے ساتھ اس طرح کہتا ہے کہ گویا تمہارے اور اس کے درمیان کبھی کوئی دوستانہ تعلق ہی نہ تھا مالی اور دنیوی نفع کے فوٹ ہونے پر اس طرح کہتا ہے اے کاش میں ان کے ساتھ ہونا تو بڑی مراد پاتا یعنی ان منافقین کا مطمح نظر فقط دنیاوی نفع ہے مالی فائدہ کو وہ اپنی بڑی کامیابی سمجھتے ہیں خدا کی فرمانبرداری سے ان کو کوئی سروکار نہیں مطلب یہ ہے کہ اگر خدا کے فضل سے مسلمانوں کو فتح ہو گئی اور بہت سال غنیمت ہاتھ آگیا تو یہ منافق ہچکچاتے ہیں اور دشمنوں کی طرح غلبہ حسد سے گفت و فوسس ملتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ افسوس اگر میں بھی جہاد میں مسلمانوں کے ساتھ ہوتا تو مجھ کو بھی بڑی کامیابی نصیب ہوتی یعنی مال غنیمت میں سے حصہ ملتا پس مسلمانوں کو چاہیے کہ ان دنیا طلب لوگوں کی طرح دنیاوی نفع پر نظر نہ رکھیں اور یہ منافقین اگر دنیوی منافع کو تکتے رہتے ہیں تو تکتے رہیں مگر جو لوگ دنیاوی زندگی کو فردخت کر کے اس کے بدلے آخرت لے رہے ہیں اور دینائے فانی پر لاسٹ مار چکے ہیں ان کو چاہیے کہ خدا کی راہ میں دشمنانِ خدا سے محض خدا کے لیے جہاد و قتال کریں دنیاوی زندگی اور اس کے مال و دولت پر نظر نہ رکھیں اور جو خدا کی راہ میں جنگ کرے پھر مارا جائے یا دشمن پر غالب آوے تو ہر حالت میں ہم اس کو ضرور اجر

عظیم دی گئے جس کے سامنے دنیاوی منافع کی کوئی حقیقت نہیں آگے ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر ہم بالفرض تم سے اجر عظیم کا وعدہ بھی نہ کرتے تب بھی تم پر دو وجہ سے کافروں سے لڑنا ضروری ہے ایک تو یہ کہ اللہ کا دین غالب اور بلند ہو دوسرے یہ کہ جو مظلوم مسلمان مکہ میں کافروں کے پنجہ میں گرفتار ہیں اور جو معصوم بچے ان کے ظلم و ستم کا نشانہ بن رہے ہیں ان کی نجات اور رہائی کی صورت نکلے چنانچہ فرماتے ہیں اور تم کو کیا ہوا کہ تم خدا کی راہ میں جہاد و قتال نہ کرو اور اس کا بول بالا کرنے کے لیے اس کے دشمنوں سے نہ لڑو اور تم کو کیا ہوا کہ تم بے چارہ اور بے بس مردوں اور عورتوں اور بچوں کے چھڑانے کے لیے نہیں لڑتے جو کفار کی اذیتوں سے تنگ آکر یہ دعا مانگتے ہیں اے ہمارے پروردگار کسی طرح ہم کو اس بستی سے نکال جس کے باشندے بڑے ہی ظالم اور ستم گر ہیں جن کے ساتھ نہاد بہت ہی مشکل ہے اور اپنے پاس سے ہمارے لیے کوئی کار ساز مقرر کر دیجیے جو ہمارے دین و ایمان کی حفاظت کر سکے اور اپنے پاس سے ہمارے لیے کوئی مددگار مقرر کر دیجیے جو کافروں کے مقابلہ میں ہماری مدد کر سکے اور ان ظالموں کے پنجہ سے ہم کو چھڑا سکے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی حمایت کے لیے کھڑا کیا۔ چنانچہ آپ نے مکہ فتح کیا اور کافروں کے ہاتھ سے ان کو چھڑایا اور عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کو ان پر حاکم مقرر کیا جو مظلوموں کی مدد کرتے تھے اور زبردست سے کمزور کا بدلہ لیتے تھے جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ بتقاضائے ایمان خدا کی راہ میں لڑتے ہیں تاکہ اللہ کا دین سر بلند ہو اور حق باطل پر غالب آجائے اور جو لوگ کافر ہیں وہ مہجور باطل کی راہ میں لڑتے ہیں تاکہ دنیا میں طغیان اور سرکشی اور گمراہی کا خوب دور دورہ ہو اور نفس اور شیطان کے مقابلہ میں نیکی اور سچائی کا اثر برھنے نہ پائے پس اے خدا کے دوستو! تم شیطان کے دوستوں سے جنگ کرو اور ان کے کید اور مکر کی پروا نہ کرو و تحقیق شیطان کا داؤ اور فریب بہت کمزور ہے خدا کے دوستوں کے مقابلہ میں کارگر نہیں ہو سکتا تمہارا حامی اور مددگار اللہ ہے تمہارے مقابلہ میں ان کا لشکر نہیں ٹھہر سکتا لہذا تم خدا پر نظر کر کے خدا کی راہ میں جہاد و قتال کرو اور ہرگز ان سے نہ ڈرو ان کی سب تدبیریں غلط ہو جائیں گی تم غالب ہو گے اور وہ مغلوب۔

پادری لوگ مسئلہ جہاد پر یہ اعتراض کیا کرتے ہیں کہ دین کے سلسلہ میں تو صرف وعظ و پند پر اکتفا کرنا چاہیئے قتل و قتال کی کیا ضرورت ہے جیسا کہ حضرت مسیحؑ نے کیا اس آیت میں اس اعتراض کے جواب کی طرف اشارہ ہے کہ شیطان کے دوست تو شیطان کی راہ میں باطل اور دنیاوی اور نفسانی اغراض کے لیے لڑتے ہیں ان پر تو تم اعتراض نہیں کر سکتے اور جو حق اور صداقت کی نصرت اور حمایت کے لیے خدا کی راہ میں لڑتے ہیں اس کو تم میوب سمجھتے ہو۔



شکایت دوستان تمنائے التوار حکم جہاد

گزشتہ آیات میں جہاد و قتال کی ترغیب تھی اب ان آیات میں پھر جہاد پر جوش اور عزت دلائی جاتی ہے اور اس بارہ میں ایک خاص شکایت کی جاتی ہے وہ یہ کہ جب مسلمان مکہ مکرمہ میں کفار کی اذیتوں اور مظالم سے تنگ آگئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ ہم ان لوگوں سے سخت تنگ آگئے ہیں آپ ہم کو اجازت دیں کہ ہم ان سے جہاد و قتال کریں آپ نے ارشاد فرمایا ابھی تک جہاد کی اجازت نازل نہیں ہوئی لہذا فی الحال تم صبر کرو اور اپنے ہاتھوں کو روکے رکھو اور حسب دستور نماز پڑھتے رہو اور زکوٰۃ دیتے رہو ہجرت کے بعد جب جہاد کی اجازت ملی تو بعضے کچے مسلمان اور دل کے کمزور طبعی طور پر ڈرنے لگے اور موت کے خوف سے یہ کہنے لگے کہ کاش اگر تھوڑی مدت جہاد و قتال کا حکم نازل نہ ہوتا تو اچھا ہوتا اس پر اللہ تعالیٰ نے شکایت فرمائی کہ جب جہاد کا حکم نازل ہوا تو تم ڈرنے لگے تم کو خوش ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری درخواست قبول کی اور تمہاری دلی تمنا اور آرزو پوری ہوئی یا تو پہلے یہ زور و شور تھا یا اب یہ بے ہنگامی ہے اور آئندہ انکو نصیحت فرماتا ہے کہ دنیا تو چند روزہ ہے اسکے آرام و تکلیف کا خیال نہ کرو موت اپنے وقت مقرر پر آئیگی وقت سے پہلے نہ آئیگی اسلئے اس کا خوف بے سود ہے یہ دنیا فانی یا تو خواب ہے یا سراب ہے ۔

دنیا خواہیست زندگانی دروے ۛ خواہست کہ در خواب بہ بینی آزا

چنانچہ فرماتے ہیں کہ کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا کہ جنکو ابتداء میں یہ حکم ہوا تھا کہ ابھی اپنے ہاتھوں کو جہاد و قتال سے روکے رکھو اور حسب سابق نماز کو قائم رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو یہ حکم ہجرت سے پہلے تھا پس جب ہجرت کے بعد اپنے جہاد و قتال فرض کر دیا گیا تو ناگہاں ایک گروہ ان میں سے اپنے مخالف لوگوں سے ایسا ڈرنے لگا جیسے خدا سے ڈرنا چاہیے بلکہ اس سے بھی زیادہ ڈرنے لگا اس گروہ سے یا تو منافقین کا گروہ مراد ہے یا ضعیف الایمان اور کمزور اور کچے مسلمان مراد ہیں اور یہ خوف انکا طبعی تھا اعتقادی نہ تھا کہ معاذ اللہ دل سے حکم خداوندی کو ناپسند کرتے ہوں جیسے یونسن موت کو حتی سمجھتا ہے مگر طبعاً موت اسکو گراں معلوم ہوتی ہے اسلئے بعض ضعیف الایمان طبعی کمزوری کی بنا پر برائے چند سے التوار جہاد کی تمنا اور آرزو میں یہ کہنے لگے اے ہمارے پروردگار آپ نے اسی سے ہم پر جہاد و قتال کو فرض کر دیا کیوں نہ ڈھیل دی آپ نے ہم کو ایک قریبی وقت تک یعنی ذرا اور بے فکری سے جی لیتے ضعیف الایمان مسلمانوں کا یہ کہنا بطور اعتراض نہ تھا بلکہ طبعی کمزوری کی بنا پر بطور حسرت اور تمنا تھا ان پر کوئی گناہ نہیں ہوا آگے اس کا جواب ارشاد ہے (اے نبی کریم) آپ کہہ دیجئے کہ دنیا کی ہر مندی بہت تھوڑی ہے دنیا کے فوائد فنا اور ذاتی ہونے والے ہیں ان سے دل لگانا نہیں چاہیئے لہذا اس التوار کی تمنا بے سود ہے آخر تا بکے ۔ اور آخرت پر ہمیز گار کے لئے دنیا سے بدرجہا بہتر ہے اور نعماء آخرت کے حصول کا بہترین ذریعہ یہ جہاد ہے اور آخرت میں تم پر تاکے

ملکہ کی آیتوں میں جو زکوٰۃ کا ذکر ہے بعض علماء کے نزدیک اس سے فقر اور محتاجین کے ساتھ سلوک اور احسان کرنا مراد ہے یا یوں کہو کہ اجمالی طور پر زکوٰۃ کا حکم اگرچہ کئی آیتوں میں ہے مگر زکوٰۃ کی مقدار اور انصاب کی تفصیل مدینہ جا کر ہوئی ۔ واللہ اعلم ۔

کے برابر بھی ظلم نہ ہو گا خوب سمجھ لو کہ اگر جہاد نہ بھی کیا تو موت سے بچ نہیں سکتے جس جگہ بھی تم ہو گے تو موت تم کو آپکڑے گی اگرچہ تم مضبوط محلوں میں ہو جہاں اگرچہ قاتل نہ پہنچ سکے لیکن موت کا فرشتہ تو ضرور پہنچ جاتا ہے لہذا موت کے ڈر سے جہاد سے جان چرانا نادانی ہے اور اسلام میں کمزوری اور کمزور ہونے کی دلیل ہے

منافقین کے ایک خیالِ خام کی تردید

آئندہ آیات میں منافقین کے ایک خیالِ خام کا دفیہ فرماتے ہیں جو بعض منافقین کو ہوتا تھا وہ یہ کہ جب کبھی جہاد میں کوئی فتح و نصرت ہوتی اور مالِ غنیمت ہاتھ آتا تو یہ کہتے کہ یہ اللہ کی طرف سے اتفاقاً بات بن گئی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدبیر کے قائل نہ ہوتے اور جب کبھی شکست ہوتی اور کچھ نقصان پہنچتا تو اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتے اور یہ کہتے کہ یہ مصیبت آپ کی اور آپ کی خواہش سے ہم کو پہنچی ہے آئندہ آیت میں منافقین کی اس بے ہودہ بات کا جواب دیتے ہیں اور اگر پہنچتی ہے ان منافقین کو کوئی نعمت اور راحت یعنی خوشحالی اور کامرانی تو یہ کہتے کہ یہ منجانب اللہ اتفاقاً ہو گئی ہے اس میں بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی تدبیر کو کوئی دخل نہیں جیسے محاورہ میں کہہ دیا کرتے ہیں کہ یہ بات تو منجانب اللہ ہے یعنی تمہاری تدبیر کا نتیجہ نہیں اور اگر ان منافقین کو کوئی برائی اور تکلیف پہنچ جائے تو یہ کہتے ہیں کہ اسے محمدؐ یہ مصیبت اور بلا آپ کے پاس سے آئی ہے یعنی یہ آپ کی خواہش ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر جب مدینہ منورہ رونق افروز ہوئے تو ان ایام میں مدینہ میں غلہ اور پھلوں کی افراط تھی اور ہر چیز کا نرخ ارزاں تھا پھر جب منافقوں نے اپنے لفاق کا اور یہودیوں نے اپنی عناد کا اظہار کیا تو خدا تعالیٰ نے ان کے رزق میں کسی قدر تنگی کر دی پیداوار کم ہوئی اور نرخ چڑھ گیا اس پر یہودیوں اور منافقوں نے کہا کہ جب سے یہ شخص ہمارے شہر میں آیا ہے اسی وقت سے ہمارے پھلوں اور کھیتوں میں نقصان ہونے لگا اس آیت میں انہی منافقوں کا بیان ہے پس حسنہ (بھلائی) سے مراد پیداوار کی کثرت اور نرخ کی ارزانی ہے اور سیرہ (برائی) سے مراد قحط اور ہنگامی ہے اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بھلائی سے مراد فتح اور غنیمت ہے اور برائی سے مراد قتل اور ہزیمت ہے بہر حال جو بھی مراد ہو حسنہ اور سیرہ کا لفظ سب کو شامل ہے۔

اور اس روایت کی بناء پر مطلب یہ ہے کہ اگر لڑائی میں مسلمانوں کو فتح ہوتی ہے اور غنیمت ان کے ہاتھ آتی ہے جیسے بدر میں تو منافق یہ کہتے ہیں کہ یہ فتح اور غنیمت اللہ کی

طرف سے اتفاقاً پیش آگئی ہے اور مسلمان جو اس فتح کو اپنی تائید غیبی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دلیل نبوت اور برہان صداقت سمجھتے ہیں یہ سب غلط ہے یہ فتح محض ایک اتفاقی امر ہے اور اگر مسلمانوں کی شکست ہوتی ہے جیسے احد میں تو کہتے ہیں کہ یہ بات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے تدبیری کا نتیجہ ہے آپ ان کے جواب میں یہ کہہ دیجئے کہ یہ سب اللہ کی طرف سے ہے یعنی فتح و شکست اور قتل اور غنیمت اور سما اور ارزانی اور قحط اور گرائی سب خدا ہی کے طرف سے ہے میرا ان میں کوئی دخل نہیں جو امور باعث اکرام ہیں وہ خدا تعالیٰ کا انعام ہیں اور جو باعث تکلیف ہیں وہ اس کی طرف سے ابتلاء اور آزمائش ہیں پس کیا حال ہے ان منافقین کا کہ ایک بات کے سمجھنے کے پاس نہیں جاتے یعنی ان کو اتنی سمجھ نہیں کہ بھلائی اور برائی سب اللہ کی طرف سے ہے انسان کا اس میں کوئی دخل نہیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ اگر ان منافقین کو عقل ہوتی تو سمجھ لیتے کہ ہر راحت اور مصیبت کا خالق اور موجد حق تعالیٰ ہی ہے ارزانی اور گرائی اور فتح اور شکست سب اللہ ہی کی قضاء و قدر سے ہے اس میں کسی دوسرے کو دخل نہیں اور پیغمبر کی تدبیر بھی اللہ کی قضاء و قدر سے ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کے اہام سے ہے لہذا نبی پر تمہارا الزام رکھنا غلط اور کم فہمی ہے اور بگڑے کو بگڑا نہ سمجھو یہ اللہ کی حکمت ہے اللہ تعالیٰ تم کو تمہاری تقصیروں پر متنبہ کرتا ہے اور تم کو سدھارتا اور سنوارتا اور آزماتا ہے یہ منافقین کے الزام کا اجمالی جواب ہوا کہ آیت میں اس کی تفصیل ہے اسے انسان تجھ کو نصرت اور راحت اور بھلائی کی قسم سے جو چیز بہونچے تو وہ اللہ کی طرف سے ہے اور برائی کی قسم سے جو چیز تجھ کو پہنچے تو وہ میرے نفس کی طرف سے ہے مطلب یہ ہے کہ انسان کو جو نعمت اور راحت پہنچتی ہے وہ محض اللہ کا فضل اور احسان ہے اور جو تکلیف اُسے پہنچتی ہے وہ اس کے اعمال کی شامت سے پہنچتی ہے۔

اس سے اوپر کی آیت میں حق تعالیٰ نے یہ فرمایا تھا کہ بھلائی ہو یا برائی سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اس آیت میں یہ فرمایا کہ بھلائی تو اللہ کی طرف سے ہے اور برائی بندہ کی طرف سے ہے بظاہر ان دونوں باتوں میں تعارض معلوم ہوتا ہے مگر درحقیقت تعارض نہیں دوسری آیت پہلی آیت کی تفصیل ہے۔

خلاصہ جواب یہ ہے کہ عالم اسباب سے قطع نظر کر کے فاعل حقیقی اور مسبب الاسباب کی طرف خیال کرو تو ہر بھلائی اور برائی کا خالق اور موجد صرف وہی ہے اس اعتبار سے تمہارا بھلائی اور برائی میں فرقہ کرنا یہ بھلائی تو اللہ کی طرف سے ہے اور یہ برائی رسول کی طرف سے ہے ہر امر حماقت ہے فَمَا لَهُمْ لَا يُكَادُونَ يَفْقَهُونَ حَيْثُ يَنْشَأُ مِنْ يَدِ اللَّهِ اَيْسَ نادان ہیں کہ اپنی حماقت کو بھی نہیں سمجھتے اور اگر عالم اسباب پر نظر کرتے ہو تو خوب سمجھ لو

کہ عالم اسباب میں تم کو جو خیر اور بھلائی پہنچتی ہے وہ محض اللہ کا فضل اور احسان ہے اس میں تمہارے کسی عمل کو دخل نہیں تم جو عمل صالح کرتے بھی ہو تو وہ بھی اللہ ہی کا فضل اور احسان ہے اس کی توفیق سے اور اس کی دہی ہوئی قدرت سے اور اس کے دیئے ہوئے اعضاء اور جوارح سے کرتے ہو تمہارا وجود بھی اسی کا فضل اور احسان ہے اور اگر تم کو کون برائی اور تکلیف پہنچے تو سمجھ لو کہ وہ تمہارے اعمال بد کا نتیجہ ہے کما قال تعالیٰ وَمَا آصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍ لہذا ادب کا مقتضی یہ ہے کہ برائی کو اپنی طرف اور بھلائی کو خدا کی طرف منسوب کر د اور فتح اور کامرانی کو اللہ کا فضل جانو اور قحط اور گرانی اور شکست اور ناکامی کو اپنے اعمال کی شامت جانو یہ مغیرہ خدا پر کوئی الزام نہ رکھو اور یقین رکھو کہ بھلائی اور برائی کا خالق اور موجد صرف حق تعالیٰ کی ذات والا صفات ہے تم کو جو برائی پہنچتی ہے بے شک اس کا خالق اور پیدا کرنے والا تو حق تعالیٰ ہی ہے مگر تمہارا عمل اس کا سبب ہے اور یہ مغیرہ خدا اس برائی کے نہ خالق اور موجد ہیں اور نہ سبب ہیں لہذا پیش آمدہ برائی کو معاذ اللہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نحوست بتلانا کمال حماقت ہے ۔

حق تعالیٰ شانہ منافقین کے الزام دور کرنے کے بعد نبی کریمؐ سے خطاب کر کے فرماتے ہیں اور اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کا سبب نحوست ہونا تو قطعاً ناممکن اور محال ہے اس لئے کہ ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے نفع اور ہدایت کے لیے پیغام دیکر بھیجا ہے تاکہ آپ لوگوں کو ہر خیر کی طرف دعوت دیں اور ہر شر سے ڈرائیں آپ کی ذات بابرکات تو ہر خیر اور رحمت کا منبع اور ہر چشمہ ہے وہ نحوست کا سبب کیسے بن سکتی ہے نحوست کا منبع خود ان کا نفس امارہ ہے اور یہود اور منافقین جس برائی کا مشاہدہ کر رہے ہیں وہ ان کے اعمال کی شامت ہے اے نبی کریمؐ آپ ان کے بے ہودہ الزام کی پروا نہ کیجئے اور غمگین اور رنجیدہ نہ ہو جائیئے اپنا کار رسالت کیسے جانیئے اور اگر یہ لوگ آپ کی رسالت کا انکار کریں تو اللہ تعالیٰ آپ کی رسالت کا کافی گواہ ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو معجزات عطا کیے ہیں وہ سب من جانب اللہ آپ کی نبوت و رسالت کے گواہ ہیں اور ظاہر ہے کہ رسالت اور نحوست کا اجتماع عقلاً ناممکن ہے نحوست جب آتی ہے تو بارگاہ رسالت کی مخالفت سے آتی ہے اس لیے کہ جس کسی نے رسول کی اطاعت کی تو تحقیق اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت موجب خیر و برکت اور باعث رحمت ہے نہ کہ باعث شوم و نحوست اور جو آپ کی اطاعت سے اعراض کرے تو اس کو اختیار ہے کہ خیر و برکت سے روگردانی کر کے نحوست میں داخل ہو جائے ہم نے آپ کو ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا کہ آپ جبراً و قہراً ان کو نحوست سے بچالیں یا نکال لیں آپ بے فکر رہیں ان کے بارہ میں آپ سے کوئی باز پرس نہ ہوگی آپ کا کام پیغام پہنچانا دینا ہے ۔

فرستادہ خاص پروردگار بن رسانندہ حجت استوار
گرانمایہ نرتاج آزاد گان بن گرامی تراز آدمی زادگان

بیان حقیقت حال منافقین

اور منافقین کی حالت یہ ہے کہ بظاہر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا دم بھرتے ہیں اور آپ کے سامنے یہ کہتے ہیں ہمارا شیوہ تو آپ کی فرمانبرداری ہے زبان سے تو اظہار فرمانبرداری کرتے ہیں پھر جب آپ کی مجلس سے اٹھ کر باہر جاتے ہیں تو ان میں سے کچھ لوگ یعنی ان کے سردار رات کے وقت آپ کے فرمودہ اور حکم کے برخلاف مشورے کرتے ہیں اور ان کو یہ معلوم نہیں کہ یہ جو کچھ مشورے کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو ان کے ناہائے اعمال میں لکھتا ہے اور پھر بذریعہ وحی کے اپنے نبی کو ان کے پوشیدہ مشوروں سے مطلع کرتا ہے اور منافقین یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے پوشیدہ مشوروں کی کسی کو کیا خبر ہو سکتی ہے پس اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ پر ان کا نفاق ظاہر کر دیا ہے لہذا آپ ان سے تغافل برتئیے نہ ان کو سزا دیں نہ ان کی فکر میں پڑیں اور اللہ پر بھروسہ رکھیے اور خدا تعالیٰ پورا کار ساز ہے خدا تعالیٰ آپ کو ان کے شر سے محفوظ رکھے گا یہ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔

اثبات رسالت محمدیہ باعجاز قرآن

ادھر کی آیتوں میں خدا تعالیٰ نے منافقین کی انواع و اقسام کی دورنگیاں اور دغا بازیوں بیان کیں جن کا اصل منشاء اور سبب یہ تھا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوائے رسالت میں سچا نہیں سمجھتے تھے اور قرآن کریم کو کلامِ انہی نہیں جانتے تھے اس لیے اس آیت میں ان کو یہ حکم دیا کہ تم قرآن میں غور و فکر کرو جو آپ کی نبوت کی سب سے بڑی دلیل ہے اگر تم نے اس میں صدق دل سے غور و فکر کیا تو تم پر روز روشن کی طرح یہ امر واضح ہو جائے گا کہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کے رسولِ برحق ہیں چنانچہ فرماتے ہیں کیا یہ منافقین قرآن میں غور و فکر نہ کریں گے تاکہ اس کے اسرارِ بلاغت اور دلائلِ اعجاز کو دیکھ کر اس کا کلام الہی ہونا ان پر واضح ہو جائے اور یہ سمجھ جائیں کہ جس پر یہ کلام الہی نازل ہوا ہے وہ بلاشبہ خدا کا رسول ہے

اس لیے کہ اس قرآن کی فصاحت و بلاغت ایسی بے نظیر ہے جو طاقتِ بشری سے باہر

ہے اور اس کے تمام احکام عین حکمت اور عین صواب ہیں اور جا بجا قرآن میں غیب کی خبریں ہیں جن کا علم سوائے خدا کے کسی کو نہیں ہو سکتا گزشتہ کی اس میں خبریں ہیں اور آئندہ کی اس میں پیشین گوئیاں ہیں اور یہ سب کو معلوم ہے کہ حضور پر نور آئی ہیں پرستے یکھے نہیں جو کسی سے بڑھ کر یا کسی کتاب کو دیکھ کر یہ علوم و معارف بیان کرتے ہوں جس سے بخوبی ثابت ہوا کہ بلاشبہ یہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور آپ اپنے دعوائے رسالت میں سچے ہیں اور اگر یہ قرآن خیر اللہ کی طرف سے ہوتا یعنی اگر خدا کا کلام نہ ہوتا بلکہ معاذ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بنایا ہوا ہونا یا کسی اور بشر کا کلام ہوتا جیسا کہ مخالفین اسلام کہتے ہیں تو ضرور پاستے اس میں بہت سخت اختلاف اور تناقض اور تفاوت کوئی خبر اسکی صحیح ہوتی اور کوئی غلط کوئی جملہ اس کا فیصلہ ہوتا اور کوئی ریکم مگر اس میں کسی قسم کا اختلاف اور تناقض نہیں فصاحت و بلاغت میں اول سے آخر تک یکساں ہے اس کے ایک بیان سے دوسرے بیان کی تصدیق ہوتی ہے اس کی پیشین گوئیاں تمام صحیح اور واقع کے مطابق ہیں باہمی تناقض اور اختلاف کا نام و نشان نہیں اور ظاہر ہے کہ غیب کا علم سوائے خدا تعالیٰ کے کسی کو نہیں ان باتوں سے ہر شخص بخوبی یہ سمجھ سکتا ہے کہ قرآن خدا کا کلام ہے کیونکہ بشر کا کلام ایک اسلوب اور ایک حال پر کبھی بھی نہیں رہ سکتا بشر پر مختلف احوال پیش آتے ہیں ہر حالت میں اسی حالت کے مطابق کلام کو تا ہے دوسری حالت کا دھیان نہیں رہتا نیز آدمی جب کلام طویل کرتا ہے تو وہ یکساں نہیں ہوتا بلکہ کوئی جملہ فیصلہ ہوتا ہے اور کوئی غیر فیصلہ اور قرآن عظیم اتنی بڑی کتاب ہے اس کا ان جملہ اختلافات سے پاک ہونا اس امر کی قطعی دلیل ہے کہ یہ خداوند ذوالجلال کا کلام ہے خلاصہ مطلب یہ ہے کہ کیا یہ منافقین قرآن میں غور نہیں کرتے کہ اس کے عدم اختلاف اور عدم تناقض سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صدق معلوم کر لیں کم از کم اسی میں غور کر لیں کہ قرآن کریم تمہارے باطنی نفاق اور اندرونی عقائد اور خیالات کی صحیح خبر دے رہا ہے جو اس امر کی دلیل قطعی ہے کہ یہ وحی خداوندی ہے سوائے خدا کے کون کسی کے دل کا حال بتلا سکتا ہے اگر یہ قرآن خدا کی طرف سے نہ ہوتا تو منافقین کے نفاق اور اسرار باطنی کے متعلق جو خبریں دی جاتی ہیں تو منافقین ان میں ضرور اختلاف اور فرق پاستے منافقین کے متعلق قرآن کی کوئی خبر بھی نکلتی اور کوئی جھوٹی اور اگر ان منافقین کو قرآن میں کوئی اختلاف اور تناقض نظر آتا تو ضرور اس کو شائع کرتے اس لیے کہ ان کی عادت یہ تھی کہ جب ان کے پاس امن یا خوف کی کوئی خبر آتی ہے تو اسی وقت اس کو شائع اور مشہور کر دیتے ہیں منافقوں کی عادت یہ تھی کہ جب مسلمانوں کی فتح یا شکست کی خبر ان کو کہیں سے ملتی تو بلا تحقیق اس کو شائع اور مشہور کر دیتے جس سے مسلمانوں کو نقصان پہنچتا کیونکہ بعض خبریں تو جھوٹی ہوتی ہیں اور بعض کا ظاہر کرنا خلافت مصلحت ہوتا ہے اسی طرح اگر ان منافقین کو قرآن میں کوئی اختلاف اور تناقض نظر آتا تو اس کو بھی ضرور شائع اور مشہور کر دیتے اور ان

کے نفاق کے متعلق قرآن میں جو خبریں دی جا رہی ہیں ان میں سے اگر کوئی خبر غلط نکلتی تو آسمان وزمین ایک کر دیتے اور مطلب آیت کا یہ ہے کہ اگر ان منافقین کے پاس مسلمانوں کی فتح اور غنیمت یا قتل اور ہزیمت کی کوئی خبر آتی ہے تو خواہ مخواہ جھوٹی ہو یا سچی اور اس کے ظاہر کرنے میں مصلحت ہو یا نہ ہو یہ لوگ اس کو مشہور کر دیتے ہیں اور اگر بجائے خود مشہور کرنے کے یہ لوگ اس خبر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اور صحابہ میں جو لوگ ذی دماغ اور ذی اختیار ہیں ان تک پہنچاتے یعنی یہ لوگ اگر خبر سننے کے بعد اس خبر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اکابر صحابہ تک پہنچا دیتے اور از خود اس کو شائع نہ کرتے تو اہل اسلام میں سے جو لوگ بات کی تہ اور گہرائی کو پہنچنے والے ہیں تو وہ بے شک پہچان لیتے کہ یہ خبر مشہور کرنے کے قابل ہے یا نہیں ہر شخص بات کی تہ اور گہرائی کو نہیں پہنچتا لہذا ایسے اشخاص کو چاہیے کہ وہ مستبطن اور مجتہدین کی طرف رجوع کریں اور ان سے بغیر دریافت کیے دین کی کوئی خبر اور بات زبان سے نہ نکالیں استنباط کے لغوی معنی زمین کھود کر اس کی تہ میں سے پانی نکالنے کے ہیں اور اصطلاح شریعت میں نصوص شریعت کی تہ میں جو حقائق اور معارف مستور ہیں ان کو خدا داد فہم و فراست سے کھود کر نکالنے کا نام استنباط اور اجتہاد ہے شریعت کے بہت سے احکام آیات اور احادیث کے ظاہر سے مفہوم نہیں ہوتے لیکن وہ بلاشبہ نصوص شریعت اور کتاب و سنت کی گہرائیوں میں مستور اور پوشیدہ ہوتے ہیں یہ ناممکن ہے کہ شریعت نے کوئی امر چھوڑ دیا ہو اور اس کے متعلق کوئی حکم نہ دیا ہو فقہاء کرام جن کے ساتھ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے خاص خیر کا ارادہ فرمایا وہ اپنے دقیق اور عمیق نظر اور فکر کے ذریعہ سے زمین شریعت کو کھود کر اس کی تہ اور گہرائیوں میں سے ان پوشیدہ احکام کو نکال کر لاتے ہیں جو زمین شریعت کی ظاہری سطح پر نمایاں نہ تھے شریعت کی تہ اور گہرائی میں سے کسی پوشیدہ حکم کے نکال لینے کا نام استنباط اور اجتہاد اور قیاس ہے۔

اسی بنا پر حضرات فقہاء کہتے ہیں کہ قیاس مظہر حکم ہے نہ کہ مثبت حکم یعنی قیاس سے کوئی حکم شرعی ثابت نہیں ہوتا بلکہ جو حکم قرآن و حدیث میں پہلے موجود تھا مگر محض تھا قیاس نے اس کو اب ظاہر کر دیا حکم درحقیقت کتاب و سنت ہی کا ہے قیاس خدا اور رسول کے پوشیدہ حکم کا مظہر اور محض ظاہر کرنے والا ہے قیاس مثبت حکم نہیں یعنی قیاس اپنی طرف سے کوئی حکم نہیں دیتا عرف عام میں چونکہ قیاس کے معنی خیال اور گمان اور وہم کے ہیں اس لیے بہت سے نادانوں نے یہ گمان کر لیا کہ قیاس شرعی کی حقیقت بھی یہی ہے اور اصطلاح شریعت میں قیاس شرعی کی حقیقت یہ ہے کہ غیر منصوص الحکم کو منصوص الحکم کے مشابہ اور مماثل دیکھ کر بوجہ مماثلت اور مشابہت کے منصوص الحکم کے حکم کو غیر منصوص کے لیے ثابت کرنا اس کا نام قیاس ہے یعنی جس

چیز کا حکم کتاب و سنت اور اجماع امت میں منصوص اور مصرح نہیں اس میں یہ غور و فکر کرنا کہ جس چیز کا حکم شریعت میں موجود ہے یہ غیر منصوص کس کے ساتھ زیادہ مشابہ اور مماثل ہے مشابہت کی بنیاد پر غیر منصوص کے لیے اس حکم کے ثابت کرنے کا نام قیاس شرعی ہے جیسے ہائی کورٹ کا کوئی فاضل جج جس مقدمہ کا حکم صراحتاً قانون میں موجود نہ ہو وہاں نظائر کو پیش نظر رکھ کر فیصلہ صادر کرتا ہے یہ بھی تو ایک قسم کا قیاس ہی ہوا عدالتوں میں ہزار ہا مقدمات کا فیصلہ نظائر ہی پر ہوتا ہے نظیر کے موافق حکم دینا یہی قیاس ہے معلوم ہوا کہ ہر قانون میں قیاس موجود ہے بلا قیاس کے عدالتوں کا فیصلہ ناممکن ہے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی قیاس کی یہی حقیقت قرار دی ہے۔

چنانچہ فرماتے ہیں باب من شبه اصلاً معلوماً بامثل میں قد بین اللہ حکمہا بفہم السائل جس سے اشارہ اس طرف ہے کہ قیاس کی حقیقت تشبیہ اور تمثیل ہے اور اس بارہ میں امام بخاری نے متعدد تراجم قائم فرمائے ہیں سب کا حاصل یہ ہے کہ قیاس اور رائے کی دو قسمیں ہیں ایک محمود اور ایک مذموم مذموم وہ ہے جس کی کتاب و سنت اور اجماع امت میں کوئی اصل موجود نہ ہو اور محمود وہ ہے جو کتاب و سنت اور اجماع امت سے ماخوذ ہو حضرات اہل علم فتح الباری جلد سیزدہم باب الاعتصام کی مراجعت فرمائی اور اگر تم پر خدا کا یہ خاص فضل اور یہ خاص مہربانی نہ ہوتی یعنی اگر بالفرض تمہاری ہدایت کے لیے حق تعالیٰ یہ قرآن نازل نہ فرمانے اور بنی اکوم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہاری تعلیم اور تزکیہ کیلئے مبعوث نہ فرماتے جس نے تم پر حق اور باطل کا فرق واضح کیا تو البتہ تم شیطان کے پیرو ہو جاتے اور کفر و شرک میں مبتلا ہو جاتے مگر بہت کم ایسے ہوتے جو خدا داد نور فہم و فراست سے توحید کو اختیار کرتے اور شرک سے محفوظ رہتے جیسے زید بن عمرو بن نفیل اور ورقہ بن نوفل وغیرہم کہ جو خدا داد نور فہم سے زمانہ جاہلیت میں کفر و شرک سے محفوظ رہے اتباع شیطان سے اس قسم کی محفوظیت اور معصومیت سے بہت ہی کم افراد کو نوازا جاتا ہے لہذا اتباع شیطان سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ بغیر مستنبطین کی اجازت کے کوئی خبر شائع نہ کریں بغیر اہل الرائے کے صلاح اور حکم کسی خبر کو شائع کرنا شیطان کی پیروی ہے۔

پس اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اگر یہ منافقین اور ضعیف الایمان مسلمان تمہارا ساتھ چھوڑ دیں تو پروا نہ کیجئے آپ تنہا خدا کی راہ میں جہاد و قتال کیجئے آپ صرف اپنی ذات کے ذمہ دار ہیں غیروں کی ذمہ داری آپ پر نہیں اور آپ تو صرف مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دیجئے ماننا نہ ماننا ان کا کام ہے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں کی جنگ کو روک دے گا اور اللہ تعالیٰ سخت عذابت والا اور سخت عذاب دینے والا ہے اس کے مقابلہ میں کوئی نہیں جیت سکتا اور نہ کوئی اس کے عذاب سے پھڑا سکتا ہے۔

مَنْ يَشْفَعُ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَكُنْ لَهُ نَصِيبٌ مِّنْهَا

جو کوئی سفارش کرے نیک بات میں اس کو بھی ملے اس میں سے ایک حصہ

وَمَنْ يَشْفَعُ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَكُنْ لَهُ كِفْلٌ مِّنْهَا وَكَانَ

اور جو کوئی سفارش کرے بری بات میں اس پر بھی ہے ایک بوجھ اس میں سے اور

اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيتٌ ۝۸۵

اللہ ہے ہر چیز کا حصہ بانٹنے والا

حکم بست و کیم ترغیب شفاعت حسنہ ترہیب شفاعت سیئہ

قال تاملے مَنْ يَشْفَعُ شَفَاعَةً حَسَنَةً اے ... وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيتًا (ربط) گزشتہ آیات میں جہاد کی ترغیب تھی اب ان آیات میں سفارش کے متعلق ایک قانون بیان فرماتے ہیں کہ جو شخص عمدہ سفارش کرے (مثلاً شرکت جہاد کی ترغیب دے) اس کو اس میں سے حصہ ملے گا یعنی اس کو بھی اسی قدر ثواب ملے گا جس قدر اس پر عمل کرنے والوں کو اور جو کوئی بری سفارش کرے مثلاً لوگوں کو شرکت جہاد سے روکے اور ان کو جہاد میں جانے سے ڈرائے تو اس کو گناہ میں سے حصہ ملے گا۔

چنانچہ فرماتے ہیں جو شخص نیک کام کی سفارش کرے گا اس کو اس نیک کام کے ثواب سے حصہ ملے گا اور جو شخص بری سفارش کرے گا اس کو اس برے کام کے گناہ سے حصہ ملے گا مثلاً کسی امیر سے سفارش کر کے کسی حاجت مند کو کچھ دلوادے تو اس خیرات کے ثواب میں یہ بھی شریک ہوگا اور اگر کسی حاکم سے سفارش کر کے کسی چور اور بدکار کو چھڑوا دیا تو یہ بھی اس چوری اور بدکاری میں شریک اور حصہ دار ہوگا کیونکہ شفاعت کی حقیقت غیر کے لیے حصول خیر میں واسطہ بننے کے ہیں پس اگر وہ خیر حقیقتہً خیر ہے تو اس کو اجر ملے گا ورنہ گناہ ہوگا۔

گزشتہ آیت کے ساتھ اس آیت کا تعلق یہ ہے کہ منافقین ایک دوسرے کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سفارش کیا کرتے تھے کہ آپ انہیں جنگ سے پیچھے رہنے کی اجازت دیدیں اور مومنین کا طریقہ یہ تھا کہ وہ اگر کسی کے پاس سامان جنگ نہ دیکھتے تو دوسرے صاحب مقدرت مسلمانوں سے کہہ سن کر ان کو سامان جنگ دلوادیتے تاکہ جہاد میں شریک ہو سکیں اس پر یہ آیت

نازل ہوئی اور مطلب آیت کا یہ ہے کہ جو شخص اچھی یا بری سفارش کرے گا اس کی جزا و سزا اسکو بھگتنی پڑے گی اور ہے اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر۔ یعنی وہ اچھی سفارش پر ثواب اور بری سفارش پر عذاب دینے پر قادر ہے نہ کوئی اس کے ثواب کو روک سکتا ہے اور نہ کوئی اس کی سزا کو۔ اور بعض علماء نے بقیۃ کے معنی نگہبان کے کیے ہیں اس صورت میں ترجمہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر نگہبان ہے یعنی اچھی اور بری سفارش اسکی نظروں سے پوشیدہ نہیں وہ ہر سفارش کرنے والے کے حال سے بخوبی واقف ہے

وَإِذَا حُيِّتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ

اور جب تم کو دعا دیے کوئی تو تم بھی دعا دو اس سے بہتر یا وہی کہو

رُدُّوْهَا إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَسِيبًا ﴿۸۶﴾

الٹ کر اللہ ہے ہر چیز کا حساب کرنے والا

حکم بست دوم بابت تحیۃ اسلام و تسلیم جواب سلام

قال تعالیٰ وَإِذَا حُيِّتُمْ بِتَحِيَّةٍ اٹے حَسِيبًا

(در ربط) گزشتہ آیت میں شفاعت حسنہ کا ذکر تھا اب اس آیت میں تحیۃ اسلام یعنی کسی کو السلام علیکم کہنے کا حکم مذکور ہے اور کسی مسلمان کو سلام کرنا یا دعا دینا یہ درحقیقت اللہ تعالیٰ سے اس کی سلامتی کی شفاعت حسنہ ہے کہ اے اللہ اس کو دنیا اور آخرت کی امن اور سلامتی عطا فرما۔

چنانچہ فرماتے ہیں اور جب تم کو کسی قسم کا سلام کیا جائے تو تم اس سے بہتر الفاظ میں اس کے سلام کا جواب دو مثلاً کوئی شخص تم کو السلام علیکم کہے جو دنیا اور آخرت کے امن اور سلامتی کی دعا ہے تو تم اس کے جواب میں وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہو دعا سلامتی پر دعا رحمت اور برکت کا اضافہ کرو تاکہ تمہارا جواب اس سے بہتر ہو جائے یا جواب میں وہی الفاظ لوٹا دو یعنی السلام علیکم کے جواب میں فقط وعلیکم السلام کہدو۔

اشارہ اس طرف ہے کہ اگر احسان کا بدلہ اصل سے زیادہ ہو تو بہتر ہے ورنہ برابر سرابریں کافی ہے بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کا حساب کرنے والا ہے یعنی سلام کرنے والے اور اس کے جواب دینے والے کو بقدر اس کے سلام اور بقدر زیادتی کے جزا دے گا۔

ف

نتیجہ کے لغوی معنی دعا حیات کے ہیں زمانہ اسلام سے پیشتر عرب میں یہ رواج تھا

کہ جب دو آدمی ملتے تو ایک دوسرے کو حیاتِ اللہ کہتے یعنی خدا تعالیٰ تمھ کو زندہ رکھے یہ دعا اُن کے یہاں نتیجہ کہلاتی تھی شریعت اسلام نے اس دعا کو لفظ السلام علیکم سے بدل دیا اور نتیجہ اسلام اس کا نام رکھا پس آیت میں نتیجہ سے اسلامی نتیجہ یعنی السلام علیکم مراد ہے شریعت اسلام نے جو نتیجہ مقرر کیا وہ زمانہ جاہلیت کے نتیجہ سے کہیں زیادہ فاضل اور کامل ہے کیونکہ السلام علیکم کے معنی یہ ہیں کہ خدا تعالیٰ تم کو ہر قسم کے غم اور الم اور جملہ آفات اور بلیات سے سلامت اور محفوظ رکھے اور حیاتِ اللہ کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ تم کو زندہ رکھے اور ظاہر ہے کہ سلامتی کے لیے زندگی لازم ہے اور زندگی کے لیے سلامتی لازم نہیں اس لیے کہ جو شخص آفات اور بلیات میں مبتلا ہے زندگی اس کو حاصل ہے مگر سلامتی اس کو حاصل نہیں نیز دعاء سلامتی ایک خاص بشارت ہے اور لفظ سلام دراصل اللہ کا نام ہے لہذا ملاقات کی ابتداء اللہ کے نام اور بشارت سے ہونا یہ غایت درجہ بہتر ہے۔

صحیحین میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب خدا تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو فرشتوں کی ایک جماعت جو وہاں بیٹھی تھی اس کی طرف اشارہ کر کے حضرت آدم علیہ السلام کو حکم دیا کہ اس جماعت کو جاکر سلام کرو اور سنو کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں وہی تمہارا اور تمہاری اولاد کا سلام ہے آدم علیہ السلام نے ان کے پاس جاکر کہا السلام علیکم انہوں نے جواب دیا وعلیک السلام ورحمۃ اللہ تو فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کے جواب میں لفظ ورحمۃ اللہ زیادہ کیا۔

اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُجْمَعُكُمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ

اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں تم کو جمع کرے گا قیامت کے دن اس میں

لَا رَيْبَ فِيهِ وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا

شک نہیں اور اللہ سے سچی کس کی بات

تاکید و عید

قال تعالى اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ..... اے..... اَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا
(ربط) گزشتہ آیت یعنی اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيبًا کو عید اور تہدید تھی اب اس

آیت میں اس کی تاکید کے لیے اپنی توحید اور عظمت اور قیامت کا ذکر فرماتے ہیں اللہ کی شان یہ ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ضرور تم سب کو قیامت کے دن جمع کرے گا جس میں ذرہ برابر کسی قسم کا شک نہیں یعنی قیامت ضرور آئے گی اور حساب و کتاب اور جزا و اعمال کے لیے سب ایک جگہ ضرور جمع ہوں گے اور اللہ سے کون زیادہ بات میں سچا ہو سکتا ہے یعنی جب اس نے قیامت کی خبر دیدی تو اس کو بیچ جانو اور تعمیل احکام کا خاص اہتمام کرو اور یقین جانو کہ جو اس کے احکام کی تعمیل میں کوتاہی کرے گا قیامت کے دن اس کو سزا دے گا۔

فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِينَ فِتْنَةٍ وَاللَّهُ أَرْكَسَهُمْ

پھر تم کو کیا پڑا ہے منافقوں کے واسطے دو جانب ہو رہے ہو اور اللہ نے

بِمَا كَسَبُوا ط اُتْرِيدُونَ اَنْ تَهْدُوا مَنْ اَضَلَّ

ان کو الٹ دیا ان کے کاموں پر کیا تم چلہتے ہو کہ راہ پر لاؤ جس کو بھلا دیا

اللَّهُ ط وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ سَبِيلًا ۝۸۸

اللہ نے اور جس کو اللہ راہ نہ دے پھر تو نہ پاوے اس کے واسطے کہیں راہ

وَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ كَمَا كَفَرُوا فَتَكُونُونَ سَوَاءً فَلَا

چاہتے ہیں کہ تم بھی کافر ہو جیسے وہ ہوئے پھر سب برابر ہو جاؤ سو تم

تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ اَوْلِيَاءَ حَتَّىٰ يُهَاجَرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ط

ان میں سے کسی کو مت پکڑو رفیق جب تک وطن چھوڑ آویں اللہ کی راہ میں

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَنُحِذُّهُمْ وَاَقْتُلُوهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ

پھر اگر قبول نہ رکھیں تو ان کو پکڑو اور مارو جہاں پاؤ اور نہ

وَلَا تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ وِلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ۝۸۹ اِلَّا الَّذِيْنَ

شہزاد کسی کو رفیق اور نہ مددگار مگر وہ جو

يَصْلُونَ إِلَى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ أَوْ

مل رہے ہیں ایک قوم سے جن میں اور تم میں عہد ہے یا آئے ہیں

جَاءُكُمْ حَصْرَتْ صُدُّوهُمْ أَنْ يُقَاتِلُوكُمْ أَوْ

تمہارے پاس خفا ہو گئے ہیں دل ان کے تمہارے لڑنے سے اور

يُقَاتِلُوا قَوْمَهُمْ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ

اپنی قوم کے لڑنے سے بھی اور اگر اللہ چاہتا تو ان کو تم پر زور دیتا

فَلَقَاتِلُوكُمْ فَإِنْ اعْتَزَلُوكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوكُمْ وَالْقُوا

پھر تم سے لڑتے تو اگر تم سے کنارہ پکڑیں پھر نہ لڑیں اور تمہاری

إِلَيْكُمْ السَّلَامَ فَمَا جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيلًا ⑩

طرف صلح لا دیں تو اللہ نے نہیں دی تم کو ان پر راہ

سَيَجِدُونَ آخِرِينَ يُرِيدُونَ أَنْ يَأْمَنُوكُمْ وَ

اب تم دیکھو گے ایک اور لوگ چاہتے ہیں کہ امن میں رہیں تم سے بھی اور

يَأْمَنُوا قَوْمَهُمْ كُلًّا رُدُّوْا إِلَى الْفِتْنَةِ أُرْكِسُوا فِيهَا

اپنی قوم سے بھی جس بار بلائے جاتے ہیں فساد کرنے کو الٹ جاتے ہیں اس

فَإِنْ لَّمْ يَعْزَلُوكُمْ وَيُلْقُوا إِلَيْكُمْ السَّلَامَ وَيَكْفُوا

ہنگامہ میں پھر اگر تم سے کنارہ نہ پکڑیں اور صلح نہ لا دیں اور اپنے

أَيْدِيَهُمْ فَخَذُوهُمْ وَأَقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ

ہاتھ نہ روکیں تو ان کو پکڑو اور مارو جہاں پاؤ اور ان پر

وَأُولَئِكَ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطَانًا مُبِينًا ⑪

ہم نے تم کو ملا دی تم کو سند صریح

حکم بست و سوم متعلق بہ معاملہ منافقین

قال تعالى فما لكم في المنافقين فئتين اے جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا (رابطہ) گزشتہ آیات میں منافقین کے احوال کا ذکر تھا اب ان آیات میں یہ بتلاتے ہیں کہ مسلمانوں کو منافقین کے ساتھ کیا معاملہ رکھنا چاہیے حاصل حکم یہ ہے کہ منافقین کے ساتھ مسلمانوں جیسا معاملہ اس وقت تک کیا جائے گا کہ جب تک ان کا نفاق چھپا رہے اور جب ان کا کفر اور نفاق واضح اور ظاہر ہو جائے تو پھر ان کی ساتھ وہی معاملہ کیا جائے جو کفار کے ساتھ کیا جاتا ہے جب دلائل کفر کے واضح ہو جائیں تو پھر تردد کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ رکوع کی تفسیر سمجھنا چند روایات کے نقل پر موقوف ہے اسلئے ہم ان روایات کو نقل کرتے ہیں

مشرکین عرب میں سے کچھ لوگ مدینہ آئے اور یہ ظاہر کیا کہ ہم مسلمان اور

پہلی روایت

مہاجر ہو کر آئے ہیں کچھ دنوں مدینہ میں مقیم رہے پھر مدینہ کی آب و ہوا کے موافق نہ آنے کا عذر کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ اجازت مانگی کہ یا رسول اللہ اگر آپ اجازت دیں تو ہم جنگل میں جا کر رہیں یہاں کی آب و ہوا ہم کو موافق نہیں آپ نے ان کو اجازت دے دی یہ بہانہ کر کے جب مدینہ سے باہر نکل گئے تو منزل بمنزل کوچ کرتے اور کھسکتے رہے یہاں تک کہ مشرکین مکہ سے جا ملے اور گھر پہنچ کر آنحضرت کو ایک جھوٹ موٹ خط لکھا کہ آپ ہماری طرف سے کچھ خیال نہ کریں ہم آپ ہی کے دین پر ہیں اور ہم مدینہ کی آب و ہوا کی ناموافقت کی وجہ سے اپنے وطن مکہ چلے آئے ہیں یہ حال سن کر مسلمان ان کے ایمان اور کفر میں اختلاف کرنے لگے بعض نے کہا کہ یہ منافق ہیں ہم ان کو قتل کریں گے اگر وہ ہماری طرح مسلمان ہوتے تو مصائب پر صبر کرتے اور ہجرت کو ترک کر کے واپس نہ ہوتے اور بعض نے کہا ایسا نہیں وہ مسلمان ہیں ہم کو ان سے بدگمانی نہ کرنی چاہیئے جب تک ہم پر ان کا پورا حال نہ کھل جائے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور ان کا کفر اور نفاق ظاہر کر دیا اور ارشاد فرمایا کہ اے مسلمانو! ان منافقوں کے بارہ میں دو گروہ کیوں ہو گئے یہ لوگ تو ایسے پکے کافر ہیں کہ تم کو بھی کافر اور گمراہ بنانے کی فکر میں ہیں (تفسیر قرطبی ص ۳۱ ج ۵ و تفسیر کبیر ص ۲۸ ج ۳ و روح المعانی ص ۹۵ ج ۵)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ تشریف لے جانے سے

دوسری روایت

قبل ہلال بن عویمر اسلمی سے یہ عہد کیا تھا کہ وہ نہ آپ کو

مدد دے گا اور نہ آپ کے مقابلہ میں کسی کو مدد دیگا اور جو شخص ہلال کے پاس چلا جائے اور اس کی پناہ پکڑے تو اس کو ہماری طرف سے ایسی ہی پناہ ہوگی جیسے خود ہلال کو خود وہ شخص اس کی اپنی قوم کا ہو یا کسی غیر قوم کا اس پر یہ آیتیں وَلَا تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَلَا تَصْنَعُوا الْاَلَاءَ

الَّذِينَ يَمْلُؤُونَ رِأْسَهُ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ - اَلْحٰی- فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمۡ عَلَيْهِمْ سَبِيْلًا -
نازل ہوئے (تفسیر قرطبی ص ۲ ج ۵ و تفسیر کبیر ص ۲۹ ج ۳ -)

جہد اللہ میں عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آیت مَسْجِدُ ذُنَّ اٰخَرٰیْنَ
تیسری روایت | الخ اسد اور عطفان کے بارہ میں نازل ہوئی یہ لوگ جب مدینہ آئے
تو اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے تاکہ ان کو مسلمانوں سے کسی قسم کی مضرت نہ پہنچے اور جب اپنی
قوم میں جاتے تو کفر کا اظہار کرتے اور ان جیسے کہتے تاکہ ان سے بھی امن رہے اور جب ان کی قوم کا کوئی آدمی پوچھتا کہ تم کس چیز پر ایمان لائے
ہو تو کہتے ہم ہند راؤد پھو پر ایمان لائے ہیں مَسْجِدُ ذُنَّ اٰخَرٰیْنَ میں اس فرقہ کا حکم بیان کیا گیا ہے (تفسیر قرطبی ص ۳ ج ۵ -)
خلاصہ کلام یہ کہ اس رکوع کی آیتیں ان تین گروہوں کے بارہ میں نازل ہوئی جن کا ذکر ان روایات
میں گزرا اب ان آیات کی تفسیر دیکھئے

پہلے فرقہ کا بیان

پس اسے مسلمانو جب تم نے ان منافقین کے کفر اور ارتداد اور ان کی باطنی خفاشت کو ظاہر
طور پر دیکھ لیا تو تمہیں کیا ہوا کہ ان منافقین کے بارہ میں تم دو گروہ ہو گئے ایک فریق ان کو مسلمان
بتاتا ہے اور دوسرا کافر حالانکہ ان سے ایسی باتیں ظہور میں آچکی ہیں جو ان کے کفر اور نفاق کی صریح
دلیل ہیں لہذا تم کو ان کے کفر میں شک نہ کرنا چاہیئے ۔

فان ان لوگوں کو گزشتہ حالت کے اعتبار سے منافقین کہا گیا ہے ورنہ جب کفر واضح
اور ظاہر ہو گیا تو اب کھلے کافر کہلائی گے اور ان کے ساتھ منافقین کا سا معاملہ نہیں کیا جائے گا
بلکہ کھلے کافروں کے احکام ان پر جاری ہوں گے (روح المعانی ص ۹ ج ۵)
غرض یہ کہ جب ان منافقین کا پردہ چاک ہو چکا ہے تو تم ان کے بارہ میں کیوں اختلاف کرتے
ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے اعمال قبیلہ کی بدولت علانیہ کفر کی طرف لوٹا دیا ہے
اسلام کی راہ راست چھوڑ کر اسے کفر میں جا پڑے اور کافروں سے جملے کیا تم یہ چاہتے ہو
کہ جس کو خدا نے گمراہ کیا تم اس کو راہ راست پر لے آؤ اور جس کو خدا گمراہ کرے تو اسے مخاطب
تو اس کو ہدایت پر لانے کی کوئی سبیل نہ پائے گا یہ بد نصیب کہاں راہ راست پر آسکتے ہیں ان
کا حال تو یہ ہے کہ یہ ان کی گمراہی کو یہ چاہتے ہیں کہ تم بھی انہی جیسے کافر ہو جاؤ اور پھر تم اور وہ گمراہی میں سب برابر اور یکساں ہو جاؤ بھلا ایسے
لوگوں کے کفر میں کیوں شک اور اختلاف کرنے ہوا اب آگے ان منافقین کے بارہ میں حکم دیتے ہیں جس بیان منافقین کی یہ حالت ہے تو

مے و ذکر ہم بعنوان النفاق باعتبار وصفہم السابق (روح المعانی ص ۹ ج ۵)

تم ان منافقین میں سے کسی کو دوست نہ بناؤ یعنی ان کے ساتھ مسلمانوں جیسے دوستانہ تعلقات نہ رکھو تا وقتیکہ یہ لوگ خدا کی راہ میں ہجرت نہ کریں یعنی تا وقتیکہ خدا کی راہ میں گھربار اور خویش واقارب کو چھوڑ کر سوئیں مخلص نہ بن جائیں اس وقت تک ان کو اپنا دوست نہ بناؤ ابتداء اسلام میں تکمیل ایمان کے لیے ہجرت بھی فرض تھی بغیر ہجرت کے ایمان معتبر نہ تھا پس اگر وہ اسلام اور ہجرت سے منہ موڑیں اور اپنے گھر پر قائم رہیں تو تم ان کو پکڑو یعنی قید کرو اور اسیر بناؤ اور ان کو قتل کرو جہاں کہیں بھی پاؤ یعنی ان کا قتل جلا اور حرم دونوں جگہ مباح ہے اور ان میں سے کسی کو نہ اپنا دوست بناؤ اور نہ مددگار کیونکہ سب تمہارے دشمن ہیں یہ تمہارے دوست اور مددگار کیوں بننے لگے مطلب یہ ہے کہ ان سے کوئی تعلق نہ رکھو اور نہ ان سے کوئی مدد مانگو۔

دوسرے فرقہ کا بیان

مگر ان میں کے جو کافران لوگوں سے جا ملیں جن کے ساتھ تمہارا کوئی معاہدہ ہے یہ استثنا قید اور قتل کے حکم سے ہے اور مطلب یہ ہے کہ ان منافقوں کو جہاں پاؤ گرفتار کرو اور قتل کرو لیکن جو منافق ان لوگوں کی پناہ میں چلے جائیں جن کے ساتھ تمہارا صلح کا عہد ہے تو ان کو قتل نہ کرنا کیونکہ وہ جب تمہارے ہم عہدوں کی پناہ میں آگئے تو حکماً ان کے ساتھ بھی تمہارا عہد ہو گیا حلیف کا حلیف بھی ایک درجہ میں حلیف ہی ہوتا ہے ان کو قتل کرنا ایک قسم کی عہد شکنی ہو گی یا وہ منافق تمہارے پاس ایسی حالت میں آئیں کہ ان کے سینے تمہارے ساتھ لڑنے سے اور اپنی قوم کے ساتھ بھی لڑنے سے تنگ ہوں یعنی جو کافر اور منافق ایسے ہوں کہ نہ تو اپنی قوم کے ساتھ ہو کر تم سے لڑیں اور نہ تمہارے ساتھ ہو کر اپنی قوم سے لڑیں بلکہ حقیقتاً غیر جانبدار ہیں تو ان لوگوں کو بھی تم قتل نہ کرنا کیونکہ جب ان سے تمہیں نقصان کا اندیشہ نہیں تو پھر ان کے قتل کی ضرورت نہیں خلاصہ کلام یہ کہ جو تم سے بالواسطہ یا بلا واسطہ صلح کا خواستگار ہو تو وہ حکم اخذ اور قتل سے مستثنیٰ ہے کیونکہ باوجود قوت اور قدرت کے ان کا یکسو اور غیر جانبدار رہنا ان کے امن پسندی کی دلیل ہے اور اگر اللہ چاہتا تو انہیں تم پر ضرور مسلط کر دیتا پھر وہ ضرور ہی تم سے لڑتے یعنی یہ خدا تعالیٰ کا احسان ہے کہ باوجود قوت و قدرت کے ان کا دل تمہارے ساتھ لڑنے سے تنگ نہ کر دیا اور تمہاری ہیبت ان کے دل میں ڈال دی ورنہ وہ تم سے ضرور لڑتے پس خدا کی اس نعمت کا شکر کرو کہ اس نے تم کو اس پریشانی سے بچایا لہذا تم ان سے تعرض نہ کرو پس اگر وہ تم سے کنارہ کش رہیں اور تمہارے ساتھ نہ لڑیں اور تمہاری طرف صلح کا پیغام ڈالیں تو اللہ نے تمہارے لیے ان پر دست درازی کی کوئی راہ نہیں رکھی یعنی اس صورت میں ان سے لڑنے کی خدا نے اجازت

نہیں دی۔

تیسرے فرقہ کا بیان

عنقریب تم ان کے علاوہ کچھ ایسے چالاک اور عیار لوگوں کو پاؤ گے جو یہ چاہتے ہیں کہ تم سے بھی امن میں رہیں اور اپنی قوم سے بھی امن میں رہیں یہ قبیلہ اسد اور غطفان کا حال بیان فرمایا کہ جب مدینہ آتے ہیں تو اسلام ظاہر کرتے ہیں اور جب اپنی قوم کے پاس جلتے ہیں تو ان کی سی کہتے ہیں تاکہ ہر طرف سے امن میں رہیں

مگر ان منافقوں کا حال یہ ہے کہ جب کبھی بھی فساد اور فتنہ کی طرف بلائے جلتے ہیں تو اس میں ادب سے ہو کر گرتے ہیں یعنی جب کبھی ان کو اسلام کے مقابلہ اور مسلمانوں سے لڑنے کیلئے بلایا جاتا ہے تو افتاں و خیزاں یعنی نہایت خوشی کے ساتھ تم سے لڑنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں عرض یہ کہ بڑے مفید اور چالاک ہیں پس اگر یہ لوگ تم سے یکسو اور کنارہ کش نہ ہوں اور اپنی مشرارت سے باز نہ آئیں اور تمہاری طرف صلح کا پیغام نہ ڈالیں اور تمہاری لڑائی سے اپنے ہاتھوں کو نہ روکیں تو تم ان کو پکڑو اور جہاں کہیں بھی ان کو پاؤ قتل کرو اور وہی لوگ ہیں کہ ہم نے تم کو ان کے قتل کرنے کی صریح حجت اور واضح سند دی ہے یعنی ان کی عہد شکنی نے تمہارے لیے ان کے قتل کو جائز کر دیا ہے جب ان کی عداوت اور خباثت اور عہد شکنی اور غداری اور مکاری واضح ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے تم کو ان کے پکڑنے اور قتل کرنے کی اجازت دیدی ایسے لوگوں سے درگزر مت کرو تمہارے ہاتھ تو صریح حجت آگئی کہ انہوں نے اپنا عہد خود توڑ ڈالا۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَقتُلَ مُؤْمِنًا إِلَّا خَطَاً وَمَنْ

اور مسلمان کا کام نہیں کہ مار ڈالے مسلمان کو مگر چوک کر اور جس نے

قتلَ مُؤْمِنًا خَطَاً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ وَدِيَةٌ

مارا مسلمان کو چوک کر تو آزاد کرنی گردن ایک مسلمان کی اور خون بہا پہنچانا اس

مُسْلِمَةٍ إِلَىٰ أَهْلِهَا إِلَّا أَنْ يَصَّدَّقُوا فَإِنْ كَانَ

کے گھر والوں کو مگر وہ خیرات کریں پھر اگر وہ غنا

مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ

ایک قوم میں کہ تمہارے دشمن ہیں اور آپ مسلمان تھا تو آزاد کرنی گردن ایک

مُؤْمِنَةٍ وَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ

مسلمان کی اور اگر وہ تھا ایک قوم میں کہ تم ہیں اور ان میں عہد ہے تو

مِيثَاقٌ فِدْيَةٌ مُسْلِمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ وَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ

خون بہا پہنچانا اس کے گھر والوں کو اور آزاد کرنی گردن

مُؤْمِنَةٍ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ

ایک مسلمان کی پھر جس کو پیدائش ہو تو روزے دو پیہنے لگتے

تَوْبَةً مِّنَ اللَّهِ ۖ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿۱۶﴾

بخشوانے کو اللہ سے اور اللہ جانتا سمجھتا ہے ۔

حکم بست چہارم متعلق بہ قتل خطا

قال تعالى وما كان لمؤمن من أن يقتل مؤمناً... اے... وکان اللہ علیہما حکیمًا (رابط) گزشتہ آیات میں کافروں اور منافقوں کے قتل کی اجازت دی تھی اب ان آیات میں مومنین کے قتل کی ممانعت فرماتے ہیں اور چونکہ بعض اوقات لڑائی میں ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو غلطی اور خطا سے کافر سمجھ کر مار ڈالتا ہے اس لیے ان آیات میں کچھ احکام قتل خطا کے متعلق بیان فرماتے ہیں اور اسی ذیل میں دار الکفر سے دار الاسلام کی طرف ہجرت کی ضرورت اور سفر اور خوف کی نماز کی کیفیت کو بھی بیان فرماتے ہیں ۔

اس آیت کے شان نزول میں مفسرین نے تین روایتیں نقل کی

ہیں جو حسب ذیل ہیں ۔

شان نزول

یہ آیت عیاش بن ربیعہ مخزومی کے بارہ میں نازل ہوئی جو

ابو جہل کا اخیانی بھائی تھا جس کا سبب یہ ہوا کہ ہجرت سے

پہلی روایت

پیشتر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تھے عیاش آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف

باسلام ہوا مگر گھر والوں کے ڈر سے اپنے اسلام کو ظاہر نہیں کیا اور حسب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مکہ سے مدینہ آگئے تو عیاش بن ابی ریحہ بھی مدینہ آگیا اور اپنے بھائیوں کے ڈر کے مارے کسی قلعہ میں چھپ کر رہنے لگا عیاش کی ماں کو جب اس کی خبر ملی تو اس کو سخت قلق ہوا اور عیاش کے غم میں کھانا پینا چھوڑ دیا اور اپنے دونوں بیٹوں حارث اور ابو جہل کو جو عیاش کے اخیانی بھائی تھے عیاش کو واپس لانے کے لیے روانہ کیا اور ماں نے یہ قسم کھائی کہ جب تک تم عیاش کو میرے پاس واپس نہ لاؤ گے میں چھت کے نیچے نہیں بیٹھوں گی اور نہ دانہ پانی کا مزہ چکھوں گی ماں کا یہ کلام سن کر دونوں بھائی عیاش کی تلاش میں روانہ ہوئے اور حارث بن زید بن اُمیہ کنانی بھی ان کے ساتھ ہو لیئے بالآخر پتہ لگا کر یہ تینوں مدینے پہنچے اور عیاش سے جا کر ملے عیاش قلعہ میں ردپوش تھا ان تینوں نے باہر سے کہا کہ تو قلعہ سے نیچے اتر آ جب سے تو اپنی ماں سے جدا ہوا ہے اس وقت سے تیری ماں چھت کے نیچے نہیں بیٹھی اور نہ اس نے دانہ پانی کا مزہ چکھا ہے اور اس نے یہ قسم کھائی ہے کہ جب تک تو اس کے پاس لوٹ کر نہیں جلسے گا اس وقت تک دانہ پانی اس پر حرام ہے اور ہم خدا کو درمیان ہیں ڈال کر تجھ سے عہد کرتے ہیں کہ تجھ کو کسی ایسی بات پر مجبور نہ کریں گے جو تیرے دین کے خلاف ہو عیاش نے جب ماں کی بے قراری اور بے چینی کا حال سنا تو دل بھر آیا اور قلعہ سے اتر کر انکے پاس آگیا اور ان کے ساتھ ہو لیا مدینہ سے باہر نکلنے کے بعد انہوں نے عیاش کو ایک قسم میں باندھ لیا اور تینوں میں سے ہر ایک نے عیاش کے سوسو کوڑے لگائے اور اس طرح اس کو اس کی ماں کے پاس لے گئے ماں نے دیکھ کر یہ کہا کہ میں تجھے اس وقت تک نہ کھولوں گی جب تک اس کا انکار نہ کرے جس پر تو ایمان لایا ہے اور ہاتھ پاؤں باندھ کر دھوپ میں چھوڑ دیا اور عرصہ تک اس کو تکلیف دیتے رہے بالآخر عیاش نے مجبور ہو کر بادل خواستہ جبراً دھڑا ہوا ہوں نے کہلایا کہہ دیا۔

اس پر حارث بن زید نے (جو بنی کریم علیہ العلوة والتسلیم کے شدید ترین دشمنوں میں سے تھا) اس کو چھیڑا اور کہا اے عیاش جس دین پر تو تھا اگر وہ راہ ہدایت تھا تو تو نے ہدایت کو کیوں چھوڑا اور اگر وہ گمراہی تھا تو تو اتنے دلوں گمراہی پر رہا اس پر عیاش کو سخت طیش آیا اور یہ قسم کھائی کہ اگر بخدا تو مجھے کہیں تنہائی میں مل گیا تو میں تجھے ضرور قتل کروں گا بعد چند سے عیاش نے دوبارہ اسلام قبول کیا اور ہجرت کر کے مدینہ چلا گیا اس کے بعد خدا تعالیٰ نے حارث بن زید کو بھی اسلام کی توفیق بخش اور وہ بھی مسلمان ہو کر مدینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہجرت کر کے حاضر ہوا اتفاق سے اس دن عیاش مدینہ میں موجود نہ تھا اس کو حارث کے مسلمان ہونے کی خبر نہ ہوئی ایک دن عیاش قبا کو جا رہا تھا اتفاقاً اس کو حارث مل گیا عیاش نے اس کو قتل کر دیا

اور اپنی قسم پوری کی جب لوگوں کو اس کا علم ہوا تو عیاش کو ملامت کی کہ تو نے یہ کیا کیا حارثؓ تو مسلمان تھا عیاشؓ یہ سنتے ہی حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ آپؐ کو میرا اور حارث کا قصہ معلوم ہے لیکن جب میں نے اس کو قتل کیا تو مجھے اس کے مسلمان ہونے کی خبر نہ تھی اور اپنی اس غلطی اور لاعلمی پر ندامت ظاہر کی اس پر یہ آیت نازل ہوئی (تفسیر درغثور ص ۱۹۲ ج ۲) و لکن انی تفسیر القرطبی مختصر ص ۳۱۳ ج ۵ و تفسیر ابن کثیر ص ۵۳ ج ۱۔

یہ ہے کہ یہ آیت حذیفہ بن الیمان کے والد کے بارہ میں نازل ہوئی جو جنگ احد میں مسلمانوں کی غلطی سے مارے گئے مسلمانوں

دوسری روایت

نے غلطی سے ان کو کافر سمجھ کر ان پر تلواریں چلائیں حذیفہ نے دور سے دیکھ کر یہ کہا بھی کہ یہ میرے باپ ہیں مگر ہنگامہ میں کوئی نہ سمجھا یہاں تک کہ وہ قتل ہو گئے جب وہ قتل ہو گئے تب معلوم ہوا کہ یمان مسلمان تھے حذیفہ نے ان کو قتل دی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری غلطی اور خطا کو معاف کرے مسلمانوں کو جب اپنی اس غلطی کا علم ہوا تو بہت سخت ملول ہوئے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

یہ ہے کہ یہ آیت حضرت ابوالدرداءؓ کے بارہ میں نازل ہوئی جس کا سبب یہ ہوا کہ ابوالدرداءؓ کسی لشکر میں تھے اتفاقاً اپنے

تیسری روایت

لشکر سے جدا ہو کر کسی ضرورت سے پہاڑ کی ایک گھاٹی میں گئے وہاں ایک شخص کو دیکھا جو اپنی بکریاں چرا رہا تھا ابوالدرداءؓ نے اس پر تلوار چلائی اس نے کہا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ابوالدرداءؓ نے یہ سمجھا کہ محض اپنی جان بچانے کے لیے کہہ رہا ہے اس لیے اس کو قتل کر دیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے آکر جب اس کا ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ تو نے اس کا دل چیر کر کیوں نہ دیکھا تب ابوالدرداءؓ کو اور بھی ندامت ہوئی اس پر یہ آیت نازل ہوئی (تفسیر درغثور ص ۱۹۲ ج ۲ و تفسیر ابن کثیر ص ۵۳ ج ۱)۔

عرض یہ کہ آیت کا جو بھی شان نزول ہو سب کا ماحصل یہ ہے کہ کسی مومن کو کسی مومن کا قتل کرنا ہرگز ہرگز درست نہیں مگر بھول چوک سے اگر کوئی مسلمان کسی مسلمان کو کافر سمجھ کر یا کسی اور غلطی کی بناء پر قتل کر ڈالے تو وہ معذور ہے لیکن دیت اور کفارہ واجب ہے چنانچہ فرماتے ہیں اور کسی مسلمان کی یہ شان نہیں کہ وہ کسی مسلمان کو قتل کرے مگر غلطی اور بھول چوک سے اگر ایسا ہو جائے تو اور بات ہے اب آگے قتل خطا کے کچھ احکام بیان کرتے ہیں۔

حکم اوّل

اور جو شخص کسی مسلمان کو بلا قصد غلطی سے قتل کر دے تو اس غلطی کا کفارہ یہ ہے کہ ایک تو

اس پر ایک مسلمان برّہ یعنی مسلمان غلام یا لونڈی کا آزاد کرنا واجب ہے اور دوسرے اس قتل کرنے والے پر دیت (خونہما) بھی واجب ہے جو مقتول کے گھر والوں کے حوالہ اور سپردگی جائے یعنی مقتول کے وارثوں کو بقدر حصص میراث دیت ان کے حوالہ کی جائے اور اگر کوئی وارث نہ ہو تو بیت المال قائم مقام وارثوں کے ہے مگر یہ کہ اوپر مقتول دیت اور خون بہا کو معاف کر دیں تو معاف ہے پھر اس کا مطالبہ نہیں خواہ وہ کل دیت معاف کر دیں یا بعض اتنی ہی معاف ہو جائے گی۔

حکم دوم

پھر اگر وہ مقتولِ خطار اس گروہ سے ہو جو تمہارے دشمن ہیں یعنی دارالحرب کا باشندہ ہو اور وہ مقتول شخص خود بذاتہ مؤمن ہے خود مسلمان تھا مگر دارالحرب میں رہتا تھا اور کسی وجہ سے ہجرت کر کے دارالاسلام میں نہیں آیا تھا کسی مسلمان نے اس کو اپنا دشمن سمجھ کر مار ڈالا تو قاتل پر صرف کفارہ واجب ہے یعنی صرف ایک مسلمان برّہ کا آزاد کرنا اس پر واجب ہے دیت واجب نہیں اس لیے کہ حربی کا کوئی حق نہیں جو اس کی دیت واجب ہو البتہ بحق اسلام اس کے قتل کا کفارہ دینا ہوگا۔
امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ قیاس کا مقتضی بھی یہی ہے کہ صورت مذکورہ میں فقط کفارہ واجب ہو اور دیت واجب نہ ہو اس لیے کہ اگر دارالحرب میں رہنے والے مسلمان کے قتل میں دیت واجب کی جاتی تو جو لوگ دارالحرب میں غزوہ کرنے جلتے تو اس بات پر مجبور ہوتے کہ غزوہ کرنے سے پہلے اس امر کی تحقیق کر بی کہ کون مسلمان ہے اور کون کافر اور مشرک ہے اور یہ امر نہایت دشوار ہے مجاہدین کو سخت تنگی اور ضیق میں ڈالنے والا ہے لہذا حق تعالیٰ نے دارالحرب میں رہنے والے مسلمان کے قتل میں دیت واجب نہیں کی تاکہ لوگ احتیاط کے خیال سے جہاد اور غزوہ سے پرہیز نہ کرنے لگیں البتہ بحق اسلام اس پر کفارہ واجب کر دیا۔ یہ کفارہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے کہ تم نے اس کے ایک مسلمان بندہ کو مار ڈالا (تفسیر کبیر ص ۱۹ ج ۳)

حکم سوم

اور اگر وہ مسلمان مقتول جو غلطی سے مارا گیا اس گروہ سے ہو جن کے اور تمہارے درمیان کسی قسم کا کوئی عہد اور پیمانہ ہو تو قاتل پر ایک تو دیت خون بہا واجب ہوگا جو اس مقتول کے وارثوں کو پہنچائی جائے اگر اس مسلمان مقتول کے مسلمان وارث موجود ہوں تو دیت انکو پہنچادی جائے اور اگر اس مقتول کے اقارب مسلمان نہ ہوں تو پھر یہ دیت ان کو نہ دی جائے اگرچہ وہ

معاہدہ ہی کیوں نہ ہو اور علاوہ دیت کے ایک مسلمان برّہ کا آزاد کرنا بھی واجب ہے مطلب یہ ہے کہ اس صورت میں دیت اور کفارہ دونوں واجب ہیں پس جس شخص کو آزاد کرنے کے لیے برّہ غلام یا لونڈی یا سرنہ آئے تو اس پر بجائے اس آزاد کرنے کے متواتر (لگاتار) دو مہینہ کے روزے واجب ہیں، جمہور کے نزدیک روزے صرف برّہ کا بدل ہیں دیت مفلس اور مالدار ہر ایک پر واجب ہے لیکن مسروقؒ کے نزدیک کفارہ اور دیت دونوں کا بدل ہیں یہ حکم اللہ کی طرف سے خطاب کرنے والے کی تو یہ کے لیے مشروع اور مقرر ہوا ہے اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے کہ وہ خطہ اور غلطی کی مقدار اور کمیّت اور اس کی حقیقت اور کیفیت کو خوب جانتا ہے اور اس نے جو دیت اور کفارہ کا حکم دیا ہے اس میں بڑی حکمت ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کے دو قول ہیں (ایک قول) تو یہ ہے کہ وَإِنْ كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ يَنْتَسِبُونَ و يَنْتَسِبُونَ الایمہ میں ضمیر کان مقتول مومن کی طرف راجع ہے اور مطلب یہ ہے کہ اگر وہ مقتول خطا مومن ہو مگر اس قوم سے ہو کہ تمہارے اور ان کے درمیان عہد ہو تم پر اس کی دیت اور کفارہ دونوں واجب ہیں۔

حسن بصری اور جابر بن زید اور ابیہم نخعی وغیرہم کا یہی قول ہے اور دلیل اسکی یہ ہے کہ ابتداء سے سلسلہ کلام قتل مومن کے بارہ میں نکلا ہے لہذا ضمیر مقتول مومن ہی کی طرف راجع کرنا اولیٰ ہو گا نیز ایک قراءت میں اس طرح آیا ہے وَإِنْ كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ يَنْتَسِبُونَ و يَنْتَسِبُونَ و يَنْتَسِبُونَ و يَنْتَسِبُونَ امام قرطبی ص ۳۲۵ ج ۵ میں فرماتے ہیں کہ حسن بصری کی قراءت میں اسی طرح آیا ہے اور ابوحنان فرماتے ہیں کہ حسن بصری کی قراءت میں اس طرح آیا ہے وَإِنْ كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ يَنْتَسِبُونَ و يَنْتَسِبُونَ و يَنْتَسِبُونَ اور اس کو امام مالکؒ نے اختیار کیا ہے (البحر المحیط ص ۳۲۵ ج ۳) اور امام فخر الدین رازی اور شیخ الاسلام ابوالسود اور علامہ آلوسی وغیرہم نے اسی قول کو اختیار کیا ہے اور اس ناچیز نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے اور مطلب یہ ہوا کہ آیت میں قتل مومن خطا کی یمن صورتیں مذکور ہوئیں اول یہ کہ جس مسلمان کو غلطی سے مارا گیا اس کے وارث مسلمان ہیں تو اس صورت میں دیت اور کفارہ دونوں واجب ہوں گی دوم یہ کہ اس مسلمان مقتول کے وارث ایسے کافر ہیں جن سے تمہارا کوئی عہد اور پیمانہ ہے تو اس صورت میں بھی دیت (خون بہا) اور کفارہ دونوں واجب ہوں گے سوم یہ کہ اس مسلمان مقتول کے وارث ایسے کافر ہیں جن سے تمہاری دشمنی ہے تو اس صورت میں صرف کفارہ واجب ہو گا اور دیت (خون بہا) دینا لازم نہ ہو گا

یہ ہے کہ وَإِنْ كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ يَنْتَسِبُونَ و يَنْتَسِبُونَ الایسے مقتول کافر کی طرف راجع ہے کہ جو ذمی یا معاہدہ ہو یہ قول ابن

دوسرا قول

عباس اور شعبی اور شعی اور امام شافعی کا ہے اور اس کو امام ابن جریر طبری نے اختیار کیا ہے کیونکہ گزشتہ آیت کی طرح اس آیت پر وہو موتمن کی قید مذکور نہیں (تفسیر قرطبی ص ۳۲۵ ج ۵) امام ابوبکر حصص رازی نے احکام القرآن ص ۲۵۹ میں اسی قول کو اختیار کیا ہے اور یہ لکھا ہے کہ فقہاء

حنفیہ کا مذہب بھی یہی ہے کہ کافر ذمی اور معاہدہ کی دیت مسلمان کی دیت کے برابر ہے اور صدیق اکبر اور فاروق اعظم اور عثمان غنی کا بھی یہی عمل رہا کہ کافر ذمی کی دیت مسلمان کی دیت کے برابر دینے کا حکم دیتے تھے (احکام القرآن للبعاص ص ۲۳۹) حضرت تھانوی قدس اللہ سرہ نے بیان القرآن میں اسی قول کو اختیار کیا ہے۔

وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ

اور جو کون مارے مسلمان کو قصد کر کر تو اس کی سزا دوزخ ہے پڑا رہے

خِلْدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ

اس میں اور اس پر غضب ہوا اللہ کا اور اس کو لعنت کی اور اس کے واسطے

لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا ۝۹۳

تیار کیا بڑا عذاب

تمتہ حکم سابق تہدید شدید وعید اکید بر قتل عمد مؤمن را

قال تعالى وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا لَعَنَهُ عَذَابًا عَظِيمًا
(ربط) گزشتہ آیات میں قتل خطا کے احکام مذکور ہوئے اب اس آیت میں کسی مؤمن کو عمدہ قتل کرنے کی وعید مذکور ہے چنانچہ فرماتے ہیں اور جو شخص کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کر ڈالے تو دنیاوی حکم تو اس کا قصاص ہے جیسا کہ سورہ بقرہ میں گزرا اور حکم اخروی اس کا یہ ہے کہ اس کی سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس پر اللہ کا غضب نازل ہوگا اور اللہ اس پر لعنت کرے گا یعنی اس کو اپنی خاص رحمت سے دور کر دے گا اور اس نے اس کے لیے بڑا عذاب تیار کیا ہے جو دوسرے کبائر کے عذاب سے بہت بڑھ کر ہے اس آیت میں جو حکم مذکور ہے وہ اس شخص کے لیے ہے جو شخص جان بوجھ کر بلا وجہ کسی مؤمن کو مار ڈالے اور پھر بغیر توبہ کے مر جائے تو وہ طویل مدت تک دوزخ میں رہے گا اس لیے کہ توبہ سے تو ہر گناہ معاف ہو جاتا ہے

دے گزشتہ امتوں میں سے ایک شخص کا سوا آدمیوں کا قتل کرنا اور پھر اس سے توبہ کرنا اور پھر اس کی توبہ کا مقبول ہونا بخاری اور مسلم میں مذکور ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا ضَرَبْتُمْ فِي

اے ایمان والو جب سفر کرو اللہ کی

سَبِيلِ اللَّهِ فَتَبَيَّنُوا وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ

راہ میں تو تحقیق کرو اور مت کہو جو شخص

أَلْقَى إِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا تَبْتَغُونَ

تمہاری طرف سلام علیک کرے کہ تو مسلمان نہیں چاہتے ہو مال

عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللَّهِ مَغَانِمٌ كَثِيرَةٌ

دنیا کی زندگی کا تو اللہ کے ہاں بہت غنیمتیں ہیں تم ایسے ہی

كَذَلِكَ كُنْتُمْ مِنْ قَبْلُ فَمَنْ اللَّهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوا

تھے پہلے پھر اللہ نے تم پر فضل کیا سو اب

إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ۝ لَا يَسْتَوِي

تحقیق کرو اللہ تمہارے کام سے واقف ہے برابر نہیں

الْقُعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَ

بیٹھنے والے مسلمان جن کو بدن کا نقصان نہیں اور

الْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ

لڑنے والے اللہ کی راہ میں اپنے مال سے اور جان سے

فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى

اللہ نے بڑائی دی لڑنے والوں کو اپنے مال اور جان سے ان پر جو

الْقُعِيدِينَ دَرَجَةً وَكَلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ وَ

بیٹھتے ہیں درجہ میں اور سب کو وعدہ دیا اللہ نے خوبی کا اور

فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقُعِيدِينَ أَجْرًا عَظِيمًا ۝۹۵

زیادہ کیا اللہ نے لڑنے والوں کو بیٹھنے والوں سے بڑے ثواب میں

دَرَجَاتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَرَحْمَةً ۖ وَكَانَ اللَّهُ

ہمت درجوں میں اپنے ہاں کے اور بخشش میں اور مہربانی میں اور اللہ ہے

غَفُورًا رَّحِيمًا ۝۹۶

بخشنے والا مہربان

حکم بست و خیم و جوب احتیاط در قتل مسلم

قال تعالى يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا ضَرَبْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ... الْغُفُورَ الرَّحِيمَ (ربط) یہ بھی حکم سابق کا تہ ہے کہ مسلمان کا قتل قطعاً حرام ہے مجاہدین کو چاہئے کہ جہاد میں غایت درجہ احتیاط سے کام لیں اثناء سفر میں اگر کوئی شخص تم کو ملے اور تم کو مسلمانوں کے طریقہ سے سلام کرے یا زبان سے کلمہ شہادت پڑھے تو تم یہ گمان کر کے کہ اس کا یہ فعل محض جان بچالینے کیلئے ہے اس کے قتل پر جرأت نہ کرو جیسا کہ بعض مغزوات میں بعض لوگوں سے یہ غلطی ہوئی کہ کسی پر داپہ نے ان کو السلام علیکم کہا وہ سمجھے کہ یہ شخص محض جان بچانے کے لیے سلام کر رہا ہے اس لیے اس کو قتل کر دیا اور اس کی بکریاں لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہو گئے اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور انہیں سخت تنبیہ کی گئی کہ آئندہ ہرگز ہرگز نہ کرنا علامات اسلام کا اظہار کافی ہے چنانچہ فرماتے ہیں اے ایمان والو! ایمان کا مقتضی یہ ہے کہ جہاں ایمان کی جھلک نظر آوے تو اپنے ہاتھوں کو روک لو جب تم اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے سفر کرو تو خوب تحقیق کر لیا کرو اور جو تم کو سلام علیک کرے تو اس کو یہ نہ کہو کہ تو دل سے مسلمان نہیں محض جان بچانے کے لیے تو سلام علیک کہہ رہا ہے تم دنیاوی زندگانی کا سامان چلہتے ہو حالانکہ تمہیں اس حقیر سامان کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ اللہ کے یہاں تمہارے لیے ہمت سی غنیمتیں ہیں جن کے سامنے ان چند

بکریوں کی کوئی حقیقت نہیں پہلے تم بھی ایسے ہی تھے یعنی مکہ میں تمہاری ہی حالت تھی کہ تم اپنا ایمان چھپاتے تھے اور شروع اسلام میں سوائے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے کچھ نہیں جانتے تھے جیسے یہ چرواہا چھپاتا تھا اور تمہارے سلسلے ظاہر کیا تم پر اللہ نے احسان کیا کہ تمہارے اسلام کو قوی کیا اور کافروں پر تم کو غلبہ عطا کیا اور تم علانیہ طور پر اسلام ظاہر کرنے لگے پس جس طرح حق تعالیٰ نے ابتداء میں تمہارے ظاہری اسلام کو قبول کیا اور باطن کی تحقیق و تفتیش پر موقوف نہیں رکھا پس اسی طرح تم بھی احتیاط سے کام لو اور تحقیق کر لیا کہ جو شعار اسلام کو ظاہر کرے اس کو قتل و زکوہ تحقیق اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں سے پورا خبردار ہے تمہاری بے احتیاطی اور جلد بازی اس سے پوشیدہ نہیں۔

فضائل مجاہدین

اب آئندہ آیات میں مجاہدین کے فضائل بیان فرماتے ہیں کہ مبادا احتیاط میں غلو کی وجہ سے ایسا نہ کرنا کہ جہاد میں جانا ہی چھوڑ بیٹھو اور یہ خیال کرنے لگو کہ لاؤ گھر بیٹھے ہی جہاد کر لیا کریں گے سوار شاد فرماتے ہیں کہ معذور لوگوں کے سوا جو مسلمان جہاد سے گھر میں بیٹھے رہیں وہ رتبہ میں ان مسلمانوں کے برابر نہیں ہو سکتے جو خدا کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے ہیں عزیزِ اولیٰ العزیز سے وہ لوگ مراد ہیں جو کسی عذر کی وجہ سے جہاد کے شرکت سے معذور رہیں جیسے عبد اللہ بن ام مکتومؓ بوجہ نابینا ہونے کے جہاد میں شریک نہیں ہو سکتے تھے اور جیسے حضرت عثمان غنیؓ جنگ بدر کی شرکت سے معذور رہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی جو ان کے نکاح میں تھیں وہ شدید بیمار تھیں ان کی تیمارداری کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ٹھہرنے کا حکم دیا تھا اس وجہ سے غنائم بدر میں سے حضرت عثمان کو حصہ دیا گیا اور حضرت عثمان بدرین میں شمار کیے گئے۔

اور مطلبِ آیت کا یہ ہے کہ بغیر عذر جہاد میں شریک نہ ہونے والے مسلمان مرتبہ اور ثواب میں ان مسلمانوں کے برابر نہیں جو جہاد میں شریک ہوتے ہیں لیکن جو مسلمان کسی معذوری یا مجبوری کی بنا پر جہاد میں شریک نہیں ہوتے مثلاً وہ اندھے یا لنگڑے یا بیمار ہیں یا کسی بیمار کے تیماردار ہیں مگر دل شوق جہاد سے لبریز ہے تو ایسے معذورین حسنِ نیت کی بنا پر مجاہدین کے برابر ہو سکتے ہیں یعنی ان کو وہی ثواب ملے گا جو مجاہدین کو ملتا ہے بشرطیکہ جہاد میں نہ شریک ہونا صرف اسی معذوری اور لاچارگی کی بنا پر ہو اللہ نے ان لوگوں کو جو اپنے مال اور جان سے جہاد کرتے ہیں ایسے بیٹھنے والوں پر جن کی نیت تو جہاد کی تھی مگر معذوری کی وجہ سے جہاد میں شرکت نہ کر سکے ایک درجہ فضیلت دی ہے اور وعدہ بھلائی کا اللہ نے ہر ایک سے کیا ہے یعنی وعدہ نیکی کا مجاہدین

اور قاعدین دونوں سے ہے کیونکہ جہاد کی نیت سب کی تھی مگر مجاہدین کو قاعدین پر ایک درجہ فضیلت ہے اس لیے کہ یہاں نیت جہاد کے ساتھ عمل جہاد بھی مقرون ہے اور اللہ نے مجاہدین کو ان بیٹھنے والوں پر جو تندرست تھے اور معذور نہ تھے اجر عظیم کے لحاظ سے فضیلت دی ہے یعنی اپنے پاس سے ان کو بڑے مرتبے عطا کرے گا اور مغفرت اور رحمت سے ان کو نوازے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے جس پر جہاد فرض نہ ہو وہ اگر گھڑ بیٹھے بھی عبادت و ریاضت کرتا رہے تو اللہ اس کی بھی مغفرت فرمائے گا۔

ف چونکہ بظاہر دونوں آیتوں میں تعارض معلوم ہوتا ہے پہلی آیت سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ مجاہدین کو قاعدین پر ایک درجہ فضیلت ہے اور دوسری آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کئی درجہ فضیلت ہے اس لیے ہم نے اس شبہ کے رفع کرنے کے لیے یہ تفسیر اختیار کی کہ پہلی آیت میں قاعدین سے قاعدین معذورین مراد ہیں اور دوسری آیت میں قاعدین سے قاعدین غیر معذورین مراد ہیں قاعدین معذورین پر مجاہدین کو ایک درجہ فضیلت ہے اور قاعدین غیر معذورین پر مجاہدین کو کئی درجہ فضیلت حاصل ہے اور جمہور علماء نے پہلی آیت میں درجہ سے جنس کا مرتبہ مراد لیا ہے اور دوسری آیت کو اس کی تفصیل قرار دیا ہے (روح المعانی ص ۵۰۵ و تفسیر مظہری ص ۲۲۲)

إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّيْتُمُ الْمَلَائِكَةَ ظَالِمِينَ

جن لوگوں کی جان کھینچتے ہیں فرشتے اس حال میں کہ وہ برا

أَنفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنْتُمْ قَالُوا كُنَّا

کر رہے ہیں اپنا کہتے ہیں تم کس بات میں تھے وہ کہتے ہیں ہم تھے

مُسْتَظْعِفِينَ فِي الْأَرْضِ قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ

مغلوب اس ملک میں کہتے ہیں کیا نہ تھی زمین اللہ کی

اللَّهُ وَاسِعَةٌ فَتُهَاجِرُوا فِيهَا فَأُولَٰئِكَ مَا أَوْمَرُكُمْ بِهِمْ

کشادہ کہ وطن چھوڑ جاؤ وہاں سو ایسوں کا ٹھکانا ہے دوزخ

وَسَاءَتْ مَصِيرًا ۚ إِلَّا الْمُسْتَظْعِفِينَ مِنَ

اور بہت بری جگہ پہنچنے کی مگر جو میں سے بس

الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيعُونَ حِيلَةً

مرد اور عورتیں اور لڑکے نہ کر سکتے ہیں تلاش

وَلَا يَهْتَدُونَ سَبِيلًا ۝ فَأُولَٰئِكَ عَسَى اللَّهُ

اور نہ جانتے ہیں راہ سوا ایسوں کو امید ہے

أَنْ يَّعْفُو عَنْهُمْ ۖ وَكَانَ اللَّهُ عَفْوًا غَفُورًا ۝

کہ اللہ معاف کرے اور اللہ ہے معاف کرنے والا بخشتا

حکم بہت دشمن و جوب ہجرت

قَالَ تَعَالَى إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّيْنَاهُمُ الْمَلَائِكَةُ..... اے..... كَانَ اللَّهُ عَفْوًا غَفُورًا (دلیل) گزشتہ آیات میں جہاد کی ترغیب اور بے عذر جہاد ترک کرنے والوں کا بیان تھا اب اس آیت میں ہجرت کی ترغیب دیتے ہیں اس لیے کہ ہجرت جہاد کا مقدمہ ہے اور بے عذر ہجرت ترک کرنے والوں کا حال بیان فرماتے ہیں کہ مرنے کے بعد ان پر کیا گزرتی ہے ایسے کہ ایمان کے بعد پہلے ہجرت کا حکم ہوا اور پھر ہجرت کے بعد جہاد کا حکم ہوا پس گویا کہ جو لوگ باوجود قدرت کے ہجرت نہیں کرتے گویا کہ وہ لوگ عمدتاً تارک جہاد ہیں اس لیے ان آیات میں ہجرت کی ترغیب کا بیان ہے کہ ہجرت سعادت دارین کا سبب ہے اور ترک ہجرت محرومی کا سبب ہے اس لیے کافروں میں رہ کر نہ تو احکام اسلام کو کھل کر بجالا سکتا ہے اور نہ دین کی تبلیغ کر سکتا ہے اور نہ اسلام اور نہ مسلمانوں کی کوئی مدد کر سکتا ہے اس لیے ابتداء اسلام میں ہجرت فرض تھی فتح مکہ کے بعد ہجرت کی فریضت منسوخ ہو گئی۔

شان نزول

کچھ لوگ ایسے تھے جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے مگر مکہ میں مشرکوں کے ساتھ رہے اور مشرکین کے در کے مارے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت بھی نہیں کی اور بدر کی لڑائی میں مشرکین مکہ کی فوج میں شامل ہو کر مسلمانوں سے لڑنے آئے اور مارے گئے ان کے بارہ ہیں یہ آیت نازل ہوئی (تفسیر قرطبی)

صفحہ ۲۲۵ ج ۵ و صحیح بخاری و فتح الباری کتاب التفسیر

تحقیق جن لوگوں کی فرشتوں نے اس حال میں جانیں نکالیں کہ وہ لوگ دارالحرب میں پڑے پڑے اپنے دین کو برباد کر کے اپنی جانوں پر ظلم کر رہے تھے یعنی اسلام لانے کے بعد باوجود قدرت کے ہجرت نہ کی اور اپنی خیالی کمزوری اور وہمی جمہوری کی بناء پر کافروں ہی میں پڑے رہے اور ان کا ساتھ دیتے رہے اور مشرکوں کی فوج میں شامل ہو کر مسلمانوں سے ٹسنے کے لیے جاتے رہے حتیٰ کہ اسی حالت میں وہ مر گئے تو اس وقت موت کے فرشتوں نے ان سے بطور توبیخ اور سرزنش یہ پوچھا کہ تم کس حال میں تھے یعنی مسلمانوں کے ساتھ تھے یا کافروں کے ساتھ ان ظالموں نے یہ جواب دیا کہ دل سے تو ہم مسلمان تھے مگر سر زمین مکہ میں ہم نہایت کمزور اور بے بس تھے اس لیے ہم احکام اسلام کو علانیہ طور پر بجا نہیں لا سکتے تھے اور ظاہر میں کافروں میں رہتے تھے اور ان کا ساتھ دیتے تھے فرشتوں نے کہا کیا اللہ کی زمین کشادہ اور فراخ نہ تھی کہ تم ہجرت کر کے اس میں چلے جاتے اس طرح تم کفار کے زعم سے نکل جاتے اور وہاں جا کر اطمینان سے اللہ کی عبادت کرتے حاصل یہ کہ تمہارا یہ عذر کہ ہم بے بس تھے غلط ہے تم بے بس نہ تھے ہجرت پر تو قادر تھے اس سے وہ لا جواب ہو جاتیں گے اور ہرم ان کا ثابت ہو جائے گا سو ایسے لوگوں کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بہت بری جگہ ہے مگر جو مرد اور عورتیں اور بچے ایسے بے چارہ اور بے بس ہیں کہ وہ کسی جیل سے بھی ہجرت پر دسترس نہیں رکھتے مثلاً کفار کی قید میں ہیں یا نابینا اور معذور ہیں یا ان کے پاس سفر خرچ نہیں اور نہ وہ راستہ سے واقف ہیں سو ایسے لوگوں کے متعلق امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے قصور کو معاف کر دیں گے اور اللہ تعالیٰ بڑا معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے خدا کے دشمنوں میں پڑا رہنا کوئی معمولی جرم نہ تھا مگر بے بسی اور معذوری کی بناء پر خدا تعالیٰ سے معافی کی توقع ہے بشرطیت اس کی اجازت نہیں دیتی کہ مسلمان کافروں کی سر زمین میں ذلیل اور خوار ہو کر پڑا رہے اور احکام اسلام کو آزادی کے ساتھ بجا نہ لاسکے اور آزادی کے ساتھ دین کا علم حاصل نہ کر سکے کافر حکومت جو جبری تعلیم نافذ کر دے اس کے حاصل کرنے پر مجبور ہو ایسی حالت میں ہجرت فرض ہے۔

وَمَنْ يُهَاجِرْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَجِدْ فِي الْأَرْضِ مُرْعًا

اور جو کوئی وطن چھوڑے اللہ کی راہ میں پاوے اس کے مقابلہ میں جگہ بہت اور کنشائش

كَثِيرًا وَسَعَةً وَمَنْ يُخْرِجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللَّهِ

اور جو کوئی نکلے اپنے گھر سے وطن چھوڑ کر اللہ اور رسول کی طرف

وَرَسُولِهِ تَمَرُّيدُ رُكَّهِ الْمَوْتِ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى

پھر آپکے اس کو موت سو بھڑ چکا اس کا ثواب

اللَّهُ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ۝

اللہ پر اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترغیب ہجرت

قال تعالى وَمَنْ يُعَاجِزْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ اے ... وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا
گزشتہ آیت میں ترک ہجرت پر وعید تھی اب اس آیت میں ہجرت کی ترغیب ہے اور
اس پر سعادت دارین کا وعدہ ہے چنانچہ فرماتے ہیں اور جو شخص خدا کی راہ میں دارالکفر اور دارالحرب
سے ہجرت کر جائے تو وہ وطن کے مقابلہ میں خدا کی زمین میں علی رغم الاعدا بہت جگہ اور وسعت
رزق پائے گا اور جو شخص اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول کی طرف نکلے اور پھر مقام ہجرت تک
پہنچنے سے پہلے ہی راستہ میں اس کو موت آجائے تو تحقیق اس کا ثواب اللہ کے ذمہ ثابت
ہوگی یعنی گو اس کی ہجرت پوری نہیں ہوئی لیکن چونکہ اس کی نیت ہجرت کرنے کی تھی اس لیے
اس کو ہجرت کا پورا ثواب ملے گا اور یہی حال ہے تمام اعمال کا جس عمل کو انسان خدا کے لیے
م شروع کرے اور اختتام سے پہلے مر جائے تو اس کو پورے عمل کا ثواب ملے گا اور اللہ
تعالیٰ بڑا بخشنے والا اور مہربان ہے یعنی اس ہجرت سے پہلے جو کافروں اور مشرکوں میں مٹھرا
رہا اللہ تعالیٰ اس کی گزشتہ خطا کو معاف کر دے گا کیونکہ وہ غفور رحیم ہے۔

حق جل شانہ نے ان آیات میں مسلمانوں کو ہجرت کی رغبت دلائی ہے کہ وطن ماؤف
چھوڑنے سے یہ خیال نہ کریں کہ پردیس میں تکلیف ہوگی۔ نہیں بلکہ انہیں وطن سے زیادہ آرام ملے گا
کشادہ جگہ اور فراخ روزی ملے گی اور نہ یہ خیال کریں کہ شاید منزل مقصود پر پہنچنے سے پہلے ہی راستہ
میں انتقال ہو جائے اس لیے کہ ہجرت کا ثواب پورا ہی ملے گا سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ
جب اوپر کی آیتیں یعنی اِنَّ السَّيِّئَاتِ تُوَفُّهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِي الْفَسٰدِ الْخٰزِنِ تُوَفُّوْنَ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے مسلمانوں کے پاس بھیج دیں جنہوں نے ہجرت نہیں کی تھی
تو جندب بن عمرو جو ایک بوڑھا اور بیمار شخص تھا اس نے جب یہ آیتیں سنیں تو کہا کہ میں ان لوگوں
میں سے نہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہجرت کے حکم سے مستثنیٰ کیا ہے کیونکہ میں ہجرت پر حیلہ

پاتا ہوں اور میرے پاس اس قدر مال موجود ہے جس کے سہارے میں مدینہ پہنچ سکوں اور قسم کھائی کہ میں بخدا اب رات نہ میں نہیں گزاروں گا ان کے بیٹے ان کو ایک تخت پر لٹکا کر لے چلے جب مقام تنعیم میں پہنچے تو موت نے آپ کو انزع کے وقت انہوں نے اپنا بابا یاں ہاتھ اپنے دلہنے ہاتھ پر رکھ کر کہا کہ اسے پروردگار یہ ہاتھ تیرے لیے ہے اور یہ ہاتھ تیرے رسول کے لیے تجھ سے ان باتوں پر بیعت کرتا ہوں جن باتوں پر تیرے رسول بیعت لیتے ہیں اور انتقال کر گیا جب اس کی خبر صحابہ کو پہنچی تو کہنے لگے کہ اگر مدینہ پہنچ کر موت آتی تو کیا اچھا ہوتا اس پر یہ آیت نازل ہوئی

وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ

اور جب تم سفر کرو ملک میں تو تم پر گناہ نہیں

جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ ۖ إِنَّ

کہ کچھ کم کرو نماز میں سے اگر

خِفْتُمْ أَنْ يُفْتِنَكُمْ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ إِنَّ

تم کو ڈر ہو کہ ستاویں گے تم کو کافر البتہ کافر

الْكٰفِرِيْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ۝۱۰۱ وَإِذَا كُنْتَ

تمہارے دشمن ہیں صریح اور جب تو ان میں

فِيْهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلَاةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ

ہو پھر ان کو نماز میں کھڑا کرے تو چلیے ایک جماعت ان کی

مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوا أَسْلِحَتَهُمْ ۚ فَإِذَا سَجَدُوا فَلْيَكُونُوا

کھڑی ہو تیرے ساتھ اور ساتھ ایویں اپنے ہتھیار پھر جب یہ سجدہ کر چکیں تو ہمارے

مِنْ وَّرَآيَكُمْ وَلَتَأْتِ طَآئِفَةٌ أُخْرَى لَّمْ يُصَلُّوا

ہو جاویں اور آدے دوسری جماعت جن نے نماز نہیں کی وہ نماز کریں

فَلْيُصَلُّوا مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوا بِحِذْرِهِمْ وَأَسْلِحَتِهِمْ

تیسرے ساتھ اور پاس لیویں اپنا ہتھیار اور ہتھیار

وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَيُتَغْفَلُونَ عَنْ أَسْلِحَتِكُمْ وَالَّذِينَ

کافر چاہتے ہیں کسی طرح تم بے خبر ہو اپنے ہتھیاروں سے اور

أَمْتَعَتِكُمْ فَيَمِيلُونَ عَلَيْكُمْ مَيْلَةً وَاحِدَةً وَلَا

اسباب سے تو تم پر جھک پڑیں ایک حملہ کر کے اور

جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ كَانَ بِكُمْ أَذًى مِنْ مَطَرٍ أَوْ كُنْتُمْ

گناہ نہیں تم پر اگر تم کو تکلیف ہو بارش سے یا تم

مَرْضَى أَنْ تَضَعُوا أَسْلِحَتَكُمْ وَخُذُوا حِذْرَكُمْ إِنَّ

بیمار ہو کہ اتار رکھو اپنے ہتھیار اور ساتھ لو اپنا ہتھیار اللہ

اللَّهُ أَعَدَّ لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُهِينًا ۝۱۶ فَإِذَا قُضِيَتْ

نے رکھی ہے منکروں کے واسطے ذلت کی مار پھر جب نماز

الصَّلَاةُ فَادْكُرُوا اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِكُمْ

کر چکو تو یاد کرو اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور پڑے

فَإِذَا أَطْمَأْنَنْتُمْ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ ۚ إِنَّ الصَّلَاةَ

پھر جب خاطر جمع سے ہو تو درست کرو نماز یہ نماز ہے

كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْقُوتًا ۝۱۷ وَلَا تَهْنُوا

مسلمانوں پر وقت باندھا حکم اور مت ہارو

فِي ابْتِغَاءِ الْقَوْمِ ۚ إِنْ تَكُونُوا تَأْلَمُونَ فَإِنَّهُمْ يَأْلَمُونَ

ان کا پیچھا کرنے سے اگر تم بے آرام ہوتے ہو تو وہ بھی بے آرام ہیں

كَمَا تَأْلَمُونَ ۚ وَتَرْجُونَ مِنَ اللَّهِ مَا لَا يَرْجُونَ

جس طرح تم بے آرام ہو اور تم کو اللہ سے امید ہے جو ان کو نہیں

وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿۱۰۳﴾

اور اللہ سب جانتا ہے حکمت والا

حکم بستی و مفتی متعلق بصلوٰۃ سفر و صلاۃ خوف

قال تعالى وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ اے عَلِيمًا حَكِيمًا گماہ
(رابطہ) گزشتہ آیات میں جہاد و ہجرت کا ذکر تھا اور غالب احوال میں جہاد اور ہجرت کے لیے سفر کرنا
پڑتا ہے اب ان آیات میں حالت جہاد اور سفر میں نماز پڑھنے کا طریقہ تعلیم فرماتے ہیں
اور سفر اور خوف کی وجہ سے نماز میں جو رعایتیں اور سہولتیں عطا کی ہیں ان کا ذکر کرتے ہیں۔

حکم صلاۃ سفر

اور جب تم سفر کرو زمین میں جس کی مقدار تین منزل ہو یا اڑتالیس میل ہو تو تم پر کوئی گناہ نہیں
بلکہ ضروری ہے کہ تم رباعی (چار رکعت والی نماز میں سے دو رکعت) کم کر دو اگر تم کو یہ اندیشہ ہو کہ
کافر تم کو ستائیں گے بے شک تمام کافر تمہارے کھلے دشمن ہیں ابتداء میں قصر کا حکم خوف کے ساتھ
مشروط تھا بعد میں اللہ تعالیٰ نے یہ شرط ساقط کر دی جیسا کہ صحیح مسلم وغیرہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ
سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قصر نماز میں خوف کی قید کی بابت دریافت
کیا تو آپ نے یہ فرمایا کہ بغیر خوف کے بھی نماز میں قصر ہے اور یہ اللہ کی طرف سے صدقہ ہے
اس کو قبول کرنا چاہیے نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر و عمر اور صحابہ کرام نے سفر میں بحالت
امن بھی قصر کیا ہے معلوم ہوا کہ قصر کی مشروعیت خوف پر موقوف نہیں اور داؤد ظاہری کا مذہب یہ
ہے کہ سفر کی نماز میں قصر کرنا اس شرط سے جائز ہے کہ جب کافروں سے فتنہ کا خوف ہو اور جمہور
سلف اور خلف کے نزدیک بدون شرط مذکور کے بھی قصر درست ہے اور آیت میں جو ان خفتم کی شرط
ہے وہ قید استرازی نہیں بلکہ بیان واقع کے لیے ہے جس کا مفہوم مختبر نہیں۔

مسافت قصر

اہل ظاہر اس آیت کے ظاہری عموم سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ سفر کی کوئی مقدار یا حد معین نہیں ہر سفر میں قصر جائز ہے خواہ وہ تھوڑا ہو یا بہت ہو یہاں تک کہ تین میل کے سفر میں بھی قصر جائز ہے کیونکہ آیت میں سفر کی کوئی حد نہیں بیان کی گئی لیکن تمام فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ تھوڑے سفر میں قصر نہیں اور سب نے الگ الگ سفر کی حد بیان کی ہے فقہاء حنفیہ کے نزدیک قصر صرف اس سفر میں ہے جو تین دن کا ہو جیسا کہ حدیث میں ہے کہ مسافر کے لیے مسح علی الخفین تین دن تک کے لیے جائز ہے اور مقیم کے لیے ایک دن اور ایک رات اور عثمان غنیؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ اور حذیفہ بن الیمانؓ کا بھی یہی مذہب ہے۔

اور امام مالکؒ اور امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک چار برید کی مسافت کے سفر میں قصر ہے یعنی اگر اڑتالیس میل کا سفر ہو تو قصر جائز ورنہ نہیں جیسا کہ حدیث میں ہے کہ اسے اہل مکہ چار برید (اڑتالیس میل) سے کم میں قصر نہ کرو رواہ الطبرانی عن ابن عباسؓ

قاضی ابوبکر بن عربی فرماتے ہیں کہ جو لوگ سفر کی مقدار یا حد معین نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ ہر سفر میں قصر جائز ہے وہ دین کے ساتھ کھیل اور تماشہ کرتے ہیں تین چار میل بلکہ دس میل جانا بھی عرف میں سفر نہیں کہلاتا یہ مذہب اس قابل نہیں کہ اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھا جائے یا اس کو خیال اور خاطر میں لایا جائے یا اس کا ذکر بھی کیا جائے (تفسیر قرطبی ص ۲۵۵)

لطیفہ

ایک غیر مقلد صاحب جب اپنے کھیت پر جاتے تو نماز میں قصر کرتے کسی نے سوال کیا

علم قال القاضي ابن العربي وقد تلاعب قووم بالدين فقالوا ان من خرج من البلد الى ظاهره قصر واكل هذا اجمعي لا يحرف السفر عند العرب او مستخف بالدين ولولا ان العلماء ذكروه لما رضيت ان المحم بمؤخر عيني ولا افكر فيه بفضول قلبي اه
تفسير قرطبي ص ۳۵۳

سبح یہ لطیف حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ کے وعظ مسمیٰ بہ عجم الصوف ص ۷ وعظ سوم از سلسلہ البلاغ وعظ الہدیٰ والمحفزہ نمبر ۴۶ از سلسلہ تبلیغ میں مذکور ہے۔

کہ بندۂ خدا تم بدون مسافت قصر کے کیسے قصر کرتے ہو انہوں نے جواب دیا کہ قصر کے لیے کسی خاص مسافت کا ہونا شرط نہیں اس لیے کہ آیت میں حَسْرَبْتُورِی الْأَرْضِ آیا ہے جس کے معنی زمین میں چلنے کے ہیں اور یہ مفہوم کھیت پر جانے کی صورت میں بھی صادق آتا ہے ایک حنفی عالم نے اس کا خوب جواب دیا کہ پھر تم کو ہمیشہ ہی قصر کرنا چاہیے اس لیے کہ جب تم اپنے گھر سے مسجد جاتے ہو تو سیر فی الارض اس پر بھی صادق آجاتا ہے غیر مقلد صاحب کے پاس اس کا کوئی جواب نہ تھا۔

حکم صلاۃ الخوف

اور اسے بنی کریم جب آپؐ مسلمانوں کی فوج میں موجود ہوں پھر ان کو نماز پڑھانے کیلئے کھڑے ہوں اور اندیشہ ہو کہ کافر نماز میں حملہ نہ کر دیں تو ایسی حالت میں یہ چاہیے کہ مسلمانوں کے دگر وہ ہو جائیں ان میں سے ایک گروہ آپؐ کے ساتھ نماز پڑھنے کھڑا ہو جائے اور دوسرا گروہ نگرانی کی خاطر دشمن کے مقابل کھڑا ہو جائے تاکہ دشمن کو دیکھتے رہیں اور جو لوگ آپؐ کے ساتھ نماز میں کھڑے ہیں وہ بھی نماز میں اپنے ہتھیار ساتھ لیے رہیں شاید کسی وقت ضرورت پڑ جائے پھر جب یہ لوگ آپؐ کے ساتھ مسجدہ کر چکیں یعنی ایک رکعت پوری آپؐ کے ساتھ پڑھ چکیں تو پیچھے ہٹ جائیں یعنی دشمن کے مقابلہ پر چلے جائیں اور دوسرا طائفہ (گروہ) آجائے جس نے ابھی تک نماز نہیں پڑھی یعنی پہلا طائفہ جس نے آپؐ کے ساتھ ایک رکعت نماز پڑھی ہے وہ تو دشمن کے مقابلہ میں چلا جائے اور دوسرا طائفہ جو اب تک دشمن کے مقابلہ میں تھا وہ آجائے پھر وہ اگر آپؐ کے ساتھ باقی ماندہ نماز میں نہریک ہو جائیں اور آپؐ کے ساتھ نماز پڑھیں اور اپنی احتیاط اور بچاؤ کو مضبوط پکڑے رہیں اور اپنے ہتھیار بھی پیٹے رہیں کافروں کی تمنا اور آرزو یہ ہے کہ کسی طرح تم اپنے ہتھیاروں اور سامان حرب سے غافل ہو تو یکبارگی ہی تم پر حملہ کر دیں اور تم پر ٹوٹ پڑیں پس احتیاط اور ہوشیاری کا مقتضی یہی ہے کہ ہتھیار ساتھ لیے رہو۔ اس آیت میں دونوں گروہوں کے ایک ایک رکعت پڑھنے کا ذکر فرمایا بقیہ نماز کا حکم بیان نہیں کیا کہ وہ کس طرح ادا کریں اس کا طریقہ احادیث میں یہ آیا ہے کہ دوسرا گروہ امام کے سلام پھر دینے کے بعد دشمن کے مقابلہ میں چلا جائے اور ہر گروہ بطور خود اپنی باقی نماز پوری کر لے اور یہ حکم اس وقت کے لیے ہے کہ جب جماعت ممکن ہو اور اگر جماعت ممکن نہ ہو تو پھر ہر شخص تنہا جس طرح ممکن ہو نماز پڑھ لے نیز یہ حکم جب ہے کہ جب سب ایک ہی امام کے پیچھے نماز پڑھنا چاہیں ورنہ دو جماعتیں کر لی جائیں ایک گروہ کو ایک امام نماز پڑھا دے اور دوسرے گروہ کو دوسرا امام جیسا کہ درمختار میں ہے اور عجب نہیں کہ وَإِذَا كُنْتَ فِيهِمْ سے اشارہ اسی طرف ہو کہ جب آپؐ جیسا امام ہو اور سب اس کے پیچھے نماز پڑھنا چاہیں تو پھر مسلمانوں کی فوج کے دو حصے کر

دینے جائیں اور امام ہر ایک حصہ کو ایک ایک رکعت نماز پڑھا دے اس طرح ہر گروہ کی آدھی آدھی نماز اس محبوب امام کے پیچھے ہو جائے اور باقی آدھی نماز دونوں گروہ جدا جدا پڑھ لیں واللہ اعلم۔

اور تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تم کو بارش کی تکلیف ہو یا تم بیمار ہو اور ایسی حالت میں تم کو ہتھیار اٹھانا دشوار ہو تو ایسی حالت میں تم اپنے ہتھیار اتار کر رکھ دو تو کوئی حرج نہیں اور پھر بھی اپنی احتیاط اور بچاؤ اور حفاظت کو خوب پکڑے رہو یعنی اگر بارش اور بیماری کی وجہ سے تم کو ہتھیار اٹھانا دشوار ہو تو ایسی حالت میں ہتھیار اتار کر رکھ دینے میں کچھ مضائقہ نہیں ہاں اپنی احتیاط پھر بھی رکھو بیشک اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لیے رسوا کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے آخرت میں تو ان کو عذاب ہونے ہی کا مگر منشاء خداوندی یہ ہے کہ دنیا میں کافر تمہارے ہاتھوں ذلیل اور رسوا ہوں لہذا تم کو احتیاط بہت ضروری ہے پھر جب تم نماز خوف کو ختم کر چکو تو اللہ کی یاد میں لگ جاؤ کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے یعنی اس کی تسبیح و تحمید و تہلیل و تکبیر میں لگ جاؤ کیونکہ اللہ کی یاد سے خوف جاتا رہتا ہے اور دل کو سکون اور اطمینان ہوتا ہے پھر جب تم مطمئن ہو جاؤ اور خوف اور سفر کی حالت ختم ہو جائے اور تم کو امن حاصل ہو جائے تو پھر معمول کے مطابق پوری نماز اطمینان کے ساتھ اور اصلی ہیئت کے ساتھ ادا کرو اس لیے کہ قصر اور نماز میں آمد و رفت کی جو اجازت تھی وہ ایک عارضی کی وجہ سے تھی اب وہ ختم ہو گئی ہے شک نماز مسلمانوں پر بقید اوقات و وقت معین پر فرض کی گئی اس کو اپنے اوقات سے نکالنا اور اس کی ہیئت میں کسی قسم کا تغیر کرنا جائز نہیں جہاد جلیسی عظیم عبادت کی وجہ سے عارضی طور پر نماز میں آمد و رفت کی اجازت دے دی گئی اور جب یہ عارضی ختم ہوا تو اجازت بھی ختم ہوئی اور اسے مسلمانوں جب تمہیں یہ معلوم ہو گیا کہ جہاد ایسی عظیم عبادت ہے کہ اس کی وجہ سے نماز میں آمد و رفت کی اجازت دی گئی تو خوب سمجھ لو کہ کافروں کے تعاقب یعنی پیچھا کرنے میں سستی نہ کرنا جب ابوسفیان اور اس کے ہمراہی اُحد سے واپس ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے تعاقب میں کچھ آدمی بھیجے ان آدمیوں نے زخموں کے درد کی شکایت کی اس پر یہ آیت نازل ہوئی اگر تم زخموں کی تکلیف سے درد مند ہو تو بے شک وہ بھی درد مند اور بے آرام ہیں جیسے تم درد مند اور بے آرام ہو پھر تم ان کے تعاقب میں سستی اور اپنے زخموں کی شکایت کیوں کرتے ہو جب وہ اپنے زخموں کی پروا نہیں کرتے اور برابر تم پر حملہ کیے جا رہے ہیں تو تم کو کیا ہوا تم اللہ سے وہ امیدیں رکھتے ہو وہ نہیں رکھتے اس لیے تمہاری تکلیف ان کی تکلیف سے کم ہے تم حجاز اعمال کے قائل ہو تم کو خدا تعالیٰ سے دنیا میں فتنہ و نصرت کی اور آخرت میں جنت کے درجات عالیہ کی وہ امیدیں ہیں جو ان کو نہیں پھر تم ان کے مقابلہ میں کیوں سست ہو اور بے اللہ جاننے والا اور حکمت والا تم کو جو حکم دیتا ہے اس کی نسبت وہ جانتا ہے کہ اس میں حکمت اور مصلحت ہے لہذا تم کو چاہیے کہ اس کے حکم کو مانو اور اپنی رائے کو اس میں دخل نہ دو۔

مسائل

امام شافعی رحمہ فرماتے ہیں کہ سفر میں قصر کرنا جائز ہے واجب نہیں کیونکہ حق تعالیٰ کا یہ ارشاد لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم پر قصر کرنے میں کوئی گناہ نہیں تو معلوم ہوا کہ قصر کرنا واجب نہیں بلکہ جائز ہے اور اکثر اہل علم کے نزدیک قصر واجب ہے اور یہی قول حضرت عمر اور علی اور ابن عمر اور جابر اور ابی عباس رضی اللہ عنہم کا ہے اور یہی حسن بصری اور خلیفہ عمر بن عبد العزیز اور قتادہ اور دیگر علماء تابعین کا قول ہے اور یہی امام ابو حنیفہ اور امام مالک کا مذہب ہے کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نماز اول دو دو رکعت فرض ہوئی پھر نماز سفر تو اسی طرح برقرار رہی اور نماز حضر میں زیادتی کر دی گئی لہذا جب سفر کی اصل نماز دو رکعت ہوئی تو اس میں زیادتی جائز نہ ہوگی۔

اور لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ سے یہ استدلال کرنا کہ قصر کرنا رخصت ہے اس لیے کہ لا جناح کا استعمال رخصت کیلئے ہوتا ہے تو جواب یہ ہے کہ یہ کلیہ نہیں حق تعالیٰ کا یہ ارشاد لَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَطَّوَّفَ بِهِنَّ طَوَافِ صفا اور مردہ کے حق میں آیا ہے حالانکہ سعی بین الصفا والمردہ واجب ہے اور امام شافعی کے نزدیک فرض ہے سو جاننا چاہیے کہ لا جناح کا لفظ رخصت اور اباحت کیلئے نہیں لایا گیا بلکہ ان لوگوں کا وہم دفع کرنے کے لیے لایا گیا کہ جو اس کو گناہ خیال کرتے تھے ان کا انقباض رفع کرنے کے لیے لفظ لا جناح لایا گیا ہے

(۲) اِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَّتَوْفُوتًا سے معلوم ہوتا ہے کہ نمازوں کے اوقات سبعین ہیں ان میں تقدیم و تاخیر جائز نہیں اور قرآن کریم میں ہے حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى - نمازوں کی حفاظت کرو یعنی ان کو اپنے وقت پر ادا کرو اور جامع ترمذی میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے جمع بین الصلاتین کیا یعنی دو نمازوں کو وقت واحد میں پڑھا وہ گناہ کبیرہ کے دروازہ میں داخل ہوا اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں مگر صرف ایک راوی ایسا ہے کہ جس کو بعض نے ضعیف کہا اور بعض نے اس کو ثقہ بتایا اور اگر بالفرض کسی حدیث کے تمام راوی ضعیف ہوں اور حدیث آیت قرآنی اور شریعت کے اصول معرہ اور خلفاء راشدین کی سنت مستمرہ کے موافق ہو تو وہ ضعیف حدیث بھی حجت بنے اور موطا امام محمد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اسناد صحیح منقول ہے

اممہ کتب الی الافاق ینہلہم ان یجمعوا بین الصلواتین ویخبرہم ان الجمع بین الصلاتین فی وقت واحد کبیرۃ

عن الکبائر یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ممالک اسلامیہ کی اطراف و جوانب میں یہ فرمان رواہ کیا جس میں ان کو اس بات سے منع کیا کہ دو نمازوں کو جمع کریں اور ان کو خبردار کیا کہ دو نمازوں کو وقت واحد میں جمع کرنا بہت بڑا گناہ ہے من جملہ بڑے گناہوں کے ترجمہ ختم ہوا

اور اسی پارہ ہجتم کے شروع میں یہ آیت گزر چکی ہے اِنْ تَجْتَنِبُوا کِبَارَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نَکْفِرْ عَنْکُمْ سَبَاتٍ لَّکُمْ وَمَنْ دَخَلْکُمْ مُدْخَلًا کَرِیْمًا لَّہٗ مَسَلَاوٌ اِذَا تَمَّ بِرُءُوسِ کُنَاہِیْنَ سَبَّحْتُمْ رُبَّ

گے تو ہم تمہارے چھوٹے گناہوں کا کفارہ کر دیں گے اور تم کو جنت میں داخل کریں گے اور ابن عباسؓ کی حدیث اور حضرت عمرؓ کے فرمان واجب الاذعان سے یہ معلوم ہو گیا کہ جمع بین الصلاتین گناہ کبیرہ ہے لہذا اس حدیث کو آیت کے ساتھ ملا کر یہ مطلب ہو گا کہ جو جمع بین الصلاتین سے اجتناب کرے اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کا کفارہ فرما دیں گے اور یہی امام ابو حنیفہؒ کا مذہب ہے کہ ان کے نزدیک سوائے عرفات اور مزدلفہ کے کسی جگہ بھی جمع بین الصلاتین جائز نہیں اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ حالت سفر میں خاص شرائط کے ساتھ جمع بین الصلاتین جائز ہے کیونکہ بعض احادیث میں یہ آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بحالت سفر جمع بین الصلاتین فرمایا۔

فقہاء حنفیہ یہ فرماتے ہیں کہ جن بعض احادیث میں جمع بین الصلاتین کا ذکر آیا ہے وہ جمل میں اور جو روایتیں مفصل اور واضح آئی ہیں ان میں اس کی تصریح ہے کہ ظہر کی نماز کو اخیر میں پڑھا اور عصر کو اول وقت میں پڑھا پس ظاہراً ایسا معلوم ہو کہ دونوں نمازیں ایک وقت میں پڑھی گئیں حالانکہ حقیقت میں دونوں نمازیں اپنے اپنے وقت کے اندر پڑھی گئیں خوب سمجھ لو زیادہ تفصیل کے لیے شروح بخاری اور شروح ہدایہ کو دیکھو۔

جواب

إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ بِالْحَقِّ لِيَتَحَكَّمَ بَيْنَ

ہم نے اتاری تجھ کو کتاب سچی کہ تو انصاف کرے

النَّاسِ بِمَا آزَاكَ اللَّهُ وَلَا تَكُنْ

لوگوں میں جو سوجھا دے تجھ کو اللہ اور تو مت ہو

لِلْخَائِبِينَ خَصِيمًا ۝۱۵۰ وَاسْتَغْفِرِ اللَّهُ ط إِنَّ اللَّهَ

دغا بازوں کی طرف سے جھگڑنے والا اور بخشوا اللہ سے بے شک اللہ

كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا ۝۱۵۱ وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِينَ

بخشنے والا ہر بار ہے اور مت جھگڑ ان کی طرف سے

يَخْتَانُونَ أَنْفُسَهُمْ ط إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا

جو اپنے جی میں دغا رکھتے ہیں اللہ کو خوش نہیں آتا جو کوئی ہو دغا باز

اٰثِمًا ۱۰۷ يَسْتَخْفُونَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُونَ

گنہ گار چھپتے ہیں لوگوں سے اور نہیں چھپتے

مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمْ اِذْ يَبْتَثُونَ مَا لَا يَرْضٰى مِنَ

اللہ سے اور وہ ان کے ساتھ ہے جب رات کو بھرتے ہیں جس بات سے

الْقَوْلُ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطًا ۱۰۸ هَآنَتُمْ

وہ راضی نہیں اور جو کرتے ہیں اللہ کے قابو میں ہے سنتے ہو

هُوَ اٰرَءِ جَدَلْتُمْ عَنْهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فَنَسُوا

تم لوگ جھگڑوے ان کی طرف سے دنیا کی زندگی میں بھڑ

يُجَادِلُ اللّٰهُ عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَمْ مِّنْ يَّكُوْنُ

کون جھگڑوے گا ان کے بدلے اللہ سے قیامت کے دن یا کون ہوگا اُن کا

عَلَيْهِمْ وَكَيْلًا ۱۰۹ وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْءًاۤ اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ

کام بنانے والا اور جو کوئی کرے گناہ یا اپنا بُرا کرے

ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۱۱۰ وَمَنْ

پھر اللہ سے بخشواوے پاوے اللہ کو بخشتا مہربان اور جو

يَكْسِبْ اِثْمًا فَاِثْمًا يَّكْسِبْهُ عَلٰى نَفْسِهِ وَكَانَ اللّٰهُ

کوئی کماوے گناہ سو کما تا ہے اپنے حق میں اور اللہ سب

عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۱۱۱ وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْئَةًۭ اَوْ اِثْمًا

جانتا ہے حکمت والا اور جو کوئی کماوے تقصیر یا گناہ

ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْءًا فَقَدْ اِحْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا

پھر نکاوے بے گناہ کو اس نے سر دہرا طوفان اور گناہ

مُبِينًا ۱۱۲) وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهُ لَهَمَّتْ

صریح اور اگر نہ ہوتا تجھ پر فضل اللہ کا اور تھر تو قد کیا

طَائِفَةٌ مِنْهُمْ أَنْ يُضِلُّوكَ ۖ وَمَا يُضِلُّونَ إِلَّا

ہی تھا ان میں ایک جماعت نے کہ تجھ کو بہکا دیں اور بہکا نہ سکتے مگر

أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّونَكَ مِنْ شَيْءٍ ۚ وَأَنْزَلَ اللَّهُ

آپ کو اور میرا کچھ نہ بگاڑتے اور اللہ نے نازل کی

عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ

تجھ پر کتاب اور کام کی بات اور تجھ کو سکھایا جو تو نہ جان

تَعْلَمُ ۖ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا ۱۱۳) لَاحِزًا

سکتا اور اللہ کا فضل تجھ پر بڑا ہے کچھ بھلی

فِي كَثِيرٍ مِّنْ نَّجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ

نہیں اکثر ان کی مشورت مگر جو کوئی کہے خیرات کو یا

مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَمَنْ يَفْعَلْ

نیک بات کو یا صلح کرانے کو لوگوں میں اور جو کوئی یہ چیزیں

ذَلِكَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ فَسَوْفَ نُوْتِيهِ أَجْرًا

کرے اللہ کی خوشی چاہ کر تو ہم اس کو دیں گے بڑا

عَظِيمًا ۱۱۴) وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا

ثواب اور جو کوئی مخالفت کرے رسول سے جب کھل چکی

تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ

اس پر راہ کی بات اور چلے سب مسلمانوں کی راہ سے سوا ہم اس

نُوْلِهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ ۚ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ۝۱۱۵

کو حوالے کریں وہی طرف جو اس نے پکڑی اور ڈالیں اس کو دوزخ میں اور ہمت بری جگہ پہنچا

حکم بہت و شتم مانعت از حمایت اہل خیانت

قَالَ تَعَالَىٰ إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ اے وَسَاءَتْ مَصِيرًا ۝
(ربط) گزشتہ آیات میں کفار اور منافقین کے معاملات کا ذکر تھا اب ان آیات میں منافقین کے ایک
مثراکیر قصہ کا بیان ہے اور یہ بتلانا مقصود ہے کہ کافروں پر ظلم کرنا اور بے گناہ پر ہمت اور
الزام لگانا جائز نہیں اور خیانت کرنے والے کی حمایت جائز نہیں اگرچہ وہ کلمہ گو ہو مقدمہ کا
فیصلہ عدل و انصاف سے ہونا چاہیے

شان نزول

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک منافق "طعمہ بن ابیرق نانی" نے ایک انصاری کے
گھر میں نقب لگائی اور آٹے کا ایک تھیلہ جس میں زرہ دہشتیار رکھے ہوئے تھے چرا کر لے گیا اتفاق
سے اس تھیلہ میں ایک سوراخ تھا جو رکے گھر تک راستہ میں آتا کرتا گیا جس سے لوگوں کو پتہ چل
گیا کہ طعمہ بن ابیرق کی یہ کار سازی ہے طعمہ کو جب ڈر ہوا کہ میں پکڑا جاؤں گا تو اس نے یہ
تدبیر کی کہ رات ہی کو وہ مال لے جا کر زید بن سین بنی ہودی کے پاس رکھ دیا جو اس کا ہمسایہ تھا صبح کو
جب تحقیق و تفتیش شروع ہوئی تو آٹے کے سراغ سے طعمہ کو جا پکڑا مگر تلاش کے بعد اس کے گھر
میں سے کچھ نہ نکلا اور چور نے قسم کھائی کہ بخدا مجھے اس کا کچھ علم نہیں لوگوں نے چھوڑ دیا اور بنی ہودی کے
گھر کی تلاش لی جہاں سے وہ زرہ برآمد ہوئی جب اس بنی ہودی سے پوچھا گیا تو اس نے کہا میں چور نہیں
میرے پاس تو طعمہ بن ابیرق امانت رکھ گیا ہے طعمہ نے اس سے صاف انکار کر دیا اور اپنے
عزیزوں سے خفیہ مشورہ کر کے اپنی قوم کے لوگوں کو لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں
حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مال فلاں شخص کے گھر سے برآمد ہوا ہے اور لوگ مجھ پر چوری کی تہمت لگا
رہے ہیں آپ سب کے سامنے میری صفائی اور برائت کر دیں اور بنی ہودی کو چور ٹھہرائیں مگر نفس
الامر میں بنی ہودی اپنے قول میں سچا تھا اور طعمہ اپنے قول میں جھوٹا تھا اور واقع میں وہی چور تھا

۱۔ منقول از تفسیر ابن کثیر ص ۵۵ ج ۱۔ و تفسیر قرطبی ص ۲۹ ج ۵

نکل گیا ہے اس کی اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیئے طعمہ جیسے خائن کی برأت کا تصور بھی گناہ ہے اور قابل استغفار ہے بظاہر حکم استغفار کا حضور پُر نور کو ہے مگر دراصل خائنین کو سنانا مقصود ہے بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور ہر بان ہے یا یہ مطلب ہے کہ جن لوگوں نے حسن ظن کی بناء پر طعمہ اور بنی ابریق کو سچا اور بری سمجھ لیا تھا ان کے لیے استغفار کیجئے اس میں ان مومنین مخلصین کے لیے تنبیہ ہوگئی جو بوجہ حسن ظن یا اسلامی تعلق کی بناء پر طعمہ کی برائت اور یہودی کے چور بنانے میں سامی ہوئے اور آئندہ بھی اسے نبی ایسے لوگوں کی طرف سے نہ جھگڑنا جو دوسروں کی خیانت کر کے درحقیقت اپنی جانوں سے خیانت اور دغا کر رہے ہیں بے شک اللہ تعالیٰ دغا باز اور گنہگار کو پسند نہیں کرتا کہ گناہ (پھڑی) تو خود کریں اور چالاکی سے دوسروں کے سرنگا دیں یہ دغا باز لوگ اپنی خیانتوں کو لوگوں سے چھپانا چاہتے ہیں اور لیکن اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں رہ سکتے اور اللہ سے کیسے چھپا سکتے ہیں اور اللہ تعالیٰ تو اس وقت بھی ان کے ساتھ ہے جب وہ رات کو ان باتوں کے مشورے کرتے ہیں جن کو اللہ پسند نہیں کرتا یعنی جب طعمہ کی قوم کے لوگ یہ مشورہ کر رہے تھے کہ ہم اپنی جھوٹی قسم اور شہادت سے طعمہ کی برائت اور یہودی کی چوری ثابت کر دیں گے اس وقت بھی اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ تھا اور ان کے حال کو دیکھ رہا تھا اور ہے اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کا احاطہ کرنے والا اس پر تمہاری کوئی بات پوشیدہ نہیں رہ سکتی تمہارا ظاہر و باطن سب اس کے احاطہ میں ہے خبردار اے طعمہ کے حامیو اور طرف دارو تم ہی ایسے نادان لوگ ہو کہ تم ان خائنین کی طرف سے دنیاوی زندگی میں تو جھگڑو۔ اور خیانت کے الزام سے انکو بری کر لیا سو یہ تو بتاؤ کہ قیامت کے دن کون ان کی طرف سے جھگڑے گا یا کون ان کا وکیل بنے گا اور جو شخص ان خائنین کی حمایت اور وکالت سے تو بہ کرے اللہ تعالیٰ اس کو بخشدے گا اس لیے کہ حق تعالیٰ کا یہ قانون ہے کہ جو شخص ایسا برا کام کرے جس سے دوسروں کو تکلیف ہو پچھے جیسے چوری وغیرہ اور کسی پر ہمت لگانا یا صرف اپنی جان پر ظلم کرے یعنی یا ایسا کام کرے جس کا ضرر اس کی ذات تک محدود رہے پھر اس کے بعد حق تعالیٰ سے معافی چاہے تو اللہ تعالیٰ کو بخشنے والا ہر بان پاسے گا اشارہ اس طرف ہے کہ طعمہ اور اس کی قوم کو تو بہ کر لینی چاہیے اگر وہ تو بہ کر لیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی تو بہ کو قبول فرمائے گا اور جو شخص گناہ کرتا ہے وہ اپنے ہی برے کے لیے کرتا

علم ذهب الطبری الى ان المعنى استغفر الله من ذنبك في خصامك الخائنين فامرهم بالاستغفار لما همم بالدفع عنهم وقطع يدا اليهودي وهذا مذهب من جوز المنافاة على الانبياء قال ابن عطية وهذا ليس بذهب لان النبي صلى الله عليه وسلم انما دافع على الظاهر وهو يعتقد ببراءتهم (تفسير قوطبي ص ۲۰۶)

سے کیونکہ اس کا وبال اسی پر پڑے گا اور اللہ بڑا دانا اور حکمت والا ہے اور جو شخص نادانستہ کوئی خطا کر گزرے یا دیدہ و دانستہ کسی گناہ کا ارتکاب کر بیٹھے پھر بجائے شرمندہ اور تائب ہونے کے اس گناہ کو کسی بے گناہ پر سے جا کر پھینک دے یعنی اپنا گناہ کسی دوسرے کے سر لگا دے تو بے شک اس شخص نے بڑے بہتان اور کھلے گناہ کو اپنے سر پر اٹھالیا اس آیت میں خطا سے گناہ صغیرہ اور اثماً سے گناہ کبیرہ مراد ہے اور اسے بنی اگر آپ پر اللہ کا خاص فضل اور خاص رحمت نہ ہوتی تو ان منافقین میں کا ایک گروہ یہ ارادہ کر چکا تھا کہ اپنی جرب سب لسانی سے آپ کو غلطی میں ڈال دیں۔ یعنی طمع کی قوم آپ سے خلاف حق فیصلہ کرانا چاہتی تھی مگر اللہ تعالیٰ نے آپ پر اپنا فضل کیا کہ بذریعہ وحی کے اصل واقعہ سے آپ کو مطلع کر دیا اور آپ کی عصمت کو قائم رکھا اور چونکہ خدا تعالیٰ کا خاص فضل آپ کا شامل حال ہے اس لیے یہ لوگ سوائے اپنے نفسوں کے اور کسی کو گمراہ نہیں کر سکتے اور آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ کا حافظ و ناصر ہے اور کسی کا آپ کو نقصان پہنچانا ناممکن اور محال ہے اس لیے کہ اللہ نے اپنے فضل و رحمت سے آپ پر کتاب کو نازل کیا اور حکمت کی باتیں اتاریں اور آپ کو وہ باتیں سکھائیں جو آپ نہیں جان سکتے تھے یعنی بہت سی غیب کی خبروں پر آپ کو مطلع کیا جن کا آپ کو پہلے سے کچھ علم نہ تھا اور یہ اس وجہ سے ہے کہ تجھ پر اللہ کا بڑا ہی فضل ہے اور ظاہر ہے کہ جس پر اللہ کا خاص فضل ہو اس کو کون ضرر اور نقصان پہنچا سکتا ہے (اسے بنی) ان لوگوں کی اکثر سرگوشیوں اور مشوروں میں کوئی خیر اور بھلائی نہیں مگر اس سرگوشی اور مشورہ میں نیکی اور بھلائی ہے جس میں کوئی صدقہ اور خیرات کا یا نیک بات کا یا لوگوں میں صلح کرانے کا حکم دے یہ آیت اگرچہ خاص طمع کی قوم کی سرگوشیوں کے بارہ میں نازل ہوئی مگر حکم عام ہے اور مطلب یہ ہے کہ سوائے ان تین قسم کی باتوں کے جو مذکور ہوئیں کسی اور بات میں سرگوشی نہیں کرنی چاہیے اور جو شخص یہ کام محض اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کریگا ہم اس کو بڑا ثواب دیں گے یعنی جو شخص خیرات یا نیکی کی بات یا صلح کرانے کا توہم اس کو بڑا ثواب ضرور دیں گے مگر شرط یہ ہے کہ یہ کام اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کرے شہرت اور نمود کے لیے نہ کرے اور جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرے بعد اس کے کہ راہ ہدایت اس پر کھل چکی ہے اور جو شخص مسلمانوں کی راہ کو چھوڑ کر کسی اور راہ کی پیروی کرے یعنی مسلمانوں کے مسلم اور متفق علیہ طریقہ کو چھوڑ کر جو شخص نیا طریقہ اختیار کرے گا تو ہم ایسے شخص کے منہ کو اسی طرف پھیر دیں گے جس طرف وہ متوجہ ہوا ہے یعنی اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور جو کرتا ہے وہ کرنے دیں گے اور جس طرف وہ پھرتا ہے اسی طرف اس کو پھیر دیں گے اور کبھی اس کو ہدایت نصیب نہ ہوگی اور اخیر میں اس کو جہنم میں جھونک دیں گے اور وہ بہت بری جگہ ہے یہ آیت اس امر کی دلیل

ہے کہ اجماع امت حجت ہے اور مسلمانوں پر اس کی پیردی واجب ہے امام شافعی نے اس آیت سے اجماع کی حجیت پر استدلال کیا ہے اس لیے کہ سبیل المؤمنین سے وہ عقیدہ اور عمل مراد ہے جس پر تمام صحابہ و تابعین کا اتفاق ہو

حجیت اجماع اُمت

پہلے گزر چکا ہے کہ اصولِ شریعت چار ہیں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اجماع امت

اور قیاس اجماع کے معنی لغت میں اتفاق رائے کے ہیں اور اصطلاح شریعت میں ایک زمانہ میں مجتہدین اور علماء ربانیین اور راہنہین فی العلم کا کسی دینی امر پر اتفاق رائے کر لینے کا نام اجماع ہے اور جس طرح قرآن و حدیث حجت ہیں اسی طرح اجماع بھی حجت ہے اور اجماع کی حجیت کتاب و سنت اور اجماع امت اور قیاس عقلی سے ثابت ہے منجملہ ان آیات قرآنہ کے جن سے علماء نے اجماع کی حجیت ہونے پر استدلال کیا یہ آیت ہے یعنی وَیَتَّبِعْ خَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ جس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرے یا مسلمانوں کی راہ کو چھوڑ کر کوئی اور راہ اختیار کرے تو اس کا انجام جہنم ہے معلوم ہوا کہ جس راہ کو مسلمانوں نے اختیار کیا ہو اور اسی کا ترجمہ اجماع ہے اس کی مخالفت ایسی ہی موجب عذاب ہے جیسے رسول کی مخالفت موجب عذاب ہے پس جس طرح رسول کا حکم حجت اور واجب التسليم ہے اسی طرح اجماع بھی حجت اور واجب التسليم ہوگا اور حدیث میں ہے لَا تَجْمَعُ اُمَّتٍ عَلَى الضَّلَالَةِ یعنی میری امت گمراہی پر اجماع نہیں کر سکتی معلوم ہوا کہ جو حکم اجماع سے ثابت ہوگا وہ سراسر ہدایت ہی ہوگا حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں بعض علماء نے اس حدیث کو متواتر المعنی کہا ہے یعنی اس مضمون کی حدیثیں اس کثرت سے آئی ہیں کہ سب سے مل کر یہ مضمون حد تو اترو کہ پہنچ جاتا ہے اور امام شافعیؒ نے بہت غور و فکر کے بعد اس آیت سے اجماع کی حجیت پر استدلال کیا ہے اور وہ بہترین اور نہایت قوی استنباط ہے (تفسیر ابن کثیر ص ۵۵) اور حدیث میں ہے یَدُ اللّٰهِ عَلَی الْجَمَاعَةِ فَهِنَّ مَشْذُوزَاتُی النّٰارِ اُخْرِجَهُ التِّرْمِذِی، یعنی جو شخص جماعت سے علیحدہ ہوا وہ علیحدہ جہنم میں جائے گا (ترمذی)

اور خلفاء راشدین خصوصاً صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ کا طریقہ رہا کہ جب کسی مسئلہ میں اشکال پیش آتا تو جو صحابہ اہل الرأي اور اہل فقہ تھے ان کو جمع کر کے مشورہ کرتے اور جس پر وہ متفق ہو جلتے اس کے مطابق حکم صادر فرماتے اور قیاس عقلی اور فطری کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اجماع کو حجت مانا جائے خصوصاً اس زمانہ میں تو کثرت رائے ایک مسلم اصول بن گیا ہے کہ اگر سو میں سے انچاس ایک طرف ہوں اور اکیاون ایک طرف ہوں تو اکیاون والی رائے کو اختیار کیا جاتا ہے اور انچاس والی رائے کو محض ایک رائے کی کمی کی وجہ سے چھوڑ دیا جاتا ہے اور کسی بات پر سو کے سو کو اتفاق ہوا ایک رائے بھی اس کے خلاف نہ ہو تو وہ بات نہایت صحیح اور پختہ سمجھی جاتی ہے

اور اس کا ترجمہ اجماع ہے پھر اجماع میں اور کثرت رائے میں فرق یہ ہے کہ آج کل اسمبلیوں میں محض کثرت آراء یا اتفاق آراء سے فیصلہ ہو جاتا ہے اور اجماع شرعی میں یہ شرط ہے کہ رائے دینے والے علماء اور علماء اور اقلیت ہوں ہر کس و ناکس کی رائے کا اعتبار نہیں دینا کا مسئلہ اصول ہے کہ علاج کے متعلق اطباء کا متفقہ فیصلہ اور تعمیر کے متعلق انجینئروں کا متفقہ فیصلہ حجت اور سند ہے تو علماء شریعت کا کسی امر پر اتفاق کیسے حجت نہ ہو گا۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ

اللہ یہ نہیں بخشتا کہ اس کا شریک ٹھہرائے اور اس سے نیچے بخشتا ہے جس کو۔

ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ ط وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ

چاہے اور جس نے اللہ کا شریک ٹھہرایا وہ دور پڑا بھول کر

ضَلَالًا بَعِيدًا ۱۱۶ إِنَّ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ إِلَّا إِنثَاءً

اس کے سوا پکارتے ہیں سو عورتوں کو اور اس

وَأِنْ يَدْعُونَ إِلَّا شَيْطَانًا مَرِيدًا ۱۱۷ لَعَنَهُ اللَّهُ

کے سوائے بکارتے ہیں سو شیطان سرکش کو جس کو لعنت

وَقَالَ لَا تَخْذَنْ مِنْ عِبَادِكْ نَصِيبًا مَفْرُوضًا ۱۱۸

کی اللہ نے اور وہ بولا کہ میں البتہ لوں گا تیرے بندوں سے حصہ ٹھہرایا

وَلَا ضَلَّتْهُمْ وَلَا مَنِيَّتْهُمْ وَلَا مَرَنَتْهُمْ فَلْيَبْكُنْ

اور اُن کو بہکاؤں گا اور اُن کو تو قہیں دوں گا اور ان کو سکھاؤں گا کہ چیریں جانوروں کے

أَذَانِ الْأَنْعَامِ وَلَا مَرَنَتْهُمْ فَلْيَغْيِرَنَّ خَلْقَ اللَّهِ

کان اور ان کو سکھاؤں گا کہ بدلیں صورت بنائے اللہ کی

وَمَنْ يَتَّخِذِ الشَّيْطَانَ وَلِيًّا مِّنْ دُونِ اللَّهِ فَقَدْ

اور جو کوئی پکڑے شیطان کو رفیق اللہ کو بھوڑ کر

خَيْرَ خُسْرَانًا مُّبِينًا ۝۱۱۹ يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيهِمْ ۖ وَمَا

وہ دُوبا صریح نقصان میں ان کو وعدہ دیتا ہے تو قہیں بتاتا ہے اور جو

يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا ۝۱۲۰ أُولَٰئِكَ مَا لَهُمْ

توقع دیتا ہے ان کو شیطان سوسب دغا ہے ایسوں کا ٹھکانہ ہے

جَهَنَّمَ وَلَا يَجِدُونَ عَنْهَا مَحِيصًا ۝۱۲۱ وَالَّذِينَ آمَنُوا

دوزخ اور نہ پاویں گے وہاں سے بھلگئے کو جگہ اور جو یقین لائے اور

وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ

اور عمل کیے نیک ان کو ہم داخل کریں گے باغوں میں جن کے نیچے بہتی

تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۖ وَعْدَ اللَّهِ حَقًّا

نہریں رہ پڑے وہاں ہمیشہ کو وعدہ ہے اللہ کا سچا

وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ قِيلًا ۝۱۲۲ لَيْسَ بِأَمَانِيكُمْ

اور اللہ سے سچی کس کی بات نہ تمہاری آرزو پر ہے

وَلَا أَمَانِي أَهْلِ الْكِتَابِ مَنْ يَعْمَلْ سُوءًا يُجْزَىٰ

نہ کتاب والوں کی آرزو پر جو کوئی بد کرے گا اس کی سزا ہمارے گا

وَلَا يَجِدُ لَهُ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ۝۱۲۳

اور نہ پاوے گا اللہ کے سوا اپنا کوئی حمایتی نہ مددگار

وَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ مِنْ ذَكَرٍ أَوْ اُنْثَىٰ

اور جو کوئی کچھ عمل نیک کرے گا مرد ہو یا عورت

وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا

اور ایمان رکھتا ہو گا سودہ لوگ داخل ہوں گے جنت میں اور

يُظْلَمُونَ نَقِيرًا ﴿۱۳۷﴾ وَمَنْ أَحْسَنُ دِينًا مِمَّنْ أَسْلَمَ

ان کا حق نہ رہے گا تل بھر اور اس سے بہتر کس کی راہ جس نے منہ

وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَاتَّبَعَ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ

دھرا اللہ کے حکم پر اور نیکی میں لگا اور چلا دین ابراہیم پر جو ایک طرف کا تھا

حَنِيفًا وَاتَّخَذَ اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا ﴿۱۳۸﴾ وَاللَّهُ مَا

اور اللہ نے پکڑا ابراہیم کو یار اور اللہ کا ہے

فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ

جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں اور اللہ کے دُصب میں ہے

شَيْءٍ مُحِيطًا ﴿۱۳۹﴾

سب چیز

شُرک اور اہل شرک کی مذمت اور رسوم جاہلیت کا ابطال

قال تعالى إِنَّ اللَّهَ لَا يَخْفَىٰ عَنْهُ شَيْءٌ مِنْهُ... وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطًا
یہ آخری آیت وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ بھی طعمہ ہی کے بارہ
میں نازل ہوئی جب اس نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا پردہ فاش کر دیا تو وہ مرتد ہو کر چلا گیا
ایک شخص کی دیوار میں نقب لگایا اتفاقاً دیوار اس پر گر پڑی اور وہ مر گیا۔ اب اس کے بعد
اللہ تعالیٰ شرک کی بابت ارشاد فرماتے ہیں کہ شرک تو بغیر توبہ کے کسی حال میں نہیں بخشا جاتا
البتہ شرک اور کفر کے علاوہ اور گناہ بغیر توبہ کے بھی بخشے جاسکتے ہیں پس اگر طعمہ مرتد نہ ہوتا اور
مشرکین کے ساتھ نہ جاملتا تو ممکن تھا کہ جو رے وغیرہ کا گناہ بغیر توبہ ہی کے اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو معاف
کر دیتا لیکن وہ بد نصیب کافر اور مرتد ہو جانے کی وجہ سے اور پھر کفر و شرک پر مرجانے کی وجہ سے
بالکلیہ خدا تعالیٰ کی عفو اور مغفرت سے محروم ہو گیا چنانچہ فرماتے ہیں تحقیق اللہ تعالیٰ بلا توبہ نہیں
بخشتا اس بات کو اس کے ساتھ کسی کو مشرک بٹھرایا جائے چہ جائیکہ سرے ہی سے خدا تعالیٰ کا
انکار کر دیا جائے اور کفر اور شرک سے نیچے اور کم درجے کے گناہ کو بلا توبہ کے بھی جس کے لیے چاہیں



معاف کر دی اور جو شخص اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرائے وہ بلاشبہ گمراہ ہو کر ایسی گمراہی میں جا پڑا کہ جو ہدایت سے بہت ہی دور ہے اور ہدایت سے اتنا دور ہو گیا کہ قابلِ عفو و مغفرت نہ رہا بخلاف مسلمان کے کہ وہ کتنا ہی سخت گنہگار کیوں نہ ہو اس کی گمراہی صرف اس کے اعمال تک پہنچے اور اس کا عقیدہ گمراہی اور خرافات سے محفوظ رہے۔

مذکورہ سورت کی تمہید میں گزر چکا ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ اس سورت **فائدہ** میں پانچ آیتیں مجھ کو دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہیں ان میں سے ایک آیت یہ ہے یعنی **إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ** (اللہ تعالیٰ کا یہ گناہ کہ مشرک بن جائے) کے لیے سہارا ہے۔

یہ آیت اسی سورت میں پہلے بھی گزر چکی ہے مگر پہلی بار اہل کتاب کے سلسلہ **نکتہ** میں گزری جو اہل علم تھے اور جان بوجھ کر خدا کے لیے بیٹا اور شریک ٹھہراتے تھے اس لیے وہاں آیت کے ختم پر **فَقَدْ أَفْتَوَىٰ رِثْمًا عَظِيمًا** فرمایا کیوں کہ اہل کتاب جان بوجھ کر اظہارِ افتراء کرتے تھے اور اس جگہ اس آیت کو مشرکین عرب اور مرتدوں کے سلسلہ میں ذکر فرمایا جو جاہل اور گمراہ تھے اس لیے یہاں آیت کے ختم پر **فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا عَظِيمًا** فرمایا کہ مشرکین عرب جہالت کی بنا پر گمراہی میں مبتلا رہیں (روح المعانی ص ۱۳۰) باقی مشرک اور کفر کی عدم مغفرت کی وجہ بالتفصیل پہلی آیت کے ذیل میں گزر چکی ہیں۔

اب آئندہ آیات میں ان کی ضلال بعید کے وجہ بیان فرماتے ہیں یہ مشرک خدا کو چھوڑ کر نہیں پرستش کرتے مگر عورتوں کی یعنی بتوں کی جو ان کے خیال میں عورت ہیں اس لیے کہ اہل عرب اپنے بتوں کے نام مؤنث رکھتے تھے جیسے لات اور عزیٰ اور منات جن بھری کہتے ہیں کہ ہر قبیلہ کے بت کو اس قبیلہ کا انٹی کہا کرتے تھے اور عورتوں کی طرح ان کو زیورات پہنایا کرتے تھے اور وہ لوگ اپنے بتوں کو خدا کی لڑکیاں بھی کہا کرتے تھے اور انٹی کا اطلاق اس سبب سے کرتے تھے کہ وہ بے جان ہیں اور بے جان چیز کے لیے زبان عرب میں مؤنث کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے بہر حال مقصود یہ ہے کہ یہ لوگ گمراہی میں بہت دور جا پڑے ہیں کہ نادرتوانا کو چھوڑ کر کمزور اور عاجزوں اور عورتوں کی پرستش کرتے ہیں کس درجہ کے بے عقل اور نابمجھ اور گمراہ ہیں اور درحقیقت نہیں پرستش کرتے مگر شیطان رکش کی یعنی بتوں کو جو پوجتے ہیں تو صرف شیطان کے اغواء سے پوجتے ہیں تو گویا درحقیقت شیطان کو پوجتے ہیں جس پر اللہ نے لعنت کی ہے اور اس کو اپنی رحمت خاصہ سے دور پھینک دیا ہے اور ظاہر ہے کہ عورتوں کی اور ملعون اور مردود کی پرستش بلاشبہ ضلال بعید ہے شیطان کی پرستش تو حماقت محض ہے۔ اور عورتوں کی پرستش حماقت حسیہ ہے اس لیے کہ عورتیں باعتبار جسم کے مردوں سے زیادہ کمزور ہیں فوج میں بھرتی ہونے کے قابل نہیں اسی طرح اور اسی نسبت سے عورتیں عقل میں بھی مردوں سے بہت کمزور ہیں کامل العقل

جنس کا ناقص العقل جنس کی پرستش کرنا کیا یہ حسّی اور ظاہری حماقت اور ضلال، بعید نہیں اور جس وقت شیطان سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے بارگاہ خداوندی سے ملعون اور مردود ہوا تو اس وقت اس نے یہ کہا کہ میں تو غارت ہو ہی چکا مگر اولاد آدم کے غارت کرنے میں بھی کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھوں گا اور اسے پروردگار ہی تیرے بندوں میں ایک معین حصّہ جو تیرے علم ازلی میں مقرر اور معین ہے ضرور ملے گا۔ رہوں گا یعنی اسے پروردگار تیرے کچھ بندے تجھے بھوڑ کر میری راہ پر ہو لیں گے تو اس طرح تیرے بندوں میں میرا حصّہ بھی ضرور ہو گا اور عقائد میں ان کو طریق ہدایت سے ضرور گمراہ کر دوں گا اور ہکاؤں گا اور اعمال زندگانی میں ان کو طرح طرح کی امیدوں اور آرزوؤں میں ضرور مبتلا کروں گا تاکہ بے دھرم ہو کر وہ تیری معصیتیں کر ہی جننے کہ جزاء و سزا اور آخرت کا ان کو خیال بھی نہ آئے اور میں انہیں ضرور اعمال کفریہ و سلام شرکیہ کا حکم دوں گا کہ وہ میرے حکم سے بتوں کے نام پر جانوروں کے کان کھائیں گے مشرکین عرب کا یہ دستور تھا کہ جب اونٹنی پانچ نیچے جن لیتی اور پانچواں بچہ تر ہوتا تو اس کے کان چیر کر بتوں کے نام پڑاس کو چھوڑ دیتے نہ اس کا دودھ پیتے اور نہ اس پر سوار ہوتے اور نہ اس کی اُون سے منتفع ہوتے اور یہ سمجھتے کہ یہ فعل خدا کے تقرب کا ذریعہ ہے اس آیت میں اسی رسم کی طرف اشارہ ہے اور میں ان کو یہ حکم بھی ضرور دوں گا جس سے وہ اللہ کی بنائی ہوئی صورت کو ہکاؤں گے جیسے دائرے منڈانا اور بتوں کے نام کی سر پر چوٹی رکھنا اور عورتوں کا اپنی کھال کو گدوانا اور اپنے بالوں میں دوسرے بال دھل کر نانا وغیرہ وغیرہ۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ مردوں کا سیاہ خضاب کرنا اور مردوں کا عورتوں کے مشابہ بننا اور عورتوں کا مردوں کے مشابہ اور سم لباس بنانا وہ بھی تغیر خلق اللہ میں داخل ہے۔

خلاصہ مطلب یہ کہ شیطان تمہارا ازلی دشمن اور حاسد ہے اور وہ اپنی دشمنی کو صاف ظاہر بھی کر چکا ہے اور جب حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے جنت سے نکالا گیا تھا تو اس وقت یہ کہہ کر آیا تھا کہ اسے خدا میں تیرے بندوں کو ضرور گمراہ کروں گا تو اس واضح دشمن اور عداوت کے بعد کیوں اس کی پیروی کرتے ہو اور اس کے بہکانے پر کیوں عمل کرتے ہو اور کیا لوگوں کو یہ معلوم نہیں کہ جو خدا کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا دوست بنائے اور اس کے مشوروں پر چلے تو وہ صریح نقصان میں جا پڑا کہ جنت کو فروخت کر کے جہنم خرید لی شیطان ان سے وعدہ کرتا ہے اور طرح طرح کی امیدیں ان کو دلاتا ہے شیطان کے پاس سوئے زبانی وعدوں اور خیالی آرزوؤں کے کیا رکھا ہے اور نہیں وعدہ کرتا شیطان ان سے مگر خالص دھوکے اور فریب کا یعنی شیطان لوگوں سے وعدے کرتا ہے کہ دنیا کی لذتیں ہمیشہ ان کو نصیب ہوتی رہیں گی اور حساب و کتاب سب دھوکہ سہ ہے اور جو شخص حساب و کتاب اور قیامت کے انکار پر آمادہ نہیں ہوتا اسے یہ آرزو دلاتا ہے کہ ابھی زندگی بہت پڑی ہے جلدی کیا ہے اخیر وقت میں تو بہ کر لینا جیسا کہ کسی شاعر نے

کہا ہے ۔

ناصحانِ قوہ کی جلدی کیا ہے :- یہ بھی کر لیں گے جو فرصت ہوگی
حق تعالیٰ فرماتے ہیں خوب سمجھ لو کہ شیطان کے وعدے سب جھوٹے ہیں ایسے ہی لوگ
جنہوں نے شیطان کو اپنا رفیق بنایا ہے ان سب کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ کبھی اسی دوزخ سے مفر
اور مخلص نہ پائیں گے یعنی اس سے بھاگ کر کبھی رہائی نہ پاسکیں گے اور برخلاف ان کے جو لوگ
ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے عنقریب ہم ان کو ایسے باغوں میں داخل کر دیں گے کہ
ان کے درختوں کے پتے سے تہریں جاری ہوں گی اور ان باغات میں ان کا داخل ہونا عارضی نہ ہوگا
بلکہ وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے خدا تعالیٰ نے ان سے اس کا پکا اور سچا وعدہ کیا ہے اور خدا تعالیٰ سے بات
میں کون زیادہ سچا ہو سکتا ہے اور جب تم کو یہ معلوم ہو چکا تو تم کو چاہیے کہ اللہ کے وعدوں پر بھروسہ
کر کے عمل کرو شیطان کے جھوٹے وعدوں پر بھروسہ کر کے دھوکہ میں نہ آؤ اس لیے کہ آخرت کا ثواب
اے مسلمانو نہ تمہاری آرزوؤں پر ہے اور نہ اہل کتاب کی آرزوؤں پر ہے خالی آرزوؤں اور تمناؤں
سے کام نہیں چلتا جب تک کہ ایمان اور عمل صالح نہ ہو اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ ایک مرتبہ
اہل کتاب اور اہل اسلام میں گفتگو ہوئی اہل کتاب نے کہا ہمارا کتاب مقدم ہے اور ہمارے
نبی تمہارے نبی سے مقدم ہیں اور مسلمانوں نے کہا ہمارے نبی خاتم الانبیاء ہیں اور ہمارا کتاب
تمام کتابوں کی ناخ ہے لہذا ہم تم سے بہتر ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ قرب خداوندی
اور آخری کامیابی محض تمناؤں سے حاصل نہیں ہو سکتی بلا ایمان اور بلا عمل صالح عقبی کی راحت
کی توقع رکھنا سراسر نادانی ہے قانون خداوندی یہ ہے کہ جو برا کام کرے گا سزا پائے گا اور آخرت
کے دن وہ اللہ کے سوا کسی کو اپنے لیے نہ حمایتی پائے گا اور نہ مددگار جو اس کو خدا کے عذاب
سے بچھڑائے اور جو شخص نیک عمل کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مومن ہو یعنی
مسلمان ہو پس یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور تل برابر بھی ان پر ظلم نہ کیا جائے گا
اور مومن کی قید اس لیے لگائی کہ بغیر ایمان اور اسلام کے کسی عمل صالح کا اعتبار نہیں مطلب
یہ ہے کہ عمل صالح کا اہتمام کرو محض تمنا اور نری آرزو کافی نہیں اب اہل کتاب کے اس خیال
کی تردید فرماتے ہیں کہ ان کا دین مسلمانوں کی دین سے بہتر ہے چنانچہ فرماتے ہیں اور اہل کتاب
کا یہ خیال کہ ان کا دین مسلمانوں کے دین سے بہتر ہے محض غلط ہے کیونکہ باعتبار دین کے اس
شخص سے کون اچھا ہو سکتا ہے کہ جو اپنے چہرہ یعنی اپنی ذات کو خدا کے سپرد کر دے یعنی سراپا
خدا کا مصلح اور فرمانبردار بن گیا ہو درانحالیکہ وہ مخلص ہو اور ملت ابراہیمی کا پیرو ہو جو کہ حنیف
تھے یعنی ماسوی اللہ سے کیونکہ یعنی دین اسلام سے بہتر اور کوئی دین نہیں کیونکہ مسلمانوں نے اپنے آپ کو خدا کے حوالہ اور سپرد کر دیا ہے جو حکم وہ دیتا ہے وہی
کرتے ہیں اور مخلص اور نیکو کار ہیں اور ابراہیم علیہ السلام کے طریقہ پر ہیں جو خدا کے خاص الخاص بندہ تھے اور

جن کو خدا نے اپنا جانی دوست بنایا تھا اور جو بڑے موحّد تھے اور سب سے الگ ہو کر ایک طرف یعنی ایک خدا کی طرف ہو رہے تھے اور تمام خفّار اور موحّدین کے مقتدا اور پیشوا تھے اور انبیاء و مرسلین کے جد امجد تھے تو ان کی راہ سب راہوں سے زیادہ بہتر ہوگی اور دین اسلام ہی حضرت ابراہیم کا مذہب تھا تو جب مسلمانوں کی یہ کیفیت ہے تو پھر ان کے دین سے بڑھ کر کس کا دین ہو سکتا ہے لہذا آخرت کی نعمتیں انہیں لوگوں کو ملیں گی جو ملت ابراہیم کے خط کے متبع ہوں گے یعنی حنیف اور موحّد ہوں گے اور کسی کو خدا کا شریک اور بیٹا نہ سمجھتے ہوں اور اس وجہ سے کہ ابراہیم سب کو چھوڑ کر ایک خدا کے ہو گئے تھے اللہ نے ابراہیم کو اپنا خالص دوست بنایا جن کے خلال قلب میں اللہ کی محبت اور عظمت ایسی سرایت کر چکی تھی کہ کسی غیر کی اس میں گنجائش باقی نہ رہی تھی اور پورے طور پر وہ خدا کے مطیع اور فرمانبردار ہو چکے تھے پس مسلمان اسی ابراہیم خلیل اللہ کے طریقہ پر ہیں جو حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ سب پر مقدم ہیں حنیف اس شخص کو کہتے ہیں جو بعیرت کے ساتھ غیر اللہ کو چھوڑ کر بالکل اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جائے۔

اور خلیل اللہ وہ شخص ہے جو حق تعالیٰ کی محبت میں اس درجہ فنا ہو چکا ہو کہ طبعی اور فطری طور پر اس کا ارادہ اور اختیار اور رجعت اللہ کے حکم کے تابع ہو جائے اور خلیل اللہ ہونا بارگاہ خداوندی میں تقرب کا اعلیٰ ترین مقام ہے اور یہ مقام ہمارے نبی اکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حاصل تھا جیسا کہ صحیحین (بخاری و مسلم) میں ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مرضی الوفا میں جو آخری خطبہ دیا اس میں یہ فرمایا۔

اما بعد ایہا الناس فلو کنت متخذاً
من اهل الارض خلیلاً لا تخذت
ابا بکر بن ابی قحافة خلیلاً ولكن
صاحبکم خلیل اللہ
اور جناب بن عبد اللہ البجلیؓ اور عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ اور عبد اللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان اللہ اتخذنی خلیلاً کما
اتخذ ابراہیم خلیلاً
تحقیق اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اپنا خلیل بنایا ہے جس
طرح ابراہیم کو اپنا خلیل بنایا تھا۔

اس مضمون کی روایتیں تفسیر ابن کثیر ص ۵۶ ج ۱- میں مذکور ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خلیل اللہ ہونے کے علاوہ حبیب اللہ بھی تھے جیسا کہ ترمذی کی ایک روایت میں ہے انا حبیب اللہ ولا فخر۔ غرض یہ کہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام خلعت اور مقام محبت دونوں حاصل تھے بعض محققین کا قول ہے کہ محبت کا دائرہ خلعت کے دائرہ سے زیادہ وسیع ہے تفصیل کیلئے روح المعانی

صفحہ ۵ کو دیکھیے

خلاصہ کلام یہ کہ حضرت ابراہیمؑ کی فضیلت اور بزرگی اور ان کا تقدم زمانی اور رتبہ تمام ملل اور امم میں مسلم ہے کہ وہ خلیل اور صیغ تھے یعنی نانی فی اللہ اور باقی باللہ تھے اور دین اسلام اپنے اندر ملت ابراہیمی کو مع خسی زائد سمونے ہوئے ہے۔

دین اسلام ملت ابراہیمی کے علاوہ اور بہت سے علوم اور احکام پر مشتمل ہے اور توحید و تفرید اور انقیاد ظاہری و باطنی اور اخلاص کامل اور فناء فی اللہ اور بقا باللہ کی تعلیم و تلقین کرتا ہے تو اس سے بڑھ کر اور کونسا دین ہو سکتا ہے اور یہودیت اور نصرانیت میں سوائے گمراہانہ عقیدہ انبیوت و کفارہ کے اور سوائے جاہلانہ آرزوؤں کے اور کیا رکھا ہے پس عیسائیوں کا یہ گمان کہ تمام گناہ حضرت مسیحؑ اٹھا کر لے گئے اور اب ہم مشریت اور حلال و حرام کی قید سے آزاد ہیں اور اسی طرح یہودیوں کا یہ گمان کہ ہم پیغمبروں کی اولاد ہیں اور ہم خدا کے دوست ہیں ہمیں دوزخ میں جانا نہیں پڑے گا اور اگر جائیں گے بھی تو تھوڑے دنوں کے لیے اور پھر ہمارے باپ دادا جو پیغمبر تھے وہ ہم کو چھڑا لائیں گے یہ سب یہود و نصاریٰ کی آرزو میں ہیں جن سے کچھ کام نہیں چلتا اطاعت کے بغیر نجات ممکن نہیں اور ان آیات سے فرقہ مرجعہ کا بھی رد ہو گیا جو یہ کہتے ہیں کہ فقط ایمان نجات کے لیے کافی ہے اور اعمال صالحہ ضروری نہیں حسن بصریؒ فرمایا کرتے تھے کہ ایمان صرف آرزو کا نام نہیں تا وقتیکہ دل میں اعتقاد نہ ہو اور عمل اس کی تصدیق نہ کرے۔

پس ثابت ہوا کہ یہود و نصاریٰ کا دعویٰ باطل ہے اور دین اسلام سے بہتر کوئی دین نہیں اور دین اسلام کے سوا کوئی دین مقبول نہیں اور مسلمانوں سے زیادہ کوئی گروہ حضرت ابراہیمؑ سے قریب نہیں کما قال تعالیٰ اِنَّ اَوْلٰی النَّاسِ بِاِبْرٰهٖمَ لَلَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِیُّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاللّٰهُ وَیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ اور یہود اور نصاریٰ اخلاص اور توحید اور اسلام اور احسان سے جو حضرت ابراہیمؑ کا طریقہ تھا کوسوں دور ہیں پس ان کا یہ دعویٰ کہ ہم ملت ابراہیمی پر ہیں بالکل غلط ہے اور اللہ ہی کے لیے ہے جو کچھ آسمان میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے یعنی جب وہ آسمان اور زمین کی سب چیزوں کا مالک ہے تو ابراہیمؑ کا بھی وہی مالک اور خدا ہے اور ابراہیمؑ اس کے بندہ ہیں اس مالک مطلق نے اپنے اختیار سے ابراہیمؑ کو اپنا خلیل اور مقرب بنایا مقام خلقت سے ان کو مشرف اور عزت حاصل ہوئی مگر دائرہ عبودیت اور ملکیت سے باہر نہیں ہوئے اور ہے اللہ تعالیٰ ہر چیز کا اپنی قدرت اور علم و حکمت سے احاطہ کرنے والا کوئی شئی اس کے احاطہ قدرت اور قہر سے باہر نہیں پس وہی ذات اس قابل ہے کہ خالص اس کی بندگی کی جائے اور کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ کیا جائے اور یہود اور نصاریٰ اور مشرکین عرب سب شرک میں مبتلا ہیں اور اللہ تعالیٰ ان سب کے اعمال کو اپنے احاطہ میں لیے ہوئے

ہے پس قیامت کے دن ضرور ان کے اعمال کی ان کو سزا دے گا۔

وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ

اور تمہارے رخصت مانگتے ہیں عورتوں کی تو کہہ اللہ

فِيهِنَّ وَمَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ فِي

تم کو رخصت دیتا ہے ان کی اور وہ جو تم کو سناتے ہیں کتاب میں

يَتَمَى النِّسَاءِ الَّتِي لَا تَوْتَوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَ

سو حکم ہے یتیم عورتوں کا جن کو تم نہیں دیتے جو ان کا مقرر ہے اور

تَرْغَبُونَ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ

چاہتے ہو کہ ان کو نکاح میں لو اور مغلوب لڑکوں کا

الْوِلْدَانِ لَا أَنْ تَقُولُوا لِيَتَمَىٰ بِالْقِسْطِ وَمَا تَفْعَلُوا

اور یہ ہے کہ قائم رہو یتیموں کے حق میں انصاف پر اور جو کرو گے بھلائی

مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِهِ عَلِيمًا ﴿۲۷﴾ وَإِنْ أُمْرَأَةٌ

سودہ اللہ کو معلوم ہے اور اگر ایک

خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوزًا أَوْ إِعْرَاضًا فَلَا

عورت ڈرے اپنے خاوند کے لڑنے سے یا جی پھر جانے سے تو

جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يُصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَالصُّلْهُ

گناہ نہیں دونوں پر کہ کر لیں آپس میں کچھ صلح اور صلح

خَيْرٌ وَأُحْضِرَتِ الْأَنفُسُ الشُّحَّ ط وَإِنْ تُحْسِنُوا

خوب چیز ہے اور جیوں کے سامنے دھری ہے حرص اور اگر تم نیکی کرو

وَتَتَّقُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ﴿۱۲۸﴾

اور پرہیزگاری تو اللہ کو تمہارے سب کام کی خبر ہے اور

لَنْ تَسْتَطِيعُوا أَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ

تم ہرگز برابر نہ رکھ سکو گے عورتوں کو اگرچہ

حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمِيلِ فَتَدْرُوا هَآكَامُ الْعُقُودِ

اس کا شوق کرو سو نہ پھر بھی نہ جاؤ کہ دال رکھو ایک کو جیسے ادھر میں ملتی

وَأِنْ تَصْلَحُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا

اور اگر سنوارتے رہو اور پرہیزگاری کرو تو اللہ بخشنے والا مہربان

رَحِيمًا ﴿۱۲۹﴾ وَإِنْ يَتَفَرَّقَا يُغْنِ اللَّهُ كُلًّا مِّنْ

ہے اور اگر دونوں جدے ہو جاویں تو اللہ ہر ایک کو مظلوم

سَعَتِهِ ۖ وَكَانَ اللَّهُ وَاسِعًا حَكِيمًا ﴿۱۳۰﴾ وَلِلَّهِ مَا

کمرے گا اپنی کثافت سے اور اللہ کثافت کشا ہے تدبیر جانتا اور

فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۖ وَلَقَدْ وَصَّيْنَا

اللہ کا ہے جو کچھ ہے آسمان اور زمین میں اور ہم نے کہہ رکھا ہے

الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَإِيَّاكُمْ أَنْ

پہلی کتاب والوں کو اور تم کو کہ

اتَّقُوا اللَّهَ ۖ وَإِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ

ڈرتے رہو اللہ سے اور اگر منکر ہو گئے تو اللہ کا ہے جو کچھ ہے آسمان

وَمَا فِي الْأَرْضِ ۖ وَكَانَ اللَّهُ غَنِيًّا حَمِيدًا ﴿۱۳۱﴾ وَ

وزمین میں اور اللہ بے پروا ہے سب خوبیوں سراہا اور

يَلَهُ مَا فِي السَّمُوتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ط وَكَفَى

اللہ کہہ رہا ہے جو کچھ ہے آسمان و زمین میں اور اللہ بس ہے

بِاللَّهِ وَكَيْلًا ۝۱۳۶ إِنَّ يَتَشَاءُ يَذْهَبَكُمْ أَيُّهَا النَّاسُ وَ

کام بنانے والا اگر چاہے تم کو دور کرے اسے لوگو! اور

يَأْتِ بِآخَرِينَ ط وَكَانَ اللَّهُ عَلَى ذَلِكَ قَدِيرًا ۝۱۳۷

مے آوے اور لوگ اور اللہ کو یہ قدرت ہے

مَنْ كَانَ يُرِيدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللَّهِ ثَوَابٌ

جو کوئی چاہتا ہو انعام دنیا کا سو اللہ کے ہاں ہے انعام

الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ط وَكَانَ اللَّهُ سَمِيعًا بَصِيرًا ۝۱۳۸

دنیا کا اور آخرت کا اور اللہ ہے سنتا دیکھتا

رجوع بسوی احکام نساء و ولدان



قال تعالى وَكَسَفْتُمُوكَ فِي النِّسَاءِ اسلے وَكَانَ اللَّهُ سَمِيعًا بَصِيرًا
 (ربط) حق جل شانہ نے اس سورۃ کو تقویٰ اور پرہیزگاری کے حکم سے شروع فرمایا اور عورتوں اور یتیموں
 کے حقوق کی ادائیگی کا حکم دیا اور ہر اور میراث کے بارہ میں زمانہ جاہلیت سے رسم چلی آ رہی تھی کہ عورتیں
 اور بچوں کو میراث نہیں دیتے تھے اس ظالمانہ رسم کو باطل کیا اور فرمایا کہ یہ اللہ کی حدود ہیں ان سے
 ہرگز تعدی نہ کرنا دور تک سلسلہ کلام اسی طرح چلا گیا کہ عورتوں اور یتیموں اور نکاح و ہر وغیرہ کے متعلق
 احکام بیان فرمائے اور پھر اللہ کی عبادت اور اہل قربت اور فقراء و مساکین کے ساتھ سلوک اور
 احسان کا حکم دیا یہاں تک حقوق العباد کے متعلق تقویٰ کے احکام اور حدود الہیہ کا بیان ہوا۔

اس کے بعد اہل کتاب کو توحید اور تقویٰ اور دین حق کی دعوت دی اور دور تک یہی سلسلہ کلام
 چلا گیا اور درمیان میں آخرت کے متعلق مختلف مضامین آتے رہے جس سے اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال
 کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آجائے اور قرآن کریم کا یہ خاص طریقہ ہے کہ چند احکام بیان کرنے کے
 بعد اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی عظمت و جلال اور دار آخرت کی خوبی اور اعمال صالحہ کی ترغیب اور اعمال سیئہ

سے تربیب ذکر کرتے ہیں اور وعدہ اور وعید اور ثواب اور عقاب کو ملا کر بیان کرتے ہیں دین حق کی طرف دعوت کا یہ بہترین طریقہ ہے اسی ترتیب کے مطابق جب اس سورت کے شروع میں عورتوں اور یتیموں کے احکام بیان فرمائے جو فروع دین سے تھے اور بعد میں اہل کتاب کے متعلق جو مضامین بیان ہوئے وہ زیادہ تراصول دین سے متعلق تھے اب پھر عورتوں اور یتیموں کے احکام کی طرف رجوع فرماتے ہیں جس سے مقصود یہ ہے کہ حقوق العباد میں کسی کو ضعیف اور کمزور (عورت اور یتیم) سمجھ کر کوتاہی کرنا سراسر تقویٰ کے منافی ہے اور حدود اللہ سے تعدی ہے قرآن کریم کا یہ طریقہ نہیں کہ ایک موضوع سے متعلق تمام احکام کو ایک سیاق میں جمع کر دے یہ طریقہ مصنفین اور مؤلفین کا ہے قرآن کریم کا مقصد وحید ہدایت حق اور نصیحت اور موعظت اور تذکیر آخرت ہے اگر ایک مضمون کی تمام آیات کو ایک جگہ کر دیا جائے تو یہ مقصد فوت ہو جائے یا یوں کہو کہ گزشتہ آیات میں شرک اور اعمال شرک کا ذکر تھا اب ان آیات میں رسوم شرکیہ کو بیان کرتے ہیں جو عورتوں کے متعلق ہیں اور قریب العهد بجاہلیت ہونے کی وجہ سے فی الجملہ بعض مسلمانوں میں بھی موجود تھیں۔

زمانہ جاہلیت سے عرب میں یہ دستور چلا آ رہا تھا کہ عورتوں اور بچوں کو میراث نہیں دیتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ میراث اس کا حق ہے جو قبیلہ اور خاندان کی طرف سے دشمنوں سے لڑے۔

شان نزول

اور اگر کوئی یتیم لڑکی اپنے باپ سے مال کی وارث ہوتی اور پھر وہ کسی کی ولایت اور پرورش میں ہوتی تو اگر وہ خوبصورت ہوتی تو اس کا دل اور متولی خود اس سے نکاح کر لیتا مگر اس کا ہر پورا نہ دیتا اور اگر وہ لڑکی بد صورت ہوتی تو نہ خود اس سے نکاح کرتا اور نہ کسی دوسرے شخص سے اس کا نکاح کرتا تاکہ اس لڑکی کا مال دوسرے کے قبضہ میں نہ چلا جائے اس پر سورہ نساء کی شروع کی آیتیں نازل ہوئی جس میں عورتوں اور یتیموں کے حقوق اور ان کی میراث کے احکام مفصل بیان کر دیئے گئے۔

سید بن جبیر فرماتے ہیں کہ جب قرآن کریم میں احکام میراث نازل ہوئے تو لوگوں پر یہ چیز (طبعاً) شاق ہوئی اور یہ کہنے لگے کہ کیا لڑکا اور عورت بھی مرد کی طرح وارث ہوں گے اور اپنے خیال میں یہ سمجھے کہ لڑکا اور عورت قابل میراث ہی نہیں اس لیے یہ گمان کیا کہ شاید یہ حکم وقتی طور پر دیا گیا ہو اور بعد چند سے یہ حکم منسوخ ہو جائے اور نسخ کی توقع اور انتظار میں رہے جب دیکھا کہ اس حکم کا کوئی ناسخ بھی نازل نہیں ہوتا تو پھر مشورہ یہ ہوا کہ ہم کو خود جا کر حضور پر نور سے دریافت کرنا چاہیے چنانچہ حاضر ہو کر دریافت کیا اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں

وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ الْآيَاتِ اخْرِجْهُ ابْنُ جَرِيرٍ وَابْنُ الْمُنْذِرِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جَبْرِ

(تفسیر در المنثور ص ۲۳ ج ۲ و روح المعانی ص ۱۲ ج ۵)

بخاری اور مسلم میں عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ جب لوگوں نے عورتوں اور یتیموں کے حقوق میں کوتاہی کی تو اس پر سورہ نسا کی شروع کی آیتیں نازل ہوئیں بعد چند سے صحابہ نے پھر عورتوں کے متعلق کچھ مسائل دریافت کیے اس پر یہ آیت (وَكَسَفَتُوكَ فِي النِّسَاءِ اَلْعِزَّهَا اَنَّا نازل ہوئی) غالباً صحابہ کرام کا دوبارہ سوال سے مقصد یہ ہو گا کہ شاید احکام سابقہ میں کوئی ترمیم و تنسیخ یا تخفیف ہو جائے۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی جس کا حاصل یہ ہے کہ اس باب میں جو حکم نازل ہو چکا ہے وہ قطعی ہے اور وہ اسی طرح قائم رہے گا اور اس میں کوئی تغیر و تبدل نہ ہو گا عورتوں کے نکاح اور ان کی میراث اور یتیم لڑکیوں کے ساتھ نکاح کا جو حکم پہلے بیان ہو چکا ہے وہ بدستور قائم ہے اسی پر عدل و انصاف اور ایمان داری کے ساتھ عمل کرو اور خدا تعالیٰ اور اس کی کتاب نے تم کو جو فتویٰ دیا ہے اس کی پابندی کرو عرض یہ کہ ان آیات میں عورتوں کے متعلق کچھ احکام بیان فرماتے ہیں میراث کی تخصیص نہیں اور بعض مفسرین نے جو میراث کا ذکر کیا ہے وہ بطور تخصیص نہیں بلکہ بطور تمثیل ہے اس لیے ان آیات میں میراث کے علاوہ اور بھی احکام بیان کیے ہیں شیخ الاسلام ابو السعود فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عورتوں کے متعلق مختلف مسائل دریافت کیے جن امور کا حکم پہلے نازل ہو چکا تھا اس آیت میں ان کا حوالہ دے دیا گیا اور جو مسائل اور امور ایسے تھے جن کا حکم پہلے بیان نہ ہوا تھا ان کا حکم ان آیات میں بیان کر دیا گیا



عَلَمَ اَخْرَجَ ابْنُ جَرِيرٍ وَابْنُ الْمُنْذَرِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جَبْرِ قَالَ كَانَ لَا يَرِثُ اِلَّا الرَّجُلُ الَّذِي قَدْ بَلَغَ اَنْ يَقُومَ فِي الْمَالِ وَيَعْمَلُ فِيهِ وَلَا يَرِثُ الصَّغِيرُ وَلَا الْمَرْأَةُ شَيْئًا فَلَمَّا نَزَلَتْ الْمَوَارِثُ فِي سُورَةِ النِّسَاءِ شَقِيَ ذَلِكَ عَلَى النَّاسِ وَقَالُوا اَرِثَ الصَّغِيرُ الَّذِي لَا يَقُومُ فِي الْمَالِ وَالْمَرْأَةُ الَّتِي هِيَ كَذَلِكَ فَيَرِثَانِ كَمَا يَرِثُ الرَّجُلُ فَرَجُوا اَنْ يَأْتِيَ فِي ذَلِكَ حَدَثٌ مِنَ السَّمَاءِ فَاَنْتَظَرُوا فَلَمَّا رَأَوْا اَنَّهُ لَا يَأْتِي حَدَثٌ قَالُوا لَنْ تَمُوتَ هَذَا اِنَّهُ لَوَاجِبٌ مَا عَنَهُ بِدَعْوَةٍ قَالُوا سَلُوا اَمَّا لَوْ اَللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى وَكَسَفَتُوكَ فِي النِّسَاءِ قُلْ اللَّهُ يُفْتِكُكُمْ فِيْهِنَّ وَمَا يُشْئِي عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ فِيْ اَوَّلِ السُّورَةِ فِيْ يَتَا فِي النِّسَاءِ الْاَوَّلِي لَا تُؤْتَوْنَ مِنْ مَّا كُتِبَ لِهِنَّ وَتَرْجَبُونَ اَنْ تَكُونُوْنَ (كذا في الدر المنثور ص ۲۳ ج ۲)

(تفسیر ابی السعود بر حاشیہ تفسیر کبیر ص ۴۲ ج ۲)

چنانچہ عورتوں پر ظلم کی حرمت کے بارہ میں تو ابتداء سورت کی آیتوں کا حوالہ دیا گیا کہ وہاں یہ مسئلہ بیان ہو چکا ہے اور دوسرا مسئلہ عورتوں کے نشوز اور ایک بیوی کی طرف میلان کلی اور دوسری بیوی سے اعراض اور بوقت ضرورت اجازت طلاق کا مسئلہ تھا اس کا حکم ان آیات میں بیان کر دیا گیا چنانچہ فرماتے ہیں اور لوگ آپ سے عورتوں کے بارہ میں فتوے پوچھتے ہیں کہ ہم ان کے ساتھ کس قسم کا برتاؤ رکھیں اور بعض یہ امید رکھتے ہیں کہ عورتوں کے بارے میں جو احکام سابق میں نازل ہو چکے ہیں شاید ان میں کچھ تخفیف ہو جائے آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تم کو ان کے بارہ میں وہی فتویٰ اور حکم دیتا ہے جو پہلے دے چکا ہے اور وہ آیتیں بھی تم کو فتویٰ دیتی ہیں جو کتاب الہی میں تم پر ان یتیم عورتوں کے بارہ میں پڑھی جاتی ہیں جن کو تم وہ حقوق نہیں دیتے جو میراث اور ہر وغیرہ کے بارہ میں ان کے لیے مقرر کیے گئے ہیں اور اگر وہ عورتیں صاحب مال ہوں مگر صاحب جمال نہ ہوں تو چاہتے ہو کہ بغیر حقوق ادا کیے تھوڑے سے ہر پران سے نکاح کر لو تاکہ یہ مال کہیں اور نہ چلا جائے اس لیے کس اور سے اس کو نکاح نہیں کرنے دیتے اس لیے حکم یہ ہے کہ اگر اس کا حق ادا نہ کر سکو تو نکاح میں نہ لاؤ اور کسی اور کو دے دو تاکہ تم اس کے حمایتی اور سرپرست رہو اور اگر ولی خود اس ترکی کے حقوق ادا کرے تو اجازت ہے کہ ولی اس کو اپنے نکاح میں لاوے کیونکہ جو خاطر اور مدارات تم کر سکتے ہو وہ غیر نہیں کر سکتا اور جو آیتیں ناتواں اور کمزور بچوں کے حقوق کی حفاظت کے بارہ میں پڑھی جاتی ہیں وہ بھی تم کو فتویٰ دیتی ہیں اور حکم خداوندی سے تم کو آگاہ کرتی ہیں اور اس بارہ میں تم کو حکم دیتی ہیں کہ یتیموں کے بارہ میں عدل اور انصاف کو قائم رکھو اور اس کے علاوہ جو بھلائی

عنه قال شيخ الاسلام ابو السعود قال تعالى وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ اِى فِي حَقِّهنَّ عَلَى الْاِطْلَاقِ كَمَا يَنْبَغِي عَنْهُ الْاِحْكَامُ الْاَلْمِيَّةُ لَا فِي حَقِّ مِيرَاثِهِنَّ فَانَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ سَمِعَ عَنْ اَحْوَالِ كَثِيرَةٍ مِمَّا يَتَعَلَّقُ بِهِنَّ فَمَا بَيَّنَّ حُكْمَهُ فِيمَا سَلَفَ اَحْيَلْ بَيَانَهُ عَلَى مَا وَرَدَ فِي ذَلِكَ مِنَ الْكُتَابِ وَمَا لَمْ يُبَيِّنْ حُكْمَهُ بَعْدَ بَيِّنِ هَمْنًا (تفسیر ابی السعود ص ۴۲) وکذا فی روح المعانی ص ۴۴۷ وما ورد من تخصیص ذکر المیراث فی تفسیر الاستفتاء فهو علی سبیل التخیل لا علی سبیل التخصیص لان الله تعالى قد ذکر فی الآیة احکامًا سوى احکام المیراث فافهم عنه شاه ولی الله قدس سره اپنے فارسی ترجمہ کے فوائد میں لکھتے ہیں جواب ایں استفتاء تفصیل داشت پس خدا تعالیٰ بعض مسائل را حوالہ فرمود بر آیات (و آن مسئلہ تحریم ظلم بریتانی النساء است و بعضی را اینجا جواب داد و آن مسئلہ نشوز و تحریم میل کلی بیک زن و اعراض از زن دیگر و اباحت طلاق در صورت ضرورت) واللہ اعلم.

اور نیکی کو دے گئے وہ سب اللہ کو معلوم ہے تم کو اس کی جزا وغیرہ دینگے مطلب یہ ہے کہ سورت کے شروع میں عورتوں اور یتیموں کے بارہ میں جو آیتیں نازل ہو چکی ہیں وہ اب بھی حسب سابق واجب العمل ہیں جیسا کہ **وَإِنْ خِفْتُمْ أَنْ لَا تَقْسِطُوا فِي الْيَتَامَىٰ الْيَتَامَىٰ لِلنِّسَاءِ** کے بارہ میں نازل ہوئی اور **وَالْيَتَامَىٰ أَمْوَالُهُمْ بِالْقِسْطِ** یتیموں کے اموال کی حفاظت کے بارہ میں نازل ہوئی۔

اور بعد ازاں آیت **لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ سِرًا وَعَظْمًا ظَاهِرًا** میں اور مزید تاکید فرمادی اور **لَا تَنْسُوا الْيَتَامَىٰ** الخ میں سب کی میراث کو بھلا اور **يُؤْتِيكُمْ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ** الخ میں مرد اور عورت کی میراث کو مفصلاً بیان فرمایا اور **وَلَا تَعْضُلُوهُنَّ** میں عورتوں پر نکاح کے بارہ میں جو ظلم و زیادتی کرتے تھے اس کی ممانعت فرمائی ماحصل مطلب آیت کا یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ تم کو یتیم عورتوں اور بچوں کے حق میں وہی فتویٰ اور حکم دیتا ہے جو اس سورت کے شروع آیتوں میں تم کو سنایا گیا اور اب پھر اجمالاً تم کو سنایا جاتا ہے کہ جو احکام عورتوں اور یتیموں کے بارہ میں پہلے نازل ہو چکے ہیں ان پر عمل کرو اور جو کوئی ان کے بارہ میں تم سے کچھ دریافت کرے تو یہ کہہ دو کہ اس کا جواب اور حکم وہی ہے کہ جو پہلے سورہ نہار کے شروع میں بیان ہو چکا ہے جن سب کا خلاصہ اور اجمال یہ ہے **وَأَنْ تَقُومُوا لِلْيَتَامَىٰ بِالْقِسْطِ** یعنی یتیموں کے بارہ میں انصاف پر قائم رہو۔

بیان بعض احکام متعلقہ بمعاشرت زوجین

قال تعالیٰ **وَإِنْ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوزًا أَوْ إِسْقَاتًا...** **وَكَانَ اللَّهُ وَاسِعًا كَبِيرًا** اور آیتوں میں ان احکام کا حوالہ تھا جو سورہ نساء کے شروع میں گزر چکے اب یہاں سے عورتوں کے متعلق دوسرے نئے احکام کا بیان شروع ہوتا ہے جو میاں اور بیوی کے باہمی معاشرت سے متعلق ہیں چنانچہ فرماتے ہیں اور اگر کوئی عورت اپنے خاوند کی بد مزاجی یا بے التفانی اور بے اعتنائی سے ڈرے مثلاً عورت بد شکل ہو یا بڑھیا ہو گئی ہو اور اس کو قرآن سے یہ معلوم ہو جائے کہ اس کا شوہر اس کو طلاق دینا چاہتا ہے یا دوسری بیوی کرنا چاہتا ہے تو ایسی صورت میں میاں بیوی پر گناہ نہیں کہ آپس میں صلح کر لیں مثلاً یہ کہ عورت اپنا نفقہ اور باری معاف کر دے یا کم کر دے اور مرد اس کو اپنے نکاح میں رہنے دے اور طلاق اور مفارقت اور باہمی منازعت سے صلح ہی بہتر ہے عورت کو اس بات پر ضد نہ کرنی چاہیے کہ وہ اپنا پورا ہی حق لے گی اور مرد کو اس بات پر نہ اڑنا چاہیے کہ وہ اس کو جدا ہی کر کے رہے گا اور طبیعتیں حرص اور بخل پر حاضر کر دی گئی ہیں یعنی حرص اور بخل انسان کی سرشت میں رکھا ہوا ہے مرد اور عورت کوئی بھی اپنے حق اور نفع میں کمی نہیں کرنا چاہتا ہر ایک اپنے لیے حریص اور بخیل ہے مگر آدمی کو چاہیے کہ اپنی حرص اور بخل کو دبائے اور دوسرے کے ساتھ سلوک کرے اور اسے مرد اگر تم عورتوں کے ساتھ سلوک

اور احسان کرو اور ان کی حق تلفی سے بچو تو بے شک جو کچھ بھی تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے تمہیں اس کی جزا دے گا اور ہم تم کو بتلائے دیتے ہیں کہ تم متعدد بیبیوں کے درمیان پوری برابری ہرگز نہیں کر سکتے گو تم کتنا ہی چاہو یعنی جس شخص کی کئی بیبیاں ہوں تو یہ اس کے قدرت اور اختیار سے باہر ہے کہ محبت اور میلان قلبی میں سب کو برابر رکھے کیونکہ سب صورت اور سیرت میں سب برابر نہیں تو سب کے ساتھ محبت کیونکر ہو سکتی ہے جب متعدد عورتوں میں پوری برابری نہیں کر سکتے تو ایسا بھی نہ کرو کہ بالکل اور ہمتی ایک ہی کی طرف جھک جاؤ اور دوسری بی بی کو معلق (ادھر میں نکل، ہوئی) چھوڑ دو نہ بیوہ ہی ہے اور نہ خاوند ہی ولی نہ نکاح کر سکتی ہے اور نہ شوہر سے فائدہ ہی اٹھا سکتی ہے مطلب یہ ہے کہ اگر محبت اور میلان قلبی میں مساوات نہیں کر سکتے تو یہ بھی نہ کرو کہ تقسیم نو بہت اور نفقہ میں بھی ایک ہی طرف کو جھک پڑو یہ تو تمہاری قدرت میں ہے کہ تقسیم نو بہت اور نفقہ وغیرہ میں سب کے ساتھ یکساں سلوک رکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو باوجودیکہ عائشہ صدیقہؓ سے زیادہ محبت تھی (اس لیے کہ عائشہ صدیقہ کمالات باطنی میں مریم صدیقہ کا نمونہ تھیں اور صدیقہ بنت صدیق تھیں) مگر پھر بھی تمام ازواج کے حقوق برابر ادا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ اے اللہ میں اختیار کے موافق ہر ایک کا حق برابر ادا کرتا ہوں مگر جو امر میرے اختیار میں نہیں یعنی قلبی محبت اس میں تو مجھ کو معذور رکھ اور اگر تم اصلاح کر لو یعنی گزشتہ میں جو بے انصافی کر چکے ہو اس کی تلافی کرو اور آئندہ کے لیے عورت کے حق میں نا انصافی سے بچتے رہو تو بے شک اللہ بخشے والا ہر بان سے تمہاری گزشتہ کوتاہیوں اور خطاؤں کو معاف کر دے گا اور اگر صلح اور موافقت کی کوئی صورت نہ ہو سکے اور میاں بیوی طلاق یا خلع کے ذریعہ ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں تو اللہ ہر ایک کو کفایت کرے گا اپنی وسعت سے یعنی خدا ہر ایک کا کار ساز ہے مرد کو دوسری عورت مل جائے گی اور عورت کو دوسرا شوہر مل جائے گا اور روزی میں ایک دوسرے کا محتاج نہ رہے گا اور ہے اللہ وسعت والا اور حکمت والا اس کی تو انگری اور رحمت بہت وسیع ہے اور اس کے تمام احکام حکمت پر مبنی ہیں اور اللہ ہی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اس کی ملک ہے جس کو جتنا چاہے دے یہ اس کے واسع ہونے کی دلیل ہے اس سے بڑھ کر اور کیا وسعت ہو سکتی ہے کہ وہ آسمان اور زمین کی کل چیزوں کا مالک ہے۔

اب آگے بطور تہ ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ احکام عدل و

وصیت و نصیحت

انصاف کچھ تمہارے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ پہلی امتوں کو

بھی ان احکام پر عمل کرنے کی تاکید کی تھی چنانچہ فرماتے ہیں اور البتہ تحقیق ہم نے تاکید حکم دیا ان لوگوں کو جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی یعنی یہود اور نصاریٰ اور تمام اہل کتاب کو تاکید حکم دیا ہے اور خاص تم کو بھی اسکی تاکید ہے کہ اللہ سے ڈرو یعنی تقویٰ اور پرہیزگاری اور خدا ترسی کا حکم شریعت قدیمہ ہے تمام امتوں کو اللہ نے اس کا حکم دیا ہے

سب آسمانی کتابوں میں اس کی تاکید اکید ہے اور اگر تم منکر ہو جاؤ یعنی اللہ کی وصیت کو نہ مانو تو تم کو خوب معلوم ہے کہ اللہ ہی کی ملک ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے تمہارے کفر سے اس کا کیا بگڑتا ہے اور ہے اللہ تعالیٰ تو انگر اور بے پروا اس کو تمہارے تقویٰ اور اطاعت کی ذرہ برابر احتیاج نہیں اور وہ ہر حال میں قابل تعریف ہے اس کی شان و شوکت تمہاری اطاعت پر موقوف نہیں کسی کی نافرمانی سے اس کی شان میں کوئی فرق نہیں آتا کوئی اس کی حمد و ثناء کرے یا نہ کرے وہ ہر حال میں حمید ہے اور اللہ ہی کی ملک ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ کافی کار ساز ہے اس لیے کہ وہ قادر و مختار مطلق ہے لہذا اس کے سوا کسی اور پر بھروسہ نہ چاہیے اسے لوگو! اگر وہ چاہے تو تم سب کو ناپید کر دے اور تمہاری جگہ دوسروں کو لا بسائے اس کو تمہاری پروا کیا ہے اور ہے اللہ اس پر قادر یعنی وہ تمہارے ناپید کرنے اور تمہاری جگہ دوسرے لوگوں کو آباد کرنے پر پوری قدرت رکھتا ہے لیکن یہ اس کی ہرمانی ہے کہ اس نے تم کو ہلاک نہیں کیا تو تم ایسے حلیم و کریم کی اطاعت کیوں نہیں کرتے اس سے سرکشی کر کے اس کا کیا بگاڑو گے اپنا ہی نقصان کرو گے۔

حق جل شانہ نے اس مقام پر تین دفعہ فرمایا **لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ** پہلی دفعہ میں **وَكَاثَ اللّٰهُ** وَاَسْعٰ یعنی اللہ کی وسعت جو دو کرم اور کشائش کی دلیل بیان کرنا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں کسی چیز کی کمی نہیں اور دوسری بار اپنی بے نیازی اور بے پروائی کی دلیل بیان کرنا مقصود ہے کہ اللہ کو کسی کی اطاعت اور تقویٰ سے فتنہ نہیں اور سارے عالم کے کفر اور فسق و فجور سے اس کا کوئی نقصان نہیں اور تیسری بار میں اپنی کار سازی کی دلیل بیان کرنا مقصود ہے کہ اگر تم تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کرو تو اللہ تمہارا کار ساز ہے اس لیے کہ وہ زمین و آسمان کی سب چیزوں کا مالک ہے اور ایک ہی دلیل سے متعدد دعوؤں کو ثابت کرنا اور ہر دعوے کے بعد اسی دلیل کو لانا اہل ذوق کے نزدیک قند مکر رہے۔

(ربط) آگے ارشاد فرماتے ہیں کہ سب مل کر اللہ کے دین پر قائم رہو اللہ تم کو دین اور دنیا دونوں ہی دے گا فقط دنیاوی فوائد کو مطیع نظر نہ بناؤ۔ چنانچہ فرماتے ہیں جو شخص اپنے اعمال کے صلہ میں صرف دنیا کا انعام چاہتا ہے تو یہ اس کی نادانی ہے اسے معلوم نہیں کہ اللہ کے یہاں دنیا اور آخرت دونوں کا انعام ہے تو جب اعلیٰ اور ادنیٰ سب اس کی قدرت میں ہیں تو اعلیٰ (آخرت) کو چھوڑ کر ادنیٰ اور خیس یعنی دنیا کو مانگنا تو کیا یہ کمال ابھی نہیں اَتَشْتَبِدُونَ الَّذِي هُوَ اَدْنٰی بِالَّذِي هُوَ خَيْرٌ اللہ تعالیٰ سے دنیا اور آخرت دونوں کی نعمتیں مانگو اس کے یہاں کسی چیز کی کمی نہیں اور اگر تم اللہ کے سچے محب اور غلص ہو تو صرف اخروی ثمرات کو پیش نظر رکھو اور ہے اللہ نے دالا دیکھنے والا وہ بندوں کی دعائیں سنتا ہے کہ کون دنیا کی درخواست کرتا ہے اور کون آخرت کی اور

تمہاری نیتوں کو دیکھتا ہے کہ دل میں کیا چھپا ہوا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوِّمِينَ بِالْقِسْطِ

اے ایمان والو قائم رہو انصاف پر گواہی دو اللہ

شُهِدَ آءِ اللَّهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدِينَ وَ

ک طرف اگرچہ نقصان ہو اپنا یا ماں باپ کا یا

الْأَقْرَبِينَ إِنْ يَكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا فَاللَّهُ أَوْلَىٰ

قربت والوں کا اگر کوئی محظوظ ہے یا محتاج ہے تو اللہ ان کا میر خواہ

بِهِمَا تَفْلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَىٰ أَنْ تَعْدِلُوا وَإِنْ تَلَوَّا

ہے تم سے زیادہ سو تم جی کی چاہ نہ مانو اس بات میں کہ برابر سمجھو اور اگر تم

أَوْ تَعْرِضُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ﴿۱۳۶﴾

زبان ملو گے یا بچھا جاؤ گے تو اللہ تمہارے کام سے واقف ہے

حکم بہت و نہم اقامت عدل و اداء شہادت حق

قَالَ تَعَالَى يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوِّمِينَ بِالْقِسْطِ.... اس لئے... بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا (ربط) ابتداء سورت میں حق تعالیٰ نے عورتوں اور یتیموں کے حقوق کے بارے میں عدل اور انصاف کا حکم دیا پھر اِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ کی تفسیر میں طبع بن ابی بکر منافق کا قصہ مذکور ہوا جو جھوٹی شہادت اور اہل خیانت کی حمایت سے متعلق تھا پھر وَيَسْتَفْهِتُكَ فِي الْمَسَاءِ الْخِ کے ذیل میں وَأَنْ تَقُومُوا لِلنَّاسِ بِالْقِسْطِ میں قیام عدل و انصاف کا حکم ہوا اب ان احکام مختلفہ کے بعد آیات ذیل میں حکام کو تو یہ حکم دیا جاتا ہے کہ تم مقدمات کا فیصلہ انتہائی عدل و انصاف کے ساتھ کرد فیصلہ میں ذرہ برابر کسی کی رعایت نہ کرو اور گواہوں کو یہ حکم دیا جاتا ہے کہ تم حق اور صدق کے ساتھ شہادت دو اور بلا رور رعایت بھی گواہی دو حتیٰ کہ ماں باپ

عزیز و قریب کی بھی رعایت نہ کرو اور یہی دو چیزیں یعنی عدل و انصاف اور شہادت حق، یوں اور آخرت کی صلاح اور فلاح کا اصل اصول ہیں اور تمام احکام سابقہ مع شئی زائد انہی دو چیزوں میں مندرج ہیں گویا کہ قیام عدل و ادارہ شہادت حق کا حکم احکام سابقہ کا متممہ اور تکملہ ہے گزشتہ آیات میں عدل خاص کا ذکر تھا جو خاص عورتوں اور یتیموں سے متعلق تھا اب ان آیات میں عدل عام اور تمام کا حکم دیتے ہیں جو تمام حقوق کو حاوی اور شامل ہو اور ان آیات میں اہل کتاب کو تنبیہ ہے کہ توریت و انجیل میں نبی آخر الزمان کی بشارت مذکور ہے تم اس کی شہادت کیوں نہیں دیتے اس کو چھپاتے کیونکہ قرآن کریم میں یہودیوں کی جا بجا جو مذمت بیان کی گئی ہے اس میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ

اَکَاؤُنَ لِلشُّعْبِ الرَّشَوَاتِ خَوَارِہِیْنِ اَلہِیْیْنِ مِیْنِ تَحْرِیْفِہِیْنِ اور امراء اور حکام کی خاطر احکام الہی کو بدلا اور رشوت لے کر فیصلے کیے اس لیے یہودی پر ذلت اور مسکنت کی ہر لگا دی گئی اس وقت کے نام نہاد مسلمان حاکم جو رشوت لے کر فیصلے کر رہے ہیں وہ یہود کے نقش قدم پر جا رہے ہیں اسلام ان پر نفرین بھیجتا ہے چنانچہ فرماتے ہیں اے ایمان والو! تمہارے ایمان کا مقتضی یہ ہے کہ ہو جاؤ تم تمام معاملات میں انصاف کے قائم رکھنے والے اور محض اللہ کی خوشنودی کے لیے سچی گواہی دینے والے اگرچہ اس گواہی کا نقصان اور ضرر تمہاری ہی جانوں پہ پڑے یا تمہارے والدین پر یا رشتہ داروں پر یعنی گواہی میں اپنا اور اپنے والدین کا بھی خیال نہ کرو جو حق ہو وہ کہو چاہے اس میں کسی کا نفع ہو یا نقصان ہو حق کو کس حال میں نہ چھپاؤ اگر وہ شخص جس پر تم گواہی دیتے ہو مالدار یا محتاج ہے تو اللہ تعالیٰ ان پر تم سے زیادہ مہربان ہے یعنی گواہی میں نہ مال دار کا پاس کرو اور نہ محتاج کا جو بیع ہو وہی کہدو اللہ کو ان کے ساتھ تم سے زیادہ ہمدردی ہے پس گواہی میں نفسانی خواہش کی پیروی نہ کرنا کہ عدل و انصاف سے عدول کر جاؤ اور اگر تم گواہی میں بیع دار با ست کہو گے یعنی گول مول بات کہو گے صاف کھول کر حق کو بیان نہ کرو گے یا گواہی دینے سے اعراض اور کنارہ کشی کرو گے تو خوب سمجھ لو کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہے وہ تمہیں اس گول مول اور بیع دار گواہی کی اور حق کے اظہار سے اعراض کی ضرور سزا دیگا

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ

اے ایمان والو! یقین لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس کتاب

الَّذِي نَزَّلَ عَلَى رَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي أَنْزَلَ

پر جو نازل کی ہے اپنے رسول پر اور اس کتاب پر جو نازل کی تھی

مِنْ قَبْلُ ۖ وَمَنْ يَكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَ

پہلے اور جو کون یقین نہ رکھے اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور

كُتِبَہٗ وَرُسُلُہٗ وَآلِیَوْمِ الْآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا

کتابوں پر اور رسولوں پر اور پچھلے دن پر وہ دور پڑا بھول کر

بَعِیْدًا ۚ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا

جو لوگ مسلمان ہوئے پھر منکر ہوئے پھر مسلمان ہوئے

ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰزَدُوْا كُفْرًا لَّمْ یَكُنِ اللّٰهُ لَیْغِفِرْ

پھر منکر ہوئے پھر بڑھتے رہے انکار میں اللہ ان کو بخشنے والا

لَهُمْ وَلَا لَیْہِدِیْہُمْ سَبِیْلًا ۝۱۳۷

نہیں اور نہ ان کو دیوے راہ

بیان ارکان خمسہ ایمان
و ترغیب ایمانے کہ نزد شرع صحیح و معتبر باشد و ذکر ذمائم منافقین

قَالَ تَعَالٰی یٰۤاَيُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا بِاللّٰهِ تَعَزَّوْنَ لِلّٰهِ لَیْغِفِرْ لَهُمْ وَلَا لَیْہِدِیْہُمْ سَبِیْلًا
(رابط یہاں تک زیادہ تر احکام فریمہ کا بیان ہوا اور قریب ہی میں اولین اور آخرین کو تقویٰ کی وصیت
اور کفر سے بچنے کی تاکید اور ثواب آخرت کی ترغیب بیان فرمائی اور گزشتہ آیات میں عدل اور
الصفاء اور شہادت حق و صدق کی تاکید اکید فرمائی اور ظاہر ہے کہ تقویٰ و طہارت اور عدالت و
شہادت حق اور آخرت کی فکر و رغبت کا تمام تدار و مدار ایمان باللہ و الیوم الآخر پر ہے اس لیے
اب آئندہ آیات میں ایمان کے ارکان خمسہ کو بیان فرماتے ہیں اور یہ بتلاتے ہیں کہ شریعت میں کونسا
ایمان صحیح اور معتبر ہے اور کونسا دعوائے ایمان غیر معتبر ہے پس جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور اس کے
تمام رسولوں پر اور تمام فرشتوں پر اور اس کی تمام نازل کردہ کتابوں پر اور یوم آخرت پر اخلاص کے ساتھ
ایمان لائے وہ ایمان تو شریعت میں معتبر ہے اور جو شخص محض ظاہری طور پر ایمان لائے اور دل

میں مترد اور مذہب ہو یا اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان تفریق کرتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کو تو مانتا ہو مگر پیغمبروں کو نہ مانتا ہو اور پیغمبروں کے اقوال و افعال کو حجت نہ سمجھتا ہو تو ایسا شخص پکا کافر اور منافق ہے پھر اس سلسلہ میں منافقین کے ذمائم کو بیان فرمایا اور ان کے ساتھ مجالست اور موالاة کی ممانعت فرمائی اور ضمن میں اہل کتاب کا بھی رد فرمایا جو دعویٰ ایمان کا رکھتے تھے اور جس نبی آخر الزمان کی بشارتیں توریت و انجیل میں مذکور ہیں اس پر ایمان نہیں لاتے اور نہ اس کی شہادت دیتے ہیں اور یہی شہادت کو چھپا کر لوگوں کے سامنے جھوٹی شہادت دیتے ہیں کہ یہ وہ نبی آخر الزمان نہیں جس طرح طغر کی قوم نے اپنی قوم کی رعایت سے جھوٹی گواہی دی تھی اسی طرح اہل کتاب بھی اپنی قوم کی رعایت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارتوں کو چھپاتے ہیں اور آپ کے بارے میں جھوٹی گواہی دیتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں اے مسلمانو! ایمان لاؤ خدا تعالیٰ پر اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو عدالت اور راستی کے قائم کرنے کے لیے مبعوث ہوئے ہیں اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر نازل کی ہے یعنی قرآن مجید پر جو عدل اور احسان اور انصاف اور امانت و دیانت کے قائم کرنے کے لیے اتارا گیا ہے اور ان تمام کتابوں پر جو خدا نے انبیاء سابقین پر قرآن سے پہلے اتاری ہیں بغیر ان باتوں کا یقین کیے ہوئے خدا کے یہاں آدمی مسلمان نہیں ہو سکتا اس آیت میں حق تعالیٰ نے تین چیزوں پر ایمان لانے کا ذکر فرمایا (۱) اللہ تعالیٰ پر یعنی اس کی ذات و صفات پر (۲) اور اس کے رسول پر جو حق تعالیٰ کے نائب اور سفیر اور برگزیدہ بندہ ہیں (۳) اور قرآن پر اور ان تمام کتابوں پر جو اللہ تعالیٰ نے پہلے پیغمبروں پر نازل کی ہیں اور ملائکہ (فرشتے) اور روز قیامت پر ایمان لانے کا ذکر اس آیت میں نہیں فرمایا اس لیے کہ انبیاء کرام اور کتب الہیہ پر ایمان لانا ملائکہ اور یوم جزاء پر ایمان لانے کو مستلزم ہے گویا یہ تین امور تمام عقائد اسلامیہ کا اجمال اور خلاصہ ہیں مطلب یہ ہے کہ جو شخص اسلام میں داخل ہو اس کے لیے تفصیلی طور پر ان چیزوں کی تصدیق ضروری ہے بغیر ان سب چیزوں کے ملنے مسلمان نہیں ہو سکتا۔

اس آیت میں اجمالاً صرف تین چیزوں پر ایمان لانے کا ذکر فرمایا اب آئندہ آیت میں ملائکہ اور یوم آخر یعنی روز جزاء کا بھی ذکر فرمائے ہیں جو اسی اجمال کی تفصیل ہے اور جو شخص اللہ کا اور اس کے فرشتوں کا اور اس کی کتابوں کا اور اس کے پیغمبروں کا اور روز آخرت کا منکر ہو وہ بے شک دور کی گمراہی میں جا پڑا یعنی جو شخص ایسا کرے وہ حد درجہ کا گمراہ ہے جس سے بڑھ کر کوئی گمراہ نہیں اللہ کا انکار تو کھل گمراہی ہے اور اللہ کی کتابیں اور اللہ کے فرشتے اور اس کے پیغمبر ہی رشد اور

حکیم شاہ ولی اللہ قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں مترجم گوید مراد آنست کہ ہر کہ در ملت اسلامیہ داخل شد بہ تفصیل تصدیق این چیز بابا بد کرد - ۱۲

ہدایت کا ذریعہ ہیں اس لیے ان کا انکار بھی سخت گمراہی ہے بلکہ انبیاء کرام کا انکار درحقیقت کلام خداوندی اور احکام خداوندی کا انکار ہے اور روزِ آخرت کے انکار کا مطلب یہ ہے کہ جزاء و سزا اور ثواب و عقاب اور جنت و جہنم سب غلط ہے ایسے شخص کی زندگی کا کوئی نفع نہیں بلکہ حیوانی زندگی ہے کہ جہاں چاہا منہ مارا اور کھا لیا اور جس مادہ سے چاہا جفتی کر لی حیوانی زندگی میں حلال و حرام کی تقسیم نہیں اور نہ حیوان کو نکاح کی ضرورت ہے آج کل مغربی تہذیب کا یہی حال ہے۔

ذم مرتدین

(ربط) گزشتہ آیت میں اہل کفر کی مذمت مذکور ہوئی اب اس آیت میں مرتدین کے ایک خاص فرقہ کا بیان کرتے ہیں یا یوں کہو کہ گزشتہ آیت میں فَقَدْ ضَلَّ سَبِيلًا بَعِيدًا فرمایا تھا اب اس آیت میں اصحابِ ضلال بعید کا ذکر فرماتے ہیں کہ جو محض ظاہری طور پر اسلام کا کلمہ پڑھتے تھے اور کفر و نفاق ان کے دلوں پر اس درجہ چھایا ہوا تھا کہ ان کے دلوں سے ایمان کی استعداد ختم ہو چکی تھی بے شک جو لوگ پہلے تو مسلمان ہوئے پھر کافر اور مرتد ہو گئے پھر دوبارہ مسلمان ہوئے اور اس دوسری بار کے اسلام پر بھی قائم نہ رہے بلکہ پھر کافر ہو گئے پھر کفر میں بڑھتے چلے گئے یہاں تک کہ کفر کی حالت ہی میں ان کی موت آگئی تو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہرگز نہیں بخشیں گے اور نہ ان کو راہِ ہدایت دکھائیں گے یہ آیت منافقین کے خاص گروہ کے بارہ میں اتنی ہے جو کبھی مسلمان ہوتے اور کبھی کافر جب مسلمانوں کے پاس آئے تو مسلمان بن گئے اور کافروں کے پاس گئے تو کافر بن گئے ایسے لوگ جو دین کو کھیل اور تماشہ بنا لیتے ہیں عادیہً ان کا دل مسخ ہو جاتا ہے پھر ان کو ایمان کی توفیق ہی نہیں ہوتی کہ اس پر مغفرت مرتب ہو سکے آیت کا یہ مطلب نہیں کہ اگر یہ لوگ اخلاص کے ساتھ اور صحیح طور پر ایمان لے آئے تو ان کا ایمان اور ان کی توبہ قبول نہ ہوتی ہزار بار کفر کے بعد بھی اگر صدق دل سے صیغہ توبہ کرے تو وہ قبول ہے بلکہ آیت سے وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے دین کو کھیل و تماشہ بنا لیا ہے ایسے لوگ اللہ کی مغفرت اور ہدایت سے محروم کر دیئے گئے

بَشِيرِ الْمُنْفِقِينَ يَا نَّ لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿۱۳۸﴾

خوشی سنا منافقوں کو کہ ان کو ہے دکھ کی مار

الَّذِينَ يَتَّخِذُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ

وہ جو پکڑتے ہیں کافروں کو رفیق مسلمان پھوڑ کر

دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ۱۱۲۹ اَيَّبَتَّغُونَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ

کیا دھونڈتے ہیں ان کے پاس عزت

فَإِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا ۱۱۳۰

سو عزت اللہ کی ہے ساری

ذمائم منافقین

قَالَ تَعَالَى بَشِّرِ الْمُنَافِقِينَ بِأَنَّ لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا.... اے... فَإِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا۔
(ربط) پہلی آیتوں میں اہل کفر کا بیان تھا اب ان آیات میں منافقین کے ذمائم کو بیان فرماتے ہیں کہ یہ لوگ دنیا کے مقابلہ میں دین کی پروا نہیں کرتے کبھی کبھان بٹتے ہیں اور کبھی مسلمان اور کفار و مشرکین کے جاہ و شتم کو دیکھ کر ان سے یاراء جوڑتے ہیں کہ ہم کو عزت و شوکت حاصل ہوگی اور یہ لوگ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست بناتے ہیں حالانکہ ان کو یہ معلوم ہے کہ جس جگہ احکام الہی کا مذاق اڑایا جاتا ہو وہاں بیٹھنا بھی نا جائز ہے چہ جائیکہ اُن سے دوستی کی جائے چنانچہ فرماتے ہیں منافقین کو خوشخبری سنا دیجیے کہ ان کے لیے آخرت میں دردناک عذاب ہے کیونکہ یہ منافقین باوجود دعوائے اسلام کے مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں کیا وہ ان کے پاس عزت ڈھونڈتے ہیں یعنی یہ منافق جو مسلمانوں کو چھوڑ کر یہودیوں سے دوستی کرتے ہیں تو کیا ان کا خیال یہ ہے کہ یہودیوں کے پاس بیٹھنے سے ان کو دنیا میں عزت ملے گی یہ سب غلط ہے اور خیال خام ہے پس ان کو سمجھ لینا چاہیے کہ تحقیق بلاشبہ ساری عزت اللہ ہی کے لیے ہے اس کے سوا کوئی عزت دے سکتا ہے اسی عزیز مقتدر کی چوکھٹ پر سرِ ذلت ٹیکنے ہی سے عزت ملتی ہے۔ لَعِزَّةٌ مِّنْ نَّسَائِهِ وَتُذِلُّ مَنُ نَّسَاؤُهُ۔

عزیزیکہ از درگیش سربتافت : بہر در کہ شد پیمج عزت نیافت

جس کے پاس خود عزت نہیں وہ دوسروں کو کہاں سے عزت دیدے گا دنیا میں فرمانروائی سلطنت اور ارکان دولت سے تعلق اور ان کی وفاداری اور اطاعت شعاری سے عزت حاصل ہوتی ہے اور بادشاہ اور وزیر اور فرمانی اور عدول حکمی اور دشمنان سلطنت اور باغیان حکومت سے دوستی اور آشنائی ذلیل و خوار بناتی ہے پس اسی طرح جو احکم الحاکمین کا اور اس کے وزیر اور سفراء یعنی انبیاء و مرسلین کا وفادار اور اطاعت شعار بنے گا بقدر وفاداری اور بقدر اطاعت شعاری اس کو بارگاہ خداوندی سے عزت حاصل ہوگی اور جو خدا اور اس کے رسول کا منکر اور باغی ہوگا وہ ذلیل و خوار ہوگا اور یہی ایمان اور کفر کی حقیقت ہے خداوند احکم الحاکمین اور

اس کے وزراء و سفراء یعنی انبیاء و مرسلین کے ساتھ حلف و فاداری کا نام ایمان ہے اور حلف و فاداری سے انکار کا نام کفر ہے فرود اور فرعون اگرچہ دنیاوی تخت و تاج کے مالک تھے مگر حقیقی عزت حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور حضرت موسیٰ کلیم اللہ کو حاصل تھی جو ہر اگر در خلاص افتد ہماں نفیس است و غبار اگر بر فلک رود ہماں خیس۔

عزت کی تعریف

کسی کی محبت اور عظمت کی بناء پر محض اس کے حکم پر جان اور مال اور آبرو قربان کر دینے کا نام عزت ہے یہ عزت سوائے انبیاء و مرسلین کے اور سوائے ان کے داروں کے کسی کو دنیا میں حاصل نہیں ہوتی ساری دنیا کو معلوم ہے کہ صحابہ کرام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور عظمت کے جوش اور ولولہ میں بلا کسی مال و منال اور بلا کسی دنیوی فائدہ اور غرض کے اپنے اہل و عیال اور خویش و اقارب سب کو چھوڑ دیا بلکہ آپ کی محبت میں اپنے بیٹوں اور بھتیجیوں اور بھانجیوں اور خویش و اقارب کا مقابلہ کیا اور عزوات میں بے دریغ ان پر تلوار چلائی اور سوائے آپ کی خوشنودی کے کوئی دنیاوی فائدہ ان کی نظروں کے سامنے نہ تھا کیا کوئی فرمانروا اور شہنشاہ اس عزت کا کوئی نمونہ دکھلا سکتا ہے بخدا سوائے ذوالجلال اگر اس بے مثال عزت کی زکوۃ (یعنی چالیسواں حصہ) نکالا جلتے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ بندوں کو عطا فرمائی اور پھر اس کا چالیسواں حصہ کل عالم کے بادشاہوں اور شہنشاہوں پر تقسیم کر دیا جاتے تو عزت و رفعت کے دولتمند بن جاتیں۔

دنیا میں بڑے بڑے صاحب جاہ و جلال اور صاحب جود و نوال بادشاہ گزرے اور اپنے وفاداروں کی جائز اور ناجائز خواہشیں پوری کیں اور طرح طرح کے ان کو انعام دیتے مگر تاریخ عالم شاہد ہے کہ کسی زمانہ میں بھی کسی بادشاہ کا کوئی عاشق اور شیدائی نہیں ہوا بخلاف حضرات انبیاء و مرسلین کے کہ ہزاروں اور لاکھوں ان کے ایسے عاشق صادق اور شیدائی گزرے کہ جنہوں کی محبت بھی انکی محبت کے سامنے گردہ ہے حالانکہ انبیاء کرام لوگوں کو لذات و شہوات اور ناجائز امور سے روکتے اور منع کرتے تھے۔

حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب وضو فرماتے یا تھوکتے یا سکتے تو آپ کا تھوک اور سبک اور وضو کا دھوون زمین پر نہیں گرتا تھا بلکہ صحابہ کرام اس کو اپنے ہاتھوں پر لے کر اس کو منہ پر مل لیتے تھے یہ تو محبت کا حال تھا اور عظمت کا یہ حال تھا کہ کسی کی مجال نہ تھی کہ بے محابا آپ کی طرف نظر اٹھا کر دیکھ سکے پس جس ذات بابرکات کی محبت اور عظمت دلوں میں ایسی راسخ ہو عزت اس کو حاصل ہے اور اصل عزت یہ ہے اور فوج اور پولیس کے چند ملازمین کا کسی امیر اور وزیر کے ارد گرد کھڑے ہو جانے کا نام عزت نہیں بہت سے بہت اس کو عزت کی صورت اور نمائش کہا جاسکتا ہے عزت وہ ہے جو دل سے ہو جو لوگ انبیاء کے دشمن تھے دل سے

وہ بھی ان کی عزت کرتے تھے اور ان کی بددعا سے ڈرتے تھے۔

نصیحت بہت سے نادان یہ سمجھتے ہیں کہ مغربی تہذیب اور تمدن اور انگریزی لباس میں عزت ہے یہ نادانی ہے ان نادانوں کو یہ معلوم نہیں کہ عزت کس کو کہتے ہیں خوب سمجھ لو کہ اصل عزت اتباعِ شریعت میں ہے غیر قوموں کی نقل میں کوئی عزت نہیں غیروں کی نقل در پردہ غلامی کا اعتراف ہے

علامہ ابن خلدون نے اپنے مقدمہ تارخ میں ایک فعلِ منتقد کی ہے کہ مغلوب وضع اور قطع اور لباس اور معاشرت میں غالب کا اتباع کرتا ہے اور یہ در پردہ اپنی کمتری اور دوسرے کی برتری کا اقرار ہے اور ادبار اور زوال کی علامت ہے انتہی کلام۔

اور آج کل مسلمانوں کی ذلت کا سبب یہی ہے کہ انہوں نے احکامِ شریعت کو پس پشت ڈال دیا بڑے بڑے وزراء اور ارکانِ دولت کے پاس انگریزی لباس موجود ہے مگر عزت مفقود ہے عزت وہ ہے کہ جس سے دلوں پر قبضہ ہو اور لوگ بلا غرض کے اس کے لیے جان و مال فدا کرنے کے لیے تیار ہوں جیسے اللہ اور اس کے رسولؐ کے لیے جان و مال قربان کرتے ہیں محض کسی کو دیکھ کر کھڑے ہو جانا عزت نہیں اگر بھیر یا آجائے تو سب کھڑے ہو جاتے ہیں سو یہ تعظیم اور عزت نہیں بلکہ اپنا بچاؤ ہے ظالموں کی عزت اسی قسم کی ہے ان کو دیکھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور دل سے بددعا دیتے ہیں اور خلوتوں میں اُن کو بُرا کہتے ہیں خلاصہ کلام یہ کہ جس طرح تمول اور دولت ملک مال کا نام ہے اسی طرح عزت ملک القلوب کا نام ہے یعنی لوگوں کے دل کسی پر شیدا اور فریفتہ ہوں اور یہ بات اللہ اور اس کے رسولؐ اور اہل ایمان ہی کو حاصل ہے اسی وجہ سے ارشاد ہے وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ أَنْ

اور حکم اتار چکا تم پر کتاب میں کہ

إِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتَ اللَّهِ يَكْفُرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَأُ

جب سنو اللہ کی آیتوں پر انکار ہوتے اور ہنسی ہوتے

بِهَا فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا فِي

تو نہ بیٹھو ان کے ساتھ جب تک وہ بیٹھیں

حَدِيثٌ غَيْرُهُ ۖ إِنَّكُمْ إِذَا مَثَلْتُمْ ط إِنَّ

اور بات میں اس کے سوائے نہیں تو تم بھی ان کے برابر ہوئے اللہ

اللَّهُ جَامِعُ الْمُنْفِقِينَ وَالْكَافِرِينَ فِي جَهَنَّمَ

اکٹھا کرے گا منافقوں کو اور کافروں کو دوزخ میں

جَمِيعًا ۚ ۱۳۰ الَّذِينَ يَتَرَبَّصُونَ بِكُمْ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ

ایک جگہ وہ جو تمکا کرتے ہیں تم کو پھر اگر تم کو فتح

فَتْهُم مِّنَ اللَّهِ قَالُوا أَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۖ وَإِنْ

ملے اللہ کی طرف سے کہیں کیا ہم نہ تھے تمہارے ساتھ اور اگر

كَانَ لِلْكَافِرِينَ نَصِيبٌ قَالُوا أَلَمْ نَسْتَحِذْ

ہوں کافروں کی قسمت کہیں ہم نے گھبر نہ لیا تھا

عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعُكُم مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ ط فَاللَّهُ

تم کو اور بھجادیا تم کو مسلمانوں سے سو اللہ

يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ ۖ وَلَنُجْجَلَ اللَّهُ

چکوٹی کرے گا تم میں قیامت کے دن اور ہرگز نہ دے گا اللہ

لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا ۚ ۱۳۱

کافروں کو مسلمانوں پر راہ

جس جگہ احکام خداوندی کیساتھ تمسخر (مذاق) کیا جاتا ہو وہاں بیٹھنے

کی ممانعت

قال تعالى وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ... الخ... وَلَنُجْجَلَ اللَّهُ لِّلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا

(رابط) اوپر کی آیتوں میں کافروں سے دوستی کی ممانعت تھی اب ان آیات میں ان لوگوں کی مجالست سے منع فرماتے ہیں کہ ایسے لوگوں کے پاس بیٹھنا بھی ممنوع ہے جو احکام خداوندی کے ساتھ تمسخر (مذاق) کرتے ہوں کسی کے ساتھ تمسخر کرنا یہ اس کی انتہائی تحقیر اور تذلیل ہے جس طرح احکام حکومت کے ساتھ تمسخر (مذاق) عدالت اور حکومت کی توہین ہے اور ایسے لوگوں کے ساتھ نشست و برخاست اور دوستانہ تعلقات قائل و ناجرم ہے اسی طرح احکام شریعت کے ساتھ تمسخر قانون خداوندی کی توہین و تذلیل ہے ایسے لوگوں کے پاس بیٹھنا بھی شرعاً ممنوع اور جرم ہے چہ جائیکہ ان سے دوستی کی جائے چنانچہ فرماتے اور اے مسلمانو! جس کتاب پر تم ایمان رکھتے ہو اس کتاب میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل کیا ہے کہ جب تم اللہ کی آیتوں کا انکار ہو سکتے ہو سکتے یا انکا تمسخر اور مذاق ہو سکتے ہو تو اس حالت میں ان کفر کرنے والے مسخروں کے ساتھ نہ بیٹھو یہاں تک کہ وہ اس کفر اور مسخرہ پن کو چھوڑ کر کسی اور بات میں دلگج جائیں کیونکہ اس حالت میں اگر تم ان کے پاس بیٹھے تو تم بھی انہی جیسے ہو جاؤ گے اس لیے کہ جب تم احکام خداوندی کا تمسخر کرنے والوں کے ساتھ بیٹھے اور اس کی تردید نہ کی تو تم اور وہ برابر ہو گئے اس لیے کہ ایسی حالت میں تمہارا ان کے ساتھ بیٹھنا اس بات کی علامت ہے کہ تم بھی اس کفر اور استہزاء پر راضی ہو مشرکین مکہ اپنی مجلسوں میں بیٹھ کر قرآن کا مشغلہ بناتے اور اس کی آیتوں کا مذاق اڑاتے اور اگر کوئی مسلمان کسی ضرورت سے ان کی مجلس میں جاتا تو اس کو قرآن کریم کے نسبت نامناسب الفاظ سننے پڑتے اس پر اللہ تعالیٰ نے سورۃ النعام میں یہ حکم نازل کیا **وَإِذَا زَأَمْتِ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ** اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو احباب یہود نے بھی وہی طریقہ اختیار کیا اور مشرکین مکہ کی تقلید کی منافق ان کی مجلسوں میں جاتے اور مضحکہ میں ان کے ساتھ شریک ہوتے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ جو شخص آیات خداوندی کے ساتھ ہنسی کرنے والوں کے پاس بیٹھے گا وہ بھی کفر اور استہزاء میں ان کا شریک ہوگا۔

فائدہ بے دینوں کا قدیم دستور ہے کہ وہ انبیاء کرام اور ان کی باتوں کا مذاق اڑایا کرتے ہیں جو شخص باوجود دعوائے اسلام کے احکام شریعت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کا مذاق اڑاتے وہ شخص بلاشبہ منافق ہے اور پہلے زمانہ کے منافقوں سے بڑھ کر ہے اس لیے کہ یہ ہنزی اور تمسخر بے دین احکام خداوندی کا مذاق اڑانے میں پہلے منافقوں سے آگے ہے بے شک اللہ تعالیٰ منافقوں اور کافروں کو دوزخ میں ایک جگہ جمع کرے گا جس طرح وہ دنیا میں اکٹھے ہو کر اللہ کی آیتوں کا مذاق کرتے تھے اسی طرح وہ عذاب دوزخ میں بھی اکٹھے رہیں گے آگے اللہ تعالیٰ منافقین کا ایک اور حال بیان کرتے ہیں جس سے ان کی دورنگی ظاہر کرنا مقصود ہے کہ جدھر غلبہ دیکھا اسی طرف ہو گئے اور وہ حال یہ ہے کہ یہ منافق لوگ تمہارے متعلق انتظار کی راہ دیکھتے رہتے ہیں کہ

دشمنوں کے مقابلہ میں تم غالب ہوتے ہو یا مغلوب تاکہ جس فریق کا غلبہ دیکھیں اس کی رفاقت اور دوستی کا دم بھرنے لگیں پس اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم کو فتح نصیب ہو جائے تو تم سے یہ کہتے ہیں کہ کیا تم تمہارے ساتھ نہ تھے ہم کو بھی مال غنیمت میں سے حصہ دو اور اگر دقتی طور پر کسی وقت کافروں کو غلبہ سے کوئی حصہ مل جائے یعنی اتفاق سے کافروں کو فتح اور غلبہ حاصل ہو جائے تو کافروں سے یہ کہتے ہیں کہ کیا تم پر غالب نہ تھے اور کیا تم نے تم کو مسلمانوں کی مار سے نہیں بچایا یعنی اگر کسی وقت کافر مسلمانوں پر غلبہ پاتے ہیں تو یہ منافق کافروں سے حصہ مانگتے ہیں اور ان پر یہ احسان رکھتے ہیں کہ مسلمان تو تم پر غالب آہی گئے تھے مگر تم نے ان کا ساتھ نہ دیا اور ایسی تدبیریں کہ مسلمان تم پر غالب نہ آئیں ان کی مدد میں ہم نے کوتاہی کی اور تمہاری طرف سے انہیں ایسا خوف دلایا جس سے وہ سُست پڑ گئے اس طرح ہم نے تم کو ان کی مار سے بچایا اگر ہم تمہارے بچانے کی کوشش نہ کرتے تو مسلمان تم کو کبھی زندہ نہ چھوڑتے غرض یہ کہ منافق درہم دینار کے بندے ہیں ہر طرف ہاتھ مارتے ہیں پس اسے منافقو! اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمہارے اور مسلمانوں کے درمیان فیصلہ کرے گا اس وقت تم پر اسلام کی غولی اور نفاق کی برائی کھل جائے گی اور دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ کافروں کو مسلمانوں پر غالب ہونے کی کوئی راہ ہرگز نہیں دے گا کہ اسلام اور مسلمانوں کا خاتمہ ہو جائے اور اسلام اور مسلمانوں کا نام و نشان نہ رہے شاہ ولی اللہ قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں یعنی نہ شود کہ اسلام را مستاصل گردانند و اللہ اعلم۔

یہ مطلب ہے کہ مسلمان جب تک اسلام پر قائم رہیں اس وقت تک کوئی ان پر غلبہ نہیں پا سکتا کما قال تعالیٰ وَانْتُمْ الْأَغْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ یہ آیت دنیا کے متعلق نہیں تاکہ یہ شبہ ہو کہ دنیا میں بعض دفعہ کفار کو مسلمانوں پر غلبہ ہو جاتا ہے بلکہ یہ آیت قیامت کے متعلق ہے جیسا کہ اس آیت کے پہلے جملہ فَاللَّهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ میں اس کی تصریح ہے پس معنی یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مسلمانوں اور کافروں میں فیصلہ فرمائیں گے اور وہ فیصلہ مسلمانوں کے موافق ہوگا کہ وہ حق پر تھے اور کافر باطل پر تھے وہ فیصلہ کا دن ہے وہاں حق کو اور اہل حق ہی کو غلبہ ہوگا۔

علم امام قرطبی نے اس آیت کی تفسیر میں متعدد اقوال نقل فرمائے الاول ان ذلک يوم القیامۃ۔ قال ابن العربی ہذا ضعیف۔ والثانی ان اللہ لا یجعل لہم سبیلاً یسحبونہ دولۃ المؤمنین ویذهب آثارہم ویستبیح بیضتہم اور اسی قول کو شاہ ولی اللہ نے اختیار فرمایا اور اس ناچیز نے بھی اسی کو رائج سمجھا الثالث ان اللہ سبحانہ لا یجعل للکافرین علی المؤمنین سبیلاً لان یتواصوا بالباطل ولا یتناہوا عن المنکر باقی مائتہ آئمہ مغفیر ہے۔

پس مطلب یہ ہوا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمہارا فیصلہ فرمائیں گے اور اس فیصلہ میں کافروں کو مسلمانوں کے مقابلہ میں غلبہ کی کوئی راہ نہ دیں گے مگر علماء محققین اس طرف گئے ہیں کہ پہلی آیت **فَاللّٰهُ يَنْحُكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ** میں آخرت کے متعلق حکم مذکور ہے اور دوسری آیت **وَلَنْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا** میں دنیا کے متعلق حکم مذکور ہے کہ دنیا میں کافروں کو یہ قدرت نہ ہوگی کہ مسلمانوں کا قطع قمع کر دیں اور صفحہ ہستی سے ان کا نام و نشان مٹا دیں۔ کما قال تعالیٰ **الْيَوْمَ يَكْفُرُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ دِينِكُمْ** فلا تخشون شیخ جلال الدین سیوطی نے تفسیر جلالین میں اس قول کو اختیار فرمایا اور اس کو شاہ ولی اللہ قدس اللہ سرہ نے اختیار فرمایا جیسا کہ ہم نقل کر چکے ہیں اور اس ناچیز کے نزدیک بھی یہی قول راجح ہے واللہ اعلم۔

إِنَّ الْمُنَافِقِينَ يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ

منافق جو ہیں دغا بازی کرتے ہیں اللہ سے اور وہی ان کو دغا دے گا

وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا كُسَالًا يُرَاءُونَ

اور جب کھڑے ہوں نماز کو تو کھڑے ہوں جی ہارس دکھانے کو

النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا قَلِيلًا (۱۳۲)

لوگوں کے اور یاد نہ کریں اللہ کو مگر کم

مُذَبْذَبِينَ بَيْنَ ذَلِكَ لَا إِلَى هَؤُلَاءِ وَلَا

ادھر میں کھتے دونوں کے بیچ نہ ان کی طرف اور نہ

بقیہ مشیہ ویتقا عدوا عن التوبة فيكون تسلط العدو من قبلهم كما قال تعالى وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فِيمَا كُنْتُمْ آيْدِيكُمْ قَالَ ابْنُ الْعَرَبِيِّ هَذَا لَفِيسُ جَدَارِ السَّرَائِعِ (ان اللہ سبحانہ لا یجعل للکافرین علی المؤمنین سبیلاً شرعاً فان وجد بفحلاف الشرع (الخامس) وَلَنْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا ای حجت عقلیہ ولا شیعیتہ یستظہرون بها الا ابطالها ودحضت کذا فی تفسیر القرطبی ص ۱۱۱ (لخصاً) علی قوله تعالیٰ وَلَنْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا ای طریقاً بالاستیصال ۱۷ جلالین

إِلَىٰ هَؤُلَاءِ ط وَ مَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَلَنْ يَجِدَ لَهُ

ان کی طرف اور جس کو بھٹکا دے اللہ پھر تو نہ پاوے اس کے واسطے

سَبِيلًا ﴿۴۳﴾

کہیں راہ

تممہ ذمائم منافقین

قال تعالى إِنَّ الْمُنَافِقِينَ يُخَادِعُونَ اللَّهَ..... اے..... فَلَنْ تَجِدَ لَهُ سَبِيلًا
اب ان آیات میں منافقوں کی ایک ظاہری علامت بیان فرماتے ہیں تاکہ مسلمان اپنے آپ کو
اس سے بچائیں اور اس وصف سے اجتناب کا خاص طور پر خیال رکھیں جو نفاق کی علامت ہے اور
جس میں یہ علامت پائی جاتی ہو اس کو مومن جان کر دھوکہ نہ کھائیں چنانچہ فرماتے ہیں بے شک یہ
منافق لوگ دعوائے ایمان اور ظاہری اطاعت سے خدا کو دھوکہ اور فریب دیتے ہیں اس لیے کہ
دعوائے ایمان اور نماز وغیرہ سے ان کا مقصود لوگوں کو دکھلانا اور دنیوی فوائد حاصل کرنا ہے اللہ کی
خوشنودی مقصود نہیں اور ان بے عقلوں کو معلوم نہیں کہ اللہ ہی ان کے ساتھ فریب کر رہا ہے اللہ
کو خوب معلوم ہے کہ یہ کافر اور منافق ہیں اور اس کے دین کے دشمن ہیں مگر معاملہ دوستوں کا سا
ہو رہا ہے دنیا کی عیش و راحت میں کوئی کمی نہیں تاکہ دل کھول کر گناہ کر لیں اور جب پیمانہ لبریز ہو
جائے تو پکڑ کر دائمی جیل خانہ (دوزخ) میں ڈال دیا جائے خدا تعالیٰ کے فریب دینے کے یہ معنی
ہیں کہ ظاہر میں اعزاز اور اکرام ہے اور درپردہ تذلیل و تحقیر مقدر ہو چکی ہے جس طرح وہ دوستی
کے پردہ میں اسلام کی دشمنی کر رہے ہیں اسی طرح خدا تعالیٰ کی طرف سے دوستی کے پردہ میں ان
سے دشمنی کی جارہی ہے اور یہ منافق جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو کاہلی اور بے دلی
کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں ان کا مقصود نماز ہے ہی نہیں محض لوگوں کو دکھلانے کے لیے نماز کیلئے کھڑے ہو جاتے ہیں آخرت کا ثواب ان کو
مقصود نہیں اور نہ وہ نماز کو واجب سمجھتے ہیں ان کی غرض صرف یہ ہوتی ہے کہ مسلمان ہم کو نمازی سمجھیں قتادہ کہتے ہیں کہ اگر
لوگوں کا ڈرنہ ہوتا تو منافق کبھی کوئی نماز نہ پڑھتے اور نہیں ذکر کرتے اللہ کا مگر بہت ہی کم یعنی لوگوں کے سامنے نماز پڑھ
لیتے ہیں مگر اس میں نہ قبیح و تہلیل ہوتی ہے اور نہ خشوع و خضوع صرف اٹھنا اور بیٹھنا ہوتا ہے
اور جب تنہا ہوتے ہیں تو بالکل ہی نہیں پڑھتے۔

یا یہ مطلب ہے کہ نماز کے علاوہ دن رات میں بحر دنیاوی باتوں کے ان کے منہ سے

اللہ کا نام نہیں نکلتا مگر بہت ہی کم بخلاف مسلمان کے کہ وہ دنیا میں مشغول رہتے ہوئے بھی کبھی انشاء اللہ کہتا ہے اور کبھی لا حول ولا قوۃ الا باللہ اور کبھی الحمد للہ اور کبھی سبحان اللہ موقعہ موقعہ اس کی زبان سے اللہ کا نام نکلتا رہتا ہے آگے منافقین کا ایک اور حال بیان فرماتے ہیں وہ یہ کہ یہ لوگ کفر اور اسلام کے درمیان متردد ہیں نہ پلرے ان کی طرف ہیں اور ان کی طرف نہ تو مبین قاصین ہی کے ساتھ ہیں اور نہ کھلے کافروں ہی کے ساتھ ہیں اور جس کو خدا گمراہ کر دے تو اس کے لیے ہدایت کی کوئی سبیل ہرگز نہ پاؤ گے جو شخص تذبذب اور تردد کی وادی میں داخل ہو جاتا ہے وہ اس طرح بہکتا پھرتا ہے کبھی ادھر اور کبھی ادھر۔

بدزدیقین پر دہائے خیال : نماز سراپردہ الاجلال

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْكَافِرِينَ

اے ایمان والو! نہ پکڑو کافروں کو رفیق

أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ أَلِئِنَّكُمْ

مسلمان بھوڑ کر کیا یا

أَنْ تَجْعَلُوا لِلَّهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا مُبِينًا ﴿۱۳۷﴾

چاہتے ہو اپنے اوپر اللہ کا الزام صریح

إِنَّ السُّفْهَانَ فِي الدَّرَكِ الْأَسْفَلِ مِنَ

منافق ہیں سب سے نیچے درجہ میں

النَّارِ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيرًا ﴿۱۳۸﴾ إِلَّا الَّذِينَ

آگ کے اور ہرگز نہ پامے گا تو ان کے واسطے کوئی مددگار مگر جنہوں نے

تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَاعْتَصَمُوا بِاللَّهِ وَأَخْلَصُوا دِينَهُمْ

توبہ کی اور سوا آپ کو اور مضبوط پکڑا اللہ کو اور نیسے حکم بمدار ہوئے

لِلَّهِ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ وَسَوْفَ يُؤْتِي اللَّهُ

اللہ کے سواہ میں ایمان والوں کے ساتھ اور آگے دے گا اللہ

الْمُؤْمِنِينَ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿۱۳۶﴾

ایمان والوں کو بڑا ثواب

مانعت از موالاة کفار

قال تعالیٰ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكَافِرِیْنَ اَوْلِیَاءَ..... اَللّٰهُ..... اَجْرًا عَظِیْمًا
حق جل شانہ جب منافقین کے اعمال قبیحہ کا بیان کر چکے تو اب مسلمانوں کو حکم دیتے ہیں کہ
تم ان لوگوں سے دوستی نہ کرنا ورنہ جو ان کی سزا ہے وہ تمہاری ہوگی جیسا کہ حدیث میں ہے المرو مع
من احب کیونکہ ان کی دوستی سے تمہارے دلوں سے خدا تعالیٰ کی محبت جاتی رہے گی آخرت کو
بھول جاؤ گے اور ان کی طرح دنیا کے شیدائی اور فداقی بن جاؤ گے کیونکہ ایک دل دو طرف نہیں رہ سکتا
مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِلْكَافِرِیْنَ اَنْ یَّکُوْنُوْا اَوْلِیَاءَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا... اے ایمان والو ایمان کے مقابلہ
میں کفر کو ترجیح نہ دو اور منافقوں کی طرح مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بناؤ مبادا ان کی
دوستی سے کفر کے جراثیم تم کو نہ لگ جائیں ایک دوست دوسرے دوست کی خصلتوں کو مقناطیس کی
طرح اپنی طرف کھینچتا ہے کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اللہ کا صریح الزام اپنے اوپر قائم کر لو یعنی اگر تم
کافروں اور منافقوں کو دوست بناؤ گے تو اللہ تعالیٰ کی محبت تم پر قائم ہو جائے گی کیونکہ اللہ نے تم کو
ان کی دوستی کی مانعت کی ہے قیامت کے دن تم پر اللہ یہ محبت قائم کریں گے کہ دعویٰ تو ایمان
کا تھا مگر دوست رکھتے تھے میرے دشمنوں کو اور اجتماعِ ضدین باتفاق عقلا و محال ہے خوب سمجھ لو
کہ کافروں اور منافقوں کی دوستی سے تم کو کوئی نفع نہ ہوگا اس لیے کہ بلاشبہ منافقین دوزخ کے سب
سے نیچے کے طبقہ میں ہوں گے جس کا عذاب تمام طبقوں سے بڑھا ہوا ہے دوزخ کے سات طبقے
میں ایک کے نیچے ایک سب سے نیچے کے طبقہ میں سب سے زیادہ سخت عذاب ہے اور یہ طبقہ
خاص منافقوں کے لیے اس لیے کہ کھلے کافر صرف کھلے کافر تھے مسلمانوں کو فریب تو نہ دیتے تھے
اور منافق کفر کے علاوہ بھوٹ بھی بولتے تھے اور مسلمانوں کو فریب بھی دیتے تھے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب
منافقین اور اصحابِ ماندہ اور آل فرعون کو ہوگا اور قرآن کریم میں اس کی تصدیق موجود ہے اِنَّ
الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرَجٰتِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ۔ اور اصحابِ ماندہ کے بارہ ہیں ہے فَاِنَّ اَعْدٰیہ
عَذَابًا لَا اَعْدٰیہ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ۔ اور آل فرعون کے بارہ ہیں ہے اَدْخِلُوْا آلَ فِرْعَوْنَ

یعنی کافروں سے دوستی کی مانعت۔

اَمْسَدَ الْعَذَابِ (تفسیر قرطبی ص ۲۵۷)

اور اسے مخاطب تو ان منافقین کے لیے ہرگز کوئی مددگار نہ پائے گا جو ان کو بچنے کے طبقے سے نکال سکے مگر ہاں ان میں جو لوگ نفاق سے توبہ کر لیں اور اپنے عقائد اور اعمال کی اصلاح کر لیں اور اللہ کے دین کو مضبوط پکڑ لیں یعنی تذبذب اور تردد میں نہ رہیں بلکہ اللہ کی باتوں پر پورا پورا یقین رکھیں اور اپنے دین کو خالص اللہ کے لیے کر دیں یعنی دین سے مقصود محض اللہ کی رضا اور خوشنودی ہو ریاء و نمود اور دنیاوی غرض کا اس میں شائبہ نہ ہو پس ایسے لوگ جنہوں نے نفاق سے پہچنی توبہ کر لی ہے اور عقائد و اعمال کی اصلاح کر لی ہے اور بلا کسی تردد اور تذبذب کے مضبوطی کے ساتھ دین کی رسی کو پکڑ لیا اور اخلاص اور صدق نیت کے ساتھ اللہ کے مطیع اور فرمانبردار بن گئے تو ایسے لوگ جہنم کے کسی طبقے میں نہ ہوں گے بلکہ جنت میں ان مؤمنین کا ملین کے ساتھ ہوں گے کہ جو از اول تا آخر صدق اور اخلاص کے ساتھ ایمان پر قائم رہے اور ہمیشہ ہمیشہ ان کا ایمان نفاق اور ریاء کے شائبہ سے محفوظ رہا۔

یامیہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نفاق سے توبہ کرنے والوں کو مؤمنین کی جماعت میں شمار کرے گا اور عنقریب اللہ تعالیٰ ان مؤمنین صادقین اور مخلصین کو جو از اول تا آخر صدق اور اخلاص کے ساتھ ایمان اور اسلام پر قائم رہے ان کو آخرت میں اجر عظیم دے گا جو ان تائبین کے اجر اور ثواب سے بڑھ کر ہو گا یا یہ معنی ہیں کہ نفاق سے بھی توبہ کرنے والوں کو مؤمنین صادقین اور عباد مخلصین کے ساتھ اجر اور ثواب میں شریک کر دیا جائے گا۔

مَا يَفْعَلُ اللَّهُ بِعَذَابِكُمْ إِنْ شَكَرْتُمْ وَآمَنْتُمْ

کیا کرے گا اللہ تم کو عذاب کر کے اگر تم حق مانو اور یقین رکھو

وَكَانَ اللَّهُ شَاكِرًا عَلِيمًا ﴿۱۳۵﴾

اور اللہ قدر دان ہے سب جانتا

عنه قال العارف المہاشی فاولئک یعلو رتبہم بہذہ الامور لا یكونون فی درک من النار فضلا عن الاسفل بل مع المؤمنین المستمرین علی الایمان بلا نفاق فی الجنات تفسیر مہاشی ص ۱۳۵) عنہ قال الفراء معنی فاولئک مع المؤمنین امی من المؤمنین وقال القتی حاد عن کلامہم غضبا علیہم فقال فاولئک مع المؤمنین و لعل یقل ہم المؤمنون (تفسیر قرطبی ص ۲۵۷)

خطاب بسوئے منافقین

قال تعالى مَا يَفْعَلُ اللَّهُ بِعَذَابِكُمْ إِن شَكَرْتُمْ... لے... وَكَانَ اللَّهُ شَاكِرًا عَلِيمًا ۝
 اب آگے منافقین کو خطاب فرماتے ہیں کہ عذاب خداوندی کا دار و مدار کفر اور فسق اور عصیان پر ہے خواہ خواہ اللہ تعالیٰ کسی کو عذاب نہیں دیتے کیا کرے گا اللہ تعالیٰ تم کو عذاب دے گا اگر تم اللہ کے شکر گزار ہو جاؤ اور اللہ پر ایمان لے آؤ اور اللہ تعالیٰ بڑا ہی قدردان اور دانا ہے تمہاری سب باتوں کو جانتا ہے اور تمہارے نیک کاموں کا قدردان ہے تو جو شخص خدا کا شکر گزار اور فرمانبردار اور اطاعت شعار بندہ ہو تو وہ ایسے شخص کو ہرگز عذاب نہ دے گا وہ تو عذاب صرف انہی لوگوں کو دیتا ہے جو پرلے درجہ کے سرکش اور متمرد ہیں اور اسی کا حکم نہیں مانتے اللہ کی یہ شان نہیں کہ وہ ناحق بلا وجہ کسی کو عذاب دے جو جاننے والا اور قدردان ہو وہ بلا وجہ کسی کو عذاب نہیں دے سکتا اور اس سے زیادہ کیا قدر دانی ہوگی کہ ایک نیکی کا ثواب دس گونے لے کر سات سو گونہ اور اس سے زیادہ بھی عطا فرماتے ہیں۔

الحمد لله آج بروز چہار شنبہ ۲۶ شعبان المعظم ۱۳۸۲ھ بوقت سواہین نیچے بین الظہر العصر جامعہ اشرفیہ لاہور مسلم ٹاؤن پارہ پنجم کی تفسیر سے فراغت ہوئی الحمد لله الذی ہدانا لهذا وما كنا لنهتدی لولا ان هدانا الله دینا تقبل منا انک انت السميع العليم وتب علینا انک انت التواب الرحیم آمین یا ارحم الراحمین :-

لَا يُحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالسُّوءِ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا مَنْ ظَلَمَ

اللہ کو خوش نہیں آتا بُری بات کا پکارنا مگر جس پر

ظلم ہو وہ اور اللہ سیمیعاً علیماً ﴿۱۳۸﴾ اِنْ تَبْدُوْا خَيْرًا

نظم ہوا ہو اور اللہ ہے سنتا جانتا اگر تم کھل کر دیکھ بھلائی

أَوْ تَخْفَوْا أَوْ تَعْفُوا عَنْ سُوءٍ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ

یا اس کو چھپاؤ یا معاف کرو برائی کو تو اللہ بھی

عَفُوًّا قَدِيرًا ﴿۱۳۹﴾

معاف کرنے والا ہے مقدور رکھتا

حکم سنی ام
جواز شکایت ظالم برائے مظلوم و فضیلت عفو

قَالَ تَعَالَى لَا يُحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالسُّوءِ اے وَكَانَ اللَّهُ عَفُوًّا قَدِيرًا
(در ربط) گزشتہ آیات میں منافقین کے جہلی کج طبعی اور آیات خداوندی میں ان کی طعنہ زنی اور عیب
جوی اور مسلمانوں پر ان کے مظالم بیان کیے گئے اب ان آیات میں یہ نصیحت فرماتے ہیں کہ اللہ
بڑا حلیم و کریم اور ستار العیوب ہے کسی کا عیب ظاہر کرنا اور کسی کی برائی کرنا اور کسی کا پردہ
فاش کرنا پسند نہیں کرتا اسی طرح ہم کو بھی علم اور پردہ پوشی سے کام لینا چاہیے ہاں مگر جس کسی پر
ظلم ہوا ہو سو وہ مظلوم اگر ظالم کی برائی یا زیادتی کا افشا کرے تو کچھ مضائقہ نہیں لیکن اگر معاف
کر دے تو وہ اور بھی بہتر ہے اس لیے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی عادت باوجود قدرت کے خطا کاروں
سے معاف کرنے اور درگزر کرنے کی ہے مگر حق تعالیٰ نے
منافقین کے معایب اس لیے بیان فرمائے کہ یہ بڑے ہی ظالم ہیں
ان کا کید اور مکر عظیم ہے اور ان کا ضرر شدید ہے اللہ کے رسول کو دھوکہ

ابتداء یوم جمعۃ المبارک ۲۸ شعبان ۱۳۸۲ھ بوقت دس بجے دن کے .

دینا چاہتے ہیں اور ہر وقت مسلمانوں کی ایذا رسانی کے درپے رہتے ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو منافقین کے شر اور فتنہ سے آگاہ کرنے کے لیے ان کے معایب اور مثالب بیان کیے پس حق تعالیٰ نے ان ظالموں کے پوشیدہ عیوب اور برائیوں کو علی الاعلان بیان کیا تاکہ مسلمان ان کے شر اور ان کے ظلم و ستم سے محفوظ رہیں اور ان جیسے اخلاق و اعمال سے بھی اجتناب اور پرہیز کریں کما قال تعالیٰ وَلَا يَكُونُوا كَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَاسِقُونَ لہذا مسلمانوں کے لیے جائز ہے کہ ان ظالموں کے مظالم اور معایب کو بیان کریں جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ فاسق اور بدکار کے عیوب کو ظاہر کرنا کہ لوگ اس سے احتیاط اور پرہیز کریں مطلب یہ ہوا کہ جس ظالم کا ضرر شدید ہو اور اس کا کید اور مکر عظیم ہو تو اس کے فضائح اور قبائح کے اعلان اور اظہار میں کوئی حرج نہیں خلاصہ کلام یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان ظالم منافقوں کی برائیاں اس لیے بیان فرمائیں تاکہ لوگ ان کی شرارتوں سے آگاہ اور باخبر ہو جائیں اور ان کے شر اور ضرر سے محفوظ ہو جائیں اور اپنے آپ کو ان جیسے اخلاق اور اعمال سے بچائیں اور ان ظالموں نے مسلمانوں پر حد سے زیادہ ظلم و ستم کیا ہے اور ظلم کی کوئی حد باقی نہیں چھوڑی لہذا مسلمانوں کے لیے جائز ہے کہ ان ظالموں کے مظالم اور معایب کو ظاہر کریں حاصل یہ ہے کہ ہم کو ظالم کے ظلم کی پردہ درسی اور شکایت کا جواز بیان کرنا مقصود تھا اس لیے ہم نے ان منافقوں کی برائیاں بیان کیں (تفسیر کبیر ص ۴۹۹ اور تفسیر البحر المحیط ص ۳۸۲)

یہ یوں کہو کہ اللہ تعالیٰ نے گذشتہ آیات میں منافقین کے عیوب بیان کیے مگر نام کسی کا نہیں لیا اس لیے کہ اللہ کو یہ ناپسند ہے کہ کسی کا نام لے کر اس کا عیب بیان کیا جائے ہاں اگر مظلوم اپنے ظالم کا نام لے کر اس کا عیب بیان کرے اور اس کی شکایت کرے تو یہ جائز ہے ظالم کی شکایت داخل غیبت نہیں سمجھی جائے گی کیونکہ بغیر ظالم کا نام لے ہوئے مظلوم چارہ جوئی نہیں کر سکتا اور اسکے علاوہ اور بھی بعض صورتیں ہیں جن میں غیبت روا ہے تفصیل کے لیے احیاء العلوم ص ۱۲۲ و شرح احیاء العلوم للزمبیدی ص ۵۵ ج ۲ کو دیکھیں۔

اور یہ حکم شاید یہاں اس لیے بیان فرمایا کہ مسلمان کو چاہیے کہ کسی منافق کا نام مشہور نہ کرے اور علی الاعلان اس کو بدنام نہ کرے اصل مقصود نصیحت ہے نہ کہ فحیبت اس لیے حق تعالیٰ نے مبہم طریقہ سے منافقین کا حال بیان فرمایا اور کسی کا نام نہیں لیا شاید منافق اس مبہم نصیحت سے سمجھ جائے اور ہدایت پا جائے اور منافق اس پردہ پوشی کو دیکھ کر مخلص صادق بن جائے ہدایت اور اصلاح کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ بغیر کسی کا نام لیے اجمالی طور پر معایب اور اعمال قبیحہ اور ان کے مفسد اور ان کی خرابیوں

کو بیان کیا جلسے تاکہ لوگ آگاہ ہو جائیں اور نام کسی کا نہ لیا جائے شاید اس پردہ پوشی کو دیکھ کر وہ مجرم اور بدکار اپنے دل میں شرمندہ ہو اور ہدایت پر آجائے اور ممکن ہے کہ بدنام کرنے سے اس کا دل اور سخت ہو جائے اور پہلے سے زیادہ بے باک ہو جائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی طریقہ تھا کہ کسی کا نام لے کر نہیں فرماتے تھے۔

یایوں کہو کہ گزشتہ آیات میں منافقوں کی بری عادتوں کا ذکر فرمایا اور حدیث میں ہے کہ منافق کی ایک عادت یہ ہے کہ وہ لڑائی اور جھگڑے کے وقت منہ سے گالی نکالتا ہے اس لیے اس آیت میں مسلمانوں کو ہدایت کی جاتی ہے کہ زبان سے بری بات نہ نکالیں مگر مظلوم کیلئے جائز ہے کہ وہ ظالم کی بقدر ظلم کے داجبی شکایت زبان سے نکال سکتا ہے اور اگر مظلوم معاف کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف کر دے گا۔

یایوں کہو کہ گزشتہ آیت **إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا** الخ میں یہ بیان تھا کہ بدکار اور گنہگار توبہ کے بعد مؤمنین کا ملین کے زمرہ میں داخل ہو جاتا ہے اب اس آیت میں یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ توبہ کے بعد گزشتہ نفاق اور مکرو فریب اور دیگر عیوب کا ذکر کر کے طعن و تشنیع کرنا اور اس کو برا بھلا کہنا روا نہیں ہاں مظلوم کو بقدر ظلم و ستم اپنے ظالم کو برا کہنا جائز ہے حدیث میں ہے ان لصاحب الحق مقالا رواہ احمد صاحب حق کو کہنے اور بولنے کی گنجائش ہے۔

(تفسیر کبیر ص ۴۹ ج ۳)

یایوں کہو کہ گزشتہ آیت میں یہ فرمایا تھا **مَا يَفْعَلُ اللَّهُ بِعَذَابِكُمْ إِن شَكَوْتُمْ** یعنی اللہ تعالیٰ کسی کو بلا وجہ عذاب دینا پسند نہیں کرتے اب اس آیت میں یہ فرماتے ہیں کہ اللہ کو یہ بھی پسند نہیں کہ کسی کو برا بھلا کہا جائے مگر مظلوم کو اجازت ہے کہ وہ بقدر ظلم کے زبان سے کچھ کہہ دے لیکن وہ بھی اگر معاف کر دے تو بہت اچھا ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ عفو مقدم ہے باوجود قدرت کے معاف کرتا ہے۔

یایوں کہو کہ گزشتہ آیت **وَكَانَ اللَّهُ شَكْرًا عَلِيمًا** میں اس طرف اشارہ تھا کہ اللہ تعالیٰ شکر کے اعلان اور اظہار کو پسند کرتے ہیں اب اس آیت میں اس کی ضد کو بیان فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ برائی کے اعلان اور اظہار کو ناپسند کرتے ہیں دیکھو حاشیۃ الشہاب خفاجی علی تفسیر البیضاوی ص ۱۹ ج ۳ - وروح المعانی ص ۶۰۔

یایوں کہو کہ اللہ تعالیٰ اپنے شکر گزار بندوں کو عذاب نہیں دیتا اللہ تعالیٰ تو ان لوگوں کو عذاب دیتا ہے جو بجاے شکر کے اس کی شکایت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ تو مخلوق کی شکایت کو بھی پسند نہیں کرتے اس لیے کہ اللہ نہیں پسند کرتا بری بات کے افشاء اور اظہار کو یعنی اللہ کو یہ پسند نہیں کہ کسی کی برائی کو ظاہر کیا جائے مگر مظلوم کو اپنے ظلم و ستم کے اظہار اور بیان کی اجازت ہے کہ بغیر اس کے اس کو چارہ نہیں لہذا اگر مظلوم اپنے ظالم کی شکایت کرے تو

وہ گناہ نہیں جمانا چاہیے کہ جہر سے آواز بلند کرنا مراد نہیں بلکہ مطلق اظہار مراد ہے اگرچہ آواز بلند نہ ہو اور ہے اللہ سننے والا جاننے والا وہ مظلوم کی دعا کو سنتا ہے اور اس کو معلوم ہے کہ ظالم نے کتنا ظلم کیا ہے اور وہ کتنی سزا کا مستحق ہے اگرچہ مظلوم اپنی زبان سے کچھ نہ کہے اور اس کو یہ بھی معلوم ہے کہ مظلوم کی شکایت ظالم کے ظلم کی مقدار کے مطابق ہے یا اس سے زیادہ ہے پھر آگے یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگرچہ مظلوم کو شکایت کی اجازت ہے مگر برائی کرنے والے کے ساتھ احسان یا عفو کا معاملہ خدا کے یہاں اس سے کہیں زیادہ محبوب ہے اگر تم برائی کرنے والے کے ساتھ کوئی بھلائی کرو خواہ اس بھلائی کو ظاہر کرو یا چھپاؤ تو یہ بہت بلند مقام ہے کما قال تعالیٰ اَدْفَعْ بِالَّتِي هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ یا برائی سے درگزر کرو لیکن معاف کر دو تو یہ اہل ہمت کا مقام ہے اور تخلُّق باخلاق الیہ ہے اس لیے کہ بے شک اللہ بڑا معاف کرنے والا ہے قدرت والا ہے قدرت کے بعد عفو اللہ کی خاص صفت ہے تمہیں چاہیے کہ اللہ کی اس صفت اور عادت کا اتباع کرو عفو لذیست کہ در انتقام نیست۔

اور ایک اثر یہ ہے کہ حاملان عرش اللہ کی تسبیح کرتے ہیں بعض ان میں سے یہ کہتے ہیں سبحانک علی حملک بعد علمک اور بعض یہ کہتے ہیں سبحانک علی عفوک بعد قدرتک۔

حق تعالیٰ نے اس آیت میں تین مرتبے بیان فرمائے اول یہ کہ انتقام جائز فائدہ ہے کما قال تعالیٰ وَالَّذِينَ إِذَا اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَقِمُونَ وَلَمَّا اُنْصَرَفَ بَعْدَ ظُلْمِهِمْ قَالُوْا لَوْلَا مَا عَلَيْنَا مِنْ سَبِيلٍ يَهْ ضَعْفَار کی شان ہے دوم عفو یعنی معاف کر دینا یہ اہل ہمت کی شان ہے سوم برائی کرنے والے کے ساتھ سلوک اور احسان یہ اہل عزم اور کامبین کا مقام ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ

جو لوگ اللہ سے اور اس کے رسولوں سے

وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهِ

اور چاہتے ہیں کہ فرق نکالیں اللہ میں اور اس کے رسولوں

وَيَقُوْلُوْنَ نُوْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ

میں اور کہتے ہیں ہم مانتے ہیں بعضوں کو اور نہیں مانتے بعضوں کو اور

يُرِيدُونَ أَنْ يُتَّخَذُوا بَيْنَ ذَلِكَ سَبِيلًا ۝ اُولَٰئِكَ

چاہتے ہیں کہ نکالیں پہنچ میں ایک راہ ایسے لوگ

هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا ۖ وَاعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا

وہی ہیں اصل کافر اور ہم نے تیار رکھی ہے منکروں کے واسطے ذلت

مُهِينًا ۝ وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَلَمْ

کی مار اور جو لوگ یقین لائے اللہ پر اور اس کے رسولوں پر اور

يُفَرِّقُوا بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ أُولَٰئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيهِمْ

جدا نہ کیا کسی کو ان میں ان کو دے گا ان کے ثواب

أُجُورَهُمْ ط وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ۝

اور اللہ ہے بخشنے والا مہربان

اہل کتاب کی اعتقادی و عملی قباحتوں و شرارتوں کا ذکر

قال تعالى إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ ... اے ... وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ۝
(رابط) منافقین کے بعد اب اہل کتاب کی قباحتوں اور شرارتوں کا ذکر فرماتے ہیں کیونکہ منافقین زیادہ تر
ہود میں سے تھے یا یہودیوں سے ربط و ضبط رکھتے تھے اس لیے قرآن کریم میں اکثر منافقین اور یہود کا
ذکر اکٹھا ہی فرماتے ہیں دور تک اہل کتاب کی قباحتوں اور شناختوں اور ان کی جہالتوں اور شرارتوں
کا ذکر چلا گیا ہے اس سلسلہ میں حق تعالیٰ نے سب سے پہلے ان کی ایک عظیم قباحت کو بیان فرمایا
وہ یہ کہ یہ لوگ تفریق فی الایمان کے قائل ہیں۔

تفریق فی الایمان

اس آیت میں یہ بیان فرماتے ہیں کہ یہود کے عقائد کفریہ ہیں ان کا سب سے بڑا کفر تفریق فی
الایمان ہے یعنی خدا اور اس کے رسولوں کے درمیان ایمان لانے میں تفریق کرتے ہیں اور تفریق

کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کو ماننے اور رسول کو نہ ماننے جیسے یہود حضرت موسیٰ علیہ السلام وغیرہ کو مانتے ہیں مگر حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہما وسلم کو نہیں مانتے اور نصاریٰ حضرت عیسیٰ کو مانتے ہیں مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں مانتے نصاریٰ تمام انبیاء کو مانتے ہیں مگر خاتم الانبیاء اور اشرف الرسل کے منکر ہیں حق سبحانہ و تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کیا یہ لوگ ایمان اور کفر کے درمیان کوئی دوسرا طریقہ نکالنا چاہتے ہیں حالانکہ ایمان اور کفر کے درمیان کوئی دوسری چیز نہیں نکلی سکتی مقصود یہ ہے کہ اگر مومن بننا چاہتے ہیں تو سب نبیوں پر ایمان لائیں جس نے ایک نبی کا انکار کیا اس نے سارے نبیوں کا انکار کیا کیونکہ ہر نبی پر ایمان لانا فرض ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار تمام انبیاء کی نبوتوں کا انکار ہے اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان تفریق کا ارادہ رکھتے ہوں تو خوب سمجھ لیں کہ وہ اللہ کے نزدیک پکے کافر ہیں جن کے کفر میں کوئی شبہ نہیں چنانچہ فرماتے ہیں تحقیق جو لوگ منکر ہیں اللہ کے یعنی اللہ ہی کو نہیں مانتے اور منکر ہیں اس کے پیغمبروں سے اور یہ چاہتے ہیں کہ تفریق کریں اللہ میں اور اس کے رسولوں میں اور کہتے ہیں کہ ہم بعض پیغمبروں پر ایمان لاتے ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ کفر اور ایمان کے درمیان میں ایک راہ نکالیں ایسے ہی لوگ بلاشبہ پکے کافر ہیں اور منکروں کے لیے ہم نے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے اور برخلاف ان کے جو لوگ ایمان لاتے ہیں اللہ پر اور اس کے سب پیغمبروں پر اور انہوں نے رسولوں کے درمیان ایمان لانے میں کوئی تفریق نہیں کیا ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کا اجر ضرور دیں گے اور ہے اللہ بڑا بخشنے والا بہرہ بان یعنی ایمان کی برکت سے ان کے اعمال کا اجر دیکھا اور گناہوں کو معاف کرے گا۔

یہ آیت پہلی آیت یعنی اُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا کے مقابل ہے مگر اس نکتہ آیت میں اُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا نہیں فرمایا صرف اجر اور ثواب کا ذکر فرمایا وجہ یہ ہے کہ اس آیت میں فقط ایمان کا ذکر ہے اور اعمال صالحہ کا ذکر نہیں اور بغیر اعمال صالحہ کے مومن کامل نہیں ہو سکتا دوسری جگہ ارشاد ہے اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ ذِكْرِ الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ اُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَّهُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَوِيلٌ پس معلوم ہوا کہ جن لوگوں میں یہ صفات فاضلہ پائی جائیں وہ اُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا کے مصداق ہو سکتے ہیں۔

يَسْأَلُكَ أَهْلُ الْكِتَابِ أَنْ تَنزِلَ عَلَيْهِمْ كِتَابًا مِّنْ

آسمان سے

تجھ سے مانگتے ہیں کتاب دے کہ ای براتار لاوے کتاب

السَّمَاءِ فَقَدْ سَأَلُوا مُوسَىٰ أَكْبَرُ مِنْ ذَلِكَ فَقَالُوا

سو مانگ چکے ہیں موسیٰ سے اس سے بڑی چیز ہوسے ہم کو دکھاوے

أَرِنَا اللَّهَ جَهْرَةً فَأَخَذَتْهُمُ الصَّعِقَةُ يُظْلِمُهُمْ ثُمَّ

اللہ کو سامنے بھر ان کو پکڑا بجلی نے ان کے گناہ پر بھر

اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنَاتُ

بنا لیا عجل نشانیاں پہنچے پہنچے بھر ہم نے وہ بھی

فَعَفَوْنَا عَنْ ذَلِكَ وَأَتَيْنَا مُوسَىٰ سُلْطٰنًا مُّبِينًا ﴿۱۵۲﴾

معاف کیا اور دیا موسیٰ کو غلبہ صریح

وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّورَ بِمِيثَاقِهِمْ وَقُلْنَا لَهُمْ

اور ہم نے اٹھایا ان پر پہاڑ ان کے قول لینے میں اور ہم نے کہا

ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوا فِي

داخل ہونے دروازے میں سجدہ کر کہ اور ہم نے کہا ان سے زیادتی مت کرو

السَّبْتِ وَآخَذْنَا مِنْهُمْ مِيثَاقًا غَلِيظًا ﴿۱۵۳﴾ فَبِمَا

ہفتہ کے دن اور ان سے لیا قول گاڑھا سو ان کے

نَقَضْتُمْ مِيثَاقَهُمْ وَكُفِّرْهُمْ بِآيَاتِ اللَّهِ وَقَتَّلْتُمْ

قول توڑنے پر اور منکر ہونے پر اللہ کی آیتوں سے اور خون کرنے پر

الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَقَوْلِهِمْ قُلُوبُنَا غُلْفٌ ط بَلْ

پیغمبروں کا ناحق اور اس کہنے پر کہ ہمارے دل پر غلاف ہے کوئی نہیں

طَبَعَ اللَّهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿۱۵۴﴾

پر اللہ نے ہر کی ہے ان پر مارے کفر کے سولہ نہیں لاتے مگر کم

وَبَكَّرَهُمْ وَقَوْلِهِمْ عَلَى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيمًا ۝۱۵۹

اور ان کے کفر پر اور مریم پر بڑا طوفان برسنے پر

وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ

اور اس کہنے پر کہ ہم نے مارا مسیح عیسیٰ مریم کے بیٹے کو

رَسُولَ اللَّهِ ۚ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِن

جو رسول تھا اللہ کا اور نہ اس کو مارا ہے اور نہ اس کو سولی پر چڑھایا ہے لیکن

شِبْهَ لَهُمْ ۖ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي

وہی صورت بن گئی ان کے آگے اور جو لوگ اس میں کئی باتیں نکالتے ہیں وہ اس جگہ

شَكٍّ مِّنْهُ ۖ مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ

شبہ میں پڑے ہیں کچھ نہیں ان کو اس کی خبر مگر اٹکل پر چلنا

الظُّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا ۝۱۶۰ بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ ۖ

اور اس کو مارا نہیں بے شک بلکہ اس کو اٹھالیا اللہ نے اپنی

وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۝۱۶۱

طرف اور ہے اللہ زبردست حکمت والا

بیان دیگر ذمائم اہل کتاب

قَالَ تَعَالَى يَسْأَلُكَ أَهْلُ الْكِتَابِ أَنْ تُلْقِيَ عَلَيْهِمْ إلخ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۝
(ربط) گذشتہ آیت میں اہل کتاب کی عظیم شناعیت یعنی تفریق فی الایمان کو بیان کیا اب یہاں
سے اہل کتاب کی دوسری قباحتوں اور شناعتوں کو اور ان پر جو عقوبتیں اور مصیبتیں نازل ہوئیں
ان کو قدرے تفصیل کے ساتھ بیان فرماتے ہیں (اسے بنی) اہل کتاب یعنی یہود آپ سے یہ درخواست
کرتے ہیں کہ آپ ان پر ایک کتاب آسمان سے اتار لاویں جس کو آسمان سے اترتے ہوئے ہم

بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں جیسا کہ کعب بن اشرف اور فحاص بن عازر اور غیرہ علماء یہود نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ اگر آپ واقعی بنی ہیں تو ایک ہی دفعہ ایک لکھی ہوئی پوری کتاب آسمان سے ہم پر اتارو اور ایک روایت میں ہے کہ یہ کہا کہ ہم آپ کے ہاتھ پر جب بیعت کریں گے کہ جب فلاں اور فلاں شخص کے نام اللہ کی طرف سے یہ تحریر آجائے کہ آپ اللہ کے رسول اور بنی آخر الزمان ہیں اور یہ قرآن اللہ کا کلام ہے حالانکہ یہ لوگ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دلائل نبوت اور اعجاز قرآنی کا مشاہدہ کر چکے ہیں ان کی یہ درخواست تحقیق حق کے لیے نہیں محض ضد اور عناد پر مبنی ہے بالقرض اگر ان کی یہ درخواست پوری کر دی جائے تو کل کو اور اسی قسم کی درخواست کریں گے اس لیے حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں کہ اسے ہمارے نبی پس آپ ان کے اس قسم کے معاندانہ اور متکبرانہ سوالات سے تعجب نہ کیجیے اس لیے کہ تحقیق ان کے اسلاف موسیٰ علیہ السلام سے اس سے بڑھ کر درخواست کر چکے ہیں چنانچہ انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے یہ کہا تھا کہ ہمیں اللہ کو کھلم کھلا دکھلا دو یعنی ضد اور عناد اور کٹ جمتی ان کی قدیمی اور موروثی عادت ہے ان کے آباء و اجداد موسیٰ علیہ السلام سے اس سے بڑھ کر درخواست کر چکے ہیں کیونکہ کتاب الہی کا دنیا میں آسمان سے نازل ہونا فی حد ذاتہ ممکن ہے مگر دنیا میں بلا کسی جواب اور پردہ کے علانیہ اور آشکارا طور پر دیدار خداوندی ناممکن اور محال ہے پس اس گستاخی کی وجہ سے بجلی نے ان کو آپکڑا اور آٹا خاناً سب کو ہلاک کر ڈالا لیکن موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے خدا نے ان کو دوبارہ زندہ کیا مقصود اس آیت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا ہے کہ آپ ان کے سوال کی پرواہ نہ کیجیے ضد اور عناد ان کی سرشت میں رکھا ہوا ہے کسی طور پر بھی حق کی طرف آنا نہیں چاہتے اگر ہم آج ان کی یہ درخواست پوری بھی کر دیں تو اور کوئی حیلہ نکال کھڑا کریں گے جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کے معجزات میں ہمیشہ شبہ نکالتے رہے اور اس سے ان کے شبہ مذکورہ کا جواب اس طرح ہوا کہ یہ سب تمہارے جیسے بہانے ہیں اگر ایک مرتبہ کتاب کامل جانا بیچ ہونے کی دلیل سمجھتے ہیں تو موسیٰ علیہ السلام سے جن کو ایک ہی مرتبہ توریت مل گئی تھی یہ سوال کیوں کیا تھا کہ ہم کو اللہ پاک کا دیدار کرا دو تب یقین کریں گے ان کو تو کتاب ایک ہی دفعہ ملی تھی یقین کے واسطے کیوں کافی نہ ہوئی پھر اس گستاخانہ درخواست سے بڑھ کر ایک اور حرکت کر چکے ہیں وہ یہ کہ انہوں نے پھر طے کو معبود بنالیا بعد اس کے کہ ان کے پاس حق تعالیٰ کی توحید اور موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے واضح اور قطعی دلائل آپکے تھے پھر جب انہوں نے توبہ کی تو ہم نے ان کا قصور معاف کر دیا اور عبادت عجل یعنی گو سالہ پرستی کو دیدار خداوندی کی درخواست سے بڑھ کر اس لیے فرمایا کہ رؤیت خداوندی تو فقط دنیا ہی میں محال ہے اور آخرت میں ممکن ہے مگر غیر اللہ کا معبود ہونا تو ہر زمان اور ہر مکان میں قطعاً ناممکن اور محال ہے مطلب یہ ہے

کہ جن لوگوں نے معجزات اور دلائل و انعامات کے دیکھنے کے بعد بھی ایک احمق حیوان یعنی پتھر کے اپنا معبود بنالیا ان سے ہدایت اور ایمان کی کیا توقع کی جاسکتی ہے جب کسی کو احمق اور کو دن بٹلانا ہوتا ہے تو یہ کہتے ہیں کہ یہ تو حیوان ہے اور یہ تو بیل ہے بیل اور پتھر حماقت میں ضرب المثل ہے پس جس قوم نے ایک احمق حیوان کو اپنا معبود بنایا حماقت کا اندازہ لگا لو کہ احمق معبود کے بندے کیسے ہونگے باقی مفصل قصہ سورۃ بقرہ میں گزر چکا ہے وہاں دیکھ لیا جائے اور فغفونا عن ذنابہم سے مقصود یہ ہے کہ اگر یہ لوگ اب بھی اپنے ناشائستہ سوال اور شرارتوں سے توبہ کریں تو ہم ان کا بھی قصور معاف کر دیں گے اور دیا ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کھلا غلبہ یعنی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو ایسے معجزات قاہرہ عطا کیے جنکو دیکھ کر فرعون جیسا عنکبوت بھی ڈر گیا تو یا کہ یہ آیت بنی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بشارت ہے کہ آپ ان لوگوں کی سرکشی سے شکستہ دل نہ ہوں موسیٰ علیہ السلام کی طرح آپ کو بھی اللہ تعالیٰ ان سرکشوں پر غلبہ عنایت کرے گا اور آپ کے دشمن ہلاک ہوں گے اور جب یہود نے احکام تورات کے قبول کرنے سے انکار کر دیا تو ہم نے ان کے سروں پر کوہ طور کو اٹھا کر معلق کھرا کر دیا ان سے سختہ عہد اور پیمانہ لینے کے لیے جب بنی اسرائیل نے توریت کے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ اس کے احکام سخت ہیں ہم سے ان تمام احکام پر عمل نہیں ہو سکے گا تو خدا تعالیٰ نے کوہ طور کو اکھاڑ کر ان کے سروں پر معلق کھرا کر دیا اور فرمایا کہ قبول کرتے ہو تو کوہ دور نہ ابھی تم پر پہاڑ گر دیا جائے گا اور سب کچلے جاؤ گے تب مجبور ہو کر اس کو قبول کیا اور کہا کہ بہت اچھا آپ کا حکم ہم کو منظور ہے ہماری توبہ ہم کبھی خدا کے حکم کے خلاف نہیں کریں گے کما قال تعالیٰ وَإِذْ نَسْنَا لَئِیْلَ فَوْقَهُمْ كَأَنَّهُ ظُلَّةٌ وَظَنُّوا أَنَّهُ وَاقِعٌ بِهِمْ خُذُوا مَا آتَيْنَاکُمْ الْأَیْمَةَ مفصل قصہ سورۃ اعراف میں مذکور ہے اور ہم نے ان کے غرور اور سرکشی کو توڑنے کیلئے یہ حکم دیا کہ شہر ایلیاء کے دروازہ میں خشوع اور خضوع اور نیاز مندی کے ساتھ سر جھکائے ہوئے داخل ہونا مگر ان سرکشوں نے اس حکم کو بھی نہ مانا اور بجائے سر جھکانے کے سرین کے بل گھسیٹتے ہوئے شہر میں داخل ہوئے اللہ تعالیٰ نے ان پر طاعون مسلط کیا جس میں قریب ستر ہزار کے مر گئے اور ہم نے ان کو یہ حکم بھی دیا کہ ہفتہ کے دن میں تعدی اور زیادتی نہ کرنا یعنی ہفتہ کے دن پھیلوں کا شکار نہ کرنا کہ وہ تم پر حرام ہے اور خدا کے اس حکم سے تجاوز نہ کرنا اور ہم نے ان سے سختہ عہد لیا مگر ان بدعہدوں نے حیلہ اور بہانہ سے اللہ کے صریح حکم اور سختہ عہد کو توڑا جس کا مفصل قصہ سورۃ اعراف میں مذکور ہے وَاسْأَلْهُمْ عَنِ الْقَرْیَةِ الَّتِیْ کَانَتْ حَاضِرَةً الْبَحْرِ یہاں تک قدرے یہود کی شرارتوں اور سرکشیوں کو بیان کیا اب آگے یہود کا مورد غضب اور محل لعنت اور مستحق ذلت و مسکنت ہونا بیان کرتے ہیں پس ہم نے ان باتوں کی وجہ سے جن کو ہم ذکر کرتے ہیں یہود پر لعنت کی اور ان کو اپنی رحمت سے دور کر دیا ان کے اپنے سختہ عہد و پیمان کے توڑنے کی وجہ سے ان پر لعنت کی اور اللہ کی آیتوں کے نہ ماننے کی وجہ سے بھی اور

ہے اور تکذیب اس طرح لازم آئی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات سے حضرت مریم کی برائت اور نراہمت ظاہر ہو چکی ہے اب اس کے بعد کسی پر تہمت لگانا برائت اور نراہمت کا صاف انکار کرنا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مقتول و مصلوب ہونے کی تردید

اور نیز ان کے اس قول کی وجہ سے کہ جو بطور فخر کہتے تھے تحقیق ہم نے مار ڈالا مسیح کو یعنی مریم کے بیٹے عیسیٰ کو جو رسول کہلاتا تھا اللہ کلان پر لعنت کی اول تو ان کا کہنا دلیل ہے عداوت کی اور انبیاء کرام کی عداوت بلاشبہ کفر ہے اور پھر اس کفر پر فخر کرنا کفر بالاسئے کفر ہے پس ان تمام وجوہ مذکورہ کی بنا پر ہم نے یہودیہ لہتیں اور مصیبتیں نازل کیں اور ذلت اور مسکنت کی ہر ان پر لگائی۔

ف یہودیہ عیسیٰ علیہ السلام کو رسول اللہ نہیں مانتے تھے مگر اس مقام پر ان کا رسول اللہ کہنا بطور تمسخر تھا جیسے فرعون نے کہا تھانے دَسُوْا لَکُمُ الَّذِیْنَ اَرْسَلْنَا بِکُمْ مِّنْجُنُوْدٍ اور جیسے کفار مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور تمسخر اس طرح خطاب کیا کہ تَصْنَعُ یٰۤاٰیُّہَا الَّذِیْ نُوَالِّ عَلَیْہِ الَّذِیْکُمْ اِنَّکُمْ لَمَنْجُنُوْدٌ اس طرح یہود نہایت فخر سے طنزاً کہا کرتے تھے کہ ہم نے عیسیٰ بن مریم کو جو خدا کے رسول ہونے کا دعویٰ کرتے تھے قتل کر ڈالا اب آئندہ آیت میں ان کے دعوائے قتل و صلب کی تکذیب فرماتے ہیں اور یہودیہ بے یہود کا یہ دعویٰ اور ان کا یہ قول کہ ہم نے عیسیٰ بن مریم کو قتل کر ڈالا بالکل غلط ہے اس لیے کہ یہودیہ نے نہ تو عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کیا اور نہ ان کو سولی پر چڑھایا لیکن ان کے لیے ایک دوسرا شخص حضرت عیسیٰ کے مشابہ اور ہم شکل بنا دیا گیا اور اسی ہم شکل کو انہوں نے عیسیٰ سمجھ کر سولی پر چڑھا دیا مطلب یہ ہے کہ بظاہر جو قتل اور

مصلوب اشارہ اس طرف ہے کہ شبہ کا نائب فاعل ضمیر مستتر ہے کہ جو شخص مقتول و مصلوب کی طرف لاجع ہے اس لیے کہ یہ الفاظ یعنی وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَّبُوْهُ اسباب پر دلالت کرتے ہیں کہ کسی شخص کو قتل کرنا اور صلیب پر چڑھانا چاہتے ہیں اس لیے شبہ کی اسناد شخص مقتول و مصلوب کی طرف نہایت درست ہوئی چنانچہ شیخ جلال الدین سیوطی نے اسی کو اختیار فرمایا ہے (حاشیہ محل علی الجلالین ص ۵۳) اور امام قرطبی فرماتے ہیں قوله تعالیٰ وَلَکِنْ شَبَّہَ لَہُمْ اِسْمَ الْقَتْلِ شَبَّہَ علی غیبرہ کما تقدروا فی آل عموام (تفسیر قرطبی ص ۶ ج ۶) اور مزید تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ لطائف و معارف کے ذیل میں آئیگی ۱۲۔

صلب پیش آیا ہے اس کا عیسیٰ علیہ السلام سے کوئی تعلق نہیں بلکہ اس کا تعلق ایک دوسرے شخص سے ہے جو من جانب اللہ اُن کے ہم شکل بنا دیا گیا تھا اور تحقیق جن لوگوں نے حضرت عیسیٰ کے بارہ میں اختلاف کیا البتہ وہ لوگ حضرت عیسیٰ کی طرف سے شک اور شبہ میں پڑے ہوئے ہیں ان لوگوں کو حضرت عیسیٰ کے اصل حال کا کوئی علم نہیں صرف اُنکل کی پیروی کر رہے ہیں خود اُن کو بھی حضرت عیسیٰ کے قتل کیے جانے اور سولی پر چڑھائے جانے کا یقین نہیں اس لیے کہ علماء یہود و نصاریٰ کے نزدیک یہ امر مسلم ہے کہ حضرت مسیح کی گرفتاری کے وقت حواری تو سب بھاگ گئے تھے اور یہودی جو گرفتار کرنے کے لیے گئے تھے وہ حضرت مسیح کو پہچانتے نہ تھے پس مسیح کی صحیح خبر نہ ان کو اور نہ ان کو سب شک میں ہیں یقین کسی کو بھی نہیں بلکہ جس وقت انہوں نے اپنی دانست میں عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کیا اسی وقت سے شک میں ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا عروج آسمانی و رفع جسمانی

اور خوب سمجھ لو کہ یقیناً انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل نہیں کیا بلکہ البتہ اور یقیناً اور قطعی بات یہ ہے کہ جس وقت وہ لوگ حضرت عیسیٰ کے قتل اور صلب کا ارادہ ہی کر رہے تھے تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ صبح سالم بذریعہ فرشتہ اپنی طرف اٹھایا یعنی آسمان پر اٹھا لیا تاکہ اُن کے قتل اور صلب کا امکان ہی ختم ہو جائے یہود حضرت عیسیٰ کے قتل کے درپے تھے اللہ تعالیٰ نے قتل کے مقابلہ میں رفع کو ذکر فرمایا جس کا مطلب یہ ہے کہ قتل و صلب واقع نہیں ہوا بلکہ قتل اور صلب کے بدلہ میں رفع الی السماء واقع ہوا یہود کا دعوائے قتل یعنی اِنَّا قَتَلْنَاهُ سے حضرت مسیح کی موت کو ثابت کرنا تھا اللہ تعالیٰ نے بَلْ رَفَعْنَاهُ سے اس کے بالمقابل ان کی حیات کو ثابت کیا پس معلوم ہوا کہ بَلْ رَفَعْنَاهُ میں رفع جسمانی مراد ہے اس لیے کہ یہود حضرت مسیح کے جسم کے قتل اور صلب کے مدعی تھے اللہ تعالیٰ نے اس کی تردید اور ابطال کے لیے بَلْ رَفَعْنَاهُ الَیْہِ فرمایا یعنی تم غلط کہتے ہو کہ تم نے ان کو قتل کر دیا یا صلیب پر چڑھایا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے جسم کو صحیح سالم آسمان پر اٹھا لیا گذشتہ آیت میں جس چیز کے قتل اور صلب کی نفی کی گئی تھی اس آیت یعنی بَلْ رَفَعْنَاهُ الَیْہِ میں اسی چیز کا رفع الی السماء یعنی اوپر اٹھایا جانا بیان فرمایا مزید تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ لطائف و معارف کے ذیل میں آئیگی

حق جل شانہ نے اس آیت میں یہود کے ملعون ہونے کے اسباب بیان

نکتہ اول | کیے ہیں جن میں ایک سبب یہ ذکر فرمایا وَقَتْلُہُمْ الْأَنْبِیَاءَ بِغَیْرِ حَقٍّ یعنی انبیاء کو قتل کرنے کی وجہ سے ملعون اور مغضوب ہوئے اور ایک سبب یہ بیان فرمایا وَقَوْلُہُمْ

اَنَا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى بَنَ مَرْيَمَ يَعْنِي يَهُودَ کا حضرت عیسیٰ کے بارہ میں صرف یہ کہنا کہ ہم نے اُن کو قتل کر ڈالا ان کی لعنت کا سبب بن گیا معلوم ہوا کہ اُن سے سوائے اس قول کے کوئی ناشائستہ فعل سرزد نہیں ہوا ورنہ اگر اُن سے کوئی اور فعل سرزد ہوا ہوتا مثلاً پکڑنا یا سربر کمانوں کا تاج رکھنا اور منہ پر تھوکنا اور منہ پر طمانچے مارنا تو اسباب لعنت ہیں ان ناشائستہ امور کو ضرور ذکر کیا جاتا اور صرف اس زبانی قول کے ذکر پر اکتفا نہ کیا جاتا ایسے موقعہ میں صرف دعوائے قتل کو تو نقل کرنا اور جو جرائم و ذمائم اس سے ہزار درجہ بڑھ کر ہوں اُن سے سکوت کرنا سمجھ میں نہیں آتا یہود چونکہ قتل انبیاء کے دعوے میں صادق تھے اس لیے حق تعالیٰ نے اس بارہ میں اُن کی کوئی تردید نہیں کی اور نہ اس معاملہ میں کسی شک اور اشتباہ کا ذکر فرمایا صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معاملہ میں اُن کے دعوئے قتل کو وَقَوْلِهِمْ اَنَا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ کے عنوان سے ذکر کیا اور پھر شد و مد سے اُن کے قول کی تردید کی اور اُن کے لیے شک اور اشتباہ کو بیان کیا

نیز اس آیت میں حضرت مسیح کے دعوئے قتل کو ذکر کر کے بل رفعہ اللہ فرمایا **نکتہ دوم** اور گزشتہ آیت میں انبیاء سابقین کے قتل کو بیان کر کے بَلْ رَفَعَهُمُ اللَّهُ إِلَيْهِ نہیں فرمایا حالانکہ قتل کے بعد انبیاء کرام کی ارواح طیبہ بلاشبہ آسمان پر اٹھائی گئیں معلوم ہوا کہ صرف حضرت عیسیٰ جسم سمیت آسمان پر اٹھائے گئے۔

ابتداء میں قتل اور صلب کو علیحدہ علیحدہ ذکر فرمایا اور فرداً فرداً ہر ایک **نکتہ سوم** کی نفی کی مگر چونکہ یہود کا اصل مقصد قتل تھا اس لیے اخیر کلام میں فقط قتل کی نفی کا اعادہ فرما کر رفع الی السماء کو ثابت کیا اور اس طرح فرمایا وَمَا صَبَّوْهُ بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ (عقیدۃ الاسلام ص ۱۷۷)۔

اور اُن کے آسمان پر اٹھائے جانے کو مستبعد نہ سمجھو اس لیے کہ ہے اللہ غالب اور حکمت والا اس کی قدرت کے اعتبار سے آسمان اور زمین سب برابر ہیں اور اس کا کوئی فعل حکمت اور مصلحت سے خالی نہیں اس نے اپنی کسی حکمت کی بنا پر کسی شخص کو حضرت عیسیٰ کے ہمشکل بنا کر ان کی جگہ قتل کرا دیا اور حضرت عیسیٰ کو زندہ آسمان پر اٹھایا اور آسمان میں ان کو دشمنوں سے محفوظ کر دیا رہا یہ امر کہ کیا خدا زمین پر حفاظت نہیں کر سکتا حفاظت کے لیے رفع الی السماء کا طریقہ کیوں اختیار کیا اس میں کیا حکمت ہے سو اس کا علم سوائے خداوند علیم و حکیم کے کسی کو نہیں یہ سوال تو ہر طریقہ حفاظت میں جاری ہو سکتا ہے کیا کوئی یہ بتلا سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے مدینہ اور ابراہیم علیہ السلام کو عراق سے شام لے جانے کی کیا ضرورت تھی کیا اللہ اس پر قادر نہ تھا کہ ان کو اپنے وطن عزیز ہی میں رہنے دیتا اور وہیں اُن کی حفاظت فرماتا اس طرح کے ہزاروں سوال ہو سکتے ہیں جس کا

جواب حافظ شیرازی نے دیا ہے کہ
حدیث از مطرب دنی گو در از دھر کمتر جو ۛ کہ کس نہ کشود نہ کشاید بحکمت ایں مھارا

وَأَنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ

اور جو فرقہ ہے کتاب والوں میں سو اس پر یقین لادیں گے اس کی

مَوْتِهِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ

موت سے پہلے اور قیامت کے دن ہوگا ان کا

شَهِيدًا ۝۱۵۹

بتانے والا

نزول عیسیٰ علیہ السلام

یعنی انکے نزول جسمانی اور آمد ثانی کی خبر بہجت اثر

قال اللہ تعالیٰ وَأَنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا
یہاں تک اللہ تعالیٰ نے یہود کے قبائح اور فواحش کو بیان کیا اور یہ بتلایا کہ یہود حضرت مسیحؑ کے ساتھ جس ذلت و خواری کا ارادہ رکھتے تھے اس میں وہ سراسر ناکام رہے بجائے ذلت و خواری کے اللہ تعالیٰ نے اُن کو بے مثال عزت و رفعت عطا فرمائی کہ ان کو صبحِ سالم زندہ آسمان پر اٹھالیا اب آئندہ آیات میں حضرت عیسیٰؑ کی ایک اور بڑی عزت کی خبر دیتے ہیں جو ان کو قیامت کے قریب حاصل ہوگی یعنی ان کے نزولِ جسمانی اور آمدِ ثانی کی خبر دیتے ہیں وہ یہ کہ حضرت عیسیٰؑ اخیرِ زمانہ میں قیامت کے قریب خاص شان کے ساتھ آسمان سے نازل ہوں گے اور اس وقت اہل کتاب میں سے کوئی شخص ایسا باقی نہ رہے گا جو حضرت عیسیٰؑ پر حضرت عیسیٰؑ کے مرنے سے پہلے

مسلحہ اشارہ اس طرف ہے کہ قبلِ موتہ کی ضمیر حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام کی طرف راجع ہے جیسا کہ آیت کے سیاق و سباق سے معلوم ہوتا ہے اس لیے کہ وَمَا قَتَلُوهُ اور وَمَا صَلَبُوهُ اور مَا قَتَلُوهُ یَقِیْنًا اور بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ إِلَیْہِ میں تمام ضمائر حضرت عیسیٰؑ ہی کی طرف راجع ہیں اور عبداللہ بن عباسؓ سے بھی باقی انکے صوفیہ

ایمان نہ لے آئے یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابھی آسمان میں زندہ موجود ہیں اور قیامت کے قریب جب یہود میں مسیح دجال ظاہر ہوگا اس وقت عیسیٰ بن مریم آسمان سے اتریں گے اور اترنے کے بعد مسیح دجال کو قتل کریں گے اس وقت یہود و نصاریٰ حضرت عیسیٰ کی نبوت و رسالت پر ایمان لے آئیں گے اور سب پر صحیح حقیقت واضح ہو جائے گی کہ عیسیٰ علیہ السلام خدا اور خدا کے بیٹے نہیں بلکہ اللہ کے برگزیدہ بندہ اور رسول برحق ہیں اور زندہ ہیں مرے نہیں اور یہود جو یہ سمجھتے تھے کہ ہم نے ان کو مار ڈالا وہ بالکل غلط تھا وہ تو خدا کے پاس زندہ تھے یہ دیکھ کر یہود تو اپنی دشمنی اور عداوت سے تائب ہو جائیں گے اور نصاریٰ عقیدۂ ابنیت سے تائب ہو جائیں گے اور سب اہل کتاب اس بات پر ایمان لے آئیں گے کہ قرآن اور حدیث نے جو حضرت عیسیٰ کے زندہ آسمان پر اٹھائے جانے کی اور قیامت کے قریب آسمان سے زندہ نازل ہونے کی خبر دی تھی وہ بالکل حق اور صدق تھی۔

اس آیت میں قبل موتہ کا لفظ اس امر کی قطعی دلیل ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام ابھی فوت نہیں ہوئے بلکہ زندہ ہیں جیسا کہ حن بصریؒ سے مرسل روایت ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان عيسى لم يموت وانه راجع اليكم قبل يوم القيامة (تفسير ابن كثير)
رسول الله صلى الله عليه وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تحقیق عیسیٰ علیہ السلام ابھی تک مرے نہیں اور وہ قیامت کے قریب تمہاری طرف واپس آنے والے ہیں۔

نازل ہونے کے بعد جب سب اہل کتاب ان پر ایمان لے آئیں گے تب اس کے بعد ان کی وفات ہوگی حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں یہ آیت یعنی وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ الْخَبْرُ مضمون کے دوسری آیت وَإِنَّهُمْ لَجُلُودٌ لِّسَاعَةٍ کے مشابہ ہے یعنی جس طرح وَإِنَّهُمْ لَجُلُودٌ لِّسَاعَةٍ میں نزول عیسیٰ علیہ السلام کو قیامت کی علامت بتلایا ہے اسی طرح وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ الْخَبْرُ میں نزول عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ ہے (تفسیر ابن کثیر ص ۵۸۲)

اور قیامت کے دن عیسیٰ علیہ السلام ان پر گواہ ہوں گے یعنی قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہود و نصاریٰ دونوں کے برخلاف گواہی دیں گے یہود کی نسبت یہ کہیں گے کہ انہوں نے میری تکذیب کی اور نصاریٰ کے نسبت یہ کہیں گے کہ انہوں نے میرے حکم کے خلاف مجھے خدا اور خدا کا بیٹا بنایا اور شرک میں مبتلا ہوئے حالانکہ میں نے ان سے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ میں خدا

باسناد صحیح یہی منقول ہے کہ بلکہ اور قبل موتہ کی دونوں ضمیریں عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہیں اور اس کو امام ابن جریر طبری اور حافظ ابن کثیرؒ نے اختیار کیا ہے (فتح الباری ص ۲۵۴ ج ۲)

کا بندہ اور رسول ہوں صرف خدا کی عبادت کرو اور بحق رسالت میری اطاعت کرو یہی سیدھا راستہ ہے مگر انہوں نے میری نصیحت نہیں سنی اسے خداوند عالم میں ان سے بری ہوں اِن تَعَذِّبُهُمْ فَانْتُمْ عِبَادُكَ وَانْ تَخْفَظْ لَهُمْ فَاَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

اس آیت یعنی وَانْ تَخْفَظْ لَهُمْ فَاَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ الخ کی تفسیر میں صحابہ و تابعین و علماء مفسرین کے دو قول ہیں ایک قول (تو یہ ہے کہ یٰوَسَّیٰ کی ضمیر تو کتابی کی طرف راجع ہے اور بہ اور قبل موتہ کی دونوں ضمیریں عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہیں اس صورت میں آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ زمانہ آئندہ میں جب عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے اس وقت اہل کتاب میں سے کوئی شخص ایسا نہ رہے گا کہ جو حضرت عیسیٰؑ پر حضرت عیسیٰؑ کے مرنے سے پہلے ایمان نہ لے آئے پس اس آیت میں اہل کتاب سے اس زمانہ کے اہل کتاب مراد ہوں گے جو حضرت عیسیٰؑ کے نزول من السما کے وقت موجود ہوں گے۔

اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی باسناد صحیح یہی منقول ہے کہ بہ اور قبل موتہ کی ضمیریں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہیں چنانچہ حافظ عسقلانی شرح بخاری میں فرماتے ہیں

وبهذا اجزم ابن عباس فيهما رواه ابن جرير من طريق سعيد بن جبير عنه باسناد صحيح ومن طريق ابيه رجاء عن الحسن قال قبل موت عيسى والله انه الاث لحى ولكن اذا نزل امنوا به اجمعون ونقله اكثر اهل العلم ورجحه ابن جرير وغيره (فتح الباري ص ۳۵۷)

اور ابن عباسؓ نے اسی کا جزم اور یقین کیا ہے جیسا کہ ابن جریر نے ابن عباس سے باسناد صحیح اس کو روایت کیا ہے اور حن بھری سے مروی ہے کہ قبل موتہ سے قبل موت عیسیٰ مراد ہے حن بھری فرماتے ہیں خدا کی قسم عیسیٰ علیہ السلام ابھی زندہ ہیں جب آسمان سے نازل ہوں گے اس وقت سب اہل کتاب ان پر ایمان لے آئیں گے اور یہی تفسیر اکثر اہل علم سے منقول ہے اور اس کو امام ابن جریر وغیرہ نے راجح قرار دیا ہے۔

امام ابن جریر ص ۳۵۷ میں فرماتے ہیں کہ قتادہ اور ابو مالک سے بھی یہی منقول ہے کہ قبل موتہ کی ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہے۔

نیز صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی ایک حدیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ بہ اور قبل موتہ کی ضمیریں عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہیں۔

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول

تَرْجِمِ ارْجَحْ وَتَصِحِّحْ اَصَحُّ

جمہور سلف اور خلف کے نزدیک آیت کی تفسیر میں پہلا

ہی قول ارجح اور اصح ہے اور احادیث نزول عیسیٰ جو حد تو اتر کو پہنچتی ہیں وہ اسی کی مؤید ہیں اور اسی قول کو امام ابن جریر اور حافظ ابن کثیر نے راجح اور مختار قرار دیا ہے اور دوسرا قول ضعیف ہے اس لیے کہ اس کا دار و مدار ابی ابن کعب کی قرأت شاذہ پر ہے جو کسی صحیح یا حسن سند سے ثابت نہیں بلکہ اس کی سند کے راوی ضعیف اور مجروح ہیں واللہ اعلم

تطبیق و توفیق

جاننا چاہیے کہ دو قرأتیں دو مستقل آیتوں کا حکم رکھتی ہیں ابی ابن کعب کی قرأت سے ہر کتابی کا اپنے مرنے سے پہلے حضرت عیسیٰ

کی جدیت اور رسالت پر ایمان لانا معلوم ہوتا ہے اور قرأت متواترہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ آئندہ میں تمام اہل کتاب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے حضرت عیسیٰ پر ضرور ایمان لے آئیں گے ان دونوں قرأتوں میں کوئی تعارض نہیں دونوں حق ہیں ہر ایک قرأت بمنزلہ مستقل آیت کے ہے قرأت متواترہ میں حضرت عیسیٰ کی حیات اور نزول کا ذکر ہے اور اہل کتاب کے اس ایمان کا ذکر ہے جو وہ نزول کے بعد حضرت عیسیٰ پر ان کی موت سے پہلے صحیح ایمان لائیں گے اور ابی ابن کعب کی قرأت شاذہ میں حضرت مسیح کی نہ حیات کا ذکر ہے اور نہ نزول کا اور نہ موت اور وفات کا ذکر ہے صرف اہل کتاب کے اس ایمان کا ذکر ہے جو کہ اہل کتاب اپنی روح نکلتے وقت لاتے ہیں غرض یہ کہ ہر قرأت میں ایک جدا واقعہ کا ذکر ہے جیسا کہ التَّعْلِيْمَاتِ الْوُفُورِ میں دو قرأتیں ہیں ایک قرأت غلبت بصیغہ ماضی معروف ہے اور ایک قرأت بصیغہ ماضی مجہول اور ہر قرأت میں علیمہ علیمہ واقعہ کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ کتب تفسیر میں مذکور ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جن حضرات صحابہ و تابعین سے یہ قرأت شاذہ منقول ہے وہ سب کے سب بالاتفاق حضرت مسیح کے بحمدہ العنصری زندہ آسمان پر اٹھائے جلسے اور قیامت کے قریب آسمان سے نازل ہونے کے بھی قائل ہیں چنانچہ تفسیر درمثور میں ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور محمد ابن الحنفیہ سے مروی ہے کہ جو لوگ حضرت مسیح کے نزول سے پہلے مرے گئے وہ لوگ اپنی موت سے پہلے حضرت مسیح پر صحیح ایمان لاتے رہیں گے اور جو اہل کتاب حضرت مسیح کے زمانہ نزول کو پائیں گے وہ تمام کے تمام حضرت مسیح پر حضرت مسیح کی موت سے پہلے ضرور ایمان لے آئیں گے لہذا ابی ابن کعب کی قرأت نزول عیسیٰ سے پہلے مرنے والے اہل کتاب کے حق میں ہے اور قرأت متواترہ اُن اہل کتاب کے حق میں ہے جو نزول کے بعد حضرت مسیح کی موت سے پہلے حضرت مسیح پر ایمان لائیں گے دونوں میں کوئی تعارض نہیں

اور منشور ص ۲۴۱) اور (عقیدۃ الاسلام ص ۲۰۹ طبع جدید)

پھر یہ کہ جو اہل کتاب اپنے مرنے سے پہلے ایمان لاتے ہیں وہ بھی یہی ایمان لاتے ہیں کہ عیسیٰ ابھی فوت نہیں ہوئے بلکہ زندہ صبح وسالم آسمان پر اٹھائے گئے جیسا کہ روایت ذیل سے معلوم ہوتا ہے۔

اخرج عبد بن حمید وابن المنذر عن شہر بن حوشب فی قولہ تعالیٰ وان من اهل الکتاب الا یؤمنن بہ قبل موتہ عن محمد بن علی بن ابی طالب وهو ابن الخنفیۃ قال لیس من اهل الکتاب احدا الا اتہ الملائکۃ یقولون وجہہ و دبرہ ثم یقال یا عدو اللہ ان عیسیٰ روح اللہ و کلمتہ کذبت علی اللہ و زعمت انہ اللہ ان عیسیٰ لرحمت و انہ دفع الی السماء و هو نازل قبل ان تقوم الساعۃ فلا یتقی یہودی ولا نصرانی الا آمن بہ انتہی

(تفسیر در منشور ص ۲۴۱ ج ۲)

امام عبد اللہ بن حمید اور امام ابن منذر نے شہر بن حوشب سے روایت کیا کہ محمد بن خنفیہ (حضرت علی کے صاحبزادے) آیت وان من اهل الکتاب الا کی اس طرح تفسیر فرماتے ہیں کہ نہیں ہے کوئی شخص اہل کتاب میں سے مگر آتے ہیں فرشتے اس کی موت کی وقت اور خوب مارتے ہیں اُس کے چہرے پر اور سر پر اور کہتے ہیں کہ اے اللہ کے دشمن بے شک عیسیٰ اللہ کی خاص روح ہیں اور اسکا کلمہ ہیں تو نے اللہ پر بھوث بولا اور یہ گمان کیا کہ عیسیٰ خود خدا ہیں خوب سمجھ لے تحقیق بلاشبہ عیسیٰ ابھی نہیں مرے ہیں بلکہ زندہ ہیں اور تحقیق وہ آسمان کی طرف اٹھائے گئے اور وہ قیامت سے پہلے آسمان سے نازل ہوں گے پس اس وقت کوئی یہودی اور نصرانی ایسا نہ رہے گا جو حضرت مسیح پر ایمان نہ لے آئے۔

امام ابن جریر اور ابن کثیر فرماتے ہیں کہ جب موت انسان کے سر پر آجاتی ہے تو حق اور باطل کا فرق واضح ہو جاتا ہے جب تک دین حق اور دین باطل کا امتیاز نہ ہو جائے اس وقت تک روح نہیں نکلتی اسی طرح کتابی پر مرنے سے پہلے حضرت عیسیٰ کے بارہ میں اس پر حق واضح ہو جاتا ہے کہ وہ خدا کے بندہ اور رسول برحق تھے معاذ اللہ خدا اور خدا کے بیٹے نہ تھے جیسا کہ نصاریٰ کہتے ہیں اور نہ وہ مقتول و مصلوب ہوئے جیسا کہ یہود کہتے ہیں بلکہ وہ زندہ آسمان پر اٹھائے اور قیامت کے قریب آسمان سے نازل ہوں گے۔

سہ وہ روایت یہ ہے۔ اخرج ابن المنذر عن شہر بن حوشب قال قال الحاج یا شہر آتیۃ من کتاب اللہ ما قرأتہا الا اعترض فی نفسی منہا شیئی قال اللہ ان من اهل الکتاب الا یؤمنن بہ قبل موتہ وانی اوتی بالاساری فاعزب عنا قلمہ واما اسمعہم یقولون فقلت رفعت الید علی غیر وجهہ ان النصی انی اذا خرجت روحہ ضربتہ الملائکۃ من قبلہ ومن دبرہ وقالوا ای خبیث ان المسیم الذی زعمت انہ اللہ و ابن اللہ و ثالث ثلاثہ عبد اللہ و روحہ فیہ من جین لا ینفعہ ایمانہ وان الیہودی اذا خرجت نفسہ ضربتہ الملائکۃ من قبلہ و دبرہ وقالوا ای خبیث ان المسیم الذی زعمت انہ قتلہ عبد اللہ و روحہ فیہ من جین لا ینفعہ ایمانہ فاذا کان عند نزول عیسیٰ کنت بہ ایاہم کما آمنت بہ موتاہم فقل من این اخذتہا فقلت من محمد بن علی قال لقد اخذتہما من معدنہما قال شہر وایم اللہ ما حدثنیہ الا ام سلمۃ و لکنی احببت ان اغیظہ (تفسیر در منشور)

فَبُظْلِمَ مِّنَ الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ

سو یہود کے گناہ سے ہم نے حرام کیں ان پر

طَيِّبَاتٍ أُحِلَّتْ لَكُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيلِ

کتنی پاک چیزیں جو ان کو حلال تھیں اور اس سے کہ انہیں تھے اللہ کی راہ سے

اللَّهِ كَثِيرًا ۝۱۹۰ وَأَخَذِهِمُ الرِّبَا وَقَدْ نُهُوا

بہت اور ان کے سود لینے پر اور ان کو اس

عَنْهُ وَأَكْلِهِمْ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ط

سے منع ہو چکے اور لوگوں کے مال کھانے پر ناحق

وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ مِنْهُمْ عَذَابًا

اور تیار کی ہے ہم نے منکروں کے واسطے دکھ کی مار

أَلِيمًا ۝۱۹۱ لِّكِن الرِّسْخُونَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَ

لیکن جو ثابت ہیں علم پر ان میں اور

الْمُؤْمِنُونَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ

ایمان والے سومانے ہیں جو اترا تجھ پر اور جو اترا تجھ سے

مِّن قَبْلِكَ وَالْمُقِيمِينَ الصَّلَاةَ وَالْمُؤْتُونَ

پہلے اور آفرین نماز پر قائم رہنے والوں کو اور دینے والے زکوٰۃ کے

الزَّكَاةَ وَالْمُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أُولَٰئِكَ

اور یقین رکھنے والے اللہ پر اور ہر کھلے دن پر ایسوں کو

سَنُؤْتِيهِمْ أَجْرًا عَظِيمًا ۝۱۹۲

ہم دیں گے بڑا ثواب

تمثیل ذمائم یہود

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى فَبُظِّلِم مِّنَ الَّذِينَ هَادُوا حَرَمًا عَلَيْهِمْ طَيِّبَاتٌ ... إِلَى ... سَنُؤْتِيهِمْ أَجْرًا عَظِيمًا

گزشتہ آیات میں یہود کی نافرمانیوں اور سرکشیوں کو بیان فرمایا اب ان آیات میں بھی ان کی اور چند نافرمانیوں اور سرکشیوں کا ذکر کرتے ہیں مثلاً سود کھانا اور رشوت لینا اور خدا کی راہ سے روکنا اور لوگوں کا مال ناحق اپنے تصرف میں لانا اور ان شرارتوں کے علاوہ اُن بعض عقوبتوں اور سزاؤں کا بھی ذکر کرتے ہیں کہ جو دنیا میں ان پر نازل ہوئی مگر ان سزاؤں کے ایک سزا یہ تھی کہ بہت سی حلال چیزیں ان کی نافرمانیوں کی سزا میں ان پر حرام کر دی گئیں جیسا کہ سورۃ النعام کی آیت میں اسکی تفصیل ہے وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَمًا كُلَّ ذِي طَمَرٍ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَمًا عَلَيْهِمْ شَمُوءُ مِمَّا إِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُورُهُمَا أَوِ الْحَوَايَا أَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ذَلِكَ جَزَيْنَاهُم بِبَغْيِهِمْ وَإِنَّا لَصَادِقُونَ یعنی ان پر ان حلال چیزوں کے حرام ہونے کی علت وہی ان کی سرکشی اور ظلم اور زیادتی اور سود خواری اور رشوت ستانی وغیرہ وغیرہ ہے رہا یہ امر کہ یہ چیزیں کس زمانہ میں اور کس نبی کے عہد میں یہود پر حرام کی گئیں سو کتب تفسیر میں اسکی تصریح نہیں غالباً یہ چیزیں حضرت موسیٰ کے بعد مختلف زمانوں میں حرام ہوئیں جیسے یہود کی شرارت بڑھتی گئی حرام ہوتی گئیں واللہ اعلم پس خلاصہ کلام یہ کہ یہودیوں کے عظیم ظلم اور زیادتی کی وجہ سے جسکی کچھ تفصیل پہلے بیان ہو چکی ہے اور کچھ آئندہ آتی ہے ہم نے ان پر وہ پاکیزہ چیزیں حرام کر دیں جو پہلے ان کے لیے حلال کی گئیں تھیں یعنی جب یہود کے ظلم و زیادتی اور عناد اور سرکشی کی کوئی حد نہ رہی تو خدا تعالیٰ نے ان کو یہ سزا دی کہ جو چیزیں پاک اور حلال تھیں وہ ان پر حرام کر دیں تاکہ رزق کا دائرہ تنگ ہو جائے اور ان کی سرکشی ٹوٹے اور بسبب ان کے روکنے کے خدا کی راہ سے بہتوں کو یعنی ہم نے ان پر پاک چیزوں کو ان کے ظلم کے سبب سے حرام کیا اور نیز اس لیے بھی حرام کیا کہ وہ بہتوں کو خدا کی راہ سے روکتے تھے اور بسبب اُن کے سود لینے کے حالانکہ اُن کو اس کی ممانعت کی گئی تھی اور بسبب اس کے کہ وہ لوگوں کا مال ناحق کھا لیتے تھے ان وجوہ کی بنا پر ہم نے حلال چیزیں ان پر حرام کر دیں یہ تو دنیا کی سزا تھی اور آخرت میں ہم نے اُن کے لیے جو ان میں سے کافر ہیں دردناک عذاب تیار کیا ہے پس عام حالت تو اہل کتاب کی یہی ہے جو بیان کی گئی لیکن ان میں سے جو علم میں پختہ اور مضبوط ہیں جیسے عبداللہ بن سلام اور ان کے رفقاء جن کی ان بشارتوں پر نظر ہے کہ جو انبیاء سابقین نے بنی آخر الزماں کے ظہور کی دی، یہی سو یہ لوگ اور دیگر مسلمان ایمان لائے ہیں اس کتاب پر جو آپ کی طرف اتاری گئی اور اس کتاب پر بھی جو آپ سے پہلے اتاری گئی اور خاص کر وہ لوگ کہ جو نماز کو قائم رکھتے ہیں وہ قابل صد آفرین ہیں اور وہ لوگ

جو زکوٰۃ دیتے ہیں وہ بھی اس پر ایمان لاتے ہیں جو آپ پر اتراہے اور آپ سے پہلے نبیوں پر جو اتراہے اور وہ لوگ کہ جو ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور پچھلے دن پر یعنی اللہ کی وحدانیت اور قیامت کی تصدیق کرنے والے ہیں اور مبداء اور معاد کو مانتے ہیں یہ بھی اس چیز پر جو آپ پر اور پچھلے پیغمبروں پر اتری ہے ایمان لاتے ہیں ایسے لوگوں کو ہم ضرور اجر عظیم عطا کریں گے جو ان کے وہم و گمان سے کہیں بالا ہوگا۔

وَالْمُقِيمِينَ الصَّلَاةَ بِرِيشَةِ شَبْرٍ هُوَ مَا هِيَ كَقَوَاعِدِ نَحْوِيهِ كَمَطَابِقٍ وَالْمُقِيمُونَ

ف چاہیے تھا کیونکہ معطوف علیہ مرفوع ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جب چند مرفوعات کا بطور عطف ذکر ہوتا ہے اور ان میں سے ایک چیز سب سے اشرف ہوتی ہے تو اہل عرب اس کو اپنے کلام میں بطور مدح یا بطور اختصاص منصوب لاتے ہیں جو اَمْدَحُ یا اَحْضَنُ مقدر کا معمول ہوتا ہے جس سے ان کا مقصد اس چیز کی شرافت اور فضیلت اور خصوصیت کا اظہار ہوتا ہے اسی قاعدہ کے مطابق اس جگہ وَالْمُقِيمِينَ منصوب لایا گیا اور مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں میں اوصاف مذکورہ پائے جاتے ہیں اگرچہ وہ اوصاف سب کے سب نہایت عمدہ ہیں مگر نماز ان میں سے خصوصیت سے قابل ذکر ہے اور اس وجہ سے شاہ عبدالقادر رُسْنُ الْمُقِيمِينَ الصَّلَاةَ کا ترجمہ اس طرح فرمایا: اور آخرین نماز قائم رکھنے والوں کو: اور شاہ ولی اللہ نے اس طرح ترجمہ فرمایا: و مدح فی کم برپا دارندگان نماز را۔ باسب اور بیٹے کے ترجموں میں اشارہ اس طرف ہے کہ وَالْمُقِيمِينَ الصَّلَاةَ منصوب علی المدح والاختصاص ہے۔

وَآخِذْهُمْ بِالْأَيْدِي وَثَبُّوا عَنْهُمْ سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت موسویہ میں

ف بھی سود حرام تھا۔

لطائف و معارف

حق جل شانہ نے ان آیات میں یہود کے قبائح اور فضائح کو بیان کیا اور خاص طور پر ان کے اس قول کی تردید اور تکذیب کی کہ ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا کہ ان کا یہ قول بالکل غلط ہے وہ نہ مقتول ہوئے اور نہ مصلوب ہوئے بلکہ اس کے برعکس اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو بے مثال عزت و رفعت عطا کی کہ ان کو آسمان پر اٹھایا کما قال تعالیٰ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ اور اس کے علاوہ حق تعالیٰ نے ان آیات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ایک دوسری پیش آنے والی عظیم الشان عزت و شوکت کی خبر دی کہ وہ قیامت کے قریب آسمان سے نازل ہوں گے اور اس وقت ان کی شان و شوکت و جاہ و جلال کو دیکھ کر اہل کتاب میں

نصاری حضرت عیسیٰ کا مصلوب ہونا اپنی محرف انجیلوں سے اور مؤرخین کے اقوال سے ثابت کرتے ہیں اور علاوہ محرف ہونے کے اناجیل کے بیانات اس درجہ مختلف اور متعارض ہیں کہ بیان سے باہر ہیں جیسا کہ نوید جاوید از ص ۳۸۵ تا ص ۳۹۲ میں ان اختلافات کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔

قرآن پاک یہ کہتا ہے کہ یہود و نصاریٰ کے پاس اس دعوے کی کوئی دلیل نہیں اور نہ ان کے پاس اس واقعہ قتل کا کوئی عینی شاہد موجود ہے اس لیے کہ تاریخی حیثیت سے یہ امر مسلم ہے کہ جب یہود حضرت مسیح کو گرفتار کرنے کے لیے گئے تو وہ رات کا وقت تھا اور گرفتاری کے وقت مصلوبی سے پہلے ہی تمام حواری حضرت مسیح کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے واقعہ کے وقت کوئی حواری حاضر نہ تھا تو پھر متی اور لوقا اور مرقس اور یوحنا اور پولوس کس بات کی شہادت دیتے ہیں کیا کسی انگریزی عدالت میں ایسے شخص کی شہادت قبول کی جاسکتی ہے جو واقعہ کے وقت موجود نہ ہو بلکہ یہ کہے کہ میں خود تو موجود نہ تھا ہاں کسی سے سنا ہے کہ فلاں آدمی کو سولی پر چڑھایا گیا اور جس سے سنا ہے اس کا نام بھی معلوم نہیں اس لیے کسی انجیل میں کسی حواری نے کسی سند متصل کے ساتھ یہ روایت نہیں کیا کہ فلاں شخص نے اپنی آنکھ سے دیکھ کر یہ واقعہ بیان کیا۔ غرض یہ کہ گرفتاری کے وقت حضرت مسیح کو ان کے تمام شاگرد تنہا چھوڑ کر بھاگ گئے جیسا کہ انجیل متی باب ۲۷ درس ۵۶ میں ہے۔

سب نے بے وفائی کی حالانکہ پہلے وفا کا بڑا دم بھرتے تھے نیز اگر نامردی اور بے وفائی کی وجہ سے ایسی پریشانی کے وقت میں حضرت مسیح کے ساتھ گرفتار ہونا یا جان دینا مشکل تھا تو کیا حضرت مسیح کے لیے رات کو جاگتے رہنا بھی مشکل تھا مگر حواری بے فکری کے ساتھ سوتے رہے حالانکہ حضرت مسیح نے ان کو تاکید کی تھی کہ میرا دل مرنے تک بہت غلیظ ہے تم یہاں میرے ساتھ جاگتے رہو دیکھو انجیل متی باب ۲۶ درس (۳۸) پھر اس حکم کے بعد حضرت ذرا دور جا کر سر بسجود دعا میں مشغول ہو گئے (۴۰) پھر شاگردوں کے پاس آکر انہیں سوتے پایا اور بطرس (حواری سے خاص طور پر یہ) کہا کیوں تم میرے ساتھ ایک گھڑی بھی نہ جاگ سکے (۴۱) جاگو اور دعا مانگو تاکہ آزمائش میں نہ پڑو دیکھو انجیل متی باب ۲۸ درس ۴۶ تا درس ۴۷

افسوس کہ حضرت مسیح نے بار بار شکایت کی کہ تم اب بھی سوتے ہو اور آرام کرتے ہو اور ظاہر ہے کہ اگر حواریں کو مسیح سے کچھ بھی محبت ہوتی تو ایسے وقت میں کبھی ان کو نیند نہ آتی دنیا داروں کا یہ حال ہے کہ اگر ان کے کسی عزیز اور دوست پر کوئی پریشانی آجاتی ہے تو گھبرا اٹھتے ہیں اور آنکھوں سے نیند اڑ جاتی ہے۔

اور یہوداہ نے تو یہ ستم کیا کہ تیس درہم رشوت لے کر اپنے خداوند یسوع مسیح کو یہودیوں کے ہاتھ گرفتار کرادیا جیسا کہ انجیل متی باب ۲۷ آیت ۱۴ میں ہے اور انجیل مرقس باب ۱۵ درس ۱۰-۱۱ میں ہے اور انجیل لوقا باب ۲۲ درس ۳ میں مذکور ہے اور پطرس جو کہ نصاریٰ کے نزدیک اعظم الحواریین ہے اُس نے تو قسم کھا کر کہدیا کہ میں اس شخص (مسیح) کو جانتا ہی نہیں جیسا کہ ولیم امیور نے اپنی تاریخ کے پہلے باب کے تیرھویں دفعہ میں لکھا ہے کہ مسیح کے حواریوں اور شاگردوں نے اب تک (یعنی مسیح کے مصلوب ہونے تک) اس کی تعلیم کی حقیقت اور مطلب کو بالکل نہیں سمجھا تھا اور اُن کا سست ایمان دنیوی نعمتوں اور فائدوں کی امید میں لگا تھا اس کے گرفتار ہوتے ہی وہ سب بھاگ گئے اور پطرس نے جو عدالت میں گیا وہاں اپنے خداوند کا انکار کیا منقول از ازالۃ الشکوک ص ۱۷۱ ج ۱۔

غرض یہ کہ یہ تو حواریین کا حال ہوا کہ حضرت مسیح کی گرفتاری کے وقت سب بھاگ گئے تھے ان میں سے کوئی موجود نہ تھا جو گواہی دے سکے اور اپنا عینی مشاہدہ بیان کر سکے حتیٰ کہ حضرت مسیحؑ کی والدہ محترمہ حضرت مریمؑ بھی اس وقت موجود نہ تھیں جب اُن کے تحت جگر کو پھانسی دی جا رہی تھی اس وقت اگر شاگرد بھاگ گئے تھے تو والدہ کو تو ضرور بالضرور موجود رہنا چاہیے تھا باقی رہے یہود بے یہود بن کر نصاریٰ گواہی میں پیش کرتے ہیں علاوہ ازیں کہ وہ ایک ظالم حاکم کے پولیس کے چند بے دین سپاہی چہرہ اسی تھے وہ کہتے ہیں کہ ہم مسیح کو قتل کر آتے جن کا حال یہ تھا کہ وہ حضرت مسیح کو پہچانتے ہی نہ تھے اور اشتباہ میں پڑے ہوئے تھے اسی لیے کہ اگر یہود کو اشتباہ نہ تھا تو حضرت مسیح کے ایک شاگرد کو تیس درہم رشوت دینے کی کیا ضرورت تھی تیس روپیہ رشوت کے اسی لیے دیئے کہ وہ اُن کو بتا سکے کہ مسیح یہ ہیں چنانچہ یہود جب وہاں پہنچے تو یسوع نے اُن سے کہا کہ کسے ڈھونڈتے ہو انہوں نے جواب دیا یسوع ناصری کو یسوع نے اُن سے کہا کہ میں ہی ہوں اور یہ کہتے ہی سب زمین پر بے ہوش ہو کر گر پڑے بار بار ایسا ہی ہوا دیکھو انجیل یوحنا باب ۱۸ درس ۵

پس اس حالت میں اللہ تعالیٰ نے حاضرین میں سے ایک شخص کو حضرت مسیح کا ہم صورت اور ہم شکل بنادیا جس کو یہود نے مسیح سمجھ کر قتل کر ڈالا اس طرح اللہ نے ان کو اشتباہ میں ڈال دیا اور ایک فرشتہ حضرت مسیح کی مدد کے لیے آسمان سے نازل ہوا جو اُن کو اٹھا کر آسمان پر لے گیا (دیکھو دلیل خامس و سادس از کتاب الفارق ص ۳۸)

وعدۃ خداوندی | اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح سے پہلے ہی وعدہ کر لیا تھا کہ وہ تیری بابت فرشتوں کو حکم دیگا اور وہ تجھے ہاتھوں پر اٹھا

لیں گے ایسا نہ ہو کہ تیرے پاؤں کو پتھر سے ٹھیس لگے دیکھو انجیل متی باب ۲۷ درس ۶ اور

انجیل لوقا باب ۲۴ درس دہم میں اس طرح ہے کیونکہ لکھا ہے کہ وہ تیری بابت اپنے فرشتوں کو حکم دے گا کہ تیری حفاظت کریں ۱۱۱ اور یہ بھی کہ وہ تجھے ہاتھوں پر اٹھالیں گے ایسا نہ ہو کہ تیرے پاؤں کو پتھر کی ٹھیس لگے - ۱۱۵

حضرت مسیحؑ کی پیشین گوئی | حق تعالیٰ نے حضرت مسیح سے وعدہ فرمایا کہ تم دشمنوں سے گھبرانا نہیں اللہ تمہاری حفاظت

کے لیے فرشتوں کو حکم دے گا حضرت مسیح کو حق تعالیٰ کے وعدہ پر یقین واثق تھا اس لیے حضرت مسیح نے حادثہ صلیب سے چند دن پہلے ہی یہ پیشین گوئی فرمادی تھی کہ میں صرف چند روز تمہارے ساتھ ہوں پھر میں عنقریب اپنے خدا کے پاس چلا جاؤں گا اور لوگ مجھے ڈھونڈیں گے مگر نہیں پائیں گے اور جہاں میں ہوں وہاں نہیں آسکیں گے دیکھو انجیل یوحنا باب ۱۳ درس ۳۳ اور یہی مضمون انجیل یوحنا کے باب ہشتم از درس ۱۲ تا درس ۱۷ میں مذکور ہے اور اسی کے قریب قریب انجیل یوحنا باب ۱۴ درس ۱ میں مذکور ہے اور انجیل متی کے باب ۲۴ درس ۲ میں ہے میں تم سے کہتا ہوں کہ اب سے مجھے ہرگز نہ دیکھو گے

معلوم ہوا کہ کوئی حضرت مسیح کے پکڑنے پر قادر نہ ہو گا اور کوئی ڈھونڈنے والا ان کو ہرگز نہ پاسکے گا اور نہ کوئی ان کو دیکھ سکے گا پس جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہو د نے حضرت مسیح کو ڈھونڈ کر پایا اور پکڑ کر ان کو سولی پر چڑھا دیا پس وہ لوگ حضرت مسیح کے اس قول کی تکذیب کرتے ہیں حضرت مسیح تو یہ فرماتے ہیں کہ جہاں میں جاتا ہوں وہاں کوئی نہیں آسکتا اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ (معاذ اللہ) حضرت مسیح نے غلط کہا جہاں حضرت مسیح گئے وہاں ان کے دشمن یہو د بھی پہنچ گئے اور ڈھونڈ کر ان کو پایا پس نصاریٰ تو اس عقیدہ صلب سے حضرت مسیح کے اس قول کی تکذیب کر رہے ہیں اور اہل اسلام حضرت مسیح کی تصدیق کرتے ہیں کہ حضرت مسیح نے سچ فرمایا کہ کوئی ڈھونڈنے والا ان کو نہیں پاسکا اور جہاں یعنی آسمان پر وہ تشریف لے گئے وہاں کوئی نہیں جاسکتا اور نہ کوئی ان کو دیکھ سکا دیکھو الفارق ص ۲۸۹ دلیل رابع عشر اور دیکھو الجواب الفریق لصافقہ عبدالمسیح ص ۷۷

حضرت مسیح علیہ السلام کی دعا | (۱) چار انجیلوں سے یہ ثابت ہے کہ جب حضرت مسیح کو یہ محسوس ہوا کہ یہو د میرے قتل پر

آمادہ ہیں تو سجدہ میں گر کر اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی کہ موت کا یہ پیالا مجھ سے ٹل جائے اور آنسو بہا بہا کہ خدا سے دعائیں اور التجائیں کہیں اور خدا ترسی کی وجہ سے ان کی دعا سنی گئی جیسا کہ پولوس کے خط عبرانیوں کے نام کے پانچویں باب اور ساتویں درس میں اس کی تصریح ہے دیکھو دلیل اول از کتاب الفارق ص ۲۸۹

پس جب اُن کی دعا قبول ہوئی تو پھر گرفتاری کے کیا معنی۔

- (۲۱) نیز زبور باب ششم کے درس ہشتم میں ہے
 ۲۱ مجھ سے دور ہو اے سارے بدکردارو کہ خداوند نے میرے رونے کی آواز سنی
 ۲۲ خداوند نے میری فریاد سنی ہے خداوند میری دعا قبول کرے گا۔
 ۲۳ میرے سارے دشمن شرمندہ ہو جائیں گے اور نہایت کپکپی میں پڑیں گے وہ پھریں گے اور
 ناگہانی خجالت کھینچیں گے انتہی

علماء نصاریٰ کے نزدیک یہ زبور حضرت مسیح کے حق میں ہے جس میں صراحۃً یہ مذکور ہے کہ
 حضرت عیسیٰ کی دعا قبول ہوگی اور ان کے دشمن ناکام اور شرمندہ ہو کر واپس ہوں گے۔
 معلوم ہوا کہ دشمن حضرت مسیح کے قتل و صلب پر قادر نہ ہوں گے حتیٰ کہ ان کے قریب
 بھی نہ جاسکیں گے۔

- (۳) نیز زبور باب ایک سو نو اور درس چھبیس میں ہے
 ۲۴ اے خداوند میرے خدا میری کمک کر اپنے رحمت کے مطابق مجھے نجات دے
 ۲۵ تاکہ وہ جانیں کہ یہ تیرا ہاتھ ہے کہ تو نے اے خداوند یہ کیا ہے۔
 ۲۶ وہ لعنت کریں پر تو برکت دے جب وہ اٹھیں تو شرمندہ ہوں پر تیرا بندہ شادمان ہو
 ۲۷ میرے دشمن خجالت کی پوشاکی سے ملبس ہوں اور اپنی شرمندگی کے چادر سے آپ کو
 چھپالیں۔

۲۸ میں اپنے منہ سے خداوند کی بہت ہی ستائش کروں گا میں بہتوں کے بیچ اس کی حمد
 گاؤں گا۔ اے

یہ زبور بھی باتفاق علماء نصاریٰ حضرت مسیح کے حق میں ہے جس میں حضرت مسیح نے اپنی
 نجات اور دشمنوں کی خجالت کی دعا کی ہے۔

نصاریٰ یہ کہتے ہیں کہ معاذ اللہ حضرت مسیح نے ایک مایوس انسان کی طرح خدا کا شکوہ کرتے
 کرتے جان دے دی اس لیے کہ ایلی ایلی لما سبتنی کہتے ہوئے جان دیدینا صریح مایوسی اور
 شکوہ خداوندی ہے اور یہ قطعاً ناممکن اور محال ہے کہ پیغمبر خدا تعالیٰ سے مایوس ہو کر اس کا
 شکوہ کرنے لگے اِنَّهُ لَا يَبِئْسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُوْنَ۔

علماء نصاریٰ کے نزدیک یہ مسلم ہے کہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل اور حضرت یعقوب
 اور حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون پر جب موت کا وقت آیا تو غایت درجہ شاداں و فرحاں تھے
 کہ اب خداوند ذوالجلال سے لقاء کا وقت آیا اور کوئی بھی ان میں سے موت سے نہیں گھبرایا۔
 اور نصاریٰ کے اعتقاد میں تو حضرت مسیح خدا تھے تو بجائے اس کے کہ بندے (یہود)

خدا سے دُستے معاملہ برعکس تھا کہ خدا بندوں سے دُور رہا تھا معلوم ہوا کہ جنہے فزع کرنے والا شخص مصلوب حضرت مسیح کے علاوہ کوئی اور شخص تھا جو حضرت عیسیٰ کے شبہ میں قتل کیا گیا اس لیے کہ موت سے گھرانہ معمولی شخص کا کام ہے موت کے متعلق تو اولیاء کا یہ حال ہوتا ہے

خرم آنروزی منزل دیراں بردم راحت جاں طلبم وز پستے جانان بردم

اور حضرات انبیاء کرام کی شان تو اولیاء اللہ سے کہیں بلند ہے دیکھو دلیل تاسع از کتاب الفارق ص ۲۸۸۔

حضرت اسماعیل ذبیح اللہ کا واقعہ مشہور ہے کہ وہ محض ایک خواب کی بناء پر انتہائی ذوق و شوق کے ساتھ اپنے باپ کے ساتھ اپنے آپ کو ذبیح کرانے کے لیے مذبح کی جانب روانہ ہوئے

فرشتہ کا حضرت مسیح کی مدد کیلئے نمودار ہونا | خدا تعالیٰ کی جانب سے

ایک فرشتہ ان کی تائید اور اعانت کے لیے آیا جیسا کہ انجیل لوقا باب ۲۲ آیت ۳۹ میں ہے اور آسمان سے ایک فرشتہ اس کو دکھائی دیا وہ اُسے تقویت دیتا تھا اھ

یعنی آسمان سے فرشتہ نازل ہوا کہ حضرت مسیح کو آسمان پر اٹھالے جلستے ورنہ اگر حضرت مسیح یہود کے ہاتھ سے قتل ہو گئے تو پھر اس فرشتہ نے حضرت مسیح کی کیا مدد کی اور اس کے آنے سے کیا فائدہ ہوا کیا وہ فرشتہ محض قتل کا تماشہ دیکھنے آیا تھا۔

اس کے بعد حضرت مسیح

حضرت مسیح کا لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہو جانا | لوگوں کی نظروں سے

پوشیدہ ہو گئے جیسا کہ انجیل یوحنا باب ۸ درس ۳۷ میں ہے یسوع یہ باتیں کہہ کر چلا گیا اور اپنے آپ کو اس نے چھپا لیا۔ اھ

اور انجیل یوحنا کے باب ۸ آیت ۲۰ میں ہے یسوع آیا اور بیچ میں کھڑا ہوا بولا تم پر سلام الخ اور اس کے بعد کتاب الاعمال باب ۱ آیت ۹ میں ہے اور وہ یہ کہہ کے اُن کے دیکھتے ہوئے اوپر اٹھایا گیا اور بدلی نے اُسے اُن کی نظروں سے چھپا لیا اور اس کے جاتے ہوئے جب دسے آسمان کی طرف تک رہے تھے دیکھو دو مرد سفید پوشاک پہنے ان کے پاس کھڑے تھے اور کہنے لگے اے جلیلی مردو تم کیوں کھڑے آسمان کی طرف دیکھتے ہو یہی یسوع جو تمہارے پاس سے آسمان پر اٹھایا گیا ہے اسی طرح جس طرح تم نے آسمان پر جاتے دیکھا پھر آئے گا ناظرین غور کریں کیا انجیل کے ان بیانات سے قرآن کریم کے اس قول وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ کی صراحت تصدیق اور تائید نہیں ہوتی۔

دعوائی صلب و قتل خلاف عقل بھی ہے | ہوتے خلاف عقل بھی ہے اس لیے نصاریٰ کا یہ دعویٰ کہ حضرت مسیح مصلوٰہ

کہ نصاریٰ کے نزدیک جب حضرت مسیح خدا ہیں اور یہود اُن کے بندے ہیں تو خدا کا اپنے بندوں کے ہاتھ سے مقہور و مجبور ہونا اور صلیب پر لٹکایا جانا سراسر خلاف عقل ہے جس دین میں معاذ اللہ خدا بندوں کے ہاتھ سے سولی دیا جاسکے وہ دین نصاریٰ ہی کو مبارک ہو۔

تواتر اور شہرت میں فرق | نصاریٰ کا یہ زعم ہے کہ واقعہ صلیب تواتر سے ثابت ہے سو یہ زعم زعم فاسد ہے اس لیے کہ تواتر اس کو

کہتے ہیں کہ عین واقعہ کے وقت چشم دید شہادت دینے والے اتنے کثیر تعداد میں ہوں کہ عادیہ اُن کا مستفق ہو کر جھوٹ بنا لینا محال ہو اور جب عین واقعہ کا کوئی عینی گواہ ہی نہ ہو تو زمانہ بالبعد کی شہرت بعض افواہ کا درجہ رکھتی ہے اُسکو تواتر نہیں کہا جاسکتا جیسا کہ ہندوؤں میں یہ شہور ہے کہ راون کے دس سر تھے اور رہنومان جی نے جہاڑ اٹھالیا تھا تو اس قسم کی بے سرو پایا خبروں کو تواتر نہیں کہا جاسکتا۔ رہا نصاریٰ کا یہ دعویٰ کہ حضرت مسیح علیہ السلام تین دن قبر میں رہنے کے بعد زندہ ہو گئے اور قبر سے اُٹھ کھڑے ہوئے نصاریٰ کے پاس اس کا کوئی شاہد عینی موجود نہیں نہ حواریں میں سے نہ عوام سے نہ عورتوں میں سے اور نہ یہود میں سے اور نہ چیراسیوں میں سے اور نہ پہرہ داروں میں سے کوئی بھی اس کا گواہ نہیں کہ میں نے حضرت مسیح کو قبر سے اٹھتے دیکھا ہے اور مریم کی جو روایت نقل کی جاتی ہے اس میں فقط اتنا ہے کہ مریم نے قبر کے پاس دور سے کچھ فرشتے اور کچھ آدمی دیکھے باقی حضرت مسیح کو قبر سے اٹھتے ہوئے دیکھنا مریم نے بھی بیان نہیں کیا دیکھو الفارق ص ۱۷۷ دلیل سادس عشر

اسی مضمون کی ایک دوسری آیت | وَإِذْ كَفَفْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَنْكَ إِذْ جُئْتَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ -

حق تعالیٰ نے جب سورۃ مانہ میں حضرت عیسیٰؑ پر اپنے العامت کا ذکر کیا تو ان میں ایک بڑا انعام یہ شمار کیا ہے کہ عیسیٰؑ یاد کرو اس وقت کو کہ بنی اسرائیل کو تم سے روک دیا تھا کہ وہ تمہارے پاس آنے پر بھی قادر نہ ہوئے۔

جس سے صاف ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل عیسیٰؑ علیہ السلام کو گزند نہیں پہنچا سکے۔ جیسا کہ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں ہے اِذْ هَمُّ قَوْمٌ أَنْ يَنْسُلُوا إِلَيْكُمْ - اَيَّدِيَهُمْ فَلَمَّ اَيَّدِيَهُمْ عَنْكُمْ۔

پس جس طرح ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دشمنوں سے بالکلیہ محفوظ رہے اسی طرح حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام بھی یہود سے بالکلیہ محفوظ رہے۔

لطیفہ | ایک پادری صاحب ایک مجلس میں تشریف لائے اور لوگوں کو دین مسیحی کی تبلیغ

کرنے لگے اثنائے گفتگو میں یہ بیان کیا کہ خداوند یسوع نے لوگوں کے لیے تمام رنج اٹھائے اور سولی پر چڑھا اور مدفون ہوا اور تین دن جہنم میں رہا تو مجلس میں ایک ظریف الطبع مسیحی بھی تھاسن کر کہنے لگا کہ باپ بڑا ہی سخت دل تھا کہ بیٹے کو طرح طرح کی ایذاؤں میں مبتلا کیا اور تین روز تک جہنم میں پڑا رہنے دیا پادری صاحب نے خفا ہو کر اس کو مجلس سے نکال دیا مجلس سے باہر آنے کے بعد وہ مسیحی اس جہل عقیدہ سے تائب ہوا اور مسلمان ہو گیا۔

علامہ شیخ عبد الرحمن آفندی نے اپنی کتاب الفارق بزبان عربی میں از ص ۲۰۰

اطلاع

تا ص ۱۲۹ اخبار تارخہ اور ادلہ عقلیہ سے دعوائی صلب کی مفصل تردید فرمائی ہے حضرات اہل علم اصل کی مراجعت کریں اور شیخ ابوالفضل مالکی مسعودی نے منتخب التخیل میں باب ہفتم اور باب ہشتم میں ص ۹ تا ص ۱۲ اس پر کلام کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مقتول و مصلوب نہیں ہوئے بلکہ ان کا کوئی شبہ اور مثیل مقتول و مصلوب ہوا ہے حضرات اہل علم اصل کتاب کو دیکھیں۔

یہ کہ واقعہ قتل کے وقت حواریین اور اصحاب عیسیٰ علیہ السلام میں سے یہ کہ واقعہ قتل کے موقع پر کوئی موجود نہ تھا صرف پولیس کے چند یہودی موجود تھے جو حضرت مسیح کو پہچانتے بھی نہ تھے اُن کو خود معلوم نہ تھا کہ مسیح کون ہے اور ہم کس کو گرفتار کر رہے ہیں اُن کو خود یقین نہ تھا کہ ہم نے حضرت مسیح کو قتل کیا ہے نشان دہی کے مطابق ایک شخص کو مسیح سمجھ کر قتل کیا پس کیا پولیس کے ایسے چند بے خبر چہر ایسوں کی خبر کو خبر متواتر کہا جاسکتا ہے اور کیا اہل عقل کے نزدیک ایسی خبر سے کوئی جرم اور یقین حاصل ہو سکتا ہے عجب نہیں کہ کسی منافق نے یہود سے رشوت لے کر انجیلوں میں قتل و صلب کی فرضی داستان شامل کر دی ہو تاکہ لوگ نصاریٰ کے دین کا مذاق اڑائیں نصاریٰ کے نزدیک جب رشوت لے کر خدا کو گرفتار کر دینا ممکن ہے تو رشوت لے کر بائبل میں کوئی الحاق کر دینا کیا مشکل ہے (دیکھو منتخب التخیل ص ۱۰)

(۲) وَلَٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ

ایمہ تفسیر نے اس آیت کی دو طرح تفسیر فرمائی ایک تو یہ کہ لفظ لہم کو شُبِّهَ کا نائب ملے قال الامام الرازی قولہ شبہہ مسند اعلیٰ ما ذاقہ فیہ وجہات (الاول) انہ مسند الے الجار والمجرور وهو قولک خیال الیہ کا نہ قیل وقع لہم الشبہ (الثانی) ان یسند الی ضمیر المقتول لان قولہ وما قتلوه یدل علی انہ وقع القتل علی غیرہ فصار ذلت الغیر مذکوراً بهذا الطريق فحسن اسناد شبہہ الیہ تفسیر بکیر ص ۲۵۳ وکذا فی البحر المحیط ص ۳۹ وروح المعانی ص ۶ و تفسیر غرائب القرآن للنیسا بوری ص ۶ ج ۶)

فاعل قرار دیا جائے اور مطلب یہ ہو کہ یہود جب گرفتاری کے لیے اندر گھسے تو وہاں عیسیٰ علیہ السلام کو نہ پایا یہ دیکھ کر حیران رہ گئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے حضرت مسیح کو آسمان پر اٹھالیا اور یہود کو شبہ اور اشتباہ میں ڈال دیا گیا جیسا کہ شاہ ولی اللہ نے اس کا ترجمہ اس طرح فرمایا ہے ”لیکن مشتبہ شد برایشان“ اور شاہ رفیع الدین نے اس طرح ترجمہ کیا اور لیکن شبہ ڈالا گیا واسطے ان کے ۔ ۱۵

امام رازمی فرماتے ہیں کہ بعض متکلمین یہ فرماتے ہیں کہ جب یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہ پایا تو انہوں نے کسی اور شخص کو قتل کر کے مشہور کر دیا کہ ہم نے مسیح بن مریم کو قتل کر ڈالا دوسری تفسیر یہ ہے کہ شبہ کی ضمیر مقول و مصلوب کی طرف راجع کی جائے جو لفظ راناً قتلنا، اور وما قتلوا سے سمجھا جاتا ہے اور مطلب یہ ہے کہ ایک دوسرا شخص حضرت عیسیٰ کا شبہ اور ثبیل بنا دیا گیا جس طرح حق تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے عصا کو اژدہا کے مشابہ بنا دیا اسی طرح خدا تعالیٰ نے ایک شخص کو حضرت عیسیٰ کے مشابہ بنا دیا چنانچہ شاہ جہاں آباد فرماتے ہیں ”ولیکن وہی صورت بن گئی اُن کے آگے“ یعنی من جانب اللہ ایک شخص کو حضرت عیسیٰ کا ہم صورت اور ہم شکل بنا دیا گیا تاکہ لوگ اس کو عیسیٰ سمجھ کر قتل کریں اور ہمیشہ کے لیے اشتباہ اور التباس میں پڑ جائیں ۔

یہ دوسرا ترجمہ پہلے ترجمہ کے مغایر نہیں بلکہ اسی شبہ اور اشتباہ کی توضیح اور تفسیر ہے کہ شبہ میں دوسرے شخص کو عیسیٰ سمجھ کر سولی دیدی اور اُن کو ایسا ہی معلوم ہوا کہ ہم عیسیٰ کو سولی دے رہے یعنی اس صورت و شباهت سے وہ اشتباہ اور التباس میں پڑ گئے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو تو آسمان پر اٹھالیا اور حاضرین میں سے ایک شخص پر اُن کی شباهت ڈال دی گئی لوگوں نے اس ہم شکل کو عیسیٰ سمجھ کر سولی پر چڑھا دیا اور یہ اُن کے شبہ اور اشتباہ کا سبب بنا اور اسی وجہ سے وہ اختلاف میں پڑ گئے۔

اور بعض علماء تفسیر اس طرف گئے ہیں کہ شبہ کی ضمیر عیسیٰ علیہ السلام کی تفسیر دیگر | طرف راجع ہے اور مطلب یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام تو دشمنوں کی نظروں سے پوشیدہ کر دیئے گئے مگر اُن کی شبہ اور اُن کی مثال ان کے سامنے کر دی گئی دیکھو حاشیہ عقیدۃ الاسلام ص ۱۸۰۔

جیسا کہ حدیث میں ہے رَأَيْتُ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ مِثْلَتَيْنِ فِي قِبْلَةِ الْجِدَارِ دیکھو حاشیہ عقیدۃ الاسلام ص ۱۸۰۔

یادوں کہو کہ مطلب یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اُن کے لیے مشتبہ بنا دیئے گئے حتیٰ کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کو نہ پہچان سکے اور اس اشتباہ میں دوسرے کو عیسیٰ سمجھ کر سولی پر چڑھا دیا ۔

غرض یہ کہ ظاہر قرآن سے یہی مفہوم ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام تو قتل اور صلیب سے محفوظ رہے اور اُن کے شبہ اور اشتباہ میں کسی دوسرے شخص کو ان کے ہم شکل سمجھ کر سولی پر چڑھا دیا اور یہی حق ہے اور چاروں انجیلیں بھی اس کی تائید کرتی ہیں۔

(۱) اس لیے کہ چاروں انجیلوں سے یہ ثابت ہے کہ شخص مصلوب نے اس وقت یہود سے پانی مانگا تو یہود نے اس کو ایک نہایت کڑوا سرکہ لاکر دیا جس کو وہ نہ پی سکا۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ مصلوب حضرت مسیح نہ تھے اس لیے کہ حضرت مسیح تو چالیس دن رات کا صوم وصال رکھتے تھے اُن کو اپنے دشمنوں سے ذلت اور نیاز مندی کے ساتھ پانی مانگنے کی کیا حاجت تھی معلوم ہوا کہ جس پانی مانگنے والے کو سولی دیدی گئی وہ عیسیٰ علیہ السلام کے علاوہ کوئی دوسرا شخص تھا جو اُن کے ہم صورت اور ہم شکل ہونے کی وجہ سے سولی پر چڑھایا گیا دیکھو دلیل ثامن از کتاب الفارق ص ۲۸۷۔

(۲) نیز توراۃ سے یہ امر ثابت ہے کہ شریر نیک کا ذریعہ ہوتا ہے یہ اس امر کی دلیل ہے کہ شخص مصلوب حضرت مسیح کے علاوہ کوئی دوسرا شخص تھا ورنہ لازم آئے گا کہ معاذ اللہ حضرت مسیح اشرار ہیں سے ہوں دیکھو دلیل ثامن عشر از فارق ص ۲۹۔

۳۔ نیز حضرت مسیح علیہ السلام نے یہودیوں کے درمیان نشوونما پائی حضرت مسیح دن رات اُن کو وعظ کہتے اور اُن سے مناظرے کرتے اور وہ آپ کی فصاحت و بلاغت اور حکمت و موعظت سے تعجب کرتے تھے جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہود حضرت مسیح کو خوب جانتے پہچانتے تھے مگر صلیب کے وقت ان کو نہ پہچان سکے پس جس ذات کو تین سال سے دیکھ رہے ہوں اس کو نہ پہچاننا یہ اس امر کی صریح دلیل ہے کہ من جانب اللہ کوئی اشتباہ پیش آیا ہے کما قال تعالیٰ وَلَکُمْ شَیْئَةٌ لَّهْمُ حُضْرَاتِ اہْلِ عِلْمِ الْاُجُوْبَةِ الْفَاخِرَةِ اَزْ صُلْحِ تَامُکَ ملاحظہ کریں۔

تنبیہ اسلف صالحین کا اس میں اختلاف ہے کہ جس شخص پر حضرت عیسیٰ کی شباهت ڈالی گئی وہ یہودی تھا جیسا کہ وہب بن منبہ سے منقول ہے اور اسی کو امام ابن جریر نے اختیار کیا یا منافق عیسائی تھا یا حضرت عیسیٰ کا مخلص خواری تھا حافظ عماد الدین ابن کثیر فرماتے ہیں کہ تفسیر ابن ابی حاتم میں باسناد صحیح عبد اللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ فرمایا تھا کہ جس شخص پر میری شباهت ڈالی جائیگی وہ جنت میں میرا رفیق ہوگا دیکھو تفسیر ابن کثیر ص ۷۷ اور تفسیر قرطبی ص ۱۱ سورۃ آل عمران اور اسی طرح مجاہد اور قتادہ اور سدی سے تفسیر ابن جریر ص ۱۱ میں مذکور ہے کہ جس پر حضرت عیسیٰ کی شباهت ڈالی گئی وہ اُن کے خواری میں سے تھا

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص حضرت عیسیٰ کے مطیع اور فرمانبرداروں میں سے تھا اور ابن عباسؓ کی مفضل روایت تفسیر قرطبی اور تفسیر ابن کثیر میں مذکور ہے جس کو ہم ہدیہ ناظرین

کرتے ہیں۔

قال ابن ابی حاتم حدثنا احمد بن ستان حدثنا ابو معاوية عن الامام عن المتهم بن عمرو عن سعيد بن جبیر عن ابن عباس قال لما اراد الله ان يرفع عيسى الى السماء خرج على اصحابه وفي البيت اثنا عشر رجلا من الحواريين يعني فخرج عليهم من عين في البيت ورأسه يقطر ماء فقال ان منكم من يكفر بي اثني عشر مرة بعد ان آمن بي ثم قال ايكم يلقي عليه شئ فيقتل مكاني ويكون ممي في درجتي فقام شئ من احدتهم سنا فقال له اجنس ثم اعد عليه فقام الشاب فقال لنا فقال هو انت ذاك فالتقى عليه شبه عيسى ورفع عيسى من دوزنقة في البيت الى السماء قال وجاء الطلب من اليهود فاخذوا الشبه فقتلوه ثم صلبوه فلكرو به بعضهم اثني عشر مرة بعد ان آمن به وافترقوا ثلاث فرق فقالت فرقة كان الله فينا ما شاء ثم رعد الى السماء وهؤلاء اليعقوبية وقالت فرقة كان فينا ابن الله ما شاء ثم رفعه الله اليه وهؤلاء النسطورية وقالت فرقة كان فينا عبد الله ورسوله ما شاء الله ثم رفعه

امام ابن ابی حاتم کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو آسمان پر اٹھانے کا ارادہ فرمایا تو گھر میں ایک چٹمہ تھا وہاں جا کر حضرت عیسیٰ نے غسل فرمایا اور غسل فرما کر باہر مجلس میں تشریف لائے جہاں بارہ حواری موجود تھے (غالباً یہ غسل آسمان پر جلنے کے لیے تھا جیسے مسجد میں آنے سے پہلے وضو کرتے ہیں) حواریوں کو دیکھ کر یہ ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ تم میں سے ایک شخص مجھ پر ایمان لانے کے بعد بارہ مرتبہ میرا کفر (کافرا) کرے گا بعد ازاں یہ فرمایا کہ تم میں سے کون شخص اس پر راضی ہے کہ اس پر میری شباهت ڈال دی جائے اور وہ میری جگہ قتل ہو اور پھر وہ جنت میں میرا رفیق بنے یہ سنتے ہی ایک نوجوان کھڑا ہو گیا اور اپنے آپ کو اس جاں نثاری اور فدائیت کے لیے پیش کیا عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا بیٹھ جا اور پھر عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے اسی سابق کلام کا اعادہ فرمایا پھر وہی نوجوان کھڑا ہوا اور عرض کیا کہ میں حاضر ہوں (سدا نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت سر دوستاں سلامت کہ تو خیر آزمائی) عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اچھا تو ہی وہ شخص ہے اس کے فوراً بعد ہی اس نوجوان پر عیسیٰ علیہ السلام کی شباهت ڈال دی گئی اور عیسیٰ علیہ السلام مکان کے ایک روشن

اللہ الیہ وهؤلاء المسلمون
فقطا هرت الکافرتان علی المسلمة
فقتلوهما فلم یزل الا سلام
لہما حتی بحث اللہ محمدا
صلی اللہ علیہ وسلم وهذا
اسناد صحیح الی ابن عباس وروا
النسائی عن ابی کویب عن ابی
معاویة بنحوہ وکذا ذکرہ غیر واحد
من السلف انه قال لہم ایکم
یلقی علیہ شبھی فیمقتل مکانی
وهو رفیق فی الجنة۔ انتہی۔
تفسیر ابن کثیر ص ۱۷۵ ج ۱۔ اور
السیاہی قوطی ص ۱۷۵۔ تفسیر آل عمران
میں ہے

سے آسمان پر اٹھالیے گئے بعد ازاں یہود
کے پیادے عیسیٰ علیہ السلام کے پکڑنے
کے لیے گھر میں داخل ہوئے اور اسی شبہ
کو عیسیٰ سمجھ کر گرفتار کر لیا اور قتل کر کے
صلیب پر لٹکا دیا اور ایک شخص نے
بارہ مرتبہ عیسیٰ کا انکار کیا بعد ازاں لوگوں
میں تین فرقے ہو گئے ایک فرقہ نے تو یہ
کہا کہ اللہ ہمارے درمیان ہیں جب تک
چاہا رہا پھر وہ آسمان پر چڑھ گیا اس فرقہ
کو یعقوبیہ کہتے ہیں دوسرے فرقہ نے یہ
کہا کہ اللہ کا بیٹا ہمارے درمیان تھا جب
تک چاہا رہا پھر اللہ نے اس کو اپنی طرف
اٹھالیا اس فرقہ کو نسطوریہ کہتے ہیں تیسرے
فرقہ نے یہ کہا کہ حضرت عیسیٰ اللہ کے برگزیدہ
بندہ اور رسول تھے جب تک خدا نے چاہا

ہمارے درمیان رہے پھر اللہ نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا یہ لوگ مسلمان تھے اول کے دو
کافر فرقوں نے اس مسلمان فرقہ پر چڑھائی کر کے اس کو قتل کر دیا اس دن سے اسلام
یعنی حق بے نام و نشان ہو گیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کو بھیجا جنہوں نے آکر دنیا کو صحیح حقیقت سے آگاہ کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مقبول
و مصلوب نہیں ہوئے بلکہ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے) حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ ابن
عباس تک روایت کی سند نہایت صحیح ہے اور اسی طرح نسائی نے بھی روایت کیا ہے
اور اسی طرح بہت سے سلف نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ نے یہ فرمایا کہ جس پر
میری شبہات ڈالی جائے اور وہ میرے بدلہ میں قتل ہو تو وہ جنت میں میرا رفیق ہوگا انتہی
بہر حال جس پر بھی حضرت عیسیٰ کی شبہات ڈالی گئی خواہ وہ یہودی تھا یا عسائی اس بات پر تمام
روایات متفق ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام قتل اور صلیب سے بالکل محفوظ رہے اور یہود نے کسی
اور شخص کو عیسیٰ سمجھ کر سولی پر چڑھا دیا۔

جس نے یہود و نصاریٰ سب کو شبہ اور اشتباہ میں ڈال دیا اور ان کے باہمی اختلاف کا
سبب بن گیا وہ اللہ کا ارادہ اور اس کی مشیت اور اس کی حکمت تھی کما قال اللہ تعالیٰ وَ لَکُمُ

شُبَّهَ لَهُمْ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ

مسیلمہ قادیان کا ہڈیان

یہود اور نصاریٰ اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت عیسیٰ کو سولی دے کر مار دیا گیا بعد میں ان میں اختلاف ہو گیا کہ وہ مرنے کے بعد زندہ ہوئے یا نہیں سو یہود کا قول یہ ہے کہ وہ زندہ نہیں ہوئے اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ وہ زندہ ہوئے اور آسمان پر چلے گئے ۔

اور اس چودھویں صدی کا مسیلمہ پنجاب یعنی متنبی قادیان یہ کہتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام قتل تو نہیں ہوئے مگر ہاں وہ سولی ضرور دیئے گئے جب وہ بے ہوش ہو گئے تو یہود نے اُن کو مردہ سمجھ کر قبر میں دفن کر دیا جب قبر میں اُن کو ہوش آیا تو وہ قبر سے خفیہ طور پر نکل کر چلے گئے اور ریاست کشمیر کے مشہور شہر سری نگر میں جا کر قیام کیا اور خفیہ طور پر اپنے زخموں کا علاج کراتے رہے اور سترہ سال زندہ رہ کر فوت ہوئے اور وہیں محلہ خان یار میں مدفون ہوئے اور وہی ان کا مزار ہے یہ سب مرزائے قادیان کی بکواس ہے جس پر کسی قسم کی کوئی دلیل نہیں دیوانہ گفت ابلہ باور کردہ کا مصداق ہے مرزائے قادیان کے قول کی بنا پر آیت اس طرح ہونی چاہیے تھی وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْنَا كَشْمِيرٍ

حق جل شانہ نے ان آیات میں یہود و نصاریٰ دونوں ہی کا رد فرمایا اور اگرچہ دونوں کے رد کے لیے صرف وَمَا قَتَلُوهُ کافی تھا مگر علام الغیوب نے اس کے ساتھ وَمَا صَلَبُوهُ بھی بڑھا دیا یعنی دشمن حضرت مسیح کو سولی پر بھی نہیں چڑھا سکے جس سے یہود و نصاریٰ کا نہایت بلیغ طریقہ سے رد ہو گیا یعنی قتل تو درکنار ان کو تو سولی بھی نہیں دی گئی جس کے وہ مدعی ہیں اور جس کو سولی دی گئی وہ حضرت مسیح کا شبیہ اور مثیل تھا ۔

اور یہود و نصاریٰ کے رد کے ساتھ قادیانی فرقہ کا بھی رد ہو گیا جو اس بارہ میں اُن کا مقلد تھا اور حق تعالیٰ نے قتل اور صلیب کی علیحدہ علیحدہ نفی فرمادی تاکہ ان کی حیات اور سلامتی اور محفوظیت میں کسی قسم کا کوئی شبہ باقی نہ رہے ۔

قرآن کریم تو یہ کہتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام قتل اور صلیب سے بالکل محفوظ رہے اور قادیان کے دہقان یہ کہتے ہیں کہ مسیح بن مریم صلیب سے نجات پا کر خفیہ طور پر کشمیر چلے آئے شاید مرزا صاحب کے نزدیک اس زمانہ میں کشمیر بیت المقدس سے زیادہ متبرک ہو گا حیرت کا مقام ہے کہ قرآن کریم نے جس زمین کے متعلق إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا فِيمَا فَرَمَا یَا ہُو اور جو زمین انبیاء و

اسرائیل کا مولد و مسکن ہو اور جس زمین میں ان کا قبلہ یعنی المسجد الاقصیٰ الذی بآدنا حولہ ہو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اُس مبارک زمین کو چھوڑ کر سرزمین کشمیر کی طرف ہجرت فرمائیں جہاں اس وقت سوائے مشرک اور بت پرستی کے خدا پرستی کا نام و نشان نہ ہو اور پھر ہجرت فرمانے کے بعد حضرت عیسیٰ اپنی تمام زندگی خاموشی اور گمنامی میں گزار دیں اور کشمیر پہنچ کر کسی کو توحید کی دعوت نہ دیں اور نہ کسی کو قیامت سے ڈرائیں اور نہ کسی کو خدا کی عبادت کی تعلیم و تلقین فرمائیں اسی طرح خاموشی میں زندگی بسر کر کے شہر سری نگر میں انتقال فرما جائیں اور محلہ خان یار میں اس طرح دفن ہو جائیں کہ سوائے مرزا قادیان کے روئے زمین پر کسی کو اس کا علم نہ ہو لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔

۳۔ وَلَئِنَّ الَّذِیْنَ اِخْتَلَفُوْا فِیْهِ لَفِیْ شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِمِنْ عَلَمٍ

حق جل شانہ نے اس آیت میں خبر دی ہے کہ اہل کتاب حضرت عیسیٰ کے قتل اور صلب کے بارہ میں اختلاف لکھتے ہیں یہ قرآن کریم کی شہادت ہے جو سب سے بڑی اور سب سے زیادہ سچی شہادت ہے۔

نصاری کے متعدد فرقے اس کے قائل ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام مقتول و مصلوب نہیں ہوئے بلکہ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے جیسا کہ توارخ میں مذکور ہے اور پادری سیل نے بھی اپنے ترجمہ میں سورہ آل عمران میں ان بعض فرقوں کا ذکر کیا ہے کہ جو کہتے ہیں کہ حضرت مسیح مقتول و مصلوب نہیں ہوئے اور یہ بتلایا ہے کہ محمد رسول اللہ علیہ وسلم سے بہت مدت پہلے عیسائیوں کے بہت سے فرقوں کا یہی اعتقاد تھا کہ عیسیٰ مصلوب نہیں ہوئے چنانچہ فرقہ بے سنی ڈین اور فرقہ سیرنہ تھیں اور فرقہ کارپاکریشن۔ جو سب کے سب اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے گزرے ہیں ان سب کا اعتقاد یہی تھا کہ حضرت عیسیٰ مصلوب نہیں ہوئے بلکہ ایک رومل شخص جو آپ کے ہم شکل تھا وہ صلیب دیا گیا ختم ہوا اور کلام حاج سیل کا معلوم ہوا کہ واقعہ صلیب نصاریٰ کے نزدیک متفق علیہ نہیں بلکہ نصاریٰ کے بہت سے قدیم فرقوں کا مذہب یہی ہے کہ حضرت عیسیٰ مقتول و مصلوب نہیں ہوئے جیسا کہ قرآن کریم نے خبر دی ہے۔

مولانا سید ابوالمنصور امام فن مناظرہ نوید جاوید ص ۲۸۲ میں لکھتے ہیں اور قرآن مجید کے اس ترجمہ میں جس پر عیسائی علماء نے اپنے طور کا حاشیہ لکھا اور پرمینر بیٹرین مشن پریس الہ آباد میں ۱۹۳۵ء کو چھاپا۔

ترجمہ آل عمران آیت ۵۲ کے حاشیہ صفحہ ۸۳ میں لکھا ہے کہ زمانہ اسلام سے آگے عیسائیوں میں باسبیلیدی ایک فرقہ تھا جو خیال کرتے تھے کہ آپ مسیح آپ مصلوب نہ ہوئے پر شمعون قرینی (جو صلیب اٹھا کر چل رہا تھا اس کے عوض پکڑا گیا اور مصلوب بھی ہوا پھر سڑ نہ تھی اور کارٹ ہوک راقی اور دوستی تین فرقے تھے جو زمانہ اسلام سے پیشتر ہی خیال رکھتے تھے انتہی و ختم کلامہ (نوید

جمادید ص ۳۸۲) .

گناہی فرقہ کے عیسائیوں کا یہ قول تھا کہ دنیا مادہ سے پیدا ہوئی اور مادہ کے لیے مثرات اور محسوس ضرور ہے اور مسیح مادہ سے پیدا نہیں ہوا تھا اس لیے مصلوب نہیں ہو سکا کیونکہ اس کا جسم نہ تھا انتہی چنانچہ تعلیم الایمان چھاپہ لدھیانہ ۱۸۶۹ء صفحہ ۲۳۶ میں لکھتے ہیں کہ اگلے زمانہ میں ایک فرقہ نے یہ گمان کیا کہ مسیح کا حقیقی جسم نہ تھا اور نہ وہ پیدا ہوا نہ اس نے دکھ اٹھایا پر اس کا جسم ایک مجازی طور پر تھا جیسا کہ فرشتے اکثر اوقات انسانیت کو اختیار کر لیتے تھے یا جیسا کہ روح کبوتر کی مانند اتری تھی چنانچہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی تعلیم کو اختیار کر کے اپنے تابعین کو تلقین کیا کہ مسیح خود نہیں مارا گیا انتہی اور دیکھو روس تواریخ کلیسا چھاپہ مرزا پور ۱۲۵۳ء صفحہ ۹۶ دین حق کی تحقیق مصنفہ پادری اسمتھ صاحب وغیرہ مطبوعہ الہ آباد ارفن پریس ۱۸۶۶ء صفحہ ۸۸ میں لکھا ہے کہ عیسیٰ مسیح کا احوال کہ کس طرح وہ ہندو نے میں بولامٹی کی چڑیاں بنائیں اور یہودیوں کو بند بنایا اور یہ کہ وہ نہیں مارا گیا بلکہ دوسرا اس کے عوض مصلوب ہوا یہ باتیں اُس نے (یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے ناصریوں کے قصے سے نکالیں جن کو دو تین شخصوں نے مسیح کے پانچ یا چار سو برس بعد بنایا تھا انتہی، اور برہمناس کی انجیل میں مسیح نے اپنی مصلوبی کا بطلان صاف بیان کر دیا یہ کہتے ہوئے کہ دنیا ہی میں یہود اکی موت کے سبب میری تضحیک ہو جائے اور ہر شخص یہ گمان کر لے کہ میں صلیب پر کھینچا گیا پر یہ ساری ہتک اور ہنسائی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے تک رہے گی جب وہ دنیا میں آئے گا تو ہر ایک ایمان دار کو اس غلطی سے آگاہ کر دے گا اور یہ دھوکا لوگوں کے دل سے اٹھا دے گا انتہی ترجمہ قرآن شریف مصنفہ سیل صاحب صفحہ ۴۲ - انتہی دیکھو (نوید جمادید ص ۳۸۲) اور دیکھو دلیل ثانی عشر از کتاب الفارق ص ۲۸۹

پس ان عبارات سے یہ امر بخوبی واضح ہو گیا ہے کہ اسلام سے پیشتر نصاریٰ کے متعدد فرقے اسی بات کے قائل تھے جو قرآن کریم نے خبر دی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ مقتول ہوئے اور نہ مصلوب۔

اسی بناء پر بہت سے محققین علماء نصاریٰ اس طرف گئے ہیں کہ عقیدہ صلیب اور کفارہ اور الوہیت یہ سب پولوس کی اختراع ہے حواریین اور متقدمین نصاریٰ اس کے قائل نہ تھے دیکھو (الدلیل الحادی عشر من کتاب الفارق ص ۳۸۸)

انجیل مرقس ومتی ولوقا ولوحنا
اور ان کی تفاسیر میں یہ ملکہ

شک اور اختلاف کے متعلق حضرت مسیح کی پیشین گوئی

ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام جب حواریین کے ساتھ جبل زیتون کی طرف گئے تو شاگردوں سے یہ فرمایا۔
ملکم تشکون فی هذا اللیل (تم سب اس رات میرے بارہ میں شک کرو گے)

ناظرین غور فرمائیں کہ چاروں انجیلوں میں حضرت مسیح کا یہ لفظ کلام تشکوت ہی قرآن کریم کے اس ارشاد **وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَبِئْسَ شِقَاقَ مَنَّهُ مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا أَتْبَاعُ السُّفْهِانِ** کے حرف بحرف اور لفظ بلفظ مطابق ہے دیکھو دلیل عامر از کتاب الفارق ص ۵۷ اور الجواب المفید لما لفظ بعد المسیح ص ۴۱ اور اجوبۃ فائزہ از ص ۷ تا ۸۷

۳۔ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ

اور یہودیوں نے بالیقین حضرت عیسیٰ کو نہیں قتل کیا بلکہ یقینی بات یہ ہے کہ جس زندہ شخصیت کو وہ قتل کر کے اس کی حیات کو ختم کرنا چاہتے تھے اللہ تعالیٰ نے اس کو زندہ اور صحیح سالم اپنی طرف اٹھالیا تاکہ قتل اور صلب کا امکان ہی ختم ہو جائے اس لیے کہ قتل و صلب تو جب ہی ممکن ہے کہ وہ جسم ان کے اندر موجود رہے اور جب خدا تعالیٰ نے اس جسم ہی کو اپنی طرف اٹھالیا تو قتل اور صلب کا امکان ہی ختم ہوا معلوم ہوا کہ آیت میں رفع سے اسی جسم کا رفع مراد ہے جس کو قتل کرنا چاہتے تھے آیت میں نہ روح کا کوئی تذکرہ ہے اور نہ روح کے قتل و صلب کا کوئی مسئلہ ہے جس کی طرف دفعہ کی ضمیر راجع ہو سکے لفظ **بَلْ** کلام عرب میں اضرب اور ابطال کے لیے آتا ہے یعنی مضمون سابق کی نفی کر کے اس کے منافی اور مقابل مضمون کو ثابت کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ رفع قتل کے جب ہی منافی ہو سکتا ہے جب رفع سے جسم کا زندہ اور صحیح سالم اٹھانا مراد لیا جائے ورنہ رفع روح یا رفع روحانی بمعنی بلندی رتبہ قتل کے منافی نہیں جو شخص بھی خدا کی راہ میں مارا جائے گا اس کا مرتبہ ضرور بلند ہو گا پس رفع کے معنی بلندی رتبہ کے لینا کسی طرح بھی قتل کے منافی نہیں اور لفظ **بَلْ** یہ بتلا رہا ہے کہ یہاں رفع سراسر قتل کے منافی ہے لہذا قطعاً ثابت ہو گیا کہ دفعہ میں رفع سے حضرت عیسیٰ کا جسم عنقریب کے ساتھ زندہ آسمان پر اٹھایا جانا مراد ہے نیز یہودی جسم کے قتل اور صلب کے مدعی تھے اللہ نے اولاً جسم کے قتل اور صلب کی نفی فرمائی اور **وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ** فرمایا اور پھر اسی جسم کے لیے رفع ثابت فرمایا **بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ** معلوم ہوا کہ جس جسم کا قتل اور صلب چاہتے تھے اسی جسم کو اللہ نے اپنی طرف صحیح سالم اٹھالیا اور ظاہر ہے کہ قتل اور صلب جسم ہی کا ہوتا ہے نہ کہ روح کا اس لیے کہ روح کا قتل اور صلب ناممکن ہے معلوم ہوا کہ **بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ** میں جسم ہی کا رفع مراد ہے۔

نیز رفع کے اصل معنی اٹھانے اور بلند کرنے اور اوپر لے جانے کے ہیں اس میں نہ جسم کی خصوصیت ہے اور نہ روح کی رفع کبھی اجسام کا ہوتا ہے اور کبھی معانی اور اعراض کا ہوتا ہے اور کبھی اقوال اور افعال کا اور کبھی مرتبہ اور درجہ کا جس جگہ لفظ رفع کا مفعول یا متعلق کوئی جسمانی شے ہوگی تو اس جگہ یقیناً رفع جسمانی مراد ہوگا کما قال تعالیٰ **وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ** اٹھایا، ہم نے

تم پر کوہ طور اللہ الذی رفع السموات بغير عمد ترؤفنا اللہ ہی نے بلند کیا آسمانوں کو بغیر ستون کے جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو واذ یزفح انبواہیم القواہید من البیت ولا سطحیل یاد کرو اس وقت کو کہ جب ابراہیم بیت اللہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے اور اسمعیل ان کی ساتھ تھے ورفح ابویہ علی العرش یوسف علیہ السلام نے اپنے والدین کو تخت کے اوپر اٹھایا ان تمام مواقع میں لفظ رفع اجسام میں مستعمل ہوا ہے اور ہر جگہ رفع جسمانی مراد ہے اور رفعتنا لک ذکرت ہم نے آپ کا نام بلند کیا اور رفعتنا بعضہم فوق بعض درجات ہم نے بعض کو بعض پر درجہ اور مرتبہ کے اعتبار سے بلند کیا۔

اس قسم کے مواضع میں رفت شان اور بلندی رتبہ مراد ہے اس لیے کہ رفع کے ساتھ خود ذکر اور درجہ کی قید مذکور ہے اور ایک حدیث میں ہے اذا تواضع العبد رفعہ اللہ الی السماء السابعة رواہ الخرائطی فی مکارم الاخلاق (بندہ جب اللہ کے لیے تواضع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو ساتویں آسمان تک اٹھا لیتے ہیں) اس حدیث میں قرینہ کی بناء پر رفع معنوی مراد لیا گیا ہے اس لیے کہ ظاہر ہے کہ تواضع سے انسان جسمانی طور پر آسمان پر نہیں اٹھایا جاتا اور قرینہ کی بناء پر اگر کسی لفظ کے معنی مجازی ہی مراد لیے جائیں تو اس سے لازم نہیں آتا کہ جب کبھی یہ لفظ بولا جائے گا تو معنی مجازی ہی مراد ہوں گے یہ تو بالکل ایسا ہے جیسے کوئی شخص یہ کہے کہ لفظ اسد کے معنی شیر کے نہیں بلکہ بہادر آدمی کے ہیں اور مثال میں یہ مقولہ پیش کرے رايت اسدا یرمی (میں نے ایک شیر کو تیر چلائے دیکھا) تو کیا اس سے یہ ثابت ہو جائے گا کہ لفظ اسد کے حقیقی معنی شیر کے نہیں اور یہ لفظ ہمیشہ بہادر ہی کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے اسی طرح اگر لفظ رفع کسی جگہ کسی قرینہ کی بناء پر رفع درجات کے معنی میں مستعمل ہو جائے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ لفظ رفع کبھی رفع جسمانی کے لیے مستعمل نہیں ہوتا مزید تفصیل کے لیے اس ناچیز کا رسالہ (کلمۃ اللہ فی حیات روح اللہ) مطالعہ کریں۔

رفحہ اللہ الیہ میں خدا کی طرف اٹھانا مذکور ہے آسمان کا ایک شبہ | کوئی ذکر نہیں۔

جواب یہ ہے کہ خدا کی طرف اٹھانے کے معنی ہی یہ ہیں آسمان کی طرف اس کو اٹھایا گیا اس لیے کہ خدا کے لیے بے چون و چگون فوقیت اور علو ثابت ہے۔

نیز خود مرزائے قادیان نے رفع اللہ کے معنی آسمان کی طرف اٹھائے جانے کے لیے لکھا ہے قرآن سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ کے فوت ہو جانے کے بعد اُن کی روح آسمان کی

طرف اٹھائی گئی (ازالۃ الادہام ص ۲۶۴ ط ۱)

مرزا صاحب کی اس عبارت سے صاف واضح ہے کہ رفع سے تو آسمان پر ہی اٹھایا جانا مراد ہے لیکن اختلاف اس میں ہے کہ آسمان پر روح کا اٹھایا جانا مراد ہے یا جسم مع الروح کا اور ہم یہ پہلے ثابت کر چکے ہیں کہ آیت میں رفع جسم مراد ہے۔
نیز مرزا صاحب لکھتے ہیں۔

إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَافِرُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ (یعنی پاک روحمیں خدا کی طرف صعود کرتی ہیں اور عمل صالح ان کا رفع کرتا ہے) (ازالہ ص ۲۶۴ ط ۱)

اس جگہ بھی مرزا صاحب نے پاک روحوں کے صعود سے آسمان ہی کی طرف جانا مراد لیا ہے مرزا نے قادیان یہ کہتا ہے کہ رفع کے معنی عزت کے موت دینا ہے یا مرنے کے بعد روحانی طور پر

بہشت میں داخل ہونا مراد ہے

یہ کہ رفع کے معنی اٹھانے اور بلند کرنے کے ہیں جیسا کہ تمام لغت کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے اور عزت کے موت یہ رفع کے معنی نہیں یہ مرزا صاحب کی گھڑت ہے نیز احادیث میں نزول عیسیٰ علیہ السلام کی خبر دی گئی ہے اور اس نزول کو بمقابلہ اُن کے سرفوع ہونے کے بیان کیا گیا ہے جیسا کہ سیاق احادیث سے ظاہر ہے پس جب دونوں لفظ اس حیثیت سے متقابل ٹھہرے تو یقیناً جو ایک لفظ کے معنی ہوں گے دوسرے لفظ میں اس کا مقابل مراد ہوگا پس اگر رفع سے مع الجسم آسمان پر اٹھایا جانا مراد لیا جائے تو نزول سے مع الجسم زمین پر اترنا مراد ہوگا جس میں نہ تقابل فوت ہوا اور نہ کوئی خرابی لازم آئی اور اگر بقول منکرین رفع جسمانی رفع سے عزت کی موت مراد لی جائے تو نزول سے بقریۃ مقابلہ ذلت کے پیدائش مراد لینی چلتے ہیں معنی حدیث نزول کے یہ ہوں گے کہ معاذ اللہ پھر عیسیٰ علیہ السلام ذلت کے ساتھ پیدا ہوں گے اور اگر یہاں یہ معنی مراد نہ لیے جائیں تو مقابلہ فوت ہو جائے گا پس ثابت ہوا کہ رفع سے عزت کی موت کے معنی مراد لینا صحیح نہیں نیز بعض روایات میں ینزل من السماء کا لفظ آیا ہے اور صحیح مسلم میں ہے فی نزول بین مہرودتین واضعاً کفیه علی اجفہۃ ملکین پس بقول منکرین نزول من السماء کی حدیث کے معنی یہ ہوں گے عیسیٰ بن مریم آسمان سے پیدا ہوں گے اور دو رنگین کپڑے پہنے ہوئے اور دو فرشتوں کے بازوؤں پر ہاتھ رکھے ہوئے ہوں گے اول تو یہ مطلب ہمل ہے پھر السوس کہ مدعی مسیحیت میں یہ صفت بھی نہیں پائی جاتی اور اپنے کو اس کا مسداق بتانا صریح جھوٹ ہے۔

(۵) وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ

اس آیت کی تفسیر میں ہم دو قول نقل کر چکے ہیں، جمہور کے نزدیک جو قول راجح ہے اس بناء پر اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی خبر دی گئی ہے جو احادیث متواترہ سے بھی ثابت ہے اور تمام امت محمدیہ کا اس پر اجماع ہے کہ اخیر زمانہ میں عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے زمین پر نازل ہوں گے اور دجال کو قتل کریں گے اور جس طرح ان علامات قیامت پر ایمان لانا فرض ہے جو قرآن اور احادیث متواترہ سے ثابت ہیں اسی طرح نزول عیسیٰ پر بھی ایمان لانا فرض ہے اس لیے کہ نزول عیسیٰ علیہ السلام بھی قرآن سے اور احادیث متواترہ اور اجماع امت سے ثابت ہے انشاء اللہ تعالیٰ اگر حق تعالیٰ کی توفیق ہوئی تو مسئلہ نزول کے متعلق احادیث کو وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِّشَآئِعِہِ کی تفسیر میں ہدیہ ناظرین کریں گے وما توفیقی الا باللہ

ناچیز نے اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ لکھ دیا ہے جس کا نام المقول المحکم فی نزول مسیحا علی بن مریمؑ ناظرین اس رسالہ کا مطالعہ فرمائیں۔

کتاب سابقہ میں دو مسیح کی آمد کی پیشین گوئی کی گئی تھی ایک مسیح ہدایت کی اور ایک مسیح

نزول عیسیٰ علیہ السلام کی حکمت

ضلالت کی مسیح ہدایت کے مصداق حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور مسیح ضلالت کا مصداق دجال اکبر ہے جو قوم یہود سے ہوگا اور بنی اسرائیل ان دو شخصیتوں کے منتظر تھے کہ کب ان کا ظہور ہوتا ہے جس وقت مسیح ہدایت یعنی عیسیٰ علیہ السلام کا ظہور ہوا تو یہود نے ان کو مسیح ضلالت سمجھا اور ان کے قتل کے درپے ہوئے اور اپنے زعم میں اُن کو قتل کر ڈالا اور نصاریٰ نے مسیح ہدایت کو مانا تو ہسی مگر اُن کی تعظیم میں غلو کیا اور نبوت و رسالت کے مرتبہ سے بڑھا کر اُن کو خدا اور خدا کا بیٹا مان لیا اخیر زمانہ میں جب مسیح دجال ظاہر ہوگا تو یہود اس کو مسیح ہدایت سمجھ کر اس کا اتباع کریں گے اس وقت مسیح ہدایت یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے تاکہ اہل کتاب کے دونوں گروہ یہود اور نصاریٰ کی غلطی واضح ہو جائے یہود پر تو یہ واضح ہو جائے کہ جس مسیح ہدایت کو تم نے اپنے زعم میں قتل کر دیا تھا وہ زندہ آسمان پر اٹھایا گیا اور اب زندہ آسمان سے نازل ہو رہا ہے تاکہ مسیح ضلالت یعنی دجال کو قتل کرے اور تم جس مسیح کے قتل کے مدعی تھے تم اس کو قتل نہیں کر سکے تھے بلکہ اس وقت اللہ تعالیٰ نے اُس کو زندہ آسمان پر اٹھایا اور اب وہ زندہ آسمان سے یہودیوں کے سردار مسیح دجال کے قتل کے لیے نازل ہو رہا ہے تاکہ یہود جب مسیح ہدایت کے ہاتھ سے مسیح ضلالت کا قتل دیکھیں تو اپنی گمراہی سے تائب ہو جائیں اور نصاریٰ پر یہ واضح ہو جائے کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے برگزیدہ بندے اور رسول برحق تھے معاذ اللہ خدا اور خدا کے بیٹے نہ تھے دیکھو الجواب الصحیح ص ۲۱۱ و ص ۲۱۲ للمحافظ ابن تیمیہ

و فتح الباری ص ۳۵ ج ۶۔ باب نزول عیسیٰ علیہ السلام۔

اور اس بارہ میں ناپتیز کا مستقل رسالہ ہے جس کا نام لطائف الحکم فی اسرار نزول عیسیٰ بن مریم ہے جو چھپ چکا ہے اس کو دیکھ لیا جائے۔

عقیدۂ قتل و صلب میں یہود و نصاریٰ کا فرق

بَنَ مَرْيَمَ وَنُزُولِ اللَّهِ اور اس قتل کو حضرت مسیح کے لیے موجب لعنت سمجھتے ہیں اور نصاریٰ یہود کی طرح قتل اور صلب کے تو قائل ہیں مگر اس قتل اور صلب کو کفارۃ الذنوب سمجھتے ہیں۔

حق تعالیٰ نے اصل قتل اور صلب ہی کی نفی فرمادی کہ سرے سے نہ قتل ہوا اور نہ صلب تاکہ جب اصل واقعہ ہی کی تردید کر دی جائے تو یہود و نصاریٰ کی یہ ذہنی اور خیالی تفریعات خود بخود ختم ہو جائیں گی اس لیے کہ قتل کو موجب لعنت سمجھنا یا موجب کفارہ سمجھنا یہ سب یہود و نصاریٰ کے ذہنی خیالات اور فکری اختراعات ہیں جو سب کے سب وقوع قتل و صلب پر موقوف ہیں پس جب اصل ہی کی نفی ہو گئی اور ثابت ہو گیا کہ قتل کا سارا قصہ محض ایک افسانہ ہے تو اس فرض افغانہ پر جو ذہنی تفریعات لگائی گئی ہیں وہ خود بخود ختم ہو جائیں گی اس لیے کہ کاذب اور غلط پر جو تفریح قائم کی جائیگی وہ بھی کاذب اور غلط ہی ہوگی۔

قرآن کریم نے قتل و صلب کے بارہ میں تو یہود اور نصاریٰ دونوں ہی کی تردید کی مگر رفع الی السماء کے بارہ میں نصاریٰ کی تصدیق کی اور قتل و صلب کے نفی سے نصاریٰ کا مسئلہ کفارہ بھی ختم ہو گیا جس کا بہت سے علماء نصاریٰ کو بھی اقرار ہے کہ یہ مسئلہ کفارہ پولوس کی ایجاد اور اختراع ہے اور بہت سے علماء یہود اس بات کے معترف ہیں کہ پولوس نے قتل و صلب کا مسئلہ علماء یہود کے حکم سے یہودیت کی حمایت میں اختراع کیا اور منافقانہ طور پر اس کو دین نصاریٰ کا ایک بنیادی عقیدہ بنادیا دیکھو عقیدۃ الاسلام از ص ۱۶۱ تا ص ۱۶۶۔

آیت نسا اور آیت آل عمران کے سیاق میں فرق

اہل کتاب کی تردید میں ہے اس لیے ان آیات میں نہایت تاکید کے ساتھ قتل و صلب کی نفی کی گئی اور رفع الی السماء کو ثابت کیا اور حضرت عیسیٰ کی موت سے پہلے ان پر اہل کتاب کے ایمان لانے کو نہایت تاکید کے ساتھ بیان کیا، خلافت آل عمران کی آیتوں کے ان کا تمام سیاق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تسلی کے لیے ہے سورۃ آل عمران میں حضرت عیسیٰ کی تسلی کے لیے توفی اور رفع اور تطہیر اور غلبہ متبعین عیسیٰ وغیرہ کا ذکر فرمایا تاکہ یہود کے مکرو فریب سے قلب پر جو خوف دہراں تھا وہ یکنکت دور ہو جائے اور یہ تمام امور جب ہی باعث تسلی ہو سکتے ہیں

کہ جب عیسیٰ علیہ السلام زندہ اور صحیح و سالم آسمان پر اٹھائے جائیں اگر سورۃ آل عمران میں تو فی سے وفات بمعنی موت مراد ہوتی تو اس سے حضرت عیسیٰ کی تو تسلی نہ ہوتی بلکہ یہود کو تسلی اور بشارت ہو جاتی کہ تم بے فکر رہو کہ قتل سے جو تمہارا مقصود ہے وہ ضرور حاصل ہو جائے گا دیکھو عقیدۃ الاسلام ص ۱۶۹۔

پس آل عمران میں تو فی کا ذکر حضرت عیسیٰ کی تسلی کے لیے ہے کہ اسے عیسیٰ میں تم کو پورا پورا اے لوں گا۔

اور آیات نساء کا سیاق تسلی کے لیے نہیں بلکہ یہود و نصاریٰ کے قول کی تردید کے لیے اس لیے ہے کہ سورۃ نساء میں قتل اور صلب کی نفی کی اور رفع الی السماء کو ثابت کیا اور تو فی سے کوئی تعرض نہ کیا نیز آل عمران میں حضرت عیسیٰ کی تسلی کے لیے رفع الی السماء کا وعدہ فرمایا کما قال تعالیٰ وَرَافَعَهُ الْخِیَاطُ اَوْدَ سُوْرَةَ نَسَاءِ مِیْنِ سَابِقِ وَعْدَةِ رَفْعِ اِلَیْهِ السَّمَاءِ کَیْفَ اَمَّا ذَکَرُہِہِ بِیْنَ رَفْعِہُ اللّٰہُ اِلَیْہِہِ کہ اللہ نے رفع کا وعدہ پورا کر دیا۔

اور سورۃ مائدہ کے اخیر میں فقط تو فی کا ذکر فرمایا وَکُنْتُ عَلَیْہِمْ مَّشْہِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْہِمْ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنی کُنْتُ اَنْتَ الرَّقِیْبُ عَلَیْہِمْ اس لیے کہ سورۃ مائدہ میں بنی اسرائیل کے خلاف حضرت عیسیٰ کی شہادت کا ذکر ہے اس لیے وہاں فقط تو فی کا ذکر فرمایا کہ تو فی کے بعد کا حال مجھ کو معلوم نہیں کہ جس کی میں گواہی دیکوں اور اس جگہ قتل اور صلب کی نفی کا کوئی ذکر نہیں فرمایا صرف تو فی کا ذکر فرمایا کہ جو مانع شہادت تھی اس لیے سیاق شہادت میں صرف مانع شہادت کو ذکر فرمایا دیکھو عقیدۃ الاسلام ص ۱۷۰۔

یہ کہ سورۃ آل عمران اور سورۃ نساء کی آیات میں امور ذیل کا بغیر کسی ایہام خلاصہ کلام کے نہایت واضح الفاظ میں یہ اعلان کر دیا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قتل اور صلب سے بالکلیہ محفوظ رہے اور اسی جسم عنصری کے ساتھ صحیح و سالم زندہ آسمان پر اٹھائے گئے عہد صحابہ و تابعین سے لے کر چودہ صدی کے علماء مفسرین نے ان آیات کا یہی مطلب بیان کیا ہے جو ہم نے ہدیۃ ناظرین کیا ہے اس کے خلاف جو تفسیر ہے وہ تفسیر نہیں بلکہ تحریف ہے

اس مقام پر تین چیزیں ہیں اول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دشمنوں کے قتل اور صلب سے بالکلیہ محفوظ رہنا دوم مسیح علیہ السلام کا زندہ مع جسم کے آسمان پر اٹھایا جانا سوم اُن کا دوبارہ دنیا میں آسمان سے نازل ہونا امر اول اور امر دوم کا نہایت صراحت اور وضاحت کے ساتھ آیات قرآنیہ میں بیان ہوا ہے اور امر سوم کا قرآن کریم کی متعدد آیات میں اجمالاً بیان ہوا ہے مگر احادیث صحیحہ اور صریحہ جو حدیث تواتر کو پہنچی ہیں ان میں حضرت عیسیٰ بن مریم کا نزول اس درجہ تفصیل اور توضیح کے ساتھ مذکور ہے کہ ان میں ذرہ برابر کسی تاویل اور تحریف کی گنجائش نہیں۔

حیاتِ عیسیٰ و نزولِ عیسیٰ علیہ السلام مسلمانوں کا اجماعی عقیدہ ہے

جاننا چاہیے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زندہ آسمان پر اٹھائے جانے اور پھر قیامت کے قریب آسمان سے دنیا میں نازل ہونے کا عقیدہ تمام اہل اسلام کا اجماعی عقیدہ ہے جو آیاتِ قرآنیہ اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے۔

اور صحابہ و تابعین کے وقت سے لے کر آج تک تمام علماء امت اس پر متفق چلے آئے ہیں اس اجماعی عقیدہ کا انکار سب سے پہلے سرسید علی گڑھی نے کیا اور پھر اس کی تقلید میں مرزا غلام احمد قادیانی نے کیا اور وفاتِ مسیح کو اپنی صداقت کا معیار قرار دیا۔ حالانکہ بفرضِ محال اگر تھوڑی دیر کے لیے حضرت مسیح کی وفات کو مان بھی لیا جائے تو اس سے مرزائے قادیان کی نبوت کیسے ثابت ہو سکتی ہے۔

مان لو کہ ایک بادشاہ مر گیا اور اس کا تخت بھی خالی ہے اور بادشاہت کا سلسلہ بھی بند نہیں ہوا تو کیا اس سے کسی بھنگی یا چمار کی بادشاہت ثابت ہو سکتی ہے جس میں نہ کسی قسم کی قابلیت ہے اور نہ کوئی لیاقت بلکہ اس میں وہ تمام باتیں موجود ہیں جو منصبِ بادشاہی کے بالکل مباین اور مخالف ہیں

کس نیاید بذر سایہ یوم ۱۰ در ہما از جہاں شود معدوم ۱۱
لہذا ہر مسلمان کو چاہیے کہ جب کسی مرزائی شخص سے بحث کا موقع آجائے تو یہ کہہ دے کہ حیات اور وفات کی بحث کو علماء پر چھوڑو مرزا صاحب میں اوصافِ نبوت کو ثابت کرو خود مرزا کو اپنے مراق اور خوابی حافظہ کا اقرار ہے کیا معاذ اللہ غیبطی اور مراقی بھی نبی ہو سکتا ہے اور علماء اسلام نے کتابوں میں مرزا کے جھوٹ نقل کیے ہیں کیا جھوٹا بھی نبی ہو سکتا ہے۔
دعوائے نبوت سے پہلے خود مرزائے قادیان کا یہی عقیدہ تھا چنانچہ مرزا صاحب اپنی الہامی کتاب میں لکھتے ہیں۔

اور جب مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لاویں گے تو انکے ہاتھ سے دین اسلام صحیح آفاق و اقطار میں پھیل جائے گا براہین احمدیہ ص ۴۹۹ و ص ۴۹۹ مصنف مرزا صاحب اور مرزائے قادیان لکھتا ہے اس بات پر تمام سلف و خلف کا اتفاق ہو چکا ہے کہ عیسیٰ جب نازل ہوگا تو امتِ محمدیہ میں داخل ہوگا (ازالۃ الاحصام ص ۵۶۶ سطر ۶)



إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَى نُوحٍ

ہم نے وحی بھیجی تیری طرف جیسے وحی بھیجی نوح کو

وَالذِّبْنَ مِنْ بَعْدِهِ وَأَوْحَيْنَا إِلَى إِبْرَاهِيمَ

اور نبیوں کو اس کے بعد اور وحی بھیجی ابراہیم کو

وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطَ

اور اسمعیل کو اور اسحاق اور یعقوب کو اور اس کی اولاد کو

وَعِيسَى وَآيُوبَ وَيُونُسَ وَهَارُونَ

اور عیسیٰ کو اور ایوب کو اور یونس کو اور ہارون کو

وَسُلَيْمَنَ وَآتَيْنَا دَاوُدَ زَبُورًا ۚ وَ

اور سلیمان کو اور ہم نے دی داؤد کو زبور اور

رُسُلًا قَدْ قَصَصْنَاهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا

کتے رسول جن کا احوال سنایا ہم نے تجھ کو آگے اور کتنے رسول

ثُمَّ نَقُصُّهُمْ عَلَيْكَ ۖ وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَى تَكْلِيمًا ۚ

جن کا احوال نہیں سنایا تجھ کو اور باتیں کہیں اللہ نے موسیٰ سے بول کر

رُسُلًا مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ

کتے رسول خوشی اور ڈر سنانے والے تاکہ نہ رہے لوگوں کو

عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا

اللہ پر الزام کی جگہ رسولوں کے بعد اور اللہ ہے زبردست حکمت

حَكِيمًا ۚ لَكِنِ اللَّهُ يَشْهَدُ بِمَا أَنْزَلَ إِلَيْكَ

والا لیکن اللہ شاہد ہے اس پر جو تجھ کو نازل کیا کہ یہ

أَنْزَلَهُ بِعِلْمِهِ وَالْمَلَكَةِ يَشْهَدُونَ وَكَفَى بِاللَّهِ

نازل کیا ہے اپنے علم کے ساتھ اور فرشتے گواہ ہیں اور اللہ بس ہے

شَهِيدًا ۱۶۶ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ

حق ظاہر کرنے والا جو لوگ منکر ہوئے اور انکے اللہ کی

سَبِيلِ اللَّهِ قَدْ ضَلُّوا ضَلَالًا بَعِيدًا ۱۶۷ إِنَّ

راہ سے وہ دور پڑے ہیں بھول کر جو

الَّذِينَ كَفَرُوا وَظَلَمُوا لَمْ يَكُنِ اللَّهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ

لوگ منکر ہوئے اور حق دبا رکھا ہرگز اللہ بخشنے والا نہیں ان کو

وَلَا يَهْدِيَهُمْ طَرِيقًا ۱۶۸ إِلَّا طَرِيقَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ

اور نہ ان کو ملاوے راہ مگر راہ دوزخ کی پڑے رہیں

فِيهَا أَبَدًا ۱۶۹ وَكَانَ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ۱۷۰

اس میں ہمیشہ اور یہ اللہ پر آسان ہے

جواب از شبہ اہل کتاب

قَالَ تَعَالَى إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ ... لَمْ يَلَمْ ... وَكَانَ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا
 (ربط، گزشتہ رکوع میں اہل کتاب کی شناختوں اور قباحتوں کو بیان کیا تاکہ معلوم ہو جلتے کہ
 اہل کتاب کا وہ سوال جو یَسْأَلُكَ أَهْلُ الْكِتَابِ میں منقول ہوا وہ سراسر جہل اور عناد پر مبنی
 ہے جس کا اجمالی اور الزامی جواب تو فَقَدْ سَأَلُوا مُوسَى الْكَبِيرَ مِنْ ذَلِكَ کے ذریعہ دیدیا
 گیا اب اصل سوال کا تحقیق اور تفصیل جواب ارشاد فرماتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ اہل کتاب
 کا یہ کہنا کہ اگر آپ پچھے بنی ہیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح آپ پر بھی دفعۃً کوئی کتاب
 آسمان سے نازل کی جاسکتے یہود کا یہ سوال سراسر جاہلانہ اور معاندانہ ہے اس لیے کہ اثبات نبوت
 کے لیے یہ سوال کہ تو ریت کی طرح آپ پر کوئی کتاب دفعۃً نازل کی جلتے محض لغو اور جہل ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بہت سے بنی گذر چکے ہیں جن کی نبوت اہل کتاب کے نزدیک مسلم ہے حالانکہ یہ حضرات کوئی آسمانی نوشتہ لے کر نہیں آئے تھے معلوم ہوا کہ نبوت کا ثبوت آسمانی نوشتہ کے نزول پر موقوف نہیں نبوت کی تصدیق کے لیے معجزہ کا صادر ہو جانا کافی ہے خواہ کوئی معجزہ ہو ثبوت مدعا کے لیے یہ کافی ہے کہ کسی دلیل سے مدعا ثابت ہو جائے۔ خصم کو یہ اختیار نہیں کہ کسی خاص دلیل اور کسی خاص گواہ کا مطالبہ کرے اور نہ مستدل اور مدعی پر یہ ضروری ہے کہ خصم کی یہ خواہش پوری کرے خصوصاً جب کہ اثبات دعویٰ کے لیے متعدد دلائل پیش ہو چکے ہوں پس جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت صمدی دلائل نبوت یعنی سینکڑوں معجزوں سے ثابت ہو چکی تو بغیر اس کے کہ ان میں کوئی خرابی نکالی جائے ایک خاص معجزہ اور من مانی دلیل کی درخواست کرنا صاف دلالت کرتا ہے کہ صرف عناد اور جھگڑا مقصود ہے طلب حق مقصود نہیں چنانچہ فرماتے ہیں (اسے بنی) تحقیق ہم نے وحی بھیجی تیری طرف جیسے وحی بھیجی ہم نے نوح کی طرف اور ان پیغمبروں کی طرف جو نوح کے بعد ہوئے اور جس طرح ہم نے ابراہیم اور اسمعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اولاد یعقوب میں جو بنی گذرے اور عیسیٰ اور یوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان کی طرف وحی بھیجی اور جس طرح ہم نے داؤد کو بتدریج زبور دی یعنی جیسے ہم نے حضرت نوح اور حضرت ابراہیم اور حضرت اسمعیل وغیرہم کو بنی بنایا ویسا ہی تم کو بھی بنی بنایا آپ کی نبوت اور ان کی نبوت میں کوئی فرق نہیں لوگوں کو ان حضرات کی نبوت کا علم مختلف معجزات سے ہوا موسیٰ علیہ السلام کی طرح پوری لکھی ہوئی کتاب یکدم ان میں سے کسی پر نازل نہیں ہوئی تمام نبیوں میں صرف موسیٰ علیہ السلام ایک ایسے بنی گذرے ہیں جن کو ساری کتاب ایک دفعہ ملی تھی ان کے سوا جتنے پیغمبر ہیں ان پر حسب ضرورت وقتاً فوقتاً وحی نازل ہوتی رہی پس جس طرح وحی کا تھوڑا تھوڑا اترنا اور لکھی ہوئی کتاب کا یکدم نازل نہ ہونا ان حضرات کی نبوت میں خلل انداز نہیں تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں کیسے خلل انداز ہو سکتا ہے غرض یہ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی بھیجنے میں خدا تعالیٰ نے وہی طریقہ اختیار کیا جو حضرت نوح اور حضرت ابراہیم اور دیگر انبیاء کرام کی طرف وحی نازل کرنے میں اختیار کیا اور حضرت داؤد علیہ السلام کو جو زبور عطا کی سو وہ بھی اس کیفیت سے اتری ہے جس کیفیت سے قرآن اترتا ہے یعنی زبور بتدریج نازل ہوئی اور علماء اہل کتاب زبور کو منزل من اللہ مانتے ہیں چونکہ مقصود ان آیات سے یہود کے اس شبہ کا جواب دینا ہے کہ تصدیق نبوت کے لیے یکدم لکھی ہوئی کتاب کا نازل ہونا ضروری نہیں اس لیے سلسلہ کلام میں موسیٰ علیہ السلام کا ذکر نہیں فرمایا اور کہتے ہی رسول جن کا حال اس سے پہلے ہم نے مکتی سورتوں میں آپ سے بیان کیا کہ چکے ہیں اور کہتے ہی رسول ہیں جن کا حال ہم نے آپ سے بیان نہیں کیا ان سب کو اللہ نے پیغمبر بنایا

اور حسب ضرورت تھوڑی تھوڑی وحی ان پر نازل کی مگر بلا واسطہ فرشتہ کے ان میں سے کسی سے بھی اللہ نے کلام نہیں کیا اور موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے بلا واسطہ فرشتہ کے کلام کیا یہ خاص اُن کی خصوصیت تھی تو کیا اس سے یہ لازم آیا کہ سوائے موسیٰ علیہ السلام کے جن سے خدا نے بلا واسطہ فرشتہ کے کلام نہیں کیا وہ بنی نہ ہوں اسی طرح اگر کسی بنی کو موسیٰ علیہ السلام کی طرح یکبارگی کتاب نہ ملے تو کیا اس کی نبوت میں کوئی خلل آجائے گا۔

تمام نبیوں پر وحی فرشتہ کے ذریعہ آئی ہے مگر موسیٰ علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے یہ خصوصیت عطا کی کہ خدا نے اُن سے پس پردہ کلام کیا اور فرشتہ کا واسطہ درمیان میں نہ رکھا یہ ان پر خدا تعالیٰ کی خاص عنایت تھی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جس میں یہ خصوصیت نہ پائی جائے وہ بنی ہی نہیں اسی طرح لکھی ہوئی کتاب کا یکدم نازل ہونا موسیٰ علیہ السلام کی خاص خصوصیت تھی نبوت کی شرط نہیں حق تعالیٰ کی منت ہے کہ ہر بنی کو کسی خاص فضیلت اور کسی خاص معجزہ سے سرفراز فرمائے ہیں کسی میں کوئی فضیلت رکھی اور کسی میں کوئی موسیٰ علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے اپنا کلام سنایا مگر اپنے دیدار سے محروم رکھا اور ہمارے بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج میں اپنے کلام سے اور اپنے دیدار پر انوار سے مشرف فرمایا (مذاکرہ توضیح کلام الامام الرازی فی التفسیر البکیر ص ۲۵۸ و ہونیس ولطیف جدا)

خلاصہ کلام یہ کہ موسیٰ علیہ السلام کی نبوت اس پر موقوف نہیں کہ ان پر لکھی ہوئی کتاب (توریت) یکدم نازل ہوتی تھی بلکہ اگر بالفرض ان پر کوئی نوشتہ خداوندی بھی نازل نہ ہوتا تو اُن کا صاحب وحی اور صاحب کلام الہی اور صاحب معجزات ہونا یہ اُن کے دعوائے نبوت کی تصدیق کے لیے کافی تھا نیز موسیٰ علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ تو ریت کتاب الہی ہے یہ موسیٰ علیہ السلام کا ایک دعویٰ ہے اس کی تصدیق خود ان کی تصدیق نبوت پر موقوف ہے پس ثابت ہو گیا کہ یہود کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہنا کہ اگر آپ سچے بنی ہیں تو موسیٰ علیہ السلام کی طرح لکھی کتاب یکدم آپ پر بھی نازل ہونی چاہیے بالکل مہمل اور لالچین ہے حق تعالیٰ فرماتے ہیں ہم نے بشارت دینے والے اور ڈرانے والے رسول اس لیے بھیجے ہیں تاکہ رسولوں کے آنے کے بعد لوگوں کو اللہ پر الزام رکھنے کی کوئی جگہ نہ رہے یعنی رسولوں کے بھیجنے سے ہماری محض یہ غرض ہے کہ لوگوں کو احکام خداوندی سے آگاہ کریں اور فرمانبرداروں کو انعام خداوندی کی خوشخبری سنائیں اور نافرمانوں کو عذاب سے ڈرائیں تاکہ قیامت کے دن لوگ خدا کے سامنے یہ عذر نہ کر سکیں کہ ہمیں آپ کے احکام اور مرضی نامرضی کا علم نہ تھا اگر ہمارے پاس آپ کے پیغمبر آتے تو ہم ضرور ان کا حکم مانتے کما قال تعالیٰ لَوْ اَنَّ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعُ اٰیٰتَكَ وَنَكُوْنُ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ یہ آیت بھی یہود

کے اس سابق سوال کا دوسرا جواب ہے اور مطلب یہ ہے کہ انبیاء کرام کے بھیجنے سے مقصود فرمانبرداری کو بشارت دینا اور نافرمانوں کو ڈرانا ہے خواہ ایک دم کتاب نازل کی جائے یا پارہ پارہ کر کے نازل کی جائے مقصود ہر حال میں حاصل ہے بلکہ تھوڑا تھوڑا نازل کرنے میں فائدہ زیادہ ہے اس لیے کہ انسان یکبارگی تمام احکام نازل ہونے سے گھبراتا ہے اور تھوڑے تھوڑے احکام پر عمل کرنا آسان ہوتا ہے پس یکدم کتاب نازل کرنے کی درخواست کرنا سراسر لغو اور بیجا ہے اور ہے اللہ غالب اور حکمت والا اُسے یکدم کتاب کا نازل کرنا دشوار نہیں لیکن اس کی حکمت اس امر کو مقضی ہوئی کہ یہود کی اس معاندانہ اور مہمل درخواست کو پورا نہ کیا جائے اور نہایت حکیمانہ طریق سے اس شبہ کا قلع قمع کر دیا جائے

خلاصہ کلام

حضرت نوح اور حضرت ابراہیم اور حضرت اسمعیل اور حضرت اسحاق وغیرہم کی طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلاشبہ اللہ کے رسول ہیں یہود اپنے عناد اور ہیٹ دھرنی سے آپ کی نبوت و رسالت کی شہادت نہ دیں تو زندیں لیکن واقع میں آپ اللہ کے پیغمبر ہیں اور اللہ گواہی دیتا ہے آپ کی نبوت و رسالت کی بذریعہ اس کتاب کے جو اس نے آپ کی طرف اتاری یعنی یہ قرآن آپ کی نبوت کی گواہی دیتا ہے اس لیے کہ اس کا اعجاز اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ نے اس قرآن کو اپنے خاص علم کے ساتھ اتارا ہے جو علوم اور معارف اس کتاب میں ودیعت رکھے ہیں وہ کسی کتاب میں نہیں اس کے علوم و معارف ادراک بشری سے کہیں بالا اور برتر ہیں یہی وجہ ہے کہ قرآن کے عجائب و غرائب کبھی ختم نہیں ہو سکتے یہ قرآن منبع ہدایت ہے جس قدر ہدایت لوگوں کو قرآن سے ہوئی وہ اور کسی کتاب سے نہیں ہوئی اور فرشتے بھی آپ کی نبوت و رسالت کی گواہی دیتے ہیں جنگ بدر اور جنگ حنین اور دیگر مواضع میں بحکم خداوندی فرشتے آپ کی تائید کے لیے نازل ہوئے اور بالفرض کوئی بھی آپ کی نبوت کی شہادت نہ دے تو خدا تعالیٰ آپ کی نبوت و رسالت کا کافی گواہ ہے اللہ کی گواہی کے بعد کسی کی گواہی کی ضرورت نہیں مطلب یہ ہے کہ یہود باوجود شبہ رفع ہو جانے کے پھر بھی آپ کی نبوت کی

ملہ خلاصہ کلام سے جو عبارت ہے وہ لکن اللہ یشہد کے استدراک کی توضیح و تشریح کے لیے ہے کما قال الامام الرازی وغیرہ لما انزل انا و حینا الیک قالوا نحن لا نشہد لک بذلك لکن اللہ یشہد الخ (تفسیر کبیر ص ۳۵۳ والبحر المحیط ص ۳۹۹) وقال شیخ الاسلام ابوالسعود هو استدراک عما یفہم مما قبلہم کانہم لما تعنتوا علیہ بما سبق من السوال واحتج علیہم بقولہ انا و حینا الیک الخ قیل انہم لا یشہدون بذلك لکن یشہد بما انزل الیک ۔

شہادت نہ دیں تو پرواہ نہ کیجئے خدا تعالیٰ آپ کی نبوت کی شہادت دیتا ہے اور خدا کی شہادت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو دلائل نبوت یعنی معجزات عطا کیے اور یہ کتاب مستطاب یعنی قرآن آپ پر اتارا جس کا اعجاز اور اس کی بے نظیر فصاحت و بلاغت اور اس کا اخبار غیبیہ پر مشتمل ہونا اس امر کی کافی دلیل ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور وہ آپ کے نبی ہونے کی شہادت دیتا ہے بے شک جن لوگوں نے شبہ دور ہو جانے کے بعد بھی آپ کی نبوت کا انکار کیا اور آپ کی بشارتوں اور صفوں کو چھپایا اور لوگوں کو خدا کی راہ سے روکا یقیناً وہ راہ راست سے بہت دور جا پڑے تحقیق جن لوگوں نے کفر کیا اور حق کو دبایا اور حق قبول کرنے والوں کو ستایا تو نہیں ہے خدا تعالیٰ ایسا کہ ایسوں کو معاف کر دے اور نہ وہ ایسا ہے کہ ان کو کوئی راہ دکھا دے یا چلا دے مگر جہنم کی راہ انہیں سیدھا جہنم میں پہنچائے گا جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے کسی وقت بھی کوئی راہ اس سے نکلنے کی نہ ہوگی یہود اس خیال خام میں نہ رہیں کہ چند روز کے بعد جہنم سے باہر آجائیں گے اور یہ امر اللہ پر بہت ہی آسان ہے یعنی اہل عناد کو ہمیشہ کے لیے دوزخ میں ڈال دینا اللہ پر آسان ہے اس امر کے لیے اسے کسی سامان اور اہتمام کی ضرورت نہیں۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ الرَّسُولُ بِالْحَقِّ مِنْ رَبِّكُمْ

اے لوگو تم پاس رسول آچکا ٹھیک بات لے کر تمہارے رب کی سو مانو

فَآمِنُوا خَيْرًا لَّكُمْ وَإِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ يِلَّهَ مَا فِي

کہ بھلا ہو تمہارا اور اگر نہ مانو گے تو اللہ کا ہے جو بکھ

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝۱۴۰

آسمان اور زمین میں اور اللہ سب خبر رکھتا ہے حکمت والا

خطاب عام برائے قبول دعوت حق

قَالَ تَعَالَى يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ الرَّسُولُ ... اے وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا

(ربط) نبوت محمد پر کے متعلق یہود کے تمام شکوک اور شبہات کا کافی اور شافی جواب دینے کے بعد تمام

بنی آدم کو حق کی دعوت دیتے ہیں کہ دین محمدی میں داخل ہو جاؤ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول برحق ہیں اللہ کی طرف سے حق کو لیکر آئے ہیں اسکو قبول کر داسی میں تمہاری بھلائی اور بہتری ہے اور اگر نہیں قبول کرتے تو اللہ کو اس کی پرواہ نہیں وہ آسمان وزمین کا مالک ہے تمام فرشتے اور شجر و حجر سب اسکی تسبیح و تحمید کرتے ہیں اُسے تمہاری تسبیح و تحمید کی کوئی حاجت نہیں چنانچہ فرماتے ہیں اے لوگو تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے اللہ کے سپہ رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم دین حق لے کر آچکے ہیں جس سے مقصود تمہاری تربیت ہے اور حق تو جس طرح بھی پہنچے اس کے قبول میں تا مل نہ کرنا چاہیے تھوڑا تھوڑا اور چاہے یکدم اور پھر مزید برآں یہ کہ وہ رسول برحق۔ حق اور صداقت کو لے کر خود تمہارے پاس پہنچ گیا چاہیے تو یہ تھا کہ تم خود حق کی تلاش میں نکلتے لیکن ستم بالائے ستم یہ ہے کہ پیغمبر خدا تو حق لے کر تمہارے پاس پہنچ گیا اور تم ہو کہ اس میں خدشے نکال رہے ہو کہ یہ دین حق ٹھوڑا ٹھوڑا ہو کہ کیوں نازل ہو رہا ہے یکدم کتابی شکل میں کیوں نازل نہیں ہو جاتا پس عقل اور دانائی کا مقتضی یہ ہے کہ اس حق اور اس رسول برحق پر تم فوراً ایمان لے آؤ ایمان لانا ہی تمہارے لیے بہتر ہوگا اور اگر آپ کی نبوت و رسالت کو نہیں مانو گے تو اللہ کو تمہارے ایمان کی کوئی حاجت نہیں تحقیق اللہ ہی کی ملک ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے ایمان لانے میں تمہارا ہی نفع ہے اُس کا کوئی فائدہ نہیں اور ہے اللہ جاننے والا حکمت والا اسے تمہارے ایمان اور کفر کی سب خبر ہے اور اس کا کوئی حکم حکمت سے خالی نہیں۔

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ وَلَا تَقُولُوا

اے کتاب والو مت مبالغہ کرو اپنے دین کی بات میں اور مت بولو

عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقُّ إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ

اللہ کے حق میں مگر بات تحقیق مسیح جو ہے عیسیٰ مریم کا بیٹا

مَرْيَمَ رَسُولُ اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَ

رسول ہے اللہ کا اور اس کا کلام جو ڈال دیا مریم کی طرف اور

رُوحٌ مِنْهُ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَلَا تَقُولُوا ثَلَاثَةٌ

روح ہے اس کے ہاں کہ سو مانو اللہ کو اور اس کے رسولوں کو اور مت بتاؤ اسکو تین

إِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ إِنَّمَا اللّٰهُ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ سُبْحٰنَہٗ

یہ بات چھوڑو کہ بھلا ہو تمہارا اللہ جو ہے سو ایک معبود ہے اس لائق نہیں

أَنْ يَّكُوْنَ لَهُ وَلَدٌ ۚ لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي

کہ اس کی اولاد ہو اسی کا ہے جو کچھ آسمان و زمین میں ہے

الْاَرْضِ ۚ وَكَفٰی بِاللّٰهِ وَكِیْلًا ۝۱۴۱ لَنْ يَّسْتَنْكِفَ

اور اللہ بس ہے کام بنانے والا مسیح ہرگز برا نہ

الْمِیْسِیُّ اَنْ يَّکُوْنَ عَبْدًا لِلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِکَةُ

مانے اس سے کہ بندہ ہو اللہ کا اور فرشتے

الْمُقَرَّبُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهِ وَيَسْتَكْبِرْ

نزدیک والے اور جو کوئی کنیادے اللہ کی بندگی سے اور تکبر کرے

فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَیْهِ جَمِیْعًا ۝۱۴۲ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

سو وہ جمع کرے ان سب کو اپنے پاس اکٹھا پھر جو لوگ ایمان

وَعَمِلُوا الصَّٰلِحٰتِ فِیْوَفِیْهِمْ اُجُوْرُهُمْ وَّیَزِیْدُهُمْ مِّنْ

لائے ہیں اور عمل کیے نیک سو ان کو پورا دے گا ان کا ثواب اور بڑھتی دے گا

فَضْلِهٖ ۚ وَاَمَّا الَّذِیْنَ اسْتَنْكَفَوْا وَاسْتَكْبَرُوْا

اپنے فضل سے اور جو کنیلے اور تکبر کیا سو ان کو مارے گا

فَعَذَابُهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۚ وَلَا یَجِدُوْنَ لَهُمْ

دکھ کی مار اور نہ پادیں گے اپنے

مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِیًّا وَلَا نَصِیْرًا ۝۱۴۳ یٰۤاَيُّهَا النَّاسُ

واسطے اللہ کے سوائے کوئی حمایتی اور نہ مددگار اے لوگو

قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَأَنزَلْنَا إِلَيْكُمْ

تم پاس تمہیں چکی تمہارے رب کی طرف سے سند اور اتاری ہم نے

نُورًا مُّبِينًا ۝ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَاعْتَصَمُوا

تم پر روشنی واضح سو جو یقین لائے اللہ پر اور اس کو مضبوط

بِهِ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِي رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ ۝

پھر تو ان کو داخل کرے گا اپنی مہر میں اور فضل میں اور

يَهْدِيهِمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝

پہنچا دے گا اپنی طرف سیدھی راہ

خطاب خاص باہل کتاب باعتبار نصیحت کتاب

قال تعالیٰ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ اِلٰی صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا
 (ربط) گزشتہ آیات میں یہود کے شبہات اور معاندانہ سوالات کے جوابات ارشاد فرمائے اور اُن
 کے قبائح و فضائح سب کے سامنے کھول دیئے جنہیں وہ چھپاتے تھے پس جب آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم کی نبوت ثابت ہو گئی تو اس کے بعد ایک خطاب عام فرمایا اور تمام بنی آدم کو دین حق اور
 رسالت محمدیہ کی تصدیق کی دعوت دی اب خطاب عام کے بعد پھر اہل کتاب کو خطاب خاص فرماتے
 ہیں اور گو عنوان عام ہے مگر اصل مقصود بالخطاب نصاری ہیں جس میں اُن کو اس کی نصیحت ہے
 کہ اپنے عقائد فاسدہ سے باز آ کر خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کریں اور اگر انحراف کریں گے تو
 انہیں بہت سخت عذاب ہوگا اور چونکہ ان کے عقائد فاسدہ کا اصل سبب یہ تھا کہ اُن کی طبیعت
 میں غلو یعنی مبالغہ پسندی تھی جس کے معتقد ہوئے اس کو حد سے بڑھا دیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام
 کو نبوت و رسالت سے بڑھا کر الوہیت کا درجہ دے دیا اس لیے حق تعالیٰ نے سب سے پہلے
 اسی غلو اور مبالغہ کے ترک کا حکم دیا جو ان کی گمراہی کا اصل سبب تھا اور خاص طور پر اہل کتاب کو
 مخاطب بنایا کہ اسے اہل کتاب اپنے دین میں غلو نہ کرو کیونکہ یہ ایسی پاکیزہ اور عمدہ بات ہے
 کہ کسی کو اس کے تسلیم کرنے میں تردد نہیں ہو سکتا اور یہی بلاغت کا کمال ہے اور اسی کو
 حسن استدلال کہتے ہیں کہ اولاً ایک مقدمہ مسلمہ پیش کر دیا جائے تاکہ مخاطب اس کا انکار

نہ کر سکے۔

چنانچہ فرماتے ہیں اے اہل کتاب اپنے دین میں مبالغہ نہ کرو یعنی حد سے کہے نہ بڑھو اور حد سے زیادہ کسی کی تعظیم نہ کرو اور اللہ کی نسبت سوائے حق کے کوئی لفظ نہ کہو تمہارا حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا کہنا خدا تعالیٰ کی تنقیص ہے اور خدا کے ذمہ جھوٹ لگانا ہے کہ اس نے حضرت عیسیٰ کو اپنا بیٹا بنایا ہے اہل کتاب کے دو گروہ تھے ایک یہود اور ایک نصاریٰ یہود نے حضرت مسیح کی تنقیص کی اور ان کی شان کو گھٹایا اور ان کے قتل کے درپے ہوئے اور ان کی والدہ مطہرہ کو مہتم کیا غرض یہ کہ یہود حضرت عیسیٰ کی تحقیر میں حد سے گذر گئے اور نصاریٰ ان کی تعظیم میں حد سے گذر گئے اور ان کی تعظیم میں یہاں تک مبالغہ کیا کہ ان کو خدا اور خدا کا بیٹا کہا اس آیت میں اہل کتاب سے خاص طور پر نصاریٰ مراد ہیں گزشتہ رکوع میں یہود کی غلطی بیان فرمائی اب اس کے بعد خاص طور پر نصاریٰ کو نصیحت فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کے متعلق غلط عقیدہ نہ رکھیں اور نصاریٰ کے اکثر فرقے خدا کی ذات میں بابتیاز حقیقی تین اقنوم کے قائل ہوئے اور اس کا نام تثلیث رکھا اور پھر تماثلہ یہ کہ یہ کہا کہ تین ایک ہیں اور ایک تین ہیں سب سے اور یہ نصاریٰ کا بنیادی عقیدہ ہے اور نجات کی سیڑھی ہے اور اس کو وہ توحید فی التثلیث اور تثلیث فی التوحید کے نام سے موسوم کرتے ہیں نصاریٰ کے کل چار فرقے تھے یعقوبیہ، ملکانیہ، نسطوریہ و مرقوسیہ ان میں سے یعقوبیہ اور ملکانیہ مسیح کو خدا کہتے تھے اور نسطوریہ خدا کا بیٹا اور مرقوسیہ ان کو تین کا تیسرا قرار دیتے تھے یعنی ان کا عقیدہ یہ تھا کہ خدا تین اقنوم ہیں یعنی خدا باپ اور بیٹے اور روح القدس سے مرکب ہے ان میں سے ایک اقنوم عیسیٰ ہے تو عیسیٰ تین خدا میں سے ایک خدا ہے گویا کہ عیسائی مذہب میں الوہیت کے تین رکن ہیں جن سے خدائی قائم ہے۔

حق جل شانہ نے اس آیت میں ان چاروں فرقوں کی تردید فرمائی ہے اور مطلب آیت کا یہ ہے کہ اے اہل کتاب دین میں غلو اور مبالغہ نہ کرو یعنی حد سے تجاوز نہ کرو اور جو باتیں دین میں نہیں ہیں ان کو اپنی طرف سے دین میں نہ داخل کرو اپنی طرف سے دین میں کسی بات کو داخل کرنا درحقیقت اللہ پر جھوٹ بولنا ہے کہ یہ اللہ کا حکم ہے حالانکہ اللہ نے اس کا حکم نہیں دیا لفظ لَا تَعْلُوا فِي دِينِكُمْ سے گمراہی کا مبداء اور منشا بیان فرمایا کہ ہر گمراہی کا اصل سبب دین میں غلو اور مبالغہ ہے اور لفظ لَا تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ سے گمراہی کا منتہی اور اس کا انجام بیان فرمایا کہ غلو اور مبالغہ کا انجام یہ ہوتا ہے کہ دین میں وہ باتیں داخل ہو جاتی ہیں جن کا اللہ نے حکم نہیں دیا اور بغیر حکم خداوندی کسی چیز کو دین کہنا اور موجب ثواب و عقاب بتانا یہ اللہ پر جھوٹ بولنے کے مرادف ہے وقال تعالیٰ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا اسی طرح حضرت عیسیٰ کو خدا اور خدا کا بیٹا کہنا خدا تعالیٰ پر جھوٹ باندھنا ہے وہ وعدہ لا شریک لہ ہے

نہ کوئی اس کا شریک ہے اور نہ کوئی اس کی بیوی ہے اور نہ کوئی اس کی اولاد ہے خدا تعالیٰ شریک اور حلول سب سے پاک اور منزہ ہے خدا نے ہرگز نہیں کہا کہ مسیح میرا بیٹا ہے جنہاں نیست کہ مسیح یعنی عیسیٰ بن مریم خدا کے پیغمبر ہیں وہ خدا کے بیٹے نہیں بلکہ وہ مریم کے بیٹے ہیں اور ظاہر ہے کہ عورت کا مولود موجود اور موجود کا بیٹا نہیں ہو سکتا حضرت عیسیٰ صرف پیغمبر خدا ہیں خدا سے انکا کوئی نسب اور رشتہ نہیں اور وہ اللہ کا کلمہ ہیں جس کو اللہ نے مریم کی طرف ڈالا اور اللہ کی طرف سے ایک خاص روح ہیں مسیح کو خدا کا کلمہ اس لیے کہا کہ وہ محض کلمہ کن سے پیدا ہوئے ان کی پیدائش عام لوگوں کی طرح کسی مادہ منویہ سے نہیں ہوئی اور چونکہ ان کی ولادت روح الامین کے نفوذ روحانیہ سے ہوئی اور روحانیت ان پر خاص طور پر غالب تھی اس لیے ان کو روح منہ فرمایا۔

اس جگہ حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کے چار وصف بیان فرمائے

یہ ہے کہ وہ ابن مریم ہیں یعنی بحکم خداوندی بغیر باپ کے صرف ماں سے پیدا ہوئے ہیں معاذ اللہ حرام فعل کی بناء پر نہیں جیسا کہ یہود کہتے ہیں اور معاذ اللہ نہ خدا ہیں اور نہ خدا کے بیٹے جیسا کہ نصاریٰ کہتے ہیں۔

دوسرا وصف | رسول اللہ ہے یعنی وہ خدا کے رسول تھے اس میں یہود کا بھی رد ہے اور نصاریٰ کا بھی یہود ان کو خدا کا رسول نہیں سمجھتے تھے بلکہ معاذ اللہ ان کو جھوٹا اور جادوگر کہتے تھے اور نصاریٰ ان کو خدا اور خدا کا بیٹا کہتے تھے کہ خدا نے مریم کے پیٹ میں حلول کیا اور انسانی صورت میں ظاہر ہوا جیسا کہ ہنود اپنے اوتاروں کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے ہیں لفظ رسول اللہ میں اللہ تعالیٰ نے دونوں کا رد فرمایا

تیسرا وصف | پیدا ہوئے اگرچہ تمام لوگوں کی خلقت اللہ ہی کے کلمہ سے ہوتی ہے مگر چونکہ بظاہر اور لوگوں میں کچھ اسباب ظاہری کا بھی لگاؤ ہوتا ہے اور حضرت مسیح کی ولادت میں یہ بھی نہ تھا اس لیے ان پر کلمۃ اللہ کا اطلاق زیادہ موزوں ہوا اس صفت میں اشارہ اس طرف تھا کہ دشمن آپ کے قتل پر قادر نہ ہوں گے اس لیے کہ کوئی شخص اللہ کے کلمہ کو است نہیں کر سکتا اللہ کا کلمہ اوپر ہی کو چڑھے گا کما قال تعالیٰ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ۔

چوتھا وصف | لطیف روح ہیں جو روح الامین کے پھونک مارنے سے ظہور پذیر ہوتی ہے صورت آپ کی اگرچہ بشری ہے مگر فطرت اور اندرونی حقیقت ملکی اور جبریل ہے

نقش آدم ایک معنی جبریل : رستہ از جملہ ہوا و قال و قیل
اور عجب نہیں کہ اسی نام پر آپ کو کلمۃ اللہ کہا گیا ہو کہ جس طرح کلمہ کے الفاظ اور
حروف میں ایک لطیف معنی مستور ہوتے ہیں اسی طرح حضرت مسیح کی صورت بشریہ میں ایک
نہایت لطیف شئی یعنی حقیقت ملکیت اور معنی جبریلی مستور اور مخفی تھے

۳۰ نقابست ہر سطر من زیر کتب : فرد ہشتہ بر عارض دلفریب
معانی است در زیر حرف سیاہ : جو در پردہ معشوق و در میخ ماہ
اور اس وصف میں اشارہ اس طرف تھا کہ جب آپ کی فطرت ملکی اور روحانی ہے
تو ملائکہ اور روحانیین کی طرح آپ کے لیے عمر بھر میں ایک مرتبہ عروج الی السماء اور نزول
ضرور پیش آئے گا۔ کما قال تعالیٰ۔

تَعْرُجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فرشتے اور روح جبریل آسمان پر چلتے ہیں
تَنْزِلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فرشتے اور روح جبریل آسمان سے اترتے ہیں

پس جس طرح روح الامین کے لیے عروج اور نزول ثابت ہے اسی طرح جناب مسیح علیہ
السلام جو خدا کی ایک خاص روح ہیں اور روح الامین کے بھونک مارنے سے ظہور پذیر ہوتے
ہیں اُن کے لیے بھی ضرور عروج الی السماء اور نزول الی الارض ہو گا اور چونکہ حضرت مسیح کو سراپا
روح قرار دیا گیا اور یہ کہا گیا کہ وہ سراپا من جانب اللہ ایک روح ہیں اور یہ نہیں کہا گیا فیہ
روح (یعنی اس میں روح ہے) اس لیے یہود اُن کے قتل پر قادر نہ ہوئے اس لیے کہ قتل جسم
کا ممکن ہے روح کا قتل ممکن نہیں پس جس کو خدا تعالیٰ روح منہ کہے اُسے کون قتل کر سکتا ہے۔
اور چونکہ حق تعالیٰ نے آپ کو روح منہ فرمایا اور روح کا خاصہ یہ ہے کہ جس شئی سے روح
کا اتصال ہو جاتا ہے وہ شئی زندہ ہو جاتی ہے اسی لیے آپ کو اجیام موتے کا معجزہ عطا کیا گیا
حضرت عیسیٰ کے ہاتھ پھرنے پر مردہ زندہ ہو جاتا تھا اس لیے کہ حضرت عیسیٰ خدا تعالیٰ کی خاص روح
تھے جس سے خدا کی یہ روح ملتی وہ شئی باذن اللہ زندہ ہو جاتی۔

خلاصہ کلام یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام خدا تعالیٰ کے برگزیدہ بندہ اور رسول برحق تھے اور ان صفات
فاضلہ مذکورہ کے ساتھ موصوف تھے معاذ اللہ خدا اور خدا کا بیٹا نہ تھے پس اسے اہل کتاب تم
اللہ پر اور اس کے رسولوں پر صحیح ایمان لاؤ کہ اللہ ایک ہے نہ اس کے بیوی ہے اور نہ اولاد
ہے اور حضرت عیسیٰ اللہ کے رسول ہیں اور یہ نہ کہو کہ خدا تین ہیں یعنی یہ خیال نہ کرو کہ خدا تین
جیزوں کا مجموعہ ہے جیسا کہ بعض نصاریٰ کا عقیدہ ہے کہ خدا تین ہیں
باپ، بیٹا، روح القدس اور انہی تین چیزوں کو نصاریٰ
اقانیم ثلاثہ کہتے ہیں پس اسے اہل کتاب تم باز آجاؤ تین خدا کہنے سے یعنی

تشلیث اور اتحاد اور حلول کے عقیدہ سے تو یہ کہہ دینا بھی تمہارے لیے دنیا اور آخرت میں بہتر ہوگا کیونکہ جہاں نیست کہ اللہ ہی تمہارا ایک معبود ہے اس کے سوا کوئی دوسرا اور تیسرا معبود نہیں اور جو شخص بہن خدا کا قائل ہے وہ توحید کا منکر ہے اور وہ نادان الوہیت میں جمہوریت کا قائل ہے اور توحید کا قائل ہو جانا اور تشلیث سے باز آ جانا اسی میں دنیا اور آخرت کی بہتری ہے دنیا کی بہتری تو یہ ہے کہ لوگ تم کو بے عقل نہ کہیں گے اور آخرت کا فائدہ یہ ہے کہ عذاب سے نجات پاؤ گے۔

عقیدہ تشلیث کے ابطال کے بعد عقیدہ ابنیت کو باطل فرماتے ہیں اللہ منزہ ہے اس سے کہ اس کے لیے کوئی فرزند ہو کیونکہ ولد - والد کا جزو ہوتا ہے اور باپ سے حادث (پیدا) ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ تجزی اور حدوث سے پاک ہے نیز ولادت خلاصہ حیوان کا ہے جس سے خدا تعالیٰ منزہ ہے نیز جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسکی ملک ہے جنہیں حضرت عیسیٰ بھی داخل ہیں اور غلام کی طرح بیٹا باپ کا مملوک نہیں نیز بیٹا باپ کے مماثل اور مشابہ ہونا ہے اور خدا کا کوئی مثل نہیں نیز باپ ایک درجہ میں اولاد کا محتاج ہونا ہے اس لیے کہ اولاد اس لیے ہوتی ہے کہ زندگی میں باپ کی مددگار ہو اور مرنے کے بعد باپ کے قائم مقام ہو اور اللہ تعالیٰ ان سب باتوں سے پاک اور منزہ ہے اور اللہ کافی کار ساز ہے اسے اپنی کار سازی میں اولاد کی امداد کی حاجت نہیں پس وہ جب اپنی تدبیر اور کار سازی میں اکیلا کافی ہے تو دوسرے اور تیسرے معبود ماننے کی کیا ضرورت اور بے ضرورت اور قاتل و جہیز کو معبود بنانا اور خدائی میں اس کو شریک ٹھہرانا بے عقل نہیں تو اور کیا ہے۔

الوہیت مسیح اور ابنیت مسیح کے باطل کرنے

نصاری کا ایک شبہ اور اسکا جواب

ہیں کہ اگر نصاریٰ یہ کہیں کہ ہم تو دین میں غلو نہیں کرتے لیکن اسے مسلمانو تم حضرت عیسیٰ کی تنقیص کرتے ہو کہ ان کو تم خدا کا بندہ بتاتے ہو حالانکہ ان سے خدائی افعال سرزد ہوتے تھے وہ مردوں کو زندہ کرتے تھے اور مادر زاد اندھوں کو اچھا کرتے تھے ایسی برگزیدہ ذات کو خدا کا بندہ کہنا یہ ان کی تنقیص اور تحقیر ہے سو اس کا جواب یہ ہے کہ مسیح بن مریم ہرگز اللہ کا بندہ ہونے سے عار نہیں کرتے بلکہ وہ خدا کی بندگی کو اعلیٰ درجہ کی عزت اور رفعت سمجھتے تھے تم خود مقرر ہو کہ حضرت مسیح رات بھر زمیٹوں کی پہاڑی پر اللہ کی عبادت کیا کرتے تھے اور ظاہر ہے کہ ذوق و شوق کے ساتھ خدا کی عبادت وہی کرے گا جو خدا کا بندہ ہونے پر فخر کرے گا معبود کسی کی عبادت نہیں کیا کرتا اور نہ مقرب فرشتے خدا کی بندگی سے عار کرتے ہیں حالانکہ فرشتے نورانیت اور روحانیت میں حضرت مسیح سے بڑھے ہوتے ہیں فرشتے بغیر ماں باپ کے محض نور سے بلا اسباب ظاہری کے محض فکر سے پیدا ہوتے اور ظہور و خوارق اور عالم غیب کے علم و ادراک میں اور آسمان وزمین کے عروج و نزول میں حضرت مسیح سے بڑھ کر ہیں فرشتوں کا اصل مسکن آسمان ہے اور حضرت

مسیح اصل باشندہ زمین کے ہیں جو بہ نسبت آسمانوں کے بہت پست ہیں مگر با این ہمہ فرشتے خدا اور خدا کے بیٹے نہیں دن رات اللہ کی تسبیح و تحمید و تہلیل و تمجید میں لگے رہتے ہیں نجران کے عیسائیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اے محمد آپ ہمارے خداوند یسوع مسیح کا رقبہ گھساتے ہیں کہ آپ اُن کو خدا کا بندہ بتلاتے ہیں اس سے تو ان کی کمر شان ہوتی ہے آپ نے فرمایا کہ عیسےؑ کو خود خدا کا بندہ بننے سے عار نہیں ہے اور یہ آیت نازل ہوئی کہ نہ مسیح کو خدا کا بندہ بننے سے عار ہے اور نہ ملائکہ مقررین کو اس سے عار ہے یہ تمہاری اور مشرکوں کی حماقت اور نادانی ہے کہ تم مسیح کو خدا کا بیٹا کہتے ہو اور مشرک فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے ہیں خدا کا بندہ بننا کسی طرح بھی موجب عار نہیں بلکہ موجب صد فخر اور باعث صد شکر ہے اور حضرت مسیح اور ملائکہ مقررین کو یہ خوب معلوم ہے کہ جو شخص اللہ کی بندگی سے عار کرے اور تکبر کرے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ حساب کے لیے مستکفین اور غیر مستکفین سب کو جمع کرے گا جس دن سوائے بندگی کے کوئی چیز نفع نہ دے گی پس جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیجئے اور اس کی عبودیت اور عبادت سے استنکاف اور استکبار نہیں کیا پس اللہ ایسے لوگوں کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا اور بلکہ انہیں اپنے فضل سے اور زیادہ دے گا یعنی جس قدر ثواب کے وہ مستحق ہیں وہ اس سے زیادہ دے گا اور جن لوگوں نے اس کی بندگی کو موجب عار سمجھا اور تکبر کیا سو ان کو دردناک عذاب دے گا جو خدا کی بندگی سے عار کرنے والوں کی ذلت و رسوائی کا ذریعہ ہو گا اور نہ پاویں گے یہ لوگ اللہ کے سوا کوئی حمایتی اور نہ کوئی مددگار جو ان کو ذلت سے بچا سکے یا چھڑا سکے۔

خاتمہ کلام بر خطاب عام

جس طرح یہود کے خطاب کے بعد عام لوگوں کو مخاطب بنایا اسی طرح اب نصاریٰ کے خطاب خاص کے بعد عام لوگوں سے خطاب فرماتے ہیں اے لوگو! تحقیق آپکی تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے ایک روشن دلیل یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات سے آفتاب آمد دلیل آفتاب ہے مگر دلیلے باید از دے رو متاب اور اتارا ہم نے آپ کی طرف ایک واضح روشنی کو تاکہ تم کو حق اور باطل کا فرق نظر آئے پس لوگوں پر اللہ کی حجت قائم ہو گئی اور کسی کے لیے حق قبول نہ کرنے میں کوئی عذر باقی نہیں

علاء یعنی برہان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات مراد ہے جیسا کہ سفیان ثوری سے منقول ہے (تفسیر قرطبی ص ۲ ج ۶)

رہا پس جو لوگ ایمان لائے اللہ وحدہ لا شریک لہ پر اور اس کی رسی کو مضبوط پکڑا اور خدا کی برہان اور اس کے نور میں کو اپنے لیے مشعل راہ بنایا سو اللہ ان کو اپنی رحمت اور فضل میں داخل کرے گا رحمت سے مراد جنت اور ثواب عظیم ہے اور فضل سے وہ نعمت مراد ہے کہ جو وہم و گمان سے کہیں زائد ہو اور ان کو سیدھے راستہ پر چلا کر اپنے تک پہنچا دے گا خدا تعالیٰ کی عطا کردہ برہان اور اس کے نازل کردہ نور میں ہی کی روشنی میں آخرت کی راہ طے ہو سکتی ہے۔

اِبْطَالُ الْوَهْمِ بِتَعِيسَى عَلَيْهِ السَّلَام

تمام تاریخوں اور ناقابل تردید روایتوں اور انجیل کی بے شمار آیتوں سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن آدم اور انسان مجسم تھے حضرت مریم کے پیٹ سے پیدا ہوئے ان کا جسم انسانوں ہی کا سا تھا انسانوں کی طرح اعضاء رکھتے تھے انسانوں ہی کی طرح کھانے پینے کے محتاج تھے انسانوں کی طرح زندگی بسر کرتے تھے سوتے اور جاگتے تھے چلتے اور پھرتے تھے غرض یہ کہ انسانیت کے تمام لوازم ان میں موجود تھے پس ایسے وجود کو کیسے خدا مان لیا جائے اور کس طرح اس کے لیے خدائی صفات ثابت کر دی جائیں۔

(۱) خدا تو اس ذات پاک کا نام ہے کہ جو خود بخود موجود ہو اور تمام صفات کمال و جلال کے ساتھ متصف ہو اور تمام نقائص اور عیوب سے پاک ہو قادر مطلق ہو عاجز نہ ہو۔ اسے نصارائے حیار نے خدا را یہ تو بتلاؤ کہ کیا خدا کو بھی مجبوری لاحق ہو سکتی ہے اور کیا سونی پر چلا کر دم دے دینا خدا کی شان کے شایان ہے انجیل لوقا باب ہشتم آیت ۲۲ و ۲۳ میں ہے۔

”پھر ایک دن ایسا ہوا کہ وہ (مسیح) اور اس کے شاگرد کشتی پر چڑھے اور اس نے ان سے کہا کہ آؤ جھیل کے پار چلیں پس وہ روانہ ہوئے مگر جب کشتی چلی جاتی تھی تو وہ سو گیا اور جھیل پر بڑی آندھی آئی اور کشتی پانی سے بھری جاتی تھی اور وہ خطرے میں تھے انہوں نے پاس آکر اُسے جگایا اور کہا کہ صاحب ہم ہلاک ہوئے جاتے ہیں۔“

(۲) پس مسیح اگر خدا ہوتا تو اس قدر بے ضرر نہیں ہو سکتا اور نہ اس پر نیند طاری ہو سکتی تھی۔

اللہ وہ ذات پاک ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ایسا زندہ ہے جس پر موت نہیں وارد ہو سکتی وہ تمام کائنات کے وجود کو

اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ

(سُورَةُ بَقَرَه)

قائم رکھنے والا اور تمھارے والا ہے نہ اس کو
اونگھ آتی ہے اور نہ یمنہ۔

سب کو معلوم ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو بشری عوارض لاحق تھے اور کوئی خدائی صفت ان میں موجود نہ تھی پس کس طرح اُن کو ازلی اور ابدی اور غیر مخلوق اور خدا تسلیم کیا جاسکتا ہے۔

(۳) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو باوجود صاحب جسم و صاحب لحم و دم ہونے کے خدا اور خالق عالم ماننے کا مطلب یہ ہوگا کہ رب مجبور کا کچھ حصہ تو قدیم اور ازلی ہے اور کچھ حصہ مخلوق اور حادث ہے اس لیے کہ جسم اور لحم اور دم بلاشبہ مخلوق اور حادث ہے اور بقول نصاریٰ اندر کی روح قدیم ہے

(۴) نیز نصاریٰ ایک طرف تو حضرت عیسیٰ کو ساری دنیا کا خالق مانتے ہیں اور دوسری طرف یہ بھی مانتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ دنیا کا ایک جز تھے تو نتیجہ یہ نکلا کہ دنیا کا یہ جز خالق بھی ہے اور مخلوق بھی ہے۔

(۵) نیز انجیل سے یہ ثابت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اپنے بال بھی کٹواتے تھے اور ناخن ترشوتے تھے جو زمین میں گر کر لاش بن جاتے تھے تو نصاریٰ کے مذہب پر نتیجہ یہ نکلے گا کہ خالق ازلی کے بعض اجزاء کا کٹ جانا اور کٹ کر زمین میں مل جانا اور پھر اُن کا فنا ہو جانا سب جائز ہے۔

(۶) نیز نصاریٰ کے نزدیک یہ بھی مسلم ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پیدا ہونے کے بعد بتدریج نشو و نما پایا اور اُن کے طول و عرض میں زیادتی ہوئی حتیٰ کہ جوان ہوئے اور پیدائش سے لے کر اخیر عمر تک قسم قسم کے تغیرات بشر پر اُن کو لاحق ہوئے رہے۔

تو حضرات نصاریٰ بتائیں کہ معاذ اللہ کیا خدا بھی بتدریج نشو و نما پاتا ہے اور بشری تغیرات اس کو لاحق ہوتے ہیں اور رفتہ رفتہ اس کے طول و عرض میں زیادتی ہوتی ہے (الجواب القسیم لما لفقہ عبد المسیم ص ۱)

(۷) نیز نصاریٰ حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا بھی مانتے ہیں اور قدیم اور ازلی بھی مانتے ہیں حالانکہ یہ امر بدیہی ہے کہ والد اور ولد کا وجود ساتھ نہیں ہوتا بلکہ ولد کا وجود والد کے وجود سے موخر ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ جو شے وجود میں موخر ہوگی وہ کسی طرح قدیم اور ازلی نہیں ہو سکتی بلاشبہ وہ حادث اور مخلوق ہوگی (الجواب القسیم ص ۲)

(۸) نیز عیسیٰ علیہ السلام اگر خدا ہوتے تو یہودیوں سے خائف نہ ہوتے اور نہ اُن سے چھپنے کی کوشش کرتے اور نہ موت کا بیالہ ٹلنے کی خدا سے دعا مانگتے دشمنوں سے ڈرنا اور دعا مانگنا بندہ کا کام ہے خدا تعالیٰ نہ کسی سے ڈرتا ہے اور نہ کسی سے کچھ مانگتا ہے۔

(۹) نیز ابتداء و ولادت سے لے کر اخیر عمر تک بچپن اور جوانی وغیرہ کے مراحل سے گزرنا یہ بھی تردید الوہیت کے لیے کافی ہے کیونکہ اس قسم کے بے شمار تغیرات بلاشبہ الوہیت کے

منافی ہیں۔

(۱۰) نیز نصاریٰ جب ان کی موت کا عقیدہ رکھتے ہیں تو عقیدہ موت کے بعد تو تردید الوہیت کیلئے کس دلیل کی حاجت ہی نہیں رہتی کیونکہ باتفاق عقلاء خدا کا جسے لا یموت ہونا ضروری ہے خدا تعالیٰ دکھ اور بیماری اور موت سے پاک ہے۔

نصاری کے چند شبہات اور ان کے جوابات

نصاری یہ کہتے ہیں کہ قرآن کریم کی ان آیات میں حضرت مسیح کو روح اللہ اور کلمۃ اللہ یعنی اللہ کی روح اور اللہ کا کلمہ کہا گیا ہے اور خدا کی روح خدا سے کتر نہیں معلوم ہوا کہ حضرت مسیح مرتبہ الوہیت میں تھے اور علیٰ ہذا لفظ کلمۃ اللہ میں مرتبہ الوہیت کی طرف اشارہ ہے قرآن کریم میں کسی نبی کو اللہ کی روح اور اللہ کا کلمہ نہیں کہا گیا قرآن کریم نے ان دو صفوں سے حضرت مسیح کو تمام پیغمبروں پر فوقیت دی ہے اس سے اشارہ ان کے مرتبہ الوہیت کی طرف ہے حضرت مسیح کلمۃ خدا تھے اسی سے سارا جہاں پیدا ہوا اس لحاظ سے لفظ کلمۃ اللہ میں حضرت مسیح کی الوہیت کی طرف اشارہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کل کائنات کے مبداء ہیں۔

(۱۱) روح منہ کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ خدا تعالیٰ کی پہلی بات کا جواب | طرف سے ایک پاکیزہ روح ہیں جن کو حق تعالیٰ نے بغیر باپ کے محض نفع جبریل علیہ السلام سے پیدا کیا جیسے جبریل ابن کو روح الایمن کہا جاتا ہے اس لیے کہ وہ خدا تعالیٰ کی پیدا کردہ پاک روح ہیں جو محض نور سے پیدا کی گئیں اور روح منہ میں روح کی نسبت اور اضافت اللہ کی طرف محض تشریف و تکریم کے لیے ہے جیسے بیت اللہ اور ناقۃ اللہ میں بیت اور ناقہ کی اضافت اللہ کی طرف محض تشریف کے لیے ہے روح کے معنی خدا کے نہیں قرآن کریم میں حق تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے نفس ناطقہ پر من روحہ اور من روحی کا اطلاق فرمایا ہے کما قال تعالیٰ ثُمَّ سَوَّاهُ وَنَفَخْنَا فِيهِ مِنْ رُوحِنَا وَقَالَ تَعَالَىٰ فَاذْأَسْوَيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ۔

(۱۲) نیز جو چیز بطور خرق عادت عجیب و غریب طریقہ سے ظہور میں آئے تو خاص طور پر اس کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف کرتے ہیں جیسے ہذہ ناقۃ اللہ میں صالح علیہ السلام کی ناقہ کو خدا تعالیٰ کی طرف اس لیے مضاف کیا ہے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ اونٹنی خلاف عادت الہیہ محض اللہ کی قدرت سے پتھر سے نکلی ہے اور اس کے لیے کوئی مادہ اور نرنہ تھا اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس لیے روح اللہ کہتے ہیں کہ وہ بغیر باپ کے بلا سبب ظاہری کے پیدا ہوئے نہ کہ اس وجہ

سے کہ معاذ اللہ وہ خدا ہیں یا خدا کی روح ہیں ۔

(۳) نیز لفظ روح - رحمت کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے اور قرآن کریم میں روح کا اطلاق وحی خداوندی پر آیا ہے کما قال تعالیٰ وَكَذَٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحَنَا اِسْ يٰسے کہ وحی خداوندی رحمت عظمیٰ ہے اور لوگوں کی روحانی حیات کا ذریعہ ہے اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وجود باجود لوگوں کے لیے ابر رحمت اور آب حیات تھا اس لیے اُن کو روح اللہ کہا گیا ۔

(۴) نیز انجیل میں جا بجا ہر پچھے داعظ پر روح اللہ اور روح الحق کا اطلاق آیا ہے چنانچہ انجیل پونا میں ہے اے دوستو ہر روح پر ایمان نہ لاؤ بلکہ ان کا امتحان کرو جو روح اللہ کی طرف سے ہو اس پر ایمان لاؤ پس اس اعتبار سے حضرت عیسیٰ پر روح اللہ کا اطلاق بالکل درست ہے کہ وہ بلاشبہ پچھے داعظ تھے ۔

(۵) نیز عہد عتیق میں روح اللہ کا اطلاق ہر اس نفس ناطقہ پر بھی آیا ہے جو کامل الادراک ہو اور منہج حسنات اور مصدر امور غریبہ ہو جیسا کہ کتاب پیدائش باب ۳۸ میں بادشاہ مصر کا قول یوسف علیہ السلام کے حق میں یوں منقول ہے اور فرعون نے اپنے نوکروں سے کہا کیا تم ایسا جیسا یہ مرد ہے کہ جس میں خدا کی روح ہے پاسکتے ہو ۔

اور کتاب دانیال میں شاہ بابل کا قول دانیال علیہ السلام کے حق میں اس طرح منقول ہے کہ خدا کی مقدس روح تیرے اندر ہے ۔

پس اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نفس ناطقہ کامل الادراک اور منہج حسنات و برکات تھا اس لیے ان کو روح اللہ کہا گیا ۔

یہ کہ اس قسم کے اطلاقات سے الوہیت ثابت کرنا کمال الہی اور غایت سفاہت ہے ہاں اس قسم کے اطلاقات سے ایک قسم کی فضیلت ثابت ہوتی ہے سو اس میں بحمد تعالیٰ اہل اسلام کو کوئی کلام نہیں عہد عتیق اور عہد جدید میں روح اللہ کا اطلاق بکثرت خدا کے برگزیدہ بندوں پر آیا ہے کیا نصاریٰ ان سب کو خدا اور خدا کا بیٹا ماننے کیلئے تیار ہیں تفصیل کے لیے ازالۃ الشکوک حصہ اول از ص ۲ تا ص ۲ دیکھیے ۔

لفظ کلمہ - کلام عرب میں کہیں بھی بمعنی ذات خدا یا بمعنی

دوسری بات کا جواب اقنوم علم مستعمل نہیں ہوا قرآن کریم میں جہاں کہیں

لفظ کلمہ یا کلمات خدا تعالیٰ کی طرف مضاف ہے مثلاً کَلِمَةُ اللَّهِ وَكَلِمَةُ رَبِّكَ، وَكَلِمَاتُ رَبِّهَا وَغَيْرِہِ وَغیرہ معنی کلام خدا یا حکم خدا مستعمل ہوا ہے کما قال تعالیٰ وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا - وَتَعَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا - وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ وَغیرہ ان

تمام مواضع میں لفظ کلمہ یا کلمات خدا تعالیٰ کی طرف اضافت کے ساتھ مستعمل ہوا ہے اور سب جگہ خدا کی باتیں اور خدا کے احکام کے معنی میں مستعمل ہوا ہے لفظ کلمہ یا کلمات جو خدا کی طرف مضاف ہو تمام قرآن میں کہیں بھی بمعنی ذات خدا یا اقنوم علم کے معنی میں مستعمل نہیں ہوا۔

اور عہد عتیق اور عہد جدید کی کتابوں میں بکثرت لفظ کلمۃ اللہ اور کلمۃ الرب بمعنی کلام خدا یا حکم خدا آیا ہے چنانچہ زبور ۳۳- درس میں ہے بکلمۃ الرب تثبت السموات وسموٰح فیہ جمیع جنودہا اور فارسی نسخہ مطبوعہ ۱۸۴۵ء میں ہے آسمانہا بکلام خداوند و تمامی عساکر آسمانہا بنفس دہانش ساختہ شدہ اند۔ اور ہندی نسخہ مطبوعہ ۱۸۴۳ء میں ہے خداوند کے کلام سے آسمان بنے اور اُن کے سارے لشکر اُن کے منہ کے دم سے اور اجارا الایام کے پہلی کتاب کے سرخو باب تیسرے درس میں ہے فلما کان فی تلك اللیلۃ حلت کلمۃ اللہ علی نائان النبی۔ اور اردو نسخہ مطبوعہ ۱۸۴۵ء میں ہے اور اسی رات ایسا ہوا کہ خدا کا کلام نائن کو پہنچا۔

اسی طرح قرآن کریم میں کلمہ کا اطلاق حضرت مسیح پر اس لیے کیا گیا کہ وہ بغیر باپ کے بحکم خداوندی کلمہ کن سے پیدا ہوئے جس سے مقصود حضرت مسیح کی ایک فضیلت اور بزرگی کو ظاہر کرنا ہے تاکہ یہود بے ہود کا رد ہو جائے۔

غرض یہ کہ حضرت عیسیٰ کی شان میں کلمۃ اللہ یا روح اللہ کا لفظ اُن کی خصوصیت اور فضیلت ثابت کرنے کے لیے آیا ہے نہ کہ اُن کی الوہیت بتلانے کے لیے اس لیے کہ سارا قرآن الوہیت مسیح کے انکار اور رد سے بھرا پڑا ہے اور الوہیت کے ماننے والوں کو کا فر بتاتا ہے اس قسم کے الفاظ سے حضرت مسیح کی الوہیت نکالنا پر لے درجہ کی نادانی ہے حضرت مسیح کو حقیقتہً کلام خداوندی یا حکم خداوندی کہنا عقلاً محال ہے اس لیے کہ کلمہ خداوندی کی نسبت یہ کہنا کہ معاذ اللہ یہ کلمہ خداوندی حقیقتہً ایک کنواری کے پیٹ سے متولد ہوا اور پھر وہ کلمہ خداوندی اور کلام الہی اور حکم یزدانی دشمنوں کے جبر و قہر سے صلیب پر لٹکا یا گیا الی آخرہ کیا یہ دیوانہ کی بڑ نہیں سب کو معلوم ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک ذات محدود اور شخص تھے جو ایک کنواری کے پیٹ سے پیدا ہوئے لہذا ان کی نسبت یہ کہنا کہ وہ تمام کائنات کے مبدئ تھے سراسر حماقت ہے۔

عقیدۂ ابنیت

نزول قرآن کے وقت نصاریٰ کے مختلف فرقے تھے ایک فرقہ یہ کہتا تھا کہ حضرت عیسیٰ عین خدا ہیں اور خدا ہی شکل مسیح دینا میں اتر آیا ہے۔ اور دوسرا فرقہ یہ کہتا تھا کہ مسیح ابن اللہ ہے یعنی خدا کا بیٹا ہے۔

اور تیسرا فرقہ یہ کہتا تھا کہ وحدت کا راز تین میں پوشیدہ ہے
 باپ ، بیٹا - روح القدس اور بعضے روح القدس کی جگہ حضرت مریم کو اقنوم نام لکھتے ہیں
 قرآن کریم نے تینوں جماعتوں کو جدا جدا بھی مخاطب کیا ہے اور یکجا بھی اور دلائل اور براہین
 سے یہ واضح کر دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مزم کے بطن سے پیدا شدہ خدا کے برگزیدہ انسان اور
 رسول برحق تھے اس کے برخلاف یہود و نصاریٰ حضرت مسیح کے بارہ میں جو عقیدہ رکھتے ہیں وہ باطل
 محض ہے یہود بے یہود کا عقیدہ یہ ہے معاذ اللہ حضرت مسیح شعبہ باز اور مغتری تھے اور نصاریٰ
 کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ خدا اور خدا کے بیٹے ہیں یا تین میں تیسرے ہیں قرآن کریم نے یہود کی تفریط اور
 نصاریٰ کی افراط دونوں کا رد کیا اور واضح اعلان کر دیا کہ حضرت مسیح نہ خدا تھے اور نہ خدا کے بیٹے تھے
 بلکہ خدا کے برگزیدہ رسول برحق تھے اور خدا کے وحدہ لا شریک لہ حضرت مسیح کی پیدائش سے پہلے
 بلکہ ازل سے خدا ہے خدا کی خدائی حضرت مسیح پر موقوف نہیں۔

اور توریت اور انجیل میں جہاں کہیں کسی کو بیٹا یا فرزند کہا گیا ہے وہاں یہ مطلب ہرگز ہرگز
 نہیں کہ یہ لوگ حقیقتہً خدا کے بیٹے ہیں بلکہ اس سے خدا کے مقبول اور خاص برگزیدہ بندے مراد
 ہیں توریت و انجیل میں ابن اللہ کا اطلاق انبیاء و مرسلین اور تمام عباد صالحین پر کیا ہے اس میں
 حضرت مسیح کی کوئی خصوصیت نہیں جس سے ان کی الوہیت پر استدلال کیا جاسکے دیکھو نوید جاوید
 ص ۳۴۱ مصنف مولانا سید ابوالمنصور امام فن مناظرہ ۔

عقیدہ تثلیث (ثالث)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام حق جل شانہ کے رسول برحق تھے اور توحید خالص کے منادی تھے حضرت
 عیسیٰ علیہ السلام کے حواریین اور اولین اصحاب سب کے سب توحید اور تسبیح و تقدیس کا عقیدہ رکھتے
 تھے توریت و انجیل میں اس عقیدہ کا کہیں نام و نشان بھی نہیں اور نہ کسی بنی نے اس کی تعلیم دی
 عقیدہ ثالث (تثلیث) پولوس رسول کے عہد سے دین مسیحی میں داخل ہوا اور رفتہ رفتہ الوہیت
 مسیح اور ابنیت مسیح اور تثلیث کلیسا کا مقبول عقیدہ بن گیا عقیدہ تثلیث کا جب ظہور اور آغاز
 ہوا تو علماء نصاریٰ میں اس کے رد و قبول پر بڑی بحثیں ہوئیں اور مختلف فرقے پیدا ہو گئے فرقہ
 آریوس یہ کہتا تھا کہ خدا وحدہ لا شریک لہ ہے اور حضرت مسیح تمام کائنات سے افضل اور برتر
 ہیں اور فرقہ سابین یہ کہتا تھا کہ خدا تعالیٰ ذات واحد ہے اور آب اور ابن اور روح القدس
 یہ اسی ذات واحد کی مختلف صورتیں ہیں جن کا مختلف حیثیتوں سے ذات واحد ہواطلاق کیا
 جاتا ہے بعد میں کلیسا کی کونسل منعقدہ ۳۲۵ء اور قسطنطنیہ کی کونسل منعقدہ ۳۸۰ء نے ثالث

(تثلیث) کو مسیحی عقیدہ کی بنیاد تسلیم کر لیا اور یہ اعلان کر دیا کہ آب اور ابن اور روح القدس یہ تین جدا جدا اور مستقل اقنوم ہیں اور یہی حق ہے جس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کا نام عقیدہ امانت رکھا جس کا متن روح المعانی اور الجواب الفصیح میں مذکور ہے اور دوسرے فرقوں کے متعلق فتویٰ صادر کر دیا کہ جو تثلیث کا عقیدہ نہ رکھے وہ ملحد اور بے دین ہے اور عقیدہ توحید کو بدعت قرار دیا اب عام طور پر نصاریٰ کا یہی عقیدہ ہے کہ خدا تین اقنوم (اصل) ہیں باپ بیٹا روح القدس اور ان ہی تین اقاہم کے مجموعی حقیقت کا نام خدا ہے اور اس توحید حقیقی میں تثلیث مضمر ہے اور اس کی تفصیل اس طرح کرتے ہیں کہ خدا تین اقنوم ہیں اقنوم اول باپ ہے جس سے دوسرا اقنوم بیٹا پیدا ہوا اور دوسرے اقنوم سے تیسرا اقنوم پیدا ہوا رہا یہ امر کہ اقنوم اول سے اقنوم ثانی اور اقنوم ثانی سے اقنوم ثالث کس طرح پیدا ہوا اور توحید کس طرح تثلیث بن جاتی ہے اور تثلیث کس طرح توحید ہو جاتی ہے اس کی تشریح اور توضیح و تلمیح میں نصاریٰ کے عجیب و غریب مباحث ہیں جو ان کی عقل و ادراک سے بھی خارج ہیں عجیب عجیب بولیاں بولتے ہیں بعض یہ کہتے ہیں کہ دوسرا اقنوم پہلے اقنوم کی طرح ازلی نہیں البتہ اس عالم ناسوت سے غیر معلوم مدت پہلے اقنوم اول سے پیدا ہوا ہے جس کا درجہ باپ کے درجہ سے کم اور اس کے بعد ہے بعض یہ کہتے ہیں کہ خدا کے دو ہی اقنوم ہیں باپ اور بیٹا اور روح القدس مخلوق خداوندی ہے بمخلہ فرشتوں کے ایک فرشتہ ہے جس کا مرتبہ تمام فرشتوں سے بلند ہے اور بعض فرقے یہ کہتے ہیں کہ خدا کا تیسرا اقنوم مزمع علیہا السلام ہیں یہ فرقہ روح القدس کو اقنوم ثالث نہیں مانتا بلکہ بجائے روح القدس کے حضرت مزمع کو اقنوم ثالث مانتا ہے نصاریٰ کے بہت سے فرقے روح القدس کو خدا نہیں مانتے اور نصاریٰ کے بعض فرقے یہ کہتے کہ اب اور ابن اور روح القدس تین علوہ علوہ اقنوم نہیں بلکہ ذات واحد کی تین بنیادی صفات علم و حکمت اور قدرت اور حفظ و ضبط کی طرف اشارہ ہے نصاریٰ کے اکثر فرقے ذات خداوندی میں توحید اور تثلیث کو حقیقی مانتے ہیں اور اقاہم ثلاثہ یعنی اقنوم آب اور اقنوم ابن اور اقنوم روح القدس میں امتیاز اور فرق حقیقی مانتے ہیں چنانچہ مفتاح الاسرار کی فصل اول باب دوم کے آخر میں نسخہ مطبوعہ سنہ ۱۸۵۱ عیسوی میں ہے ہر چند خدا کی ذات میں باپ اور بیٹے اور روح القدس کے درمیان حقیقی امتیاز ہے پھر ذات کی وحدانیت زائل نہیں ہوتی اور تثلیث کی تعلیم سے ذات کو نقصان اور قصور نہیں پہنچتا بلکہ حقیقت میں صرف ایک خدائے واحد حقیقی ہے ۔

اور تیرھویں صدی عیسوی کے متعدد فرقوں نے یہ صاف طور پر کہہ دیا کہ عقیدہ تثلیث عقل اور نقل دونوں کے خلاف ہے اور ناقابل تسلیم ہے مگر قوی عصیت نے ان کو اسلامی عقیدہ قبول کرنے سے باز رکھا ۔

اہل اسلام کا مسیحیوں کے ساتھ نزاع اس صورت میں کہ جب تین اقنوم خارج ہیں حقیقت

علیحدہ علیحدہ مانیں اور تینوں کو واجب الوجود مانیں اور ان کے درمیان امتیاز حقیقی جانیں اور اگر امتیاز حقیقی کے قائل نہ ہوں یا توحید کو مجازی یا توحید اور تثلیث دونوں کو مجازی کہیں اور اقا نیم سے محض صفات مراد لیں علیحدہ علیحدہ اور جدا جدا تین مستقل ذاتیں نہ مانیں تو پھر نصاریٰ کے ساتھ اہل اسلام کا یہ نزاع نہ ہوگا کوئی اور نزاع ہوگا مگر عام طور پر نصاریٰ اقا نیم ثلاثہ کو محض صفات الہیہ نہیں مانتے بلکہ تین شخصیتیں باعتبار وجود اور شخص کے علیحدہ علیحدہ جدا اور ممتاز مانتے ہیں اور صفات کا وجود موصوف سے علیحدہ نہیں ہوتا۔

ابطال تثلیث

نصاریٰ کا یہ عقیدہ کہ تین ایک ہیں اور ایک تین ہیں سراسر خلاف عقل ہے فرقہ یونی ٹیرین جو عیسائی فرقوں میں شمار کیا جاتا ہے اب اس کے بھی لاکھوں آدمی یورپ میں موجود ہیں وہ تثلیث کا منکر ہے اور بہت سے علماء نصاریٰ و فرنگ نے اس عقیدہ کا انکار کیا ہے تو ریت اور انجیل میں کسی جگہ بھی لفظ تثلیث موجود نہیں اور نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اور نہ کسی حواری نے کسی عیسائی کو یہ تعلیم دی کہ تم تثلیث کا عقیدہ رکھو بغیر اس کے نجات ممکن نہیں تفصیل کے لیے دیکھو نوید جاوید کلیسا ششم سکرمنٹ (۱) از ص ۲۲ تا ۲۵ مصنفہ امام فن مناظرہ مولانا سید ابوالمنصور رحمۃ اللہ علیہ۔

(۱) اور بلاشبہ یہ عقیدہ صریح ابطالان ہے اور بدھت خلاف عقل ہے توحید کا تثلیث کے ساتھ جمع ہونا ایسا ہی محال ہے جیسا کہ توحید کا تریع اور تخیس اور تسدیس کے ساتھ جمع ہونا محال ہے اس کی کیا وجہ ہے کہ وحدت حقیقی تین کے ساتھ تو جمع ہو سکے اور چار یا پانچ یا چھ کے ساتھ جمع نہ ہو سکے وحدت حقیقی اور کثرت حقیقی ایک دوسرے کی ضد ہیں اور اجتماع ضدین باجماع عقلاء محال اور ناممکن ہے زوجیت اور فردیت اور وحدت اور کثرت کا ایک ذات میں جمع ہونا عقلاء عالم کے نزدیک ایک بدیہی محال ہے جس سے عقل کو سوں دور بھاگتی ہے اور اس حماقت کا سنا بھی گوارا نہیں کرتی مختصر یہ کہ نصاریٰ یہ بتلاتے ہیں کہ یہ تینوں اقا نیم اپنے وجود اور تشخص میں ایک دوسرے سے جدا اور ممتاز ہیں یا نہیں اگر یہ کہیں کہ تینوں کا تشخص اور وجود علیحدہ علیحدہ ہے تو پھر یہ تین اشخاص ہوئے تو حید کہاں رہی ایک کہنا غلط ہوا اور اگر یہ کہیں کہ تینوں کا وجود ایک ہے تو پھر تین کہنا غلط ہوا اور تثلیث ختم ہوئی۔

(۲) نیز تینوں کا مجموعہ مل کر خدائے مستقل ہے یا جدا گانہ ہر ایک مستقل خدا ہے پہلی صورت میں کوئی بھی خدا نہ رہا نہ حضرت مسیح اور نہ روح القدس بلکہ خود خدا بھی خدا نہ رہا اس لیے کہ

خدا تو تینوں کا مجموعہ ہے جداگانہ کوئی بھی مستقل خدا نہیں اور دوسری صورت میں جب ہر ایک جداگانہ مستقل خدا تو توحید کہاں رہی۔

(۳) نیز ایک تین کا ثلث یعنی تہائی ہے اور ظاہر ہے کہ کوئی شئی اپنے ثلث (تہائی) کا عین نہیں ہو سکتی۔

(۴) نیز تین کل ہیں اور ایک تین کا جز ہے اور کل اور جز کا ایک ہونا عقلاً محال ہے اس لیے کہ کل اور جز کیسے ایک ہو سکتے ہیں۔

(۵) نیز جب تین ایک کا عین ہوگا تو لازم آئے گا کہ ایک اپنے نفس کا بھی ثلث ہو اور تین اپنا ثلث ہو اور کسی شے کا خود اپنا ثلث ہونا بدھتہ محال ہے

(۶) نیز ایک تین کا جز ہونے کی وجہ سے مقدم اور تین بوجہ کل ہونے کے مؤخر ہے اس لیے کہ جز کل سے مقدم ہوتا ہے اور کل جز سے مؤخر ہوتا ہے۔

پس اگر ایک اور تین ایک ہوں تو مقدم کا عین مؤخر ہونا اور مؤخر کا عین مقدم ہونا لازم آئے گا جو بدھتہ محال ہے۔

(۷) بلکہ شئی کا خود اپنے نفس پر مقدم ہونا لازم آئے گا جو بدھتہ محال ہے۔

(۸) نیز تمام اعداد حقیقت میں ایک دوسرے سے بالکل مختلف اور جدا ہیں لہذا شئی واحد کا حقیقہ ایک ہونا اور تین ہونا عقلاً محال ہے۔

(۹) نیز مسیحیوں کے نزدیک جب خدا تین اقنوموں کا مجموعہ ہوا اور ہر اقنوم واجب الوجود ہوا تو مجموعہ اپنے وجود خارجی میں ان تین اجزاء یعنی تین اقنوموں کا محتاج ہوگا اور مجموعہ معلول ہوگا اور اقا نیم ثلثہ اسکی علت ہوں گے اور جو کسی علت کا محتاج ہو وہ واجب الوجود نہیں ہو سکتا اس لیے کہ معلول علت سے مؤخر ہوتا ہے وہ ممکن اور حادث ہوتا ہے۔

(۱۰) نیز حضرت مسیح کو جب خدا کا بیٹا کہا جاتا ہے تو باپ کو بیٹے پر ضرور تقدم زمانی ہوتا ہے اور بیٹے کو تاخر زمانی اور بیٹا اپنے وجود میں باپ کا محتاج بھی ہوتا ہے اور مؤخر اور محتاج خدا نہیں ہو سکتا۔

یہ کہ عقیدہ تثلیث سراسر خلاف عقل ہے نصاریٰ کے اولین و آخرین میں کوئی

خلاصہ کلام شخص ایک دلیل عقلی بھی توحید فی الثلیث اور تثلیث کیلئے نہیں پیش

کر سکتا اور بلاشبہ عقیدہ تثلیث عقیدہ شرک ہے اور توحید اور تثلیث کے اجتماع کا عقیدہ رکھنا۔

اجتماع نقیضین کا عقیدہ رکھنا ہے اس وجہ سے امام رازیؒ نے لکھا ہے کہ ہم نے دنیا میں نصاریٰ

کے مذہب سے زیادہ کوئی مذہب رکھ کر عقل سے بعید نہیں دیکھا اس وجہ سے جارج میل

نے اپنے ترجمہ قرآن مطبوعہ ۱۸۳۶ء میں عیسائیوں کو وصیت کی ہے کہ مسلمانوں کے سامنے ایسے

مسئلہ نہ بیان کر دو خلاف عقل ہوں کلیسا میں یہ طاقت نہیں کہ وہ مسلمانوں کو اپنی طرف کھینچ لے
الخ ویکو ازالۃ الشکوک ص ۲۶ ج ۱۔

کسی زمانہ میں ایک پادری صاحب نے چین کے علاقہ میں جا کر بڑی کوشش سے تین آدمیوں کو عیسائی بنایا اور طوطے کی طرح ان کو یہ مسئلہ یاد کرایا اور وہ بھی تین تین ٹکے روز یا تین تین روپیہ ہینہ کی لالچ سے مسئلہ تثلیث کو طوطے کی طرح ٹی ٹی کرتے رہے اتفاقاً ایک مدت کے بعد پادری صاحب کا ایک دوست وہاں آگیا اور پھر اثنائے تذکرہ میں اُس نے پوچھا کہ تم نے اتنی مدت میں کتنے شخصوں کو عیسائی بنایا پادری صاحب نے کہا عیسٰی خداوند کے مسیح کے فضل سے تین شخص مسیحی جماعت میں داخل ہوئے ہیں اور مسیح کے وفادار سپاہی اور خدمت گزار ہیں وہ سن کر ان کی ملاقات کا مشتاق ہوا پادری صاحب نے اول ایک کو بلایا اور اپنے دوست کو بتلانے کے لیے یہ مسئلہ اس سے پوچھا اُس شاکر نے کہا کہ آپ نے مجھے یہ سکھایا ہے کہ خدا تین ہیں ایک جو آسمان پر رہتا ہے دوسرا وہ جو بنی مریم کنواری کے پیٹ میں نو ہینہ رہ کے پیدا ہوا تھا تیسرا وہ جو اس دوسرے خدا پر تیس برس کی عمر میں کبوتر کی شکل ہو کے اتر اٹھا پادری صاحب خفا ہوئے اور فرمانے لگے یہ نامعقول ہے دوسرے کو جو اس سے زیادہ عاقل تھا آواز دی وہ فوراً حاضر ہوا اُس سے پوچھا اس نے کہا کہ آپ نے مجھے یہ سکھایا ہے کہ خدا تین تھے ایک تو سولی پا کر سر گیا اور دوا بھی جیتے ہیں پادری صاحب اس پر بھی چین بر چین ہوئے اور تیسرے کو جو ان میں فرد کامل تھا بلایا اور اس سے پوچھا اس نے کہا کہ جیسا آپ نے سکھایا ہے ویسا ہی مجھے خوب یاد ہے کہ تین ہیں ایک اور ایک ہیں تین اور تینوں ایک تھے اور جب ایک خدا پنطوس پلاطوس کی حکومت میں سولی پا کر مر گیا تو تینوں مر گئے اور اب کوئی خدا باقی نہیں رہا پادری صاحب بہت لال سرخ ہوئے اور اس وقت تینوں کو اپنے سامنے سے نکلوا دیا (منقول از۔ ازالۃ الشکوک ص ۲۶ ج ۱۔ والفارق)

بے شک یہ عقیدہ ایسا ہی ہے جاہل تو کیا عاقل بھی اس کو نہیں سمجھ سکتے تفصیل اگر درکار ہو تو نوید جاوید کلیسا ششم سکرمنٹ نمبر ۳ مصنف مولانا سید ابو منصور رحمہ اللہ تعالیٰ ص ۲۵۵ تا ۲۶۹ دیکھیں۔

ذکر عقیدۂ امانت سر اپا خیانت

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم خالص توحید اور تفرید کی تھی حضرت عیسیٰ کے رفع الے

السماء کے بعد عرصہ ایک سو سال تک لوگ توحید پر قائم رہے پھر رفتہ رفتہ نصاریٰ میں مختلف فرقے ہو گئے پھر ایک یہودی شخص جس کا نام پولوس تھا وہ فریب سے عیسائی مذہب میں داخل ہوا اور ظاہر اعیانی بن کر اس نے عیسائی مذہب میں طرح طرح کی خرابیاں ڈالیں منجملہ ان کے یہ مسئلہ تثلیث ہے رفتہ رفتہ یہ عقیدہ نصاریٰ میں شائع ہو گیا نصاریٰ میں جب عقیدہ تثلیث شائع ہوا تو آریوس نے جو اسکندریہ کے قیسیں ہیں سے تھا اس عقیدہ باطلہ کی تردید کی اور تثلیث کو دین مسیحی میں بدعت قرار دیا اور علی الاعلان حضرت مسیح کی الوہیت سے انکار کیا اور یہ تعلیم دی کہ خدا تعالیٰ ایک ہے اور عیسیٰ علیہ السلام خدا کے مخلوق اور برگزیدہ بندے ہیں آریوس کا یہ عقیدہ جب لوگوں میں شائع ہوا تو اہل تثلیث کو اس کی فکر دامن گیر ہوئی بالآخر ۳۲۵ء میں شہر نائیس میں قسطنطین شاہ روم کے سامنے مجلس مناظرہ منعقد ہوئی آریوس نے اپنے عقیدہ توحید کی شرح اور تفصیل کی بہت سے پادریوں نے اس کی حمایت کی مگر مجلس کی اکثریت نے عقیدہ تثلیث کی حمایت کی اور آریوس کی تعلیم کو باطل ٹھہرایا عقیدہ تثلیث جب مجلس کی اکثریت سے طے ہو گیا تو بادشاہ نے سرکاری طور پر حکم جاری کر دیا کہ جو شخص تثلیث سے انکار کرے گا اس کا مال و متاع ضبط کیا جائے گا اور اس شخص کو جلا وطن کیا جائے گا تب اکثر لوگوں نے بادشاہ کے خوف سے عقیدہ تثلیث کو قبول کیا اس وقت سے تثلیث کا سلسلہ چلا اور اس عقیدہ تثلیث پر جو متفقہ تحریر تیار کی گئی اس کا نام امانت رکھا گیا اس عقیدہ امانت کے متن کو شیخ ابوالفضل مالکی مسعودی نے منتخب التخیل ص ۱۵ میں ذکر کیا ہے اس عقیدہ امانت کے ابطال کے لیے ایک مستقل باب (یعنی باب چہارم منعقد کیا ہے جس میں تفصیل کے ساتھ) اس کی خرابیوں اور قباحتوں کو بیان کیا ہے اور علی ہذا علامہ آلوسی نے روح المعانی ص ۲ ج ۶ میں تفسیر پارہ ششم تحت تفسیر قولہ تعالیٰ وَلَا تَقُولُوا ثَلَاثَةٌ اور پھر ان کے صاحبزادہ سید نعمان آلوسی نے الجواب الفصیح لما لفقہ عبدالمسیح از ص ۱۷ تا ص ۲۱ میں اس کو ذکر کیا ہے اور پھر اس عقیدہ امانت سر اپا خیانت کی خیانتوں کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے اور علامہ قرافی مالکی نے الاجوبۃ الفاخرہ ص ۱۸ مطبوعہ بر حاشیۃ الفارق میں اس عقیدہ امانت کے متن کو مختصر تردید کے ساتھ ذکر کیا ہے حضرات اہل علم اصل کی مراجعت فرمائی مگر باوجود اس کے کہ شامی حکم سے عقیدہ تثلیث ملک میں شائع کیا گیا بہت سے لوگوں نے جو آریوس کے معتقد تھے انہوں نے اس عقیدہ تثلیث کو تسلیم نہیں کیا اور آریوس کے مرنے کے بعد بھی اس پر مباحثے ہوتے رہے اور سلسلہ اختلاف جاری رہا اور بہت سے لوگ آریوس ہی کی تعلیم کے قائل اور معتقد رہے اور کئی قرون تک یہ اعتقاد جاری رہا اور فرقہ آریوسیہ کی طرح یونی ٹیر بن فرقہ کے لوگ بھی تثلیث سے انکار کرتے ہیں اور الوہیت صرف خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں تاریخی حیثیت سے اگر ان اختلافات

کی تفصیل درکار ہے تو نوید جاوید سکرمنٹ نمبر ۳ مصنفہ مولانا سید ابوالمنصورؒ از ص ۲۵۵ تا صفحہ ۲۶۶ کی مراجعت کریں۔

متن عقیدہ امانت سراپا خیانت

اب ہم ناظرین کے سامنے نصاریٰ کے عقیدہ امانت کا تن پیش کرتے ہیں جو ان کے نزدیک قانون نجات اور مدار ایمان ہے پھر ان کے اس مزعوم عقیدہ امانت کی خیانت کو ظاہر کریں گے تاکہ اس امانت کی حقیقت منکشف ہو جائے وہو لہذا

ہم ایمان لاتے ہیں ایک اللہ پر جو باپ ہے اور ہر چیز کا بنانے والا اور مالک ہے اور مرنے اور غیر مرنے یعنی جو چیزیں نظر آتی ہیں اور جو نظر نہیں آتیں ان سب چیزوں کا وہ صالح ہے اور ہم ایمان لاتے ہیں ایک پروردگار یسوع مسیح پر جو خدا ہے واحد کا بیٹا ہے اور ساری مخلوق میں سب سے اول باپ سے پیدا ہوا وہ مصنوع نہیں وہ خدا ہے برحق ہے جو خدا ہے برحق سے نکلا ہے اور باپ کے جوہر ہے وہ جس کے ہاتھوں سے تمام جہانوں نے تخلیق اور استحکام پایا اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا اے دنیا کے لوگو! وہ ہماری ہی خلاصی اور چھٹکارے کے لیے آسمان سے اترا اور روح القدس اور مریم سے متحد ہو کر انسان بن گیا اور روح القدس سے اس کا حمل قرار پایا اور مریم بتول کے بطن سے پیدا ہوا اور دکھ اور درد اٹھائے اور پیلاطوس کے ایام حکومت میں سولی پر لٹکایا گیا اور پھر مرکز قبر میں دفن ہوا

نؤمن باللہ تعالیٰ الواحد الابل صانع کل شیء مالک کل شیء صانع ما یرى وما لا یرى وبالرب الواحد یسوع المسیم ابن اللہ تعالیٰ الواحد بکر الخلاق کلہا الذی ولد من ابیہ قبل العوالم کلہا ولیس بمصنوع اللہ حق من جوہر ابیہ الذی بیدہ اتقنت العوالم وخلق کل شیء الذی من اجلنا معاشر الناس ومن اجل خلاصنا نزل من السماء وتجدد من روح القدس ومویر ومار انسانا وجل بہ وولد من مریم البتول واتبع وصلب ایام فیلاطس ودفن وقام فی الیوم الثالث کما هو مکتوب وصعد الی السماء وجلس عن یمین ابیہ وهو مستعد للمبیئۃ تارۃ اخری للقضاء بین الاموات والاحیاء ونؤمن بروح القدس الواحد روح الحق الذی یمخرج

من ابيه وبعمودية واحدة لغفران
الخطايا والجماعة واحدة قدسية
كاطولكنيسة ولحياة الدائمة الى ابد
الآبدین - انتہی کذا فی روح المعانی
للآلوسی ص ۲۷ ج ۲ ومنتخب التخیل
ص ۷ باب چہارم للشیخ ابی
الفضل المسعودی المالکی د
والاجوبة الفاخرة المطبوع
على هامش کتاب الفارق
ص ۱۵ سوال بسـ
للشیخ القرافی المالکی د

✦ ✦ ✦
✦ ✦ ✦
(عقیدہ امانت کا ترجمہ ختم ہوا)

اور پھر تیسرے روز مردوں میں سے جی اٹھا
جیسا کہ نوشتوں میں تھا پھر آسمان پر
چڑھ گیا اور باپ کے دائیں جانب جا کر بیٹھ
گیا اور وہ دوبارہ آنے کے لیے تیار ہے تاکہ
مردوں اور زندوں کے درمیان فیصلہ کرے
اور ہم روح القدس پر بھی ایمان لاتے ہیں
جو ایک ہے اور روح حق ہے اور باپ سے
نکلے ہے اور ہم ایمان لاتے ہیں اس بات پر
کہ ایک پیتسمہ گناہوں کی مغفرت کے لیے کافی
ہے اور اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ
کاٹولیکی جماعت پاک اور مقدس جماعت ہے
(جس نے یہ عقیدہ امانت ایجاد کیا ہے) اور
ہم ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی پر ایمان لاتے ہیں
جو ابد الابد تک رہے گی۔

کشف حقیقت از عقیدہ امانت سراپا خیایت

یہ وہ عقیدہ امانت ہے جس پر سوائے فرقہ آریسیہ اور یونیٹریں کے نصاریٰ کے اکثر فرقے
متفق ہیں فرقہ یعقوبیہ اور ملکانیہ اور نسطوریہ ان سب کا یہ اجماعی عقیدہ ہے کہ بغیر اس ایمان کے کوئی
عبادت اور کوئی قربت بارگاہ خداوندی میں مقبول نہیں حالانکہ کسی انجیل میں اس اعتقاد اور ایمان کا
کہیں نام و نشان بھی نہیں اور نہ یہ حضرت مسیح سے مروی ہے اور نہ حضرت مسیح کے تلامذہ اور حواریں
سے منقول ہے بلکہ جو تھی صدی عیسوی میں نصاریٰ کی ایک خاص جماعت کی مرتب کردہ عبارت ہے جو
شاہی حکم اور اقتدار سے نافذ ہوئی ہے اس کو دین اور ایمان کیسے کہا جاسکتا ہے عقیدہ وہ چیز بن سکتی
ہے جو آسمانی کتابوں اور انبیاء کرام کی شریعتوں سے صریحی اور قطعی طور پر ثابت ہو
علاوہ ازیں یہ عقیدہ امانت بہت سی خلاف عقل باتوں پر مشتمل ہے اور متعارض اور
متناقض باتوں کا ایک مجموعہ ہے جس میں بعض سے بعض کی تردید ہوتی ہے۔

(۱) عقیدہ امانت کے شروع اور اول ہی میں اس کا صریح اعتراف ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے
اور تمام کائنات کا خالق اور مالک اور ضابط ہے جس میں حضرت مسیح اور ان کی والدہ ماجدہ مریم صدیقہ

اور روح القدس بھی داخل ہیں پھر دوسری سطر میں اس کے برخلاف مسیح بن مریم کی الوہیت اور وحدانیت اور خالقیت پر ایمان لانے کا ذکر ہے کہ ہم مسیح پر ایمان رکھتے ہیں جو تمام اشیاء کا خالق ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ خدا کے واحد کے ساتھ ایک دوسرا خدا بھی ہے جو پہلے خدا کا فرزند ہے جو اپنے باپ سے پیدا ہوا ہے اور باپ کی طرح بیٹا بھی تمام کائنات کا خالق ہے یہ سارا کلام صریح کفر اور شرک ہے اور پہلے کلام کی ضد اور نقیض ہے گویا کہ باپ اور بیٹا ہر ایک عالم کا خالق ہے۔

۱۲) نیز جب حضرت عیسیٰ کو تمام عالم کا خالق مانا گیا تو ضروری ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا وجود سارے عالم پر مقدم ہو کیونکہ خالق مخلوق سے مقدم ہوتا ہے حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے اس لیے کہ حضرت مسیحؑ تو حضرت آدمؑ کے ہزار ہا سال بعد مزم سے پیدا ہوئے نصاریٰ بتلا ہیں کہ مؤخر الوجود اپنے سے مقدم الوجود کے لیے کیسے خالق ہو گیا۔

۱۳) پھر نصاریٰ یہ بھی کہتے ہیں وہ بیٹا تمام مخلوقات سے پہلے اپنے باپ سے پیدا ہوا یہ امر بھی مشاہدہ کے خلاف ہے اس لیے کہ حضرت مسیحؑ معاذ اللہ خدا تعالیٰ سے پیدا نہیں ہوئے بلکہ پیدائش عالم کے ہزار ہا سال بعد مریمؑ بتول کے بطن سے پیدا ہوئے۔

۱۴) پھر نصاریٰ یہ کہتے ہیں کہ وہ بیٹا باپ کے اصل جو ہر سے پیدا ہوا جس کا مطلب یہ ہوا کہ باپ اور بیٹے کی حقیقت ایک ہے اور یہ بیٹا ذات و صفات میں اپنے باپ کے مشابہ اور مساوی ہے کیا یہ صریح شرک نہیں جس کے مٹانے کے لیے تمام انبیاء کرام مبعوث ہوئے۔

۱۵) نیز انجیل میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام سے قیامت کے بارہ میں دریافت کیا گیا تو یہ فرمایا کہ مجھے قیامت کا علم نہیں کہ کب ہوگی قیامت کے وقت کو سوائے باپ کے کوئی نہیں جانتا۔ اھ

پس اگر عیسیٰ علیہ السلام کا اصل جو ہر اور اصل حقیقت وہی ہوتی جو خدا تعالیٰ کی ہے تو خدا تعالیٰ کی طرح عیسیٰ علیہ السلام کو بھی ضرور قیامت کا علم ہوتا معلوم ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام خدا نہ تھے بلکہ انسان حق تھے اور انسان حق یعنی داؤد کے بیٹے تھے اور تمام انبیاء کرام انسان اور بشر تھے اور خدا کے برگزیدہ بندے تھے خدا نہ تھے اور نہ خدا کے ساتھ متحد تھے۔ انبیاء کرام سے جب بھی قیامت کے متعلق دریافت کیا گیا تو سب نے یہی کہا کہ جو حضرت مسیحؑ نے فرمایا کہ قیامت کا علم سوائے خدا تعالیٰ کے کسی کو نہیں

۱۶) نیز اس نادان کو یہ علم نہیں کہ جسم انسانی لحم اور شحم اور دم اور معدہ اور اعمار سے مرکب ہے جن سے خداوند قدوس پاک اور منزہ ہے پس ایک ابن آدم اور ابن مریم کا اصل جو ہر خداوند قدوس کے اصل جو ہر کے ساتھ کیسے متحد ہو سکتا ہے۔

۱۷) نیز تمام عقلاء عالم کا اس پر اتفاق ہے کہ حادث اور قدیم کی حقیقت جدا جدا ہے پس خداوند قدیم اور ایک شیر خوار بچہ کی حقیقت ایک کیسے ہو سکتی ہے جسم اور روح کی حقیقت ایک نہیں تو قدیم اور حادث کی حقیقت ایک کیسے ہو سکتی ہے

(۸) نیز اگر ایک الہ حق سے دوسرا الہ حق پیدا ہو سکتا ہے تو دوسرے الہ سے تیسرا الہ اور تیسرے الہ سے چوتھے الہ کا اور چوتھے الہ سے پانچویں الہ کا پیدا ہونا بھی ممکن ہوگا (بلکہ) پہلے ہی خدا سے بے شمار خداؤں کا پیدا ہونا ممکن ہوگا اس لیے کہ جس انسان سے ایک بیٹے کا پیدا ہونا ممکن ہے اسی سے دس بیٹوں کا پیدا ہونا بھی بلاشبہ ممکن ہے اور خداوند قدوس کی صفات کمال تو غیر محدود اور غیر متناہی ہیں تو اگر بفرض محال بقول نصاریٰ ولادت خداوند قدوس کی صفت بن سکتی ہے تو پھر وہ غیر متناہی ہونی چاہیئے ایک محدود بیٹے پر اس کو ختم کر دینا مناسب نہیں۔

(۹) نیز عقیدہ امانت میں یہ کہنا کہ مسیح کے ہاتھ سے ہر چیز پیدا ہوئی اس سے لازم آتا ہے کہ ان کی والدہ ماجدہ مریم صدیقہ بھی ان کی مخلوق ہوں بلکہ ان کے آباء و اجداد بھی ان کی مخلوق ہوں کیونکہ ہر چیز میں وہ بھی داخل ہیں اور مولود کو اپنی والدہ اور اپنے آباء و اجداد کا خالق کہنا دیوانہ کا کام ہے۔

(۱۰) نیز نصاریٰ یہ کہتے ہیں کہ باپ کی طرح بیٹے نے بھی تمام کائنات کو پیدا کیا گویا کہ کائنات کے دو خالق ہو گئے ایک باپ اور ایک بیٹا اگر باپ تمام کائنات کا خالق ہے تو بیٹے کے لیے کیا باقی رہا اور اگر بیٹا خالق کائنات ہے تو باپ کے لیے کیا باقی رہا۔

(۱۱) نیز عقیدہ امانت میں یہ کہنا کہ وہ خدا آسمان سے نازل ہوا اور مجسم ہو کر کنواری کے پیٹ سے پیدا ہوا تاکہ عالم کی خلاصی اور نجات کا سبب بنے سو یہ امر بھی سراسر غیر معقول ہے اور ذرہ برابر قابل قبول نہیں اول تو یہ کہ یہ دعویٰ بلا دلیل ہے بلکہ خدا تعالیٰ اور اس کے برگزیدہ بندہ مسیح بن مریم پر صریح بہتان اور افتراء ہے اور الوہیت اور نبوت کی تحقیق و تذلیل کی ایک عجیب و غریب من گھڑت داستان ہے جس کو کوئی ادنیٰ عقل والا بھی ماننے کے لیے تیار نہیں اور اگر بفرض محال تھوڑی دیر کے لیے یہ تسلیم کر لیا جائے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا نزول اور تجسم عالم کی خلاصی اور نجات کے لیے ہوا تھا تو علماء نصرانیت اور عقلاہ مسیحیت یہ بتلائیں کہ تمہارے زعم کے مطابق حضرت مسیح نے جو مصیبت اور ذلت تمہاری خلاصی اور نجات کے لیے اختیار فرمائی وہ تمہاری کس مصیبت اور ذلت سے نجات دینے کے لیے اختیار فرمائی اگر یہ کہیں کہ یسوع مسیح نے ہم کو دنیا کی تکالیف اور مصائب و آلام اور امراض و اسقام اور موت سے نجات دلائی تو مشاہدہ اس کی تکذیب کرے گا کوئی فرد بشر دنیا میں ایسا نہیں کہ جو طلب معاش میں سرگرداں اور حیران نہ ہو اور رنج و غم اور بیماری اور موت سے نجات پا گیا ہو اور اگر یہ کہیں کہ نفس و شیطان کے بچنے سے ہم کو نجات دلائی تو یہ بھی مشاہدہ کے خلاف ہے نصاریٰ کی جس مجلس میں چلبے چلے جاؤ اور آنکھ سے دیکھ لو نفس اور شیطان نے نصاریٰ کا کس طرح کھیل اور تماشا بنا رکھا ہے نصاریٰ سے بڑھ کر کوئی قوم نفس و شیطان کی اسیر نہیں اور اگر یہ کہیں کہ خلاصی اور نجات سے ہماری مراد یہ ہے کہ دار دنیا میں احکام خداوندی کی بجا آوری اور پابندی سے خلاص اور آزاد ہو گئے اور نماز اور روزہ ہم پر ضروری اور فرض نہیں

رہا اور ہم جو چاہیں کریں خدا کا ہم پر کوئی مواخذہ نہیں تو حضرت مسیح اور ان کے حواریوں کے اقوال اس کی تکذیب کریں گے جو خدا تعالیٰ کی اطاعت اور اس کی عبادت کے متعلق ان سے اناجیل میں منقول ہیں اور اگر یہ کہیں کہ خلاصی اور نجات سے ہماری مراد یہ ہے کہ دار آخرت کے احکام سے خلاص ہو گئے اور نجات پا گئے یعنی دنیا میں چاہیں پوری کریں یا زنا اور بدکاری اور شراب خوری کریں اور رقص و سرود کی محفلیں کریں غرض یہ کہ جو چاہیں نفس و شیطان کے مطابق کام کریں آخرت میں ہم پر کوئی مواخذہ نہ ہو گا یسوع مسیح ہمارا نجات دہندہ ہے اُس نے صلیب کی تکلیف اور مصیبت جھیل کر ہم کو قیامت کے مواخذہ اور حساب اور عذاب اور عقاب سے نجات دلادی ہے سو اگر نصاریٰ کے نزدیک خلاصی اور نجات سے یہ معنی مراد ہیں تو یہ معنی تمام انبیاء کرام کی تعلیم اور حضرت مسیح کی تعلیم کے بالکل خلاف ہیں اور قریت اور انجیل اسکی تکذیب کرتی ہے انجیل میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے دن اہل یمین سے یہ کہیں گے کہ جاؤ نعیم مقیم کی طرف اور اہل شمال کو اولاً تو بیخ اور سر زنج کش کریں گے کہ تم نے یہ کیا اور یہ کیا جاؤ اس کی سزا بھگتو اور اس عذاب کی طرف جاؤ جو تمہارے لیے پہلے سے تیار کیا گیا ہے۔ پس اے نصاریٰ حیرائی جب تم کو اپنی دنیا اور آخرت کا حال معلوم ہو گیا تو خدا را یہ بتلاؤ کہ تمہارے زعم کے مطابق جس خدا نے آسمان سے اتر کر تمہاری نجات اور خلاصی کے لیے صلیبی موت کا سزہ چکھا اُس نے کس مصیبت سے تم کو نجات دلائی اور جس کا نام تم نے مخلص عالم اور نجات دہندہ جہاں رکھا یہ بتلاؤ کہ اس نے تم کو دنیا اور آخرت کی کس مصیبت اور بلا سے نجات اور خلاصی بخشی اور تم کو دنیا اور آخرت کی کن پریشانیوں سے بے فکر بنادیا اور کیا تم اس مفروضہ صلیبی موت کے ذریعہ نفس اور شیطان کے چنگل سے نجات پا گئے ہو۔

(۱۲۱) پھر یہ کہ عقیدہ امانت میں یہ ذکر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ آکر زندوں اور مردوں کے درمیان فیصلہ کریں گے تو عرض یہ ہے کہ جو ذات نصاریٰ کے نزدیک اس قدر عاجز اور لاچار اور بے بس کہ اپنے چند دشمنوں کو بھی جو اس کی مخلوق ہیں ان کو بھی دفع نہ کر سکی وہ دوبارہ نازل ہونے کے بعد سامنے عالم کا کس طرح فیصلہ کر سکے گی ممکن ہے کہ پہلی مرتبہ کی طرح دوسری مرتبہ بھی حضرت مسیح پر ان کے دشمن غالب آجائیں اور نصاریٰ کے پاس اس کی کیا کفالت ہے کہ حضرت مسیح کے دوبارہ آمد کے بعد پہلی مرتبہ کی طرح ذلت اور اہانت کا ما جرایش نہیں آسکتا۔

(۱۲۲) نیز اس عقیدہ امانت میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ مسیح مریم عذرا اور روح القدس سے جسم ہوتے تو اس سے تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ مسیح روح القدس کے بیٹے ہوں جیسا کہ وہ مریم کے بیٹے ہیں نہ کہ خدا کے بیٹے اس لیے کہ حضرت مسیح کو جب روح القدس سے تجدد اور تجسم حاصل ہوا تو وہ ابن روح القدس ہوتے نہ کہ ابن اللہ۔

(۱۲۳) پھر یہ کہ عقیدہ امانت کے اخیر میں یہ ہے کہ ہم ایمان لاتے ہیں روح القدس پر جو کہ روح

حق ہے اور باپ سے نکلی ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت مسیح کی طرح روح القدس بھی باپ سے نکلے ہیں اور یہ بھی خدا کے بیٹے ہیں اور حضرت مسیح کے بھائی ہیں اس لیے کہ جب مسیح کی طرح روح القدس بھی باپ سے نکلے تو وہ بھی اسی باپ کے بیٹے ہوتے جس باپ کے حضرت مسیح بیٹے ہیں اور ایک باپ کے دو بیٹے آپس میں بھائی بھائی ہوتے ہیں تو اس اعتبار سے حضرت مسیح روح القدس کے بھائی ہوتے اور اس اعتبار سے کہ حضرت مسیح روح القدس سے متجسم اور متجسد ہوتے ہیں (جیسا کہ ابھی گزرا) حضرت مسیح روح القدس کے بیٹے ہوتے اور ایک ہی ذات کا ایک ہی ذات کے حق میں بیٹا اور بھائی بننا عقلاً محال ہے۔

(۱۵) نیز عیسائیوں کی کتابوں میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ بیٹا باپ سے متولد ہوا اور ان دونوں سے روح القدس متولد ہوئے (دیکھو استفسار ص ۶۷) اس کا مطلب یہ ہوا کہ مسیح بن مریم تو خدا کے بیٹے ہیں اور روح القدس خدا کے پوتے ہیں کیونکہ بیٹے کا بیٹا پوتا ہوتا ہے۔

یہ کہ نصاریٰ کا یہ بنیادی عقیدہ ہے جس کے بغیر ان کے نزدیک نجات ممکن **خلاصہ کلام** نہیں ناظرین کرام نے دیکھ لیا کہ یہ عقیدہ، عقیدہ امانت نہیں بلکہ درحقیقت عقیدہ جہالت ہے کہ جواز اول تا آخر جہالتوں اور حماقتوں اور متناقض اور متضاد باتوں کا مجموعہ ہے اور تمام انبیاء کرام کی تعلیمات و تلقینات اور حضرت مسیح اور حواریین کی نصیحتات کے صریح خلاف ہے اس لیے کہ تمام کتب سماویہ اور توریت اور زبور اور انجیل توحید کی تعلیم سے بھری پڑی ہیں۔

پھر یہ کہ عقیدہ امانت عجب گورکھ دھندہ ہے جس کا اول اور آخر متناقض اور متضاد ہے اس لیے کہ اس عقیدہ کے انداز میں اس بات کا اعتراف ہے کہ مسیح مولود اور مخلوق ہیں اور اللہ ہی ہر نظر آنے والی اور نہ نظر آنے والی چیز کا خالق ہے جس میں حضرت مسیح اور ان کی والدہ بھی داخل ہیں پھر اس ایمان اور اقرار کے بعد چند جملوں کے بعد یہ کہہ دیا کہ ہم اس پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ مسیح خدا ہے اور تمام اشیاء کا خالق ہے تو کیا یہ دونوں ایمان ایک دوسرے کی ضد اور نقیض نہیں تو جس عقیدہ میں اس درجہ اختلاف اور متناقض ہو وہ کبھی حق نہیں ہو سکتا وَلَوْ كَانَتْ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا

نیز نصاریٰ حضرت عیسیٰ کو خدا سے معبود بھی کہتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ مولود بھی تھے مزم کے بیٹ میں حمل رہے اور پھر اس سے متولد ہوئے نصاریٰ بتلا ہیں کہ کیا ایک فرزند مولود بھی خدا سے معبود ہو سکتا ہے ایک ذات میں مولودیت اور معبودیت کا اجتماع عقلاً ناممکن اور محال ہے مگر خیال یہ آتا ہے کہ نصاریٰ سے کیا کہیں ان کے نزدیک تو خدا مر کر اور قبر میں دفن ہونے کے باوجود بھی خدا ہو سکتا ہے اور موت اور دفن ان کے نزدیک الوہیت کے منافی نہیں تو شک مادر سے ولادت ان کے نزدیک کہاں سے الوہیت کے منافی ہوگی توخذ باللہ من ہذہ الخرافات ولا حول

وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى عَمَّا يُصِفُونَ

خاتمہ کلام بر معذرت واستدعاء مغفرت

حق جل شانہ کا ارشاد ہے لِيُحَقِّقَ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ اس لیے اس ناپیزنے اس مقام پر احقاق حق کے ساتھ ابطال باطل یعنی تردید تثلیث وغیرہ پر مفصل کلام کیا تاکہ حضرات اہل علم نتیجہ اور استقرار کی مشقت سے بچ جائیں اور اس ناپیز کو دعاء مغفرت سے نوازیں بحمدہ تعالیٰ جو کچھ لکھا ہے وہ مسئلہ کی تحقیق اور تفصیل ہے تطویل نہیں بلکہ رد نصرا نیت میں سلف اور خلف کی تحقیق کا عطر اور لب لباب ہے۔

فالحمد لله الذي هدانا لهذا
وما كنا لنهتدي لولا ان هدانا الله

يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ ۖ إِن

حکم پوچھتے ہیں تجھ سے تو کہہ کہ اللہ حکم بتاتا ہے تم کو کلالہ کا اگر ایک

أَمْرٌ وَأَهْلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ

مرد مر گیا کہ اس کو بیٹا نہیں اور اس کو ایک بہن ہے تو اس کو پہنچے آدھا

مَا تَرَكَ وَهُوَ يَرِثُهَا إِن لَّمْ يَكُنْ لَهَا وَلَدٌ ۖ فَإِن

جو چھوڑا اور وہ بھائی وارث ہے اس بہن کا اگر نہ رہے اس کو بیٹا پھر اگر

كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الشَّلْثُ ۖ إِن مَّا تَرَكَ ۖ وَإِن

بہنیں دو ہوں تو ان کو پہنچے دو تہائی جو کچھ چھوڑا اور اگر کئی

كَانُوا إِخْوَةً رِّجَالًا وَنِسَاءً فَلِلَّذَكَرِ مِثْلُ حَظِّ

شخص ہیں اس ناستے کے مرد اور عورتیں تو مرد کو دو برابر حصہ عورت کا، بیان کرتا

الْأُنثَيَيْنِ ۖ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ أَن تَضِلُّوا ۗ وَاللَّهُ

ہے اللہ تمہارے واسطے کہ نہ بہکو اور اللہ

بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ

ہر چیز سے واقف ہے۔

خاتمہ سورت

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى يَسْتَفْتُونَكَ اَللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ
(ربط) اس سورت کے اول میں میراث کے احکام بیان کیے گئے اب اسی پر اس سورت کو ختم فرماتے ہیں اس لیے کہ میراث کے احکام سخت دشوار ہیں جن میں بڑے بڑے عقلاء کی عقلیں حیران ہیں اللہ کی ہدایت نے اور اس کے نازل کردہ نور مبین نے ان دقیق احکام کو واضح اور روشن کیا اور خدا کی برہان یعنی محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے لوگوں پر رحمت پوری ہوئی۔

شروع سورت میں بھی کلامہ کی میراث کا ذکر گزر چکا ہے اسکے بعد بعض صحابہ نے اسکے متعلق زیادہ تفصیل پوچھنی چاہی تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی شروع سورت میں جو کلامہ کی میراث میں آیت گزر چکی ہے اس لیے کہ وہ جاڑوں میں نازل ہوئی اُسکو آیتہ الشنا کہتے ہیں اور اس آیت کو بوجہ اسکے کہ گرمیوں میں نازل ہوئی آیتہ الصیف کہتے ہیں۔

اور لفظ کلامہ کا اطلاق وارث اور مورث دونوں پر ہوتا ہے پس آیت میں کلامہ سے یا تو وہ میت مراد ہے کہ جس کے وارث اس کے ماں باپ اور اولاد نہ ہو یا وہ وارث مراد ہے کہ جو میت کے نہ ماں باپ میں سے ہو اور نہ اس کی اور اولاد میں سے ہو

صیغین میں جابر بن عبد اللہ انصاری سے روایت ہے کہ میں ایک دفعہ بیمار ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر میری عیادت کو آئے اس وقت میں اپنے ہوش میں نہ تھا آپ نے وضو کیا اور اپنے وضو کا بچھا ہوا پانی مجھ پر چھڑکا جس سے مجھ کو ہوش آگیا تو دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں کلامہ ہوں میری میراث کیسے تقسیم ہو گی اس پر یہ آیت نازل ہوئی کلامہ کی میراث کے بارہ میں لوگ آپ سے فتویٰ پوچھتے ہیں یعنی جس شخص کے اصول و فروع ماں باپ اور اولاد نہ ہوں اس کی میراث کا کیا حکم ہے آپ جواب میں فرمادیتے کہ اللہ تم کو کلامہ کے بارہ میں یہ فتویٰ دیتا ہے کہ اگر کوئی شخص مر جائے اور اس کے کوئی اولاد نہ ہو نہ بیٹا اور نہ پوتا اور نہ پوتی اور علی ہذا نہ ماں باپ ہوں اور اس کے ایک عینی یا علاتی بہن ہو تو اس بہن کو اس کے ترکہ میں سے نصف حصہ ملے گا اس آیت میں بہن سے سگی یا علاتی بہن مراد ہے کیونکہ ایضاً بہن کا حکم شروع سورت میں گزر چکا ہے اور اگر وہ شخص جس کا اوپر ذکر ہوا وہ تو زندہ ہو اور اس کی بہن مذکورہ مر جائے تو یہ بھائی اپنی بہن کے کل ترکہ کا وارث ہوگا بشرطیکہ اس بہن کے کوئی اولاد نہ ہو والدین ہوں یعنی اگر کوئی عورت مر جائے اور اس کے اولاد نہ ہو اور نہ والدین

ہوں اور صرف ایک سگا بھائی یا ایک علاقائی بھائی چھوڑے تو وہ بھائی اپنی اس بہن کے کل مال کا وارث ہوگا لیکن ایٹائی بھائی کا یہ حکم نہیں اس کا صرف چھٹا حصہ ہے جیسا کہ شروع سورت میں گزر چکا یہ تو ایک بہن کا بیان تھا اب اگر شخص مذکورہ مر جائے اور ویس ہی اس کی دو بہنیں یا زیادہ ہوں تو ان کا حصہ اس مال کا دو تہائی ہے اور دو سے زیادہ بہنوں کا بھی یہی حکم ہے اور مطلب یہ ہے کہ اگر کسی کے باپ اور لڑکا نہ ہو اور وہ دو یا دو سے زیادہ حقیقی یا علاقائی بہنیں چھوڑے تو ان سب کا حصہ میت کے نذرہ میں سے دو تہائی ہے اور اگر ایسا میت جس کے نہ اولاد ہے اور نہ والدین خواہ وہ میت مذکر ہو یا مؤنث وہ مرنے کے بعد چند وارث چھوڑے جو ملے جلے مرد و عورت ہوں یعنی بھائی اور بہنیں ملے جلے ہوں تو ایک مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصہ کے برابر ہے بشرطیکہ وہ سب عینی یا سب علاقائی ہوں اور اگر عینی اور علاقائی مخلوط ہوں تو ان کا حکم دوسرا ہے جو کتب فرائض میں مذکور ہے اب اللہ تعالیٰ ان احکام کی حکمت بیان فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ تمہارے لیے ان احکام اور فرائض کو اس لیے بیان کرتا ہے کہ لاعلمی کی بنا پر تم گمراہ نہ ہو جاؤ اور کسی کو حق سے کم یا زائد نہ دیدو اور اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے تم کو چاہیے کہ اس کے حکم کے پابند رہو اور اپنی ناقص رائے سے اس میں دخل نہ دو کیونکہ تمہیں خود اپنی ہی مصلحتوں کا علم نہیں دنیا کی مصلحتوں کو کیا جانو۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبہ میں یہ فرمایا کہ حق تعالیٰ نے فرائض کے متعلق شروع سورۃ نسا میں جو آیتیں نازل فرمائیں ان میں سے پہلی آیت اولاد اور ماں باپ کی میراث کے بارہ میں ہے اور دوسری آیت شوہر اور بیوی اور ایٹائی بھائی بہنوں کی میراث کے بارہ میں ہے اور جس آیت پر اللہ نے سورۃ نسا کو ختم فرمایا وہ حقیقی اور علاقائی بھائی بہنوں کی میراث کے بارہ میں ہے اور خاتمہ سورۃ انفال کی آیت ذوی الارحام کے بارہ میں ہے (تفسیر کبیر ص ۳۶ ج ۳)

اس سورت کا آغاز خدا تعالیٰ کی کمال قدرت کے بیان سے ہوا اور اختتام کمال علم کے بیان پر ہوا اور کمال قدرت اور کمال علم ہی سے اللہ کی ربوبیت اور الوہیت اور جلال اور عزت ثابت ہوتی ہے پس بندوں کا فرض ہے کہ اس علیم و قدیر کے احکام کی بے چون و چرا تعمیل کریں اور دل و جان سے اس کے اوامر اور نواہی کے پابند رہیں (تفسیر کبیر) واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم۔

الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ آج بوقت چاشت ۲۳ رمضان المبارک یوم دو شنبہ ۱۳۸۶ھ جامع اشرفیہ لاہور میں سورۃ نسا کی تفسیر اختتام کو پہنچی انشاء اللہ تعالیٰ اب اس کے بعد سورۃ مائدہ کی تفسیر آتی ہے اور اللہ تعالیٰ سے درخواست اور دعا ہے کہ اپنے فضل و رحمت سے اس تفسیر کو اس فقیر کے ہاتھ کمال فرمائے آمین۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ ربنا تقبل منا انک انت السميع

العلیم وتب علینا انک انت التواب الرحیم واخر دعوانا ان الحمد
 لله رب العالمین وصلى الله تعالى على خير خلقه سيدنا ومولانا محمد
 وعلى آله واصحابه وازواجه وذرياته اجمعين وعلينا معهم يا ارحم الراحمين

آیاتہا ۱۲۰ : ۵ : سُورَةُ الْمَائِدَةِ مَدَنِيَّةٌ : ۱۱۲ : رُكُوعَاتُهَا ۱۶

سورۃ مائدہ مدینہ میں نازل ہوئی اور اس میں ایک سو بیس آیتیں اور سولہ رکوع ہیں

تفسیر سورۃ مائدہ

اس سورت کو مائدہ کہتے ہیں اس لیے کہ اسمیں اس مائدہ (رخوان) کا ذکر ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا اور اس سورت کا نام سورۃ العقود بھی ہے اور یہ سورت بالافتاق مدنی ہے یعنی ہجرت کے بعد نازل ہوئی اس میں ایک سو بیس یا ایک سو بیس آیتیں ہیں اور سولہ رکوع ہیں عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ سورۃ مائدہ اُن سورتوں میں سے ہے جو اخیر میں نازل ہوئی جو اس میں حلال باؤ اس کو حلال جانو اور جو حرام باؤ اس کو حرام جانو بعض مفسرین کا قول یہ ہے کہ یہ سورت سب سے اخیر میں نازل ہوئی اس کے بعد کوئی سورت نازل نہیں ہوئی مگر اکثر مفسرین کے نزدیک اس کے بعد اِذَا جَاءَ نُصْرُ اللَّهِ نازل ہوئی جس میں آپؐ کی وفات کی خبر دی گئی وَاللَّهُ اعْلَمُ ۔

(رابط) گزشتہ سورت (سورۃ نساء) میں حق تعالیٰ نے مختلف عقود اور عہود کو بیان کیا مثلاً عقد نکاح اور عقد ہجر اور عقد حلف اور عقد امان اور عقد امانت اور عقد ودیعت وغیرہ کو ذکر فرمایا پھر اخیر سورت میں قَبَسًا نَقَضْنَاهُمْ مِيثَاقَهُمْ اَلَمْ یَسْأَلِ لِيْلَهُ تَعَالٰی نے اس سورت کے احکام کو وفاء عقود کے حکم سے شروع فرمایا وفاء عہد کا حکم دیا اور عہد شکنی سے منع فرمایا نیز گزشتہ سورۃ میں یہود و نصاریٰ کی قبائح و شنائع کا بیان تھا اور اُن کے عقائد فاسدہ کا ابطال تھا اور اس سورت کا اکثر حصہ بھی یہود و نصاریٰ کے محاورے پر مشتمل ہے گویا کہ سورت مائدہ سورت نساء کا تتمہ اور تکملہ ہے پہلی سورت یعنی سورۃ نساء کا آغاز خطاب عام یعنی يَا أَيُّهَا النَّاسُ سے ہوا اور اس سورت یعنی سورۃ مائدہ کا آغاز خطاب خاص یعنی يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا سے ہوا ۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ

اے ایمان والو پورا کرو قرار

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تاکید اکید در بارہ ایفای عقود و عہود خواہ متعلق بحقوق عباد باشند یا بحقوق معبود

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی يَا أَيُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ۝

اے ایمان والو! ایمان کا مقتضی یہ ہے کہ پورا کرو ان عہدوں کو جو تم نے التزام احکام کے بارہ میں خدا تعالیٰ سے باندھے ہیں خواہ وہ براہ راست خدا تعالیٰ سے متعلق ہوں یا بندوں سے متعلق ہوں یا دنیا سے متعلق ہوں یا آخرت سے متعلق ہوں اس لیے کہ ایمان درحقیقت ایک معاہدہ التزام ہے کہ میں دل و جان سے اللہ اور اس کے رسول کے تمام احکام کو صحیح اور صادق سمجھ کر اُن کو واجب التزام اور لازم العمل تسلیم کرتا ہوں اور عہد کرتا ہوں کہ دل و جان سے اُن احکام کی تعمیل کروں گا پس یہ عہد التزام ایمان کی حقیقت ہے جس میں تمام احکام لگے اور یہ ایمان درحقیقت عہد الست کی تجدید ہے جس میں حق ربوبیت ادا کرنے کا عہد لیا گیا تھا اسی طرح ایمان جملہ حقوق ادا کرنے کا ایک مضبوط عہد اور اقرار ہے اس لیے حکم یہ دیتے ہیں کہ اے ایمان والو تم نے ایمان لاکر التزام احکام کا اجمالی طور پر جو عہد اور ایمان کیا ہے اُس کو پورا کرو پھر اس حکم اجمالی کے بعد خاص خاص عہدوں اور خاص خاص حکموں کے پورا کرنے کی تاکید فرماتے ہیں عقود جمع عقد کی ہے جس کے معنی گرہ لگانے کے ہیں کہ ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ ملا کر خوب باندھ دیا جائے اُس جگہ عقود سے تکالیف شرعیہ اور احکام دینیہ مراد ہیں جن میں اللہ نے بندوں کو باندھ دیا ہے اور بندہ ان میں جکڑا ہوا ہے بندہ پر اُن کی پابندی اور التزام ضروری ہے پس یہ معلوم ہو گیا کہ ایمان درحقیقت التزام اطاعت کا اجمالی معاہدہ ہے جسے آج کل کی اصطلاح میں حلف وفاداری کہتے ہیں یہ اجمالی معاہدہ تو ایک امر بسیط ہے لیکن تمام احکام شرعیہ اس معاہدہ کی دفعات ہیں اسی وجہ سے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایمان میں کمی زیادتی نہیں اس لیے کہ ایمان درحقیقت التزام طاعت خداوندی کے معاہدہ کا نام ہے جو ایک امر بسیط ہے اس میں فی حد ذاتہ تجزئی اور تمعّض اور کمی اور زیادتی جاری نہیں ہوتی جیسے عقد نکاح حقوق زوجیت کے التزام کا ایک اجمالی معاہدہ ہے اور وہ ایک امر بسیط ہے جس میں کمی اور زیادتی نہیں ایجاب اور قبول سے پورا ہو جاتا ہے اور نان نفقہ اور سکنی وغیرہ یہ تمام امور عقد نکاح کے اجزاء ترکیبیہ نہیں بلکہ اس کے دفعات اور لوازم ہیں اسی طرح اعمال صالحہ عقد ایمان کے لوازم اور اس کی دفعات ہیں جن کی بجا آوری لازم اور ضروری ہے معاہدہ ایمان کے اجزاء ترکیبیہ نہیں حضرت شاہ عبدالقادرؒ لکھتے ہیں یعنی جب آدمی مسلمان

ہوا تو سب حکم اللہ کے قبول کرنے ٹھہرا چکا اب آگے حکم فرماتے ہیں کہ اُن کو قبول کرو (موضع القرآن) یعنی حسب عہد اُن احکام کو بجا لاؤ جن کے التزام کا تم نے عہد کیا ہے خلاف عہد کوئی کام نہ کرو سبے وفائی اور عہد شکنی بہت بری چیز ہے۔



أُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ إِلَّا مَا يُتْلَى عَلَيْكُمْ

حلال ہوئے تم کو جو پائے مویشی سوا اس کے جو تم کو

غَيْرَ مُجِلِّي الصَّيْدِ وَأَنْتُمْ حُرْمٌ إِنَّ اللَّهَ

سنا دیں گے مگر حلال نہ جانو شکار کو اپنے احرام میں اللہ

يَحْكُمُ مَا يُرِيدُ ①

حکم کرتا ہے جو چاہے۔

تفصیل بعد از اجمال یعنی عقود و عہود کی تفصیل

عقداول = تحلیل بہیمۃ الانعام

قَالَ تَعَالَى أُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ..... اے..... إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيدُ۔ (رابطہ) گذشتہ آیت یعنی یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ میں اجمالی طور پر وفاء عقود کا حکم تھا اب اس اجمال کی تفصیل شروع ہوتی ہے سب سے پہلے عقد حلت و حرمت کو بیان فرمایا کہ حلال و حرام کے بارے میں حق تعالیٰ نے تم سے جو عہد لیا ہے اُس کو پورا کرو سورہ نساء کے اخیر میں گذر چکا ہے کہ یہود پر ظلم اور بد عہدی کی سزائیں بعض حلال اور طیب چیزیں حرام کر دی گئیں کما قال تعالیٰ فَيُظْلَمُ مِنَ الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبَاتٍ أُحِلَّتْ لَهُمْ جُنَّ كِتَابِ اللَّهِ فِي تَفْصِيلِ سُوْرَةِ الْأَنْعَامِ میں ہے اب اس آیت میں امت محمدیہ کو ایفاء عہد کی ہدایت کی جاتی ہے کہ جو چیزیں ہم نے تم پر اپنی رحمت سے حلال کر دی ہیں صرف اُن کو استعمال کرو اور جو چیزیں تم پر حرام کر دی ہیں ان سے پرہیز کرو اور اشارہ اس طرف بھی ہے کہ اے مسلمانو تم نصاریٰ کی طرح حلال و حرام کی تقسیم

کو ختم نہ کر دینا بہائم اور حیوانات کے نزدیک حلال و حرام کی کوئی تقسیم نہیں جہاں چاہا منہ مارا اور کھا یا یہی حال آج کل متحد قوموں کا ہے یہ مذہب انسانوں کا نہیں بلکہ یہ مذہب حیوانوں کا ہے پتہ ناچہ فرماتے ہیں حلال کر دیئے گئے تمہارے لیے تمام جو پائے مویشی مگر وہ جانور جن کی حرمت آئندہ تمہارے سامنے بیان کی جائے گی وہ تمہارے لیے حلال نہیں یعنی وہ جانور جن کا آئندہ آیت **حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ** الخ میں ذکر ہے وہ باوجود بھیمۃ الانعام میں داخل ہونے کے حلت کے حکم سے مستثنیٰ ہیں باقی ان کے علاوہ سب جانوروں کا کھانا اور شکار کرنا تمہارے لیے ہر حال میں حلال ہے مگر حالت احرام میں تم شکار کو حلال نہ جانو لہذا بحالت احرام اور حدود حرم کے اندر کسی جانور کا شکار نہ کرو بے شک اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے کسی کی مجال نہیں کہ اس احکم الحاکمین سے یہ دریافت کر سکے کہ یہ حکم کیوں دیا نیز حق تعالیٰ حاکم مطلق ہونے کے علاوہ حکیم مطلق بھی ہیں اسی نے اپنی حکمت بالغہ سے ہر جانور میں ایک خاص صفت اور خاص کیفیت اور خاص استعداد رکھی ہے جس جانور کو بندوں کیلئے مفید جانا اس کو اپنی رحمت سے حلال کر دیا اور جس کو مضر جانا اس کو حرام کر دیا ہے پس اس نے اپنے علم و حکمت سے جو حکم دیا اس کا اتباع کرو۔



يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحِلُّوا شَعَائِرَ

اسے ایمان والو حلال نہ سمجھو اللہ کے نام کی

اللَّهِ وَلَا الشُّعْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا

چیزیں اور نہ ادب والا ہینہ اور نہ نیار کے جانور جو مکے کو جادیں اور

الْقَلَائِدَ وَلَا أَمِّينَ الْبَيْتِ الْحَرَامِ يَبْتَغُونَ

نہ گلے میں لکھن والیاں اور نہ آنے والوں کو ادب والے گھر کی طرف ڈھونڈتے ہیں

فَضْلًا مِّنْ رَبِّهِمْ وَرِضْوَانًا وَإِذَا حَلَلْتُمْ

فضل اپنے رب کا اور خوشی - اور جب احرام سے نکلو تو

فَاصْطَادُوا وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ

شکار کرو اور باعث نہ ہو تم کو ایک قوم کی دشمنی کہ

صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا وَتَعَاوَنُوْا

تم کو روکتے تھے ادب والی مسجد سے اس پر کہ زیادتی کرو اور آپس میں

عَلٰى اَبْرٍوَالْتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلٰى الْاِثْمِ وَ

مدد کرو نیک کام پر اور پرہیزگاری پر اور مدد نہ کرو گناہ پر اور

الْعُدُوْا اِنْ اَتَقَوْا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝۲

زیادتی پر اور ڈرتے رہو اللہ سے اللہ کا عذاب سخت ہے ۔

حکم دوم بشعائر دین اسلام

قال تعالى لَا يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَحِلُّوْا شَعَائِرَ اللّٰهِ اے شَدِيْدُ الْعِقَابِ ہ (ربط) گذشتہ آیت میں احلال ہیثمۃ الانعام کے لیے غیر محلی الصيد کی قید ذکر فرمائی جو کہ احرام اور حرم محترم کی تعلیم میں محفل تھی اس لیے اب آئندہ آیت میں شعائر دین کی بے حرمتی کی ممانعت فرماتے ہیں جو معنی "شعائر دین کے احترام کا حکم ہے چنانچہ فرماتے ہیں اے ایمان والو ایمان کا مقتضی یہ ہے کہ اللہ کے دین کے احترام اور ادب کو پوری طرح ملحوظ رکھو لہذا تم اللہ کی نشانیوں کی بے حرمتی نہ کرو یعنی جن چیزوں کو اللہ نے اپنے دین کی نشانی قرار دیا ہے جیسے کعبۃ اللہ اور صفا اور سروہ اور حجر اسود اور عرفات اور منیٰ مزدلفہ اور قربانی کے جانور وغیرہ ان کی بے حرمتی نہ کرو۔

ف شعائر دین اُن امور کو کہتے ہیں جو اسلام کی خاص علامت ہوں اور اُن سے اسلام کی خاص شان و شوکت ظاہر ہوتی ہو جیسے اذان اور حج اور عمرہ اور قربانی اور نہ ماہ حرام کی بے حرمتی کرو یعنی جن چار مہینوں کی لڑائی حرام ہے ان میں لڑائی کر کے اُن کی بے حرمتی نہ کرو ابتداء میں چار مہینوں یعنی محرم اور رجب اور ذیقعدہ اور ذی الحجہ میں قتل و قتال کی ممانعت تھی بعد میں یہ ممانعت باقی نہیں رہی جس کا بیان انشاء اللہ سورہ توبہ میں آئے گا اور نہ قربانیوں کی بے حرمتی کرو یعنی جو جانور بغرض قربانی خانہ کعبہ بھیجے جاتے ہیں اُن پر لوٹ ڈال کر اُن کی بے حرمتی نہ کرو اور نہ اُن جانوروں کی بے حرمتی کرو جن کے گلے میں پٹے پڑے ہوں ایسے جانوروں سے تعرض کرنا بہت ہی برا ہے اس لیے کہ جب ان کے ساتھ قربانی کی شناخت موجود ہے تو پھر یہ عذر بھی نہیں کیا جاسکتا کہ ہم کو خبر نہ تھی کہ یہ قربانی کے جانور ہیں اور نہ اُن لوگوں کی بے حرمتی کرو جو خانہ کعبہ کی زیارت

کے قصد سے جا رہے ہوں اور جو اپنے پروردگار کے فضل اور خوشنودی کے طلب گار ہوں خانہ کعبہ کا ادب یہ ہے کہ جو اس کی زیارت کو جا رہا ہے اس سے تعرض نہ کرو اس لیے کہ جب خانہ کعبہ کے ادب اور احترام میں قربانی کے جانور سے تعرض جائز نہیں تو انسان سے تعرض کرنا کیسے روا ہوگا مطلب یہ ہے کہ مشرکین جس کام میں اللہ کی تعظیم کریں اس کام میں کافروں کی مزاحمت نہ کرو البتہ بت وغیرہ کی تعظیم میں ان کی مزاحمت اور اہانت کرو مشرکین عرب اپنے آپ کو ملت ابراہیم کا پیر دیکھتے تھے اور اسی بنا پر وہ حج اور عمرہ کی نیت سے سفر کرتے اور اپنے گمان میں وہ اللہ کی خوشنودی کا قصد کرتے لہٰذا بارہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ جو لوگ خانہ کعبہ کی زیارت کے قصد سے آتے ہیں ان سے تعرض نہ کرو یہ حکم اس وقت تھا کہ جب مشرکین کو خانہ کعبہ کی زیارت کی اجازت تھی اور جب انتم الْمُشْرِكُونَ بَحْشٌ فَلَا يَغْزِبُوا الْمُسْلِمِينَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ ہذا یہ آیت نازل ہوئی تو مشرکین کو خانہ کعبہ میں آنے کی ممانعت کر دی گئی اور اس ممانعت کی عام منادی کر دی گئی اور اسے مسلمانو حالت احرام میں تم پر شکار حرام ہے لیکن جب تم احرام سے باہر ہو جاؤ تو تم کو اجازت ہے کہ تم شکار کرو حج اور عمرہ کے احرام کے احترام میں شکار کی ممانعت تھی اور جب احترام ختم ہو گیا تو حرمت بھی ختم ہو گئی اور اسے مسلمانو تم کو خانہ کعبہ اور مسجد حرام کا احترام دوستی اور دشمنی ہر حالت میں ملحوظ رہنا چاہیے یہاں تک کہ کسی قوم کی دشمنی اور عداوت اس بنا پر کہ انہوں نے تم کو حد پیر کے سال مسجد حرام کی زیارت سے روکا تھا یہ دشمنی تم کو اس پر آمادہ نہ کرے کہ تم حدود ادب سے تجاوز کر جاؤ اور جو دشمن عداوت میں احرام اور حدود حرم کے ادب اور احترام کی حدود سے باہر ہو جاؤ اور نیکی اور ہمہیز گاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور تعدی یعنی ظلم و ستم میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو بلکہ اس کے برعکس نیکی اور ہمہیز گاری کی ترغیب دو پہلی آیت میں دشمنی کا دستور العمل تھا کہ دشمنی تم کو بے انصافی پر آمادہ نہ کرے اور اس آیت میں دوستی کا دستور العمل ہے کہ دوستی میں کسی کی نیجا حمایت نہ کرو جیسے آج کل پارٹیوں میں ہوتا ہے بلکہ برادر تقویٰ میں ایک دوسرے کی مدد کرو اور اللہ کے عذاب سے ڈرتے رہو بے شک اللہ تعالیٰ اپنے نافرمانوں کو سخت عذاب دینے والا ہے لہٰذا تم کو چاہیے کہ نیکی اور ہمہیز گاری میں ایک دوسرے کی مدد کرو تاکہ تم کو اللہ کے فضل اور رضوان سے حصہ ملے اور سخت عذاب سے محفوظ رہو بر یعنی نیکی سے لوگ خوش ہوتے ہیں اور تقویٰ سے اللہ خوش ہوتا ہے جس نے دونوں باتوں کو اپنے اندر جمع کر لیا اس نے سعادت مکمل کر لی بر (نیکی) فعل خیرات کا نام ہے اور تقویٰ اور ہمہیز گاری ترک منکرات کا نام ہے جس میں یہ دونوں خصلتیں جمع ہو جائیں اس کی خوش نصیبی کا کیا پوچھنا۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ

حرام ہوا تم پر مردہ اور لہو اور گوشت سور کا

وَمَا أَهْلٌ يَغْيِرُ اللَّهُ بِهِ وَالْمُخْنَقَةُ وَالْمَوْقُودَةُ

اور جس چیز پر نام پکارا اللہ کے سوا کا اور جو مر گیا گھٹ کر یا بھوٹ سے

وَالْمُتَرَدِّيَّةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا

یا گمر کر یا سینک مارے سے اور جس کو کھایا بھاڑنے والے نے مگر جو

ذَكَيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا

تم نے ذبح کر لیا اور جو ذبح ہوا کسی تھان پر اور یہ کہ بانٹا کر دے

بِالْأَزْلَامِ ذِكْرُكُمْ فَسُقُطْ

پلٹے ڈال کر یہ گناہ کا کام ہے

حکم سوم تفصیل محرمات

قَالَ تَعَالَى حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ اَللّٰہُ ذِكْرُكُمْ فَسُقُطْ

(اریط) شروع سورت میں اَلَا مَا يَنْتَلٰی عَلَيْكُمْ سے جن چیزوں کی تحریم کی طرف اجمالی اشارہ تھا اب اس آیت میں اُن محرمات کو تفصیل کے ساتھ بیان فرماتے ہیں اور یہ بتلاتے ہیں کہ وہ ہریمۃ الانعام جن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے حلال کیا ہے وہ بعض احوال میں حرام ہو جاتے ہیں اور اس حالت میں اُن کا استعمال ممنوع ہو جاتا ہے لہذا تم کو چاہیے کہ ان محرمات سے بچو تاکہ خدا تعالیٰ کے شدید عذاب سے محفوظ رہو جیسا کہ گزشتہ آیت میں حکم دیا تھا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ مُشَدِّدُ الْعِقَابِ اور حرام سے بچنے کا نام تقویٰ اور پرہیزگاری ہے اب آئندہ آیت میں ان محرمات کی تفصیل فرماتے ہیں جن کا اوپر کی آیت اَلَا مَا يَنْتَلٰی عَلَيْكُمْ میں اجمالاً ذکر فرمایا تھا چنانچہ فرماتے ہیں کہ اے مسلمانو وہ چیزیں جو کہ حلال چیزوں سے مستثنیٰ کی گئیں اور تم پر حرام کی گئیں وہ گیارہ چیزیں ہیں۔

(اول) مردار جانور یعنی جو بلا ذبح اور بلا شکار کے اپنی طبعی موت سے مر جائے وہ تم پر حرام کیا گیا اس لیے کہ جب وہ جانور ذبح نہیں کیا گیا تو اس کا خون اندر ہی اندر منجمد ہو گیا جس کا کھانا

تمہارے لیے غایت درجہ مضر صحت ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے تم پر مردار جانوروں کا کھانا حرام کیا۔ اور (دوسری) جو تم پر حرام کی گئی وہ خون ہے جو بہتا ہوا ہو جیسا کہ دوسری جگہ ہے **أَوْ ذَٰمًا مَّسْفُوحًا** مشرکین عرب خون جما کر کسی توے اور کڑھائی میں تل کر کھایا کرتے تھے اس آیت میں اس کو حرام کر دیا گیا البتہ وہ خون جو گوشت پر لگا رہ جائے وہ اس سے مستثنیٰ ہے اور علیٰ ہذا کیلپی اور تلی بھی مستثنیٰ ہے خون کا کھانا چونکہ نہایت مضر صحت ہے اس لیے خدا تعالیٰ نے اس کا کھانا حرام فرمایا اور (تیسری) چیز سور کا گوشت حرام کیا گیا جس میں اس کی چربی اور اس کی کھال بھی شامل ہے غذا کا اثر اخلاق پر پڑتا ہے اور سور میں بہت سی صفات ذمیمہ پائی جاتی ہیں وہ حد درجہ کا حریص اور پرے درجہ کا بے غیرت ہے بے غیرتی اس کے خمیر میں داخل ہے جو قومیں سور کا گوشت کھاتی ہیں وہ بے غیرت ہیں عیاں راہے بیاں اس لیے شریعت نے سور کے گوشت کو حرام کیا تاکہ مسلمان بے غیرتی سے محفوظ رہیں قرآن کریم میں اگرچہ سور کے گوشت کی حرمت کا ذکر آیا ہے لیکن تمام امت محمدیہ کا اس پر اجماع ہے کہ سور نجس العین ہے اور اس کے کسی جز سے انتفاع درست نہیں خدا تعالیٰ نے کھانے کی تخصیص اس لیے کی ہے کہ جانور سے بڑا مقصود کھانا ہی ہوتا ہے۔

اور (چوتھی) چیز جو بقصد تقرب غیر اللہ کے نامزد کر دیا گیا ہو وہ بھی تم پر حرام کیا گیا بقصد تقرب و تعظیم جانور کو غیر اللہ کے لیے نامزد کرنا یہ شرک ہے اس نیت شرکیہ کی وجہ سے وہ جانور نجس ہو جاتا ہے اور اس کا کھانا حرام ہو جاتا ہے اگرچہ ذبح کے وقت اس پر اللہ ہی کا نام لیا جائے اس لیے کہ حرمت کا مدار اس نیت شرکیہ پر ہے جب تک اس نیت سے توبہ نہ کرے گا حلال نہ ہو گا جس طرح کلب اور خنزیر اور بہائم محرّمہ۔ ذبح کے وقت خدا کا نام لینے سے حلال نہیں ہو جاتے اسی طرح مَا أَهْلًا بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ ذبح کے وقت اللہ کا نام لینے سے حلال نہ ہو گا جب تک اس نیت شرکیہ سے توبہ نہ کرے اور حدیث میں ہے **انما الاعمال بالنیات** اس بارہ میں مفصل کلام سورہ بقرہ میں گزر چکا ہے وہاں دیکھ لیا جائے۔

خلاصہ کلام یہ کہ جو جانور غیر خدا کی تعظیم کیلئے ذبح کیا جائے وہ مردار ہے۔

اور (پانچویں) چیز وہ جانور جو گلا گھٹ کر مر جائے وہ بھی تم پر حرام کیا گیا اس لیے کہ ایسا جانور در حقیقت مردار ہے۔

اور (چھٹی) چیز وہ جانور جو جوٹ کھا کر مرا ہو وہ بھی تم پر حرام کیا گیا یعنی لکڑی کی جوٹ سے مر گیا وہ بھی حرام کیا گیا۔

اور (ساتویں) چیز وہ جانور جو اوپر سے نیچے گر کر مرا ہو خواہ وہ خود گر مرا ہو یا کسی نے گرایا ہو وہ بھی حرام کیا گیا۔

اور (آٹھویں) چیز وہ جانور کہ جو دوسرے جانور کے سینگ مارنے سے مرا ہو وہ بھی تم پر حرام

کیا گیا وہ بھی مردار ہے۔

اور (نویں) چیز وہ جانور جس کو درندے نے بھاڑ کھایا ہو اس کا بقیہ تم پر حرام ہے لیکن منقذہ اور موقوذہ اور متردیہ اور ما اکل السبع میں جن جانوروں کا ذکر ہے ان میں سے اگر تم کسی جانور کو جان نکلنے سے پہلے قاعدہ شریعہ کے مطابق ذبح کر ڈالو تو وہ اس حرمت کے حکم سے مستثنیٰ اور خارج ہے یعنی ان جانوروں میں اگر تم کسی کو جیتا ہوا پاؤ اور مرنے سے پہلے اس کو ذبح کر لو تو وہ حرام نہیں ہے۔

ف منقذہ اور موقوذہ اور متردیہ اور ما اکل السبع اگرچہ یہ سب چیزیں میتہ میں داخل تھیں لیکن ان کو علیحدہ ذکر کیا کہ عام اطلاق میں میتہ اسی جانور کو کہتے ہیں کہ جس کی موت کا کوئی ظاہری سبب نہ ہو اور منقذہ وغیرہ میں موت کا ظاہری سبب موجود ہے اس لیے ان کو علیحدہ ذکر کیا کہ یہ سب مردار کے حکم میں ہیں۔

اور (دسویں) چیز جو تم پر حرام کی گئی وہ وہ جانور ہے کہ ذبح کیا جائے کسی تھان پر یعنی کسی معبود کے باطل نشان پر وہ بھی حرام ہے تھان سے مراد وہ مقامات ہیں جن کو لوگ متبرک سمجھ کر خدا کے سوا دوسروں کی نذر و نیاز پڑھاتے تھے۔

امام راغب فرماتے ہیں کہ نُصُبُ اُن پتھروں کو کہتے ہیں جن کو مشرکین عرب غیر اللہ کی عبادت کے لیے نصب کرتے تھے اور جانوروں کو لے جا کر وہاں ذبح کرتے تھے
كما قال تعالى: لَنْ نُصِيبَ بِكُفْرِكُمْ اَوْ فُتْنًا (مفردات ص ۵۵)

نُصُبُ اور صنم میں فرق یہ ہے کہ نُصُبُ اس غیر مصور پتھر کو کہتے ہیں کہ جو کسی دیوتا یا دیوی کے نام پر کھڑا کیا جائے اور صنم وہ مصور پتھر ہے جس پر کسی دیوتا یا دیوی کی تصویر یعنی صورت بنی ہوئی ہو خانہ کعبہ کے گردین سو ساٹھ پتھر کھڑے کیئے ہوئے تھے جن کو مشرکین اپنے دیوتاؤں کا تھان سمجھ کر بتوں کے لیے ان کے پاس آکر قربانیاں کیا کرتے تھے اور کچھ بتوں بھی ان پر چھڑک دیتے تھے اور ان پتھروں کو بدلتے بھی رہتے تھے ایک پتھر کے بجائے دوسرا اچھا پتھر رکھ دیتے تھے پس اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی نجس اور حرام کر دیا اور ان قربانیوں کے کھانے کی ممانعت کی جو ان تھانوں پر کی جائیں کیونکہ یہ صورت بھی فی الحقیقت نذر غیر اللہ کی ایک خاص صورت ہے گو ذبح کے وقت زبان سے بسم اللہ اللہ اکبر کہہ دیا جائے اس لیے کہ اصل مقصود اور اصل نیت اس ذبح سے غیر اللہ کی تعظیم اور تقرب ہے جو منکر ہے ایسے اللہ تعالیٰ نے اس کو حرام قرار دیا کیونکہ حرمت کا اصل دار و مدار نیت شرک پر ہے جس کا ظہور کبھی قول سے ہوتا ہے اور کبھی فعل سے یعنی ایسے مقامات پر ذبح کرنے سے جو بتوں کے نام پر بنے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ نے ایسے ذبیحہ کا کھانا حرام قرار دیا (تفسیر قرطبی ص ۵۴)

وتفسیر ابن کثیر ص ۲۶۷ و تفسیر کبیر ص ۲۶۷

نکتہ گذشتہ آیت میں ہدی کے ادب اور احترام کا ذکر تھا کہ جو جانور تقرب الی اللہ کی غرض سے خانہ کعبہ پہنچ جاتے ہیں اُن سے تعرض نہ کرو اب اس آیت میں اس کے بالمقابل اس جانور کا ذکر فرمایا جو حد کے سوا کسی دوسرے کے نام پر ذبح کیا جائے یا خانہ کعبہ کے سوا کسی دوسرے مکان کی تعظیم کے لیے ذبح کیا جائے تو وہ حرام اور مردار ہے (ما خود از موضع القرآن) اس تقریر سے مَا أَهْلَ لِنَعِیْرِ اللّٰہِ بِہِ اور ما ذبح علی النصب کا فرق واضح ہو گیا فَلِلّٰہِ الحمد۔

اور (گیارھویں) چیز جو تم پر حرام کی گئی وہ یہ ہے کہ پانسوں سے تم قسمت معلوم کرو اذلامِ زلم کی جمع ہے جس کے معنی تیر کے ہیں اذلام اُن تیروں کو کہتے ہیں جو بتوں کے مجاوروں کے پاس ہوا کرتے تھے مشرکین عرب کا یہ دستور تھا کہ جب کوئی ضرورت پیش آتی اور کسی ہتم بالشان کام کا ارادہ کرتے تو قسمت (انجام) معلوم کرنے کے لیے ان مجاوروں کے پاس جاکر سوال کرتے کہ مثلاً میں نکاح کروں یا نہ کروں اور اس سفر میں جاؤں یا نہ جاؤں تو وہ مجاور اپنا تھیلہ نکالتا جس میں تین تیر ہوتے تھے ایک پر لکھا ہوا تھا امرنی ربی (حکم دیا مجھ کو میرے رب نے) دوسرے تیر پر لکھا ہوا تھا نہانی ربی (منع کیا مجھ کو میرے رب نے) اور تیسرا تیر خالی تھا یہ تینوں تیر مجاور کے پاس ایک تھیلے میں رکھے رہتے تھے جب کسی کو کسی کام میں کوئی تردد اور تذبذب لاحق ہوتا تو مجاور کے پاس جلتے اور وہ تھیلہ میں ہاتھ ڈال کر تیر نکالتا اگر امرنی ربی والا تیر نکل آیا تو وہ کام کرتے اور اگر نہانی ربی والا تیر نکل آیا تو ایک سال کے لیے اُس کام سے رک جلتے اور اگر خالی تیر نکلتا تو پھر یہی عمل کیا جاتا یہاں تک کہ کرو یا نہ کرو والا تیر نکلتا چونکہ یہ بتوں سے ایک قسم کا مشورہ اور استعانت تھی جس کی بناءً خالص جہالت اور وہم پرستی اور افتراء علی اللہ پر تھی اس لیے حق تعالیٰ نے قرآن کریم میں جا بجا اس رسم کی حرمت کو شدت کے ساتھ ذکر فرمایا اور اس مقام پر میتہ اور خنزیر جیسی گندی چیزوں کے ساتھ ملا کر اس کی حرمت کو بیان فرمایا اور یہ بتلادیا کہ یہ ایک مشرکانہ اور جاہلانہ رسم ہے اس طریقہ سے قسمت اور انجام کسی طرح معلوم نہیں ہو سکتا شریعت نے بجائے اس رسم قبیح کے استخارہ کا حکم دیا کہ جب کسی امر میں تردد ہو تو استخارہ کرو یہ تمام باتیں جو تم پر حرام کی گئیں سب فسق و فجور یعنی گناہ اور بدکاری ہیں یا یوں کہو کہ ذلکم کا اشارہ فقط اخیر یعنی استقسام بالاذلام کی طرف ہے اور مطلب یہ ہے کہ تیروں سے قسمت اور انجام کا معلوم کرنا سراسر فسق اور ضلالت اور شرک اور جہالت ہے مومن کا کام یہ ہے کہ جب اُس کو کسی کام میں تردد ہو تو خداوند ذوالجلال کی طرف رجوع کرے اور استخارہ کرے جیسا کہ احادیث میں اس کا طریقہ وارد ہوا ہے۔

الْيَوْمَ يَكْفُرُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ دِينِكُمْ فَلَا

آج ناامید ہوئے کافر تمہارے دین سے سوان

تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ط الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ

سے مت ڈرو اور مجھ سے ڈرو آج میں پورا دے چکا تم کو

دِينَكُمْ وَاتَّسَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ

دین تمہارا اور پورا کیا تم پر میں نے احسان اپنا اور پسند کیا

لَكُمْ الْإِسْلَامَ دِينًا ط

میں نے تمہارے واسطے دین مسلمان

حکم چہارم

تاکیدِ تمسک بشرائع اسلام مع بشارت اكمال دین و تمام انعام

قَالَ تَعَالَى الْيَوْمَ يَكْفُرُ الَّذِينَ كَفَرُوا اے وَرَضِيتُ لَكُمْ الْإِسْلَامَ دِينًا
(ربط) حلال و حرام کی تفصیل کے بعد اب اس آیت میں بشارت دیتے ہیں کہ تمہارا دین مکمل ہو گیا
کوئی خیر اور بھلائی ایسی باقی نہ رہی جو نہ بتلا دی گئی ہو اور کوئی شر اور بُرائی ایسی نہیں رہی جس
سے منع نہ کر دیا گیا ہو اور اس کے ساتھ اللہ نے تم کو اتنی قوت اور عزت عطا کر دی کہ کافر ناامید
ہو چکے ہیں اور دین اسلام کے مٹانے کا تصور اور خیال خام اُن کے دلوں سے نکل چکا ہے لہذا اسے
مسلمانو تم بے خوف و خطر ہو کر دین اسلام کے فرائض اور احکام کو بجا لاؤ اور کافروں کی نفرت اور
دشمت کو خاطر میں نہ لاؤ دین کا غلبہ مکمل ہو چکا ہے اب کسی میں یہ طاقت نہیں کہ حلال و حرام کے
بارہ میں کوئی مزاحمت کر سکے اور جاہلیت کی طرح خیانت یعنی میتہ اور خمر اور خنزیر وغیرہ کو حلال کر
سکے ابتداء میں اسلام ضعیف اور کمزور تھا مخالفین اسلام کے جو دوستم کی وجہ سے مسلمان آزادی کے
ساتھ شرائع اسلام اور حلال و حرام پر عمل نہیں کر سکتے تھے اب اللہ تعالیٰ نے اسلام کے ضعف
کو قوت سے اور اس کے خوف کو امن سے اور اس کے فقر کو غنی سے بدل دیا ہے اب تم

آزادی کے ساتھ بے خوف و خطر شرائع اسلام کو بجا لاؤ اور جس چیز کو خدا تعالیٰ نے حلال کیا ہے اس کو استعمال کرو اور جسے حرام کیا ہے اس سے بچو۔ چنانچہ فرماتے ہیں آج کے دن یعنی اب کفار تمہارے دین سے ناامید ہو گئے یعنی اُس کے مٹانے یا اس پر غالب آجانے سے مایوس ہو گئے اب تک تو یہ سمجھتے تھے کہ اسلام چند روز کا جہان ہے اور جو لوگ مسلمان ہوئے ہیں وہ عنقریب دین اسلام چھوڑ کر پھر انہی میں جا ملیں گے لیکن اب وہ بالکل ناامید ہو گئے اور سمجھ گئے ہیں کہ یہ شمع بجھنے والی نہیں اور یہ پروانے اُسے چھوڑنے والے نہیں پس جب یہ بات ہے کہ کفار تمہارے دین کے مٹانے اور اس پر غالب آنے سے ناامید ہو چکے ہیں تو تم اس دین پر عمل کرنے میں اُن سے بالکل نہ ڈرو وہ تمہارا کچھ نہیں کر سکتے اور مجھ سے ڈرو یعنی اُن کی خوشامد میں شریعت کے خلاف کر کے اپنے کو تباہ نہ کرو اس دین کو کوئی نہیں مٹا سکتا اس سے معلوم ہوا کہ قیہ ایک فعل ہمل ہے اور بندلانہ حرکت ہے (تفسیر کبیر ص ۲۶۶)

اب میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو کامل کر دیا تمام حلال و حرام فرض اور واجب چیزیں مکام اخلاق اور عقائد اور اصول اور قواعد سب بیان کر دیئے اور اپنی نعمت کو تم پر پورا کر دیا کہ تم کو دین کامل دیا اور اب تم کسی دین اور کسی شریعت کے محتاج نہیں رہے اور کافروں پر تمہیں غلبہ بخشا مطلب یہ ہے کہ یہ نعمت دو اعتبار سے تم پر تمام ہوئی ایک قوت و شوکت کے اعتبار سے کہ اس دین کو تمام دینوں پر غلبہ عطا کیا ہوا الَّذِي اَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهِ کا وعدہ پورا کیا دوسرے قواعد اور احکام اور حلال و حرام کی تفصیل اور مبادیٰ اور معاش اور معاد کی تفصیل کے اعتبار سے اتنا کامل کر دیا کہ اب قیامت تک جتنے واقعات پیش آئیں گے اُن سب کے احکام اسی دین حق (یعنی کتاب و سنت) کی روشنی میں معلوم ہو سکیں گے یا یوں کہو کہ اتمام نعمت سے یہ مراد ہے کہ لذاتہ اور طریبات کو تمہارے لیے حلال کر دیا اور خباثت اور آذخاس کو تم پر حرام کر دیا اس طرح تم پر اپنی نعمت پوری کی یا یوں کہو کہ حج فرض کر کے ارکان دین کو مکمل کر دیا۔

ف چونکہ حدیث اور اجماع اور قیاس کی حیثیت خود قرآن کریم سے ثابت ہے اس لیے جو حکم حدیث اور اجماع اور قیاس سے ثابت ہوگا وہ بھی دین کا جز ہوگا جس نے حدیث نبوی یا اجماع امت یا قیاس فقہاء کو دین سے خارج اور اس کا مقابل اور قسیم سمجھا وہ بے دین اور بے عقل ہے قرآن کریم اور حدیث شریف اور اجماع علماء اور قیاس فقہاء سب دین کے اجزاء اور اقسام ہیں نیز قیاس منظر حکم ہے مثبت حکم نہیں یعنی جو حکم کتاب و سنت میں پوشیدہ اور مخفی تھا قیاس اسے ظاہر کر دیتا ہے جیسا کہ لَعَلَّكُمْ الَّذِيْنَ يَسْتَبْطِئُوْنَہ کی تفسیر میں گذر چکا ہے قیاس کے معنی خود رانی اور جدید حکم کے نہیں۔

رہا اجماع سودہ بھی کسی آیت یا حدیث ہی کے مختلف فیہ مضمون پر ہوتا ہے چیز (دین) ایک ہے اَلْوَان (رنگیں) مختلف ہیں۔

عبار اتنا شتی و حسنک واحد : وکل الی ذاک الجمال یشیر

بہر رنگے کہ خواہی جامہ فی پوشش : من از رفتار پایت می شناسم

اور پسند کیا میں نے تمہارے لیے دین اسلام کو یعنی اب یہی دین خدا کے نزدیک مرضی اور پسندیدہ اور تمام دینوں سے بہتر اور برتر ہے اور اب قیامت تک یہی دین رہے گا اور کبھی منسوخ نہ ہوگا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہونے کے بعد اسی دین اور شریعت کا اتباع کریں گے لہذا اب دین کامل اور پسندیدہ خداوندی کے بعد جو شخص سوائے دین اسلام کے کوئی اور دین اختیار کرے گا تو وہ خدا کے یہاں ہرگز قابل قبول نہ ہوگا کما قال تعالیٰ وَمَنْ يَدْتَبِعْ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ۔

فوائد لطائف

(۱) حدیث شریف میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو وہ دن حجۃ الوداع کا تھا یعنی نویں تاریخ ذی الحجہ کو میدان عرفات میں جمعہ کے دن عصر کے وقت یہ آیت نازل ہوئی وہ وقت تقریباً سال کا بھی آخر تھا اور ہفتہ کا بھی آخری دن تھا اور دن بھی قریب الختم تھا اس لیے کہ عصر کے بعد غروب کا وقت آجاتا ہے۔

اسی طرح حضور پُر نورؐ کی عمر شریف کا بھی آخری زمانہ تھا اس کے تین ماہ بعد ربیع الاول میں حضور کا وصال ہو گیا ہماری اس تقریر سے یہ معلوم ہو گیا کہ آخر سے حقیقی آخر مراد نہیں بلکہ قریب آخر مراد ہے چنانچہ اس کے بعد فَقِنْ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرِ مُتَجَانِفٍ لِإِثْمِهِ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ یہ آیت نازل ہوئی لہذا اب یہ اشکال وارد نہ ہوگا کہ جب دین کامل ہو چکا تو پھر یہ حکم مضطر کیسے نازل ہوا اس لیے کہ مراد آخر سے قریب آخر ہے اس پر خدشہ وارد نہیں ہوتا نیز الیوم سے خاص آج کا دن مراد نہیں بلکہ الیوم سے زمانہ حاضر مراد ہے جو ماقبل اور مابعد سے متصل ہے لہذا اب شبہ نہ رہے گا کہ جب آج دین کامل ہو گیا تو اس کے بعد کوئی حکم نازل نہ ہونا چاہیے اور آیات احکام میں یہ آخری آیت اور آخری حکم ہونا چاہیے بحمدہ تعالیٰ اس شبہ کے دو جواب ہو گئے۔

(۲) دین کے کامل کر دینے کے معنی یہ ہیں کہ حدود اور فرائض اور حلال و حرام کے احکام اور مبادی اور معاد دنیا اور آخرت اور زندہ گی کے ہر شعبہ کے متعلق ایسے اصول اور قواعد بتلا دیئے گئے کہ قیامت تک آنے والے واقعات اور جزئیات کے احکام انہی کلیات سے مراعات یا اشارہ

معلوم ہو سکیں گے اور قیامت تک اس میں زیادتی اور ترمیم کی ضرورت نہ ہوگی نبوت و رسالت آپ پر ختم ہوتی اور یہ آخری کتاب ہے اس کے بعد کوئی کتاب آسمان سے نازل نہ ہوگی۔

طب کا دل وہ ہے جس سے ہر مرض کا علاج معلوم ہو سکے اسی طرح دین کا دل وہ ہے جو اصول اور قواعد کلیہ کا جامع ہو اور تمام جزئیات کا حکم اُس سے معلوم ہو سکے خلاصہ کلام یہ کہ اکمال دین کے معنی یہ ہیں کہ اس میں تمام حلال و حرام اور فرائض اور واجبات اور اصول و قواعد بیان کر دیئے گئے اب تمہیں دینی یا دنیوی ہدایت کیلئے کسی اور دین کی ضرورت نہیں اور نہ کسی اور نبی کی حاجت رہی یہی دین تھا کافری اور دنیوی اور تدبیر منہی اور تدبیر ملکی اور سیاست داخلہ اور خارجہ کی مشکلات میں ہدایت اور رہنمائی کیلئے کافی اور شافی ہے جیسا کہ کتب فقہ میں کتاب وسنت کی روشنی میں ان امور کی تفصیل موجود ہے۔

اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ اکمال دین کے معنی یہ ہیں کہ اللہ نے دین اسلام کو تمام ادیان پر غلبہ عطا کیا مگر راجح قول وہی ہے جو ہم نے پہلے بیان کیا۔

(۳۱) اور اَقَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے تم کو دین کامل دیکر تم پر اپنی نعمت پوری کر دی کہ تم کو ایسا کامل اور غایت درجہ معتدل قانون اور دستور عطا کیا کہ جو تمام شریعتوں کا خلاصہ اور لب لباب ہے اور جو باتیں ادیان سماویہ میں نا تمام تھیں اس دین کامل میں اُن کی تکمیل اور تیسیم کر دی گئی اب قیامت تک اس میں کسی اضافہ اور ترمیم کی گنجائش نہیں البتہ اُس کے احکام کی توضیح اور تلویح اور تفصیل اور تشریح ہوتی رہے گی جس طرح حدیث قرآن کریم کی تفسیر ہے اسی طرح فقہ حدیث کی شرح ہے اور وہ قانون ایسا واضح اور صاف ہے کہ کوئی ملحد اس میں تحریف اور تبدیل کی امید قائم نہیں کر سکتا اور ظاہری قوت و شوکت کے اعتبار سے اس کی جڑیں اتنی مضبوط کر دی ہیں کہ کفار اس کے مٹانے سے مایوس ہو چکے ہیں فح کہ سے تمام جزیرۃ العرب اسلام کے زیر نگین آگیا اور کفر کی یہ مجال نہیں رہی کہ وہ اسلام کے مقابلہ میں سر اٹھائے مطلب یہ ہوا کہ دین کامل دے کر۔ دین اور دنیا دونوں اعتبار سے تم پر اللہ کی نعمت پوری ہوئی۔

(۳۲) حضرات انبیاء سابقین کو جو شریعتیں عطا کی گئیں وہ ناقص نہ تھیں بلکہ اپنے اپنے وقت اور اس خاص زمان اور اُس خاص مکان اور اُس خاص خطہ کے لحاظ سے کامل تھیں اُن کا کامل ہونا ایک مخصوص قوم اور محدود زمانہ کے لئے تھا اسی وجہ سے دوسرے کے آنے سے شریعت سابقہ کے کچھ احکام منسوخ ہو جاتے تھے مگر شریعت اسلامیہ کامل مطلق ہے اس کا کامل ہونا کسی زمان اور مکان اور کسی خاص قوم کے ساتھ مخصوص نہیں شریعت اسلامیہ کا کمال کمال مطلق بھی ہے اور دائم اور مستمر بھی ہے قیامت تک اس کا کوئی حکم منسوخ نہ ہوگا کذا فی السراج المنیر

للشیزینی ص ۲۹۲

یا یوں کہو کہ ہر شریعت فی حد ذاتہ کامل تھی مگر حق تعالیٰ اپنے علم اور ارادہ سے جس حد تک

پہنچانا چاہتے تھے اس کے اعتبار سے سابق شریعتیں کم تھیں مثلاً حق تعالیٰ نے کسی کو ساٹھ برس کی عمر عطا کی اور کسی کو سو سال کی سو ساٹھ سال کی عمر کی حد ذاتہ ناقص نہیں مگر اس عمر کے لحاظ سے ناقص ہے جو اللہ تعالیٰ نے دوسرے کو عطا کی ابتداء میں ظہر اور عصر اور عشاء کی دو دو رکعتیں تھیں بعد میں چار چار رکعتیں کر دی گئیں لہذا یہ تو کہا جاسکتا ہے کہ چار رکعتیں دو رکعتوں سے زیادہ کامل ہیں اور دو رکعتیں اس سے کم ہیں لیکن یہ کمی کسی عیب یا غل یا قصور کی بناء پر نہیں بلکہ حق تعالیٰ کے اضافہ اور تکمیل کے اعتبار سے کم ناقص ہیں یعنی حق جل شانہ نے جس مرتبہ کمال تک پہنچانے کا ارادہ فرمایا تھا اس کے اعتبار سے ناقص ہیں اور جو جو احکام شرعیہ بتدریج حد کمال کو پہنچے اُن کو بھی اسی طرح سمجھو (تفسیر قرطبی ص ۶ ج ۶)

۱۵) جس طرح حکومت کے دستور اور آئین کا مکمل ہونا موجب صدمہ و سرسختی ہے اسی طرح خداوند ذوالجلال کی طرف سے بندوں کو دستور کامل یعنی دین کامل اور شریعت کاملہ کا عطا ہونا ایک نعمت عظمیٰ اور بشارت کبریٰ ہے خداوند ذوالجلال - احکم الحاکمین ہے اور دین اسلام اس کے قوانین اور احکام کا نام ہے چنانچہ کسی یہودی نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ اگر یہ آیت ہم پر نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید بنا لیتے حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جس دن یہ آیت نازل ہوئی اس دن بحمد اللہ مسلمانوں کی دو عیدیں جمع ہو گئی تھیں اور یہ دونوں دن بحمد اللہ ہمارے لیے عید ہیں ایک یوم عرفہ اور ایک یوم جمعہ یعنی ہمیں اپنی طرف سے کسی اور عید کی ضرورت نہیں بس ہمیں وہی عید کافی ہے جو من جانب اللہ ہے۔

۱۶) اس آیت سے معلوم ہوا کہ دین اسلام ایک عظیم نعمت ہے اور نعمت کا شکر عقلاً و شریعاً واجب ہے اس لیے امت میں اسلام جیسی نعمت کے شکر کے لیے یہ کلمہ مشہور ہے الحمد للہ علی نعمۃ الاسلام (تفسیر کبیر ص ۲۶۹ ج ۲)

اور حق تعالیٰ کا وعدہ ہے لَئِنْ شَكَوْتُمْ لَا زَيْدٌ لَّكُمْ لَٰهَذَا جِو اسلام کی نعمت کا شکر کرے گا اللہ اس کے اسلام اور دین میں زیادتی اور خیر و برکت عطا کرے گا۔

۱۷) وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دیناً یعنی اللہ کے نزدیک یہی دین پسندیدہ اور مقبول ہے اور اسی پر نجات کا دار و مدار ہے جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ بغیر اسلام قبول کیے اپنے مذہب پر عمل کرنے سے نجات ہو سکتی ہے جیسا کہ اس زمانہ کے بعض آزاد منشوں کا یہ خیال خام ہے کہ گاندھی بھی بغیر اسلام میں داخل ہوئے اخروی عذاب سے نجات پا سکتا ہے سو یہ ایسا صریح کفر ہے کہ جس میں تاویل کی بھی گنجائش نہیں۔

اسلام حقیقی ترقی کا ہرگز ہرگز مانع نہیں بلکہ حقیقی ترقی کا حکم دیتا ہے اس سے بڑھ کر کیا ترقی ہو سکتی ہے کہ صحابہ کرام نے چند ہی روز میں قیصر و کسریٰ کی سلطنت پر قبضہ کیا اور روسے زمین پر اپنی سیادت اور

اقتدار کو قائم کر دیا اور شریعت اسلامیہ کا دستور اور قانون دنیا میں رائج کر دیا اور جس سرزمین پر قدم رکھا بغیر کسی کالج اور یونیورسٹی کے وہاں کی زبان عربی بن گئی اور وہاں کا تمدن اسلامی تمدن بن گیا اور آج سے دو سو سال پیشتر تک تمام سلاطین اسلام کا یہی حال رہا اور اللہ نے ان کو وہ عزت دی جو آب و خیال میں بھی نہیں آسکتی البتہ اسلام اس خیالی ترقی کا مانع اور مخالف ہے جس کی حقیقت سوائے حرص اور طول امل کے کچھ نہیں شیخ چل کی سی پلاؤ پکا لینے کا نام ترقی نہیں۔

عالم کی اصل ترقی کا دار و مدار چار چیزیں ہیں زراعت اور تجارت اور صنعت و حرفت اور ملازمت جس کو اصطلاح شریعت میں اجارہ کہتے ہیں شریعت کی بے شمار نصوص سے ان تمام امور کی تاکید اور ترغیب ثابت ہے اور حق تعالیٰ نے ان امور کے متعلق احکام صادر کیے ہیں جو چیزیں حقیقتہً مفید اور نافع تھیں ان کو جائز قرار دیا اور جو چیزیں حقیقتہً مضر تھیں ان کو ناجائز قرار دیا اگرچہ کوئی خود غرض بعض چیزوں کو اپنے لیے مفید اور نافع سمجھتا ہو مگر حکومت نے اپنے قانون میں رشوت اور چوری اور ڈاکہ زنی کو جرم اور ممنوع قرار دیا ہے حالانکہ چوری اور ڈاکہ زنی شخصی منافع سے خالی نہیں چوری سے اور رشوت سے مال میں بڑی ترقی ہوتی ہے مگر کوئی شخص بھی حکومت اور قانون پر یہ اعتراض نہیں کرتا کہ یہ قانون ہماری ترقی میں حادج اور مزاحم ہے لہذا اس کو منسوخ کیا جائے اسی طرح شریعت نے سود اور قمار اور رشوت کو حرام قرار دیا جو مضرت میں چوری اور ڈاکہ سے کہیں بڑھ کر ہے لیکن افسوس کہ شریعت کے احکام کو مانع ترقی سمجھتے ہیں اور قوانین حکومت کو مانع ترقی نہیں سمجھتے معتز ضیاء یہ بتلاتے ہیں کہ شریعت کے کون سے احکام ایسے ہیں جو حقیقتہً دنیاوی ترقی میں حادج اور مزاحم ہیں بتلاتے ہیں تو یہی کہ کیا شراب اور زنا اور بے پردگی کی اجازت سے ملک کو مادی ترقی حاصل ہو جائے گی شریعت پر وہ پگندے کو ممنوع قرار دیتی ہے حیرت کا مقام ہے کہ جھوٹ سے تو ملک کو ترقی ہو اور سہائی سے ملک کو تنزل ہو ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ان نجاست خوردوں (جھوٹا پروپیگنڈا کرنے والوں) کو صدق اور سہائی کی حلاوت اور لذت کس طرح سمجھائیں بلکہ حق یہ ہے کہ شریعت نے جس چیز سے منع کیا ہے وہی چیز تنزل کا سبب ہے اور جس چیز کا حکم دیا ہے وہی ترقی کا ذریعہ ہے۔

فَمِنْ اضْطُرٍّ فِي مَخْصَصَةٍ غَيْرِ مُتَجَانِفٍ لِإِثْمٍ لَا

پھر جو کوئی ناچار ہو گیا بھوک میں کچھ گناہ پر نہیں ڈھلتا

فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝۲

تو اللہ بخشنے والا ہے مہربان

تیممہ حکم سوم

قال تعالى فَمِنْ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرِ مُتَجَانِفٍ لِإِثْمِهِ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ
 پہلی آیت میں جو مہمت وغیرہ کی حرمت کا ذکر تھا یہ آیت اسی حکم سابق کا تتمہ ہے چنانچہ فرماتے
 ہیں پس جو شخص بھوک کی شدت میں مجبور اور لاچار ہو جائے وہ اگر ان حرام چیزوں میں سے
 بقدر سدر مق کچھ کھائے تو اس پر کوئی مواخذہ نہیں بشرطیکہ وہ گناہ کی طرف بھٹکنے والا نہ ہو یعنی پیٹ
 بھر کر نہ کھاتے اور مقدار حاجت سے تجاوز نہ کرے تو یقیناً اللہ تعالیٰ برا نہ سمجھے والا ہر بان ہے اس
 نے اپنی رحمت سے مجبوری کی حالت کو حرمت سے مستثنیٰ فرمادیا۔

يَسْأَلُونَكَ مَاذَا أُحِلَّ لَهُمْ قُلْ أُحِلَّ

تجھ سے پوچھتے ہیں کہ ان کو کیا حلال ہے تو کہہ تم کو حلال

لَكُمْ الطَّيِّبَاتُ وَمَا عَلَّمْتُم مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِينَ

ہیں ستھری چیزیں اور جو سدا ہاڈ شکاری جانور دوڑانے

تَعَلِّمُونَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللَّهُ فَكُلُوا مِمَّا امْسَكْنَ

کو کہ ان کو سکھاتے ہو کچھ ایک جو اللہ نے تم کو سکھایا ہے سو کھاؤ اس میں

عَلَيْكُمْ وَادْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ

سے کہ رکھ چھوڑیں تمہارے واسطے اور اللہ کا نام لو اس پر اور ڈرتے رہو اللہ

اللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝

سے اللہ شتاب لیغ والا ہے حساب

حکم پنجم۔ متعلق بہ شکار

قال تعالى يَسْأَلُونَكَ مَاذَا أُحِلَّ لَهُمْ ... اے ... رَانَ اللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝

(رابطہ) دین کامل کی ایک علامت یہ ہے کہ اس میں حلال و حرام کی پوری تفصیل ہو گزشتہ آیت میں حرام چیزوں کی تفصیل تھی اب قدرتی طور پر یہ سوال پیدا ہوا کہ حلال کیا کیا چیزیں ہیں تو اب جواب ارشاد فرماتے ہیں کہ حلال کا دائرہ بہت وسیع ہے چند چیزوں کو چھوڑ کر جن میں دینی یا دنیوی روحانی یا جسمانی نقصان تھا ان کے علاوہ دنیا کی تمام پاکیزہ چیزیں حلال ہیں اور چونکہ شکار کے متعلق بعض لوگوں نے خصوصیت سے سوال کیا تھا اس لیے کسی قدر تفصیل کے ساتھ اس کا جواب دیا گیا لوگ آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا چیز ان کے لیے حلال کی گئی عدی بن حاتم اور زید بن ہبیل نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا کہ یا رسول اللہ ہم شکاری لوگ ہیں کتوں اور بازوں سے شکار کرتے ہیں تو ہم کو کس جانور کا شکار حلال ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی آپ ان کے جواب میں کہہ دیجئے کہ تمہارے لیے تمام پاکیزہ اور ستھری چیزیں حلال کی گئی ہیں یعنی جن چیزوں کو اہل عرب پاکیزہ سمجھتے ہوں یعنی جن چیزوں کو طہالغ سلیمہ لذیذ اور پاکیزہ سمجھتی ہوں اور نیز اصول شریعت (یعنی کتاب اور سنت اجماع اور قیاس) سے ان کی حرمت ثابت نہ ہو مطلب یہ ہے کہ یہ سب پاکیزہ چیزیں حضرت ابراہیم کے وقت میں حلال تھیں جب توریت نازل ہوئی تو یہود کی سنرا میں اکثر چیزیں ممنوع ہو گئیں اور انجیل میں حلال و حرام کا بیان نہ ہوا اب قرآن میں وہی دین ابراہیمی کے مطابق سب حلال ہوئیں اور فرمایا کہ اہل کتاب کا کھانا حلال ہے یعنی ان کا ذبیحہ حلال ہے بشرطیکہ ان کا ذبیحہ کیا ہوا اُس شرط کے مطابق ہو جو اوپر ذبیح کی شرط ذکر کی گئی کہ ذبیح کے وقت اللہ کا نام لیا گیا ہو اور غیر اللہ کی تعظیم مقصود نہ ہو اور حلال کیا گیا تمہارے لیے شکار ان جانوروں کا جن کو تم نے سدھایا ہے اور شکار پکڑنے کے طریقے ان کو سکھائے ہیں در انحالیکہ تم ان کو شکار کا وہ طریقہ سکھلاتے ہو جو خدا تعالیٰ نے تم کو سکھایا ہے جو ارح کے معنی شکار کرنے والے جانوروں کے ہیں جس میں کتا اور باز اور شکر اور غیرہ سب آگئے پس تم کو اس شکار کے کھانے کی اجازت ہے کہ جس کو شکاری جانور تمہارے لیے روک رکھیں یعنی خود اُس سے نہ کھائیں پس جس شکار کو شکاری جانور پکڑ کر تمہارے لیے لے آئے اور خود اُس میں سے نہ کھائے تو وہ شکار تمہارے لیے حلال ہے اگرچہ وہ شکار ان کے پکڑنے سے مر جائے اور ذبیح کرنے کی فہمت نہ آئے کیونکہ تعلیم یافتہ جانور کا اس کو قتل کر دینا قائم مقام ذبیح کے ہے اور اس پر اللہ کا نام لویا یعنی جب تم اُس شکاری جانور کو شکار پر چھوڑو تو بسم اللہ پڑھ کر چھوڑو تاکہ اللہ کے نام کی برکت سے اُس کا قتل کیا ہوا حلال ہو جائے حق جل شانہ نے ان آیات میں شکار کے حلال ہونے کی شرائط کی طرف اشارہ فرمایا اول یہ کہ وہ شکاری جانور تعلیم یافتہ یعنی سدھایا ہوا ہو کیونکہ جب اُس نے آدمی کی خوشیکھی تو گویا کہ آدمی نے ذبیح کیا اس لیے سدھانا اور تعلیم دینا شرط ہوا اور جانور کے تعلیم یافتہ ہونے کی علامت یہ ہے کہ وہ مالک کے کہنے سے شکار پر حملہ کرے اور اُس کے منع کرنے سے رک جائے جب یہ حالت

کم از کم تین مرتبہ تجربہ میں آجائے تو وہ تعلیم یافتہ سمجھا جائے گا دوم یہ کہ شکار کو وہ خود نہ کھائے اپنے مالک کے لیے روک لے سوم یہ کہ کتے کو شکار پر چھوڑتے وقت بسم اللہ پڑھی گئی ہو اور اللہ سے ڈرو یعنی ایسے شکار کو مت کھاؤ جس میں شرائط مذکورہ میں سے کوئی شرط مفقود ہو تحقیق اللہ تعالیٰ جلدی حساب لینے والا ہے جو حرام کھائے گا اس سے مواخذہ ہوگا۔

أَيُّوْمَ أُحِلَّ لَكُمْ الطَّيِّبُ وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا

آج حلال ہوئیں تم کو سب چیزیں ستھری اور کتاب والوں کا کھانا تم کو

الْكِتَابِ حِلٌّ لَكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ وَالْمُحْصَنَاتُ

حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کو حلال ہے اور قید والی

مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابِ

عورتیں مسلمان اور قید والی عورتیں پہلے کتاب والوں کی

مِنْ قَبْلِكُمْ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أَجُورَهُنَّ مُحْصِنِينَ غَيْرَ

جب دو ان کو مہر ان کے قید میں لانے کو نہ

مُسْفِحِينَ وَلَا مُتَّخِذِي أَخْدَانٍ وَمَنْ يَكْفُرْ

مستی نکالنے کو اور نہ چھپی آشنائی کرنے کو اور جو منکر ہو

بِالْإِيمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ

ایمان سے اس کی محنت ضائع ہوئی اور آخرت میں

مِنَ الْخَسِرِينَ ۝

وہ ہارنے والوں میں ہے۔

حکم ششم متعلق بذبیحہ اہل کتاب

قال تعالیٰ أَيُّوْمَ أُحِلَّ لَكُمْ الطَّيِّبُ لے وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝

(رابط) گذشتہ آیت میں شکار کا حکم بیان فرمایا اب اس آیت میں اہل کتاب یعنی یہود اور نصاریٰ کے ذبیحہ کا حکم بیان فرماتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کا حکم بھی بیان فرماتے ہیں کیونکہ حلت اور انتفاع دونوں میں مشترک ہے ۔

اس آیت میں حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں اے اہل اسلام آج تم پر اللہ کا بڑا انعام ہوا کہ تمام پاکیزہ چیزیں تمہارے لیے حلال کر دی گئیں حالانکہ یہود پر بہت سی پاکیزہ چیزیں ان کی سرکشی اور ظلم کیوجہ سے حرام کر دی گئی تھیں وہ چیزیں ہمیشہ کے لیے تم پر حلال کر دی گئیں اور کبھی ان کی حلت منسوخ نہ ہوگی اور یہ حکم اگرچہ پہلی آیت میں مذکور ہو چکا تھا لیکن بغرض تاکید اور آئندہ کی تمہید کے لیے پھر اس کو دہرایا اور حلال کیا گیا تمہارے لیے ذبیحہ اہل کتاب کا یہاں طعام سے ذبیحہ مراد ہے یعنی اہل کتاب کا ذبح کیا ہوا جانور تمہارے لیے حلال ہے طعام سے خشک چیزیں مراد نہیں اس لیے کہ اس میں اہل کتاب کی تخصیص نہیں خشک چیزیں ہر انسان کے ہاتھ کی جاتر ہیں خواہ وہ کسی مذہب اور ملت کا ہو ۔

اور اہل کتاب کا ذبح کیا ہوا جانور تین شرطوں کے ساتھ حلال ہے پہلی شرط یہ ہے کہ وہ ذبیحہ ان چیزوں میں سے نہ ہو جو مسلمانوں پر کتاب و سنت میں حرام کی گئیں ہیں جیسے لحم خنزیر وغیرہ دوسری شرط یہ ہے کہ ذبح کے وقت اس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو غیر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اس لیے کہ اہل کتاب کا اصل عقیدہ یہ ہے کہ غیر اللہ کے نام پر ذبح جائز نہیں اس اصل اعتقاد کی وجہ سے حق تعالیٰ نے مسلمانوں کو اجازت دی کہ تمہارے لیے اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہے بشرطیکہ وہ ذبح کے وقت اللہ کا نام لیں اور غیر اللہ کی تعظیم مقصود نہ ہو اور سوائے اہل کتاب کے کسی اور دین اور مذہب والے کا ذبیحہ حلال نہیں اگرچہ وہ ذبح کے وقت اللہ ہی کا نام لے اُس کا خدا کا نام لے کر ذبح کرنا بھی معتبر نہیں ۔

حضرت علیؓ اور عبد اللہ بن عمرؓ اور عائشہ صدیقہؓ اور دیگر صحابہ و تابعین کے نزدیک اہل کتاب کا وہ ذبیحہ حلال ہے جو اللہ کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہو نہ وہ کہ جو مسیحؑ اور عزیرؑ کے نام سے ذبح کیا گیا ہو جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِشْقٌ (تفسیر قرطبی ص ۷ ج ۶)

وقال تعالى وَمَا أَهْلٌ لِّغَيْرِ اللَّهِ بِهِ جو قرآن کریم میں متعدد جگہ مذکور ہے لہذا اہل کتاب کا وہ ذبیحہ جو حضرت مسیحؑ اور عزیرؑ کے نام پر ہو وہ تو مَا أَهْلٌ لِّغَيْرِ اللَّهِ میں داخل ہے اور جو کنیسہ اور صلیب کے نام پر ذبح کیا جاسے وہ مَا ذُبحَ عَلَى النَّصَبِ میں داخل ہے اہل کتاب کا وہی ذبیحہ معتبر ہے جو ان کی اصلی اور صحیح شریعت حق کے مطابق ہو اور ان کا جو ذبیحہ شریعت مرفقہ کے مطابق ہو اس کا اعتبار نہیں ۔

اور امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ اور امام زفرؒ سب کا مذہب یہی ہے کہ اہل کتاب کا ذبیحہ جب حلال ہے کہ ذبیحہ کے وقت اس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو اور اگر مسیحؑ اور عیسیٰؑ کا نام لیا گیا ہو تو وہ حلال نہیں (احکام القرآن للبخاری ص ۳۷۲ ج ۲)۔

اور بعض علماء نے مطلقاً ذبیحہ اہل کتاب کو حلال قرار دیا ہے مگر صحیح اور راجح قول وہی ہے جو ہم نے ذکر کیا اور اسی میں اخیاط ہے غیر اللہ کے نام پر تو مسلمان کا ذبیحہ بھی حلال نہیں چہ جائیکہ غیر مسلم کا ذبیحہ غیر اللہ کے نام پر ہو وہ کیسے حلال ہو سکتا ہے۔

اور تیسری شرط یہ ہے کہ وہ اسلام سے مرتد ہو کر یہودی یا نصرانی نہ بنا ہو اس لیے کہ مرتد کا ذبیحہ حلال نہیں شریعت میں مرتد کے احکام جدا گانہ ہیں

اور تمہارا ذبیحہ اُن کے لیے حلال ہے یعنی اگر تم اپنا ذبیحہ ان کو کھلاؤ یا اُن کے ہاتھ فروخت کرو تو تم پر کوئی گناہ نہیں اس جملہ سے پہلے جملہ کی تاکید مقصود ہے کہ جس طرح تمہارا ذبیحہ اہل کتاب کے لیے حلال ہے اسی طرح اہل کتاب کا ذبیحہ تمہارے لیے حلال ہے امام رازی قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں کہ اس جملہ سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ اباحت ذبیحہ طرفین سے ہے مگر اباحت نکاح (جس کا آئندہ آیت میں ذکر آتا ہے) وہ صرف ایک جانب کے ساتھ مخصوص ہے یعنی مسلمان مرد کتابی عورت سے نکاح کر سکتا ہے مگر نصرانی مرد۔ مسلمان عورت سے کسی حال میں نکاح نہیں کر سکتا (تفسیر کبیر ص ۳۷۲ ج ۳)

حکم ہفتم متعلق بہ نکاح کتابیات

پہلی آیت میں یہ فرمایا کہ اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہے اب اُن کی عورتوں سے نکاح کی حلت کو بیان فرماتے ہیں اور ان دونوں آیتوں سے مقصود یہ ہے کہ اہل کتاب عام کافروں سے دو حکموں میں مخصوص اور ممتاز ہیں ایک یہ کہ اُن کا ذبیحہ حلال ہے بت پرست اور مجوسی کا ذبیحہ حلال نہیں اگرچہ وہ خدا کا نام لے کر ذبیحہ کرے اور چونکہ اہل کتاب کا اصل عقیدہ توحید ہے اور وہ اللہ ہی کا نام لے کر ذبیحہ کرتے ہیں اس لیے آیت میں یہ قید نہیں لگائی گئی ورنہ یہ قید لازمی طور پر معتبر ہے جیسا کہ بیان ہو چکا دوم یہ کہ اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح درست ہے مشرکین اور مجوس کی عورتوں سے نکاح درست نہیں ان دو حکموں میں اہل کتاب عام کفار سے مخصوص ہیں غالباً حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام کی نسبت کی رعایت سے اہل کتاب کو عام کافروں سے بعض احکام میں مخصوص اور ممتاز کر دیا گیا اور یہ خصوصیت اور امتیاز فقط دنیا میں ہے آخرت میں ہر کافر مردود اور مطرود ہے چنانچہ حق جل شانہ کا حلت ذبیحہ اور اباحت نکاح کے بعد یہ فرمانا وَمَنْ يَّمْلِكْ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ حَبِطَ

عَمَلُهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ اسی طرف اشارہ ہے کہ اہل کتاب کے ذبیحہ کے حلت اور اُن کی عورتوں سے نکاح کی اجازت سے کوئی شخص یہ نہ سمجھے کہ جیسا دنیا میں اہل کتاب کو مشرکین اور مجوس پر ترجیح دی گئی شاید آخرت میں بھی اُن کو ترجیح دی جائے تو حق تعالیٰ نے وَمَنْ يَكْفُرْ بِالْإِيمَانِ سے بتلا دیا کہ آخرت کا معاملہ اور وہاں کا ثواب و عقاب فقط ایمان اور کفر پر دائر ہے آخرت میں سب کافر برابر ہیں (تفسیر کبیر) چنانچہ فرماتے ہیں اور حلال کی گئیں تمہارے لیے پاکدامن مسلمان عورتیں اور اسی طرح حلال کی گئیں پاکدامن عورتیں فقط اہل کتاب کی نہ مشرکین اور مجوس وغیرہ کی بشرطیکہ تم اُن کا ہر ادا کردہ اس طرح سے کہ تم اُن کو ہمیشہ کے لیے قید نکاح میں لاسنے والے ہو میعادِ نکاح درست نہیں نہ تو علانیہ طور پر مستی نکالنے والے اور شہوت رانی کرنے والے ہو اور نہ پوشیدہ طور پر آشنائی کرنے والے ہو مطلب یہ ہے کہ نکاح کی تو اجازت ہے مگر آشنائی اور یارانہ کی اجازت نہیں اے ایمان والو! ایمان کا مقصد تو یہ ہے کہ حلال و حرام کی بابت تم سے جو عہد لیے گئے اُن کو پورا کرو اور جو ایمان کے عہدوں سے مکر جائے اور خدا کے حلال و حرام کو نہ مانے تو اس کے تمام اعمال آخرت میں غارت ہوئے اور وہ آخرت میں نقصان پانے والوں میں سے ہوگا اہل کتاب کے ذبیحہ کی حلت اور اُن کی عورتوں سے نکاح کے بعد کافروں کے جط اعمال کا مسئلہ ذکر کرنے سے اشارہ اس طرف ہے کہ اہل کتاب اگرچہ حلت ذبیحہ اور اباحت نکاح میں من وجہ دنیا میں مسلمانوں کے مشابہ قرار دے دیئے گئے مگر قبول اعمال میں مسلمانوں کے مشابہ نہیں اہل کتاب کے اعمال آخرت میں جط اور اکارت ہوں گے اور اہل ایمان کو اعمالِ صالحہ کا اضعاقا مضاعفہ اجر ملے گا لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح میں انتہائی احتیاط کو ملحوظ رکھیں مسلمانوں کو کتابی عورتوں سے نکاح کی اس لیے اجازت دی گئی ہے کہ تم ان کو اپنی مائمتی میں لے کر ان پر اسلام کی ضور فشانی کرو کہ اُن کے کفر کی ظلمت ختم ہو جائے اس لیے اجازت نہیں دی گئی کہ تم اُن سے تعلق قائم کرنے کے بعد اپنی اسلام کی شمع کو تو بجھا دو اور اُن کی طرح تم بھی کفر کی ظلمت اور تاریکی میں داخل ہو جاؤ۔

یہ کہ اس آیت میں اشارہ اس طرف معلوم ہوتا ہے کہ اے مسلمانو تم کو جو کتابیات خلاصہ کلام سے نکاح کی اجازت دی گئی ہے وہ اس لیے دی گئی ہے کہ تم اس کو اپنی قوت ایمانی سے اسلام کی طرف کھینچ لو نہ اس لیے کہ تم ان پر مفتون ہو کر اپنی بھی متاع ایمانی کو کھو بیٹھو اور خسر الدنیا والآخرۃ کا مہدق بن جاؤ اسی فتنہ کے سد باب کے لیے حل ذبیحہ اور اباحت کے مضمون کو وَمَنْ يَكْفُرْ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ پر ختم فرمایا۔

بعض علماء کا قول ہے کہ آیت وَمَنْ يَكْفُرْ بِالْإِيمَانِ میں کفر بالایمان کا فائدہ جلیلہ مطلب یہ ہے کہ جو شخص نفس ایمان باللہ اور ایمان بالرسول کو ضروری نہ

سمجھ جیسے آج کل بعض تعلیم یافتہ لوگوں کا خیال ہے کہ اللہ کے تمام احکام کو ماننا ضروری نہیں صرف وہ احکام کہ جو اُن کی عقل کے مطابق ہوں اُن کو مان لیا جائے اور جو باتیں ان کے نزدیک خلاف عقل ہوں اُن کے ماننے کی ضرورت نہیں یہ کہہ رہے۔

مسائل و احکام

۱۔ اہل کتاب سے وہ لوگ مراد ہیں کہ جو مذہب اہل کتاب ہوں نہ کہ وہ صرف قومیت کے لحاظ سے یہودی یا نصرانی ہوں خواہ عقیدہ وہ دہریہ ہوں اس زمانہ کے نصاریٰ عموماً برائے نام نصاریٰ ہیں ان میں بکثرت ایسے ہیں جو نہ خدا کے قائل ہیں اور نہ مذہب کے قائل اور نہ آسمانی کتاب کے قائل ایسے لوگوں پر اہل کتاب کا اطلاق نہیں ہو سکتا لہذا ان کے ذبیحہ اور ان کی عورتوں سے نکاح کا حکم اہل کتاب کا سا نہ ہوگا

۲۔ ان آیات میں ذبیحہ کی حلت اور نکاح کی اباحت سے صرف یہ بتلانا مقصود ہے کہ یہ چیزیں فی حد ذاتہ جائز ہیں معاذ اللہ ترغیب دینا مقصود نہیں کہ تم خواہ مخواہ مسلمان عورتوں کو اور اپنے خاندان کی لڑکیوں کو چھوڑ کر کتابیات سے نکاح کیا کرو بلکہ تنگی دفع کرنے کے لیے یہ حکم دیا گیا ہے کہ اگر کسی وقت ضرورت اور مصلحت داعی ہو تو اہل کتاب کی عورتوں سے فی حد ذاتہ نکاح جائز ہے بشرطیکہ خارجی اثرات اور حالات سے کسی مضرت اور مفسدہ کا اندیشہ نہ ہو اور خدا انخواستہ یہ اندیشہ ہو کہ اُن کے جال میں پھنس کر اپنے دین اور دنیا کو تباہ کرے گا تو ان حالات میں کتابیات سے نکاح کی حلت تبدیل بہ حرمت ہو جائے گی جو چیز شرعاً حلال ہو مگر اس حلال سے متفع ہونے میں حرام کا ارتکاب کرنا پڑے تو وہ حلال بھی حرام ہو جاتا ہے بلکہ موجود زمانہ کے یہود اور نصاریٰ کے ساتھ بے ضرورت اختلاط اور اُن کے ساتھ بیٹھ کر طبیعت کا کھانا بھی خالی از فتنہ نہیں مناکحت تو بڑی چیز ہے ان کے ساتھ تو محض موائت اور مشاربت کا یہ اثر ہے کہ انسان کفر سے مانوس اور اسلام سے بیزار اور اہل اسلام سے متنفر ہو جاتا ہے اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْکُفْرِ وَالْفَقْرِ۔ آمین

۳۔ اسلام نے تمام مشرکین اور مشرکات کے ساتھ نکاح کو حرام قرار دیا ہے مگر اہل کتاب کی عورتوں کے ساتھ نکاح کو حلال قرار دیا اس لیے کہ اہل کتاب اقرب الی الاسلام ہیں اہل کتاب اصولی طور پر توحید اور رسالت اور قیامت کے قائل ہیں اہل کتاب کا اہل اسلام کے ساتھ اختلاف صرف سُبُّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی نبوت و رسالت میں ہے پس جب مسلمان مرد ایک کتابیہ عورت سے نکاح کرے گا تو عقلی اور نقلی دلائل سے اور اسلام کی قوی جہتوں سے کتابیہ عورت کو اسلام کی طرف بسہولت کھینچ سکتا ہے بخلاف مشرک اور

مشرک کے کہ وہاں شرک اور بت پرستی کی وجہ سے اُن کو اسلام سے غایت درجہ بُعد اور منافرت ہے اہل شرک نہ توحید کے قائل اور نہ نبوت کے اور نہ قیامت کے اہل شرک کسی دین کے قائل نہیں اور نہ کسی خیر و شر اور نہ کسی حلال و حرام اور نہ کسی جائز و ناجائز کی تقسیم کے قائل ہیں اس لیے ایسے شدید اختلاف کے ہوتے ہوئے مشرک اور مشرک کے ساتھ نکاح اور زوجیت کا مقصد حاصل نہ ہوگا یعنی باہمی اتحاد اور اعتماد اور ایک دوسرے کی ہمدردی اور غمخواری میسر نہ ہوگی بلکہ ایسی معیت و بال جان ہو جائے گی اور عیش کو منقص اور مکدر بنادے گی اور معاشرۂ زوجیت قائم نہیں رہ سکے گا اس لیے کہ جب زن و شوہر کے اعتقادات اور خیالات میں اختلاف شدید ہوتا ہے تو پھر اس سے اور طرح طرح کے اختلافات نکل کھڑے ہوتے ہیں اور اتحاد اور یکجہتی کی کوئی صورت نہیں رہتی جو نکاح کا مقصد ہے اور اگر باوجود اختلاف خیال و اعتقاد ظاہراً اتحاد نظر آئے تو وہ درحقیقت نفاق اور ظاہر داری ہے غرض یہ کہ کتاب و سنت نے مشرکین اور اہل کتاب میں فرق کیا ہے کہ مشرکین اور مشرکات کے ساتھ تو نکاح کو بالکل منع قرار دیا اور اہل کتاب کے بارہ میں یہ حکم دیا کہ مسلمان مرد کو تو کتابیہ عورت سے اس بشرط کے ساتھ نکاح کی اجازت ہے کہ وہ مسلمان مرد اسلام کی قوی اور روشن محبتوں کے ذریعہ کتابیہ کو اور اس کے خاندان کے لوگوں کو اسلام کی طرف کھینچ سکے اور اگر یہ اندیشہ ہو کہ کتابیہ سے نکاح کرنے کے بعد یہی خود اس کے حق و جمال یا مال و منال کی وجہ سے اس کے ہاتھ بک جائے گا اور اپنی متاع ایمانی کو نصراہنت پر قربان کر دے گا تو پھر کتابیہ کے ساتھ نکاح جائز نہ ہوگا قرآن اور حدیث میں مومنات صالحات اور دیندار عورتوں سے نکاح کرنے کی ترغیب اور فاسقات اور فاجرات اور خیثات سے نکاح کی ممانعت آئی ہے اگرچہ وہ مسلمان ہوں اس لیے کہ بددین عورت کے ساتھ نکاح کرنے سے اس کے بھی خراب ہونے کا اندیشہ ہے تو نصرائیہ اور یہودیہ میں تو یہ اندیشہ اور بھی قوی ہو جاتا ہے اور چونکہ عورت طبعاً اور عقلاً اور فطرتاً کمزور ہوتی ہے اور شوہر کے تابع ہوتی ہے اس لیے اس میں یہ طاقت نہیں کہ مرد کو اپنے تابع بنا سکے اس لیے شریعت اسلامیہ نے مسلمان عورت کو کتابی مرد کے ساتھ نکاح کرنے کو ممنوع قرار دیا اور اخیر آیت مَنْ يَتَّكِفُ بِالْإِيمَانِ فَعَدَّ حَبْطَ عَمَلِهِ میں یہ بتلادیا کہ گو دنیا میں اہل کتاب کے ساتھ یہ رعایت کر دی گئی کہ مسلمانوں کے لیے اُن کا ذبیحہ اور اُن کی عورت سے نکاح جائز کر دیا گیا لیکن آخرت میں اہل کتاب اور دیگر کفار کے مابین کوئی فرق نہیں آخرت میں سب کافروں کا ایک ہی حکم ہے سب کے اعمال اکارت ہیں اور نقصان اٹھانے والے ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا

اسے ایمان والو جب تم اٹھو نماز کو تو دھو لو

وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا

اپنے منہ اور ہاتھ کہنیوں تک اور مل لو

بِرءُؤْسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ ۖ وَإِنْ

اپنے سر کو اور پاؤں ٹخنوں تک اور اگر

كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا ۚ وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ

تم کو جنابت ہو تو خوب طرح پاک ہو اور اگر تم بیمار ہو یا سفر

سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِّنْكُم مِّنَ الْغَائِطِ أَوْ لَسْتُمْ

میں یا ایک شخص تم میں آیا ہے جائے ضرور سے یا گئے ہو

الْيَسَاءِ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا

عورتوں سے پھر نہ پاؤ پانی تو قصد کرد زمین پاک کا

فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ مِنْهُ ۚ مَا يُرِيدُ

اور مل لو اپنے منہ اور ہاتھ اس سے اللہ نہیں

اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ ۚ وَلَكِنْ

چاہتا کہ تم پر کچھ مشکل رکھے اور لیکن

يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ

چاہتا ہے کہ تم کو پاک کرے اور اپنا احسان پورا کیا چاہے تم پر

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿۶﴾

کہ شاید تم احسان مانو

حکم ہشتم۔ ونہم۔ ودہشتم فرضیت وضو۔ وفرضیت غسل۔ ومشرعیت تیمم

قال تعالى يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ... إلخ۔ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ (ربط) ابتداء سورت میں اجمالی طور پر عقود اور عہود کے ایفاء کا حکم دیا پھر اس کی تفصیل شروع فرمائی تو سب سے پہلے کھانے کی چیزوں کی اباحت اور حلت کو بیان فرمایا پھر حلال عورتوں کا ذکر کیا جن سے نکاح کی اجازت دی گئی اور چونکہ انسانی حاجتیں اور کھانے پینے کی ضرورتیں بہ نسبت نکاح کے زیادہ ہیں اس لیے اُن کو مقدم فرمایا اور نکاح کو اُن کے بعد بیان کیا ان عقود کا تعلق دنیا سے تھا اب اُن عقود اور عہود کو بیان کرتے ہیں جو دین اور عبودیت سے متعلق ہیں اور چونکہ اکل حلال اور وطنی حلال خداوند ذوالجلال کی عبادت میں بہت معین ہے اس لیے اس کو مقدم فرمایا اب ان سب کے بعد عہد عبودیت کے ایفاء کا مطالبہ فرماتے ہیں اور اعلیٰ ترین عبودیت نماز ہے جس کے لیے طہارت نہایت ضروری ہے اس لیے ان آیات میں وضو اور غسل اور تیمم کے حکم کی تفصیل فرمائی (تفسیر کبیر ص ۳۷۲ ج ۳)

فرضیت وضو

اے ایمان والو ایمان کا مقتضی یہ ہے کہ ظاہری اور باطنی طہارت اور پاکیزگی کو ملحوظ رکھو اور کفر اور محصنت کی نجاست اور گندگی سے اپنے آپ کو محفوظ رکھو اکل طیبات اور نکاح محصنات کا تم کو حکم اس لیے دیا گیا کہ تم کو روحانی اور باطنی طہارت اور پاکیزگی حاصل ہو اس لیے تم کو یہ حکم دیا جاتا ہے کہ جب دربار خداوندی میں حاضری کا ارادہ کرو تو اکل طیبات اور مخالطت محصنات سے جو تمہاری باطنی طہارت اور نزاہت میں خلل آیا ہے تو اس کو وضو یا غسل یا تیمم کی طہارت سے دور کرو کیونکہ موجبات وضو مثلاً پیشاب اور بیحانہ اور خن ان سب کا منشاء اکل طعام ہے اور موجبات غسل کا منشاء نکاح ہے اس لیے اکل طیبات اور نکاح محصنات کے بعد وضو اور غسل کے احکام کا بیان نہایت مناسب ہوا چنانچہ فرماتے ہیں اے مسلمانو! جب تم نماز کیلئے اٹھو تو دھویا کرو اپنے موہموں کو اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک اور مسح کر لیا کرو اپنے سروں پر اور اپنے پاؤں کو دھویا کرو ٹخنوں تک یعنی پیروں کو ٹخنوں تک دھونا فرض ہے سر کی طرح

کا مسیح کافی نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو امت کو وضو کی تعلیم دی وہ یہی ہے کہ وضو میں پیروں کو دھویا کریں نہ یہ کہ ان پر مسح کیا کریں اور صحابہ کرامؓ نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کی روایت اور حکایت کی ہے سب میں غسلِ قدین کی صراحت آئی ہے کسی ایک جگہ بھی مسحِ قدین کا ذکر نہیں آیا۔

محقق ابن امیر الحاج شرح تحریر الاصول چھپ ہیں تحریر فرماتے ہیں کہ تیس صحابہ سے زیادہ نے آپ کے وضو کو روایت کیا ہے اور اس پر متفق ہیں کہ آپ نے وضو میں پیروں کو دھویا ہے سفر اور حضر۔ سردی اور گرمی کس حالت میں بھی آپ نے پیروں پر مسح نہیں فرمایا بعد ازاں محقق ابن امیر الحاج نے اُن تیس سے زیادہ روایتوں کو مع تخریج روایت اور حوالہ کتاب ذکر فرمایا اس لیے ہم اہل علم اور طلبہ کے افادہ کے لیے اصل عبارت ہریرہ ناظرین کرتے ہیں اذ قد اطبق من حکى وضوءه من الصحابة ويقربون من ثلاثين عليه اى على غسله صلی اللہ علیہ وسلم رجله بل يزيدون على ذلك وقد اسعف المصنف (ای ابن الہمام) بذکر اثنتین وعشرين منهم فی فتح القدير عثمان رواه البخاری ومسلم وعنه رواه اصحاب السنن وحائثه رواه النسائی وغيره وابن عباس والمغيرة رواه البخاری وغيره وعبد اللہ بن زید رواه الستة وابو مالک الاشعري وابو هريرة وابو امامة والبراء بن عازب رواه احمد والبوکري رواه البزار ووائل بن حجر رواه الترمذی ونفيل بن مالك رواه ابن حبان وأنس رواه الدارقطني والبايوبي الانصاري والبوکاهل وعبد اللہ بن انيس رواه الطبرانی والمقدم بن معدى كرب وكعب بن عمرو الیانی والزهني بنت محوذ وعبد اللہ بن عمرو بن العاص رواه ابو داود وعبد اللہ بن ابی او فی رواه ابو یعلیٰ ومن حكاہ ایفا زیادة على هؤلاء عمرو رواه عبد بن حميد وابن عمرو وابن کعب رواه ابن ماجه ومعاوية رواه ابو داود ومعاذ بن جبل وابورق وجابر بن عبد اللہ وثمان بن غزيرة الانصاري وابو الدرداء وامر مسلمة رواه الطبرانی وعمران رواه الترمذی وابن ماجه وزید بن ثابت رواه الدارقطني فبلغت الجملة اربعة وثلاثين وباب الزيادة مفتوح للمستقرئ ثم المراد اتفاق الجهم الغفير الذي يمنع العقل لواطتهم على الكذب من الصحابة على نقل غسلهما عنه صلی اللہ علیہ وسلم ثم اتفاق الجهم الغفير الذي هم بهذه المثابة من التابعين على نقل ذلك عن الصحابة وهلم جرا حتى الينا وليس معنى التواتر الا هذا وتوارثه اى ولتوارث غسلهما من الصحابة

ای لاخذنا غسلهما ممن یلینا وھم ذلک عن ینہم وھکذا الی الصلابة وھم
اخذوه بالضرورة عن صاحب الوحي فلا ینتقل فیہ نص معین
(کذا فی فصل التعارض من شرح التقریر للمحقق ابن امیر الحاج ص ۳۶)

غرض یہ کہ احادیث متواترہ سے یہ امر ثابت ہے کہ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وضو میں پیروں
کو دھوتے تھے اور عہد صحابہ سے لے کر اس وقت تک امت کا تعامل یہی چلا آ رہا ہے کہ وضو میں
پیروں کو دھویا جائے اور عہد صحابہ سے لے کر اس وقت تک پوری امت کا مسلسل عمل خود ایک
مستقل دلیل ہے جس کے بعد کسی دلیل کی حاجت نہیں رہتی نیز کتب شیعہ میں بھی آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے پاؤں کا دھونا منقول ہے اور یہ روایتیں صحیح ہیں اور ثابت ہیں اور بالاتفاق فریقین
کے نزدیک مسلمہ ہیں اور مسح کے بارہ میں اختلاف ہے پس احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ متفق
علیہ اور مسلمہ فریقین کو لے لیا جائے اور مختلف فیہ کو چھوڑ دیا جائے۔

تحقیق اختلاف قرأت در لفظ وارجلکم الی الکعبین

جاننا چاہیے کہ لفظ - وارجلکم الی الکعبین میں دو قرأتیں ہیں ایک قرأت نصب ہے یعنی بفتح
لام اور دوسری قرأت جر ہے یعنی وارجلکم بکسر اللام پہلی قرأت کی بنا پر وَاَرْجُلُکُمْ کا عطف وایدیکم
پر ہوگا اور ترجمہ اس طرح ہوگا کہ اور اپنے پیروں کو شیخوں تک دھویا کر د اس قرأت سے
وضو میں پیروں کے دھونے کی فرضیت ثابت ہوتی ہے جو اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے
دوسری قرأت یعنی بکسر اللام کی بنا پر وَاَرْجُلُکُمْ کا عطف بظاہر لفظ رَوَّیْکُمْ پر ہوگا اور ترجمہ اس
طرح ہوگا کہ اپنے سروں پر اور اپنے پیروں پر مسح کر لیا کر د اس قرأت سے وضو میں مسح
رجلین کی فرضیت ثابت ہوتی ہے یہ شیعوں اور امامیہ فرقہ کا مذہب ہے کہ وضو میں بجائے غسل
رجلین کے مسح رجلیں فرض ہے اہل سنت والجماعت یہ کہتے ہیں کہ یہ دونوں قرأتیں متواترہ ہیں اور
بمنزلہ دو آیتوں کے ہیں اور کلام خداوندی میں تعارض ناممکن ہے یہ امر قطعاً ناممکن ہے کہ وقت
واحد میں دو مختلف اور متضاد چیزیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک مراد ہوں لہذا حق تعالیٰ کے نزدیک غسل رجلیں اور مسح رجلیں
میں سے ایک ہی معنی مراد ہونگے رہا یہ امر کہ حق تعالیٰ کے نزدیک کون سے معنی مراد ہیں سو اس اجمال اور اشتباہ کے دور کرنے
کیلئے احادیث نبویہ اور تعامل صحابہ و تابعین کی طرف رجوع کرنا ضروری معلوم ہوا سو احادیث متواترہ صحیحہ اور صحیحہ سے یہ امر ثابت
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو جو وضو کی تعلیم دی اس میں پیروں کے دھونے کا حکم دیا
اور پھر یہ فرمایا ھذا وضوء لا یقبل اللہ الصلوۃ الا بہ یعنی بغیر اس طرح کی وضو کے خدا
تعالیٰ کے یہاں نماز قبول نہیں نیز مدت العمر کبھی بھی آپ نے مسح رجلیں نہیں فرمایا نہ سفر میں

اور نہ حضر میں بلکہ جن لوگوں کو غسلِ رِجْلَیْن میں کوتاہی کرتے دیکھا اُن کو باوازِ بلند یہ فرمایا ویدل للعقاب من النار یعنی اُن ایسٹروں کے لیے ہلاکت اور عذابِ نار ہے جن کو پانی نہیں پہنچا معلوم ہوا کہ وضو میں پیروں کا دھونا فرض ہے مسح کافی نہیں۔

اور عمرو بن عبسہ کی ایک طویل حدیث میں ہے کہ حضور پُر نورؐ نے وضو کی تلقین کرتے ہوئے یہ فرمایا۔

ثم يغسل قدميه كما امره الله رواه ابن خزيمة فتح الباری ص ۲۳۲ ج ۱۔ باب غسل الرجلین
پھر قدمین کو دھوئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے دھونے کا قرآن میں حکم دیا ہے۔

اور امام بیہقیؒ کی سنن کبریٰ ص ۱۱۱ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ انہوں نے یہ حکم دیا

اغسلوا القدمین الى الکعبین كما امرکم
اپنے قدموں کو ٹخنوں تک دھو جیسا کہ تم کو قرآن میں اس کا حکم دیا گیا ہے۔

معلوم ہوا کہ قرآن نے جو حکم دیا ہے وہ غسلِ رِجْلَیْن کا حکم دیا ہے نہ کہ مسح قدمین کا۔
اور عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ سے منقول ہے کہ وہ یہ فرماتے تھے کہ غسلِ قدمین پر تمام صحابہ کا اجماع ہے (فتح الباری ص ۲۳۲ ج ۱۔ باب غسل الرجلین)

پس نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے قول اور فعل دونوں سے یہ امر بخوبی واضح ہو گیا کہ آیت میں خدا تعالیٰ کے نزدیک غسلِ رِجْلَیْن مامور بہ ہے جیسا کہ قرارتِ نصب اس پر دلالت کرتی ہے اور حق تعالیٰ کے نزدیک یہی معنی متعین اور مراد ہیں جس میں کوئی دوسرا احتمال نہیں لہذا ایسی صورت میں قرارتِ جر کی ایسی تفسیر کرنی لازم ہو گئی جو قرارتِ نصب کے ہم معنی ہو جائے اس لیے حضراتِ مفسرین نے مختلف تفسیریں کی ہیں جن سے قرارتِ جر کا قرارتِ نصب کے ہم معنی ہونا واضح ہو جائے اور دونوں قراءتوں کے تعارض رفع کرنے کے لیے مختلف جوابات دیئے ہیں جن کو ہم ہدیہ ناظرین کرتے ہیں غور سے پڑھیں

بلاشبہ قرارتِ جر کی صورت میں بظاہر پیروں کا مسح کرنا ثابت ہوتا۔

جواب اول

ہے لیکن آیت میں پیروں کے مسح سے غسلِ خفیف مراد ہے اس لیے کہ لفظ مسح کا اطلاق لغت میں غسلِ خفیف پر بھی آتا ہے جیسا کہ امام قرطبی نے ابو زید انصاری سے نقل کیا ہے کہ اہل عرب کو جب یہ کہنا ہوتا ہے کہ میں نے نماز کے لیے وضو کیا تو ایسے موقع پر تَمَسَّحْتُ لِلصَّلَاةِ بولتے ہیں یعنی میں نے نماز کے لیے وضو کی نیز جب یہ کہنا ہوتا ہے کہ وضو کے لیے پانی لاؤ تو اس طرح بولتے ہیں هَاتِ مَا اَتَمْسَحُ بِهِ لِلصَّلَاةِ

یعنی وہ چیز لاؤ جس سے نماز کے لیے وضو کروں ابو حاتم کہتے ہیں کہ وضو کو مسح کے لفظ سے تعبیر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وضو کرنے والا محض پانی بہا لینے سے خوش نہیں ہوتا جب تک اپنے اعضاء کو پونچھ نہ لے

عرض یہ کہ ان محاورات سے یہ ثابت ہو گیا کہ مسح کا اطلاق غسل خفیف پر بھی آتا ہے پس اب ہم کہتے ہیں کہ **وَأَمْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ** میں سر کے مسح سے سر پر محض تر ہاتھ کا پھیر لینا مراد ہے اور مسح رجليں سے غسل خفیف مراد ہے اور دلیل اس کی یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے پیروں کے مسح میں الی الکعبین کی قید لگائی ہے اگر سر اور پیروں کا مسح ایک ہی قسم کا ہوتا تو یہ تحدید نہ لگائی جاتی جس طرح سر کو بلا تعین مقدار بیان کیا گیا اسی طرح پیروں کی بھی کوئی حد اور مقدار نہ بیان کی جاتی ہاتھوں اور پیروں کی حد مقرر کرنے سے اور سر کی حد نہ مقرر کرنے سے صاف عیاں ہے کہ ہاتھوں اور پیروں کا حکم تو ایک ہے اور سر کا حکم ان سے مختلف ہے (تفسیر قرطبی ص ۹۲ ج ۶)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ مہناج السنۃ میں فرماتے ہیں کہ لغت عرب میں لفظ مسح بمنزلہ غسل عام کے ہے جس کے تحت دو نوعیں یعنی دو قسمیں مندرج ہیں ایک **إِسَاكٌ** یعنی پانی بہانا اور دوسرا **غیر إساک** یعنی بغیر پانی بہاتے تر ہاتھ پھیر لینا اصل لغت کے اعتبار سے لفظ مسح عربی مسح اور غسل دونوں کو شامل ہے جیسے لفظ ذوی الارحام بمعنی ذوی القربات لغت کے لحاظ سے ذوی الفروض اور عصبات وغیرہ سب کو شامل ہے مگر چونکہ عرف میں ذوی الفروض اور عصبات خاص قسم کے دارثوں کا نام ہو گیا اس لیے لوگ یہ خیال کرنے لگے کہ ذوی الارحام ذوی الفروض اور عصبات کا قسیم اور مقابل ہے ورنہ اصل لغت کے لحاظ سے ذوی الفروض اور عصبات دونوں ذوی الارحام کی ایک قسم ہیں عرف میں چونکہ اقارب عصبات ایک خاص نام سے پکارے جانے لگے اس لیے لوگ یہ سمجھنے لگے کہ لفظ ذوی الارحام عصبات کا قسیم اور مقابل ہے یہ ایسا ہے جیسا کہ لفظ حیوان اصل لغت کے لحاظ سے انسان کو بھی شامل ہے مگر عرف میں غیر انسان کے لیے بولا جاتا ہے اس طرح لفظ مسح کو سمجھو کہ وہ اصل لغت کے اعتبار سے عربی مسح اور غسل (دھونے) دونوں کو شامل ہے حق تعالیٰ نے اس آیت میں **وَامْسَحُوا** کے تحت دو چیزوں کو ذکر کیا ایک رؤسکم یعنی سر کو جس میں مسح سے عربی معنی مراد ہیں اور دوسرا **وَأَرْجُلُكُمْ** اس میں مسح سے غسل اور إساک یعنی دھونے اور پانی بہانے کے معنی مراد ہیں شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے کلام کا خلاصہ ختم ہوا دیکھو مہناج السنۃ ص ۱۰۱ ج ۲۔

یہ ہندۃ ناچیز کہتا ہے کہ کلام عرب میں بسا اوقات ایک ذو معنیین لفظ بولا جاتا ہے اور اس کے تحت بطریق عطف مختلف متعلقات اور معمولات کو ذکر کیا جاتا ہے لیکن معطوف علیہ

۶ - اور عرب میں بہ مثل مشہور ہے جُحْرٌ ضَبْ خَرِبٌ . خَرِبٌ کا جر محض صنب کے جوار اور قرب کی بناء پر ہے ورنہ خَرِبٌ دراصل جُحْر کی صفت ہے

خلاصہ کلام یہ کہ جر جوار محاورہ عرب میں شائع اور ذائع ہے اور تمام ایتمہ عربیت اور ماہرین نحو کلام فیض میں اس کے استعمال کے قائل ہیں سوائے زجاج کے جر جوار کا کوئی منکر نہیں (روح المعانی صفحہ ۱۰۱) اور شواہد مذکورہ کے ہوتے ہوئے کسی کا انکار قابل اعتبار نہیں خوب سمجھ لو

ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ظاہر میں وار جلم کا عطف رؤس پر ہے لیکن بائیں ہر جواب سوم | حکم دونوں کا مختلف ہے اس لیے کہ کلام عرب میں بکثرت ایسا ہوتا ہے کہ ایک شئی کا دوسری شئی پر عطف ہوتا ہے مگر حکم میں دونوں مختلف ہوتے ہیں اور یہ صورت وہاں ہوتی ہے کہ جہاں دو فعل متقارب فی المعنی جمع ہو جائیں اور ہر ایک کا متعلق اور معمول علیحدہ ہو تو ایسے موقع پر بغرض ابجاز و اختصار ایسا کرتے ہیں کہ ایک فعل کو حذف کر دیتے ہیں مگر اُس کے معمول اور مفعول کا فعل مذکور کے معمول پر عطف کر دیتے ہیں بظاہر معطوف، معطوف علیہ کے ساتھ حکم میں شریک ہوتا ہے لیکن معنی مختلف ہوتا ہے ایک شاعر کہتا ہے ۔

يَا كَيْنْتَ بَعْلُكَ قَدْ خَدَا ۖ مَتَقَلَّدَا سَيْفًا وَرُمَحًا

اے کاش میرا شوہر صبح کے وقت ایسے حال میں روانہ ہوتا کہ گلے میں تلوار اور نیزہ کا قلابہ ڈالے ہوئے ہوتا ۔

اس شعر میں رُمَحًا کا عطف بظاہر سَيْفًا پر ہے جو متَقَلَّدَا کا مفعول ہے لیکن حقیقت میں رُمَحًا متَقَلَّدَا کا مفعول نہیں اس لیے کہ نیزہ گلے میں ڈالنے کی چیز نہیں بلکہ تقدیر کلام اس طرح ہے
مَتَقَلَّدَا سَيْفًا وَرُمَحًا یعنی تلوار گلے میں ڈالے ہوئے اور نیزہ ہاتھ میں اٹھائے ہوئے مگر چونکہ حامل اور متَقَلَّدَا دونوں متقارب المعنی تھے اس لیے بغرض ابجاز و اختصار کو حذف کر دیا گیا اور حامل کے مفعول یعنی رُمَحًا کا عطف متَقَلَّدَا کے مفعول یعنی سَيْفًا پر کر دیا گیا کہ اہل سخن قرینہ مقام اور سیاق کلام سے مراد کو سمجھ جائیں گے ایک دوسرا شاعر کہتا ہے ۔

لَمَّا حَطَطْتُ الرِّحْلَ عَنَّا وَارَدًا ۖ عُلْفَتَا تَبْنًا وَمَاءً بَارِدًا

جب میں نے اونٹنی کا بچا دا اتارا تو اس اونٹنی کو بھُس کھلایا اور ٹھنڈا پانی اس شعر میں بظاہر اگرچہ ومار بَارِدًا کا عطف تَبْنًا پر ہو رہا ہے لیکن علفت کے حکم میں اسکے ساتھ شریک نہیں اس لیے کہ ٹھنڈا پانی بھُس کے حکم میں نہیں پانی پلایا جاتا ہے بھُس کی طرح کھلایا نہیں جاتا بلکہ تقدیر کلام اس طرح سے ہے علفتھا تبنا وسقیتهما ماء باردًا۔ میں نے اس اونٹنی کو بھُس کھلایا اور ٹھنڈا پانی پلایا لیکن چونکہ سقیۃ اور علفت دونوں متقارب فی المعنی تھے اس لیے سقیۃ کو حذف کر کے اُس کے مفعول (مار بَارِدًا) کا عطف علفت کے مفعول تَبْنًا پر کر دیا گیا کہ اہل فہم قرینہ مقام سے مراد سمجھ لیں گے پس ومار بَارِدًا اگرچہ لفظاً تَبْنًا پر معطوف ہو نیکی وجہ سے بظاہر شریک حکم ہے مگر معنی اُس سے مختلف اور جدا ہے ۔

ایک اور شاعر کہتا ہے سے فعلا فروغ الایہقان و اطلعت بالجلہتین ظیاء ہا و ناعما
اس شعر میں و ناعما کا ظیاء ہا پر عطف کیا گیا ہے اور بظاہر دونوں و اطلعت کے حکم میں
شریک ہیں لیکن معنی مختلف ہیں اس لیے کہ شتر مرغ نیچے نہیں دیتا بلکہ پیٹے دیتا ہے اور تقدیر
کلام اس طرح ہے و اطلعت ظیاء ہا و باضت ناعما۔

اسی طرح آیت میں تقدیر کلام یوں ہے وَاَمْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَاغْسِلُوا اَرْجُلَكُمْ غَسْلًا
خَفِيفًا۔ یعنی اپنے سروں پر مسح کرو اور اپنے پیروں کو نرمی اور اعتدال کے ساتھ دھو و پیروں پر
پانی بہانے میں مبالغہ اور اسراف نہ کرو چونکہ غسل خفیف اور مسح دونوں متقارب المعنی تھے اس
لیے وَاغْسِلُوا غَسْلًا خَفِيفًا کو حذف کر کے اس کے مفعول یعنی ارجلکم کا عطف برؤسکم پر کر دیا
گیا یہ تیسرا جواب تمام تراجم قرطبی کی تشریح ہے (تفسیر قرطبی ص ۹۵ روح المعانی ص ۶۶)

امام شافعی فرماتے ہیں کہ دونوں قرار توں میں کوئی تعارض نہیں ہر قرارت
جواب چہارم میں ایک جداگانہ حالت کا حکم بیان کیا گیا ہے قرارت جر جس سے
مسح قدین معلوم ہوتا ہے یہ حکم اس حالت میں ہے کہ جب قدین پر خفین ہوں یعنی جس حالت
میں موزے پہنے ہوئے ہوں تو مسح رجلین کرے اور اگر پیروں میں موزے نہ ہوں تو ایسی حالت
میں غسل قدین فرض ہے مطلب یہ ہے کہ یہ دو قرار تیں دو مختلف حالتوں پر محمول ہیں اس لیے
کہ عقلاً یہ ناممکن ہے کہ وقت واحد اور حالت واحد میں عضو واحد کا غسل بھی فرض ہو اور مسح بھی
فرض ہو معلوم ہوا کہ ان دو قرار توں میں دو مختلف حالتوں کا حکم بیان کیا گیا ہے (فتح الباری ص ۳۳)
بمصر العلوم۔ شرح مسلم الثبوت میں لکھتے ہیں کہ فخر الاسلام بزدوی نے بھی اسی کو اختیار کیا
ہے اور یہ توجیہ نہایت لطیف ہے اور فرماتے ہیں کہ قرارت جر میں الی الکعبین کا لفظ مسح کی غایت
نہیں اس لیے کہ مسح تو ظاہر خفین پر کافی ہے کعبین تک مسح کرنا بالاجماع ضروری نہیں بلکہ یہ تخفیف
کی غایت ہے کہ جو سیاق کلام سے مفہوم ہوتا ہے اور مطلب آیت کا یہ ہے کہ پیروں پر مسح
کر لیا کرو درنحالی کہ تم ٹخنوں تک موزے پہنے ہوئے ہو اور اگر موزہ ٹخنوں سے نیچے ہو تو پھر موزوں
پر مسح درست نہ ہوگا۔ (فوائد الرحوت شرح مسلم الثبوت ص ۱۹۶ ج ۲۔ طبع مصر)

مسح وما قبل انه يلزم علی ما ذکر ان یکون مسح الخف مخیاً الی الکعب مع انه
لا غایة له فساقت لان الغایة حیث لا تكون غایة للمسح بل للتخفیف المفہوم
من الآیة والمعنی واللہ اعلم و امسحوا بارجلکم حال کونکم متخفیفین ساترین الی الکعبین
اشارۃ الی انه لا مسح اذا کانت مکشوفاً شیء من الرجل الی الکعب فافہم فان هذا
الوجه فی غایة الحسن والطفافۃ رفواتح الرحوت ص ۱۹۶ ج ۲

امام طحاوی اور ابن حزم کہتے ہیں کہ ابتداء میں مسح قدین جائز تھا بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا اور غسل قدین فرض ہو گیا (فتح الباری ص ۲۲ ج ۱)

جواب پنجم | جاننا چاہیے کہ دارجلکم میں ایک تیسری قرأت رفع کی بھی آئی ہے یعنی دارجلکم برفع اللام پڑھا گیا ہے یہ قرأت بظاہر کسی قرأت کے لیے دلیل نہیں بن سکتی اس لیے کہ اس قرأت میں دارجلکم کی خبر محذوف ہوگی کوئی تقدیر کلام اس طرح بتلائے گا دارجلکم مغسولہ اور کوئی تقدیر کلام اس طرح بتلائے گا دارجلکم مسوختہ لیکن اس قرأت میں بظاہر خبر کو اس لیے حذف کر دیا گیا کہ ازجلن کا حکم شریعت میں معلوم اور معروف ہے بنی کریم علیہ الصلوٰۃ والتیم اور تمام صحابہ کا عمل یہی رہا کہ پیروں کو دھوتے تھے (روح المعانی ص ۲۶)

قرأت | دارجلکم برفع اللام پڑھا گیا ہے یہ قرأت بظاہر کسی قرأت کے لیے دلیل نہیں بن سکتی اس لیے کہ اس قرأت میں دارجلکم کی خبر محذوف ہوگی کوئی تقدیر کلام اس طرح بتلائے گا دارجلکم مغسولہ اور کوئی تقدیر کلام اس طرح بتلائے گا دارجلکم مسوختہ لیکن اس قرأت میں بظاہر خبر کو اس لیے حذف کر دیا گیا کہ ازجلن کا حکم شریعت میں معلوم اور معروف ہے بنی کریم علیہ الصلوٰۃ والتیم اور تمام صحابہ کا عمل یہی رہا کہ پیروں کو دھوتے تھے (روح المعانی ص ۲۶)

ایک شبہ | اللہ علیہ وسلم نے وضو میں مسح رجليں فرمایا۔ یہ ہے کہ مسح رجليں کی روایت قطعاً شاذ اور منکر ہے قطعاً صحیح نہیں اور احادیث متواتر کے صریح مخالف ہے نیز حضرت علی کو تم اللہ وجہ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی نے سب کے سامنے وضو کی اور سر اور پیروں کا مسح کیا اور پھر یہ فرمایا۔

ان ناسا يزعمون ان هذا
يكوه واني رأيت رسول الله
صلى الله عليه وسلم مثل
ما صنعت هذا وضوء من
لم يحدث - احكام القرآن
للإمام البيهقي ص ۳۳۶ سنن کبریٰ

تحقیق کچھ لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ اس طرح وضو درست نہیں تحقیق میں نے بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح وضو کرتے دیکھا ہے لیکن یہ وضو اسی شخص کا ہے کہ جو پہلے سے محدث (بے وضو) نہ ہو یعنی جو وضو ازالہ محدث کے لیے نہ ہو بلکہ شرک کے لیے وضو علی الوضوء ہو یا تبرید کے لیے وضو کیا جائے تو پھر بجائے غسل رجليں کے مسح رجليں کافی ہو سکتا ہے

فرضیت غسل

وَأِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا

اوپر فرضیت وضو کا بیان تھا اب فرضیت غسل کو بیان کرتے ہیں اور اگر تم جنابت یعنی ناپاکی

کی حالت میں ہو تو سارے بدن کو خوب اچھی طرح سے دھو یعنی اسی طرح غسل کرو کہ جہاں جہاں تک پانی پہنچانا ممکن ہو وہاں پانی پہنچاؤ اسی وجہ سے امام اعظم فرماتے ہیں کہ غسل میں مضمضہ اور استنشاق یعنی کلی کرنا اور ناک میں پانی دینا فرض ہے اور وضو میں سنت ہے اس لیے کہ وضو میں فقط غسل وجہ کا حکم دیا گیا ہے اور غسل میں فاطرہ و مبالغہ کا صیغہ لایا گیا ہے معلوم ہوا کہ وضو میں صرف ظاہری چہرہ کا دھو لینا کافی ہے کیونکہ وجہ مواہبت سے ماخوذ ہے بخلاف غسل کے کہ وہاں سارے بدن کا دھونا فرض ہے کیونکہ فاطرہ و مبالغہ کا صیغہ ہے یعنی جسم کے دھونے میں اتنا مبالغہ کرو کہ ایک بال بھی باقی نہ رہے اور جنابت کے معنی ناپاکی کے ہیں جس کی دو صورتیں ایک یہ کہ منی خارج ہو جائے خواہ بیداری میں یا سوتے میں اور دوم مرد و عورت کی مباہشرت اور مجامعت خواہ اس میں انزال ہو یا نہ ہو ان دونوں صورتوں میں آدنی شرعاً ناپاک ہو جاتا ہے اور اس پر غسل واجب ہو جاتا جنابت کی حالت میں چونکہ آدنی سر سے لے کر پیر تک غرق لذت اور نحو غفلت ہو جاتا ہے اس لیے ازالہ جنابت کے لیے تمام بدن کا دھونا فرض ہوا بخلاف وضو کے اس میں صرف اعضاء اربعہ کی طہارت کا حکم ہوا کیونکہ پیشاب اور بیخاںہ میں جنابت جیسی لذت اور غفلت نہیں۔

مشروعیت تیمم

وضو اور غسل کی فرضیت کے بعد اب تیمم کا حکم بیان فرماتے ہیں جو وضو اور غسل کا قائم مقام ہے اور اگر تم بیمار ہو اور پانی کا استعمال تمہارے لیے مضر ہو یا تم سفر میں ہو اور پانی تم کو میسر نہ آئے اور اس بیماری اور مسافری میں تم کو وضو یا غسل کی ضرورت ہو یا تم میں سے کوئی جائے ضرور پیشاب یا بیخاںہ سے فارغ ہو کر آئے اور اس لیے اس کو وضو کی ضرورت ہو یا تم نے عورتوں سے صحبت کی ہو اور اس لیے تم کو نہانے کی ضرورت ہو پھر تم اس ضرورت کے پورا کرنے کے لیے پانی نہ پاؤ تو تم تمام حالتوں میں پاک زمین کا قصد کرو اس طرح کہ اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارو پھر اپنے چہروں اور ہاتھوں پر اس سے مسح کر لو یہ تیمم ہے جس کو حق تعالیٰ نے اپنی رحمت سے پانی نہ ملنے کی صورت میں وضو اور غسل کا قائم مقام بنا دیا غور تو کرو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے کیسی آسانی کر دی اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ تم ہر کچھ تنگی کرے اگر ہر حال میں تم کو وضو اور غسل کا حکم ہوتا تو تم تنگی میں پڑ جاتے ولیکن یہ چاہتا ہے کہ تم کو خوب پاک کر دے کہ اگر پانی نہ ملے تو پاک مٹی کے ذریعہ طہارت حاصل کر لو اور تاکہ تم پر اپنی نعمت پوری کرے کہ سفر اور حضر تندرستی اور بیماری کسی حالت میں عبادت سے کوئی رکاوٹ

باقی نہ رہے تیمم کا حکم نازل کر کے اللہ تعالیٰ نے تم پر نعمت پوری کر دی پچھلی امتوں میں تیمم کا حکم نہ تھا تاکہ تم ہمارے ان انعامات کا شکر کرو کہ ہم نے تمہاری ظاہری اور باطنی طہارت کے لیے وضو اور غسل اور تیمم کا حکم دیا اسی وجہ سے حضرت بلالؓ وضو کے بعد دو رکعت وضو کے شکر میں بیٹھتے تھے ایسی نماز کو تحیۃ الوضو کہتے ہیں لہذا عجب نہیں کہ حکم وضو کے اخیر میں لفظ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ سے تحیۃ الوضو کی طرف اشارہ ہو واللہ اعلم

آیت تیمم کی تفسیر سورۃ نسا میں مفصل گذر چکی ہے یہاں اس کا اعادہ اس نکتہ غرض سے کیا گیا تاکہ طہارت کے مسائل علی الاتصال بیان میں آجائیں

وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَمِيثَاقَهُ الّٰذِیْ

اور یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر اور عہد اس کا جو تم سے

وَاتَّقُوا رَبَّ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاتَّقُوا اللّٰهَ

بھڑایا جب تم نے کہا کہ ہم نے سنا اور مانا اور ڈرتے رہو

اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝

اللہ سے اللہ جانتا ہے جیوں کی بات

تذکیر انعام وعہد خداوند انام

قَالَ تَعَالٰی وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ... اے... اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (ربط) گزشتہ آیات میں حق تعالیٰ نے اپنے احکام بیان کیے اب اس آیت میں اپنی نعمتوں اور ہمدوں کو یاد دلائے ہیں کہ اپنے ہمدوں کو پورا کرو اور اپنے منعم اور عمن کی ناسپاسی سے بچو اور ازل میں جو حق تعالیٰ کی اطاعت کا عہد کر چکے ہو اور جس امانت کا بوجھ تم اٹھا چکے ہو اب اس کے ایفاء اور ادا کا وقت آگیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں اور یاد کرو اللہ کے احسان اور انعام کو جو تم پر ہوا اور یاد کرو خدا کے اس عہد اور پیمان کو جو تم سے پہنچا گیا ہے جب کہ تم نے اس عہد کو قبول کیا اور یہ کہا کہ ہم نے حکم خداوندی کو سنا اور دل و جان سے اس کو مانا اور احسان کا مقتضی بھی شکر گزاری ہے اور عہد اور میثاق کا مقتضی بھی وفاداری ہے

پس تم کو چاہیے کہ اس کی شکر گزاری اور فرمانبرداری میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھو اور خدا تعالیٰ سے ڈرتے رہو کہ وہ اپنی نعمتوں کو سلب بھی کر سکتا ہے اور ناشکری اور بد عہدی کی سزا میں بہت سخت پکڑ سکتا ہے تحقیق اللہ تعالیٰ سینوں کی پوشیدہ باتوں کو خوب جاننے والا ہے اسے اخلاص اور نفاق اس پر مخفی نہیں

آیت میں عہد سے یا تو عہد الکت مراد ہے یا عہد امانت مراد ہے جس کا ذکر **فائدہ** اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ میں ہے یا عہد بیعت مراد ہے کہ جب صحابہ نے بنی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے دست مبارک پر بیعت کی اور اس بات کا اقرار کیا کہ ہم اپنی استطاعت کے موافق ہر حال میں آپ کی اطاعت کریں گے خواہ ہماری طبیعت کے موافق ہو یا مخالف (تفسیر قرطبی ص ۲۶۱) (تفسیر کبیر ص ۲۶۲)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوْمِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ

اے ایمان والو! کھڑے ہو جایا کرو اللہ کے واسطے

بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلَىٰٓ اَلَّا

گواہی دینے کو انصاف کی اور ایک قوم کی دشمنی کے باعث عدل نہ چھوڑو

تَعْدِلُوا طِ اَعْدِلُوا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی وَاتَّقُوا اللّٰهَ ط

عدل کرو یہی بات لگتی ہے تقویٰ سے اور ڈرتے رہو اللہ سے

اِنَّ اللّٰهَ خَبِيرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ وَعَدَ اللّٰهُ

اللہ کو خبر ہے جو کرتے ہو وعدہ دیا اللہ

الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ ۝

نے ایمان والوں کو جو نیک عمل کرتے ہیں کہ ان کو بخشا ہے

وَاَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوْا بِآيٰتِنَا

اور بڑا ثواب ہے اور جو منکر ہوئے اور جھٹلائیں ہماری آیتیں

أُولَئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ⑩

وہ ہیں دوزخ والے

حکم یازدہم۔ وجوب عدل و انصاف و ادا شہادت حق

قَالَ تَعَالَى يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ ... اے ... أُولَئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ (ربط) گزشتہ آیات میں عبادات اور ان احکام کا ذکر تھا جو مکلف کی ذات کے ساتھ مخصوص تھے اب ان آیات میں عدل و انصاف اور شہادت حق کا حکم بیان کرتے ہیں جو دوسروں سے متعلق ہے نظام عالم کا دار و مدار عدل و انصاف اور سچی شہادت پر ہے اس لیے کہ عدل اور انصاف اور سچی شہادت سے تمام مظالم اور مفاسد کا دروازہ بند ہو جاتا ہے چنانچہ فرماتے ہیں اے ایمان والو! تمہارے ایمان کا مقتضی استقامت علی الحق ہے لہذا ہو جاؤ تم کھڑے ہونے والے اللہ کے لیے یعنی حقوق اللہ کی ادائیگی کے لیے مستعد اور تیار کھڑے رہو اور جب حقوق العباد کے ادا کرنے کا وقت آئے تو انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے ہو جاؤ خواہ دوست ہو یا دشمن اور کسی گروہ کی دشمنی تم کو ترک عدل پر آمادہ نہ کرے دوست اور دشمن کے ساتھ برابر انصاف کیا کرو یہی طریقہ تقویٰ اور پرہیزگاری کے نہایت قریب ہے تقویٰ اور پرہیزگاری کا تقاضا یہ ہے کہ دوست اور دشمن سب کے ساتھ یکساں عدل اور انصاف کرو نہ کسی کی رعایت کرو نہ کسی کی حق تلفی اور اللہ کی نافرمانی سے ڈرتے رہو بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے خبردار ہے تمہارا انصاف اور بے انصافی اس پر معنی نہیں اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں سے کہ جو ایمان لائے اور نیک کام کیے اُن سے یہ وعدہ کیا ہے کہ اُن کے لیے مغفرت ہے اور بڑا ثواب ہے اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہی دوزخی ہیں خدا کے ساتھ کفر اور شرک اور اسکی آیتوں کی تکذیب ایسا ظلم عظیم ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی ظلم اور بے انصافی نہیں اس لیے کافروں کو ہمیشہ کے لیے دوزخ میں رکھنا یہ اللہ کا عدل اور انصاف ہے اور اسکی حکمت ہے۔



يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ

اے ایمان والو یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر جب

هَمْ قَوْمٌ أَنْ يَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ أَيْدِيَهُمْ

قصہ کیا لوگوں نے کہ تم پر ہاتھ چلا دیں پھر روک لیے تم سے اُن

عَنْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ۝

کے ہاتھ اور ڈرتے رہو اللہ سے اور اللہ پر چاہیے۔ محروسہ ایمان والوں کو

تذکیر بعض انعامات خاصہ دنیویہ

قال تعالیٰ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ... فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ۝ (ربط) گذشتہ آیات میں حق تعالیٰ نے اپنے عام احسانات کو یاد دلایا اب اس آیت میں ایک خاص دنیوی انعام کو یاد دلاتے ہیں تاکہ نعمت کو یاد کر کے دل میں منعم کی محبت اور اطاعت کا دائمیہ پیدا ہو۔ حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ غزوہ ذات الرقاع میں بنی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ایک منزل میں اترے اور لوگ متفرق ہو گئے اور درختوں کے سایوں میں جا کر آرام کرنے لگے اُن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی تلوار ایک درخت میں شکا دی اور لیٹ گئے اتنے میں ایک اعرابی آیا اور تلوار اتار کر میان سے اس کو کھینچا اور آپ کی طرف متوجہ ہو کر یہ کہنے لگا من ینعک منی اب اب آپ کو مجھ سے کون پہچانتے گا آپ نے فرمایا اللہ عزوجل دو تین بار اُس نے یہی کہا اور آپ نے یہی جواب دیا اتنے میں جبریل الین اترے اور اس کافر کے سینہ پر ایک ٹکڑا مارا جس سے وہ تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی آنحضرتؐ نے وہ تلوار اٹھالی اور اس سے پوچھا کہ تو بتا کہ اب تجھے کون پہچائے گا اُس نے کہا کوئی نہیں آپ نے کہا جا اپنا راستہ لے اس طرح اُس کو چھوڑ دیا اور اُسے کوئی سزا نہیں دی اس حال کو دیکھ کر وہ اعرابی مسلمان ہو گیا اور اس کی وجہ سے اور لوگوں کو بھی ہدایت ہوئی آپ نے صحابہ کو بلا کر یہ سارا ماجرا بتلایا اس پر یہ آیت نازل ہوئی (تفسیر ابن کثیر ص ۱۱۳ و تفسیر قرطبی)

اس کے علاوہ اور بھی اس قسم کے متعدد واقعات پیش آئے کہ کفار نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو صدمہ پہنچانے کی کوشش کی مگر اللہ تعالیٰ نے دشمنوں سے حفاظت فرمائی چنانچہ فرماتے ہیں اے ایمان والو! ایمان کا مقتضی یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے انعامات سے غافل نہ ہو خاص کر اس انعام کو یاد کرو کہ کافروں کی ایک جماعت نے یہ قصد کیا کہ تم پر دست درازی کریں اور غفلت کی حالت میں تم کو مار ڈالیں یا لوٹ لیں پس اللہ تعالیٰ نے

غیب سے تمہاری حفاظت فرمائی اور دشمنوں کے ہاتھ تمہاری طرف بڑھنے سے روک دیئے اور بسا اوقات تم صلاۃ الخوف میں مشغول تھے اس حالت میں اللہ تعالیٰ نے تمہاری حفاظت فرمائی لہذا تم کو چاہیئے کہ اس کے احسان کو یاد کر کے اُس کے شکر کو بجا لاؤ اور اپنے منعم حقیقی خداوند ذوالجلال کی نافرمانی سے ڈرتے رہو اور ایمان والوں کو چاہیئے کہ اللہ پر بھروسہ کریں دشمنوں سے بچانے والا خدا ہے اُس نے اب بچایا ہے آئندہ بھی اسی طرح تم کو دشمنوں کے شر سے بچاتا رہے گا لہذا ایمان کا مقتضی یہ ہے کہ بھروسہ اور اعتماد خداوند جہاں پر کرو نہ کہ اپنے ساز و سامان پر۔



وَلَقَدْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَءِيلَ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ

اور اے چکا ہے اللہ عہد بنی اسرائیل کا اور اٹھائے ہم

اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيبًا وَقَالَ اللَّهُ إِنِّي مَعَكُمْ طَلِينَ

نے ان میں بارہ سردار اور کہا اللہ نے میں تمہارے ساتھ ہوں تم

أَقِمْتُمُ الصَّلَاةَ وَآتَيْتُمُ الزَّكَاةَ وَآمَنْتُمْ بِرُسُلِي

اگر کھڑی رکھو گے نماز اور دیتے رہو گے زکوٰۃ اور یقین لاؤ گے میرے رسولوں

وَعَزَّزْتُمُوهُمْ وَأَقْرَضْتُمُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّا كُفْرًا

پر اور اُن کو مدد کرو گے اور قرض دو گے اللہ کو اچھی طرح کا قرض تو میں

عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَلَا دَخَلْكُمْ جَنَّتٌ تَجْرِي مِنْ

اناروں کا تھسے برائیاں تمہاری اور داخل کروں گا باغوں میں کہ بہتی نیچے اُن کے

تَحْتِهَا إِلَّا نَهْرٌ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ

نہریں پھر جو کوئی منکر ہوا تم سے اس کے بعد وہ بے شک بھولا

سَوَاءَ السَّبِيلِ ۝۱۲ فِيمَا نَقُضُهُمْ مِّيثَاقَهُمْ لَعْنَهُمْ وَ

سیدھی راہ سو اُن کے عہد توڑنے پر ہم نے اُن کو لعنت کی اور

جَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قَاسِيَةً يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ^۴

کو دیئے اُن کے دل سیاہ بدلتے ہیں کلام کو اپنے ٹھکانے سے

وَنَسُوا حَظًّا مِمَّا ذُكِّرُوا بِهِ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلَى

اور بھول گئے ایک فائدہ لینا اس نصیحت سے جو اُن کو کی تھی اور ہمیشہ تو خبر پاتا ہے

خَائِنَةٍ مِنْهُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ

اُن کی ایک دغا کی مگر تھوڑے لوگ ان میں سوماخت کر اور درگزر ان سے

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ^{۱۳} وَمِنَ الَّذِينَ قَالُوا

اللہ چاہتا ہے نیکی والوں کو اور وہ جو کہتے ہیں آپ کو

إِنَّا نَصْرِي أَخَذْنَا مِيثَاقَهُمْ فَنَسُوا حَظًّا مِمَّا ذُكِّرُوا

نصاری اُن سے بھی لیا تھا ہم نے عہد ان کا پھر بھول گئے ایک فائدہ لینا

بِهِ فَآخَرْتِنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَى يَوْمِ

اس نصیحت سے جو ان کو کی تھی پھر ہم نے لگا دی آپس میں دشمنی اور کینہ قیامت

الْقِيَامَةِ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللَّهُ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ^{۱۴}

کے دن تک اور آخر بتا دیگا ان کو اللہ جو کچھ کرتے ہیں۔

ذکر عہود اہم سابقہ و بد عہدی اوشان نتیجہ آن

قَالَ تَعَالَى وَلَقَدْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَآئِيلَ... اے.... بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ۔

(ربط) ابتدا سورت یٰۤاَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اَوْفُوا بِالْعُقُودِ اور وَاذْكُرُوا الْفَيْثَةَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ

وَمِيثَاقَهُ۔ میں اہل اسلام کے عہد اور ميثاق کا ذکر تھا اب حق سبحانہ و تعالیٰ اُن عہود کا ذکر

کرتے ہیں کہ جو اہم سابقہ سے لیے گئے تھے اور ایفاء عہد پر اُن سے تکفیر سیئات اور اذخا

جنات کا وعدہ کیا گیا تھا اور جن کی خلاف ورزی پر خدا کی جانب سے ان پر قہر آیا اور طرح

طرح کی بلاؤں میں مبتلا کیے گئے مقصود مسلمانوں کو ڈرانا ہے کہ تم بنی اسرائیل کی طرح بد عہدی نہ کرنا مبادا ان کی طرح تم کو بھی روزِ بد دیکھنا پڑے اور اسے مسلمانو! تم یہ نہ سمجھنا کہ عہدِ خاص تمہیں سے لیا گیا کہ جس کی پابندی کی تم کو تاکید کی جاتی ہے بلکہ تم سے پہلے انبیاء سابقین نے اپنی امتوں سے ایسا ہی عہد لیا تھا تم کو چاہیے کہ اپنے عہد کو پورا کرو اور پیکھلوں کی طرح عہد شکنی کر کے ذلت اور خواری میں نہ پڑو چنانچہ فرماتے ہیں اور البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے گذشتہ زمانہ میں بنی اسرائیل سے ایک سخت عہد لیا جس کا ذکر آئندہ آیت میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے اپنی عبادت اور توریت پر قائم رہنے کا عہد لیا اور پھر ان کی نگرانی کے لیے ہم نے ان میں سے بارہ سردار مقرر کیے جن کا کام یہ تھا کہ وہ بنی اسرائیل کے احوال کی نگرانی کریں اور عہدِ خداوندی کے پورا کرنے کی ان کو تاکید کرتے رہیں چونکہ بنی اسرائیل کے کل بارہ قبیلے تھے اس لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہر قبیلہ سے ایک سردار منتخب کیا جو اپنی قوم کا ذمہ دار ہو اور قوم کو اعداء اللہ سے جہاد و قتال کے لیے آمادہ کرے اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب لیلۃ العقبہ میں صحابہ سے بیعت لی تو ان میں سے بارہ نقیب مقرر کیے تین قبیلہ اوس کے اور نو قبیلہ خزرج کے یہ لوگ اپنی اپنی قوم کے عرفاء یعنی چودھری تھے اپنی قوم کی طرف سے آپ کے دست مبارک پر سمع و طاعت کی بیعت کی اور جابر بن سمرہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں بارہ خلیفہ ہوں گے مطلب یہ ہے کہ میری امت میں بارہ خلیفہ ایسے نیک اور صالح ہوں گے کہ جو ٹھیک ٹھیک حق کو قائم کریں گے اور امت میں ٹھیک ٹھیک عدل و انصاف کریں گے اور ان کے دورِ حکومت میں اسلام کو عزت حاصل ہوگی لیکن یہ لازم نہیں کہ ان بارہ کا زمانہ مسلسل اور لگاتار ہو ان میں سے چار تو خلفاء راشدین ہوئے اور ایک عمر بن عبد العزیز ہوئے اور انہی بارہ میں ایک امام ہمدی ہوں گے جن کا ذکر حدیثوں میں آیا ہے اور توریت میں جہاں حضرت اسمعیل علیہ السلام کی بشارت آئی ہے وہاں یہ بھی آیا ہے کہ ان کی پشت سے بارہ سردار ہوں گے ان سے ہی بارہ خلفاء مراد ہیں جن کا حدیث میں ذکر آیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے یہ کہا کہ تحقیق میں تمہارے ساتھ ہوں یعنی تمہارا ناصر اور مددگار ہوں بشرطیکہ تم میرے عہد پر قائم رہو اور وہ عہد یہ ہے کہ اگر تم نے نماز کو قائم رکھا اور زکوٰۃ دیتے رہے اور میرے سب رسولوں پر ایمان لے آئے اور ان کی مدد کرتے رہے اور علاوہ زکوٰۃ کے خدا تعالیٰ کو قرضِ حسد دیتے رہے یعنی مفسد خدا کی خوشنودی اور آخرت کے ثواب کے لیے جہاد وغیرہ میں خرچ کرتے رہے اور بلا کسی دنیاوی غرض کے فقراء و مساکین پر خیرات کرتے رہے یہ قرضِ حسن یعنی نیک قرض ہے سو اگر تم اس عہد پر قائم

رہے تو میں اس کے صلہ میں ضرور تمہاری برائیاں دور کر دوں گا اور ضرور تم کو ایسے باخوں میں داخل کروں گا جن کے درختوں کے نیچے نہریں جاری ہوں گی یعنی اگر تم اپنے عہد پر قائم رہے تو میری طرف سے تمہارا صلہ گناہوں کی معافی اور بہشت ہے پھر تم میں سے جو اس پختہ عہد اور پیمان کے بعد منحرف ہو جائے تو وہ بلاشبہ سیدھے راستہ سے بہک گیا بد عہدی کر کے نجات کا راستہ گم کیا اور ہلاکت کے گڑھے میں جاگرا مگر بنی اسرائیل نے باوجود اس پختہ عہد اور پیمان کے عہد شکنی کی اور طرح طرح کی ذلتوں اور مصیبتوں میں مبتلا ہوتے چنانچہ فرماستے ہیں پس ہم نے اُن کی عہد شکنی کی وجہ سے ان پر لعنت کی یعنی اپنی رحمت اور عنایت اور ہدایت سے اُن کو دور پھینک دیا اور اُن کے دلوں کو سخت کر دیا کہ کوئی حق اور ہدایت اُن کے دل میں نہیں اترتی اور کوئی نصیحت اُن کو کارگر نہیں ہوتی اب اس کے بعد اُن کی حالت یہ ہے کہ وہ کلام خداوندی یعنی توریت میں لفظی اور معنوی ہر قسم کی تحریف کرتے ہیں اور اس کے حروف اور الفاظ کو اپنے موقع اور محل سے ہٹا دیتے ہیں کبھی حروف اور الفاظ میں تحریف کرتے ہیں اور کبھی اس کے معنی میں اور کبھی تاویلات میں اور کبھی حذف کرتے ہیں اور کبھی کوئی لفظ زیادہ کرتے ہیں غرض یہ کہ کلام خداوندی میں جس قدر اور جس قسم کی تحریف ممکن تھی وہ سب کی جس کا اعتراف علامہ یہود اور نصاریٰ کو بھی ہے اور فراموش کر دیا بڑا حصہ اس نصیحت کا جو اُن کو توریت میں کی گئی تھی یعنی اُن کو توریت میں بہت سی نصیحتیں کی گئی تھیں مغلہ اُن کے ایک نصیحت یہ کی گئی تھی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا اور اُن کی نعت اور صفت کو نہ چھپانا لیکن انہوں نے اس نصیحت کو بھلا دیا توریت میں تحریف کی اور آپ کی صفات کو چھپایا اور آپ پر ایمان نہیں لائے اور اسے بنی کریم آپ ہمیشہ اُن کی ایک نہ ایک خیانت پر مطلع ہوتے رہیں گے یعنی آپ ان بنی اسرائیل کی شرارتیں اور عہد شکنیاں کہاں تک دیکھیں گے یہ تو ان کی موروثی چیز ہے یہ لوگ ہمیشہ ایسا ہی کرتے رہیں گے مگر ان کے معدودے چند اس خیانت سے بری ہیں جیسے عبد اللہ بن سلامؓ اور اُن کے رفقاء پس آپ ان خائنین کو معاف کیجئے اور ان سے درگزر کیجئے یعنی جب ان کی عادت ہی یہ ٹھہری تو آپ درگزر فرمائی اور جب تک کھلم کھلا مقابلہ پر نہ آئیں اس وقت تک ان پر تلوار نہ اٹھائیے اگرچہ درپردہ کتنی ہی خیانتیں کریں بے شک اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے یہاں تک یہود کا حال بیان فرمایا اب آگے کچھ نصاریٰ کا حال بیان فرماتے ہیں اور جو لوگ اپنے آپ کو زبان سے نصاریٰ کہتے ہیں گویا کہ وہ درپردہ اس بات کے مدعی ہیں کہ ہم حضرت مسیح بن مریمؑ اور انجیل کے ماننے والے ہیں ہم نے اُن سے بھی انجیل میں فار قلیط پر ایمان لاسنے اور اُن کی مدد کرنے

کا عہد لیا تھا پس انہوں نے اس نصیحت کا ایک حصہ بھلا دیا کہ جو اُن کو کی گئی تھی یعنی وہ بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لائے اور اپنے عہد کو بھول گئے حتیٰ کہ توحید سے بھی منحرف ہو گئے پس یہود کی طرح نصاریٰ بھی اس عہد شکنی کی بناء پر مورد عتاب بنے اس لیے ہم نے اُن کے درمیان دشمنی اور کینہ ڈال دیا جو قیامت تک ان میں رہے گا نصاریٰ میں مختلف فرقے ہیں جو ایک دوسرے سے بغض اور عداوت رکھتے ہیں ایک گروہ دوسرے گروہ کو کافر اور ملعون بتاتا ہے اور یہ تو دنیوی سزا ہوئی۔ رہی آخرت سو عفریب اللہ تعالیٰ اُن کو قیامت کے دن جتلا دیں گے کہ وہ دنیا میں کیا کرتے تھے بد عہدی کا انجام ان کے سامنے آجائے گا پس اے مسلمانو تم کو ان سے سبق لینا چاہیے اور ان کے انجام بد کو اپنیلے درس عبرت سمجھنا چاہیے اس میں شبہ نہیں کہ آج مسلمانوں میں بھی تشتت اور تفرق اور مذہبی تصادم نظر آتا ہے لیکن بحمد تعالیٰ ہم میں وحی الہی اور قانون خداوندی یعنی کتاب و سنت بلا کم و کاست محفوظ ہے اس لیے مسلمانوں کا اختلاف قابل التفات نہیں اس لیے کہ مسلمانوں کی سواد اعظم یعنی اہل سنت والجماعت اسی حق اور صداقت پر قائم ہے جس کو من جانب اللہ نبی برحق لے کر آئے اور صحابہ کرام نے اس امانت کو بحفاظت امت تک پہنچا دیا وحی الہی کی مشعل مسلمانوں میں محفوظ ہے بخلاف یہود اور نصاریٰ کے کہ اُن کے پاس وحی الہی کی کوئی مشعل موجود نہیں اصل توریت اور انجیل ان کے پاس محفوظ نہیں حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ جو حق اور ہدایت اُن کو دیکر گئے تھے وہ گم کر بیٹھے ہیں محض محرف بائبل سے وابستہ ہیں فقط مذہب کے نام پر ایک دوسرے سے برسر پیکار ہیں مغربی اقوام مذہبی حیثیت سے غایت درجہ مشتت ہیں البتہ اگر دنیاوی اور سیاسی مصالح کی بناء پر مسلمانوں کے مقابلہ میں یا اور کسی قوم کے مقابلہ میں متفق ہو جائیں تو وہ دوسری بات ہے مغربی اقوام کی ہمت ہمہ تن دنیا پر مقصور ہے یہ لوگ درحقیقت دھڑ اور لا مذہب ہیں اگرچہ برائے نام اپنے آپ کو نصراں کہتے ہیں۔

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا

اے کتاب والو آیا ہے تم پاس رسول ہمارا کھولتا ہے تم پر بہت

مِمَّا كُنْتُمْ تَخْفَوْنَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ

چیزیں جو تم چھپاتے تھے کتاب کی اور درگزر کرتا ہے بہت چیز سے

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ ۝ يَهْدِي

تم پاس آئی ہے اللہ کی طرف سے روشنی اور کتاب بیان کرتی جس سے اللہ

بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُم

راہ پر لاتا ہے جو کوئی تابع ہوا اس کی رضا کا بچاؤ کی راہ پر اور ان کو نکالتا

مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ إِلَى

ہے اندھیروں سے روشنی میں اپنے حکم سے اور اُن کو چلاتا ہے

صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝

سیدھی راہ

خطاب نصیحت مآب بسوئے جمع اہل کتاب برائے تصدیق
رسالت محمدی علی صاحبہا الف الف صلوٰۃ و الف الف تحیمہ

قَالَ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُونَ مِنَ اللَّهِ ۚ فَاتَّبِعُوا آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ (۱) (۲) (۳) (۴) (۵) (۶) (۷) (۸) (۹) (۱۰) (۱۱) (۱۲) (۱۳) (۱۴) (۱۵) (۱۶) (۱۷) (۱۸) (۱۹) (۲۰) (۲۱) (۲۲) (۲۳) (۲۴) (۲۵) (۲۶) (۲۷) (۲۸) (۲۹) (۳۰) (۳۱) (۳۲) (۳۳) (۳۴) (۳۵) (۳۶) (۳۷) (۳۸) (۳۹) (۴۰) (۴۱) (۴۲) (۴۳) (۴۴) (۴۵) (۴۶) (۴۷) (۴۸) (۴۹) (۵۰) (۵۱) (۵۲) (۵۳) (۵۴) (۵۵) (۵۶) (۵۷) (۵۸) (۵۹) (۶۰) (۶۱) (۶۲) (۶۳) (۶۴) (۶۵) (۶۶) (۶۷) (۶۸) (۶۹) (۷۰) (۷۱) (۷۲) (۷۳) (۷۴) (۷۵) (۷۶) (۷۷) (۷۸) (۷۹) (۸۰) (۸۱) (۸۲) (۸۳) (۸۴) (۸۵) (۸۶) (۸۷) (۸۸) (۸۹) (۹۰) (۹۱) (۹۲) (۹۳) (۹۴) (۹۵) (۹۶) (۹۷) (۹۸) (۹۹) (۱۰۰) (۱۰۱) (۱۰۲) (۱۰۳) (۱۰۴) (۱۰۵) (۱۰۶) (۱۰۷) (۱۰۸) (۱۰۹) (۱۱۰) (۱۱۱) (۱۱۲) (۱۱۳) (۱۱۴) (۱۱۵) (۱۱۶) (۱۱۷) (۱۱۸) (۱۱۹) (۱۲۰) (۱۲۱) (۱۲۲) (۱۲۳) (۱۲۴) (۱۲۵) (۱۲۶) (۱۲۷) (۱۲۸) (۱۲۹) (۱۳۰) (۱۳۱) (۱۳۲) (۱۳۳) (۱۳۴) (۱۳۵) (۱۳۶) (۱۳۷) (۱۳۸) (۱۳۹) (۱۴۰) (۱۴۱) (۱۴۲) (۱۴۳) (۱۴۴) (۱۴۵) (۱۴۶) (۱۴۷) (۱۴۸) (۱۴۹) (۱۵۰) (۱۵۱) (۱۵۲) (۱۵۳) (۱۵۴) (۱۵۵) (۱۵۶) (۱۵۷) (۱۵۸) (۱۵۹) (۱۶۰) (۱۶۱) (۱۶۲) (۱۶۳) (۱۶۴) (۱۶۵) (۱۶۶) (۱۶۷) (۱۶۸) (۱۶۹) (۱۷۰) (۱۷۱) (۱۷۲) (۱۷۳) (۱۷۴) (۱۷۵) (۱۷۶) (۱۷۷) (۱۷۸) (۱۷۹) (۱۸۰) (۱۸۱) (۱۸۲) (۱۸۳) (۱۸۴) (۱۸۵) (۱۸۶) (۱۸۷) (۱۸۸) (۱۸۹) (۱۹۰) (۱۹۱) (۱۹۲) (۱۹۳) (۱۹۴) (۱۹۵) (۱۹۶) (۱۹۷) (۱۹۸) (۱۹۹) (۲۰۰) (۲۰۱) (۲۰۲) (۲۰۳) (۲۰۴) (۲۰۵) (۲۰۶) (۲۰۷) (۲۰۸) (۲۰۹) (۲۱۰) (۲۱۱) (۲۱۲) (۲۱۳) (۲۱۴) (۲۱۵) (۲۱۶) (۲۱۷) (۲۱۸) (۲۱۹) (۲۲۰) (۲۲۱) (۲۲۲) (۲۲۳) (۲۲۴) (۲۲۵) (۲۲۶) (۲۲۷) (۲۲۸) (۲۲۹) (۲۳۰) (۲۳۱) (۲۳۲) (۲۳۳) (۲۳۴) (۲۳۵) (۲۳۶) (۲۳۷) (۲۳۸) (۲۳۹) (۲۴۰) (۲۴۱) (۲۴۲) (۲۴۳) (۲۴۴) (۲۴۵) (۲۴۶) (۲۴۷) (۲۴۸) (۲۴۹) (۲۵۰) (۲۵۱) (۲۵۲) (۲۵۳) (۲۵۴) (۲۵۵) (۲۵۶) (۲۵۷) (۲۵۸) (۲۵۹) (۲۶۰) (۲۶۱) (۲۶۲) (۲۶۳) (۲۶۴) (۲۶۵) (۲۶۶) (۲۶۷) (۲۶۸) (۲۶۹) (۲۷۰) (۲۷۱) (۲۷۲) (۲۷۳) (۲۷۴) (۲۷۵) (۲۷۶) (۲۷۷) (۲۷۸) (۲۷۹) (۲۸۰) (۲۸۱) (۲۸۲) (۲۸۳) (۲۸۴) (۲۸۵) (۲۸۶) (۲۸۷) (۲۸۸) (۲۸۹) (۲۹۰) (۲۹۱) (۲۹۲) (۲۹۳) (۲۹۴) (۲۹۵) (۲۹۶) (۲۹۷) (۲۹۸) (۲۹۹) (۳۰۰) (۳۰۱) (۳۰۲) (۳۰۳) (۳۰۴) (۳۰۵) (۳۰۶) (۳۰۷) (۳۰۸) (۳۰۹) (۳۱۰) (۳۱۱) (۳۱۲) (۳۱۳) (۳۱۴) (۳۱۵) (۳۱۶) (۳۱۷) (۳۱۸) (۳۱۹) (۳۲۰) (۳۲۱) (۳۲۲) (۳۲۳) (۳۲۴) (۳۲۵) (۳۲۶) (۳۲۷) (۳۲۸) (۳۲۹) (۳۳۰) (۳۳۱) (۳۳۲) (۳۳۳) (۳۳۴) (۳۳۵) (۳۳۶) (۳۳۷) (۳۳۸) (۳۳۹) (۳۴۰) (۳۴۱) (۳۴۲) (۳۴۳) (۳۴۴) (۳۴۵) (۳۴۶) (۳۴۷) (۳۴۸) (۳۴۹) (۳۵۰) (۳۵۱) (۳۵۲) (۳۵۳) (۳۵۴) (۳۵۵) (۳۵۶) (۳۵۷) (۳۵۸) (۳۵۹) (۳۶۰) (۳۶۱) (۳۶۲) (۳۶۳) (۳۶۴) (۳۶۵) (۳۶۶) (۳۶۷) (۳۶۸) (۳۶۹) (۳۷۰) (۳۷۱) (۳۷۲) (۳۷۳) (۳۷۴) (۳۷۵) (۳۷۶) (۳۷۷) (۳۷۸) (۳۷۹) (۳۸۰) (۳۸۱) (۳۸۲) (۳۸۳) (۳۸۴) (۳۸۵) (۳۸۶) (۳۸۷) (۳۸۸) (۳۸۹) (۳۹۰) (۳۹۱) (۳۹۲) (۳۹۳) (۳۹۴) (۳۹۵) (۳۹۶) (۳۹۷) (۳۹۸) (۳۹۹) (۴۰۰) (۴۰۱) (۴۰۲) (۴۰۳) (۴۰۴) (۴۰۵) (۴۰۶) (۴۰۷) (۴۰۸) (۴۰۹) (۴۱۰) (۴۱۱) (۴۱۲) (۴۱۳) (۴۱۴) (۴۱۵) (۴۱۶) (۴۱۷) (۴۱۸) (۴۱۹) (۴۲۰) (۴۲۱) (۴۲۲) (۴۲۳) (۴۲۴) (۴۲۵) (۴۲۶) (۴۲۷) (۴۲۸) (۴۲۹) (۴۳۰) (۴۳۱) (۴۳۲) (۴۳۳) (۴۳۴) (۴۳۵) (۴۳۶) (۴۳۷) (۴۳۸) (۴۳۹) (۴۴۰) (۴۴۱) (۴۴۲) (۴۴۳) (۴۴۴) (۴۴۵) (۴۴۶) (۴۴۷) (۴۴۸) (۴۴۹) (۴۵۰) (۴۵۱) (۴۵۲) (۴۵۳) (۴۵۴) (۴۵۵) (۴۵۶) (۴۵۷) (۴۵۸) (۴۵۹) (۴۶۰) (۴۶۱) (۴۶۲) (۴۶۳) (۴۶۴) (۴۶۵) (۴۶۶) (۴۶۷) (۴۶۸) (۴۶۹) (۴۷۰) (۴۷۱) (۴۷۲) (۴۷۳) (۴۷۴) (۴۷۵) (۴۷۶) (۴۷۷) (۴۷۸) (۴۷۹) (۴۸۰) (۴۸۱) (۴۸۲) (۴۸۳) (۴۸۴) (۴۸۵) (۴۸۶) (۴۸۷) (۴۸۸) (۴۸۹) (۴۹۰) (۴۹۱) (۴۹۲) (۴۹۳) (۴۹۴) (۴۹۵) (۴۹۶) (۴۹۷) (۴۹۸) (۴۹۹) (۵۰۰) (۵۰۱) (۵۰۲) (۵۰۳) (۵۰۴) (۵۰۵) (۵۰۶) (۵۰۷) (۵۰۸) (۵۰۹) (۵۱۰) (۵۱۱) (۵۱۲) (۵۱۳) (۵۱۴) (۵۱۵) (۵۱۶) (۵۱۷) (۵۱۸) (۵۱۹) (۵۲۰) (۵۲۱) (۵۲۲) (۵۲۳) (۵۲۴) (۵۲۵) (۵۲۶) (۵۲۷) (۵۲۸) (۵۲۹) (۵۳۰) (۵۳۱) (۵۳۲) (۵۳۳) (۵۳۴) (۵۳۵) (۵۳۶) (۵۳۷) (۵۳۸) (۵۳۹) (۵۴۰) (۵۴۱) (۵۴۲) (۵۴۳) (۵۴۴) (۵۴۵) (۵۴۶) (۵۴۷) (۵۴۸) (۵۴۹) (۵۵۰) (۵۵۱) (۵۵۲) (۵۵۳) (۵۵۴) (۵۵۵) (۵۵۶) (۵۵۷) (۵۵۸) (۵۵۹) (۵۶۰) (۵۶۱) (۵۶۲) (۵۶۳) (۵۶۴) (۵۶۵) (۵۶۶) (۵۶۷) (۵۶۸) (۵۶۹) (۵۷۰) (۵۷۱) (۵۷۲) (۵۷۳) (۵۷۴) (۵۷۵) (۵۷۶) (۵۷۷) (۵۷۸) (۵۷۹) (۵۸۰) (۵۸۱) (۵۸۲) (۵۸۳) (۵۸۴) (۵۸۵) (۵۸۶) (۵۸۷) (۵۸۸) (۵۸۹) (۵۹۰) (۵۹۱) (۵۹۲) (۵۹۳) (۵۹۴) (۵۹۵) (۵۹۶) (۵۹۷) (۵۹۸) (۵۹۹) (۶۰۰) (۶۰۱) (۶۰۲) (۶۰۳) (۶۰۴) (۶۰۵) (۶۰۶) (۶۰۷) (۶۰۸) (۶۰۹) (۶۱۰) (۶۱۱) (۶۱۲) (۶۱۳) (۶۱۴) (۶۱۵) (۶۱۶) (۶۱۷) (۶۱۸) (۶۱۹) (۶۲۰) (۶۲۱) (۶۲۲) (۶۲۳) (۶۲۴) (۶۲۵) (۶۲۶) (۶۲۷) (۶۲۸) (۶۲۹) (۶۳۰) (۶۳۱) (۶۳۲) (۶۳۳) (۶۳۴) (۶۳۵) (۶۳۶) (۶۳۷) (۶۳۸) (۶۳۹) (۶۴۰) (۶۴۱) (۶۴۲) (۶۴۳) (۶۴۴) (۶۴۵) (۶۴۶) (۶۴۷) (۶۴۸) (۶۴۹) (۶۵۰) (۶۵۱) (۶۵۲) (۶۵۳) (۶۵۴) (۶۵۵) (۶۵۶) (۶۵۷) (۶۵۸) (۶۵۹) (۶۶۰) (۶۶۱) (۶۶۲) (۶۶۳) (۶۶۴) (۶۶۵) (۶۶۶) (۶۶۷) (۶۶۸) (۶۶۹) (۶۷۰) (۶۷۱) (۶۷۲) (۶۷۳) (۶۷۴) (۶۷۵) (۶۷۶) (۶۷۷) (۶۷۸) (۶۷۹) (۶۸۰) (۶۸۱) (۶۸۲) (۶۸۳) (۶۸۴) (۶۸۵) (۶۸۶) (۶۸۷) (۶۸۸) (۶۸۹) (۶۹۰) (۶۹۱) (۶۹۲) (۶۹۳) (۶۹۴) (۶۹۵) (۶۹۶) (۶۹۷) (۶۹۸) (۶۹۹) (۷۰۰) (۷۰۱) (۷۰۲) (۷۰۳) (۷۰۴) (۷۰۵) (۷۰۶) (۷۰۷) (۷۰۸) (۷۰۹) (۷۱۰) (۷۱۱) (۷۱۲) (۷۱۳) (۷۱۴) (۷۱۵) (۷۱۶) (۷۱۷) (۷۱۸) (۷۱۹) (۷۲۰) (۷۲۱) (۷۲۲) (۷۲۳) (۷۲۴) (۷۲۵) (۷۲۶) (۷۲۷) (۷۲۸) (۷۲۹) (۷۳۰) (۷۳۱) (۷۳۲) (۷۳۳) (۷۳۴) (۷۳۵) (۷۳۶) (۷۳۷) (۷۳۸) (۷۳۹) (۷۴۰) (۷۴۱) (۷۴۲) (۷۴۳) (۷۴۴) (۷۴۵) (۷۴۶) (۷۴۷) (۷۴۸) (۷۴۹) (۷۵۰) (۷۵۱) (۷۵۲) (۷۵۳) (۷۵۴) (۷۵۵) (۷۵۶) (۷۵۷) (۷۵۸) (۷۵۹) (۷۶۰) (۷۶۱) (۷۶۲) (۷۶۳) (۷۶۴) (۷۶۵) (۷۶۶) (۷۶۷) (۷۶۸) (۷۶۹) (۷۷۰) (۷۷۱) (۷۷۲) (۷۷۳) (۷۷۴) (۷۷۵) (۷۷۶) (۷۷۷) (۷۷۸) (۷۷۹) (۷۸۰) (۷۸۱) (۷۸۲) (۷۸۳) (۷۸۴) (۷۸۵) (۷۸۶) (۷۸۷) (۷۸۸) (۷۸۹) (۷۹۰) (۷۹۱) (۷۹۲) (۷۹۳) (۷۹۴) (۷۹۵) (۷۹۶) (۷۹۷) (۷۹۸) (۷۹۹) (۸۰۰) (۸۰۱) (۸۰۲) (۸۰۳) (۸۰۴) (۸۰۵) (۸۰۶) (۸۰۷) (۸۰۸) (۸۰۹) (۸۱۰) (۸۱۱) (۸۱۲) (۸۱۳) (۸۱۴) (۸۱۵) (۸۱۶) (۸۱۷) (۸۱۸) (۸۱۹) (۸۲۰) (۸۲۱) (۸۲۲) (۸۲۳) (۸۲۴) (۸۲۵) (۸۲۶) (۸۲۷) (۸۲۸) (۸۲۹) (۸۳۰) (۸۳۱) (۸۳۲) (۸۳۳) (۸۳۴) (۸۳۵) (۸۳۶) (۸۳۷) (۸۳۸) (۸۳۹) (۸۴۰) (۸۴۱) (۸۴۲) (۸۴۳) (۸۴۴) (۸۴۵) (۸۴۶) (۸۴۷) (۸۴۸) (۸۴۹) (۸۵۰) (۸۵۱) (۸۵۲) (۸۵۳) (۸۵۴) (۸۵۵) (۸۵۶) (۸۵۷) (۸۵۸) (۸۵۹) (۸۶۰) (۸۶۱) (۸۶۲) (۸۶۳) (۸۶۴) (۸۶۵) (۸۶۶) (۸۶۷) (۸۶۸) (۸۶۹) (۸۷۰) (۸۷۱) (۸۷۲) (۸۷۳) (۸۷۴) (۸۷۵) (۸۷۶) (۸۷۷) (۸۷۸) (۸۷۹) (۸۸۰) (۸۸۱) (۸۸۲) (۸۸۳) (۸۸۴) (۸۸۵) (۸۸۶) (۸۸۷) (۸۸۸) (۸۸۹) (۸۹۰) (۸۹۱) (۸۹۲) (۸۹۳) (۸۹۴) (۸۹۵) (۸۹۶) (۸۹۷) (۸۹۸) (۸۹۹) (۹۰۰) (۹۰۱) (۹۰۲) (۹۰۳) (۹۰۴) (۹۰۵) (۹۰۶) (۹۰۷) (۹۰۸) (۹۰۹) (۹۱۰) (۹۱۱) (۹۱۲) (۹۱۳) (۹۱۴) (۹۱۵) (۹۱۶) (۹۱۷) (۹۱۸) (۹۱۹) (۹۲۰) (۹۲۱) (۹۲۲) (۹۲۳) (۹۲۴) (۹۲۵) (۹۲۶) (۹۲۷) (۹۲۸) (۹۲۹) (۹۳۰) (۹۳۱) (۹۳۲) (۹۳۳) (۹۳۴) (۹۳۵) (۹۳۶) (۹۳۷) (۹۳۸) (۹۳۹) (۹۴۰) (۹۴۱) (۹۴۲) (۹۴۳) (۹۴۴) (۹۴۵) (۹۴۶) (۹۴۷) (۹۴۸) (۹۴۹) (۹۵۰) (۹۵۱) (۹۵۲) (۹۵۳) (۹۵۴) (۹۵۵) (۹۵۶) (۹۵۷) (۹۵۸) (۹۵۹) (۹۶۰) (۹۶۱) (۹۶۲) (۹۶۳) (۹۶۴) (۹۶۵) (۹۶۶) (۹۶۷) (۹۶۸) (۹۶۹) (۹۷۰) (۹۷۱) (۹۷۲) (۹۷۳) (۹۷۴) (۹۷۵) (۹۷۶) (۹۷۷) (۹۷۸) (۹۷۹) (۹۸۰) (۹۸۱) (۹۸۲) (۹۸۳) (۹۸۴) (۹۸۵) (۹۸۶) (۹۸۷) (۹۸۸) (۹۸۹) (۹۹۰) (۹۹۱) (۹۹۲) (۹۹۳) (۹۹۴) (۹۹۵) (۹۹۶) (۹۹۷) (۹۹۸) (۹۹۹) (۱۰۰۰)

تم کو ظلمتوں اور تاریکیوں سے نکال کر نور حق کی طرف لے جاتا ہے یہ سب باتیں اس امر کی واضح دلیل ہیں کہ یہ سب کچھ تعلیم ربّانی اور تائید یزدانی کا کرشمہ ہے اس لیے کہ یہ تو ناممکن اور محال ہے کہ بنی امی ان کی کتابیں دیکھ کر یہ باتیں معلوم کر لیں سوائے وحی ربّانی کے علم کا کوئی ذریعہ نہیں لہذا تم ان پر ایمان لاؤ تاکہ اندھیرے سے نکل کر روشنی کی طرف آ جاؤ چنانچہ فرماتے ہیں اے اہل کتاب جہالت کو چھوڑو اور ہدایت اور علم کی طرف دوڑو تحقیق آپہنچا تمہارے پاس ہمارا رسول محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن کے علم کی یہ شان ہے کہ وہ تمہارے سامنے توریت اور انجیل کی بہت سی پوشیدہ چیزوں کو کھول کر بیان کرتا ہے جنکو تم چھپاتے تھے یعنی وہ بنی امی بہت سے امور میں تم پر یہ ظاہر کر دیتا ہے کہ تمہاری کتاب میں یوں یوں لکھا ہے اور اسکے علم اور بردباری کا یہ حال ہے کہ بہت سی باتوں سے وہ بنی درگزر کرتا ہے اور باوجود علم کے ان کے اظہار سے چشم پوشی کرتا ہے مقصود صرف ان پر اس بات کا ظاہر کرنا تھا کہ جن باتوں کو چھپاتے ہو وہ بذریعہ وحی کے مجھے معلوم ہیں اگر میں خدا کا بنی نہ ہوتا تو مجھ کو کیا خبر تھی کہ تمہاری کتابوں میں کیا لکھا ہوا ہے میں تو امی ہوں کتاب پڑھا ہوا نہیں لہذا تم کو چاہیے کہ اپنی فصاحت سے ڈرو اور مجھ پر ایمان لاؤ میرا یہ علم اور یہ حلم میرا معجزہ ہے میں تمہیں رسوا کرنا نہیں چاہتا صرف تنبیہ مقصود ہے اور اے اہل کتاب اگر بالعرض یہ بنی امی تمہاری پوشیدہ باتوں کو بھی نہ ظاہر کرتا تب بھی تم پر اس کی دعوت کا قبول کرنا واجب تھا اس لیے کہ تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا ہے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ایک روشن کتاب آئی ہے قتادہ اور زجاج سے منقول ہے کہ نور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات مراد ہے (روح المعانی ص ۸ ج ۴ و تفسیر قرطبی ص ۱۱۳)

اور کتاب میں سے قرآن مجید مراد ہے مطلب یہ ہے کہ آپ کی ذات بابرکات خود آپ کی نبوت و رسالت کی ایک دلیل ہے۔ آفتاب آمد دلیل آفتاب : مگر دلیلے باید از دوسے رد متاب۔

اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نور ہدایت اور سراج منیر بنا کر بھیجا ہے اور اسکے علاوہ یہ کتاب میں آپ کی نبوت کی دلیل ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب میں سے ان لوگوں کو جو رضا خداوندی کے طلب گار اور پیروکار ہوں سلامتی کی راہیں دکھلاتا ہے کہ قیامت کے غم اور خوف سے محفوظ ہو جائیں یعنی وہ کتاب میں ایسے صحیح عقائد اور صحیح اعمال کی ہدایت کرتی ہے جس سے دنیا اور آخرت کی سلامتی حاصل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ انکو کفر اور معصیت کی تاریکیوں سے نکال کر دین اسلام کی روشنی میں لاتا ہے اپنے حکم سے یعنی اُسکی توفیق اور فضل سے ہدایت ملتی ہے بغیر اسکے حکم اور ارادہ کے کچھ نہیں ہو سکتا اور چلاتا ہے انکو سیدھی راہ کی طرف پس اے اہل کتاب تم اس کتاب میں کو قبول کرو اور اپنی جہالت کے ظلمت سے نکل کر اس شمع ہدایت کی روشنی میں آ جاؤ۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ

بے شک کافر ہوئے جنہوں نے کہا اللہ وہی مسیح مریم کا بیٹا

مَرْيَمَ طَقُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ أَنْ

تو کہہ پھر کس کا کچھ چلتا ہے اللہ سے اگر وہ چاہے

يُهْلِكَ الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ

کہ کھپا دے مسیح مریم کے بیٹے کو اور اس کی ماں کو اور جتنے لوگ ہیں زمین

جَمِيعًا طَوِيلَهُ مَلِكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا

ہیں سارے اور اللہ کو ہے سلطنت آسمان اور زمین کی اور جو

بَيْنَهُمَا طَيِّحًا طَوِيلَهُ مَا يَشَاءُ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝۱۷

دونوں کے بیچ ہے بنانا ہے جو چاہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے

ابطال عقیدۃ الوہیت عیسیٰ علیہ السلام

قال تعالى لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ ط... وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (ربط) اگر شتہ آیت یعنی وَيَعْدِيَهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ میں سیدھے راستہ کا ذکر فرمایا اور صراط مستقیم وہ معتدل راہ ہے جو افراط اور تفريط کے ٹھیک درمیان میں ہو اب اس آیت میں نصاریٰ کے عقیدۃ الوہیت مسیح کا رد فرماتے ہیں کہ شرک اور تثلیث کی راہ صراط مستقیم سے بہت دور ہے چنانچہ فرماتے ہیں بلاشبہ اور قطعاً کافر ہوئے وہ لوگ جنہوں نے یہ کہا کہ اللہ وہی مسیح ہے جو مریم کا بیٹا ہے اس آیت میں فرقہ حلوٰیہ کا رد ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی انسان کے جسم یا روح میں حلول کر سکتا ہے نصاریٰ اگرچہ صراحتاً اس کے قائل نہیں لیکن اگر حقیقت کی طرف غور کیا جائے تو مطلب یہی نکلتا ہے اس لیے کہ نصاریٰ کا قول یہ ہے کہ کلمہ کا اقنوم عیسیٰ کے ساتھ متحد ہو گیا ہے تو ہم سوال کرتے ہیں کہ اقنوم کلمہ سے کیا مراد ہے ذات خداوندی مراد ہے یا صفت خداوندی مراد ہے اگر اقنوم سے ذات کے معنی مراد ہیں تو صراحتاً یہ مطلب ہو گا

کہ ذات خداوندی نے عیسے میں حلول کیا تو بے شک عیسیٰ الہ (خدا) ہو گیا اور اگر یہ کہیں کہ اقنوم سے صفت کے معنی مراد ہیں تو ایک ذات کی صفت کا دوسری ذات کی طرف منتقل ہونا عقلاً محال ہے اور اگر تھوڑی دیر کے لیے یہ تسلیم کر لیا جائے کہ اقنوم علم نے خدا کی ذات سے عیسے کی ذات کی طرف انتقال کیا تو ذات الہی علم سے خالی ہو گئی اور عیسیٰ کا الہ اور خدا ہونا لازم آیا اس سے معلوم ہوا کہ سب نصاریٰ اگرچہ صریح طور سے عیسے کو عین خدا نہ کہیں لیکن اُن کے مذہب کا حاصل اور مقتضی یہی ہے (تفسیر کبیر ص ۲۹ ج ۳)

اور ظاہر اور حق یہی ہے کہ نصاریٰ کے بعض فرقوں کا اب بھی یہی مذہب ہے نصاریٰ میں اصل تین فرقے ہیں ایک فرقہ نسطوریہ جو حضرت عیسیٰ کو ابن اللہ کہتا ہے دوسرا ملکانیہ جو حضرت عیسیٰ کو تین خداؤں میں کا ایک خدا کہتا ہے تیسرا فرقہ یعقوبیہ جو حضرت عیسیٰ کو اللہ کے ساتھ متقدماںتا ہے اسی فرقہ کے بارہ میں یہ آیت نازل ہوئی۔

اب آئندہ آیت میں الوہیت مسیح کے اعتقاد کا ابطال فرماتے ہیں آپ اُن سے کہہ دیجئے کہ اگر خدا تعالیٰ مسیح بن مریم کو جن کو تم عین خدا کہتے ہو اور اُن کے ساتھ اُن کی ماں کو جس نے اُن کو جنا ہے اور بلکہ روئے زمین کے تمام باشندوں کو بالکل نیست اور نابود کرنا چاہے تو کون ایسی قدرت والا ہے جو خدا کو اُس کے ارادہ سے روک سکے یا اس سے انتقام لے سکے عالم کی اجتماعی قوت اور ارادہ اُس کے ارادہ کو نہ روک سکتی ہے اور نہ ایک لمحہ کے لیے ملتوی کر سکتی ہے خدا کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ واجب الوجود اور قادر مطلق ہو کہ اگر سارے عالم کو قطعاً نیست اور نابود اور بالکل فنا کرنے کا ارادہ کر لے تو کوئی اس کے ارادہ کو نہ روک سکے۔

اوست سلطان ہرچہ خواہد آن کند : عالمے رادر دے ویراں کند
اور جو ذات ہلاکت اور فنا کو اپنے سے دفع نہ کر سکے وہ بلاشبہ عاجز اور کمزور ہے وہ خدا نہیں ہو سکتی اور نصاریٰ کے اعتقاد میں تو حضرت عیسیٰ کو سولی دی گئی اگر عیسیٰ علیہ السلام خدا ہوتے تو دشمن کے ہاتھ سے ہلاک نہ ہوتے وہ خدا ہی کیا ہو جو اپنے سے موت کو دفع نہ کر سکا۔

پس اسے نصاریٰ نے حیارے ذرا خور تو کرو کہ جو ذات (حضرت عیسیٰ) تمہارے اعتقاد اور اقرار کے مطابق اپنے سے موت اور فنا کا پیالہ نہ ہٹا سکے وہ کیسے خدا ہو سکتی ہے اور پھر یہ بھی تو سوچو کہ اللہ ہی کے لیے ہے بادشاہت آسمانوں کی اور زمین کی اور اُن تمام چیزوں کی جو ان کے درمیان ہیں جن میں عیسے علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ بھی داخل ہیں جس طرح آسمان اور زمین کی تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کی ملک اور تصرف میں ہیں اسی طرح

عیسیٰ علیہ السلام خدا کی ملک اور تصرف میں ہیں وہ خدا کیسے ہو سکتے ہیں اور اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے ہیں تو خوب سمجھ لینا چاہیے کہ اس طرح پیدا ہونا یہ دلیل الوہیت کی نہیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ جس چیز کو جس طرح چاہتے ہیں پیدا کرتے ہیں جیسے کسی کو بے ماں باپ دونوں کے پیدا کیا جیسے حضرت آدم علیہ السلام کو اس کی قدرت کے اعتبار سے تخلیق و تکوین کی تمام صورتیں برابر ہیں اس نے اپنی حکمت بالغہ سے کسی کو کسی طرح پیدا کیا اور کسی کو کسی طرح پیدا نہیں کیا اقیانوس الوہیت کی دلیل نہیں بن سکتا اور کیوں نہ برابر ہوں اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اُس کی قدرت کے لیے کسی سبب اور مادہ کی ضرورت نہیں وہ جس طرح چاہے پیدا کرے بغیر باپ کے پیدا ہونا دلیل الوہیت کی نہیں بلکہ کمال قدرت دلیل الوہیت ہے جو حضرت عیسیٰ میں نہیں پائی جاتی۔

فائدہ | شاہ عبدالقادر فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کسی جگہ نبیوں کے حق میں ایسی بات فرماتے ہیں تاکہ اُن کی امت اُن کو بندگی کی حد سے زیادہ نہ چڑھاویں
واللہ نبی اس لائق کا صیگو ہیں (موضح القرآن)

وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَىٰ نَحْنُ أَبْنَاءُ اللَّهِ

اور کہتے ہیں یہود اور نصاریٰ ہم بیٹے ہیں اللہ کے

وَإِحِبَّاءُ طُلُفٍ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوبِكُمْ بَلْ أَنْتُمْ

اور اس کے پیارے تو کہہ پھر کیوں عذاب کرتا ہے تم کو تمہارے گناہوں پر کوئی

بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ يَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ ط

نہیں تم بھی ایک انسان ہو اس کی پیدائش میں بخشے جس کو چاہے اور عذاب کرے جس کو چاہے

وَاللَّهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ذ

اور اللہ کو ہے سلطنت آسمان اور زمین کی اور جو دونوں کے بیچ ہے

وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ ۝۱۸

اور اس کی طرف رجوع ہے

اِبْطَالِ دَعْوَائے اہل کتاب بے بارہ قُرْب و اختصاصِ خداوندی

قال تعالى وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى نَحْنُ أَبْنَاءُ اللَّهِ وَاللَّهُ الْمُضِيُّرُ (ربط) گذشتہ آیات میں یہود و نصاریٰ کے بعض قبائح کا بیان تھا اب اس آیت میں یہ بیان فرمایا ہے کہ باوجود کفر و شرک اور مصیبت میں ملوث ہونے کے دعویٰ یہ ہے کہ ہم خدا تعالیٰ کے محبوب اور مقبول اور مقرب ہیں اور یہود اور نصاریٰ کے ہر ایک فریق نے الگ الگ یہ کہا کہ ہم لوگ اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علماء یہود سے کچھ گفتگو کی اور اُن کو اللہ کی طرف بلایا اور اُن کو خدا کے عذاب سے ڈرایا تو انہوں نے یہ کہا کہ اے محمدؐ آپ ہم کو خدا کے عذاب سے کیا ڈراتے ہیں ہم تو اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی (تفسیر ابن کثیر ص ۱۱۲ و تفسیر قرطبی ص ۱۶۶) اے نبی آپ اُن کے جواب میں کہہ دیجئے کہ اگر تم واقع میں اللہ کے فرزند اور اس کے محبوب اور پیارے ہو تو اللہ تم کو تمہارے گناہوں کے بدلہ میں دنیا میں ذلت ناک اور رسوا کن عذاب کیوں دیتا ہے اگر تم خدا کے فرزند اور محبوب تھے تو اُس نے تم کو قُرْدۃ اور غنازیر یعنی بندہ اور سوار کیوں بنایا اور طرح طرح سے تم کو ذلیل اور رسوا کیا باپ اپنے بیٹے کو اور حبیب اپنے حبیب کو عذاب نہیں دیتا پس دنیا میں اللہ تعالیٰ نے تم کو قتل اور مسخ کا عذاب چکھایا اور آخرت کے متعلق تم کو اقرار ہے کہ چند روز کے لیے تم کو آگ چھوئے گی معلوم ہوا کہ یہ سب تمہارے دعاوی باطلہ اور امانی عاطلہ ہیں تم خدا کے محبوب نہیں بلکہ تم منجملہ مخلوق کے بضر اور آدنی ہو تم میں اور لوگوں میں کوئی فرق نہیں جیسے وہ دیسے تم تم جو دعوائے فرزندیت اور محبوبیت کرتے ہو وہ جھوٹ اور غلط ہے وہ جس کو چاہتا ہے بھٹاتا ہے اور جس کو چاہتا ہے عذاب دیتا ہے اور کوئی شخص بھی اللہ تعالیٰ کے دائرۂ مشیت اور ملکیت سے باہر نہیں نکل سکتا اس لیے کہ اللہ ہی کے لیے ہے بادشاہی آسمانوں کی اور زمین کی اور جو کچھ اُن کے درمیان میں ہے لہذا کوئی صورت اس کی تعذیب اور سزا سے بچنے کی نہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے اسکے سوا کوئی ٹھکانہ نہیں کہ جہاں کوئی پناہ لے سکے۔

۱۔ امام قرطبی فرماتے ہیں۔ وقیل معنی یعذبکم عذابکم فہو بمعنی الماضی ای فلم مسخکم قردة و خنازیر ولم یعذب من قبلکم من الیہود و النصارى بانواع العذاب و هم امثالکم لان اللہ سبحان لا یحتج علیہم بشئ لم یکن یعدُّ لا نهم ربما یقولون لا نعذب غداً بل یحتج علیہم بما عرفوہ (تفسیر قرطبی ص ۱۶۶)

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلَى

اے کتاب والو! آیا ہے تم پاس رسول ہمارا بیان کرتا ہے تم سے

فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ أَنْ تَقُولُوا مَا جَاءَنَا مِنِّ

توڑا بیٹے پیچھے رسولوں کا کبھی تم کہو کہ ہم پاس نہ آیا کوئی

بَشِيرٍ وَلَا نَذِيرٍ فَقَدْ جَاءَكُمْ بَشِيرٌ وَنَذِيرٌ وَاللَّهُ

خوشی یاد دہانہ والا سو آچکا تمہارے پاس خوشی اور ڈر سنانے والا اور اللہ

عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝۱۹

ہر چیز پر قادر ہے

اِظْهَارِ نِعْمَتٍ وَاتِّمَامِ حُجَّتٍ بَعَثَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قال تعالى يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا الئے وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝۱۹
(رابطہ) اوپر کی آیتوں میں یہود و نصاریٰ کو خطاب تھا اب اس آیت میں بھی انہی کو خطاب اور تنبیہ ہے اور مقصود اظہار نعت اور اتمام حجت ہے کہ حضرت عیسیٰ کے بعد شریعت محرف ہو چکی تھی اور روئے زمین سے ہدایت گم ہو چکی تھی لہذا ضرورت تھی کہ اللہ تعالیٰ ایسے پیغمبر کو بھیجیں جو لوگوں پر راہ حق کو ظاہر کر دے اور لوگوں پر اللہ کی حجت پوری ہو جائے علاوہ ازیں تم بھی افسوس کیا کرتے تھے کہ ہم رسولوں کے وقت میں نہ ہوئے کہ ان کی تربیت پاتے اب مدت کے بعد تم کو رسول کی صحبت میسر آئی غنیمت جانو اور اللہ قادر ہے کہ اگر تم اس رسول کی دعوت کو قبول نہ کرو گے تو اللہ دوسری مخلوق کھرہی کر دیگا جو تم سے بہتر ہوگی جیسے حضرت موسیٰ کے ساتھ لوگوں نے جہاد کرنا قبول نہ کیا اللہ نے اُن کو محروم کر دیا اور اوروں کے ہاتھ سے ملک شام فتح کر دیا لہذا تم اس نبی کی صحبت کو غنیمت جانو۔

چنانچہ فرماتے ہیں اے اہل کتاب بے شک آگیا تمہارے پاس ہمارا وہ رسول جس کے تم منتظر تھے جو احکام شریعت کو تمہارے لیے بیان کرتا ہے ایسے وقت میں آیا کہ مدت سے پیغمبروں کی آمد کا سلسلہ منقطع تھا حضرت عیسیٰ کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد چھ سو برس

کے بعد ہم نے نبی بھیجا اتنی مدت میں آسمانی کتابوں میں تحریف ہو گئی دین عیسوی ابھی قوت پکڑنے نہ پایا تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھالیے گئے اور اصل انجیل بھی محفوظ نہ رہی اور بنی اسرائیل کی شریعت بالکل منسوخ ہو گئی اس لیے اللہ تعالیٰ نے اصلاح عالم کے لیے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی بنا کر بھیجا تاکہ تم سنبھل جاؤ اور قیامت کے دن تم کو یہ کہنے کا موقع نہ رہے کہ ہمارے پاس کوئی بشیر اور نذیر نہیں آیا سو آچکا تمہارے پاس ایک عظیم الشان بشیر و نذیر جس کی شریعت قیامت تک محفوظ رہے گی اور اللہ تعالیٰ نے اس کی کتاب کی حفاظت کا خود ذمہ لیا ہے لہذا اب تم کو اس عذر کی کوئی گنجائش نہیں رہی کہ ہم خدا کی کس طرح اطاعت کرتے کہ پہلی شریعتوں میں تحریف و تبدیلی ہو چکی تھی اور حق و باطل مخلوط ہو چکا تھا اور نیا رسول ہمارے پاس کوئی آیا نہیں پس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے تمہاری یہ حجت ختم ہو گئی اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اس کو اختیار ہے کہ چاہے مسلسل نبی بھیجے یا ایک عرصہ تک سلسلہ منقطع رہنے کے بعد رسول بھیجے یا یہ مطلب ہے کہ اگر تم نے اس پیغمبر کی دعوت اور ہدایت کو قبول نہ کیا تو اللہ تعالیٰ کوئی دوسری قوم کھڑی کر دے جو اس نبی کی دعوت کو قبول کرے خدا کا کام کچھ تم پر موقوف نہیں

فائدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان جو زمانہ ہے وہ زمانہ فترت کہلاتا ہے جو تقریباً چھ سو برس کا زمانہ ہے جیسا کہ حضرت سلمان فارسیؓ سے صحیح بخاری میں مروی ہے اس درمیان میں کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا جیسا کہ صحیح بخاری کی حدیث میں ہے انا اولی الناس بعیسی بن مریم یلیس بینی و بینہ نبی .

اور سورۃ یسین کی اس آیت اِذْ ارْسَلْنَا اِلَیْھِمْ اَنْبِیَآءَ فَكَذَّبُوْھُمْ اَفْعَزُّ زُلْمًا ثَالِثٌ میں جن تین رسولوں کا ذکر ہے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قاصد اور مبلغ تھے اور حواریین میں سے تھے جن کو آپ نے اہل قریہ کی تبلیغ اور دعوت کے لیے بھیجا تھا وہ خدا کے رسول اور پیغمبر نہ تھے بلکہ حضرت عیسیٰ کے فرستادہ اور حواری تھے اور بعض لوگوں نے جو ایک ضعیف روایت کی بناء پر خالد بن سنان عزیٰ کو نبی بتایا ہے صحیح میں ہے کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے گذرے ہیں اور تواریخ میں جو آیا ہے کہ خالد بن سنان کی بیٹی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوگی سو اس سے صلیبی بیٹی مراد نہیں بلکہ بنت بالواسطہ مراد ہے کیونکہ احادیث صحیحہ اور صریحہ سے یہ امر صراحۃً ثابت ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت عیسیٰ کے درمیان

مما قال الشہاب الخفاجی فی حاشیۃ البیضاوی والصحیح انہ رای خالد بن سنان من الانبیاء وانہ قبل عیسی علیہ السلام کذا فی حاشیۃ الشہاب علی تفسیر البیضاوی ص ۲۳

کوئی بن نہیں (روح المعانی ص ۹۳/۲)

وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ يُقَوْمِ اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ

اور جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم کو اے قوم یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر

إِذْ جَعَلْ فِيكُمْ أَنْبِيََاءَ وَجَعَلَكُمْ مُلُوكًا ۖ وَآتَاكُمْ

جب پیدا کیے تم میں نبی اور کر دیا تم کو بادشاہ اور دیا تم کو

مَا لَمْ يُؤْتِ أَحَدًا مِّنَ الْعَالَمِينَ ۚ ۞ يُقَوْمِ ادْخُلُوا

جو نہیں دیا کسی کو جہاں میں اے قوم داخل

الْأَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِي كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوا

ہو زمین پاک میں جو لکھ دی ہے اللہ نے تم کو اور الٹے نہ جاؤ

عَلَىٰ أَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوا خَاسِرِينَ ۞ ۞ قَالُوا يَمُوسَىٰ

اپنی پیٹھ پر پھر جا پڑو گے نقصان میں بولے اے موسیٰ

إِنَّ فِيهَا قَوْمًا جَبَّارِينَ ۖ وَإِنَّا لَنَ نَّدْخُلَهَا حَتَّىٰ

وہاں ایک لوگ ہیں زبردست اور ہم ہرگز وہاں نہ جاویں گے جب تک

يَخْرُجُوا مِنْهَا ۚ فَإِن يَخْرُجُوا مِنْهَا فَإِنَّا دَاخِلُونَ ۞ ۞

وہ نکل چکیں وہاں سے پھر اگر وہ نکلیں وہاں سے تو ہم داخل ہوں

قَالَ رَجُلَانِ مِنَ الَّذِينَ يَخَافُونَ اللَّهَ عَلَيْهِمَا

کہا دو مردوں نے ڈر والوں میں سے خدا کی نوازش تھی ان دو پر

ادْخُلُوا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۖ فَإِذَا دَخَلْتُمُوهُ فَإِنَّكُمْ عَلَيْهِمُ

پیٹھ جاؤ ان پر حملہ کر کر دروازے میں پھر جب تم اس میں بیٹھو تو تم غالب ہو

وَعَلَى اللَّهِ فَتَوَكَّلُوا إِن كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿۲۳﴾ قَالُوا

اور اللہ پر بھروسہ کرو اگر تم مومن ہو

يُوسُفَىٰ إِنَّا لَن نَّدْخُلَهَا أَبَدًا مَّا دَامُوا فِيهَا

اے یوسف! ہم ہرگز نہ جاویں ساری عمر جب تک وہ رہیں گے اس میں

فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هُنَا قَاعِدُونَ ﴿۲۴﴾

سو تو جا اور تیرا رب دونوں لڑو ہم یہاں ہی بیٹھے ہیں

قَالَ رَبِّ إِنِّي لَا أَمْلِكُ إِلَّا نَفْسِي وَأَخِي فَافْرِقْ

بولا اے رب میرے اختیار میں نہیں مگر میری جان اور میرا بھائی

بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ ﴿۲۵﴾ قَالَ فَإِنَّهَا

سو فرق کر تو ہم میں اور بے حکم قوم میں کہا تو وہ ان سے

مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ أَرْبَعِينَ سَنَةً يَتِيهُونَ فِي الْأَرْضِ

بند ہوتی چالیس برس سرمارتے پھریں گے ملک میں

فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ ﴿۲۶﴾

سو تو افسوس نہ کر بے حکم لوگوں پر

قصة بدعہدیٰ بُزْدلی بنی اسرائیل و زبارة جہاد

قال تعالى واذ قال موسى لقومه يا قوم اذكروا... الخ... فلا تأس على القوم الفاسقين (ربط گذشتہ آیات میں بنی اسرائیل کی عہد شکنیوں کا بیان تھا اب ان آیات میں اُن کی ایک عہد شکنی اور بُزْدلی اور اس کے انجام کا بیان ہے کہ اللہ کا حکم تمہارے درمیان موجود تھا اس نے تم کو جہاد کی دعوت دی اور فتح کی بشارت بھی سنائی کہ اللہ تعالیٰ نے یہ زمین تمہارے لیے لکھ دی ہے یعنی رجسٹری کر دی ہے مگر تم جہاد سے جان پھاگتے اور حکیم اللہ سے جہاد کرنے

لگے حالت تو تمہاری یہ ہے اور دعویٰ یہ ہے کہ ہم ابنار اللہ اور احباء اللہ ہیں اس قصہ میں اُن کے دعوائے نَحْنُ اَبْنَاءُ اللّٰهِ وَاَحِبَّاءُہ کی تکذیب اور تردید ہے اور فَلِمَ يُعَذِّبُکُمْ بِذُنُوبِکُمْ کی تصدیق اور تائید ہے اور اشارہ اس طرف ہے کہ محض انتساب بلا اطاعت خداوندی موجب مقبولیت و محبوبیت نہیں حضرت شاہ عبدالقادر قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں حضرت ابراہیمؑ اپنا وطن چھوڑ کر نکلے اللہ کی راہ میں اور ملک شام میں آکر ٹھہرے موت تک اُن کے اولاد نہ ہوئی تب اللہ تعالیٰ نے اُن کو بشارت دی کہ تیری اولاد کو بہت پھیلاؤں گا اور زمین شام اُن کو دلوں کا اور نور نبوت اور دین اور کتاب اور سلطنت اُن میں رکھوں گا پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں وہ وعدہ پورا کیا بنی اسرائیل کو فرعون کی بیگاری سے خلاص کیا اور اس کو غرق کیا اور اُن سے فرمایا کہ تم عماقہ سے جہاد کر کے اُن سے ملک شام چھین لو پھر ہمیشہ وہ ملک شام تمہارا ہے حضرت موسیٰؑ نے بارہ شخص بارہ قبائل بنی اسرائیل پر سردار مقرر کیے تھے اُن کو بھیجا کہ اس ملک کی خبر لادیں وہ خبر لائے تو ملک شام کی بہت خوبیاں بیان کیں اور وہاں جو عماقہ مسلط تھے اُن کی قوت اور طاقت بھی بیان کی حضرت موسیٰؑ نے اُن سے یہ کہا تھا کہ تم قوم کے سامنے ملک کی خوبی تو بیان کرنا مگر دشمن کی قوت کا ذکر نہ کرنا اُن بارہ میں سے دو شخص تو اس حکم پر قائم رہے اور دشمن نے خلاف کیا قوم نے عماقہ کی قوت اور طاقت کو سنا تو نامردی کرنے لگے اور چاہا کہ پھر اٹھے مصر واپس چلے جائیں اس تقصیر کی وجہ سے چالیس برس فتح شام میں دیر لگی کہ اتنی مدت جنگلوں میں بھٹکتے اور حیران پھرتے رہے جب اس قرن کے لوگ مر چکے مگر وہ دو شخص کہ وہی حضرت موسیٰؑ کے بعد خلیفہ ہوئے اور ملک شام ان کے ہاتھ پر فتح ہوا اہل کتاب کو یہ قصہ سنایا کہ اگر تم پیغمبر آخر الزماں کی رفاقت نہ کرو گے تو یہ نعمت اوروں کے نصیب ہوگی اور آگے چل کر اسی پر قصہ سنایا ہابیل و قابیل کا کہ خدمت کرو حسد والا سرد رہے رکذانی موضع القرآن یا یضاح یسیر

چنانچہ فرماتے ہیں اور یاد کرو واس وقت کو کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم بنی اسرائیل سے کہا اے میری قوم یاد کرو تم اللہ کے انعام اور احسان کو جو تم پر ہوا ہے جب کہ پیدا کیے تم میں اللہ نے بادشاہ یعنی تم کو بادشاہت دی اور حشم و خدم والا کر دیا نبوت سے بڑھ کر کوئی دینی نعمت نہیں اور بادشاہت سے بڑھ کر کوئی دنیوی نعمت نہیں موسیٰ علیہ السلام سے بیشتر بنی اسرائیل فرعون کی غلامی میں تھے موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں فرعون کی غلامی سے نجات ملی اور خدا نے اُن کے تمام ملک اور املاک کا تم کو مالک کر دیا اور علاوہ ازیں تم کو وہ کچھ دیا کہ جو جہان والوں میں سے کسی کو نہیں دیا یعنی تمہارے لیے سمندر کو پھاڑا اور تمہارے سامنے دشمنوں کو غرق کیا اور تم پر من و سلوی اتارا اور تم پر بادل کا سایہ کیا اور تمہارے لیے پانی جاری کیا یہ خدا تعالیٰ کے تم پر ایسے احسان ہیں جو خدا نے تمہارے سوا کسی پر نہیں کیے لہذا اس کا

مقتضیٰ یہ ہے کہ تم اس کی نعمتوں کا شکر کرو یعنی اس کی اطاعت سے ذرہ برابر انحراف نہ کرو تاکہ تم پر اور مزید نعمتیں مبذول ہوں اسے قوم اس پاک زمین میں داخل ہو جاؤ جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے لکھ دی ہے یعنی ملک شام میں جا کر جہاد کرو جہاں کی زمین پاک اور مبارک ہے شام کی زمین کو پاک اور مبارک اس لیے کہا کہ سرزمین شام صدیوں سے انبیاء و مرسلین کا مولد اور مسکن رہی لیکن حضرت موسیٰؑ سے کچھ عرصہ پہلے عمالۃ اس پر مسلط ہو گئے تھے خدا تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو اس قوم سے جہاد کا حکم دیا اور فتح کی بشارت دیدی اور فتح و ظفر کا وعدہ فرمایا اور ہزدلی سے منع فرمایا اور یہ حکم دیا کہ اپنی پشت کی سمت ہر نہ لوٹنا ورنہ پھر تم خسارہ میں جا پڑو گے یعنی جہاد میں منہ نہ موڑنا اور نہ دشمن کے مقابلہ سے ہٹنا اگر ایسا کرو گے تو علاوہ اس کے کہ تم خدا کے نافرمان اور کافر نعمت ٹھہرو گے لٹے خسارہ میں پڑ جاؤ گے اس لیے کہ جو ملک خدا نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے وہ فی الحال تمہارے ہاتھ نہ آئے گا انہوں نے کہا اے موسیٰ وہاں تو بڑے زبردست لوگ رہتے ہیں یعنی ہم میں ان سے لڑنے کی طاقت نہیں جبار کھجور کے لیے درخت کو کہتے ہیں چونکہ عمالۃ بڑے طویل القامت تھے اور قوم عاد سے تھے اس لیے ان کو قوم جبارین کہا اور ہم تو ہرگز اس سرزمین میں داخل نہ ہوں گے یہاں تک وہ خود اس سے باہر نکل جائیں یعنی اگر اللہ تعالیٰ نے وہ زمین ہمارے لیے لکھ دی ہے تو ان کے دل میں ایسا رعب ڈال دے کہ وہ بلا مقابلہ خود ہی اس زمین سے نکل جائیں پھر وہ اگر وہاں سے نکل جائیں تو بے شک ہم داخل ہو جائیں گے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان بارہ شخصوں میں سے ان دو شخصوں نے جو خدا ترس بندوں میں سے تھے اور جن پر اللہ تعالیٰ نے خاص انعام کیا تھا بنی اسرائیل کو نصیحت کی اور یہ کہا کہ ہمت نہ ہارو ہمت کر کے اس شہر کے دروازہ تک تو پہنچ جاؤ پھر جب تم ان پر گھس جاؤ گے تو بلاشبہ تم ہی غالب رہو گے اور خدا پر بھروسہ کرو اگر تم کچھ یقین رکھتے ہو جب اللہ نے تم سے فتح و نصرت کا وعدہ فرمایا ہے تو تم کو اس کے وعدہ پر یقین رکھنا چاہیے یہ دو شخص یوشع اور کالب تھے ان بارہ سرداروں میں سے یہی دو شخص اپنے عہد پر قائم رہے تھے باقی سب نے عہد شکنی کر دی تھی ان دونوں نے بنی اسرائیل کو نصیحت کی بنی اسرائیل نے ان کو تو کوئی جواب نہ دیا لیکن موسیٰ علیہ السلام کی طرف مخاطب ہو کر یہ بوسے اے موسیٰ ہم تو ساری عمر بھی اس زمین میں ہرگز قدم نہ رکھیں گے جب تک وہ جبارین وہاں موجود رہیں گے سو تو اور تیرا پروردگار مل کر وہاں چلے جاؤ اور تم دونوں ان سے لڑو تحقیق ہم تو یہیں بیٹھے ہیں یہ ان بزدل شکریوں کا موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ استہزاء اور تمسخر تھا ان بزدلوں کا مطلب یہ تھا کہ اگر خدا کو ہماری مدد کرنی ہے تو ویسے ہی کر دے ہمیں پریشانی اور جہاد کی مشقت میں ڈالنے کی کیا حق درست ہے موسیٰ علیہ السلام نے ان کے اس بے ہودہ جواب سے دلگیر ہو کر یہ دعا مانگی کہ اے میرے پروردگار میرا

سوائے اپنی جان کے اور اپنے بھائی کے کسی پر زور اور اختیار نہیں کہ اُن کو تیری فرائیداری پر مجبور کر سکوں اس لیے فرمایا کہ حضرت یوشع اور کالب سے اگرچہ کوئی نافرمانی ظہور میں نہیں آئی لیکن وہ حضرت موسیٰ اور ہارون کی طرح معصوم نہ تھے جن کے متعلق قطع اور یقینی طور پر وثوق اور اعتماد کا اظہار فرماتے غیر معصوم سے گناہ کا صدور ممکن ہے مگر چونکہ حضرت یوشع اور کالب متقی اور پرہیزگار تھے اس لیے بتواہدہ اس میں شامل ہو گئے پس ہمارے اور بدکار لوگوں کے درمیان جدائی ڈال دے جدائی کے دو معنی ہیں ایک حسی اور ظاہری طور پر الگ ہو جانا دوسرے یہ کہ معنی ایک دوسرے سے جدا ہو جانا سو ظاہری اور حسی طور پر تو حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام بنی اسرائیل سے جدا نہ ہوئے لیکن معنی جدائی ہو گئی کہ وہ سب عذاب الہی میں گرفتار ہوئے اور چالیس سال تک اسی وادی میں ٹھہریں مارتے رہے اور حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون اُسی بغیر انہ شان سے نہایت سکون اور اطمینان کے ساتھ ان کے ساتھ رہتے رہے جیسے ملائکہ العذاب دوزخیوں کے ساتھ رہتے ہیں مگر ملائکہ العذاب کو عذاب سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا ظاہراً اُن کے ساتھ ہیں مگر معنی اُن سے جدا ہیں وادی تیرہ لوگوں کے لیے عذاب تھی مگر موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کا اُن کے ساتھ ہونا یہ ان پر اللہ کی رحمت تھی۔

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول کی اور کہا پس تحقیق وہ زمین چالیس برس تک ان پر حرام کی گئی چالیس سال تک اُس زمین میں داخل نہ ہوں گے اور نہ اس کے مالک ہوں گے چالیس سال تک وہ اس زمین میں بھٹکتے پھریں گے یعنی ہر روز چلتے رہیں گے مگر اُس جنگل سے باہر نہ ہونے پائیں گے پس اسے موسیٰ تم ان بدکاروں کے حال پر کچھ افسوس اور غم نہ کرنا یہ اسی کے مستحق ہیں عرض یہ کہ موسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی اور یہ لوگ چالیس برس تک ٹھہریں مارتے رہے اور نکلنا نصیب نہ ہوا حتیٰ کہ اسی جنگل میں حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام نے وفات پائی اُن کے بعد حضرت یوشع بنی ہوئے اللہ تعالیٰ نے اُن کو اس ملک پر قبضہ دیا چالیس برس گزرنے کے بعد یوشع علیہ السلام بنی بنائے گئے اور اُن کو جبارین سے لڑنے کا حکم ہوا پس جو لوگ بچے تھے اُن کو لے کر چلے اور جبارین سے لڑے اور یہ جمعہ کا دن تھا اور سورج ان کے واسطے ایک ساعت کے لیے ٹھہرا دیا گیا یہاں تک کہ وہ لڑائی سے فارغ ہوئے اور بیت المقدس میں داخل ہوئے (رواہ احمد) سورج مامور یا امر الہی ہے اور مسخر اور مقہود بحکم خداوندی ہے اس کے حکم سے تھوڑی دیر کے لیے اس کے ایک بنی کے لیے ٹھہر گیا جس طرح ابرو کا چلنا اور ٹھہرنا اللہ کے حکم سے ہے اسی طرح سورج کا چلنا اور ٹھہرنا بھی اللہ کے حکم سے ہے سب اس کے حکم کے سامنے مقہور اور مجبور ہیں

نکلتے صحابہ کرام نے بنی اسرائیل کی طرح جہاد میں بزدلی نہیں دکھلائی بلکہ جان و مال آنحضرتؐ پر قربان کیا اور دایک اور بائیں اور آگے اور پیچھے ہر طرف آپؐ کے ساتھ جہاد کیا جس کا ثمرہ یہ ملا کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ سے دوسرے زمین کی خلافت اور حکومت کا وعدہ کیا کما قال تعالیٰ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا اور چند ہی روز میں مصر و شام اور عراق سب فتح ہو گئے اور قیصر و کسریٰ کا خاتمہ ہو گیا اور مشرق و مغرب کا خراج مدینہ منورہ کے خزانہ میں خلافت عثمانی کے زمانہ میں پہنچ گیا۔

وَآتِلْ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَيْ آدَمَ بِالْحَقِّ إِذْ

اور سنا ان کو احوال تحقیق آدم کے دو بیٹوں کا

قَرَبَا قَرَبَانَا فَتَقَبَّلَ مِنْ أَحَدِهِمَا وَلَمْ

جب نیاز کی دونوں نے کچھ نیاز پھر

يَتَقَبَّلَ مِنْ الْآخِرِ قَالَ لَا قُتِلَكَ قَالَ

قبول ہوئی ایک سے اور نہ قبول ہوئی دوسرے سے کہا میں تجھ کو مار ڈالوں گا وہ بولا

إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ ﴿٢٥﴾ لَئِنْ بَسَطْتَ

کہ اللہ قبول کرتا ہے سوا دے والوں سے اگر تو ہاتھ چلا دے گا

إِلَى يَدِكَ لَيَقْتُلَنِي مَا أَنَا بِبَاسِطٍ يَدِيَ إِلَيْكَ

مجھ پر مارنے کو میں نہ ہاتھ چلاؤں گا تجھ پر

لَا قُتِلَكَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ ﴿٢٦﴾ إِنِّي

مارنے کو میں ڈرتا ہوں اللہ سے جو صاحب ہے سب جہان کا میں

أُرِيدُ أَنْ تَبُوءَ بِأَشْيِئِ وَإِثْمِكَ فَتَكُونَ مِنْ

چاہتا ہوں کہ تو حاصل کرے میرا گناہ اور اپنا گناہ پھر ہو

أَصْحَابِ النَّارِ وَذَلِكَ جَزَاءُ الظَّالِمِينَ ﴿۲۹﴾ فَطَوَّعَتْ

دوزخ والوں میں اور یہی ہے سزا ہے الظالمین کی پھر اس کو بلائی

لَهُ نَفْسُهُ قَتَلَ أَخِيهِ فَقَتَلَهُ فَأَصْبَحَ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿۳۰﴾

کیا اس کے نفس نے خون پر اپنے بھائی کے پھر اس کو مار ڈالا تو ہو گیا زیان والوں میں

فَبَعَثَ اللَّهُ غُرَابًا يَبْحَثُ فِي الْأَرْضِ لِيُرِيَهُ

بھیر بھیجا اللہ نے ایک کوا کریدتا زمین کو کہ اس کو دکھاوے

كَيْفَ يُوَارِي سَوْءَةَ أَخِيهِ قَالَ يُوِيلَتِي أَتَجَزُّ

کس طرح چھپاتا ہے عیب اپنے بھائی کا بولا اے خرابی کہ تجھ سے

أَنْ أَكُونَ مِثْلَ هَذَا الْغُرَابِ فَأُوَارِي سَوْءَةَ

اتنا نہ ہو سکا کہ ہوں برابر اس کوئے کے کہ میں بھپاؤں عیب

أَخِي فَأَصْبَحَ مِنَ النَّادِمِينَ ﴿۳۱﴾

اپنے بھائی کا پھر لگا پھٹانے

قصہ ہابیل وقابیل

قال تعالى 'وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَيْ آدَمَ بِالْحَقِّ' اے فَأَصْبَحَ مِنَ النَّادِمِينَ (ربط) گزشتہ آیات میں اہل کتاب کے اس فرزند اور دعویٰ (مُحَنِّ اٰمَنَاءُ اللّٰهِ وَاجْتَنَاءُ) کا رد فرمایا اب آگے ہابیل وقابیل کا قصہ ذکر فرماتے ہیں کہ دونوں آدم علیہ السلام کے صلی بیٹے تھے مگر جس نے اطاعت کی وہ مقبول ہوا اور جس نے نافرمانی کی وہ مردود ہوا اور آدم کا بیٹا ہونا کچھ کام نہ آیا معلوم ہوا کہ اہل کتاب کا یہ گھنڈ کہ ہم پیغمبروں کی اولاد ہیں بالکل غلط ہے۔

(ع ۱) بندگی باید پیغمبر زادگی در کار نیست

نیز اس قصہ سے بنی اسرائیل کو نصیحت کرنا مقصود ہے کہ حسد کا انجام کیسا برا ہوتا ہے لہذا تم کو چاہیے کہ بنی امی فداہ نفسی والی دائمی کے فضل و کمال پر حسد نہ کرو بلکہ اس پر نظر کرو کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بالکل انی ہیں کسی تاریخ کی کتاب کو پڑھ بھی نہیں سکتے مگر تمہارے سامنے توریت اور انجیل کے مخفی علوم اور بنی اسرائیل کے گزشتہ واقعات کو اس طرح بیان کر رہے ہیں کہ تمہارے علماء اور فضلاء کو مجال انکار کی نہیں آخر یہ تو سوچو کہ یہ باتیں آپ کو سوائے خدا کے کس نے بتائیں۔

خلاصہ قصہ کا یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے حضرت حوام کے بطن سے ہر حمل میں ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوتے تھے اور حکم یہ تھا کہ ایک حمل کے لڑکے کو دوسرے حمل کی لڑکی سے بیاہ دیں جڑواں بہن سے بھائی کا نکاح حلال نہ تھا سب سے پہلے حمل میں قابیل اور اس کی بہن اقلیماء پیدا ہوئے اور دوسرے حمل میں ہابیل اور اس کی بہن ابودا پیدا ہوئے اور قابیل کی بہن اقلیماء بہت خوبصورت تھی اسی دستور کے مطابق حضرت آدم نے ہابیل کی بہن کا قابیل کے ساتھ اور قابیل کی بہن کا ہابیل کے ساتھ نکاح کرنا چاہا مگر قابیل راضی نہ ہوا اور کہنے لگا کہ میں اپنی بہن سے خود نکاح کر دوں گا حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا وہ تیرے لیے حلال نہیں مگر اس کی سمجھ میں نہ آیا حضرت آدم علیہ السلام نے حجت قطع کرنے کے لیے یہ فیصلہ فرمایا کہ تم دونوں اللہ کے نام کی نیاز اور قربانی کر دو جس کی نیاز خدا تعالیٰ قبول فرمائے گا اسی کے ساتھ اقلیماء کی شادی کر دوں گا سو دونوں نے قربانی کی ہابیل نے جو مویشی اور بکریوں والا تھا ایک عمدہ اور فریبہ دہنہ قربانی کیا اور پہاڑ پر لیجا کر رکھ دیا اور قابیل جو کھیتی والا تھا تھوڑا سا ردی غلہ لاکر رکھ دیا اس زمانہ میں قبول اور عدم قبول کی نشانی یہ تھی کہ جو نیاز قبول ہوتی اس کو آسمان سے ایک آگ آکر جلا جاتی اور جو نہ مقبول ہوتی اس کے لیے آسمان سے آگ نہ آتی جب ہابیل اور قابیل نے اپنی اپنی نیاز قربان گاہ پر لاکر رکھ دی تو آسمان سے ایک آگ آئی تو ہابیل کی نیاز کو جلا گئی اور قابیل کی نیاز کو ویسے ہی چھوڑ گئی غرض یہ کہ ہابیل کی نیاز قبول ہوئی اور قابیل کی نیاز قبول نہ ہوئی تو قابیل کے دل میں حسد پیدا ہوا اور اپنے بھائی کے قتل کرنے کا ارادہ کیا یہاں تک کہ اس کو قتل کر ڈالا لیکن یہ سمجھ میں نہ آیا کہ اس کی لاش کو کس طرح چھپاؤں کہ حضرت آدم علیہ السلام کو اس کی خبر نہ ہو آخر اللہ تعالیٰ نے ایک کوٹا بھجا کہ اُس نے ایک مردے کوٹے کیلئے زمین کریدی اور اس مردے کوٹے کو اس میں دفن کر دیا قابیل یہ دیکھ کر حیران اور پشیمان ہوا کہ افسوس مجھ میں کوٹے کے برابر بھی عقل نہیں کہ زمین کھود کر اس کو گاڑ دیتا چنانچہ فرماتے ہیں (اے نبی کریم) آپ ان کے سامنے آدم کے دو بیٹوں کا صحیح صحیح واقعہ پڑھ کر سنائیے جبکہ ان دونوں نے اللہ کے لیے کچھ نیاز کی پس ایک (یعنی ہابیل) کی طرف سے تو نیاز قبول ہو گئی اور دوسرے یعنی قابیل کی طرف سے قبول نہ ہوئی تو قابیل کو غصہ آیا اور یہ کہا کہ خدا کی قسم میں تجھے ضرور مار ڈالوں گا ہابیل نے کہا اس میں میرا قصور کیا ہے جزایں نیست اللہ تعالیٰ ادب والوں

ہی کی نیاز قبول کرتا ہے تو نے تقویٰ اور ادب کو چھوڑ دیا اس لیے قیری نیاز قبول نہیں ہوئی تو اس میں میرا کیا قصور ہے اگر تو نے میرے قتل کے ارادہ سے میری طرف ہاتھ بڑھایا تو میں وہ نہیں ہوں کہ اپنے دفیہہ ہی کے لیے میرے قتل کی طرف اپنے ہاتھ کو بڑھاؤں اگرچہ اپنی جان بچانے کے لیے دفیہہ جانتا ہے لیکن بھائی کے مقابلہ میں صبر کرنا ہی افضل اور اکمل ہے کافر سے اگر مقابلہ ہو تو ہاتھ پیر توڑ کر بیٹھ جانا ہرگز جائز نہیں اور اگر مسلمان بھائی سے مقابلہ ہو تو مداخلت درجہ رخصت میں ہے اور صبر کرنا عزیمت اور موجب صد فیضیت ہے بے شک میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں یہ ہاتھ نہ پھیلائے کی علت بیان کی مطلب یہ ہے کہ قتل بہت بری چیز ہے اور خدا کو سخت ناپسند ہے اگر میں نے اپنے سے حملہ دفع کرنے کے لیے اپنے آپ کو معذور سمجھ کر تجھ کو قتل کر دیا تو پھر بھی مجھ کو خدا سے ڈر ہے کہ کہیں مجھ سے مواخذہ نہ کریں کہ تم نے قتل میں عجلت سے کام لیا اور محض دھکی پر کیوں قتل کر ڈالا قابیل نے تو ابھی صرف دھکی ہی دی تھی قتل کا ارتکاب تو نہیں کیا تھا اور عجب نہیں کہ ہابیل کو یہ بھی ڈر ہو کہ ابھی تک روئے زمین پر کوئی قتل واقع نہیں ہوا لہذا اس کی کوشش یہ تھی کہ باہمی قتل کی سنت میرے ہاتھ سے جاری نہ ہو اور اس وجہ سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو باغیوں کے مقابلہ اور مقاتلہ کی اجازت نہیں دیتے تھے حالانکہ وہ قطعاً مظلوم اور بے گناہ تھے لیکن ان کی تمنا یہ تھی کہ مسلمانوں میں باہمی کشت و خون کی سنت کا آغاز میرے ہاتھ سے نہ ہو اس خوف اور ڈر کی وجہ سے عثمان ذی النورینؓ نے صحابہ کو فتنہ پردازوں کے مقابلہ کی اجازت نہ دی اور صبر اور شہادت کو ترجیح دی چنانچہ ایوب سختیائیؓ فرماتے ہیں کہ امت محمدیہ میں سب سے پہلا شخص جس نے اس آیت پر عمل کر کے دکھلایا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں (رواہ ابن ابی حاتم) (تفسیر ابن کثیر)

حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کو پیش آنے والے فتنہ کی خبر دے دی تھی اور یہ وصیت فرمادی تھی کہ تو اس وقت آدم کے بیٹے کے مانند ہو جانا اور آپ نے یہ آیت تلاوت کی لَئِنْ بَسَطْتَ إِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِي مَآ أَنَا بِبَاسٍ وَأَنَا خَشِيرٌ پُر نورؓ نے حضرت عثمانؓ کو یہ وصیت بھی کی تھی کہ اللہ تجھ کو ایک خلعت (خلافت) پہنائے گا تو لوگوں کے کہنے سے مت اتارنا اس لیے حضرت عثمانؓ فتنہ اور نزعہ کے وقت خلافت سے دست بردار نہ ہوئے اور باغیوں سے قتال بھی نہ کیا اور صبر کے ساتھ اللہ کا کلام پڑھتے جان دے دی اور صبر و تحمل میں ہابیل کا نمونہ بنے ۔

عرض یہ کہ ہابیل نے مداخلت سے بھی انکار کر دیا اور یہ کہہ دیا کہ میں تجھ سے ڈر کر نہیں بلکہ خدا سے ڈر کر یہ چاہتا ہوں کہ بھائی کے خون میں اپنے ہاتھ نہ رنگوں اور یہ کہا کہ تحقیق میں

یہ چاہتا ہوں کہ تو میرا بھی گناہ اور اپنا بھی گناہ اٹھائے پھر تو دوزخیوں میں سے ہو جائے
مطلب یہ ہے کہ اگر تو میرے قتل سے باز نہ آیا تو قیامت کے دن تیری گردن پر تیرے گناہ
کا بھی بوجھ ہوگا اور میرے گناہوں کا بوجھ بھی تجھ پر ڈالا جائے گا اس لیے قیامت کے دن
مقتول مظلوم کی برائیاں قاتل پر ڈال دی جائیں گی اس طرح دونوں کا بوجھ تجھ ہی کو اٹھانا پڑے
گا اس لیے کہ خدا کے یہاں قاتل کی سزا یہ مقرر ہے کہ اس کے ذمے اس کا گناہ بھی لکھا جائے اور
اس کے مقتول کا بھی اور اس کو دوسری سزا دی جائے یہ مجاہد کا قول ہے

یا یہ مطلب ہے کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ اپنے دوسرے گناہوں کے ساتھ میرے قتل اور
خون ناحق کا گناہ بھی تو ہی سمیٹے۔ عبداللہ بن عباسؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ اور قتادہؓ سے
یہی تفسیر منقول ہے (تفسیر کبیر ص ۳۱۱ ج ۳)

اور امام ابن جریر طبریؒ اور حافظ ابن کثیرؒ نے بھی اس قول کو اختیار فرمایا ہے اور شیخ جلال
الدین سیوطیؒ نے جلالین میں اسی قول کو ترجیح دی ہے اور ظالموں کی یہی سزا ہے غرض یہ کہ
ہابیل نے مجناہ اور برادرانہ اور فطمانہ نصیحت میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا مگر قابیل پر بھائی کی
حکمت و مواعظت کا کوئی اثر نہ ہوا پس قابیل کے قفس نے اس کو اپنے بھائی ہابیل کے قتل
کے لیے راضی کر لیا چنانچہ اس نے اُس کو قتل کر ڈالا پس نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گیا
یعنی اس قتل سے اس کو دین اور دنیا دونوں کا خسارہ ہوا دنیا کا خسارہ تو یہ ہوا کہ والدین ناراض ہوئے اور وہ بغیر
بھائی کے رہ گیا اور دنیا میں قیامت تک بدنام ہوا اور آخرت کا یہ خسارہ ہوا کہ اس ظلم اور تور
اور قطع رحمی کی وجہ سے خدا اس سے ناراض ہوا اور قطع رحمی کا بانی ہونے کی وجہ سے سزا کا

مَعْنَى قَالَ الْإِمَامُ الْبُخَارِيُّ وَرَوَى ابْنُ أَبِي نَجِيمٍ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ مَعْنَاهُ إِنْ أَرِيدَ
أَنْ يَكُونَ عَلَيْكَ خَطِيئَتِي الَّتِي عَصَلْتُهَا إِذَا قَتَلْتَنِي وَاثْمُكَ فَيَتَبَوَّءُ بِخَطِيئَتِي وَدَمِي
جَمِيعًا أَتَمَّتْ يَعْنِي إِذَا قَتَلْتَنِي تَرْجِعُ حَامِلًا خَطَايَايَ لظَلْمِكَ عَلَيَّ وَقَالَ الْقُرْطُبِيُّ أَيْ يَتَّخِذُ
مِنْ سَيِّئَاتِي فَطَرَحَ عَلَيْكَ بِسَبَبِ ظَلْمِكَ لِي وَتَبَوَّءُ بِاثْمِكَ فِي قَتْلِكَ وَهَذَا يَعْضُدُهُ قَوْلُهُ
عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِالظَّالِمِ وَالْمُظْلُومِ فَيَتَّخِذُ مِنْ حَسَنَاتِ
الظَّالِمِ فَتَزَادُ فِي حَسَنَاتِ الْمُظْلُومِ حَتَّى يَنْتَصِفَ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ لَهُ حَسَنَاتٌ اخَذَ
مِنْ سَيِّئَاتِ الْمُظْلُومِ فَتَطْرَحَ عَلَيْهِ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ بِمَعْنَاهُ (تفسير قرطبي ص ۱۳۰ ج ۶)

مَعْنَى قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَابْنُ مَسْعُودٍ وَالْحَسَنُ وَتَقَادَةُ رَضِيَ مَعْنَاهُ تَحْمِلُ الْاِثْمَ قَتْلِي وَاثْمُكَ الَّذِي
كَانَ مِنْكَ قَبْلَ قَتْلِي وَهَذَا بِحَذْفِ الْمُضَافِ (تفسير کبیر ص ۳۱۱ ج ۳)

مستحق ہوا اور ایک خسارہ یہ ہوا جو حدیث میں آیا ہے کہ دنیا میں کوئی نفس ظلماً نہیں قتل کیا جاتا مگر آدم کے پسر اول پر اس کے خون کا ایک حصہ ہوتا ہے کیونکہ سب سے پہلے ظلماً قتل کا طریقہ اسی نے نکالا۔

چونکہ اس سے پہلے کوئی انسان مرنا نہ تھا اس لیے قتل کے بعد اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ لاش کو کیا کرے جس سے یہ راز پوشیدہ رہے پس اللہ نے ایک کوٹے کو بھیجا کہ جو زمین کرید رہا تھا کہ زمین کھود کر اس میں ایک سرے ہوئے کوٹے کو دھکیل کر اسپر مٹی ڈال رہا تھا تاکہ اللہ تعالیٰ اس کوٹے کے ذریعہ سے قابیل کو یہ دکھلا دے کہ وہ اپنے بھائی کی لاش کو کس طرح چھپاتے اہل اخبار کا بیان ہے کہ جب قابیل نے قابیل کو قتل کر دیا تو عرصہ تک اس کے لاشہ کو پشت پر لا دے پھر کیونکہ یہ سب سے پہلی موت تھی جو روئے زمین پر واقع ہوئی اور اس وقت تک میت کے چھپانے کا کوئی طریقہ معلوم نہ تھا آخر اللہ تعالیٰ نے دو کوٹے بھیجے جو آپس میں لڑے اور ایک نے دوسرے کو قتل کیا پھر قاتل کوٹے نے اپنی چونچ اور ہنچوں سے زمین کرید کر اس میں ایک گڑھا بنایا اور مقتول کوٹے کو اس میں ڈال کر مٹی سے چھپایا قابیل نے یہ تمام کیفیت دیکھی اور اس کوٹے سے دفن کا طریقہ سیکھا اور اپنی حالت پر سخت ندامت ہوئی بشر منہ ہو کر کہنے لگا ہائے میری شامت مجھ سے اتنا بھی نہ ہو سکا کہ میں اس کوٹے ہی جیسا ہو جاتا کہ اپنے بھائی کی لاش کو چھپا دیتا پس وہ پیشمانوں میں سے ہو گیا کہ ہائے کوٹے کی برابر بھی مجھے عقل نہ آئی۔

جاننا چاہیے کہ یہ ندامت اور پیشمانی تو بہ کی ندامت نہ تھی جو ندامت خدا کے خوف سے ہو وہ تو بہ ہے اور جو ندامت اور پریشانی اور پیشمانی دنیا کی ذلت کے ڈر سے ہو وہ ایک امر طبعی ہے وہ شرعی تو بہ نہیں

مِنْ أَجْلِ ذَلِكَ كَتَبْنَا عَلَى بَنِي إِسْرَءِيلَ أَنَّهُ

اسی سبب سے لکھا ہم نے بنی اسرائیل پر کہ جو

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ

کوئی مار ڈالے ایک جان سوائے بدلے جان کے یا فساد کرنے ملک میں

فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا

تو گویا مار ڈالا سب لوگوں کو اور جس نے جلایا

فَكَانَ نَمَّا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا وَلَقَدْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُنَا

ایک جان کو تو گویا جلایا سب لوگوں کو اور لائے ہیں اُن پاس رسول

بِالْبَيِّنَاتِ ثُمَّ إِنَّا كَثِيرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذَلِكَ فِي

ہمارے صاف حکم پھر بہت لوگ ان میں اس پر بھی ملک میں

الْأَرْضِ لَمُسْرِفُونَ ﴿۳۲﴾

دست درازی کرتے ہیں

تمہید مشرعیات حد و تعزیرات بنا بر ظہور اس چنیں جنایات

قال تعالیٰ مِنْ أَجْلِ ذَلِكَ كَتَبْنَا عَلَىٰ بَنِي إِسْرَآئِيلَ لَمُسْرِفُونَ ۝
(ربط) گذشتہ آیات میں ایک ناطق قتل کا واقعہ بیان فرمایا اب ارشاد فرماتے ہیں کہ اسی قسم کی خرابیوں کی وجہ سے خدا تعالیٰ نے حد و تعزیرات کو مشروع فرمایا تاکہ فساد کا السداد ہو جائے چنانچہ فرماتے ہیں اسی واقعہ کی وجہ سے یعنی انہی خرابیوں کی وجہ سے کہ جو بے گناہ کے قتل میں پیش آتی ہیں کہ قاتل کو دنیا میں ندامت اور فضیلت اور آخرت میں عقوبت ہم نے بنی اسرائیل پر خصوصاً اور تمام بنی آدم پر عموماً یہ حکم لکھ دیا کہ جو شخص کسی کو بلا عوض اور بلا بدلہ کے یا زمین میں بغیر فساد کے قتل کر ڈالے فساد کی بہت سی صورتیں ہیں مثلاً رہزنی کرے یا نکاح کے بعد زنا کرے یا مرتد ہو جائے یا دوسروں کو مرتد ہونے کی ترغیب دے یا خدا اور رسول اور احکام شریعت کا مذاق اڑائے اور بغیر نفس سے مراد یہ ہے کہ بغیر قصاص لازم ہوئے کسی کو ناطق قتل کر ڈالے تو گویا اس نے تمام آدمیوں کو قتل کیا کیونکہ اُس نے قتل کا دروازہ کھول دیا اور بنی اسرائیل کی ہدایت کے لیے یہ بھی لکھ دیا کہ جو شخص ایک آدمی کی زندگانی کا سبب بنا یعنی کسی مظلوم کو ظالم کے ہتھیار سے بھر دیا کسی زندہ نفس کے قتل سے باز رہا تو گویا اس نے تمام لوگوں کو زندہ کیا چونکہ قاتل کے ہاتھ کو قتل کرنے کی وجہ سے لوگوں میں قتل کا رواج ہو گیا اس لیے اُس کی روک تھام کے لیے بنی اسرائیل کو تورات میں یہ حکم دیا کہ ایک شخص کے قتل کا گناہ اتنا بڑا ہے جتنا سب لوگوں کے قتل کر نیک اور جس نے ایک جان کو زندہ کیا یعنی کسی ظالم قاتل کے ہاتھ سے اس کو بچایا تو اس کا ثواب اتنا ہے جتنا سارے جہان کے زندہ کر نیک اسی لیے کہ جس نے ایک آدمی کو قتل کیا اُس نے ہر آدمی اور خون نامی کا دروازہ کھولا اور جس نے کسی کی جان بچائی اُس نے عمل سے امن اور حیات کا دروازہ کھولا اور زندہ کرنے سے مراد اُس کو ہلاکت سے بچانا ہے

بنی اسرائیل چونکہ قتل اور غوریزی سے نہیں ڈرتے تھے اس لیے حق تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو یہ حکم یاد دلایا کہ توریت میں تو یہ حکم لکھا ہوا ہے اور تم قتل اور غوریزی سے بالکل نہیں ڈرتے خدا کے ہزاروں بیوں کو پہلے قتل کر چکے ہو اور اب خدا کے رسول محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی فکر میں ہو اور البتہ تحقیق ہمارے پیغمبر ان کے پاس صاف صاف احکام لے کر آچکے ہیں پھر بھی تحقیق بہت سے لوگ زمین میں حد سے نکلے جا رہے ہیں یعنی ظلم اور تعدی اور فتنہ اور فساد سے باز نہیں آتے یعنی باوجودیکہ قتل کے احکام اس سختی سے انہیں سنائے گئے مگر ان کی شرارت میں ذرا بھی کمی نہ ہوئی وہی ظلم و تعدی ان کی بدستور رہی ۔

إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ

یہی سزا ہے ان کی جو لڑائ کر تے ہیں اللہ سے اور اس کے رسول سے اور

يَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ

دوڑتے ہیں ملک میں فساد کرنے کو کہ ان کو قتل کر دینے یا

يَصَلَّبُوا أَوْ تَقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِّنْ

سولی چڑھائے یا کاٹنے ان کے ہاتھ اور پاؤں مقابل کا

خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ذَلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ

یا دور کر دینے اس ملک سے یہ ان کی رسوائی ہے

فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿٣٣﴾

دنیا میں اور ان کو آخرت میں بڑی مار ہے

إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِن قَبْلِ أَنْ تَقْدِرُوا عَلَيْهِمْ

مگر جنہوں نے توبہ کی تمہارے ہاتھ پڑنے سے پہلے

فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٣٤﴾

تو جان لو کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے



حکم دوازدهم . حد قطع طریق

قَالَ تَعَالَى اِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ... اَلَمْ... اَنْتَ اللَّهُ خَفُوزٌ حَرِيصٌ (ربط) گزشتہ آیت میں فساد فی الارض اور قتل ناحق کی شناخت بیان فرمائی چونکہ فساد کی ایک صورت قطع طریق یعنی رہزنی اور ڈکیتی بھی ہے اس لیے اب اس آیت میں فساد کے انسداد کے لیے اول قطع طریق (رہزنیوں) کی شرعی سزا کو بیان فرماتے ہیں اور اس کے بعد کی آیت میں سارق (چور) کی سزا کو بیان کرتے ہیں جو اسی حکم سابق کا تتمہ اور تکمیل ہے کیونکہ چوری بھی ایک قسم کا فساد ہے جزا میں نیست کہ سزا ان لوگوں کی جو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں یعنی شریعت کا مقابلہ کرتے ہیں اور اس کے احکام کی علانیہ مخالفت کرتے ہیں اور زمین میں بارادۂ فساد دوڑتے پھرتے ہیں یعنی قتل اور قطع طریق (رہزنی) کرتے پھرتے ہیں ایسے لوگوں کی سزا یہی ہے کہ قتل کیے جائیں یا سولی دیئے جائیں یا ان کے ہاتھ اور مخالف جانب کے پاؤں کاٹے جائیں یعنی دایاں ہاتھ اور بایاں پیر یا جلا وطن کر دیئے جائیں۔ جمہور علماء کا قول یہ ہے کہ یہ آیت رہزنیوں اور ڈکوتوں کے متعلق ہے خواہ مسلمان ہوں یا کافر اور اَلَّذِينَ يُحَارِبُونَ میں محاربہ سے رہزنی مراد ہے اور بعض علماء کا قول یہ ہے کہ آیت مرتدین کے بارہ میں نازل ہوئی اور آیت میں محاربہ سے ارتداد مراد ہے نہ۔

اور اَنْتَ يُفْتَكُوا اَوْ يُصَلَّبُوا اَوْ تُقَطَّعْ اَيْدِيُهُمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ میں جو لفظ اَوْ وارد ہوا ہے وہ صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت کے نزدیک تخییر کیلئے ہے کہ امام کو اختیار ہے کہ ان چار سزاؤں میں سے بلحاظ نوعیت جرم جو کسی سزا مناسب سمجھے دے اور جمہور علماء کے نزدیک اَوْ تنويع اور تقسیم کے لیے ہے یعنی مختلف حالات میں اختلاف احکام کے لیے ہے اور مطلب یہ ہے کہ یہ سزائیں جرائم پر منقسم ہیں جس نوع کے جرم کا ارتکاب کیا ہے اسی نوع کی سزا ہوگی مثلاً اگر کسی نے صرف کسی کو قتل کیا ہے تو اس کی سزا صرف قتل ہوگی اور اگر قتل کے ساتھ مال بھی لوٹا ہے تو وہ قتل بھی کیا جائے گا اور سولی بھی دیا جائے گا یعنی قتل کے جبرت کے لیے سولی پر بھی لٹکا دیا جائے گا اور اگر صرف مال لوٹا ہے تو صرف ایک طرف کا ہاتھ اور دوسری طرف کا پیر کاٹ کر بھونڈ دیا جائے گا اور اگر صرف راہ روٹوں کو ڈرایا اور دھمکایا ہے تو اس کو جلا وطن کر دیا جائے گا جیسا کہ امام شافعی فرماتے ہیں یا قید میں ڈال دیا جائے جیسا کہ امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں امام شافعی کے نزدیک يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ سے جلا وطنی مراد ہے اور امام اعظم کے نزدیک يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ سے قید اور حبس مراد ہے کیونکہ ان

لوگوں کو اگر مسلمانوں کے کسی دوسرے شہر کی طرف بھیج دیا گیا تو وہاں کے مسلمانوں کو ایذا پہنچائیں گے اور اگر کفار کے ملک میں بھیجا جائے تو مرتد ہونے کا اندیشہ ہے یہ حدیں اور سزائیں ان کیلئے دنیا میں ذلت اور رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے مگر جو لوگ تمہارے پکڑنے اور گرفتار کرنے سے پہلے ہی اپنے گناہوں سے توبہ کر لیں تو خوب جان لو کہ اللہ تعالیٰ اپنے حقوق کو معاف کرنے والا ہے اور ہر مان ہے باقی حقوق عباد بغیر بندوں کے معاف کرنے کے ساقط نہیں ہوتے مطلب یہ ہے کہ اگر گرفتاری سے پہلے توبہ کر لیں تو حد جو کہ اللہ کا حق ہے وہ تو معاف ہو جائے گا اور حد ان سے ساقط ہو جائے گی البتہ حق العبد باقی رہے گا پس اگر مال لیا ہے تو اس کا ضمان دینا پڑے گا اور اگر کسی کی جان لی ہے تو قصاص لازم ہو گا مگر اس ضمان اور قصاص معاف کرنے کا حق صاحب مال اور ولی مقتول کو حاصل ہو گا اور ولی مقتول اگر اس کو قتل کرے تو وہ قتل بطور قصاص کے ہو گا نہ کہ بطور حد خوب سمجھ لو۔

اسی حد کے سوا اور باقی حدود مثلاً حد زنا اور حد خمر اور حد سرقت اور حد قذف توبہ سے ساقط نہیں ہوتے (کذا فی البناہ)

امام ابو بکر رازیؓ اور امام فخر الدین رازیؓ فرماتے ہیں کہ سلف اور خلف کا قول یہ ہے کہ یہ آیت قطاع طریق یعنی رہزنیوں کے بارہ میں نازل ہوئی خواہ وہ فاسق و فاجر مسلمان ہوں یا کافر اور بعض علماء (جیسے امام بخاری) اس طرف گئے ہیں کہ یہ آیت مرتدین کے بارہ میں نازل ہوئی مگر یہ قول شاذ ہے اور پہلا ہی قول صحیح ہے اس لیے کہ قتل مرتد ہر حال میں واجب ہے عمار بہ اور اظہار فساد پر یوقوف نہیں دوم یہ کہ مرتد کا قتل ہی واجب ہے مرتد کا فقط ہاتھ کاٹ دینا یا اس کو جلا وطن کر دینا کافی نہیں۔ سوم یہ کہ آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ حد اس وقت ساقط ہو جاتی ہے جب کہ مجرم گرفتار ہونے سے پہلے توبہ کر لے اور اگر گرفتاری کے بعد توبہ کرے تو حد ساقط نہ ہوگی سو یہ حکم قاطع طریق یعنی رہزنی کا توبہ ہے مگر مرتد کا یہ حکم نہیں ایسے کہ مرتد کی حد ہر حال میں توبہ سے ساقط ہو جاتی ہے مرتد چاہے گرفتاری سے قبل توبہ کرے یا بعد گرفتاری کے اپسر جاری نہ ہوگی۔

چہارم یہ کہ مرتد کا حکم قتل ہے نہ کہ صلب (سولی) پنجم یہ کہ آیت کے الفاظ عام ہیں جو ارتداد اور رہزنی اور ناحق قتل سب کو شامل ہیں غایت مافی الباب اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ آیت مرتدین کے بارہ میں نازل ہوئی تو اعتبار عموم الفاظ کا ہو گا نہ کہ خصوص مورد کا (تفسیر کبیر ص ۳۳۳)

(احکام القرآن للبحاص ص ۳۳۳)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ

اے ایمان والو! ڈرتے رہو اللہ سے اور ڈھونڈو اس تک

الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿۳۵﴾

وسیلہ اور لڑائی کرو اس کی راہ میں شاید تمہارا بھلا ہو

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا تَوَّانٌ لَهُمْ مَا فِي الْأَرْضِ

جو کافر ہیں اگر ان کے پاس ہو جتنا کچھ زمین میں

جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ لِيَفْتَدُوا بِهِ مِنْ عَذَابِ

ہے سارا اور اس کے ساتھ اتنا اور بھڑوائی میں دیں اپنی

يَوْمِ الْقِيَمَةِ مَا تُقْبَلُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ

قیامت کے عذاب سے وہ ان سے قبول نہ ہو اور ان کو دکھ کی

أَلِيمٌ ﴿۳۶﴾ يُرِيدُونَ أَنْ يُخْرِجُوكَ مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ

مارہے چاہیں گے کہ نکل جاویں آگ سے اور وہ نکلنے

بِخُرُجَيْنَ مِنْهَا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيمٌ ﴿۳۷﴾

والے نہیں اور ان کو عذاب دائم ہے۔

خطاب باہل ایمان

قال تعالى يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ... اے... وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيمٌ (ربط) اب ان آیات میں اہل ایمان سے خطاب ہے کہ تم بنی اسرائیل کی طرح شرارت نہ کرنا تم کو چاہیے کہ خدا تعالیٰ کی نافرمانیوں سے بچو اور اعمال صالحہ کو تقرب الہی کا ذریعہ اور وسیلہ بناؤ۔ بنی اسرائیل کی طرح شرافت نہی اور پیغمبر زادگی پر فخر نہ کرو اور خدا کی راہ میں دل کھول کر جہاد نہ کرو۔ بنی اسرائیل کی طرح بزدل نہ دکھاؤ اور اس کے بعد آخرت میں کافروں کی جو بری حالت ہوگی وہ بیان کی تاکہ مسلمانوں کو عبرت ہو اور وہ اُن جیسے افعال نہ اختیار کریں چنانچہ فرماتے ہیں اے ایمان والو! ایمان کا مقصد یہ ہے کہ تم خدا سے ڈرتے رہو اور اس کی نافرمانی سے بچتے رہو اس لیے کہ خدا کی نافرمانی اللہ اور اس کے رسول سے محاربہ ہے اور زمین میں فساد ہے اور خدا تک پہنچنے

معنی تقرب کے ہیں اور مطلب یہ ہے کہ تقویٰ اور اعمال صالحہ کو قرب خداوندی کا ذریعہ بناؤ غرض یہ کہ اس آیت کو مسئلہ توصل بالصلحین سے کوئی تعلق نہیں گو وہ مسئلہ دوسرے دلائل سے ثابت ہے (روح المعانی ص ۶ ج ۶)

۴۱) اس آیت سے صاف ثابت ہے کہ کافر کبھی عذاب سے نجات نہ پائیں گے اور اسی پر تمام اہلسنت والجماعت کا اجماع ہے۔

۴۲) اور وَمَا هُمْ بِمُخَارِجِينَ مِنَ النَّارِ یہ ترکیب ما ناقلت کے باب سے ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ یہ کافر تو عذاب دوزخ سے کبھی نہ نکلیں گے جس کا مطلب یہ ہوا کہ کافروں کے علاوہ کوئی اور گروہ ایسا ہے کہ وہ بعد چندے دوزخ سے نکل جائے گا وہ گروہ گنہگار مسلمانوں کا ہے جیسا کہ احادیث متواترہ اور اجماع امت سے ثابت ہے کہ غصاة موحدین بالآخر نارسے نکالے جائیں گے

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جَزَاءً

اور جو کوئی چور ہو مرد ہو یا عورت تو کاٹ ڈالو ان کے ہاتھ سزا ان کی کمائی کی

بِمَا كَسَبَ تَكْلًا مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۳۸

تنبیہ اللہ کی طرف سے اور اللہ زور آور ہے حکمت والا

فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهِ وَأَصْلَحَ فَإِنَّ اللَّهَ يَتُوبُ

پھر جس نے توبہ کی اپنی تقصیر کے پیچھے اور سنوار پکڑی تو اللہ اس کو معاف

عَلَيْهِ ۳۹ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۴۰

سکرتا ہے بے شک اللہ بخشنے والا ہر بان ہے۔

حکم سیزدہم - حد سرقہ

قَالَ تَعَالَى وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ اَللّٰہُ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (رہط) گزشتہ آیت میں قطع طریق کا بیان تھا جو سرقہ کبریٰ کہلاتا ہے اب اس آیت میں سرقہ صغریٰ چوری کی سزا کا بیان ہے ڈاکو کھلم کھلا لوٹتے ہیں اور چور چھپ کر چوری کرتے ہیں پہلی آیت میں ڈاکہ کا بیان کیا اب اس آیت میں چور کی کا حکم بیان کرتے ہیں اور جو مرد چوری کرے

اور اسی طرح جو عورت چوری کرے تو کاٹ ڈالو ان کے دامن ہاتھ گئے پر سے بطور سزا کے اس کردار بد اور برے عمل کے عوض اور بدلہ میں خدا کی طرف سے عبرت اور تنبیہ کے لیے یعنی یہ سزا (قطعید) جو چور کو دی جا رہی ہے وہ مال مسروق کا عوض اور بدلہ نہیں بلکہ اس کے فعل سرقہ کی سزا ہے تاکہ اس سے دوسرے چوروں کو تنبیہ اور عبرت ہو جائے بلاشبہ جہاں کہیں یہ سزا جاری ہوئی اور چوروں کا ایک دوسرے ہاتھ کاٹا گیا تو قطعاً چوری کا دروازہ بند ہو جاتا ہے اور جب سے یہ سزا موقوف ہوئی اور عدالتی کارروائی شروع ہوئی اس وقت سے چوری کا دروازہ خوب کھل گیا ہے اور اللہ بڑی عزت والا اور حکمت والا ہے کہ چوری کرنے والا کتنا ہی معزز کیوں نہ ہو وہ اس عزیز حکیم کی مقرر کردہ سزا (قطعید) سے نہیں نکل سکتا اُس کی حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ امن عالم اور باشندگان ملک کے اموال و املاک کی حفاظت کی خاطر وہ ہاتھ ہی کاٹ دیا جائے کہ جو اس جرم عظیم کا مرتکب ہوا الغرض یہ تو چور کی دنیوی سزا ہے جو کسی طرح نہیں ٹل سکتی رہا یہ امر کہ آخرت کی عقوبت اور سزا مل سکتی ہے یا نہیں سو اس کا حکم یہ ہے کہ جس نے اپنے اس ظلم و ستم کے بعد توبہ کر لی اور اپنی حالت درست کر لی تو بے شک اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائیے ہیں بے شک اللہ بڑا بخشنے والا اور بڑا مہربان ہے بغیر توبہ کے آخرت کا گناہ معاف نہیں ہوتا اور سرقہ کی حد توبہ کرنے سے بھی معاف نہیں ہوتی ورنہ چور چوری کرنے کے بعد توبہ کر لیا کہیں گے اور سرقہ کی سزا سے رہا ہو جایا کریں گے توبہ سے اللہ کا حق معاف ہو جاتا ہے توبہ سے بندوں کے حق معاف نہیں ہوتے محض توبہ کرنے سے چور سزا سے نہیں بچ سکتا۔

لطائف معارف

۱۱ کتاب و سنت نے چور کی سزا ہاتھ کاٹنا مقرر کی ہے جو غایت درجہ عادلانہ اور حکیمانہ سزا ہے اس عبرت ناک سزا کو دیکھ کر چور اور قزاق عبرت پکڑیں گے اور تمام ملک کے اموال اور املاک ظالموں کی دستبرد سے محفوظ ہو جائیں گے آج کل کے مدعیانِ تہذیب اس قسم کی سزا کو وحشیانہ سزا کے نام سے موسوم کرتے ہیں لیکن اُن کو بہ خیال نہیں آتا کہ چوری بھی کوئی وحشیانہ حرکت ہے اگر کسی وحشیانہ حرکت کے السداد کے لیے وحشیانہ سزا تجویز کر دی جائے تو کیا مضائقہ ہے چوری اگر تہذیب کے مطابق ہوتی تب تو یہ کہنا بجا ہو تا کہ چور کا ہاتھ کاٹنا خلافِ تہذیب ہے گویا کہ یہ تعلیم یافتہ طبقہ ان چوروں کا وکیل بنا ہوا ہے جن کے نزدیک چوری تو خلافِ تہذیب نہیں البتہ چوری کی سزا ہاتھ کاٹنا یہ خلافِ تہذیب ہے

حکایت ابو العلاء معری شاعر نے حدسرقہ پر یہ اعتراض کیا کہ جب شریعت نے ایک ہاتھ کی دیت پانسو دینار رکھی ہے تو اتنا قیمتی ہاتھ جس کے کاٹ ڈالنے پر پانسو دینار واجب ہوں وہ دس پانچ درم کی چوری میں کیسے کاٹا جاسکتا ہے۔ اور یہ شعر کہے۔

يدنخس مئین عسجد ودیت ۛ بابا ہا قطعتم فی ربع دینار
تحکم مالنا الا السکوت له ۛ وان نعوذ بمولانا من النار

قاضی عبدالوہاب مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے جواب میں کیا خوب فرمایا۔
لَمَّا كَانَتْ أَمِينَةً كَأَنْتَ لَمِينَةٌ وَلَمَّا خَافَتْ هَانَتْ جَبْ تَكْ وَهَ هَاتْ هَاتْ قِيمَتِ
تھا اور جب اس نے خیانت کی تو ذلیل و خوار ہو گیا۔

(۲) یہ سزا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات میں دی جیسا کہ احادیث صحیحہ میں بکثرت وارد ہے اور آپ کے بعد خلفاء راشدین سے لے کر خلفاء بنی العباس تک اسی قانون الہی پر عمل درآمد ہوتا رہا اور شاہان اسلام کے دور حکومت میں قضاۃ اور محکام یہ حد جاری کرتے رہے کتب تاریخ اس پر شاہد عدل ہیں جب سے مغربی تہذیب کا دور دورہ شروع ہوا اور یہ شرعی سزا موقوف ہوئی اس وقت سے چوری کا بازار گرم ہے بد معاش لوگ جیل خانہ کو اپنا گھر سمجھتے ہیں اور اس زمانہ میں تو عدالت کی کوئی وقعت نہیں رشوت اور سفارش سے بری ہو جاتے ہیں۔

(۳) اس آیت میں خدا تعالیٰ نے صرف چور کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا ہے مگر اس کی تصریح نہیں فرمائی کہ کونسا ہاتھ کاٹا جائے اور کس جگہ سے کاٹا جائے لیکن احادیث صحیحہ اور اجماع امت سے ثابت ہے کہ داہنا ہاتھ پہنچے سے کاٹا جائے۔

(۴) رہا یہ امر کہ کس قدر مال کی چوری پر ہاتھ کاٹا جائے سو اس بارہ میں ائمہ مجتہدین کا اختلاف ہے امام شافعی کے نزدیک ربع دینار کی چوری پر قطع ید لازم ہے اور امام اعظم کے نزدیک دس درم کی چوری پر امام مالک اور امام احمد کے نزدیک تین درم کی چوری پر تفصیل کیے شروح ہدایہ اور مشروح بخاری کو دیکھیے۔

(۵) شریعت نے چوری کی سزائیں ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا مگر زنا کی سزائیں زانی کی شرمگاہ کو قطع کرنے کا حکم نہیں دیا اس لیے کہ شرمگاہ کے قطع کرنے سے قطع نسل لازم آئے گا ایسے یہ امر مشروع نہ ہوا۔

ۛ

ۛ

ۛ

اَلَمْ تَعْلَمَ اَنَّ اللّٰهَ لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط

تو نے معلوم نہیں کیا کہ اللہ کو ہے سلطنت آسمان اور زمین کی

يُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ وَيَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ عَلَىٰ

عذاب کرے جس کو چاہے اور بخشنے جس کو چاہے اور اللہ

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۳۰﴾

سب چیز پر قادر ہے ۔

إِثْبَاتِ مَلَائِكَةٍ وَمَشِيَّتٍ وَقُدْرَتِ بَارئِ تَعَالَى

قَالَ تَعَالَى أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ اے وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ
(رابطہ) گزشتہ آیت میں مغفرت اور رحمت کا بیان تھا اب اس آیت میں اپنی مالکیت اور کمال قدرت
کو بیان فرماتے ہیں (اے مخاطب) کیا تجھے یہ معلوم نہیں کہ اللہ ہی کے لیے بادشاہی آسمانوں کی اور زمین
کی وہ جس کو چاہے عذاب دے اور جس کو چاہے بخشے اور معاف کرے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے
جو چاہے حکم دے اور جو چاہے سزا دے وہ مالک مطلق اور حاکم مطلق ہے کوئی اس کے حکم کو رد
نہیں کر سکتا۔



يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ

اے رسول تو غم نہ کھا ان پر جو دوڑ کر گئے

فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِينَ قَالُوا آمَنَّا

ہیں منکر ہونے وہ جو کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں

بِأَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوبُهُمْ ۚ وَمِنَ الَّذِينَ

اپنے منہ سے اور ان کے دل مسلمان نہیں اور وہ جو یہودی ہیں

هَادُوا ۚ سَمَّعُونَ لِلْكَذِبِ سَمَّعُونَ يَقَوْمٍ آخَرِينَ ۚ

جاسوسی کرتے ہیں جھوٹ بولنے کو اور جاسوس ہیں دوسری

لَمْ يَأْتَوْكَ بِمُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهِ

جماعت کے جو بھٹکے نہیں آئے بے اسلوب کہتے ہیں بات کو اس کا ٹھکانا

يَقُولُونَ إِنَّ أُوتِيْنِيْمُ هَذَا فَخْذُوْهُ وَإِنْ لَّمْ تُؤْتُوْهُ

بھوڑ کر کہتے ہیں اگر تم کو یہ ملے تو لو اور اگر یہ نہ ملے

فَاَحْذَرُوْا وَمَنْ يُرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهُ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهُ

تو پہنتے رہو اور جس کو اللہ نے بھانا چاہا سو تو اس کا کچھ نہیں کر سکتا

مِنَ اللّٰهِ شَيْْءًا اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ

اللہ کے ہاں وہی لوگ ہیں جن کو اللہ نے نہ چاہا کہ دل

يُطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ لَّهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ۚ وَلَهُمْ فِي

پاک کرے ان کو دنیا میں ذلت ہے اور ان کو

الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝۳۱ سَمْعُوْنَ يٰلَيْكُزِبٌ اَكْلُوْنَ

آخرت میں بڑی مار ہے بڑے جاسوس بھوٹ کہنے کو اور بڑے حرام

لِلسَّحْتِ ۚ فَاِنْ جَاءُوْكَ فَاحْكُم بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ

کھانے والے سو اگر آویں بھٹ پاس تو حکم کر دے ان میں یا تغافل کر

عَنْهُمْ ۚ وَاِنْ تَعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يُّضُرُّوكَ شَيْْءًا

ان سے اور اگر تو تغافل کرے گا تو تیرا کچھ نہ بگاڑیں گے

وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُم بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ

اور اگر حکم کرے تو حکم کر ان میں انصاف کا اللہ چاہتا

يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝۳۲ وَكَيْفَ يُحْكِمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ

ہے انصاف والوں کو اور کس طرح بھٹ کو منصف کریں گے اور

التَّوْرَةُ فِيهَا حُكْمُ اللَّهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْ بَعْدِ

اُن کے پاس توریت ہے جس میں حکم اللہ کا پھر اس پیچھے پھرے جاتے ہیں

ذَلِكَ وَمَا أُولَٰئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ ﴿۲۳﴾

اور وہ ماننے والے نہیں

تَسْلِيَةُ رَسُولٍ كَرِيمٍ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالتَّسْلِيمُ وَذِكْرُ خِيَانَتِ يَهُودٍ فِي حُكْمِ زَنَاكَهِنَّ فِي تَوْرَاتٍ مَذْكُورَةٍ

قَالَ تَعَالَى يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْإِثْمِ... وَمَا أُولَٰئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ ۝

شانِ نَزُولِ

ان آیات میں انبیا کو یہ حکم پہنچا کہ یہودیوں کی ایک خاص خیانت کا ذکر ہے قصہ یہ ہوا کہ ایک مرتبہ خیبر کے ایک معزز گھرانہ کے ایک یہودی مرد اور ایک یہودی عورت زنا کے مرتکب ہوئے تو توریت میں زنا کی سزا سنگسار کرنا تھی لیکن جب یہودی اس سزا کو معزز گھرانوں پر جاری نہ کر سکے تو توریت میں تحریف کر کے اپنی طرف سے یہ سزا بنائی کہ زانی اور زانیہ کا منہ کالا کر کے اُن کو ایک گدھے پر سوار کر کے شہر میں پھرتے اور سوتا زیا نے لگاتے خیبر میں جب یہ واقعہ پیش آیا تو ان لوگوں نے یہ مشورہ کیا کہ یہ مقدمہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس لے چلو دیکھو وہ کیا حکم دیتے ہیں شاید اُن کی شریعت میں کوئی حکم نرم ہو اس لیے کہ اُن کی شریعت۔ تورات کی طرح سخت نہیں اور یہ جانتے تھے کہ حضور پُر نور اُنی ہیں آپ کو تورات کی خبر نہیں جو ہمارا معمول اور دستور سنیں گے اُنسی کے مطابق فیصلہ کر دیں گے اور جن لوگوں کے ساتھ مجرموں کو آپ کے پاس بھیجا اُن کو یہ سمجھا دیا کہ اگر حضور پُر نور دُرسے لگانے کا حکم دیں تو قبول کر لینا ورنہ پھر اس پر عمل نہ کرنا چنانچہ جب یہ لوگ مقدمہ لے کر آپ کے پاس آئے تو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی کے آپ کو خبردار کر دیا کہ توریت میں زانی کا حکم رجم ہے تو آپ نے اُن سے پوچھا کہ توریت میں زنا کی کیا سزا ہے انہوں نے کہا کہ یہی سزا ہے منہ کالا کر کے شہر میں تہیہ کرنا اور تازیانے لگانا آپ یہ سن کر خاموش ہو گئے اور مسجد سے اٹھ کر

سیدھے یہودیوں کے مدرسہ بیت المدارس میں تشریف لے گئے اور یہودیوں سے دریافت کیا کہ تم میں سب سے بڑا عالم کون ہے لوگوں نے کہا: ابن صوریہ آپ نے اس سے دریافت کیا کہ بتلاؤ توریت میں شادی شدہ زانی کی کیا سزا ہے اس نے اور دیگر علماء یہود نے کہا کہ اس کی سزا یہ ہے کہ منہ کالا کر کے اور گدھے پر سوار کر کے شہر میں گھما دیا جائے اور تازیانے مارے جائیں آپ نے فرمایا تم غلط کہتے ہو توریت کو لاؤ اور اس کو میرے سامنے پڑھو چنانچہ توریت منگوائی گئی آخر وہ آیت جس میں رجم (یعنی سنگسار کرنے کا حکم تھا) وہ آیت نکلی اور پڑھ کر سنائی گئی ان میں سے ایک شخص نے اپنا ہاتھ آیت رجم پر رکھ دیا اور ماقبل اور مابعد پڑھ کر سنا دیا عبداللہ بن سلامؓ نے کہا اے عدو اللہ اپنا ہاتھ اٹھا اُس نے اپنا ہاتھ اٹھایا اس کے نیچے سے آیت رجم نکلی تب سب نے اقرار کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہیں اور مجبوراً انہیں اس پر عمل کرنا پڑا آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں توریت کے مطابق رجم کا حکم دیتا ہوں آپ کے اس حکم کے بعد ان دونوں مجرموں کو سنگسار کیا گیا ان آیات میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے یہ تمام تفصیل تفسیر قرطبی ص ۱۶۱ اور تفسیر ابن کثیر ص ۳۵۵ میں مذکور ہے۔

(ربط) گذشتہ آیت میں مال کی چوری کا ذکر تھا اور ان آیات میں ایک حکم شرعی کی چوری اور خیانت کا ذکر ہے اور مقصود یہ ہے کہ احکام خداوندی کے اجراء اور تنفیذ میں امیر اور غریب کا فرق جائز نہیں اور امیروں کی رعایت سے حکم خداوندی میں تحریف موجب لعنت ہے اور آیت کا آغاز بن کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے تسلی سے فرمایا کیونکہ احکام شریعت کی مخالفت ہوگا اور حدود اور تعزیرات کی مخالفت خصوصاً اہل نفاق اور اہل غرض کا شیوہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی اور تسکین کے لیے ارشاد فرماتے ہیں اے ہمارے رسول آپ کو وہ لوگ غم میں نہ ڈال دیں جو کفر کے نشرو اشاعت میں جدوجہد اور سعی کرتے پھرتے ہیں یعنی آپ ان کے کفریات سے رنجیدہ اور مغوم نہ ہوں یہ لوگ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اللہ آپ کا حافظ و ناصر ہے اور یہ کفر میں سعی کرنے والے خواہ منافقین میں سے ہوں جو زبان سے کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں اور اُن کے دل مسلمان نہیں اور خواہ یہودیوں سے ہوں اور یہ دونوں گروہ جھوٹ سننے کے عادی ہیں اپنے سرداروں اور رئیسوں سے جھوٹی باتیں سنتے ہیں اور اس کو قبول کرتے ہیں وہ آپ کے حق اور صدق کو کس طرح قبول کریں گے اور اگر کسی وقت آپ کی مجلس میں حاضر ہوتے ہیں تو آپ کی یہی باتیں سننے کے لیے حاضر نہیں آتے بلکہ آپ کی باتیں دوسرے لوگوں کے لیے سنتے ہیں جو آپ کے پاس نہیں آتے یعنی یہ لوگ جاسوس ہیں جو باتیں آپ سے سنتے ہیں اُن کی خبر اپنی قوم کو جاکر دیتے ہیں اور حق کی عداوت میں توریت کے کلمات اور الفاظ میں تغیر اور تبدل کر ڈالتے ہیں

بعد اس کے کہ وہ کلمات اپنے موقع اور محل میں ثابت اور قائم تھے وہاں سے اُن کو ہٹا دیتے ہیں یعنی تورات کے کلمات اور الفاظ میں تحریف کرتے ہیں اور مزید برآں یہ کہ جس کسی کو آپ کی خدمت میں بھیجتے ہیں تو اس سے یہ کہہ دیتے ہیں کہ اگر تم کو (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے یہ حکم محرف دیا جائے جو ہم نے تمہارے لیے تجویز کیا ہے تو اُسے قبول کر لینا اور اگر تم کو آپ کی بارگاہ سے یہ حکم محرف نہ دیا جائے تو اس سے احتراز کرنا یعنی اگر کوڑے لگانے کا حکم ملے تو قبول کرنا اور نہ نہیں گویا کہ خدا کی شریعت کو اپنی ہوائے نفسانی کے تابع رکھنا چاہتے تھے اور یہ ایک عظیم فتنہ ہے کہ خود تو شریعت کا تابع نہ بنے بلکہ شریعت کو اپنی خواہشوں کے تابع رکھنا چاہے اور شریعت کے حروف اور الفاظ میں اپنی خواہش کے مطابق تحریف کر ڈالے ایسے شخص کی راہ ہدایت پر آنے کی کوئی امید نہیں کی جاسکتی اس کی مثال ایسے مریض کی سی سمجھو کہ جو طبیب کی تجویز کردہ دوا کو استعمال نہ کرے اور برا بر جھلک اور مضمر چیزوں کا استعمال کرتا رہے اور طبییوں اور ڈاکٹروں کا مذاق اڑاتے تو اہل عقل کے نزدیک اس کا یہ عمل خود کشی کے مرادف سمجھا جائے گا اسی طرح یہود کی ہوا پرستی اور ہمت دھرنی کو سمجھو چنانچہ فرماتے ہیں اور اصل حقیقت یہ ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ گمراہ کرنا چاہیں تو آپ کو اس کی ہدایت کا اللہ کی جانب سے کوئی اختیار نہیں یعنی آپ کو اختیار نہیں کہ ان لوگوں سے گمراہی کا فتنہ دفع کر سکیں مگر اہی کا فتنہ صرف طہارت قلب سے دفع ہو سکتا ہے لیکن یہ وہ لوگ ہیں کہ خدا ہی نے ارادہ نہیں کیا کہ ان کے دلوں کو کفر اور گمراہی کی گندگی اور پلیدی سے پاک کرے ان کے لیے دنیا میں بڑی رسوائی ہے اور ان کے لیے آخرت میں بڑا عذاب ہے غرض یہ کہ خدا تعالیٰ نے نبی کریم کو بتلا دیا کہ اللہ کا ارادہ ان لوگوں کے دلوں کو خباثتوں اور بنجاستوں سے پاک کرنے کا نہیں لہذا آپ ان کے رنج و غم میں نہ پڑیں یہ لوگ حق اور صدق کو سننے والے نہیں بلکہ بھوٹ کو بڑے سننے والے ہیں بڑے حرام خور ہیں دیدہ و دانستہ کتاب الہی میں تحریف کرتے ہیں اور رشوت لے کر حرام کو حلال کرتے ہیں پس جن کی یہ حالت ہے اگر یہ لوگ آپ کے پاس اپنا کوئی مقدمہ لے کر آئیں اور آپ سے فیصلہ کرانا چاہیں تو آپ کو اختیار ہے کہ چاہے آپ ان کے مقدمہ کا فیصلہ کر دیں یا ان سے تغافل برتیں اور ان کا معاملہ انہی کے علماء کے سپرد کر دیں اور یہ کہہ دیں کہ تمہارا جو جی چاہے وہ کرو ایسے جاہلوں اور خود غرضوں سے اعراض نہتا مناسب ہے ایسے لوگوں کا اگر فیصلہ بھی کر دیا جلتے تو یہ اس پر عمل نہ کریں گے اور اگر آپ کی یہی رائے قرار پائے کہ ان سے تغافل برتیں اور اعراض کریں تو یہ اندیشہ نہ کیجئے کہ یہ لوگ آپ کے دشمن ہو جائیں گے اور آپ کو ضرر پہنچائیں گے سو یہ لوگ ہرگز آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے اللہ تعالیٰ آپ کا محافظ اور نگہبان ہے اور اگر آپ کی یہی رائے قرار پائے کہ ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے تو آپ انصاف کے ساتھ ان کے درمیان فیصلہ کر دیجئے یعنی قانون شریعت کے

مطابق فیصلہ کر دیجیے بے شک اللہ تعالیٰ عدل و انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اشارہ اس طرف ہے کہ مجرم کتنا ہی شریر اور بد معاش کیوں نہ ہو مگر تم پر یہ لازم ہے کہ فیصلہ میں عدل و انصاف کو پورا پورا ملحوظ رکھو اور تعجب اور حیرت کا مقام ہے کہ یہ لوگ کس طرح اور کیونکر آپ کو حکم اور منصف قرار دیتے ہیں حالانکہ ان کے پاس توریت موجود ہے جس میں زنا کے متعلق اللہ کا حکم صراحتاً موجود ہے جس پر وہ ایمان کے مدعی ہیں اور جس کو وہ خدا کی کتاب مانتے ہیں اس کے احکام سے کیوں انحراف کرتے ہیں پھر دوسرا تعجب یہ ہے کہ آپ کو حکم اور منصف بنانے کے بعد آپ کے فیصلہ سے کیوں اعراض کرتے ہیں اور یہ لوگ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ توریت ہی پر ایمان نہیں رکھتے ایسے لوگوں سے کیا خیر کی توقع کی جاسکتی ہے حکم اور منصف بنانے کے بعد بھی فیصلہ کو نہ ماننا صریح ہٹ دھرمی اور نفس پرستی ہے۔

ف (۱) امام رازی فرماتے ہیں کہ حق جل شانہ نے قرآن کریم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اکثر و بیشتر **يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ** کے لقب سے ذکر کیا ہے مگر **يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ** کا خطاب دو جگہ آیا ہے ایک یہاں اور ایک آئندہ آیت **يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ** اور چونکہ رسالت کا مرتبہ نبوت سے زیادہ ہے اس لیے یہ خطاب نہایت عظمت اور رفعت پر دلالت کرتا ہے۔

آیت مذکورہ **مَسْمُوعُونَ لِلْكَذِّبِ** سے معلوم ہوتا ہے کہ جھوٹ کا سننا بھی نہایت مذموم اور قبیح ہے جس طرح جھوٹ بولنا حرام ہے اسی طرح جھوٹ کا سننا بھی حرام ہے جس طرح زبان احکام شرعیہ کی مکلف ہے اسی طرح کان بھی احکام شرعیہ کا مکلف ہے قرآن کا سننا عبادت ہے اور گانا سننا معصیت ہے

ف (۲) آیت مذکورہ **أَكْثَلُونَ لِلشَّخْصِ** کے بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمرؓ اور عبد اللہ بن مسعودؓ سے منقول ہے کہ آیت میں شخص سے رشوت مراد ہے اور بے شمار حدیثوں میں راشی اور مرتشی پر لعنت آئی ہے۔

ف (۳) حق جل شانہ کے اس قول **وَإِنْ جَاؤُكَ فَاصْطَلِمْ بَيْنَهُم** اَوْ اْمُرْ مِنْ عَنَّهُمْ سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل کتاب کے مقدمات کے فیصلہ کرنے اور نہ کرنے کا اختیار تھا عبد اللہ بن عباسؓ اور مجاہدؓ اور عکرمہؓ اور حسن بصریؓ اور قتادہؓ اور سدیؓ اور دیگر اکابر سلف سے منقول ہے کہ حضور پر نورؐ کو یہ اختیار ابتداء میں تھا بعد

علمہ مترجم گوید یعنی اہل ذمہ اگر قضیہ خویش با مام رفع کنند اگر خواہد حکم کنند اگر خواہد بر علماء ایشاں مفوض نماید (فتح الرحمن)

میں جب اسلام کا تسلط اور اقتدار کامل ہو گیا تو یہ حکم منسوخ ہو گیا۔

اور یہ آیت نازل ہوئی **وَإِنْ أَحْكَمْتُمْ بَيْنَهُمْ فَإِنَّكُمْ عَلَيْهِم مُّطَاعُونَ** یعنی ان کے نزاعات اور مقدمات کا فیصلہ قانون شریعت کے مطابق کرو اب اعراض اور کنارہ کشی کی ضرورت نہیں۔

یادیں کہو کہ پہلی آیت اُن لوگوں کے بارہ میں ہے جو اسلامی حکومت کے ذمی نہیں بنے جیسے ابتداء میں بنی قریظہ اور بنی نضیر کا حال تھا کہ مسلمانوں سے ان کا کوئی عہد اور ذمہ نہ تھا ایسے لوگوں کے بارہ میں امیر مملکت کو اختیار ہے کہ چاہے اُن کا فیصلہ کرے یا معاملہ اُن کے حوالہ کرے کیونکہ گزشتہ آیت **فَإِنْ جَاءُوكَ فَخُذْهُمْ مِنْهُنَّ أَوْ أَخْرِضْ عَنْهُمْ** بنی نضیر اور بنی قریظہ کے بارہ میں نازل ہوئی اور اس وقت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا ان لوگوں سے کوئی عہد اور ذمہ نہ تھا کیونکہ اگر آپ کا ان سے کوئی عہد اور ذمہ ہوتا تو بنی نضیر کو جلا وطن اور بنی قریظہ کو قتل نہ کرتے حاصل کلام یہ کہ جائز ہے کہ یہ حکم اہل حرب کا ہو اور آئندہ آیت **وَإِنْ أَحْكَمْتُمْ بَيْنَهُمْ فَإِنَّكُمْ عَلَيْهِم مُّطَاعُونَ** میں قانون شریعت کے مطابق فیصلہ کرنے کا حکم اہل ذمہ اور اہل عہد کے بارہ میں ہو اس صورت میں ناسخ و منسوخ ماننے کی ضرورت نہ رہے گی تفصیل کے لیے احکام القرآن للجصاص ص ۳۳۲

وص ۳۳۲ کو دیکھیں

یہ آیت بالا جماع یہود کے بارہ میں نازل ہوئی جو زنا کے مرتکب ہوئے **ف (۵)** چونکہ توریت میں حکم رجم کا تھا اس لیے اس سے بچنے کے لیے آپ کے پاس اپنا مقدمہ لائے کہ شاید آپ کی بارگاہ سے کوئی نرم اور آسان فیصلہ ہو جائے اور ہم سنگساری سے بچ جائیں آپ نے توریت منکوات اور آخر وہ آیت جس میں رجم کا حکم تھا اس میں نکلی آپ نے اس کے مطابق اُن دونوں مجرموں کو سنگسار کرایا اس سلسلہ کلام میں حق جل شأ نے یہ لفظ ارشاد فرمایا **وَعَنْدَهُمُ التَّوْرَةُ فِيهَا حُكْمُ اللَّهِ** جس سے معلوم ہوتا ہے کہ توریت میں جو رجم کا حکم مذکور ہے اللہ کے نزدیک بھی زانی محض کا وہی حکم ہے اور اللہ کے نزدیک رجم کا حکم منسوخ نہیں ہوا وہ اب بھی باقی ہے اگر رجم کا حکم اللہ کے نزدیک منسوخ ہو چکا تھا تو آیت قرآنیہ میں اس کو حکم اللہ سے تعبیر نہ فرماتے (احکام القرآن للجصاص ص ۳۳۲)

إِنَّا أَنْزَلْنَاهَا فِيهَا هُدًى وَنُورٌ

ہم نے اتاری ہم نے اتاری توریت اس میں ہدایت اور روشنی

يُحْكَمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا

اس پر حکم کرتے رہے پیغمبر جو حکم

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادَوْا وَالرَّٰسِبِيْنَ وَالْاَحْبَادُ

بردار سچے یہود کو اور درویش اور عالم

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اسْتَحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا

اس واسطے کہ نگہبان ٹھہراتے تھے اللہ کی کتاب پر اور اسکی

عَلَيْهِ شُهَدَآءُ ۚ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنَ

خبر داری پر تھے سو تم نہ ڈرو لوگوں سے اور مجھ سے ڈرو

وَلَا تَشْتَرُوْا بِآيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۚ وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ

اور مت خرید کر دو میری آیتوں پر ممول تھوڑا اور جو کوئی حکم نہ کرے

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَافِرُوْنَ ۝۳۴ وَكَتَبْنَا

اللہ کے اتارے پر وہی لوگ ہیں منکر اور لکھ دیا ہم نے

عَلَيْهِمْ فِيْهَا اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ

ان پر اس کتاب میں کہ جی کے بدلے جی اور آنکھ کے بدلے آنکھ

وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالْيَسْنَ

اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے

بِالْيَسَنِ ۚ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ ۚ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهِ فَهُوَ

بدلے دانت اور زخموں کا بدلہ برابر پھر جس نے بخش دیا تو اس

كَفَّارَةٌ لّٰهُ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ

سے وہ پاک ہوا اور جو کوئی حکم نہ کرے اللہ کے اتارے پر سو وہی

هُمُ الظَّالِمُوْنَ ۝۳۵

لوگ ہیں بے انصاف

ذکر خیانتِ یہود و زبارة حکم قصاص

قال الله تعالى اِنَّا اَنْزَلْنَا التَّوْرَةَ اے فَاُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ
 (ربط) گذشتہ آیات میں حکم زنا میں یہود کی خیانت کا ذکر تھا اب ان آیات میں یہودیوں کی حکم
 قصاص میں خیانت کا ذکر ہے اور مطلب یہ ہے کہ توریت اللہ کی اتاری ہوئی کتاب تھی جو سراپا
 نور اور ہدایت تھی اور تمام انبیاء اور علماء اس کے مطابق فیصلے کیا کرتے تھے اسی توریت میں قصاص
 کا بھی حکم تھا مگر یہود نے جس طرح حکم رجم کو بدل ڈالا اسی طرح قصاص کے حکم میں بھی تحریف کر ڈالی
 مدینہ میں یہود کے دو گروہ تھے بنی قریظہ اور بنی نضیر جو مکہ بنی نضیر غالب تھے اس لیے انہوں نے
 اپنے آپ کو بنی قریظہ پر فضیلت دے رکھی تھی کہ اگر بنی نضیر کا کوئی آدمی بنی قریظہ کے کسی آدمی کو قتل کر دیتا تو پھر قصاص کا حکم
 نہ دیتے صرف آدمی دیتے دلوں کو چھوڑ دیتے اور اگر بنی قریظہ کا کوئی آدمی بنی نضیر کے کسی آدمی کو قتل کر دیتا تو اُس سے قصاص دلاتے
 لہذا یہ ارشاد ہوا کہ یہ تفریق توریت میں کہیں نہیں یہ تو سراسر حکم خداوندی کے خلاف ہے جس طرح ہم نے توریت
 میں بلا تفریق زانی کے رجم کا حکم دیا ہے اس طرح ہم نے توریت میں بلا تفریق قصاص کا بھی حکم
 دیا ہے اور جو شخص حکم خداوندی کے خلاف فیصلہ کرے وہ ظالموں میں شمار ہوگا چنانچہ فرماتے
 ہیں بے شک اتاری ہم نے توریت جس میں ہدایت اور نور ہے یعنی رحمان منزل آخرت
 کے لیے ہدایت کا اور خشوک اور شبہات کی ظلمتوں اور تاریکیوں میں روشنی کا کام دیتی ہے
 مطلب یہ ہے کہ اے نبی یہ لوگ جو اپنا مقدمہ آپ کے پاس لاتے ہیں یہ اُن کی بدنیتی
 اور شرارت ہے توریت میں زنا کے متعلق صریح ہدایت اور روشن حکم موجود ہے اور شادی شدہ
 زانی کے سنگسار کرنے کا حکم اُس میں صراحتاً مذکور ہے یہ لوگ اس کے احکام سے آزادی حاصل
 کرنا چاہتے ہیں اور جب یہ لوگ خود اپنی کتاب کے قبول کرنے سے گریز کرتے ہیں تو آپ کے
 فیصلہ کو کب مان سکتے ہیں علاوہ ازیں انبیاء بنی اسرائیل جو خدا کے حکم بردار تھے اسی توریت سے
 یہودیوں کا فیصلہ کیا کرتے تھے یعنی موسیٰ علیہ السلام کے بعد جتنے بنی آتے اُن سب کا عمل توریت
 کے مطابق تھا اور توریت ہی کے مطابق وہ یہودیوں کا فیصلہ کیا کرتے تھے اور اسی طرح بنی اسرائیل کے درویش اور خدا پرست اور ان کے
 علماء اور فقہاء اس کے مطابق فیصلہ کیا کرتے تھے رہا بنی سے اللہ دے لوگ مراد ہیں جو سب کو چھوڑ کر ایک رب کے ہو گئے وہ ربانی ہیں جیسے اولیاء اور صوفیاء
 کرام اور اجماع سے علماء مراد ہیں جو احکام الہی سے واقف ہیں اور ان پر عمل پیرا ہیں جس کتاب
 اللہ کے وہ محافظ اور نگہبان ٹھہرائے گئے تھے کہ اس میں کسی قسم کا تفسیر اور تبدل اور تحریف
 نہیں کریں گے اور اس کے مطابق عمل کریں گے اور وہ اس کتاب پر گواہ تھے کہ یہ کتاب
 من جانب اللہ ہے مطلب یہ ہے کہ اے یہود! توریت وہ کتاب ہے جس کو ہمیشہ سے

تمہارے پیشوا مانتے چلے آئے اور اس پر عمل کرتے رہے تم کیسے ناخلف ہو کہ تم نے ان کے طریقہ کو بالکل چھوڑ دیا وہ تو توریت کی حفاظت کرتے تھے اور تم اس میں تحریف کرتے ہو وہ تو اس کے حکموں پر چلتے تھے اور تم اس کے حکموں سے بھاگتے ہو اب یہود سے خطاب فرماتے ہیں پس تم لوگوں سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو خدا کے حکم میں بزدل نہ بنو بے خوف و خطر توریت کے احکام کو لوگوں کے سامنے بیان کرو اور میری آیتوں اور حکموں کے عوض اور بدلہ میں دنیا کا حقیر معاوضہ نہ لو یعنی رشوت لے کر احکام خداوندی میں تحریف نہ کرو اور جو شخص اللہ کے اتارے ہوئے حکم کے مطابق فیصلہ نہ کرے بلکہ حکمِ خُرف کے مطابق حکم دے تو ایسے ہی لوگ کافر ہوتے ہیں جو حکمِ الہی سے منحرف ہوتے اور ہم نے ان یہود پر اُس کتاب (توریت) میں یہ حکم لکھ دیا کہ جان بدلے میں جان کے یعنی جان کے بدلہ میں جان لیجائے اور آنکھ کے بدلہ آنکھ پھوڑی جائے اور ناک کے بدلہ ناک کاٹی جائے اور کان کے بدلہ میں کان کاٹا جائے اور دانت کے بدلہ میں دانت اکھیرا جائے اور اسی طرح دوسرے زخموں میں بھی قصاص ہے اُذْلا بَذْلا ہے پھر جو شخص یہ قصاص معاف کر دے تو وہ اس کے لیے گناہوں کا کفارہ ہے یعنی معاف کرنے سے گناہ دور ہوتے ہیں اور درجے بلند ہوتے ہیں اور جو شخص اللہ کے اتارے ہوئے حکم کے مطابق حکم نہ کرے تو ایسے ہی لوگ ظالم ہیں کہ خدا کے حکم کی جگہ اپنا تراشیدہ اور مخرف حکم جاری کر دیا ایک ظلم تو یہ ہوا کہ غلط حکم دیا اور دوسرا ظلم یہ کیا کہ قصداً حکمِ الہی کو چھوڑ کر اپنی جانوں پر ظلم کیا اور جان بوجھ کر مخالفت کر کے اپنی جانوں کو عذاب میں ڈالا۔

لطائف و معارف

- (۱) توریت کی حفاظت کا اللہ تعالیٰ نے یہود کو ذمہ دار بنایا اس لیے بِمَا اسْتَحْفَظُوا مِنْ كِتَابِ اللَّهِ فرمایا۔ اور قرآن کریم کی حفاظت کا اللہ تعالیٰ نے خود ذمہ لیا تو یہ فرمایا اِنَّا كُنْزُكَ الْكِتَابِ وَرِثَاكَ لِحَافِظُونَ اس لیے قرآن کریم آج تک بالکلیہ اور پوری طرح محفوظ ہے یہود نے ہوا پرستی کے ہاتھوں اپنی آسمانی کتاب کو ضائع کر دیا اور امتِ محمدیہ نے اپنے سینوں میں اس کتاب کو محفوظ رکھا بحمد اللہ آج تک ان کی کتاب بعینہ اسی طرح محفوظ ہے جس طرح نازل ہوئی تھی اس میں ایک حرف کی بھی کمی اور زیادتی نہیں ہو سکی۔
- (۲) اہل کتاب کے پاس جو آج کل توریت کا نسخہ ہے یہ وہ نسخہ نہیں جو من جانب اللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا ہوا تھا بلکہ یہ مجموعہ حضرت موسیٰ کے بہت زمانہ بعد کی تصنیف ہے جو حق

اور باطل سے مرکب ہے جس کا مخالف کو بھی انکار نہیں موجودہ توریت اگرچہ محرف ہے مگر اس میں بعض باتیں اصلی بھی موجود ہیں جن کو یہود چھپاتے تھے مگر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم بذریعہ وحی کے بتلا دیتے تھے کہ اس محرف توریت میں اب بھی بعض فلاں بات موجود ہے منجملہ ان کے یہ حکم رجم بھی تھا جس کا یہود انکار کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو مطلع کیا کہ توریت میں رجم کا حکم موجود ہے آپ نے توریت منگا کر اُن کو قائل کر دیا اور علیٰ ہذا ایک حکم قصاص کا تھا کہ وہ شریف اور کم ذات کا فرق کرتے تھے آپ کو بذریعہ وحی بتلا دیا گیا کہ توریت میں شریف اور غیر شریف کا کوئی فرق نہیں۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ صاحب کیرانویؒ اپنی کتاب اظہار الحق کے صفحہ ۱۲۱ میں فرماتے ہیں ان التوراة الاصلیٰ وکذا الانجیل الاصلیٰ فبقدا قبل بعثۃ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم والموجودات الہات بمنزلۃ کتابین من السیر مجموعین من الروایات الصحیحۃ والکاذبۃ ۵۱۔

بعد ازاں احادیث اور اقوال علماء اور یہود اور نصاریٰ کے اعتراف سے یہ ثابت کیا کہ توریت اور انجیل میں لفظی اور معنوی ہر قسم کی تحریف ہوتی ہے۔

لہذا بعض علماء سے جو یہ منقول ہے کہ توریت و انجیل میں معنوی تحریف ہوتی وہ صحیح نہیں یہ قول صریح آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ اور اجماع امت کے خلاف ہے بلکہ علماء یہود و نصاریٰ کے اعتراف و اقرار کے بھی خلاف ہے اور ”مدعی سنت گواہ جست“ کا مصداق ہے۔

(۳) آیت وَمَنْ لَّمْ یُحْکَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص حکم منصوص کے خلاف حکم دے یا فیصلہ کرے وہ کافر ہے اور دائرۃ اسلام سے خارج ہے اور یہی مذہب خوارج کا ہے علماء اہل سنت یہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص حکم خداوندی کو حقیر یا غلط یا خلاف مصلحت یا خلاف تہذیب سمجھ کر انکار کر دے اور قانون شریعت میں تغیر و تبدل کر کے اپنی طرف سے نیا حکم تجویز کر دے جیسا کہ یہود نے حکم رجم کے مقابلہ میں اپنی رائے سے ایک نیا حکم تیار کر لیا تھا تو ایسا شخص بلاشبہ کافر ہے اور اگر دل میں حکم خداوندی کی تصدیق اور اس کی عظمت اور اس کی حقانیت کا اعتراف موجود ہے اور محض غلبۂ نفس یا کسی دنیاوی مجبوری اور معذوری کی بناء پر بادل ناخواستہ حکم خدا کے خلاف فیصلہ کر دے تو وہ کافر نہ ہوگا بلکہ فقط گنہگار ہوگا جو شخص اعتقادی طور پر مآء انزل اللہ کو حق جان کر اور حق مان پھر عملاً فیصلہ اُس کے خلاف کرے تو ایسے شخص کو اصطلاح شریعت میں علیٰ کافر کہا جاسکتا ہے نہ کہ اعتقادی کافر یعنی اس کی عملی حالت کافروں جیسی ہے اگرچہ اعتقاد مسلمانوں جیسا ہے اس وجہ سے عبد اللہ بن عباسؓ سے منقول ہے کہ آیت

قَاوِلَیْکَ هُمُ الْکَافِرُوْنَ ہیں کفر سے وہ کفر مراد نہیں جو اس کو ملت اسلام سے خارج کر دے اور یہ ایسا کافر نہیں جسے کوئی اللہ اور ملائکہ اور کتب اور رسل کا کافر ہو بلکہ یہ کفر دون کفر اور ظلم دون ظلم اور فسق دون فسق ہے ولبیس بالکفر الذی تذهبون الیه یعنی کفر اور ظلم اور فسق کے درجات ہیں بعض کفر اعتقادی ہے اور بعض عملی ہر ایک کا حکم جدا ہے۔

(تفسیر قرطبی ص ۱۹۱ و تفسیر ابن کثیر ص ۲ ج ۲)

اور مزید تفصیل اگر درکار ہو تو حافظ ابن تیمیہ کی کتاب الایمان دیکھیں جس میں کفر دون کفر کی تفصیل ہے

(۴۱) قصاص کا یہ حکم شریعت موسوی میں تھا اور علماء اصول اور فقہاء نے یہ تصریح کی ہے کہ اگر شریعت سابقہ کا کوئی حکم قرآن اور حدیث میں بلا کسی انکار یا بلا ترمیم و تنسیخ نقل کیا جائے تو وہ ہمارے لیے حجت اور شریعت ہے اور فقہاء نے اس آیت کو استدلال میں پیش کیا ہے۔

(۵) رہا یہ امر کہ اس واقعہ میں پہلی بار قَاوِلَیْکَ هُمُ الْکَافِرُوْنَ اور دوسری بار قَاوِلَیْکَ هُمُ الظَّالِمُوْنَ کیوں کہا گیا اس کی حکمت تیسری آیت قَاوِلَیْکَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ کی تفسیر میں ذکر کریں گے۔

وَقَفَّيْنَا عَلَىٰ آثَارِهِم بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ

اور پچھاڑی میں بھیجا ہم نے انہی کے قدموں پر عیسیٰ مریم کا بیٹا

مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَةِ

سچ بتاتا تواریت کو جو آگے سے تھی

وَأَتَيْنَاهُ الْإِنجِيلَ فِيهِ هُدًى وَنُورٌ ۚ وَمُصَدِّقًا

اور اس کو دی ہم نے انجیل جس میں ہدایت اور روشنی اور سہما کرتی

لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَةِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةٌ

اپنی انکی توریات کو اور راہ بتاتی اور نصیحت

لِّلْمُتَّقِينَ ﴿۳۶﴾ وَلِيَحْكُمَ أَهْلُ الْإِنجِيلِ بِمَا أُنْزِلَ

ڈروالوں کو اور چاہیے کہ حکم کریں انجیل والے اس پر جو اللہ نے اتارا

اللَّهُ فِيهِ وَمَنْ لَمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ

اس میں اور جو کوئی حکم نہ کرے اللہ کے اتارے پر سو وہی لوگ

هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿۳۷﴾

ہیں بے حکم

خِطَابُ بَهْ نَصَارَىٰ

قَالَ اللَّهُ تَعَالَىٰ وَقَفَيْنَا..... اٹے..... هُمُ الْفَاسِقُونَ ۵

(رابط) یہود کی شرارتوں اور خیانتوں کے بعد نصاریٰ کے انحراف اور کجروی کو بیان کرتے ہیں اولاً انجیل کی مدح فرمائی تاکہ اُس سے انحراف کی قیامت خوب واضح ہو جائے اور مقصود یہ ہے کہ جس طرح یہود اپنی آسمانی کتاب سے مغرف ہیں اسی طرح نصاریٰ بھی اپنی آسمانی کتاب انجیل سے مغرف ہیں تو ریت کی مدح کے بعد انجیل کی مدح اسیلئے بھی فرمائی کہ یہود کو تنبیہ ہو جائے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی خدا کے رسول برحق تھے موسیٰ علیہ السلام کی طرح ان پر بھی ایمان لانا فرض ہے چنانچہ فرماتے ہیں اور ان پیغمبروں کے پیچھے جن کا ذکر یحکمکم بِهَا النَّبِيُّونَ میں ہو چکا ہے انہی کے نقش قدم پر ہم نے عیسیٰ بن مریم کو بھیجا در انما لیکم وہ اپنی زبان سے توریت کی تصدیق کرتے تھے جو ان سے پہلے موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی یعنی جو نبی خدا تعالیٰ کے فرمانبردار اور حکم بردار تھے اور توریت کے مطابق فتویٰ دیتے تھے اُن کے بعد اُن ہی کے نقش قدم پر عیسیٰ آئے جو مریم کے بیٹے ہیں خدا نہیں اور انہوں نے توریت کے حق اور من جانب اللہ ہونے کی تصدیق کی اور ہم نے انکو انجیل دی جس میں توریت کی طرح ہدایت اور نور ہے اور وہ انجیل اپنے سے پہلے نازل شدہ کتاب توریت کی بھی تصدیق کرتی تھی یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود اپنی زبان سے توریت کی تصدیق فرماتے تھے اور جو کتاب انجیل اُن کو دی گئی تھی وہ بھی توریت کی تصدیق کرتی تھی اور انجیل بھی توریت کی طرح ہدایت اور نور تھی احکام اور شرائع کے اعتبار سے دونوں میں بہت ہی قلیل فرق تھا جیسا کہ وَلِأَحَدٍ لَّكُمْ بَعْضُ الَّذِي جُورَ عَلَيْكُمْ میں اشارہ کیا گیا ہے اور یہ قلیل فرق توریت کی تصدیق کے منافی نہیں جیسا کہ ہم آج قرآن کو مانتے ہیں اور باوجود اس کے تمام کتب سماویہ کے من عند اللہ ہونے کی تصدیق کرتے ہیں پہلی آیت میں حضرت عیسیٰ کا مصدق توریت ہونا بیان کیا اور دوسری آیت میں یہ بتلایا کہ انجیل بھی توریت کی مصدق تھی اور وہ انجیل خدا سے

ڈرنے والوں کے لیے سراپا ہدایت اور نصیحت تھی جس میں آنے والے ہادی برحق (فارقلیط) کی بشارت تھی کہ وہ فارقلیط آکر حق کی راہیں بتلائے گا اور وعظ و نصیحت سے تم کو محارم اور مآثم سے بچائے گا حق تعالیٰ نے اس آیت میں انجیل کی پانچ صفیں بیان کیں (اول) یہ کہ فیئہ ہدئی۔ اس میں ہدایت ہے یعنی عقائد اور اعمال کی گمراہی سے بچاتی ہے اور توحید اور تفریق کی رہنمائی کرتی ہے کہ بت پرستی اور تثلیث جیسے شرک میں مبتلا نہ ہو جائیں (دوم) یہ کہ فیئہ نور اُس انجیل میں نور اور روشنی ہے جس سے طالب حق کو صحیح راستہ نظر آجاتا ہے اور شکوک اور شبہات کی ظلمتیں اس سے دور ہو جاتی ہیں (سوم) یہ کہ انجیل اپنے سے پہلی کتاب توریت کی تصدیق کرتی ہے کہ وہ کتاب منزل من اللہ تھی (چہارم اور پنجم) یہ کہ انجیل خدا سے ڈرنے والوں کیلئے سراپا ہدایت اور نصیحت تھی پہلی آیت میں عام ہدایت کا بیان تھا اور اس آیت میں خاص ہدایت کا ذکر ہے جو متقی اور پرہیزگاروں کے لیے ہے مطلب یہ ہے کہ توریت میں بھی ہدایت تھی اور توریت کی طرح انجیل میں بھی ہدایت ہے مگر اس عام ہدایت کے علاوہ ایک ایسے خاص ہادی (فارقلیط) کی بشارت پر مشتمل ہے کہ جس کی ہدایت تمام ہدایتوں سے اتم اور اکمل اور اُس کا دین تمام دینوں سے افضل ہوگا اور انجیل میں اُس آنے والے آخری ہادی کے اتباع کی خاص طور پر نصیحت تھی اس لیے آئندہ آیت میں اشارہ فرماتے ہیں اور انجیل والوں کو چاہیے کہ اس کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ نے انجیل میں نازل کیا ہے پہلی آیت میں یہودیوں کو نصیحت تھی اب اس آیت میں نصاریٰ کو نصیحت ہے کہ اے نصاریٰ تم یہود کی طرح انجیل سے انحراف نہ کرو تم انجیل پر چلو اور جس بنی اُتی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت اس میں مذکور ہے اس پر حضرت مسیح کی ہدایت اور نصیحت کے مطابق ایمان لاؤ اور جس کے متعلق حضرت مسیح تم کو یہ ہدایت کر گئے ہیں کہ جب وہ روح حق آئے گی تو تمہیں سچائی کی راہیں بتائے گی اس کی تکذیب کہہ کے خدا کے غضب اور لعنت کو مول نہ لو اور جو اللہ کے اتارے ہوئے کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو وہی لوگ بدکار ہیں ناسخ کے بعد منسوخ کی پیروی بدکاری اور گمراہی ہے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کے زمانہ میں توریت اور انجیل کا اتباع ہڈی تھا اور خاتم النبیین کی بعثت کے بعد قرآن کو چھوڑ کر توریت اور انجیل کا اتباع ہولنے نفس ہے۔

جو شخص حکم خداوندی کے مطابق فیصلہ نہ کرے اُس کو پہلی آیت میں کافر اور دوسری آیت میں اس کو ظالم اور تیسری آیت میں اُس کو فاسق کہا گیا ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ احوال مختلف ہیں بعض حالات میں حکم خدا کے خلاف فیصلہ کرنا کفر ہے اور بعض حالات میں ظلم ہے اور بعض حالات میں فسق ہے جیسا حال ہوگا دیا ہی حکم ہوگا۔

پہلی آیت میں زانی فصن کے رجم کا مقدمہ تھا جس میں ان لوگوں نے قصداً اور عناداً حکم رجم سے انکار کیا اور اس کے بجائے اپنی طرف سے تازیانہ کا حکم تجویز کیا اس لیے پہلی آیت میں کافرون فرمایا اور دوسری آیت میں قصاص کا مسئلہ تھا یہ لوگ رجم کی طرح قصاص کے حکم شرعی ہونے سے صراحتاً منکر نہ تھے بلکہ عملی طور پر محض اپنی برتری قائم کرنے کے لیے امیر و غریب کا فرق کرتے تھے اور عدل اور انصاف نہیں کرتے تھے اس لیے دوسری آیت میں ظالمون فرمایا کہ یہ ظلم صریح ہے کہ ضعیف کا قوی سے قصاص نہ لیا جائے اور ضعیف سے دیت زیادہ دلائی جائے یہ صریح ظلم ہے اور تیسری آیت میں حضرت مسیح کی بشارت اور ہدایت کے مطابق فارقلیط اور روح حق پر ایمان لانے کا مسئلہ تھا جس کی حضرت مسیحؑ نے تاکید اکید کی تھی باوجود اس کے بہت سے نصاریٰ نے دیدہ و دانستہ دنیاوی اغراض کی بناء پر روح حق پر ایمان لانے سے گریز کیا تو یہ صریح فسق اور بدکاری اور تمرد اور سرکشی تھی ایسے اس آیت میں فاسقون فرمایا۔

وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا

اور تجھ پر اتاری ہم نے کتاب تحقیق سچا کرتی

لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنْ الْكِتَابِ وَمُهَيِّمًا

اگلی کتابوں کو اور سب پر شامل سو تو

عَلَيْهِ فَاحْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ

حکم کر ان میں جو اتارا اللہ نے اور ان کی خوشی

أَهْوَاءَهُمْ عَمَّا جَاءَكَ مِنَ الْحَقِّ لِكُلِّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ

پر مت چل بھوڑ کر حق راہ جو میرے پاس آئی ہر ایک کو تم میں دیا

شِرْعَةً وَمِنْهَا جَاوِلُونَ شَاءَ اللَّهُ بِجَعَلَكُمْ أُمَّةً

ہم نے ایک دستور اور راہ اور اللہ چاہتا تو تم کو ایک دین

وَاحِدَةً وَلَكِنْ لِيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ فَاسْتَبِقُوا

پر کرتا لیکن تم کو آزمایا چاہے اپنے دیئے حکم میں سو تم بڑھ کر لو

الْخَيْرِ ۖ إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا

خوبیاں اللہ کے پاس تم سب کو پہنچنا ہے پھر جتا دے گا جس

كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۝۳۸ وَإِنْ أَحْكَمُ بَيْنَهُمْ يَمَّا

بات میں تم کو اختلاف تھا اور یہ فرمایا کہ حکم کر اُن میں جو

أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ أَنْ

اللہ نے اتارا اور مت پل ان کی خوشی پر اور بھٹاؤ ان سے کہ

يَفْتِنُوكَ عَنْ بَعْضِ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَيْكَ فَإِنْ تَوَلَّوْا

بجھ کو بہکا نہ دیں کسی حکم سے جو اللہ نے اتارا تجھ پر پھر اگر نہ مانیں

فَاعْلَمْ أَنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُصِيبَهُمْ بِبَعْضِ

تو جان لے کہ اللہ نے یہی چاہا ہے کہ پہنچا دے اُن کو کچھ سزا اُن کے

ذُنُوبِهِمْ ۖ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ لَفَاسِقُونَ ۝۳۹

گناہوں کی اور لوگوں میں بہت ہیں بے حکم

أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ ۖ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنْ

اب کیا حکم چاہتے ہیں کفر کے وقت کا اور اللہ سے بہتر کون ہے

اللَّهُ حُكْمًا يُقْوِمُونَ ۝۴۰

حکم کرنے والا یقین رکھنے والوں کو

ذکر قرآن مجید

قال الله تعالى وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ... الخ... وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ
(اربط) توریت اور انجیل کے ذکر کے بعد اللہ تعالیٰ قرآن مجید کا ذکر فرماتے ہیں کہ یہ اللہ کی آخری

صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے رشوقی اسلام کو منظور نہ کیا اور اُن کی خواہشات کی پیروی سے صاف انکار کر دیا اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں (تفسیر قرطبی ص ۲۱۳ و تفسیر ابن کثیر ص ۲ ج ۲) چنانچہ فرماتے ہیں اور توریت اور انجیل کے بعد ہم نے آپ کی طرف یہ کامل اور برحق کتاب اتاری جس کے مقابلہ میں کوئی کتاب کتاب کہلانے کے لائق نہیں جو خود بھی حق اور صدق کے ساتھ متلبس ہے اور اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے کہ جو کتابیں حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ پر من جانب اللہ نازل ہوئیں وہ اللہ کی برحق کتابیں تھیں یہ بھی قرآن کے حق ہونے کی دلیل ہے اس لیے کہ حق۔ حق کی تصدیق کرتا ہے باطل دین کبھی دین حق کی تصدیق نہیں کرتا اور یہ قرآن پہلی کتابوں کا محافظ اور نگہبان ہے کہ محرف کو غیر محرف سے ممتاز اور جدا کر دیتا ہے یعنی اُن کتابوں میں جو غلط باتیں شامل ہو گئیں ہیں ان کو بتلا کر اصل حقیقت کو واضح کر دیتا ہے گویا کہ یہ اُن کا محافظ اور امین اور نگہبان ہے پس گذشتہ کتابوں میں جو ایسی بات ہے کہ قرآن کے موافق ہے تو وہ حق ہے اور جو اس کے مخالف ہے وہ باطل ہے پس جس طرح سابقین کا یہ طرز عمل رہا کہ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ کے مطابق فیصلہ کرتے تھے اسی طرح آپ بھی اُن کے درمیان اسی کتاب کے مطابق فیصلہ کیجیے کہ جو اللہ نے آپ پر حق کے ساتھ اتاری ہے اور تمام کتب سابقہ پر مہمیں رحاکم ہے اور جو حق آپ کے پاس آپکا ہے اُسے چھوڑ کر ان کی خواہشوں اور فرمائشوں کی پیروی نہ کیجیے یعنی جس طرح آپ نے اس وقت اُن کی خواہش اور فرمائش سے صاف انکار کر دیا اسی طرح آئندہ بھی آپ اسی حق پر قائم رہیں جس کی بناء پر آپ نے اجبار یہود کی خواہش کو پورا کرنے سے صاف انکار کر دیا تھا آپ کی رائے نہایت صائب اور درست تھی آپ ہمیشہ اسی پر قائم رہے اس لیے کہ آپ کو جو دین حق دیا گیا ہے وہ کبھی منسوخ نہ ہوگا ہم نے آپ کی بعثت سے پہلے تم میں سے ہر گروہ کے لیے ایک دستور اور راہ عمل مقرر کیا تھا جس پر چل کر وہ خدا تک پہنچ سکے اسی طرح حق تعالیٰ نے آپ کے لیے یہ شریعت اور یہ شاہراہ مقرر کی ہے آپ اس شاہراہ پر چلیے اور اس شاہراہ کو چھوڑ کر دوسرے راستوں پر چلنے کا خیال بھی نہ کیجیے۔

مشرعہ کے معنی شریعت کے ہیں اور منہاج کے معنی طریقت کے ہیں شریعت اصل ف میں پانی کے گھاٹ کو کہتے ہیں اور پانی پر زندگی کا دار و مدار ہے اور اصطلاح میں شریعت احکام خداوندی کے مجموعہ کو کہتے ہیں جو بمنزلہ آب حیات کے ہیں کہ اُن کے پینے سے یہ یعنی ان پر عمل کرنے سے دائمی زندگی حاصل ہوتی ہے اور منہاج سے طریقت عمل اور طریقہ

ملکہ شاہ ولی اللہ قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں یعنی تحریف از غیر تحریف جدائی سازد واللہ اعلم (فتح الرحمن)

اصلاح مراد ہے یعنی تزکیہ نفس اور اصلاح باطن کا طریقہ مراد ہے اور طریقت شریعت کے علاوہ کوئی چیز نہیں بلکہ اس کے ماتحت ہے کتاب و سنت میں احکام شرعیہ بھی ہیں اور تزکیہ نفس اور اصلاح باطن کے طریقے بھی ہیں اور سب خدا تک پہنچنے کے راستے ہیں کوئی کسی راہ سے اور کوئی کسی راہ سے جا رہا ہے۔

حق جل شانہ باقتضاء حکمت و مصلحت ہر زمانہ اور ہر امت کے احوال اور استعداد کے مناسب انبیاء کرام کو شریعتیں اور ہدایتیں عطا فرماتے رہے مگر اصول دین اور مقاصد کلیہ جن پر نجات ابدی کا مدار ہے اور جس کو حق تعالیٰ نے ایک مقام پر لفظ دین سے تعبیر کیا ہے اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ وہ تمام انبیاء کرام کا ایک ہے حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نحن معاشر الانبياء اخوة علات ديننا واحد یعنی ہم تمام پیغمبر منزلہ علاتی بھائیوں کے ہیں کہ جن کا باپ (یعنی دین) ایک اور مائیں (یعنی شریعتیں) مختلف ہیں انبیاء کرام کی شریعتیں مختلف رہیں کسی شریعت میں کوئی چیز حلال ہوئی اور کسی میں حرام کسی ملت کے احکام میں خفت اور سہولت رہی جیسا کہ شریعت عیسویہ میں اور کسی میں شدت اور صوبت جیسا کہ شریعت موسویہ جس زمان اور مکان اور جس قوم کے لیے حق تعالیٰ نے جو مصلحت جانا اس کے مطابق حکم دیا لِكُلِّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ رِشْوَةً وَكَمْ تَجَاوَزْتُمْ فِيْهَا اَشْرَافُ مَا كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ اس طرف اشارہ ہے کہ شرائع سماویہ کا اختلاف مخاطبین کے قابلیت اور صلاحیت اور استعداد پر مبنی ہے اس علیم و حکیم نے جیسا مناسب جانا ویسی شریعت نازل کی اب اس اخیر زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے ایک نہایت کامل اور معتدل شریعت نازل کی بوقیامت تک تمام عالم کی ہدایت کے لیے کافی اور شافی ہے جس طرح پہلی شریعتیں من جانب اللہ تھیں اور واجب الطاعت تھیں اسی طرح یہ آخری شریعت بھی من جانب اللہ بصد ہزار شوق و رغبت اس کو قبول کرنا چاہیے ایک وفادار غلام کا فریضہ یہ ہے کہ آقا کے جدید اور آخری حکم کے سامنے گردن جھکا دینے کے لیے تیار رہے جدید حکم کے ہوتے ہوئے سابق اور قدیم حکم پر عمل کرنا تمرد اور سرکشی کی دلیل ہے اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی امت بنا دیتا کہ سب کے لیے ایک ہی شریعت ہوتی لیکن اللہ تعالیٰ نے مختلف انبیاء پر مختلف شریعتوں کو اس لیے اتارا تاکہ تمہارا امتحان کرے اُس چیز میں جو تم کو دی ہے یعنی اسے اقوام عالم تم کو جو مختلف زمانوں میں مختلف شریعتیں دی گئیں اس سے مقصود تمہاری آزمائش تھی کہ کون حکم خداوندی بجا لاتا ہے اور کون قدیم رسم کی پابندی پراصرار کرتا ہے اور کون جدید حکم (یعنی ناسخ) کو چھوڑ کر قدیم حکم یعنی منسوخ کی پیروی کرتا ہے مطلب یہ ہے کہ ہر زمانہ میں شرائع مختلف کی تشریح سے امتحان اور آزمائش مقصود تھی کہ کون اس کے حکم مانتا ہے اور کون رسم و رواج یا منسوخ حکم کی پیروی کرتا ہے اور اس کو آزمائش اس لیے فرمایا کہ انسان جس طریقہ کا عادی ہو جاتا ہے اس کا

چھوڑنا اس پر طبعاً گراں ہوتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ہر امت کے لیے ایک شریعت مقرر کی تاکہ اس پر چلیں اور اگر ہر نفس کو اس کی خواہش پر چھوڑ دیا جاتا تو لوگ خدا کے بندے نہ رہتے بلکہ نفس کے بندے بن جاتے۔

پس اسے لوگوں تم تعصب اور ہوا پرستی کو چھوڑ کر اپنے مرنے سے پہلے اُن بہترین عقائد اور اعمال اور مکارم اخلاق کی طرف دوڑو اور ان کی طلب میں سرگرم رہو جن کی طرف تم کو شریعت محمدیہ علی صا جہا الف الف صلاة و تہتہ۔ دعوت دیتی ہے یعنی تم کو چاہیئے کہ اس آخری شریعت کا اتباع کرو جس کو نبی آخر الزمان لے کر آئے ہیں اور وہ شریعت کاملہ اور عادلہ تمام شریعتوں کی ناسخ ہو کر آئی ہے۔

یقیناً کہ ناکردہ قرآن درست

پیغام خدا نخواست آدم آورد

باجملہ رسل نامہ بے خاتم بود

کتب خانہ چند ملت بشت

انجام بشارت ابن مریم آورد

احمد برمانامہ و خاتم آورد

اب نجات اس آخری شریعت کے اتباع میں منحصر ہے جیسے حضرت عیسیٰ کی بعثت کے بعد نجات حضرت عیسیٰ کے اتباع میں منحصر تھی حضرت عیسیٰ کی بعثت کے بعد موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کا اتباع نجات کے لیے کافی نہ تھا اسی طرح خاتم الانبیاء کی بعثت کے بعد نجات آپ کے اتباع میں منحصر ہے اور اسی میں خیر ہے اور اس کے ذریعہ تم خدا تک پہنچ سکتے ہو پس اگر تم میدان سعادت میں گوتے سبقت لے جانا چاہتے ہو تو اس آخری شریعت کا اتباع کرو۔

گوئے توفیق و سعادت دریاں افکنده اند

کس بہ میداں در نمی آید سواراں را پشد

لہذا تم بلا تردد اس خیر کی طرف دوڑو اور یہ نہ سمجھو کہ ہم ہمیشہ دنیا ہی میں رہیں گے ایک دن اللہ ہی کی طرف تم سب کو لوٹ کر جانا ہے جب وہاں پہنچو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو اُن تمام باتوں سے آگاہ کر دے گا جس میں یعنی دین اور شریعت کے بارہ ہیں تم اختلاف کرتے تھے وہاں پہنچ کر حق اور باطل کی حقیقت منکشف ہو جائے گی اور نتیجہ سامنے آجائے گا۔

اب اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیتے ہیں کہ جو شریعت اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کی اب تک اس پر قائم رہے اور یہود اور نصاریٰ کے مکر و فریب سے ہوشیار رہے پس ان کے باہمی نزاع کا فیصلہ آپ اپنی اس شریعت کے مطابق کیجئے جو اللہ نے آپ پر نازل کی ہے اور ہم آپ کو مکر و حکم دیتے ہیں کہ آپ اہل کتاب کے درمیان اس کتاب کے مطابق فیصلہ فرمائیں جو اللہ نے آپ پر اتاری ہے اگرچہ وہ ان کے رسم و رواج کے خلاف ہو اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کیجئے اور ان سے احتیاط نہ کیجئے کہ مبادا کسی وقت یہ لوگ اپنی چرب زبانی اور ظاہری ملیح کاری سے آپ کو خدا کے نازل کردہ حکم سے کچھ بچلا نہ دیں جیسا کہ بعض علماء یہود نے آپ کے بچلائے اور پھسلانے اور فریب دینے کی یہ تدبیر کی کہ آپ کے پاس جادویں اور

جا کہ یہ کہیں کہ اسے محمد ہماری قوم میں آپس میں کچھ نزاع ہو گیا ہے آپ کے پاس فیصلہ لائیں گے اگر ہمارے موافق فیصلہ کر دیں گے تو ہم مسلمان ہو جائیں گے اور آپ کی دشمنی کو مان لیں گے اور ہمارے مسلمان ہونے سے یہود کی ایک عظیم جماعت ہماری متابعت میں اسلام قبول کر لے گی چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایمان اور ہدایت کے دلدادہ تھے کما قال تعالیٰ لَعَلَّكَ بِاِخْرَجَ نَفْسِكَ اَنْ لَا يَكُونُوا مُؤْمِنِيْنَ۔ وَمَا اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ اس لیے یہود نے حضور پر نور کو پھسلانے کے لیے یہ دشمنی اسلام پیش کیا مگر آپ نے اُسے ٹھکرا دیا اور اُن کی خواہش پر چلنے سے صاف انکار کر دیا اس آیت میں آپ کی اس استقامت کی تصویب اور تعریف اور تائید ہے اور آئندہ بھی ایسی ہی شان عصمت پر ثابت قدم رہنے کی تاکید ہے پھر اگر یہ لوگ آپ کے فیصلہ سے اعراض کر بی تو جان لیجیے کہ اللہ کا ارادہ یہ ہے کہ دنیا ہی میں اُن کو اُن کے بعض گناہوں کی سزا میں مبتلا کرے مصیبت کرے اور وہ بعض جرم آپ کے فیصلہ کو نہ ماننا ہے اور بعض گناہوں کی تخصیص اس لیے کی کہ دنیا میں بعض ہی گناہوں کی سزا ملتی ہے کل گناہوں کی نہیں ملتی تمام گناہوں کی پوری سزا آخرت میں ملے گی اور بے شک بہت سے لوگ دین اور شریعت کی حدود سے باہر نکلنے والے ہیں یعنی اکثر یہودی فاسق اور بدکار ہیں وہ آپ کے فیصلہ پر راضی نہیں ہو سکتے اب کیا یہ لوگ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں کہ امیر کو فقیر پر برتری رہے دیت اور قصاص اور تاوان میں امیر و غریب میں فرق رکھا جائے شریعت کا فیصلہ عدل اور انصاف پر مبنی ہے اور یہود کا یہ رسم و رواج جہالت اور گمراہی پر مبنی ہے اور اللہ کے فیصلہ سے کس کا فیصلہ اچھا ہے اُن لوگوں کے لیے جو آخرت پر یقین رکھتے ہیں مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کے فیصلہ کو نہیں مانتے اُن کو آخرت پر یقین نہیں اگر یقین ہوتا تو اللہ کے فیصلہ سے انحراف نہ کرتے کیونکہ اس کے فیصلہ سے اچھا کس کا فیصلہ ہو سکتا ہے خدا کے فیصلہ سے اعراض اور انحراف دلیل جہالت کی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ

اے ایمان والو مت پکڑو یہود

وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ ۚ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ

اور نصاریٰ کو رفیق وہی آپس میں رفیق ہیں ایک دوسرے کے

وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَاِنَّهُ مِنْهُمْ ۗ إِنَّ

اور جو کوئی تم میں اُن سے رفاقت کرے وہ اُن

اللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿۵۱﴾ فَتَرَى الَّذِينَ

ہی میں سے اللہ راہ نہیں دیتا بے انصاف لوگوں کو اب تو دیکھ گاہ

فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ يُسَارِعُونَ فِيهِمْ يَقُولُونَ

جن کے دل میں آنار ہے دوڑ کر ملے جاتے ہیں ان میں کہتے ہیں

نَحْشَى أَنْ تُصِيبَنَا دَآئِرَةٌ ۖ فَعَسَى اللَّهُ أَنْ يَأْتِيَ

کہ ہم کو ڈر ہے کہ نہ آجائے ہم پر گردش سو شاید اللہ جلد بھیجے

بِالْفَتْحِ أَوْ أَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهِ فَيُصْبِحُوا عَلَى مَا

فیصلہ یا کچھ حکم اپنے پاس سے تو فجر کو لگیں اپنے

أَسْرًا وَفِي أَنْفُسِهِمْ نَدِيمِينَ ﴿۵۲﴾ وَيَقُولُ الَّذِينَ أَمْنُوا

جی کی چھ بات پر پہنچانے اور کہتے ہیں مسلمان کہ یہ وہی

أَهْوَاءِ الَّذِينَ أَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ إِنَّهُمْ

لوگ ہیں کہ قسمیں کھاتے تھے اللہ کی تاکید سے کہ ہم تمہارے

لَسَعَكُمْ ۖ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَأَصْبَحُوا خِيسِرِينَ ﴿۵۳﴾

ساتھ ہیں خراب گئے ان کے عمل پھر رہ گئے نقصان میں

حکم چہار دہم مَمَانِعُتْ اَزْمُوَالَاةِ يَهُودٍ وَنَصَارَى دِم مَنَافِقِينَ

قال الله تعالى يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ... اے... فَأَصْبَحُوا خِيسِرِينَ ۝

(در ربط) گذشتہ آیات میں یہود اور نصاری کے قبائح کو بیان کیا اب ان آیات میں مسلمانوں کو حکم ہوتا ہے کہ تم ان سے محبت نہ کرنا جو ان سے محبت کرے گا وہ انہیں میں شمار ہو گا۔ کیونکہ محبت اور صحبت کا بڑا اثر انسان کے دل پر پڑتا ہے محبت کا یہ اثر ہے کہ محبوب کی ہر چیز محب کی نظر میں محبوب ہو جاتی ہے جذام اور سرطان کی طرح کفر اور شرک ایک روحانی مرض ہے دلی میں جول

سے اس کے جرائم متعدی ہوتے ہیں خدا تعالیٰ کے باغیوں کی دلی محبت اور میں جوں سے رفتہ رفتہ انہیں کا مذہب اختیار کر لیتا ہے فی الحال اگرچہ باعقبار باطن کے ان میں سے ہمیں لیکن اُن کی محبت اور صحبت سے اندیشہ ہے کہ آئندہ چل کر انہیں میں سے نہ ہو جائے یعنی اسلام سے مرتد نہ ہو جائے جیسا کہ آئندہ آیت میں اسی فتنہ ارتداد کی خبر دی گئی ہے جس طرح کسی حکومت کی رعایا بن جانے کے بعد قانون حکومت پر نکتہ چینی اور تبصرہ کرنا حکومت سے ارتداد ہے اسی طرح اسلام میں داخل ہونے کے بعد قانون شریعت پر نکتہ چینی اور تبصرہ کرنا اسلام سے ارتداد ہے اور کافروں سے دلی تعلق ارتداد کی علامت اور اس کا پیش خیمہ ہے اور اگر وہ اس کو چھپائیں اور اسلام کو ظاہر کریں تو وہ نفاق ہے جو شخصی حکومت کے دشمنوں اور باغیوں سے میل جول اور دوستانہ تعلقات رکھے تو حکومت کی نظر میں اس کی وفاداری مشکوک ہو جاتی ہے اسی طرح کافروں سے دوستانہ تعلقات سے خدا تعالیٰ کی نظر میں اسلام کی وفاداری مشکوک ہو جاتی ہے۔

شان نزول

یہ آیتیں رئیس المناقبین عبد اللہ بن ابی کے بارہ میں نازل ہوئیں یہود سے اس کا بہت دوستانہ تھا اور اس کا خیال یہ تھا کہ شاید اُحد کی طرح مسلمان پھر مغلوب ہوں تو یہود سے ہماری دوستی کام آئے گی اور یہ کہا کہ ابی رجل اخاف الدوابر یعنی میں ایسا مرد ہوشیار ہوں کہ مجھے حوادث دھرم کا اندیشہ ہے اس لیے باقتضاء مصلحت میں یہود سے تعلق قطع نہیں کر سکتا عبد اللہ بن ابی منافق کی طرح حضرت عبادۃ بن الصامتؓ کے بھی یہود سے حلیفانہ تعلقات تھے مگر چونکہ وہ پچھے مسلمان تھے اس لیے انہوں نے فوراً یہود سے قطع تعلق کر دیا اور عبد اللہ بن ابی منافق کہنے لگا کہ میں اُن کی دوستی نہیں چھوڑ سکتا میرا بڑا نقصان ہوگا حالانکہ عبادۃ بن الصامتؓ سے بھی اسی قسم کی دوستی تھی مگر انہوں نے چھوڑ دی اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں اے ایمان والو! ایمان کا مقتضی یہ ہے کہ خدا کے دشمنوں سے تعلق قطع کرو اور منافقوں کی طرح یہود اور نصاریٰ کو اپنا دوست نہ بناؤ وہ کسی طرح تمہارے دوست نہیں بن سکتے وہ تو باہم ایک دوسرے کے دوست ہیں یعنی اگرچہ ان میں باہم اختلاف ہے مگر تمہاری مخالفت اور عداوت میں وہ سب ایک ہیں کیونکہ وہ سب کفر و نفاق میں ایک دوسرے کے ہم جنس ہیں اور کُند ہم جنس باہم جنس پر واز تم میں سے جو شخص اُن کو دوست بنائے گا سو وہ بلاشبہ انہیں میں سے ہوگا یا یہ معنی ہیں کہ اُن کے اختلاط سے متاثر ہو کر رفتہ رفتہ انہیں میں سے ہو جائے گا یعنی مرتد ہو کر انہیں میں سے ہو جائے یا کم از کم شعائر کفر اور رسوم مشرکہ سے نفور اور

بیزار تو نہ رہے گا دل سے اگر چہ اُن کا مذہب اختیار نہیں کیا مگر عللاً اور ظاہراً تو انہیں میں سے شمار ہوگا اور قاتلہٴ مشہوم باعتبار اطلاق کے اعتقاد اور عمل دونوں کو شامل ہے تحقیق اللہ تعالیٰ بے راہوں اور ستم گاروں کو ہدایت نہیں دیتا یعنی جو شخص دشمنان اسلام سے موالات اور دوستی کر کے اپنی جان پر ظلم و ستم کرے اور اسلام کے مغلوب اور مقہور ہونے کا انتظار کرے ایسے بد بخت ظالم کی راہ ہدایت پر آنے کی کوئی توقع نہیں کی جاسکتی جو لوگ کافروں کی دوستی میں غرق ہیں وہ اس بات کو سمجھ ہی نہیں سکتے پس اسے دیکھنے والے تو اپنی آنکھ سے مشاہدہ کر لے گا کہ جن لوگوں کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے وہ دور دور کر کافروں میں گھسے جاتے ہیں اور اگر کوئی انہیں فہمائش کرتا ہے تو یہ کہتے ہیں کہ ہم کو ڈر ہے کہ زمانہ کا کوئی حادثہ ہم کو نہ آپہنچے ان کا مقصود یہ تھا کہ ہم کو یقین نہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے مقاصد میں کامیاب ہوں گے اگر کوئی وقت ایسا آیا کہ دشمن ان پر غالب آگیا تو وہ ہم کو ان کا ساتھی سمجھ کر پیس ڈالے گا لہذا ہم ان سے بگاڑنا نہیں چاہتے حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اُن کا یہ گمان غلط ہے عنقریب خداوند ذوالجلال مسلمانوں کو ان پر غالب کرے گا اور یہ کم بخت منافق پھپھکتے رہ جائیں گے چنانچہ فرماتے ہیں پس وہ وقت قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی فتح اور غلبہ کو ظاہر فرمائے اور جن سے یہ دوستی کر رہے ہیں وہ مقہور و مغلوب ہوں یا اس کے علاوہ اور کوئی امر پردہٴ غیب سے ظاہر فرمائے جیسے بنی نضیر کی جلا وطنی اور بنی قریظہ کی گردن زدنی کا حکم اس وقت یہ منافقین اُن باتوں پر جو اپنے دل میں چھپائے ہوئے ہیں پشیمان ہوں گے یعنی جب خدا تعالیٰ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ان کے دشمنوں پر فتح دے گا اور ان کے دشمنوں میں سے کسی کو جلا وطن کرے گا اور کسی کو قتل کرائے گا اس وقت منافقوں پر کھلے گا کہ ہمارا گمان غلط تھا کہ رسول خدا کو غلبہ نہ ہوگا اور جن کی شوکت پر بھروسہ کرتے تھے اُن کی ساری شوکت خاک میں مل گئی اور جن کا سہارا ڈھونڈتے تھے وہ سہارا ختم ہوا اور خدا تعالیٰ کی پیشین گوئی پوری صادق ہو گئی کہ اسلام کا غلبہ ہو گیا اور دشمنوں کی تمام شوکت ختم ہو گئی اس وقت یہ لوگ اپنے گمان پر پشیمان ہوں گے اور جس وقت ان منافقین کا پردہ چاک ہوگا اس وقت اہل ایمان آپس میں تعجب سے یہ کہیں گے کیا وہی لوگ ہیں جو تم سے یعنی تم مسلمانوں کے آگے اللہ کی پکی قسمیں کھایا کرتے تھے کہ وہ بلاشبہ تمہارے ساتھ ہیں یعنی اس دن مسلمان بڑے تعجب سے آپس میں یہ کہیں گے کہ یہ وہی لوگ ہیں کہ ہم سے بڑی پکی قسمیں کھا کھا کر کہا کرتے تھے کہ ہم مسلمان ہیں آج ان کا جھوٹ اور نفاق ظاہر ہو گیا اور معلوم ہو گیا کہ جھوٹے تھے دعویٰ تو یہ تھا کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں اور ظاہر ہوا اس کے خلاف الخرض ان کی ساری کارروائیاں غارت گئی ان منافقوں کا ظاہری اسلام کچھ کام نہ آیا اور یہ ساری جدوجہد کہ دونوں طرف سے بھلے بنے رہیں بیکار گئی کیونکہ کفار تو خود مغلوب ہوئے اس لیے اُن کا ساتھ دنیا بیکار رہا اور مسلمانوں کے سامنے

ان کی قلعی کھل گئی پس دونوں طرف سے نقصان اور خسارہ میں رہ گئے نہ ادھر کے رہے اور نہ ادھر کے اور اسلام کے غلبہ اور فتح سے ان کی تمام امیدوں پر پانی پھر گیا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ

اے ایمان والو جو کوئی تم میں پھرے گا اپنے دین سے

فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ

تو اللہ آئے گا لوگ کہ ان کو چاہتا ہے اور وہ اس کو چاہتے ہیں نرم

عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ

دل میں مسلمانوں پر اور زبردست ہیں کافروں پر لڑتے ہیں اللہ کی راہ

فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ذَلِكَ

میں اور ڈرتے نہیں کسی کے الزام سے یہ

فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴿۵۴﴾

فضل ہے اللہ کا دے گا جس کو چاہے اور اللہ کشائش والا ہے

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ

خبردار تمہارا رفیق وہی اللہ ہے اور اس کا رسول اور ایمان والے جو

يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاغِبُونَ ﴿۵۵﴾

قائم ہیں نماز پر اور دیتے ہیں زکوٰۃ اور وہ راغب ہیں

وَمَنْ يَتَوَلَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا فَإِنَّ

اور جو کوئی رفاقت پکڑے اللہ کی اور اس کے رسول کی اور ایمان والوں کی تو اللہ

حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْغَالِبُونَ ﴿۵۶﴾ (عہد مجازی کریم)

کی جماعت وہی ہوں گے غالب



فتنہ ارتداد اور غلبہ اسلام کی پیشین گوئی

قال تعالیٰ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ اے هُمْ الْغَالِبُونَ ہ (ربط) اوپر کی آیت میں جو ارتداد سے ہجانے کے لیے مسلمانوں کو حکم ہوا تھا کہ کفار سے دوستی نہ کریں جو ان سے محبت کرے گا وہ فی الحال یا فی المال انہیں میں سے ہو جائے گا یعنی مرتد ہو جائے گا لہذا اب اس آیت میں ارتداد کی سزا ارشاد فرماتے ہیں اور عنقریب پیش آنے والے فتنہ ارتداد اور اسلام کے غلبہ اور اس کے ابدی بقا اور حفاظت اور تائید غیبی کے متعلق ایک عظیم الشان پیشین گوئی فرماتے ہیں اور نزول آیت کے وقت جو مسلمان موجود تھے ان کو پہلے ہی سے یہ خبر دیتے ہیں کہ عنقریب فتنہ ارتداد پیش آئے گا اور تم میں سے کچھ لوگ مرتد ہو جائیں گے اور اس خبر کی ساتھ ہی ساتھ یہ بشارت سناتے ہیں کہ اس فتنہ سے اسلام اور مسلمانوں کو کوئی ضرر نہیں پہنچے گا اور خدا تعالیٰ نے اس فتنہ کے قلع قمع کرنے کے لیے عالم غیب سے یہ تدبیر مقرر کی ہے کہ خاصانِ خدا کی ایک جماعت ان مرتدین کے قتل و قتال کے لیے من جانب اللہ براہِ کفایت کی جائے گی جو ان مرتدین کی ایسی سرکوبی کرے گی کہ کفر سراٹھانے کے قابل نہ رہے گا اور یہ حق جل شانہ کی سنت ہے کہ جو شخص یا جو جماعت اسلام میں فتنہ اور رخنہ ڈالنے کے لیے کھڑی ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان کی سرکوبی کے لیے ایسے جاں نثار اور وفادار مسلمانوں کو کھڑا کر دیتا ہے جنہیں خدا کی راہ میں کسی کی ملامت اور طعن و تشنیع کی پرواہ نہیں ہوتی کما قال تعالیٰ وَإِنْ كُنْتُمْ لَوَّاعِينَ حَتَّىٰ كُنْتُمْ كَذَٰبًا فَاصْبِرُوا أُولَٰئِكَ هُمُ الرَّاغِبُونَ إِلَىٰ عَذَابِ اللَّهِ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ (۱) اور صحت سے پہنچتے رہو کیونکہ ان کی صحت اور محبت سے مرتد ہو جانے کا اندیشہ ہے خوب من لو جو کوئی تم میں سے مرتد ہو جائے گا یعنی دین اسلام سے پھر جلتے گا تو اس کے ارتداد سے دین اسلام کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اس فتنہ ارتداد کی سرکوبی کے لیے عنقریب ایسی جماعت اور گروہ کو اپنے ساتھ لائے گا یہ ساتھ لانا بقوم میں بارِ الصاق کا ترجمہ ہے اور کسی کو ساتھ لانے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ خود بھی ساتھ آئے اور ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ جس کو ساتھ لے کر آئے گا اور جس کے ساتھ آئے گا وہ بلاشبہ اس کا محبوب اور مقرب ہو گا اس لیے آئندہ آیت میں یہ بتلاتے ہیں کہ جس گروہ کو خدا تعالیٰ مقابلہ اور مقاتلہ کے لیے لے کر آئے گا ان میں چار وصف ہوں گے اور وہ چار وصف یہ ہوں گے جن کا آئندہ ذکر فرماتے ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ ان سے محبت رکھے گا اور وہ اللہ سے محبت رکھیں گے یعنی یہ جماعت اللہ تعالیٰ

کی محب اور عاشق بھی ہوگی اور محبوب بھی ہوگی (۲) ایمانداروں کے حق میں وہ نرم اور ہر بان اور دشمنان خدا کے مقابلہ میں سخت ہوں گے تاکہ خدا کے مقابلہ میں سرکشی کرنے والوں کا غرور کا فور ہو جائے (۳) خدا کی راہ میں دل کھول کر جہاد کریں گے ان کی گردنیں ماریں گے اور ان کے بچوں اور عورتوں کو گواہ کر کے غلام بنائیں گے اور ان کے املاک اور اموال کو لوٹیں گے (۴) اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت اور طعن و تشنیع سے نہ ڈریں گے یعنی کسی کی ملامت اور طعن و تشنیع سے متاثر نہ ہو کر خدا کے باغیوں (مرتدین) کی سرکوبی میں کمی نہ کریں گے جیسا کہ اہل نفاق کا شیوہ ہے کہ وہ دائیں اور بائیں دیکھتے رہتے ہیں یہ صفات مذکورہ فاضلہ اللہ کا فضل ہیں جس کو چاہتا ہے یہ فضل عطا کرتا ہے یعنی ان صفات فاضلہ مذکورہ کے ساتھ متصف ہونا اللہ تعالیٰ کا فضل ہے بغیر اس کی ہر بانی اور عنایت اور توفیق کے کوئی خود بخود ان صفات فاضلہ کے ساتھ متصف نہیں ہو سکتا نہ اللہ بخشد خدا بخشنده اور اللہ بڑا دست والا اور دانا ہے نہ اللہ کے خزانہ میں کوئی کمی ہے اور نہ اس کے جوہر کم میں کوئی کمی ہے جس کو چاہے اپنے خزانہ رحمت سے یہ صفات فاضلہ عطا کرے اور وہ علام الغیوب ہے وہ خوب جانتا ہے کہ کون ان صفات کا اہل ہے اور کون نہیں اور حق تعالیٰ نے ان صفات فاضلہ کا ذکر اس لیے فرمایا تاکہ معلوم ہو جائے کہ جو جماعت مرتدین سے جہاد و قتال کریگی وہ اعلیٰ درجہ کے مومنین مخلصین ہوں گے منافق نہ ہوں گے۔

خلاصہ مطلب آیت کا یہ ہے کہ اے مسلمانو جو اس آیت کے نزول کے وقت اہل ایمان اور اخلاص ہیں تم کو پیش آئے ہیں پہلے ہی خبر دی جاتی ہے کہ عنقریب مسلمانوں میں کے کچھ لوگ اسلام سے مرتد ہو جائیں گے تو خوب سمجھ لیں کہ وہ اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اللہ تعالیٰ اپنے دین کی حمایت اور حفاظت کے لیے ایک ایسی قوم کو کھڑا کرے گا جن میں مومنین کا ملین اور خاصان خدا کی صفات کاملہ اور فاضلہ جمع ہوں گی اور وہ حزب اللہ یعنی اللہ کی خاص جماعت ہوگی جو مرتدین کی سرکوبی کرے گی اور ان پر غالب آئے گی چنانچہ اُن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد متعدد قبائل عرب کافر اور مرتد ہوئے اور محمد تعالیٰ خدا تعالیٰ کا دین بے سہارا اور بے مددگار نہ رہا اور جس قوم کے لئے اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا تھا وہ ابوبکر صدیقؓ کی جماعت تھی جن کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ نے مرتدین کی سرکوبی کی اور جنہوں نے مرتدین سے جہاد و قتال کیا اور ابوبکر صدیقؓ کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا کیا اللہ تعالیٰ نے ابوبکر صدیقؓ کے دل میں ڈال دیا کہ اس فتنہ سے بچاؤ کی صورت سوائے تلوار کے کچھ نہیں اس لیے ابوبکر صدیقؓ نے جہاد کا عزم بالجزم فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں کے دل میں ارادہ جہاد و قتال مرتدین پیدا کر دیا سب جہاد کے لیے کھڑے ہو گئے اور حسب وعدہ الہی مظفر و منصور ہوئے۔

پس جب صدیق اکبرؓ اور ان کے رفقاء کا خاصان خدا ہونا یعنی خدا تعالیٰ کا محب اور محبوب

ہونا ثابت ہو گیا تو پھر ان کی خلافت کے حق ہونے میں کیا شبہ رہا یہ امر تاریخ سے اور شیعہ اور سنی روایات سے بالاتفاق ثابت ہے کہ حضور پُر نورؐ کی وفات کے قریب ہی کچھ لوگ مرتد ہونا شروع ہو گئے تھے اور آپؐ کی وفات کے بعد جب صدیق اکبرؓ خلیفہ ہوئے تو یہ آگ اور تیز ہو گئی اور یہ امر بھی بالاتفاق ثابت ہے کہ سوائے ابوبکرؓ کے اور ان کے بعد حضرت عمرؓ کے کسی نے مرتدین سے قتال و جہاد نہیں کیا اور خدا تعالیٰ نے جو جبردی ہے اس کا سچا ہونا ضروری ہے خدا کی خبر کا غلط ہونا ناممکن اور محال ہے پس اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور ان صحابہ کے ہاتھوں پورا ہو گیا کہ جو ابوبکر صدیقؓ کے حکم سے مرتدین سے لڑے تو ثابت ہو جائے گا کہ ابوبکرؓ اور ان کے ساتھی سب محبوب خدا اور محب خدا تھے اور ان کی خلافت حق تھی کیونکہ جو محب خدا اور محبوب خدا ہو گا وہ بھلا حق کے خلاف کیسے ہو سکتا ہے اور اگر یہ تسلیم نہ کیا جائے کہ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ سے ابوبکر صدیقؓ اور ان کی جماعت مراد ہے تو لازم آئے گا کہ خدا تعالیٰ کی یہ خبر سچی نہ ہو کیونکہ یہ امر بالاتفاق ثابت ہے کہ نزول آیت کے وقت جو مسلمان موجود تھے ان میں سے سوا حضرت ابوبکرؓ کے اور ان کے بعد حضرت عمرؓ کے کسی نے مرتدین سے قتال نہیں کیا اور اس آیت کو حضرت علیؓ کی لڑائیوں پر محمول نہیں کیا جاسکتا اس لیے کہ ان کی لڑائی مرتدین اسلام سے نہ تھی بلکہ اپنے باطنی بھائیوں سے تھی جیسا کہ خود حضرت علیؓ کا ارشاد ہے بَنُو لَا اِخْوَانَنَا قَدْ بَعَثُوا عَلَيْنَا جُنُودًا مِّنْ لَّدُنْكَ لَوْ كُنَّا نَعْلَمُ مَا كُنَّا بِمُحَارِبِيهِمْ اَوْ لَدُنْكَ عِلْمٌ مِّنْ شَيْءٍ اَوْ لَدُنْكَ عِلْمٌ مِّنْ شَيْءٍ بلکہ حضرت علیؓ کی خلافت اور امارت سے باطنی تھے اور کسی کی امارت نہ تسلیم کرنے سے اسلام سے مرتد نہیں ہوا۔ معاذا اللہ اگر حضرت معاویہؓ روافض کے زعم کے مطابق مرتد تھے تو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے باوجود قوت و شوکت کے ان سے صلح کیسے کی اور ان کے حق میں خلافت کے حق سے کیسے دستبردار ہوئے کیا مرتد کی خلافت اور اطاعت پر صلح کرنا جائز ہے معلوم ہوا کہ امام حسنؓ کے نزدیک حضرت معاویہؓ مسلمان تھے مرتد نہ تھے بلکہ خلافت اور امارت کے اہل تھے اور امام حسنؓ حضرات شیعہ کے نزدیک امام معصوم اور مفترض الاطاعت ہیں اور اگر بقول روافض مرتدین سے وہ لوگ مراد لیے جائیں جنہوں نے ابوبکرؓ کی خلافت اور امامت کو تسلیم کیا اور حضرت علیؓ کی خلافت اور امامت سے انکار کیا اور اس بنا پر یہ لوگ مرتد اور کافر ہو گئے تو ہم یہ سوال کریں گے کہ جب یہ سب لوگ تمہارے خیال اور زعم کی بنا پر کافر اور مرتد ہو گئے تو حضرت علیؓ نے ان مرتدین (خلفاء ثلاثہ) سے کیوں جہاد و قتال نہ کیا پس اگر یہ آیت حضرت علیؓ کے بارہ ہیں ہے تو ان پر ان مرتدین سے جہاد و قتال فرض تھا نیز یہ بھی ضروری تھا کہ حضرت علیؓ اس جہاد میں ضرور کامیاب ہوتے اس وعدہ کے مطابق خدا پر لازم تھا کہ وہ حضرت علیؓ کی سرکردگی میں ان مرتدین کے مقابلہ کے لیے ایسی قوم کو لاتا جو حضرت علیؓ کے ساتھ ان مرتدین سے جہاد کرتی اور ان کو

صرف اللہ اور اس کا رسول اور یہ مومنین مخلصین ہیں کہ جو خشوع کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور خلوص کے ساتھ زکوٰۃ دیتے ہیں یہ اوصاف اس لیے بیان فرمائے کہ منافقین بھی ان میں ملے جلے تھے جن پر نماز اور زکوٰۃ شاق تھی پس غرض ان اوصاف کے ذکر کرنے سے یہ ہے کہ جو مومن صفات مذکورہ کے ساتھ موصوف ہوں ان سے دوستی رکھو اور جو ایسے نہیں ان سے نہ رکھو کیونکہ وہ حقیقت میں مومن نہیں بلکہ منافق ہیں اور جو شخص ہمارے حکم کے موافق اللہ کو اور اس کے رسول کو اور مومنین مخلصین کو اپنا دوست اور رفیق بنائے تو اس کو کسی کے شر اور ضرر سے ڈرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ اللہ کے گروہ میں داخل ہو گیا تو بے شک جو اللہ کا گروہ ہے وہی غالب ہو گا وقتی طور پر اگر کا فر غالب آجائیں تو انجام کار غلبہ اہل ایمان اور اہل تقویٰ ہی کو ہوتا ہے۔۔۔ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ مطلب یہ ہے کہ کفار کی کثرت اور مسلمانوں کی قلت عدداً اور بے مروتانہ کو دیکھ کر کافروں کی مولات کی طرف مائل نہ ہو جاؤ اللہ ہی کی جماعت سب پر غالب آئے گی۔

لطائف و معارف

(۱) اس مقام پر دو آیتیں ہیں پہلی آیت یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ إِلَى قَوْلِهِ دَايِمٌ عَلَيْهِمْ يَہ آیت آیت قتال مرتدین کے نام سے مشہور ہے اور دوسری آیت إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ۔۔۔ اے ہُمْ الْغُلَامُوتَ یہ آیت آیت ولایت کے نام سے مشہور ہے

مختصر بیان کیفیت واقعہ ارتداد
حسن بصری کہتے ہیں کہ چونکہ خدا تعالیٰ جانتا تھا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی وفات کے بعد بعض قویں اسلام سے مرتد ہو جائیں گی اس لیے خدا تعالیٰ نے پہلے ہی سے یہ خبر دے دی کہ اس وقت خدا تعالیٰ ایسی قوم کو لائے گا جو مرتدین کا قلع قمع کرے گی اللہ اس قوم سے محبت رکھتا ہو گا اور وہ قوم اللہ سے

علامہ زعترہی لکھتے ہیں کہ عرب کے گیارہ فرقے مرتد ہوئے تین قبیلے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخیر زمانہ میں مرتد ہو گئے اور ہر قبیلہ میں سے ایک ایک شخص دعوائے نبوت کرتا ہوا اٹھا اور اس کے قوم کے لوگوں نے اس کی تصدیق کی اور فساد عظیم برپا کیا۔

پہلا فرقہ
بنی مدلج کا ہے جن کا رئیس ذو الحجار یعنی اسود عنسی تھا یہ ایک کاہن میں قبیلہ مذحج کے درمیان نبوت کا دعویٰ کیا اور اس علاقہ کے شہروں پر مستولی ہو گیا اور

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عثمان کو وہاں سے نکال دیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی سرکوبی کے لیے معاذ بن جبل کو لکھا جو ان دنوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یمن کے قاضی تھے اور وہاں کے روساء اور مسلمانوں کے نام بھی لکھا کہ ذوالنہار سے لڑنے کے لیے تیار ہو جائیں حضرت فیروز دیلمی جو اس وقت حضرت معاذ کے ہمراہیوں میں سے تھے خدا تعالیٰ نے ان کے ہاتھ سے اس کو ہلاک کیا جس رات وہ قتل کیا گیا اسی رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بذریعہ وحی اس واقعہ پر مطلع ہوئے اور مسلمانوں کو اس کے قتل کی خبر دی اور فرمایا کہ فیروز کامیاب ہوئے جس سے مسلمان خوش ہوئے اور اگلے روز آپ نے انتقال فرمایا۔

دوسرا فرقہ بنی حنیفہ ہے جن کا رئیس مسیلمہ کذاب تھا اس شخص نے قبیلہ بنی حنیفہ کے درمیان شہر بہمانہ میں دعویٰ نبوت کا کیا اور اس گستاخ نے دو آدمیوں

کے ساتھ بارگاہ اقدس میں خط لکھ کر بھیجا جس کا مضمون یہ تھا میں مسیلمہ رسول اللہ الخی محمد رسول اللہ اما بعد فان الارض نصفہا لی ونصفہا لک یعنی مسیلمہ رسول اللہ کی طرف سے محمد رسول اللہ کی طرف واضح ہو کہ آدمی میری اور آدمی تیری مطلب یہ تھا کہ ہم اور آپ مل کر زمین فتح کر لیں اور باہم نصف نصف تقسیم کر لیں معلوم ہوا کہ اصل مقصود دنیاوی مال و دولت تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں یہ خط لکھوایا میں محمد رسول اللہ الخی مسیلمہ الکذاب اما بعد فان الارض لله یورثہا من یشاء من عباده والعاقبت للفقین یعنی محمد رسول اللہ کی طرف سے مسیلمہ کذاب کی جانب واضح ہو کہ زمین اللہ تعالیٰ کی ملک ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے اس کا وارث کرے اور حسن عاقبت یعنی اچھا انجام پر ہیزگاروں کے لیے ہے اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے اور مسیلمہ کذاب کی سرکوبی کے لیے کوئی انتظام کرنے نہ پاتے تھے کہ رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔

صدیق اکبرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں اس ہم کو انجام دیا اور آنحضرتؐ کے وصال کے بعد خالد بن ولیدؓ کو ایک لشکر دے کر اس کی طرف روانہ فرمایا حضرت وحشیؓ نے اس کذاب کو جہنم میں پہنچا دیا مسیلمہ کے قتل کے بعد اس کے متبعین میں سے بعضے لوگ تائب بھی ہو گئے اور باقی تمام جماعت متفرق ہو گئی۔

تیسرا قبیلہ بنی اسد ہے جن کا سردار طلحہ بن خویلد تھا اس شخص نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخیر زندگی ہی میں دعویٰ نبوت کیا اس

کے قلع قمع کے لیے بھی صدیق اکبرؓ نے خالد بن ولیدؓ کو بھیجا خالدؓ نے اس سے اور اس کے اصحاب و انصار سے جنگ کی جس میں طلحہؓ نے شکست کھائی اور شام کی طرف بھاگ گیا اور اس کے بعد پھر تائب ہوا اور اسلام لایا اور جنگ قادسیہ میں کار نمایاں انجام دیتے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد فتنہ ارتداد اور بلند ہوا اور آپ کے بعد سات

فرقے ابو بکر صدیق کی عہد خلافت میں مرتد ہوتے جن کی تفصیل یہ ہے۔

۱۱۔ فزارہ (۲)، غطفان (۳)، بنو سلیم (۴)، بنی یربوع (۵)، بعض بنی تیم (۶)، کندہ (۷)، بنی یکر بن دآل
ان ساتوں قبائل سے حضرت ابو بکر صدیقؓ نے جہاد کیا اور ان کو درست کیا اس کے بعد ایک فرقہ
حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں مرتد ہوا یعنی جبلہ بن ایسم کی قوم غساک غرض یہ کہ حرمین شریفین اور قرینہ
جوائی کے سوا اکثر عرب مرتد ہو گئے اور بعض لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اس فرقہ کے
بابت اکابر صحابہؓ میں باہم مکالمہ ہوا کہ یہ لوگ اہل قبلہ ہیں ان کا قتل جائز نہیں انہی لوگوں میں عمر فاروقؓ
غضے انہوں نے کہا اے خلیفہ رسول اللہؐ آپ ان لوگوں سے کیسے قتال کر سکتے ہیں جب کہ رسول اللہؐ
صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرما چکے ہیں کہ مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے جہاد و قتال کرو یہاں تک کہ وہ
لا الہ الا اللہ کہیں جس نے یہ کلمہ پڑھ لیا اس کی جان و مال محفوظ ہے مگر کسی حق کی وجہ سے
اور اس کا حساب اللہ پر ہے حضرت ابو بکر صدیقؓ نے جواب دیا کہ خدا کی قسم جو نماز اور زکوٰۃ میں
فرق کرے گا خدا کی قسم میں اس سے ضرور جہاد و قتال کروں گا اگرچہ وہ لا الہ الا اللہ پڑھتا ہو نماز
اگر حق بدن ہے تو زکوٰۃ حق مال ہے صدیق اکبرؓ کا مطلب یہ تھا کہ جس طرح نماز کی فرضیت کا
انکار کفر ہے اور ارتداد ہے اسی طرح زکوٰۃ کی فرضیت کا انکار بھی کفر اور ارتداد ہے مسلمان
ہونے کے لیے فقط کلمہ توحید و رسالت پڑھ لینا کافی نہیں جب تک تمام فرائض دین اور شعاثر
الاسلام اور احکام شریعت کو قبول نہ کرے اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا صدیق اکبرؓ کے اس
ارشاد سہرا پادشاہ کے بعد سنتے ہی فاروق اعظمؓ بولے کہ میری سمجھ میں آگیا اور مجھے شرح صدر ہو گیا
کہ یہی حق ہے چنانچہ امام بخاریؒ نے اس پر ایک باب قائم فرمایا وہ یہ ہے باب من ابی
قبول الفرائض وما نسبوا الی الردۃ یعنی جو شخص فرائض دین میں کسی ایک فریضہ کو بھی قبول نہ کرے تو
وہ بلاشبہ کافر اور مرتد ہے معلوم ہوا کہ مسلمان ہونے کے لیے محض کلمہ گو اور مدعی اسلام ہونا
کافی نہیں جب تک اسلام کے تمام احکام کو قبول نہ کرے دیکھو فتح الباری ص ۲۴۳ و ص ۲۴۴ و عمدۃ
القاری طبع جدید ص ۱۴۸ باب قتل من ابی قبول الفرائض امام قرطبی اپنی تفسیر کے ص ۲۱۹ میں لکھتے ہیں
وکأنوا (ای اہل الردۃ) فی
ردتھم علی قسبین قسم نبذ
الشریعتۃ کلھا وخرج عنھا
وقسم نبذ وجوب الزکوۃ
واعترف بوجوب غیرھا
قالوا نعم ونضی ولا نؤکی فقاتل
الصدیق جمیعہم وبعث خالد بن

مرتدین اپنے ارتداد میں دو قسم پر تھے
مرتدین کی ایک قسم تو وہ تھی کہ جس نے
شریعت کو بالکل پس پشت ڈال دیا اور
اسلام سے بالکل علیحدہ اور خارج ہو گئے
اور مرتدین کی دوسری قسم وہ تھی جو فقط
زکوٰۃ کی فرضیت کے منکر تھے اور باقی احکام شریعت کے مقررہ
معترف تھے یہ لوگ یہ کہتے تھے کہ ہم مسلمانوں کی طرح روزہ

ولید الیہم بالجیوش
فقاتلہم وسباہم علی ما ہو
مشہود من اخبارہم انتہی
✽ ✽ ✽
✽ ✽ ✽
✽ ✽ ✽
✽ ✽ ✽
امام ابن جریر طبری فرماتے ہیں کہ صدیق اکبرؓ نے ان مانعین زکوٰۃ کے مقابلہ اور مقاتلہ کے لیے بھی لشکر روانہ فرمایا۔

حتی سبی وقتل وحرق بالنیران
اناسا ارتدوا عن الاسلام
ومنعوا الزکوۃ فقاتلہم حتی
اقرؤ بالما عوف التفسیر ابن جریر
ص ۱۳

خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح نماز کی فرضیت کا انکار کفر اور ارتداد ہے اسی طرح مثلاً زکوٰۃ یا روزہ کی فرضیت کا انکار بھی کفر اور ارتداد ہے۔

یہ کہ جب یہ فتنہ ارتداد پیش آیا تو حق تعالیٰ نے صدیق اکبرؓ کے قلب میں ان خلاصہ کلام | مرتدین سے جہاد و قتال کا داعیہ پیدا فرمایا بعض صحابہ اس بارہ میں متردد تھے حتی کہ فاروق اعظمؓ نے صدیق اکبرؓ سے نرمی کی درخواست کی تو صدیق اکبرؓ نے یہ فرمایا اجتہاد انت فی الجاہلیۃ خواری الاسلام کیا تو زمانہ جاہلیت میں سختی کرنے والا تھا اور اب اسلام میں نرمی کرنے والا بن گیا حضرت عمرؓ کا منشأ یہ تھا کہ یہ وقت اسلام کی کمزوری کا ہے اور یہ وقت اسلام پر نہایت نازک ہے لہذا کچھ نرمی سے کام لینا چاہیے مگر صدیق اکبرؓ کوہ استقامت تھے ان میں کوئی ترزل نہ آیا اور منکرین زکوٰۃ سے جہاد و قتال کا مستحکم ارادہ اور عزم مصمم فرمایا اور (مانعین) زکوٰۃ سے جہاد و قتال میں ابتداء بہت سے صحابہ کو تردد رہا کہ یہ اہل قہد ہیں مگر جب حضرت ابوبکرؓ نے اپنی تلوار زیب دوش کی اور تنہا چلنے کے لیے کھڑے ہو گئے اور یہ فرمایا کیا یہ ہو سکتا ہے کہ دین پر کوئی زوال اور نقصان آئے اور میں زندہ ہوں تو صحابہ نے آپ کو جانے سے روکا اور کہا کہ آپ بیٹھتے ہم جانتے ہیں عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ہم ابتدا میں اس لڑائی کو پسند نہ کرتے تھے مگر آخر میں (جب اس کا انجام ہم پر منکشف ہوا) تو ہم ابوبکرؓ کے شکر گزار ہوئے

کہ اسلام کو بڑے فتنہ سے بچایا اور فاروق اعظم صدیق اکبرؓ کے اس کارنامہ یعنی قتال مرتدین کا ذکر کر کے یہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر صدیق اکبرؓ میری تمام عمر کی جہاد لے لیں اور مجھے صرف اپنی ایک رات اور اپنا ایک دن دے دیں تو میں راضی ہوں رات سے غار ثور کی رات مراد ہے اور دن سے فتنہ ارتداد کا دن مراد ہے اور حضرت ابوہریرہؓ یہ فرمایا کرتے تھے کہ قاہر فی الودعہ مقام الانبیاء یعنی فتنہ ارتداد میں صدیق اکبرؓ نے وہ کام کیا جو مقام پیغمبروں کا تھا۔

فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ آخِ

یعنی جس وقت یہ فتنہ ارتداد پیش آئے گا اس وقت اللہ تعالیٰ اپنے دین کی حفاظت کے لیے ایک قوم کو اپنے ساتھ لائے گا جو صفات مذکورہ کے ساتھ موصوف ہوگی یعنی قتال مرتدین کے معرکہ میں خداوند ذوالجلال خود بھی موجود ہوگا کیونکہ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ میں اصل آنے والے اللہ تعالیٰ ہوں گے اور قوم مجاہدین اللہ کے ساتھ ہوگی کیونکہ بقوم کی بار اگرچہ تعدیہ کے لیے ہے مگر معنی الصاق کو بھی ساتھ لیے ہوئے ہے اور مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ ان مرتدین کی سرکوبی کے لیے خود بذات قدسی صفات ان مجاہدین کو ساتھ لے کر میدان قتال میں نزول اجلال فرمائیں گے اور پس پردہ اللہ اُن کے ساتھ ہوگا اور وہ جماعت ایسی ہوگی کہ اس کے دل میں مرتدین سے جہاد و قتال کا داعیہ ایسا موج زن ہوگا جس کو دیکھ کر صاحب نظر سمجھ جائے گا کہ یہ جماعت خدا تعالیٰ کی آوردہ ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں یہ القاء کیا ہے در نہ یکلخت سب کے دلوں میں ایک ہی آگ کا لگ جانا اور سب کا یکساں ہو جانا ظاہر اسباب میں ممکن نہیں اور ظاہر ہے کہ مسلمانوں کو مرتدین سے جہاد و قتال کے لیے جمع کرنا صدیق اکبرؓ کے ہاتھ سے ہوا اور اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہیں کہ اللہ ایسی قوم کو لائے گا سو حق تعالیٰ کا یہ ارشاد بالکل ایسا ہی جیسا کہ یہ فرمایا وَمَا كُنْتُمْ رَاٰكُمْ رَمَيْتُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ دَمِيَ یعنی ان صفات کے ساتھ موصوف لوگوں کو جمع کرنا درحقیقت اللہ تعالیٰ کا فعل تھا اور صدیق اکبرؓ منبر جارحہ الہیہ کے تھے جن سے یہ تدبیر ظہور میں آئی ذرا غور تو کرو کہ حضرات انبیاء کرامؑ کے بعد یہ مرتبہ کسی کو حاصل ہوا یہ خدا کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑا افضل والا ہے (ازالۃ الغماس)

پھر آئندہ آیت میں اس قوم کی چھ صفیں ذکر فرمائیں دو وہ ہیں جن کا تعلق بندہ اور خدا کے درمیان ہے (۱) خدا تعالیٰ اُن کو محبوب رکھتا ہے اور (۲) وہ خدا کو محبوب رکھتے ہیں اور دو صفیں وہ ہیں جن کا تعلق خود باہم بندوں کے درمیان ہے (۳) اُولَئِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ اَوَّلُہُمْ اور اَعَزُّہُمْ عَلَی النّٰکِفِیْنَ یعنی مسلمانوں کے حق میں نرم اور کافروں کے حق میں گرم ہوں گے جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد

ہے اَشَدُّ اَعْوَجَ الْكَفَّارِ رَحْمَاءُ بَيْنَهُمْ جیسے جبریل امین کہ انبیاء کرام اور اہل ایمان کے حق میں باعثِ رحمت ہیں اور کافروں کے لیے موجبِ ہلاکت ہیں بمنزلہ جارحہ الہیہ کے ہیں کہ کبھی رحمت و برکت کا ظہور ہوتا ہے اور کبھی اتلاف اور اہلاک کا صدور ہوتا ہے ان دو صفوں کا تعلق بندوں کے باہمی روابط اور تعلقات سے ہے اور ان پار کے علاوہ اور دو صفیں وہ ہیں جو دینی خدمات سے متعلق ہیں (۵) ایک فعل جہاد فی سبیل اللہ یعنی خدا تعالیٰ سے سرکشی اور گردن کشی کرنے والوں کی سرکوبی اور گردن کشی میں اپنی پوری جدوجہد کو پانی کی طرح بے دریغ بہا دینا یہ حقیقت ہے جہاد کی اور فی سبیل اللہ کا مطلب یہ ہے کہ وہ جہاد محض اللہ کی خوشنودی کیلئے ہو اس میں کوئی نفسانی اور دنیوی غرض کا شائبہ نہ ہو اور دوسری صفت (یعنی چھٹی صفت) یہ ہے کہ داعیہ قلبیہ ایسا قوی ہو کہ کسی ملامت اور طعن کی پرواہ نہ کرے اور لوگوں کے کہنے سننے سے یا قرابت کے خیال سے اس کے ارادہ اور عزم میں کوئی تزلزل نہ آئے بسا اوقات آدمی کسی چیز کو حق سمجھتا ہے مگر بدنامی اور لوگوں کی ملامت اور طعن و تشنیع کی وجہ سے حق کی نصرت اور حمایت سے پیچھے ہٹ جاتا ہے اس صفت میں اشارہ اس طرف ہے کہ یہ مرتدین سے جہاد و قتال کرنے والی قوم خدا تعالیٰ کی ایسی عاشق و جاں نثار اور نشہ عشق و محبت میں ایسی سرشار ہو گی کہ مرتدین سے جہاد و قتال کے بارہ میں اُن کو ذرہ برابر کسی ملامت اور طعن کا خیال بھی نہ آئے گا۔

گرچہ بدنامی امت نزد عاقلان : نامی خواہسیم ننگ و نام را
مرتدین کے اصل مارنے والے اور عذاب دینے والے حق جل شانہ ہیں اور مجاہدین کے ہاتھ بمنزلہ تیر اور تلوار کے ہیں ۔

کَمَا قَالَ تَعَالَى قَاتِلُوهُمْ
لَعَذَابُهُمْ اللَّهُ بِأَيِّدٍ يَكْفُرُ
تم ان کافروں سے قتال کرو واللہ تعالیٰ کا
منشا یہ ہے کہ ان کافروں کو تمہارے
ہاتھ سے سزا دے

معلوم ہوا کہ مرتدین سے جہاد کرنے والی قوم کو اصل مارنے والے حق تعالیٰ ہیں اور وہی ان مرتدین کو مارنے والے ہیں مگر چونکہ اصل مارنے والا یعنی حق جل شانہ نظروں سے پوشیدہ ہے اس لیے قاصر الفہم ان مجاہدین بد طعن اور ملامت کے آواز سے کہتے ہیں کہ تم کس وحشت اور بربریت پر کمر بستہ ہو مجاہدین کہتے ہیں کہ اے نادانواہم تو خداوند کردگار کے تیر اور تلوار ہیں جنہیں پردہ غیب سے دست قدرت چلا رہا ہے ہمیں کیا طعن اور کیسی ملامت کیا کسی عاقل نے کبھی تیر اور تلوار کو بھی ملامت کی ہے کسی شاعر کا شعر ہے:

فانت حسام الملك واللہ ضارب : وانت لوار الدين واللہ عاقد
اے بادشاہ تو تو اللہ کی تلوار ہے اصل مارنے والا تو وہ ہے تو تو اس کے حکم سے چل

رہی ہے اور تو دین کا علم جھنڈا ہے (اس کا نصب کرنے والا بھی خدا تعالیٰ ہی ہے)
پس فسوف یأتی اللہ یقوم میں اس قوم کو خدا کے لانے کا مطلب یہ ہے کہ مرتدین سے
جہاد و قتال کے وقت اگرچہ ظاہر نظر میں ان کا ہاتھ نظر آئے گا لیکن درپردہ دست قدرت اس میں
کار فرما ہوگا یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ -

(۴) آیت دلالت یعنی آیت اِنَّمَا وَرِثَیْکُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ الخ کی صحیح تفسیر تو اوپر بیان ہو چکی ہے
جس سے صاف ظاہر ہے کہ اس آیت کو خلافت سے کوئی تعلق نہیں اس لیے کہ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
سے عام مسلمان مراد ہیں جو صفات مذکورہ کے ساتھ موصوف ہوں وہی لائق دوستی ہیں یہود و نصاریٰ
لائق دوستی نہیں مگر حضرات شیعہ یہ کہتے ہیں کہ یہ آیت حضرت علیؑ کی خلافت بلا فصل پر نہایت روشن
دلیل ہے شیعہ کہتے ہیں کہ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا الخ سے صرف حضرت علیؑ اور اُن کی اولاد مراد ہے کیونکہ
اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ حضرت علیؑ نے حالت رکوع میں ایک سائل کو اپنی انگشتی
دے دی تھی اس پر یہ آیت نازل ہوئی مگر چونکہ بے اصل اور من گھڑت روایت بھی شیعوں کے مقصد
برآری کے لیے کافی نہ تھی اس لیے اس پر یہ اضافہ کیا کہ آیت میں ولی کے معنی دوست کے نہیں بلکہ
حاکم اور متصرف فی الامر کے ہیں جو خلیفہ کے ہم معنی ہیں اور اس پر بھی جب کام نہ چلا تو ایک لفظ
بلا فصل متصرف فی الامر یعنی بلا فصل خلیفہ حضرت علیؑ اور اُن کی اولاد ہیں جو اہل ایمان ہیں اور نماز
کو قائم کرتے ہیں اور حالت رکوع میں انگوٹھی خیرات کرتے ہیں۔

سبحان اللہ کیا عجیب استدلال ہے جس پر شیعوں کو بڑا ناز ہے اب ہم اس استدلال
کے حسن و جمال کی تحقیق ناظرین کرام پر واضح کرتے ہیں غور سے سنیں فاقول وبالله التوفیق
وبیدہ ازمۃ التحقیق

(اول) یہ کہ ولی کو بمعنی حاکم اور متصرف فی الامور یا بمعنی خلیفہ قرار دینا لغت عرب کے خلاف
ہے ولی کے معنی دوست کے ہیں حاکم کے لیے کلام عرب میں ولی کا لفظ مستعمل ہوتا ہے ولی کا لفظ مستعمل
نہیں ہوتا دالی مکہ اور دالی مدینہ بمعنی حاکم مکہ اور حاکم مدینہ مستعمل ہوتا ہے مگر ولی مکہ اور ولی مدینہ بمعنی حاکم
ہرگز نہیں سنا گیا وجہ اس کی یہ ہے کہ یہاں دو لفظ ہیں ایک ولایت بکسر واو اور ایک ولایت بفتح
واو ہے اور دونوں کے معنی الگ الگ ہیں ولایت بکسر الواو کے معنی امامت اور حکومت کے ہیں
اور دالی بمعنی امیر و حاکم اسی سے ماخوذ ہے اور ولایت بفتح واو کے معنی محبت اور دوستی کے ہیں اور
قرب کے ہیں جو ضد ہے عداوت کی اور اسی سے صفت مشبہ ولی آئی ہے جس کے معنی دوست کے ہیں اور
ہیں امیر کو دالی کہا جاتا ہے ولی نہیں کہا جاتا۔ فقہاء کرام کا اس بارہ میں اختلاف ہے کہ اگر کسی کے بنائے
میں ولی اور ولی دونوں جمع ہو جائیں تو امامت کے لیے کس کو مقدم کیا جائے معلوم ہوا کہ ولی اور ولی
میں فرق ہے البتہ جو لوگ لغت عرب سے بے خبر ہیں اُن کے نزدیک ولی اور دالی میں کوئی فرق نہیں

اور آیات قرآنیہ میں جا بجا یہ لفظ محب اور دوست کے معنی میں مستعمل ہوا ہے جو دشمن کی ضد ہے کہا
 قَالَ تَعَالَى الْاٰتِ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ وَقَالَ تَعَالَى وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ
 بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ۔ اس قسم کی تمام آیات میں دلی سے محب اور دوست کے معنی مراد ہیں کہ مسلمان
 ایک دوسرے کے محب اور دوست ہیں اور یہ معنی نہیں کہ ایک دوسرے پر حاکم ہیں اور آیت کا سیاق
 و سباق بھی اسی پر دلالت کرتا ہے کہ دلی کے معنی یہاں دوست کے ہیں کیونکہ اس سے پہلے خدا تعالیٰ
 نے یہود اور نصاریٰ کی دوستی سے منع فرمایا ہے اب آیت میں یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ لائق موالاة
 اور محبت و مودت اہل ایمان ہیں نہ کہ یہود و نصاریٰ پس اگر آیت میں دلی کے معنی محب اور دوست
 کے نہ لیے جائیں تو پھر اس آیت کا ماقبل کی آیتوں کے ساتھ ربط قائم نہیں رہتا عبد الملک بن سلیمان
 کہتے ہیں کہ میں نے ابو جعفر محمد بن علی باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ آیت اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ
 وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سے کون لوگ مراد ہیں تو انہوں نے یہ کہا کہ سب مسلمان مراد ہیں میں نے کہا کہ
 بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد علیؑ ہیں انہوں نے کہا کہ علیؑ بھی ان میں سے ایک ہیں انتہی
 منہاج السنۃ ص ۳۶۶

مطلب یہ تھا کہ آیت کے عموم میں حضرت علیؑ بھی داخل ہیں جیسا کہ بعض روایات میں آیا ہے کہ یہ
 آیت ابوبکر صدیقؓ کے بارہ میں نازل ہوئی تو اس سے بھی مقصود یہ نہیں کہ یہ آیت خاص ابوبکرؓ کے بارہ
 میں نازل ہوئی ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ ابوبکرؓ اور علیؑ بھی اس آیت کے عموم میں داخل ہیں اور یہ دونوں
 حضرات سب سے زیادہ لائق محبت اور دوستی ہیں غرض یہ کہ آیت کا صاف اور سیدھا مطلب یہ ہے کہ
 اے مسلمانو! منافقین کی طرح یہود اور نصاریٰ سے دوستی نہ کرو تمہارے دوست اللہ اور اس کا رسول
 اور وہ تمام مومنین مخلصین ہیں جو اس صفت کے ساتھ موصوف ہوں یعنی نماز اور زکوٰۃ خشوع اور
 خلوص سے ادا کرتے ہوں عام مسلمان جو اس صفت کے ساتھ موصوف ہوں اس آیت کے عموم
 میں داخل ہیں گو روایات میں آیا ہے کہ یہ آیت ابوبکر صدیقؓ کے بارہ میں نازل ہوئی کما نقلہ الثعلبی
 عن ابن عباسؓ۔ منہاج السنۃ ص ۳۶۶ لابن تیمیہ والمنتقى ص ۱۹۱ للذہبی۔

اور بعض ضعیف روایات میں آیا ہے کہ حضرت علیؑ کے بارہ میں نازل ہوئی یا تمام صحابہ کے بارہ
 میں نازل ہوئی ان روایات کا یہ مطلب نہیں کہ آیت کا حکم ان حضرات میں منحصر ہے صرف مقصود یہ
 ہے کہ یہ حضرات بھی ان صفات کے ساتھ موصوف تھے شاہ ولی اللہ قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں کہ شیعہ
 لوگ جو ایک جھوٹا قصہ روایت کرتے ہیں اور ترکیب نحوی میں راکون کو یوقون الزکوٰۃ سے حال بناتے
 ہیں اور حالت رکوع میں حضرت علیؑ کا ایک فقر کو انگوٹھی پھینکنا بیان کرتے ہیں تو اس سے آیت کا
 سیاق اور سباق اور ماقبل اور مابعد سب درہم و برہم ہو جاتا ہے اور مضمون ایسا خبط اور بے ربط
 ہو جاتا ہے کہ جس کو ادنیٰ عقل والا بھی قبول نہیں کر سکتا خدا تعالیٰ اعضاء ایشان را از ہم جدا سازد

چنانکہ ایشاں آیات منسحقہ بعضا من بعض اذہم جدا کردند (ازالۃ الخفاء)

(دوم) یہ کہ الَّذِينَ اٰمَنُوا اور الَّذِينَ يُقِيمُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ - وَهُمْ رَاكِعُوْنَ یہ تمام الفاظ جمع کے ہیں اُن سے صرف حضرت علیؑ مراد لینا بلا دلیل اور بلا قرینہ کے قطعاً جائز نہیں۔

(سوم) یہ کہ روافض نے اس آیت میں رکوع سے نماز کا رکوع مراد لیا ہے اور وَهُمْ رَاكِعُوْنَ کو صرف وَيُؤْتُوْنَ التَّزَكُّوۃ کی ضمیر سے حال قرار دیا ہے حالانکہ دو جملوں کے بعد اگر حال آتا ہے تو دونوں کی ضمیر سے حال بنتا ہے نہ کہ صرف ایک سے اس لیے اس آیت میں رکوع سے لغوی معنی یعنی خشوع اور خضوع مراد ہیں یعنی جھکنا اور عاجزی کرنا۔

اور مطلب یہ ہے کہ جو اہل ایمان خشوع اور خضوع کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں اور خلوص کے ساتھ زکوٰۃ دیتے ہیں وہ لائق دوستی ہیں ورنہ اگر اس آیت میں رکوع سے نماز کا رکوع مراد لیا جائے تو مطلب آیت کا یہ ہو گا کہ خدا کے نزدیک وہ لوگ قابل تشریف ہیں جو بحالت رکوع اور بحالت نماز صدقہ اور خیرات کرتے ہیں تو لازم آئے گا کہ حالت رکوع اور حالت نماز میں صدقہ دینا بہ نسبت خارج صلوٰۃ کے زیادہ موجب فضیلت اور موجب اجر ہو حالانکہ نہ کوئی سنی اس کا قائل ہے اور نہ کوئی شیعی شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ازالۃ الخفاء میں فرماتے ہیں کہ مفادع کا صیغہ (وَيُؤْتُوْنَ التَّزَكُّوۃ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ) استمرار پر دلالت کرتا ہے لہذا شیعوں کو یہ بھی ثابت کرنا چاہیئے کہ حضرت علی مرتضیٰؑ برابر حالت رکوع میں زکوٰۃ ادا کیا کرتے تھے۔

نیز شیعہ اور سنی سب کے نزدیک یہ مسلم ہے کہ حضرت علیؑ فقیر و درویش تھے ان کے پاس کبھی اتنا مال ہی نہیں ہوا جس پر زکوٰۃ واجب ہو البتہ ابو بکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ غنیؓ مالدار تھے ان پر زکوٰۃ واجب تھی پس جس پر زکوٰۃ ہی نہ ہو تو وہ بحالت رکوع کیسے برابر زکوٰۃ ادا کرتا رہا نیز اس صورت میں یہ لازم آئے گا کہ حالت رکوع میں زکوٰۃ دینا موالاة یعنی محبت اور دوستی کی شرط ہے جو حالت رکوع میں برابر زکوٰۃ ادا کرتا ہو اُس سے تو دوستی کرنی چاہیئے ورنہ نہیں لہذا شیعوں کے قول کی بنا پر حضرت سیدہ اور سیدنا امام حسنؓ اور سیدنا امام حسینؓ اور دیگر ائمہ اہل بیت سے محبت نہ کرنی چاہیئے اس لیے کہ اُن سے بحالت رکوع زکوٰۃ ادا کرنا کہیں ثابت نہیں پھر نہ معلوم کہ وَيُؤْتُوْنَ التَّزَكُّوۃ کے ساتھ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ کی قید اتفاقی ہے یا احترازی ہے کہ حالت قیام اور حالت سجود میں اگر کوئی زکوٰۃ اور خیرات دے تو اس کا کیا حکم ہے وہ مستحق موالاة کا ہے یا نہیں حضرات شیعہ بتلائی کہ اس سے موالاة کی جائے یا نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بحالت رکوع زکوٰۃ اور صدقہ خیرات ثابت نہیں لہذا شیعوں کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی موالاة نہ کی جائے کیونکہ آپ کے زعم کے مطابق حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم میں موالاة کی شرط موجود نہیں

(چہارم) یہ کہ اگر اس آیت میں ولایت سے امارت اور حکومت کے معنی ہوتے تو آخر آیت میں اللہ تعالیٰ اس طرح نہ فرماتے وَمَنْ يَتَوَلَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ كَيْفَ يَكُنْ اس صورت میں معنی یہ ہو جائیں گے کہ جو شخص اللہ اور اس کے رسول پر حاکم ہو جائے اور ان کے امور میں متصرف ہو جائے اور یہ معنی عقلاً و نقلاً محال ہیں بلکہ کلام اس طرح ہونا قَوْلُ مَنْ يَتَوَلَّى عَلَيْكُمْ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا۔ یعنی جب تم پر اللہ اور اس کا رسول اور اہل ایمان حاکم اور متصرف ہو جائیں الھم کیونکہ تولی بمعنی حکومت کا صلہ علی آتا ہے ایسی صورت میں تولی بلا واسطہ متعدی نہیں ہوتا جو شخص لوگوں پر حاکم ہو جائے تو وہاں تولی علیہم بولا جائے گا تو لاہ اور تو لاہم نہیں کہا جائے گا۔

(پنجم) یہ کہ حق تعالیٰ شانہ کی نسبت یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ بندوں کا ولی بمعنی امیر اور خلیفہ ہے حق جل شانہ کی بابت لفظ امیر المؤمنین اور خلیفۃ المسلمین زبان پر لانا غایت درجہ گستاخی اور کمال ابلیہ ہے اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا ولی ہے بایں معنی کہ اہل ایمان کا محب ہے اور کافروں کا دشمن ہے کما قَالَ تَعَالَىٰ هَاتَا اللَّهُ عَدُوًّا لِلْكَافِرِينَ

یہ تمام تفصیل خلاصہ ہے شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے کلام کا جو موصوف نے منہاج السنۃ از ص ۳۳ تا ص ۳۴ میں فرمایا ہے حضرت اہل علم اصل کی مراجعت فرمائی اور منہاج السنۃ کی تلخیص سمی بہ منتقى الحافظ الذہبی از ص ۳۳ تا ص ۳۴ دیکھیں

علاوہ ازیں یہ امر بھی تو قابل غور ہے کہ حضرت علیؑ ان روافض سے زیادہ تفسیر قرآن سے باخبر تھے اگر یہ آیت حضرت علیؑ کے خلافت بلا فصل کے بارہ میں نازل ہوئی تھی تو کم از کم ایک مرتبہ تو اپنی زندگی میں کسی محفل میں فرماتے کہ یہ آیت میرے بارہ میں نازل ہوئی اور ثقیہ کا عذر اس لیے درست نہیں کہ شیعہ بالاتفاق یہ روایت کرتے ہیں کہ یوم شوریٰ میں حضرت علیؑ نے اپنے خلافت کے لیے خبر غدیر اور خبر مباحلہ اور اپنے فضائل اور مناقب کو ذکر کیا مگر اپنی امامت اور خلافت کے اثبات کے لیے آیت اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ الْخَم کو ذکر نہیں فرمایا تفسیر کبیر ص ۳۲ ج ۳۔

(۵) حق جل شانہ نے اس آیت میں مرتدین سے جہاد و قتال کی ہدایت فرمائی اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اول ارتداد کی تعریف کر دی جائے۔

ارتداد کے معنی لعنت میں رجوع یعنی لوٹ جانے کے ہیں اور اصطلاحاً **ارتداد کی تعریف** شریعت میں ارتداد کے معنی اسلام سے کفر کی طرف لوٹ جانے

کے ہیں چنانچہ امام باغب مغربات ص ۱۲ میں لکھتے ہیں ھو الرجوع من الاسلام الی الکفر یعنی اسلام سے کفر کی طرف پھر جانے کا نام ارتداد ہے۔

محمد علی لاہوری مرزائی اپنے ایک مغلط میں لکھتا ہے کہ ارتداد یہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو قبول کر کے پھر اس سے انکار کر دے اور کہے کہ آپ رسول نہیں۔ سو جاننا چاہیے کہ مرزا محمد علی لاہوری نے ارتداد کی یہ تعریف مرزائیوں کے ارتداد کی پردہ پوشی کے لیے کی ہے کہ کسی مرزائی اور قادیانی پر ارتداد کی تعریف صادق نہ آئے اس لیے کہ ہر مرزائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا بظاہر اقرار کرتا ہے لیکن خوب سمجھ لینا چاہیے کہ انکار رسالت کے فقط یہ معنی نہیں کہ زبان سے یہ کہہ دے کہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا رسول نہیں مانتا بلکہ جو شخص آپ کی نبوت و رسالت کا انکار کرے اور یہ کہے کہ میں آپ کو رسول نہیں مانتا جس طرح یہ منکر رسالت ہے اسی طرح جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی قطعی فرمان کا انکار کر دے وہ بھی منکر رسالت ہے مثلاً کوئی شخص پورے قرآن کا انکار کرے یا قرآن کی ایک سورت کا انکار کرے یا کسی سورت کی ایک آیت کا مثلاً خاتم النبیین والی آیت کا انکار کرے یا حدیث لا نبی بعدی کا انکار کر دے وہ بھی منکر رسالت ہے ارتداد کے معنی اسلام سے کفر کی طرف پھر جانے کے ہیں اور اس کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) ایک یہ کہ کوئی مسلمان صراحۃً اسلام سے انکار کر بیٹھے (۲) دوسرے یہ کہ زبان سے تو اسلام کا اقرار کرے مگر اسلام کے بعض قطعی احکام کا انکار کر دے دونوں صورتوں میں یہ شخص مرتد ہو جاتا ہے یعنی اسلام سے نکل کر کفر میں جانے والا ہو جاتا ہے زبان سے اسلام کا نام لینا اور اسلام کا کلمہ پڑھنا اور پھر مشرکیت کے کسی حکم قطعی کا انکار کر دینا یہ بھی در پردہ انکار رسالت ہے کما قال تعالیٰ فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلَكِنَّ الظَّالِمِينَ بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ یہ لوگ آپ کی تکذیب نہیں کرتے بلکہ یہ ظالم خدا کی آیات اور اس کے احکام کا انکار کرتے ہیں۔

جو شخص نفوس قطعیہ اور صریحہ میں نامقول تحریرات اور ناقابل قبول تاویلات باطلہ کرتا ہو اور زبان سے اسلام کا کلمہ پڑھتا ہو اصطلاح مشرکیت میں اس کا نام الحاد اور زندقہ ہے اور اس کا بھی وہی حکم ہے جو ارتداد کا حکم ہے لہذا جو شخص ختم نبوت کے قطعی اور یقینی عقیدہ کو تسلیم نہ کرے وہ بلاشبہ منکر رسالت ہے اور دائرۃ اسلام سے خارج ہے قرآن کی ایک آیت اور ایک حدیث متواتر کا انکار در پردہ قرآن کے وحی الہی ہونے کا انکار اور آنحضرت کے صداقت اور رسالت کا انکار ہے اگر کسی حکومت کی رعایا میں جانے کے بعد قانون شکنی کرے اور ساتھ ہی ساتھ زبان سے حکومت کی وفاداری کا کلمہ بھی پڑھتا ہے تو حکومت اس سے اغماض نہیں کر سکتی اور وہ اس زبانی وفاداری سے پھانسی اور حبس دوام کی سزا سے نہیں بچ سکتا ہر حکومت کی نظر میں قانون شکنی اور بغاوت فتنہ اور فساد ہے جس کا انسداد حکومت کا فریضہ ہے اسی طرح کفر اور ارتداد قانون مشرکیت کی نظر میں فتنہ اور فساد ہے اور اسی فتنہ کے انسداد کے لیے جہاد کا حکم نازل ہوا ہے وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ۔

(۶) آیت قتال مرتدین اس امر پر صاف دلالت کرتی ہے کہ مرتد کی سزا شریعت میں قتل ہے اور قتل مرتد خدا تعالیٰ کے نزدیک اس قدر محبوب ہے کہ مرتدین سے قتال کرنے والوں کو حق تعالیٰ نے اپنا محب اور محبوب اور اپنا آورہ فرمایا ہے اور حدیث مشہور میں ہے من بدل دینہ فاقتلوه (یعنی جو شخص دین اسلام کو چھوڑ کر اس کے بدلہ دوسرا دین اختیار کرے تو اس کو قتل کر ڈالو) اور اس پر تمام صحابہ و تابعین کا اجماع ہے اور خلفاء راشدین اور سلاطین اسلام کی یہ سنت ہے۔

تفصیل اگر درکار ہو تو اس ناچیز کا تالیف کردہ رسالہ احسن البیان فی تحقیق الکفر والایمان کو دیکھیں جس میں قتل مرتد کے مسئلہ پر مفصل کلام کیا ہے

(۷) قتل مرتد پر مدعیان تہذیب کا اعتراض

آج کل کے مدعیان تہذیب قتل مرتد کو وحشت اور بربریت بتلاتے ہیں مگر قتل مرتد پر اعتراض کرنے والے بھی عجب نادان ہیں یہ لوگ ایک معمولی بادشاہ اور صدر جمہوریہ کی بغاوت پر ہر قسم کی بریادی اور مبارکی فقط جائز ہی نہیں سمجھتے بلکہ اس کو عین سیاست اور عین حکمت اور فرائض سلطنت اور حقوق مملکت سے سمجھتے ہیں حالانکہ وہ صدر جمہوریہ اُن عوام کے دوتوں سے صدر بنا ہے جن میں اکثریت جاہلوں کی ہے اور اُن عورتوں کے دوٹ بھی ان میں شامل ہیں جو آئے دن اغواء کا شکار ہوتی رہتی ہیں ایسے صدر جمہوریہ کے باغیوں اور اس کی اطاعت سے مرتد ہونے والوں کے لیے سخت سے سخت سزا ان روشن خیالوں کے نزدیک بالکل درست ہے اور احکم الحاکمین سے بغاوت کرنے والوں اور اس کی اطاعت سے مرتد ہونے والوں اور اُس کے خلفاء اور وزراء یعنی انبیاء و مرسلین سے مقابلہ اور مقاتلہ کرنے والوں سے جہاد و قتال خلاف تہذیب اور خلاف انسانیت ہے ع۔ بریں عقل و دانش بیاہد گریست

(۸) مارشل لاہ حکومت کے مرتدین کیلئے ہے

مارشل لاہ کا قانون حکومت سے مرتد ہونے والوں کے لیے ہے اور تمام مغربی قویں اس کے جواز پر متفق ہیں لیکن شریعت الہیہ کے مرتدین کے لیے سزائے قتل کے نام سے ناک منہ چڑھاتے ہیں۔

چند سال ہوئے کہ پاکستان میں مارشل لاہ کی عدالت سے یہ حکم جاری ہوا کہ مارشل لاہ کے احکام

پر کسی کو تبصرہ اور رائے زنی کی اجازت نہوگی تو اس ناپسندیدہ زبان سے یہ دو شعر نکلے۔

مارشل لا چہ بود اسے ارجمند چشم بند و گوش بند و لب بہ بند

حکم فانی را چو شد این حرمتے حکم باقی را بدان چوں رفتے

افسوس اور صد افسوس کہ مجازی اور فانی حکومت کے صدر سے بغاوت اور اس کی اطاعت سے ارتداد پر مارشل لا کا قانون تو ان مدعیان تہذیب کے نزدیک قابل آفرین و تحسین ہو مگر جس خدا احکم الحاکمین نے بندوں کو وجود اور حیات اور عقل اور ادراک عطا کیا اس کے دین سے اور اس کے نازل کردہ قانون شریعت سے مرتد ہونے والوں کے لیے سترائے قتل ان لوگوں کے نزدیک خلاف تہذیب ہو جائے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان مدعیان تہذیب کے نزدیک بندوں پر خداوند ذوالجلال کا اتنا بھی حق نہیں جتنا کہ ایک صدر جمہوریہ کا ہے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ مِنْ سُوْرِ الْفُتُوْمِ مارشل لا سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ ملک اور سلطنت بغاوت اور فتنہ و فساد کے جراثیم سے محفوظ ہو جائے اسی طرح سمجھو کہ قتل مرتد کے حکم سے شریعت کا مقصد یہ ہے کہ اسلام اور مسلمان کفر اور ارتداد کے جراثیم سے محفوظ ہو جائیں شریعت کی نظر میں مرتد اور ارتداد ایک جسم فتنہ ہے جس سے کمزور اور سادہ لوح مسلمانوں کے خیالات میں تشویش پیدا ہونے کا خطرہ ہے اس لیے قتل مرتد سے بقیہ ایمانداروں کے ایمان کی حفاظت مقصود ہے جو اسلامی حکومت کا اولین فریضہ ہے مرتد کے قتل کا حکم اس لیے دیا گیا کہ ارتداد کے جراثیم دوسروں تک متھدی نہ ہو سکیں۔

یہ کہ اس آیت سے یہ امر صراحتہ معلوم ہو گیا کہ اسلام میں مرتد کی سزا قتل ہے اور بے شمار احادیث سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ مرتد کی

خلاصہ کلام

سزا قتل ہے۔

(۱) حدیث میں ہے من بدل دینہ فاقتلوه رواہ البخاری والبوداؤد والدارقطنی عن ابن عباسؓ و آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص دین اسلام کو چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کرے اس کو قتل کر ڈالو یہ حدیث مشہور ہے اور اس حدیث کے علاوہ دیگر احادیث صحیحہ میں اسی طرح آیا ہے کہ جو شخص مرتد ہو جائے وہ قابل گردن زدنی ہے خواہ وہ برسر پیکار ہو یا نہ ہو مرتد ارتداد کی وجہ سے واجب القتل ہے نہ کہ برسر پیکار ہونے کی وجہ سے

(۲) ابو موسیٰ اشعریؓ و آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے والی بن قحطہ ایک مرتبہ ان کی ملاقات کیلئے معاذ بن جبلؓ ان کے پاس گئے دیکھا کہ ان کے پاس ایک مرتد شخص قید کر کے لایا گیا معاذ بن جبلؓ نے دریافت کیا کہ یہ کون شخص ہے معلوم ہوا کہ یہ مرتد ہے اسلام کو چھوڑ کر یہودی بن گیا ہے اس پر معاذ بن جبلؓ نے فرمایا لا اجلس حتی یقتل قضاء اللہ ورسولہ ثلاث صوات فاموبہ فقتل البخاری و مسلم و ابو داؤد و النسائی و احمد

(۱) میں اس وقت تک نہیں بیٹھوں گا جب تک اس کو قتل نہ کیا جائے جیسا کہ اللہ اور اس کے رسول کا فیصلہ ہے تین مرتبہ یہی کہا چنا پھر اس کو قتل کیا گیا | صحیح بخاری وغیرہ

(۳) حضرت عثمان غنیؓ جب اپنے گھر میں محصور تھے اور باغی اور مفسد اُن کو قتل کرنا چاہتے تھے تو اس وقت عثمان غنیؓ نے دیوار پر چڑھ کر لوگوں سے خطاب کر کے فرمایا کہ میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کسی مسلمان کا قتل اس وقت تک جائز نہیں جب تک اس سے ان تینوں کاموں سے کوئی کام سرزد نہ ہو جاتے وہ تینوں کام یہ ہیں زنا بعد احسان و کفر بعد اسلام و قتل النفس بغیر حق (شادی کے بعد زنا کرنا اور اسلام کے بعد کافر اور مرتد ہو جانا اور کسی کو ناحق قتل کر دینا) نسائی و ترمذی و ابن ماجہ

(۴) حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی ہی ایک جماعت کے متعلق یہ ارشاد فرمایا اِنَّمَا لِقِيَتُوهُمْ فَاَقْتُلُوهُمْ فَاَن فِي قَتْلِهِمْ اَجْرًا مِّنْ قَتْلِهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بخاری و مسلم وغیرہما (یعنی ان کو (مرتدین) کو جہاں پاؤ قتل کر ڈالو اس لیے کہ ان کے قتل میں قیامت کے دن بڑا ہی اجر عظیم ملے گا) حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا طریقہ یہ تھا کہ وہ مرتدین اور زنادقہ کو آگ میں جلا دیا کرتے تھے دیکھو صحیح بخاری ۔

(۵) قبیلہ عربینہ کے کچھ لوگ خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور مشرف باسلام ہوئے اور بعد میں مرتد ہو گئے آپ نے اُن سب کے قتل کا حکم دیا یہ روایت بخاری اور مسلم اور دیگر کتب صحاح میں مذکور اور مشہور ہے ۔

بعض آزاد نش اور مرزائی جو قتل مرتد کے منکر ہیں وہ اپنے استدلال میں یہ پیش کرتے ہیں کہ بعض آیات میں مرتدین کے حبط اعمال اور آخرت میں غضب اور لعنت اور عذاب کا تو ذکر ہے مگر قتل کا ذکر نہیں

یہ بہانہ ہے قتل عمد کی سزا اسلام میں بالا جماع قتل ہے مگر قرآن میں جس جگہ قتل عمد کا حکم بیان فرمایا وہاں فقط اخروی عذاب کا ذکر فرمایا قصاص کا ذکر نہیں فرمایا ۔ چنا پھر ارشاد فرماتے ہیں وَمَنْ يَقْتُلْ مُّؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا اُجْرَ اَمْرِهِ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا وَكَرِهَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعْنَةُ وَاَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيْمًا یعنی جو شخص کسی کو عمدًا اور قصداً قتل کر دے تو آخرت میں اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس پر اللہ کا غضب اور اس کی لعنت ہے اور خدا نے اس کے لیے عذاب عظیم تیار کر رکھا ہے غالباً کسی مرزائی کو اس میں تردد نہ ہو گا کہ قتل عمد کی سزا اسلام میں قتل ہے حالانکہ اس آیت میں مسلمان کے قتل عمد پر فقط غضب اور لعنت اور عذاب اخروی کا ذکر ہے قصاص کا ذکر نہیں اللہ تعالیٰ کسی جرم کے اخروی سزا اور اخروی عذاب کا ذکر فرماتے ہیں اور کسی جگہ دینی سزا کا ذکر

کرتے ہیں مسئلہ کا فیصلہ دونوں آیتوں کے ملاسنے سے ہوگا دنیوی سزا سے بچنے کے لیے فقط اخروی عذاب کا ذکر کرنا یہ سب حیلہ اور بہانہ ہے۔

(۹) خلفاء راشدین اور قتل مرتدین

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خلفاء راشدین کا بھی یہی عمل رہا وہ مرتدین اور مدعیان نبوت کو قتل کرتے تھے صدیق اکبر کا مرتدین کا قلع قمع کرنا احادیث اور سیر اور تاریخ سے مسلم ہے اور یہ تمام واقعات جلال الدین سیوطی کی تاریخ الخلفاء وغیرہ میں مذکور ہیں اور مرتدین اور مدعیان نبوت کا قتل تمام صحابہ کرام کے اجماع اور اتفاق سے ہوا ذرہ برابر اس میں نہ کسی کا خلاف ہے اور نہ کسی کو کبھی قتل مرتد کے بارہ میں کوئی شک ہوا اور نہ شبہ پیش آیا۔

کیا قتل مرتد کیلئے محاربہ اور سلطنت کا مقابلہ شرط ہے

نصوص قرآنیہ اور احادیث نبویہ سے یہ امر صراحتاً ثابت ہو گیا کہ قتل مرتد کے لیے علت ارتداد ہے قرآن اور حدیث میں سزا مرتد کے لیے کسی جگہ بھی محاربہ اور سلطنت سے مقابلہ اور برسرِ پیکار ہونے کی شرط نہیں جو شخص مرتد ہو جائے تو اس کی سزا قتل ہے خواہ وہ محاربہ کرے یا نہ کرے خلفاء راشدین نے ہر قسم کے مرتد کے قتل کا حکم دیا خواہ سلطنت سے محاربہ کرے یا نہ کرے قتل کی اصل علت سب جگہ ارتداد تھی نہ کہ محاربہ جو لوگ قتل مرتد کے لیے سلطنت کا مقابلہ شرط قرار دیتے ہیں یہ دھوکہ اور فریب ہے اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ خدا کے دین سے مرتد ہو جانا جائز ہے مگر قانون سلطنت سے مرتد اور منحرف ہو جانا اور سلطنت کا مقابلہ کرنا جرم عظیم ہے جو حکومت سے مرتد ہو جائے تو اس کا قتل تو واجب ہے اور عین حکمت اور عین مصلحت ہے اور عین سیاست ہے اور خدا کے دین سے ارتداد میں کوئی حرج نہیں محاذ اللہ محاذ اللہ جو لوگ قتل مرتد کے مسئلہ کو یہ کہہ کر اڑانا چاہتے ہیں کہ اسلام میں قتل مرتد کا جو حکم آیا ہے اُس سے وہ مرتدین مراد ہیں جو حکومت اور سلطنت کے مقابلہ اور محاربہ پر آمادہ ہوں ان لوگوں کو چاہیے کہ آنکھیں کھولیں اور نصوص قرآنیہ اور احادیث نبویہ اور خلفائے راشدین اور سلف صالحین اور شاہان اسلام کے عمل کو دیکھیں کہ ہر زمانہ میں بادشاہ اسلام نے زمانہ کے علماء کے اتفاق اور اجماع سے مرتدین کو ارتداد کی وجہ سے قتل کیا اور اسی پر تمام ائمہ اسلام کا اتفاق ہے۔ (خلاصہ کلام) یہ کہ قتل مرتد کا مسئلہ اسلام کے مسلمات اور جماعیات اور قطعیات اور

بدیہیات میں سے ہے جس کے بیان سے تمام کتب تفسیر و حدیث اور دوا دین فقہیہ اور کتب تاریخہ بھری پڑی ہیں ایسے قطعی اور اجماعی مسئلہ کا انکار بھی کفر اور ارتداد ہے خوب سمجھ لو اور ملاحظہ اور زنادقہ کے دوسووں سے شبہ میں مت پڑو واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم



يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِينَ

اے ایمان والو رفیق نہ پکڑو

اتَّخَذُوا دِينَكُمْ هُزُؤًا وَلَعِبًا مِّنَ الَّذِينَ

ایسوں کو جو ٹھہراتے ہیں تمہارا دین ہنسی اور کھیل وہ جو

أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكَفَّارُ أَوْلِيَاكُمُ

کتاب دیئے گئے تم سے پہلے اور وہ جو کافر ہیں

وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ كُنتُمْ مَوْمِنِينَ ﴿۵۷﴾ وَإِذَا نَادَيْتُمُ

اور ڈرو اللہ سے اگر تم یقین رکھتے ہو اور جس وقت پکارو

إِلَى الصَّلَاةِ اتَّخَذُوا هُزُؤًا وَلَعِبًا ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ

نماز کو اس کو ٹھہرا دیں ہنسی اور کھیل یہ اس واسطے کہ وہ

قَوْمٌ لَا يَعْقِلُونَ ﴿۵۸﴾ قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ هَلْ

لوگ بے عقل ہیں تو کہ اے کتاب والو کیا میرے تم کو

تَنْقُومُونَ مِنَّا إِلَّا أَن آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا

ہم سے مگر یہی کہ ہم یقین لائے اللہ پر اور جو ہم کو اترا اور

وَمَا أُنْزِلَ مِن قَبْلُ وَأَنَّ أَكْثَرَكُمْ فَاسِقُونَ ﴿۵۹﴾

جو اترا پہلے اور یہی کہ تم میں اکثر بے حکم ہیں

قُلْ هَلْ أُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذَلِكَ مَثُوبَةً عِندَ

تو کہ میں تم کو بتاؤں ان میں کس کی بری جگہ ہے اللہ کے

اللَّهُ ط مَنْ لَعَنَهُ اللَّهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ

ہاں وہی جس کو اللہ نے لعنت کی اور اس پر غضب ہوا اور بعضے

مِنْهُمْ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوتَ ط

ان میں بندر کیے اور سور اور بوجھنے والے شیطان کو

أُولَٰئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَأَضَلُّ عَن سَوَاءِ السَّبِيلِ ۝۶۰

وہی بدتر ہیں درجہ میں اور بہت پہلے سیدھی راہ سے

وَإِذَا جَاءُوكُمْ قَالُوا آمَنَّا وَقَدْ دَخَلُوا بِالْكَفْرِ

اور جب تم پاس آویں کہیں ہم یقین لائے اور مکر ہی آئے تھے

وَهُمْ قَدْ خَرَجُوا بِهِ ط وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا

اور اسی طرح نکلے اور اللہ خوب جانتا ہے جو چھپا

يَكْتُمُونَ ۝۶۱ وَتَرَىٰ كَثِيرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُونَ فِي

رہے تھے اور تو دیکھے بہت ان میں دوڑتے ہیں

الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَأَكْلِهِمُ السُّحْتَ ط لِبَئْسَ مَا

گناہ پر اور زیادتی پر اور حرام کھانے پر کیا برے کام ہیں

كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝۶۲ لَوْلَا يَنْهَاهُمُ الرَّبُّزِيُونَ وَ

جو کمر رہے ہیں کیوں نہیں منع کرتے ان کے درویش اور

الْأَحْبَارُ عَنِ قَوْلِهِمُ الْإِثْمُ وَأَكْلِهِمُ السُّحْتَ ط

لا گناہ کی بات کہنے سے اور حرام کھانے سے کیا برے

بِئْسَ مَا كَانُوا يَصْنَعُونَ ﴿۶۳﴾ وَقَالَتِ الْيَهُودُ يَدُ

عمل ہیں جو کر رہے ہیں اور یہود کہتے ہیں

اللَّهِ مَغْلُولَةٌ غُلَّتْ أَيْدِيهِمْ وَلُعِنُوا بِمَا قَالُوا

اللہ کا ہاتھ بندھ گیا ان ہی کے ہاتھ باندھے جاویں اور لعنت ہے ان کو اس

بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ يُنفِقُ كَيْفَ يَشَاءُ وَ

کہنے پر بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہیں خرچ کرتا ہے جس طرح چاہے اور

لَيَزِيدَنَّ كَثِيرًا مِّنْهُمْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ

اس حکم سے جو تجھ کو اترا تیرے رب کی طرف سے

طُغْيَانًا وَكُفْرًا ۖ وَآلَقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَ

ان کو بڑھے گی شرارت اور انکار اور ہم نے ڈال رکھی ہے ان میں دشمنی اور

الْبَغْضَاءَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۚ كُلَّمَا أَوْقَدُوا نَارًا

بیر قیامت کے دن تک جب آگ سلگاتے ہیں

لِلْحَرْبِ أَطْفَأَهَا اللَّهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا

لڑائی کے واسطے اللہ اس کو بجھاتا ہے اور دوڑتے ہیں ملک میں فساد

وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ﴿۶۴﴾

کرتے اور اللہ نہیں چاہتا فساد کرنے والوں کو

إِعَادَةُ حُكْمٍ سَابِقٍ بِعُنْوَانٍ دِغِيرِ

قال الله تعالى يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا... وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ
(ربط) اس آیت میں دوسرے عنوان سے حکم سابق کا اعادہ ہے اور کفار کی بہت اور دوستی سے

ممانعت کی جاتی ہے مگر عنوان دوسرا ہے جس میں ان کی شرارتوں اور قباحتوں کو بیان کرتے ہیں مثلاً
 شاعر اسلام اذان وغیرہ کا مذاق اڑاتے ہیں اور مسلمانوں کو طرح طرح کی ایذائیں پہنچاتے ہیں اخیر رکوع
 تک اُن کے تباہی اور فساد کو بیان کیا تاکہ معلوم ہو جائے کہ ایسے لوگوں سے ہرگز ہرگز دوستی
 روا نہیں تاکہ کے لیے حکم سابق کا اعادہ فرمایا اور قدرے اُن کی شرارتوں اور قباحتوں کو بیان کیا
 اور یہ بتلایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جن پر خدا نے لعنت کی اور جن پر خدا کا غضب نازل ہوا اور کچھ لوگ
 ان میں سے سور اور بندر کی شکل میں مسخ کیے گئے اور یہ ایسے بُرے لوگ ہیں کہ کسی طرح لائق دوستی نہیں
 گذشتہ آیات میں خاص یہود اور نصاریٰ سے موالات کی ممانعت تھی اور اس آیت میں
 عام کفار سے موالاة کی ممانعت ہے جس میں یہود اور نصاریٰ کے علاوہ مشرکین اور منافقین بھی
 داخل ہیں گویا کہ یہ حکم حکم سابق کا تتمہ ہے چنانچہ فرماتے ہیں اے ایمان والو ایمان کا مقتضی یہ
 ہے کہ دین کی عزت و حرمت کو پورا پورا ملحوظ رکھو اور اس کی پوری حفاظت کرو اور دشمنان دین
 کی جو دین کے ساتھ استہزاء اور تمسخر کرتے ہیں خوب سمجھ لو کہ اُن کی موالاة اور دوستی کے ساتھ دین
 محفوظ نہیں رہ سکتا اس لیے حکم دیا جاتا ہے کہ اے ایمان والو جن لوگوں نے تمہارے دین کو ہنسی
 اور کھیل بنا رکھا ہے یعنی جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی یہود اور نصاریٰ اُن کو اور دوسرے کافروں
 کو دوست نہ بناؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو اگر تم ایمان دار ہو اس لیے کہ اندیشہ یہ ہے کہ ان کی
 دوستی سے تمہاری اصلی دولت اور سعادت ابدیہ کا سرمایہ یعنی ایمان و اسلام نہ ضائع ہو جائے اور جب
 تم لوگوں کو اذان کے ذریعہ نماز جیسی افضل العبادات اور اکمل القربات کی طرف پکارتے ہو تو وہ
 اس عبادت کو جس میں نماز اور اذان دونوں آگئیں ہنسی اور کھیل بناتے ہیں یہ اس واسطے کہ وہ
 بے عقل لوگ ہیں نماز اور اذان کی حقیقت نہیں سمجھتے اور بے عقل آدمی لائق محبت نہیں اگر ان
 کو ذرا عقل ہوتی تو سمجھتے کہ خالق کی عبادت اور بندگی اور اس کی تعظیم و تکریم اور اس کی توحید کا
 اظہار و اعلان جس کی تمام کُتب سماویہ اور انبیاء سابقین کی شریعتیں مُصدق ہیں کسی طرح قابل استہزاء
 اور تمسخر نہیں جب مسلمان اذان دیتے اور نماز پڑھتے تو یہود اور نصاریٰ اور مشرکین اس کی ہنسی اڑاتے
 یہود کہتے کہ یہ لوگ کھڑے ہوتے ہیں خدا کرے کبھی کھڑے نہ ہو سکیں اور نماز پڑھنے لگے ہیں خدا
 کرے نہ پڑھ سکیں پھر اس پر قہقہہ لگاتے اور جب مسلمان رکوع اور سجدہ میں جاتے تو ہنستے اور ایک
 دوسرے کو اشارہ کرتے اور مدینہ میں ایک نصرانی تھا جب وہ مؤذن سے اشہدان محمد رسول اللہ
 سنتا تو یہ کہتا اللہ جھوٹے کو آگ میں جلانے ایک رات اُس کی خادمہ آگ لارہی تھی اور وہ نصرانی
 اور اس کے گھر والے بڑے سو رہے تھے اتفاق سے اس کے ہاتھ میں سے اُس آگ میں کا ایک
 شراہہ اڑ کر کہیں جا پڑا جس سے وہ گھر اور وہ نصرانی اور اس کے سب گھر والے جل کر خاکستر ہو
 گئے اس کی دعا کے مطابق خدا نے جھوٹے کو جلا دیا۔

اور خدا تعالیٰ نے یہ دکھلا دیا کہ صادق (میں) کو جھوٹا بتلانے والا دوزخ میں جانے سے پہلے ہی کس طرح آگ میں جلا یا جاسکتا ہے مطلب یہ ہے کہ خداوند ذوالجلال کی بندگی اور اس بندگی کی طرف دعوت اور اعلان جو دنیوی اور اترونی غیر بر مشتمل ہے اور ہر دین میں اس کا بہتر ہونا مسلم ہے اس کا مذاق اڑانا یہ اُن کی بے عقلی کی دلیل ہے

وَكَمِ مِنْ عَابٍ قَوْلًا صَحِيحًا ۖ وَآفَتْهُ مِنَ الْفَهْمِ السَّقِيمِ

آپ ان لوگوں سے جو نماز اور اذان جیسی بہترین عبادت اور دعوت خیر و صلاح و فلاح کی ہنسی اور کھیل بناتے ہیں یہ کہہ دیجیئے اسے اہل کتاب تم ہم میں سوائے اس کے کیا عیب پاتے ہو کہ ہم ایک اللہ پر ایمان لے آئے ہیں اور اس کتاب پر جو ہماری طرف نازل کی گئی اور ان کتابوں پر بھی جو اس سے پہلے نازل ہوئیں یعنی ہم تمہاری طرح انبیاء میں تفریق نہیں کرتے اور یہی کہ تم میں کے اکثر بدکار ہیں اور اطاعت خداوندی سے خارج ہیں یعنی تم جو ہمارے دین پر ہنستے ہو تو اس میں کیا عیب پاتے ہو ہمارے دین کا خلاصہ تو یہ ہے کہ ہم اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور اس قرآن پر ایمان رکھتے ہیں جو تمام مشرکینوں کا لب لباب اور تمام حکمتوں کا عطر ہے اور اُن تمام کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں جو ہم سے پہلے نازل ہوئیں کیا یہ کوئی عیب کی بات ہے جو تم اس پر ہنستے ہو وَأَنَّ أَكْثَرَكُمْ فَاسِقُونَ کا مطلب یہ ہے کہ تم ہم میں سوائے اس کے اور کیا عیب پاتے ہو کہ تم طریق مستقیم سے ہٹ گئے ہو تو جید کے بجائے تثلیث کے قائل ہو گئے اور حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا بنا لیا اور اللہ کی کتابوں میں تم نے تحریف کر ڈالی اور ان معایب کو کمالات سمجھ لیا اس لیے اچھی باتیں تم کو بری معلوم ہوتی ہیں ورنہ واقعہ میں ہم میں اور ہمارے دین میں کوئی عیب نہیں ہے چونکہ تم بدکار ہو اور ہم تمہاری بدکاری سے علیحدہ ہیں اس لیے ہم تمہاری آنکھوں میں کھٹکتے ہیں تمہیں اپنے عیبوں پر تو نظر نہیں اور ہمارے کمالات اور محاسن تم کو عیوب نظر آتے ہیں اہل تثلیث اور اہل تجسیم کو اہل توحید اور اہل تنزیہ پر طعن و تشنیع کرنے کا کہاں سے حق حاصل ہوا۔

چشم بد اندیش کہ برکنہ باد ۖ عیب نماید ہنر شن در نظر
خلاصہ کلام یہ کہ وَأَنَّ أَكْثَرَكُمْ فَاسِقُونَ کا مطلب یہ ہے کہ تم نے معاملہ برعکس کیا ہوا ہے تمہیں اپنا فسق اور طریق مستقیم سے انحراف تو معیوب نہیں معلوم ہوتا اور مسلمانوں کا طریق مستقیم پر چلنا اور خدا کی بندگی کرنا اور اس کی عظمت اور کبریائی اور توحید کی اذان اور اعلان تم کو معیوب نظر آتی ہے کیا یہ کمال انہیں اور انتہائی دیدہ دلیری نہیں۔

اب اس کے بعد حق تعالیٰ شانہ، یہود و نصاریٰ کے معایب اور اُن کے مضحکہ انگیز اقوال و افعال و حرکات کو بیان کرتے ہیں اور فرماتے ہیں (اے نبی) آپ ان لوگوں سے جو مسلمانوں کو برا کہتے

ہیں اور ان کے دین کے ساتھ استہزاء کرتے ہیں یہ کہہ دیجئے آؤ میں تم کو ایسی قوم کا پتہ بتلاتا ہوں جو خدا کے نزدیک باعتبار جزاء اور سزا کے اس سے زیادہ برے ہیں یعنی تم اس دین اسلام اور مسلمانوں کو برا سمجھتے ہو آؤ میں تم کو اس سے بھی برا بتاؤں جن کو اللہ کے یہاں بُرا بدلہ ملے گا وہ لوگ جن پر اللہ نے لعنت کی اور ان پر غضب نازل کیا اور ان میں سے بعضوں کو بندر اور بعضوں کو سور بنا دیا اور جنہوں نے شیطان اور معبود باطل کی پرستش کی مثلاً جن لوگوں نے گو سالہ کو معبود بنایا یعنی واقعی بُرے وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی اور ان پر اپنا غضب نازل کیا اور ان کی نافرمانیوں کی بناء پر ان کو بندر اور سور کی شکل میں مسخ کیا اور جنہوں نے گو سالہ پرستی یا بت پرستی کی یہی لوگ باعتبار مقام اور مکان یعنی مرتبہ اور ٹھکانہ کے بدترین خلاق ہیں اور سب سے زیادہ سیدھے راستہ سے ہٹے ہوئے ہیں بلحاظ مکان یعنی مرتبہ بھی سب سے برے ہیں اور مکان یعنی جگہ بھی سب سے بُرے ہیں اس لیے کہ ان کا مکان دوزخ ہے جو سب سے بُرا مکان ہے لہذا تمہارے طعن اور استہزاء کی مستحق ایسی قوم ہو سکتی ہے جس کا یہ حال بیان کیا گیا اور وہ قوم خود تم ہی ہو نہ کہ مسلمان یہودیوں سے جن لوگوں نے باوجود صریح ممانعت کے ہفتہ کے دن پھیلیوں کا شکار کیا اور وہ بندر اور سور بنا دیئے گئے تھے جس کی تفصیل انشاء اللہ سورۃ اعراف میں آئے گی اور اے مسلمانو! ان استہزاء کرنے والوں میں سے بعض لوگوں کا حال یہ ہے کہ جب تمہارے پاس آتے ہیں تو یہ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے حالانکہ وہ کفر ہی کو لے کر تمہاری مجلس میں داخل ہوتے تھے اور اسی کفر کے ساتھ تمہاری مجلس سے نکل کر واپس چلے گئے ہیں یہ لوگ ایک لمحہ کیلئے بھی ایمان میں داخل نہیں ہوتے ان کا آمنا کہنا بالکل جھوٹ ہے اور اللہ خوب جانتا ہے جو دلوں میں کفر اور نفاق چھپائے ہوئے ہیں یہ آیت منافقین یہود کے بارہ میں نازل ہوئی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر جھوٹ موٹ یہ کہہ دیتے کہ ہم آپ پر ایمان رکھتے ہیں اور آپ کے دین سے راضی ہیں اور دل میں ان کے کفر مہر ا ہوا ہوتا تھا۔ اور اے نبی آپ ان یہودیوں میں سے بہت سے لوگوں کو گناہ اور ظلم و زیادتی اور حرام خوری یعنی رشوت میں دوڑتا ہوا دیکھیں گے کہ دوڑ دوڑ کر ان چیزوں کی طرف جاتے ہیں اور بعد شوق اور رغبت گناہوں کی طرف چھٹتے ہیں اور حرام مال پر گرے پڑتے ہیں البتہ بہت ہی برے کام ہیں جو وہ کر رہے ہیں یہ حال تو ان کے عوام کا تھا اب آگے ان کے خواص کا حال بیان کرتے ہیں کیوں نہیں منع کرتے ان کو خدا پرست یعنی درویش اور عالم گناہ کی بات کہنے سے اور حرام کھانے سے کیا ہی برا ہے وہ کام جو یہ خدا پرست اور عالم کرتے ہیں یعنی علماء اور فقہاء کا فرض ہے کہ وہ لوگوں کو برے کاموں سے روکیں مگر وہ لوگ خاموش ہیں امر المعروف اور نہی عن المنکر نہیں کرتے یہ بہت برا کام ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ اگلے لوگ جو برباد ہوئے تو اس کی

وجہ یہ ہے کہ انہوں نے برے کام اختیار کیے اور ان کے علمائے نے انہیں منع نہ کیا حضرات اہل علم تفصیل کے لیے امام غزالی کی ایضاً العلوم باب الامر بالمعروف والنہی عن المنکر دیکھیں۔

بارگاہِ خداوندی میں یہود کی گستاخی کا ذکر اور اسکا رد

اب آگے یہ بتلاتے ہیں کہ یہود کی جسارت مخلوق سے گذر کر خالق کی حد تک پہنچ چکی ہے اور بارگاہِ ربوبیت میں گستاخی کرنے سے بھی اُن کو پاک نہیں رہا خداوند ذوالجلال کی شان میں ایسے واہی تباہی الفاظ بک دیتے ہیں کہ جنہیں سن کر انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں کہیں کہتے اِنَّ اللہَ فَعِیْرٌ مِّنْ اَعْنِیَّاءُ اور کہیں یہ الفاظ منہ سے نکالتے ہیں یَا اللہِ مَخْلُوْلٌ خُدا کا ہاتھ بندھ گیا یعنی معاذ اللہ خدا بخل کرنے لگا اور بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے یہود کو ہر طرح کی فاسق البالی اور عیش و عشرت عطا کر رکھی تھی جب انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی اور آپ کو جھٹلایا تو خدا تعالیٰ نے اُن کی روزی تنگ کر دی اس وقت فتاح بن عازور نے کہا کہ اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور یہود بے بہود یہ کہتے ہیں کہ اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے یعنی اللہ بخل کرنے لگا ہے گویا کہ اُس کا ہاتھ گردن سے بندھا ہوا ہے معاذ اللہ۔ خدا تو اس سے پاک اور منزہ ہے انہیں کے ہاتھ باندھ دیئے گئے ہیں یعنی وہی خیر سے محروم کر دیئے گئے اللہ تو جواد اور کریم مطلق ہے اُس کے خزانے غیر محدود اور اس کا جود اور کرم لامتناہی ہے وہاں کسی چیز کی کمی نہیں ان کے تمرد اور طغیان کی پاداش میں حق تعالیٰ نے انکی جہلمت میں ایسا جن اور بخل ڈال دیا ہے جس سے ان کے ہاتھ بالکل بند ہو گئے ہیں اور اس گستاخانہ قول کی بنا پر یہ لوگ خدا کی رحمت سے دور پھینک دیئے گئے ذلت اور مسکنت کی مہر لگا دی گئی اور ان کا یہ قول کہ اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے بالکل غلط ہے بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں یعنی وہ غایت درجہ کریم ہے دونوں ہاتھوں سے دیتا ہے اور چونکہ وہ حکیم بھی ہے اس لیے جس طرح چاہتا ہے وہ خرچ کرتا ہے اُس کا جود و کرم حکمت اور مصلحت کے ساتھ ہے وہ جسکو چاہتا ہے فراخی دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے تنگی دیتا ہے کما قال تعالیٰ وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهِ لَبَغَوْا فِی الْاَرْضِ وَلٰكِنْ یُنَزِّلُ بِقَدْرِ مَا یَشَآءُ پس یہود کو جو تنگی پیش آئی ہے معاذ اللہ اس کی علت بخل یا فیضانِ جود کی کمی نہیں بلکہ یہود بے بہود کی معاندانہ تکذیب اور محود کا وبال ہے جو ان کو چکھایا جا رہا ہے وہ قابض اور باسط ہے کسی کو زیادہ اور کسی کو کم دیتا ہے یہ اس کی حکمت اور مشیت ہے یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ اگر قبض ہے تو اُس کی حکمت قاہرہ اور باہرہ سے ہے اور اگر باسط ہے تو اس کی رحمت وافرہ سے ہے الغرض حق جل شانہ کا یہ قول بَلْ یَذٰا مَبْسُوْطَتٰی اِس کے

دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ غایت درجہ کرم سے دونوں ہاتھوں سے دیتا ہے اس کے جو دو کرم کی کوئی حد اور نہایت نہیں حضرت شاہ عبد القادر دہلویؒ نے اپنے فوائد میں یہ لکھا ہے کہ دو ہاتھوں سے ہر اور قہر کا ہاتھ مراد ہے یعنی آج کل خدا کے ہر کا ہاتھ امت محمدیہ پر کھلا ہوا ہے اور قہر کا ہاتھ بنی اسرائیل پر کھلا ہوا ہے جیسا کہ اگلی آیتوں میں اس کی طرف اشارہ فرمایا۔

فائدہ جلیلہ | اس قسم کی آیتیں جن میں خدا تعالیٰ کے منہ اور ہاتھ کا ذکر آتا ہے معاذ اللہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ خدا تعالیٰ بھی مخلوق کی طرح کوئی جسم ہے اور جسمانی اعضاء رکھتا ہے اس لیے کہ خداوند قدوس جسمانیت اور لوازم جسمانیہ سے پاک اور منزه ہے سلف صالحین اور علماء متعقبن کا مسلک یہ ہے کہ جس طرح خدا کی ذات اور وجود اور حیات اور علم اور سمیع اور بصیر وغیرہ تمام صفات بے چون و چگون ہیں اس کی ذات و صفات کی کوئی نظیر اور مثال اور کیفیت اس کے سوا کچھ نہیں بیان کی جاسکتی۔

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم : و ز ہر چہ گفتہ اند دشنیدیم و خواندہ ایم
دستر تمام گشت و پیا یاں رسید عمر : ماہمچناں در اول وصف تو ماندہ ایم
اس قسم کی آیات معلوم المعنی اور مجہول الکیف ہیں یعنی یہ تو ہم جانتے ہیں کہ یہ کنیہ معنی ہاتھ اور وجہ کے معنی منہ کے ہیں مگر یہ معلوم نہیں کہ خدا کا ہاتھ اور منہ کس طرح کا ہے معاذ اللہ اگر اس کا ہاتھ ہمارے ہاتھ جیسا ہو تو جسمیت اور تشبیہ لازم آئے گی لہذا یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ جس طرح خدا تعالیٰ کی ذات اور اس کی حیات اور سمیع اور بصیر اس کی شان اقدس کے لائق اور ہمارے ادراک اور بیان سے درامد ہے اسی طرح اس کی صفت ید اور صفت وجہ بھی دیگر صفات کی طرح بے مثل اور بے چون ہے اور اُس سے وہی معنی مراد ہیں جو اس کی شان اقدس کے لائق ہوں ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں کہ حق تعالیٰ کے لیے وجہ اور ید اور سمیع اور بصیر وساق اور قدم ثابت ہیں جیسے اس کی ذات والا صفات کے شایان شان ہیں اور اس کی حقیقت اور کیفیت کے درپے نہیں اور باہمی ہمہ وہ کسی بات میں مخلوقات کے مشابہ نہیں لَیْسَ مِثْلُہُمْ شَیْءٌ وَ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ۔

اور مسارعہ فی الاثم اور اکل سحت کی وجہ سے ان کی فطرت اس درجہ فاسد اور خراب ہو چکی ہے کہ البتہ وہ قرآن جو تیرے پروردگار کی طرف سے لوگوں کی شفاء اور ہدایت کے لیے قہری طرف اتارا گیا ہے وہ ان میں سے بہتیروں کی نافرمانی اور سرکشی میں ترقی کا سبب بن جاتا ہے یعنی قرآن کریم تو شفاء اور ہدایت اور غذائے روح ہے مگر ان معاندین کی فطرت اس درجہ فاسد ہو چکی ہے کہ کلام الہی سکران کو شفاء نہیں ہوتی بلکہ ان کی گمراہی اور سرکشی میں اور زیادتی ہو جاتی

ہے اگر غذائے صالح کسی فاسد المعده کے معده میں پہنچ کر اس کے مرض کو زیادہ کر دے تو اس میں غذائے صالح کا قصور نہیں مریض کے مزاج کی خرابی ہے یہی حال ان لوگوں کا ہے کہ جب قرآن کی کوئی آیت نازل ہوتی ہے تو وہ اس کا انکار کر دیتے ہیں جس سے ان کے سابق کفر میں ایک اور جدید کفر کا اضافہ ہو جاتا ہے جیسا کہ دوسری جگہ ہے **وَنُزِّلَ مِنَ الْفُرْقَانِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا** اور ہم نے اہل کتاب کے حسد اور بغض اور عناد کی سزا میں ان میں باہم قیامت تک ظاہر میں عداوت اور باطن میں بغض ڈال دیا ہے یعنی ہم نے یہود اور نصاریٰ کے درمیان اور یہود کے مختلف فرقوں کے درمیان اور نصاریٰ کے مختلف فرقوں کے درمیان عداوت اور دشمنی ڈال دی ہے جو قیامت تک ان میں رہے گی چنانچہ وہ جب کبھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ کیلئے لڑائی کی آگ سلگاتی ہیں تو اللہ تعالیٰ بکھادیتا ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں انکو کامیابی نہیں ہوتی اور خدا تعالیٰ یہودیوں کی تدبیروں کو چلنے نہیں دیتا۔

شاہ عبدالقادر صاحب فرماتے ہیں اللہ نے ان میں اتفاق نہیں رکھا جب آگ سلگتے ہیں لڑائی کی یعنی فتنہ انگیزی کرتے ہیں کہ آپس میں سب کو ملا کر مسلمانوں سے لڑیں سو اللہ بکھادیتا ہے آپس میں پھوٹ جاتے ہیں“ (موضع القرآن) اور جب وہ لڑائی میں ناکام ہو جاتے ہیں تو اور طرح سے وہ زمین میں فساد پھیلاتے پھرتے ہیں یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف طرح طرح کی سازشیں اور اسلام کے مٹانے کی کوششیں کرتے رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ مفسدوں کو پسند نہیں کرتا اور ان کی فتنہ پردازی پر ان کو سزا ضرور دیگا پوری سزا تو آخرت میں ملے گی البتہ بطور تنبیہ کے دنیا میں رزق کی تنگی میں مبتلا کیا جاسکتا ہے۔

جاننا چاہیے کہ اس مضمون کے بیان کرنے سے اس جگہ مقصود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمنوں کی طرف سے اطمینان دلانا ہے کہ یہ دشمن لوگ کسی صورت بھی آپ کے مقابلہ میں کامیاب و فتیحاب نہیں ہو سکیں گے پس اگر یہ حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے تو کوئی اشکال ہی نہیں اور اگر یہ حکم عام ہے اور آپ کے ساتھ مخصوص نہیں تو پھر مطلب یہ ہے کہ جب تک مسلمان دین اسلام پر قائم رہیں گے اور اس کے رنگ میں رنگے رہیں گے اس وقت تک نصرت الہی کے مستحق رہیں گے اور جب ان کے دشمن ان کے خلاف آتش جنگ بھڑکائیں گے تو اللہ تعالیٰ اس کو بکھادے گا لیکن اگر خدا نخواستہ خود مسلمان ہی دین سے کنارہ کش ہو جائیں اور منضوب علیہم اور ضالین کے رنگ میں رنگے جائیں اور صرف نام کے مسلمان رہ جائیں تو ایسے نام کے مسلمانوں سے خدا کا وعدہ نہیں۔

وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ

وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ آمَنُوا وَاتَّقَوْا

اور اگر کتاب والے ایمان لاتے اور ڈرتے

لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَا دُخْلَ لَهُمْ

تو ہم انار دیتے ان کی برائیاں اور ان کو داخل کرتے

جَنَّتِ النَّعِيمِ ۝۶۵ وَلَوْ أَنَّهُمْ أَقَامُوا التَّوْرَةَ

نعمت کے باغوں میں اور اگر وہ قائم رکھیں توریت

وَالْإِنْجِيلَ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ مِنْ رَبِّهِمْ

اور انجیل کو اور جو اُترا ان کو ان کے رب کی طرف سے

لَا كَلُوا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ مِنْهُمْ

تو کھا دیں اپنے اوپر سے اور پاؤں کے نیچے سے کچھ لوگ

أُمَّةٌ مُقْتَصِدَةٌ ۖ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ سَاءٌ مَا يَعْمَلُونَ ۝۶۶

ان میں سے سیدھے اور بہت ان کے برے کام کر رہے ہیں

ترغیب اہل کتاب بایمان بر نبی آخر الزمان و ذکر برکات ایمان

قال الله تعالى وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ آمَنُوا... لَآتَى... وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ سَاءٌ مَا يَعْمَلُونَ

اور ہاں اگر یہ اہل کتاب جو دین اسلام کی باتوں پر اپنی بے عقلی سے تسخر کرتے ہیں خاتم النبیین پر ایمان لے آتے اور اللہ سے ڈرتے اور اپنی شرارتوں اور حرام خوری سے باز آجاتے جو ان کے حق میں تنگی رزق کا سبب بنی ہیں تو البتہ ہم ان کے پہلے گناہوں کو نیست و نابود کر دیتے کیونکہ اسلام لانے سے اُنس سے پیشتر کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور البتہ ہم ان کو نعمت کے باغوں میں داخل کرتے اور ان کی تنگی دور ہو جاتی اور اگر یہ لوگ توریت اور انجیل کو قائم کرتے یعنی بغیر تحریف و تبدیل کے اس کی ہدایات پر عمل کرتے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت اور نعمت کو نہ چھپاتے اور کتب سابقہ میں جو نبی آخر الزمان پر ایمان

لانے کا عہد لیا گیا ہے اس کو پورا کرتے اور اس کتاب کو بھی قائم کرتے جو اُن کے پروردگار کی طرف سے اُن کی طرف نازل کی گئی ہے یعنی قرآن مجید پر عمل کرتے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توسط سے بنی اسرائیل اور اہل کتاب کی ہدایت کے لیے نازل ہوا ہے یہ اس لیے فرمایا کہ اہل کتاب یہ خیال نہ کریں کہ قرآن صرف بنی اسماعیل کے لیے نازل ہوا ہے اور بنی اسرائیل اس کے مکلف اور مخاطب نہیں قرآن تمام عالم کی ہدایت کے لیے نازل ہوا ہے جن میں اہل کتاب بھی داخل ہیں اور بعض مفسرین یہ کہتے ہیں کہ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ مِنْ ذِكْرِهِمْ سے قرآن مجید مراد نہیں بلکہ توریت اور انجیل کے علاوہ دیگر کتب سابقہ مراد ہیں جیسے زبور اور کتاب اشعیاء وغیرہ ان سب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت اور ظہور کی پیشین گوئی مذکور ہے اور مطلب یہ ہے کہ اگر یہ اہل کتاب توریت اور انجیل اور کتب سابقہ کی ہدایت پر عمل کرتے اور جس بنی آخر الزماں کی انبیاء سابقین نے بشارت دی ہے اس پر ایمان لے آتے تو یہ اہل کتاب اس ایمان اور اتباع حق کی برکت سے بلاشبہ اپنے اوپر سے بھی روزی کھاتے اور اپنے پیروں کے نیچے سے بھی روزی کھاتے یعنی آسمان سے پانی برستا اور زمین سے پیداوار ہوتی مطلب یہ ہے کہ اگر یہ اہل کتاب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتے اور آپ کی تکذیب نہ کرتے تو جس قحط میں یہ مبتلا ہیں اس میں مبتلا نہ ہوتے آسمان سے خوب بارشیں ہوتیں اور زمین سے خوب پیداوار ہوتی اور نہایت خوشحالی میں ہوتے چونکہ انہوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی جن کی بشارت اور پیشین گوئی کتب قدیمہ میں تھی اور ان کو خوب معلوم تھی اس لیے خدا تعالیٰ نے ان کو سختی میں مبتلا کیا اُن کی یہ تنگی اُن کی خیانتوں اور قباخی کی نحوست ہے خداوند کریم کے فیض عام میں کوئی کمی نہیں خدا تعالیٰ کی طرف بخل کی نسبت گستاخی اور دیدہ دلیری ہے مگر بائیں ہمہ سب اہل کتاب برابر نہیں ان میں سے ایک گروہ جس نے دعوت حق کو قبول کیا اور اسلام میں داخل ہوا راہ راست پر چلنے والا ہے جیسے یہود میں عبد اللہ بن سلام اور ان کے ہمراہی اور نصاریٰ میں نجاشی اور اس کے پیرو یہ گروہ اعتدال پر ہے جیسا کہ دوسری جگہ آیا ہے وَجَعَلْنَا أُمَّةً يَهْتَدُونَ بِالْحَقِّ وَبِهِم يَعْتَدُونَ لیکن ایسے لوگ قبیل ہیں اور اکثر ان میں وہ ہیں جو برے کام کرتے ہیں جیسے کعب بن اشرف اور تمام رؤسا یہود اور جو لوگ افراط اور تفریط کے ٹھیک درمیان میں ہیں اور اعتدال کی راہ پر ہیں وہ ہمت قلیل ہیں

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ طَوْ

اے رسول پہنچا جو تجھ کو اترا تیرے رب سے اور

إِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ

اگر یہ نہ کیا تو تو نے کچھ نہ پہنچایا اس کا پیغام اور اللہ تجھ کو بچائے گا

مِنَ النَّاسِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ﴿۶۴﴾

لوگوں سے اللہ راہ نہیں دیتا منکر قوم کو

ازالہ خوف و دہشت و وعدہ حفاظت دربارہ تبلیغ و دعوت

قال تعالیٰ يَا أَيُّهَا الرُّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ..... اے... لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ (رہبر) یہود اور نصاریٰ کی خرابیاں بیان کرنے کے بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیتے ہیں کہ ایسا نہ ہو کہ آپ تبلیغ دین میں سنی تبلیغ نہ کریں اور کسی دشمن کے خوف اور اندیشہ سے یا لوگوں کی دل شکنی کے خیال سے ہمارے کسی حکم یا کسی آیت کو ان کے سامنے نہ پڑھیں اللہ تعالیٰ آپ کا نگہبان ہے اور آپ کی حفاظت کا ذمہ دار ہے آپ تو بے خوف و خطر دین خداوندی کی تبلیغ کریں حق جل شانہ نے جب موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ فرعون کو تبلیغ کریں تو طبعی طور پر ان کو خوف دامنگیر ہوا اِنَّا نَحْذَرُ اَنْ يَغْرُوكَ عَلَيْنَا اَوْ اَنْ يَطْعَنُوْا لَوْ اَنَّكَ لَمِنَ الصّٰفِیْنَ (تو اللہ تعالیٰ نے صاف طور پر فرمایا اِنَّا نَحْذَرُ اَنْ يَغْرُوكَ عَلَيْنَا اَوْ اَنْ يَطْعَنُوْا لَوْ اَنَّكَ لَمِنَ الصّٰفِیْنَ) اسی طرح اس آیت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغ کا حکم دیتے ہیں اور حفاظت کا اطمینان دلاتے ہیں تاکہ طبعی خوف کی وجہ سے تبلیغ میں اضمحلال نہ آئے چنانچہ فرماتے ہیں اے میرے (برگزیدہ) رسول جو کچھ تجھ پر میرے پروردگار کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اس کو تم لوگوں تک پہنچا دو اور اگر بغرض حال آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اس کا پیغام کچھ نہیں پہنچایا یعنی اگر بغرض حال آپ سے کسی ایک حکم کے پہنچ جانے میں بھی کوتاہی ہوئی تو یہ سمجھا جائے گا کہ آپ نے فریضہ رسالت کا حق ادا نہیں کیا اللہ کے سب حکموں کو پہنچانا ضروری ہے اس واسطے کہ بعض حکموں کو پہنچانا تبلیغ کو ضائع کرنا ہے اس لیے آپ بے خوف و خطر اللہ کے تمام حکموں کو پہنچائیے اور بے کھٹکے انہیں بیان کیجیے چنانچہ آپ نے تبلیغ احکام میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا اور وفات سے دو ڈھائی مہینے پہلے حجتہ الوداع کے موقع پر ہزار ہا عاشقان اسلام کے سامنے علی رؤس الاشهاد یہ اعلان فرمایا اللہم ہل بلغت اے اللہ تو گواہ رہ میں تیری امانت پہنچا چکا اور یہود اور مشرکین کی طرف سے اندیشہ نہ کیجیے وہ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اس لیے

کہ اللہ تم کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا یعنی کوئی شخص آپ کو قتل نہیں کر سکے گا بے شک اللہ راہ نہیں دیتا کافر لوگوں کو یعنی خدا اُن کو یہ قدرت نہیں دے گا کہ وہ تجھ کو ہلاک کر سکیں یا تیرے اوپر غالب آسکیں واضح ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار سے جو جسمانی تکلیفیں پہنچیں ہیں وہ اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے پہنچی ہیں اس آیت کے نازل ہونے کے بعد کوئی شخص آپ کو تکلیف نہیں پہنچا سکا جامع ترمذی میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رات کو آپ کی پاسبانی اور نگہبانی کیا کرتے تھے جب آیت وَاللّٰهُ يَعْصِيْكُمْ مِّنَ النَّاسِ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبہ سے اپنا سر نکال کر اُن سے فرمایا کہ اب تم میرے پاس سے چلے جاؤ اللہ میرا نگہبان ہے۔

مگر شیعہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں تبلیغ سے احکام دین کی تبلیغ مراد نہیں بلکہ حضرت علیؓ کی خلافت بلا فصل کی تبلیغ مراد ہے اور اس بارہ میں ایک روایت بھی گھڑی ہے وہ یہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب آخری حج سے واپس ہوتے ہوئے غدیر خم میں ٹھہرے تو یہ آیت نازل ہوئی اور آپ کو حکم ہوا کہ علیؓ کی خلافت کا اعلان کر دیجیے چنانچہ آپ نے سب صحابہ کو جمع کیا اور حضرت علیؓ کی خلافت کا اعلان بایں الفاظ کیا مَن كُنْتَ مَوْلَاهُ فَعَلٰی مَوْلَاهُ اور اصل آیت اس طرح تھی يٰۤاَيُّهَا الرّٰسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ اِنِّ عَلِيًّا مَوْلٰى الْمُؤْمِنِيْنَ یہ سب گپ ہے یہ آیت غدیر خم کے موقع سے پہلے نازل ہو چکی تھی۔

حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں ترمذی وغیرہ سے روایت کیا ہے کہ صحابہ کرام رات کے وقت آپ کی پاسبانی کیا کرتے تھے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی آپ اسی وقت بالا خانہ سے باہر تشریف لائے اور صحابہ سے فرمایا کہ تم لوگ واپس چلے جاؤ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے اب کسی کی پاسبانی کی ضرورت نہیں اور حاکم نے مستدرک میں اس روایت کو صحیح الاسناد قرار دیا ہے معلوم ہوا کہ یہ آیت غدیر خم سے برسوں پہلے بوقت شب مدینہ میں نازل ہوئی۔

شیعہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کی خلافت بلا فصل اور عصمت ائمہ

ذکر آیت اولی الامر کے بارہ میں آیت اِنَّمَا وَرِثَیْکُمُ اللّٰهُ کے بعد آیت اولی الامر کا نمبر ہے یعنی اس آیت کا یٰۤاَيُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِيعُوا اللّٰهَ وَاطِيعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ فَإِن تَنَادَّعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ عَلٰمٌ اٰہل سنت کے نزدیک اولی الامر سے علماء اور فقہاء اور حکام اسلام مراد ہیں شیعہ کہتے ہیں کہ اولی الامر سے حضرت علیؓ اور حسینؓ مراد ہیں اور بعض شیعہ یہ کہتے ہیں کہ اولی الامر سے بارہ امام مراد

ہیں یہ سب تحریف ہے اور علاوہ تحریف کے خود مذہب شیعہ کے بھی خلاف ہے کیونکہ آیت میں در صورت شبہہ مخالفتِ شریعت اولی الامر سے نزاع کی اجازت ہے جو عصمت کے منافی ہے اور مذہب شیعہ میں ایتمہ موصوم ہیں ان سے کسی حال میں نزاع جائز نہیں آنکھ بند کر کے ان کی اطاعت فرض ہے۔

XX

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَسْتُمْ عَلَى شَيْءٍ حَتَّى تُقِيمُوا

تو کہہ اے کتاب والو تم کچھ راہ پر نہیں جب تک نہ قائم کرو

التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ

توریت اور انجیل اور جو تم کو اُتایا گیا تمہارے رب سے

وَلِيَزِيدَنَّ كَثِيرًا مِّنْهُمْ قَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ

اور ان میں بہتوں کو بڑھے گی اس کلام سے جو تجھ کو اترا میرے رب سے

طُغْيَانًا وَكُفْرًا فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ﴿۶۸﴾

شرارت اور انکار سو تو افسوس نہ کھا اس قوم منکر پر

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّابِقُونَ وَ

البنۃ جو مسلمان ہیں اور جو یہود ہیں اور صابقین اور

النَّصَارَىٰ مَنَ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ

نصاری جو کوئی ایمان لاوے اللہ پر اور پچھلے دن پر

وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ

اور عمل کرے نیک نہ ان پر ڈر ہے نہ وہ

يَحْزَنُونَ ﴿۶۹﴾

غم کھاویں

اِبْطَالِ بَاطِلٍ

قال تعالى قُلْ يَا هَلْ أَكْثَبَ لَسْتُمْ عَلَى شَيْءٍ... اے... قَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (ربط) تبلیغ کا رکن اول احقاقِ حق ہے اور رکن ثانی ابطالِ باطل ہے گذشتہ آیات میں اجمالاً احقاقِ حق تھا اب اس کے بعد اس آیت میں اجمالاً ابطالِ باطل کا بیان ہے پھر آئندہ آیات میں نصاریٰ کے عقیدہ فاسدہ کا تفصیلاً ابطال ہے اور مقصود اہل کتاب کو اسلام میں داخل ہونے کی ترغیب ہے کہ باطل کو چھوڑ کر حق کا اتباع کریں آپ ان یہود و نصاریٰ سے یہ کہہ دیجئے کہ اے اہل کتاب تم جو اپنے آپ کو دین کے بارہ میں راہِ حق اور ہدایت پر سمجھتے ہو خوب جان لو تم کسی راہ پر نہیں ہو چونکہ تم حق سے منحرف ہو چکے ہو اس لیے تم ممنزلہ بے راہ کے ہو تمہارا مذہب بالکل بیچ ہے جس طریقہ پر تم ہو اس کے متعلق یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ کوئی چیز ہے لہذا یہی کہا جائے گا کہ تم کسی چیز پر بھی نہیں جب تک تم توریت اور انجیل کو قائم نہ کرو اور اس کتاب کو قائم نہ کرو جو بواسطہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری طرف تمہارے پروردگار کی طرف سے نازل کی گئی ہے یعنی قرآن کریم مطلب یہ ہے کہ جب تک تم توریت اور انجیل اور صحفِ انبیاء کے مطابق عمل نہ کرو گے اور ان کی ہدایت کے مطابق نبی آخر الزمان پر ایمان نہ لاؤ گے اور اس کتاب کا اتباع نہ کرو گے جو نبی آخر الزمان پر نازل ہوئی تو حقیقت میں تمہارا ایمان کچھ بھی نہیں نہ توریت و انجیل پر ہے اور نہ موسیٰ اور عیسیٰ ہی پر جیسا کہ رحم اور قصاص کے بارہ میں گذر چکا اور ان لوگوں کا راہِ راست پر آنا بہت دشوار ہے حسد اور عناد کی وجہ سے ان کی فطرت اس درجہ خراب ہو چکی ہے کہ البتہ وہ کلامِ الہی جو تیرے پروردگار کی طرف سے تیری جانب اتارا گیا ہے وہ ان میں سے بہتوں کی سرکشی اور کفر کو پہلے سے اور زیادہ کر دیتا ہے پس آپ ان معاندین اور منکرین کے ایمان نہ لانے پر کچھ افسوس نہ کیجئے کیونکہ ان کے کفر کا ضرر انہی پر ہے آپ ان کے کفر و عناد سے تنگ دل ہو کر فرائض میں کوئی کمی نہ کیجئے۔

قانونِ نجات

چونکہ یہود اور نصاریٰ کو یہ خیال تھا کہ ہم لوگوں کے سوا اور کوئی نجات نہ پائے گا اس لیے حق سبحانہ و تعالیٰ اُن کے اس خیالِ باطل کو رد فرماتے ہیں اور نجاتِ اُخروی کا ایک عام قانون

جو اہل کتاب اور تمام اقوام عالم کو حاوی اور شامل ہے وہ بتلاتے ہیں وہ قانونِ نجات یہ ہے کہ جو شخص صحیح طور پر خدا تعالیٰ پر اور قیامت پر ایمان لائے اور نیک کام کرے نجات اُخروی اُس کو نصیب ہو جائے گی اور یہ قانون نہایت معقول اور منصفانہ ہے دنیا میں نجات کا یہی طریقہ ہے کہ حکومت کو مانو اور حلف و فاداری اٹھاؤ اور قانون کے مطابق عمل کرو اور اس معقول قانون سے نصاریٰ کا کفارہ مزعومہ خود بخود باطل ہو جائے گا۔ بجائے مجرم کے بادشاہ کے اکلوتے بیٹے کو صلیب پر چڑھا دینے سے نجات کا عقیدہ رکھنا ایک احمقانہ اور مہنونانہ خیال ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ تحقیق نجات اُخروی کا قانون ہمارے یہاں یہ ہے کہ جو لوگ ظاہری طور پر مسلمان کہلاتے ہیں اور ایمان کے مدعی ہیں جیسے منافقین اور جو یہودی ہیں اور جو لوگ صابی ہیں یعنی ستارہ پرست ہیں اور جو لوگ نصرانی ہیں یا اور کوئی مذہب رکھتا ہو ان میں سے کسی کے ایمان کا اعتبار نہیں صرف وہ لوگ دعوائے ایمان میں صادق ہیں جو قواعد شریعت کے مطابق اللہ پر اور روزِ آخرت پر ایمان لے آئیں اور نیک عمل کریں پس ایسے لوگوں کے ایمان کا اعتبار ہے ایسے ہی لوگوں کو اُخروی نجات نصیب ہوگی اور آخرت میں ان پر کسی قسم کا خوف ہوگا اور نہ غم ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ نجات اُخروی اور حقیقی فلاح اور دائمی کامیابی کا میاب ایمان اور عمل صالح ہے پس جو قوم اپنے مقرب الہی یا کامیاب ہونے کا دعویٰ کرے اس کو اس کوئی پرکس کر دیکھا جائے گا لہذا جب تک کوئی خداوند قدوس کے وجود یا جوہد اور اس کی وحدانیت اور اس کے صفات کمال اور اس کے احکام اور قوانین اور اس کے سفراء و نائبین یعنی انبیاء و مرسلین پر اور روزِ جزاء پر ایمان نہ لائے اور اس کے حکم کے مطابق نیک کام نہ کرے اس وقت تک نعیم مقیم اور رضاء خداوندی اور فلاح ابدی سے ہمکنار ہونا ناممکن اور محال ہے یہ تمام چیزیں ایمان باللہ کے تحت داخل ہیں فرض کرو کہ ایک روشن خیال بادشاہ کو تو مانتا ہے مگر حکومت کے وزراء اور سفراء کی تکذیب اور توہین کرتا ہے تو کیا یہ حکومت کی تکذیب اور توہین نہیں اسی طرح سمجھ لو کہ جو شخص کسی نبی برحق کی تکذیب اور توہین کرتا ہے تو وہ درحقیقت خداوند احکم الحاکمین کی تکذیب و توہین کرتا ہے جس نے اس نبی کو اپنا خلیفہ اور سفیر اور نائب مقرر کر کے بھیجا ہے کما قال تعالیٰ فَإِنَّهُمْ لَا يَكْذِبُونَكَ وَلَكِنَّ الظَّالِمِينَ بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ سورة النعام رکوع ۴۔ یا فرض کرو کہ کوئی شخص سابق اور قدیم دستور اور آئین کو تو مانتا ہے اور اس کو قابل عمل سمجھتا ہے مگر حکومت کی طرف

منہ کما روی عن الثوری ان المراد بالذین امنوا هم الذین امنوا بالاستہم و هم المنافقون وهو الذی اختاره الزجاج (روح المعانی ص ۱۶۰ ج ۲)
منہ کما فی فتح الرحمن للشاہ ولی اللہ المدہلوی۔

سے جو فی الوقت قانون اور دستور جاری کیا گیا اس کو نہیں مانتا اور نہ اُسے قابل عمل سمجھتا ہے تو ایسا شخص بلاشبہ حکومت کی نظر میں باغی اور مجرم ہے اس طرح منسوخ شریعت پر ایمان لانا اور اسی کو قابل عمل سمجھنا اخروی نجات کے لیے کافی نہیں حکمِ ناسخ کے بعد حکمِ منسوخ پر عمل کرنا صریح جہالت اور حماقت ہے خصوصاً جب کہ توریت اور انجیل میں بنی آخر الزمان کی بشارت اور اس پر ایمان لانے کی تاکید اکید مذکور ہے تو یہ کہنا کہ توریت و انجیل پر قائم ہیں بالکل غلط ہے اس لیے کہ توریت و انجیل پر ایمان لانے میں بنی آخر الزمان پر بھی ایمان لانا داخل ہے۔

اور اس آیت کی پوری تفسیر سورۃ بقرہ میں گذر چکی ہے وہاں دیکھ لی جائے صابئین کے بارہ میں علماء کے اقوال مختلف ہیں بعض کہتے ہیں کہ یہ ستارہ پرستوں کا گروہ ہے اور بعض کہتے ہیں کہ صابئین سے بے دین لوگ مراد ہیں اور محققین کا قول یہ ہے کہ صابئین ایک فرقہ ہے کہ جو روحانیت کا قائل ہے اور کواکب اور نجوم کی ارواح کو مدبر عالم مانتا ہے اور انبیاء کرام اور نبوت کا بالکل منکر ہے صابئین کے مقابلہ میں حنفار کی جماعت ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام حنیف تھے ان کی بعثت کے وقت ہمدرد کی قوم صابی العقیدہ تھی جن کا ابراہیم علیہ السلام نے رد فرمایا۔

لَقَدْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَءِيلَ وَارْسَلْنَا

ہم نے یا تھا قول بنی اسرائیل سے اور بھیجے

إِلَيْهِمْ رَسُولًا ۖ كُلَّمَا جَاءَهُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوَىٰ

ان کی طرف رسول جب آیا اُن پاس کوئی رسول جو نہ خوش آیا

أَنفُسُهُمْ فَزَيَّنَّا لَهُمْ فِرْقًا ۚ لَّيُؤْذِينَ بَعْضُهُمْ فِرْقًا ۚ لَّيُؤْذِينَ بَعْضُهُمْ

اُن کے جی کو کتنوں کو بھٹلایا اور کتنوں کا خون کرنے لگے اور

حَسِبُوا إِلَّا تَكُونُ فِتْنَةً ۖ فَعَمَوْا وَصَبُّوا ثَمًّا

خیال کیا کہ کچھ خرابی نہ ہوگی سوا دھمے ہو گئے اور بہرے ہو گئے

تَابَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمَوْا وَصَبُّوا كَثِيرًا مِّنْهُمْ

پھر اللہ متوجہ ہوا ان پر پھر اندھے اور بہرے ہوئے ان میں بہت

وَاللّٰهُ بِصِيْرٍۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۴۱﴾

اور اللہ دیکھتا ہے جو کرتے ہیں۔

رجوع بسوئے ذکر یہود

قال تعالى لَقَدْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَٰءِيلَ... اے... وَاللّٰهُ بِصِيْرٍۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ
ادھر سے اہل کتاب کے قبائح کا ذکر چلا آرہا تھا اب پھر اس کی طرف رجوع فرماتے ہیں
اور البتہ تحقیق عہد لیا ہم نے اولاد یعقوب سے کہ توحید پر قائم رہنا اور اگر بنی آخر الزمان کا زمانہ
پاؤ تو ان پر ایمان لانا اور اُن کی مدد کرنا اور اس عہد کے یاد دلانے کے لیے ہم نے اُن کی
طرف بہت سے پیغمبر بھیجے لیکن عناد اور سرکش سے ان کا یہ حال ہوا کہ جب بھی کوئی رسول
ان کے پاس کوئی ایسا حکم لے کر آیا جس کو ان کا نفس امارہ پسند نہیں کرتا تھا تو ان لوگوں نے
ان میں سے کچھ پیغمبروں کی تو تکذیب کی اور کچھ پیغمبروں کو قتل کر دیا اور یہ گمان کر بیٹھے
کہ ہمیں اس پر کوئی سزا نہ ملے گی اور خدا تعالیٰ کے جہنم سے یہ گمان کر لیا کہ پیغمبروں کے قتل
کرنے یا جھٹلانے پر ہم کو کوئی سزا نہ ملے گی اور نہ کوئی بلا اور مصیبت ہم پر آئے گی اور
خدا تعالیٰ کے عذاب سے تندر اور اپنے جرائم کے انجام سے بے فکر ہو کر بیٹھ گئے پس شدت
جہالت اور قساوت قلبی کی وجہ سے حق کے دیکھنے اور سننے سے اندھے اور بہرے ہو گئے
اور جو ناکردنی کام تھے وہ کیئے کسی بنی کو قتل کیا اور کسی کو قید کیا خدا تعالیٰ نے ان پر سخت نصر
کو مسلط کیا جس نے ان کو خوب ذلیل اور رسوا کیا پھر ایک مدت دراز کے بعد جب یہ لوگ
اپنی شرارتوں سے باز آئے اور تائب ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر توجہ فرمائی اور ان کی توبہ
قبول کی اور شاہان فارس میں سے کسی عظیم بادشاہ کو ان کی دستگیری اور رستگاری کے لیے
کھڑا کیا جس نے ان کو سخت نصرت کی دلت اور خواری اور قید اور گرفتاری سے چھڑا کر بابل سے
بیت المقدس کی طرف واپس کیا پھر کچھ زمانہ بعد وہی شرارتیں سوچیں اور پرانی قساوت قلبی
عود کر آئی اور پھر حسب سابق ان میں سے بہت سے اندھے اور بہرے ہو گئے کہ حضرت
ذکر یا اور حضرت یحییٰ کو قتل کیا اور حضرت عیسیٰ کے قتل کا ارادہ کیا مگر اس ارادہ میں خدا کی
قدرت سے وہ ناکام رہے اور اب بنی آخر الزمان کے قتل کی فکر میں ہیں اور یہ لوگ اگرچہ
خدا کے قہر اور غضب سے اندھے ہو گئے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو برابر دیکھ رہا ہے
چنانچہ امت محمدیہ کے ہاتھوں سے ان کو سزا دلوا رہا ہے۔

تفال مروزی فرماتے ہیں کہ اس آیت میں جس دو مرتبہ فتنہ اور ابتلا کا ذکر ہے
فائدہ وہ ایک نہایت اجمالی اشارہ ہے جس کی تفصیل سورۃ اسراء کی اس آیت
 وَ قَضَيْنَا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَءِيلَ فِي الْكِتَابِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْأَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيرًا
 میں مذکور ہے (تفسیر کبیر ص ۳۴۴)

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ

بے شک کافر ہوئے جنہوں نے کہا اللہ وہی

الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۖ وَقَالَ الْمَسِيحُ

مسیح ہے مریم کا بیٹا اور مسیح نے کہا ہے

يَبْنَىٰ إِسْرَءِيلَ ۖ اَعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَ

کہا ہے بنی اسرائیل بندگی کرو اللہ کی جو رب ہے میرا

رَبِّكُمْ إِنَّهُ مَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ

اور تمہارا مقرر جس نے شریک کیا اللہ کا سو حرام کی اللہ نے اس پر

الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنَ أَنْصَارٍ^(۴۶)

جنت اور اس کا ٹھکانا دوزخ اور کوئی نہیں گنہگاروں کی مدد کرنے والا

رُجُوعَ بَذَرَ نَصَارَىٰ ۚ وَأَبْطَلَ عَقِيدَةَ الْوَهْبِيَّتِ عِيسَىٰ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ

قال الله تعالى لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ... الخ... وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنَ أَنْصَارٍ
 (ربط) یہاں تک زیادہ تر یہود کی قبا حوں اور مشرکوں کا بیان تھا انبیاء کا قتل وغیرہ انہیں سے
 سرزد ہوا تھا اب نصاریٰ کے عقائد فاسدہ کا بطلان ظاہر فرماتے ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ
 اُن کے ایمان باللہ کا کیا حال ہے اور یہ ظاہر ہو جائے کہ اُن کا دین صحیح ہے اور وہ کسی چیز
 پر نہیں جیسا کہ مَنَ أَهْلَ الْكِتَابِ كَسَبُوا عَلَيَّ شَيْءٌ میں بتلا یا گیا اس جگہ نصاریٰ کے دوزخوں
 کے عقائد کا بطلان بیان فرماتے ہیں نزول قرآن کے وقت نصاریٰ میں کا ایک فرقہ حضرت

عیسیٰ علیہ السلام ہی کو خدا کہتا تھا اُن کا اعتقاد یہ تھا کہ خدا تعالیٰ دنیا کے گناہ معاف کرنے کے لیے حضرت مریمؑ کے پیٹ سے مجسم ہو کر شکل مسیح دنیا میں ظاہر ہوا اُن کا قول یہ تھا کہ اللہ یہی تھا جو مسیح کی صورت میں آیا جیسا کہ ہندوؤں کا اپنے اوتاروں کی نسبت بھی اعتقاد ہے کہ ایشوری یعنی خدا تعالیٰ شیر اور انسانوں کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے چونکہ یہ اعتقاد بالکل لغو تھا اس لیے حق تعالیٰ نے اس قول کے ابطال کے دلائل بیان نہیں فرمائے بلکہ صرف حضرت مسیحؑ کے قول کے نقل پر اکتفا کیا کما قال تعالیٰ وَقَالَ الْمَسِيحُ يَا بَنِي إِسْرَءِيلَ اعْبُدُوا اللَّهَ ذِكْرِي وَذِكْرُكَوْهُ کہ وہ توحید کے داعی تھے اور شرک سے منع کرتے تھے اور دراستے تھے اور نصاریٰ کا یہ عقیدہ حضرت مسیح علیہ السلام کی صریح تعلیم اور صریح ہدایت اور نصیحت کے خلاف ہے اور حضرت مسیحؑ کا یہ قول جو قرآن میں ذکر کیا گیا انا جیل مروجہ میں موجود ہے اور نصاریٰ کا دوسرا فرقہ تثلیث کا قائل تھا اور یہ کہتا تھا کہ خدا تعالیٰ اور عیسیٰؑ اور روح القدس ان تینوں میں خدائی داتر ہے یعنی ان میں کا ہر ایک خدا ہے اور تینوں کا مجموعہ ایک خدا ہے گویا کہ خدا تعالیٰ نصاریٰ کے نزدیک بارگاہ الوہیت کا ایک فرد اور ایک ممبر ہے اس گمراہی کا عقیدہ یہ تھا کہ خدائی تین حصوں میں منقسم ہو گئی ایک اللہ رہا ایک روح القدس ایک مسیح یہ دونوں عقیدے صریح کفر ہیں۔

عیسائیوں میں ایک تیسرا گمراہی اور بھی تھا کہ جو تثلیث کا تو قائل تھا مگر بجائے روح القدس حضرت مریمؑ کو خدا مانتا تھا یعنی حضرت مسیحؑ کے ساتھ اُن کی والدہ مریمؑ کی بھی عبادت کرتا تھا اور اُن سے اپنی حاجات طلب کرتا تھا خدا تعالیٰ نے فرمایا یہ سب کفر ہے پہلا قول بھی کفر اور دوسرا قول بھی کفر ہے حق جل شانہ نے ان آیات میں نصاریٰ کے دونوں فرقوں کے عقائد کا ابطال فرمایا جو اتحاد کے قائل تھے اور جو تثلیث کے قائل تھے اور پہلے دلیل الزامی پیش کی کہ تمہارا یہ قول حضرت مسیحؑ کے قول اور ہدایت کے صریح خلاف ہے اس کے بعد مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ الْخَا دَسُوْلُ الْحَم سے دلیل تحقیقی بیان فرمائی اور اس عقیدہ فاسدہ کے ابطال پر عقل اور نقلی دلائل بیان فرمائے چنانچہ فرماتے ہیں بے شک کافر ہوئے وہ لوگ جنہوں نے یہ کہا کہ خدا بعینہ یہی مسیح ہے جو مریم کا بیٹا ہے اور مجسم ہو کر شکل مسیح دنیا میں آیا ہے یہ عقیدہ فرقہ یعقوبیہ اور ملکانیہ کا تھا جو نصاریٰ کے دو فرقے تھے اُن کا عقیدہ یہ تھا کہ مریمؑ نے اللہ کو جنما ہے اور اللہ تعالیٰ ذات عیسیٰ میں حلول کر گیا ہے اور اس کے ساتھ متحد ہو گیا ہے حالانکہ یہ بات بالکل ہمل اور سراسر خلاف عقل ہے اس لیے کہ قدیم اور ازیلی کا حادث کے ساتھ اتحاد اور امتزاج عقلاً محال ہے ہدایت عقل سے یہ امر ثابت ہے کہ دو مختلف حقیقتوں کا آپس

میں متحد ہو جانا قطعاً ناممکن ہے جس طرح حرکت اور سکون اور نور اور ظلمت اور وجود اور عدم کا اتحاد عقلاً ناممکن ہے اسی طرح بلکہ اس سے بڑھ کر واجب اور ممکن اور حادث اور قدیم کا اتحاد اور استزاج ناممکن اور محال ہے اور اگر بالفرض والتقدیر حادث اور قدیم کا اتحاد ممکن ہے تو پھر محال اور واجب کا اور ممکن اور ممکن کا اتحاد بھی عقلاً ممکن ہونا چاہیے جس کا سوا تے بخون اور دیوانہ کے کوئی قائل نہیں ہو سکتا معلوم ہوا کہ حقیقت خداوندی اور حقیقت انسانی کا مل کر ایک ہو جانا محال ہے اور اگر عقلاً نصرانیت یہ دعویٰ کریں کہ یہ محال نہیں بلکہ ممکن ہے تو پھر نصاریٰ یہ بتلائیں کہ خدا تعالیٰ کا جسم فرعون اور جسم نمرود کے ساتھ اور راجندر اور کرشن کے ساتھ متحد ہو جانا کس دلیل سے محال ہے نصاریٰ کے نزدیک جب ایک جسم بشری میں خدا تعالیٰ کا حلول اور نزول جائز ہے تو نمرود اور فرعون اور کرشن اور راجندر کے جسم میں خدا تعالیٰ کا حلول اور نزول کس دلیل سے محال ہے نصاریٰ اس کا جواب دیں اور اگر بالفرض نصاریٰ کے نزدیک مریم کے بیٹے کا خدا ہونا ممکن ہے تو کو ملیا کے بیٹے یعنی راجندر کا اور نوکی کے بیٹے یعنی کہنیا کا خدا ہونا کیوں ناممکن ہے اور بشن اور ہمدانیہ اور بہماجن کو ہندو لوگ اسی طرح خدا مانتے ہیں جس طرح نصاریٰ حضرت عیسیٰؑ کو خدا مانتے ہیں نصاریٰ بتلائیں کہ یہ کیوں خدا نہیں ہو سکتے۔

حق جل شانہ نے اس فرقہ کی جو خدا تعالیٰ اور مسیح بن مریمؑ کو ایک بتاتے تھے تکذیب کی اور یہ فرمایا کہ ان کا یہ قول کہ خدا تعالیٰ بعینہ مسیح ابن مریمؑ ہے صریح کفر ہے اور فرمایا کہ تعجب ہے کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عین مسیح بن مریمؑ ہے حالانکہ مسیح بن مریمؑ نے خود بتا کیا کہ یہ کہا تھا کہ اے بنی اسرائیل تم اللہ کی عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے جس میں صراحت اپنے بندہ اور مرلوب ہونے کا اقرار اور اعتراف ہے تم ان کو خدا کیسے کہتے ہو پہلا کلمہ جو گہوارہ میں ان کی زبان سے نکلا وہ یہ تھا اِنِّیْ حَمْدُ اللّٰهِ الخ تحقیق بلاشبہ میں اللہ کا بندہ ہوں اللہ نے مجھ کو کتاب اور حکمت دی اور مجھ کو نبی بنایا اور حضرت مسیحؑ نے یہ کہا اِنِّیْ اللّٰهُ رَبِّیْ وَرَبُّکُمْ فَاَعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ جیسا کہ آل عمران میں گذرا۔

چنانچہ انجیل مرقس باب ۱۲ درس ۲۸-۲۹ میں ہے کہ جب مسیحؑ سے یہ پوچھا گیا کہ سب حکموں میں سب سے اول کو نسا ہے تو یسوع نے جواب دیا کہ اول یہ ہے اے اسرائیل سن خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے اور تو خداوند اپنے خدا سے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری عقل اور اپنی ساری طاقت سے محبت رکھ۔ ۱۷

حضرت مسیحؑ کا یہ قول حق تعالیٰ نے نصاریٰ پر بطور محبت پیش کیا ہے اور مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ دراصل مسیح بن مریمؑ کے معتقد نہیں کیونکہ مسیح تو لوگوں کو خدا کی عبادت کی طرف بلایا کرتے تھے اور خود بھی عبادت اور بندگی کیا کرتے تھے اور اس سے دعا مانگا کرتے تھے تمام انجیلوں

سے یہ ثابت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام خدا سے واحد کے عبادت گزار بندے تھے عابد تھے مہبود نہ تھے ساجد تھے مہبود نہ تھے حادث اور مولود تھے قدیم اور غیر مخلوق نہ تھے مصیبت کے وقت خدا کو پکار تھے خدا نہ تھے معاذ اللہ کیا خدا بھی کسی سے فریاد کرتا ہے اور مصیبت کے وقت اُس کو پکارتا ہے اور حضرت مسیح فقط خدا سے وحدہ لا شریک لہ کی عبادت کی طرف دعوت دینے پر انکفار نہ کرتے تھے بلکہ مشرک کرنے والوں کو خدا کے بے پناہ عذاب سے ڈراتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ تحقیق جو شخص اللہ کے ساتھ کسی کو شریک گردانے سوا اس پر اللہ نے جنت کو حرام کر دیا ہے وہ کبھی جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا مطلب یہ ہے کہ مشرک کی کبھی بخشش نہ ہوگی اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ وَقَالَ تَعَالٰی وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ النَّارِ اَصْحَابُ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِضُوْا عَلَيْنَا مِنْ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمْ اللّٰهُ قَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ حَكَمَ عَلٰی الْكَافِرِيْنَ وَغَيْرَ ذٰلِكَ مِنَ الْآيَاتِ

اور آخرت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مشرک کا ٹھکانا آگ ہے اور ایسے ظالموں کا جو خدا تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک گردائیں کوئی یار و مددگار نہیں جو اُن کی مدد کرے اور ان سے عذاب کو دور کرے۔

فائدہ آیت اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَوَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ الْخٰمِ میں دو احتمال ہیں ایک تو یہ کہ یہ کلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کلام کا تتمہ ہے اور مثل یا بَنِيْٓ اِسْرٰٓءِیْلَ اَحْبُدُوْا اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبَّكُمْ کے یہ بھی حضرت عیسیٰ ہی کا قول ہے ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے اور اس کو ابن کثیر نے اختیار کیا اور اس کے مطابق ہم نے تفسیر کی اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ الْخٰمِ عیسیٰ علیہ السلام کا کلام نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو پہلے کلام کی تصدیق کے لیے لایا گیا ہے۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ ثَلٰثٌ ثَلٰثَةٌ ۚ

بے شک کافر ہوئے جنہوں نے کہا اللہ ہے تین تین کا ایک اور

مَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ وَاحِدٌ ۚ وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْۤا عَمَّا

بندگی کسی کو نہیں مگر ایک مہبود کو اور اگر نہ چھوڑیں گے جو

يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا مِنْهُمْ عَذَابٌ

بات کہتے ہیں البتہ جو ان میں منکر ہیں پاویں گے دکھ کی

اَلَيْمٌ ﴿۴۳﴾ اَفَلَا يَتُوبُونَ اِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُوْنَهُ وَ

مار کیوں نہیں توبہ کرتے اللہ پاس اور گناہ بخشواتے اور

اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۴۴﴾ مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ

اللہ ہے بخشنے والا مہربان اور کچھ نہیں مریم کا بیٹا مگر رسول ہے

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَاُمُّهُ صِدِّيقَةٌ

گذر چکے اس سے پہلے بہت رسول اور اس کی ماں ولی ہے

كَانَا يَأْكُلِن الطَّعَامَ اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ

دونوں کھاتے تھے کھانا دیکھ ہم کیسی بتاتے ہیں

اَلَا يَتِ ثُمَّ اَنْظُرْ اَنّٰى يُوْفِكُوْنَ ﴿۴۵﴾ قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ

ان کو نشانیاں پھر دیکھ کہاں اولٹے جاتے ہیں تو کہہ تم ایسی چیز

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا ط

پوجتے ہو اللہ چھوڑ کر جو مالک نہیں تمہارے بوسے کا نہ بھلے کی

وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيْمُ ﴿۴۶﴾

اور اللہ وہی ہے سنا جانتا

اِبْطَالُ عَقِيْدَةِ ثَلَاثِ

قال الله تعالى لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا اِنَّ اللّٰهَ ثَلَاثٌ الے واللّٰهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيْمُ
گذشتہ آیات میں نصاریٰ کے اُس فرقہ کا رد تھا جو یہ کہتا تھا کہ اللہ ہی تھا جو مسیح کی صورت
میں آیا یہ فرقہ ملکانیہ اور یحویہ کا قول تھا جیسا کہ پہلے گذرا اب آئندہ آیات میں نصاریٰ کے اُن
فرقوں کا رد ہے جو تثلیث کے قائل ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ خدا تین حصہ ہو گیا ایک اللہ با اور
ایک مسیح اور ایک روح القدس اور بعضے نصاریٰ بجائے روح القدس کے حضرت مریم کو

تثلیث میں شامل کرتے ہیں اور مسیح کے ساتھ اُن کی والدہ مریم کی عبادت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے بتلایا کہ پہلے قول کی طرح یہ تثلیث کا قول بھی صریح کفر ہے چنانچہ فرماتے ہیں البتہ جس طرح عقیدہ اتحاد اور حلول کفر ہے اسی طرح عقیدہ تثلیث بھی کفر ہے پس بلاشبہ وہ لوگ بھی کافر ہوئے جنہوں نے یہ کہا کہ خدا تین معبودوں میں کا تیسرا معبود ہے یعنی خدا تین ہیں باپ بیٹا روح القدس اور ہر ایک دوسرے کا عین ہے یہ قول نصاریٰ کے دو فرقوں مرقوسیہ اور نسطوریہ کا تھا اور زمانہ حال کے اکثر نصاریٰ کا یہی عقیدہ ہے اور بعض نصاریٰ تثلیث کے قائل تھے مگر بجائے روح القدس کے حضرت مریمؑ کو تثلیث میں داخل کرتے تھے ان کا عقیدہ یہ تھا کہ اللہ اور عیسیٰ اور مریم تین معبود ہیں اور الوہیت ان تینوں کے درمیان مشترک ہے جیسا کہ اس سورت کے اخیر میں حق تعالیٰ کا حضرت مسیح سے یہ سوال آئٹُ أَأَنْتَ لِلنَّاسِ اتَّخَذُوْنِي وَاَرْبِيَ الرَّهْمٰنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس آیت میں یعنی اِنَّا اللّٰهُ ثَلَاثٌ شَلَاثَةٌ میں اصل مقصود اُن قائلین تثلیث کا رد کرنا ہے جو خدا تعالیٰ کے سوا حضرت مسیح اور حضرت مریم کو خدا مانتے تھے جیسا کہ سدیؒ سے منقول ہے کہ یہ آیت نصاریٰ کے اُس گروہ کے رد میں نازل ہوئی ہے جو خدا کے ساتھ مسیح اور اُن کی والدہ مریم کو خدا ٹھہراتے تھے اور سیاق و سباق سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے اس لیے کہ آئیدہ آیت وَاَمُّهُ جِدِّي یَقُوْلُ میں حضرت مریم کا خاص طور پر ذکر فرمایا اور پھر گَانَا یَا کُلْدَانِ الطَّعَامِ میں حضرت مسیح اور مریم دونوں کو ملا کر ان کی الوہیت کا ابطال فرمایا غرض یہ کہ تثلیث جس قسم کی بھی ہو بہر حال سراسر شرک ہے اس لیے خدا تعالیٰ نے تثلیث کو کفر قرار دیا اور فرمایا بلاشبہ وہ لوگ کافر ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ خدا تین ہیں کا تیسرا ہے حالانکہ نہیں ہے کوئی معبود مگر ایک ہی ذات کیونکہ خدا وہ ہے کہ جو خود بخود ہو اور تمام کائنات کا مبداء اور منتہا ہو اور مبداء کل اور منتہائے کل واحدانیت ہی کے ساتھ موصوف ہو سکتا ہے اس میں شرکت کی گنجائش نہیں اور حضرت عیسیٰؑ کی یہ شان نہیں تمام ملتوں اور شریعتوں کا اس پر اتفاق ہے کہ خداوند معبود وہ ہے کہ جو واجب الوجود ہو اور واجب الوجود ہو واجب الوجود کے معنی یہ ہیں کہ وہ اپنی ذات سے خود بخود موجود ہو اور واجب الوجود کے معنی یہ ہیں کہ وہ اپنے ماسوا کو وجود اور حیات بخشنے والا ہو اور مبداء کل اور منتہائے کل ہو اور خدا کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ حدود اور قیود سے پاک اور منزہ ہو اور یہ مضمون قرآن کریم کی بے شمار آیتوں سے ثابت ہے اور یہ امر ظاہر ہے کہ کوئی انسان اور بشر اور کوئی حیوان اور جانور اور کوئی شجر اور حجر کوئی شئی بھی مبداء کل نہیں بن سکتی اس لیے کہ ہر چیز ایک خاص اور معین حد رکھتی ہے کہ اُس سے باہر قدم نہیں رکھ سکتی ہر ایک تنہا ہی اور محدود ہے اور مقید بقیود ہے پس ثابت ہوا کہ ان میں سے کوئی چیز خدا نہیں ہو سکتی لہذا حضرت عیسیٰؑ

بھی خدا اور مبعود نہیں ہو سکتے اس لیے کہ وہ حادث تھے اور محدود اور متناہی وجود اور تشخص رکھتے تھے اور مبداء کل نہ تھے اور اگر یہ دونوں گروہ اپنے اپنے اقوال کفریہ سے باز نہ آتے اور عقیدہ حلول و اتحاد اور عقیدہ تثلیث سے تائب ہو کر توحید کے قائل نہ ہوتے تو خوب سمجھ لیں کہ جو لوگ ان میں سے اپنے کفر پر قائم ہیں یعنی عقیدہ حلول و اتحاد یا عقیدہ تثلیث پر قائم ہیں ان کو ضرور دردناک عذاب پہنچے گا کیا نصاریٰ اپنے اس کفر و شرک سے اللہ کے سامنے توبہ نہیں کرنے اور اس سے معافی نہیں مانگتے یعنی ان کو چاہیے کہ اپنے اقوال کفریہ سے توبہ کریں اور اس سے اپنا گناہ بخشوائیں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے وہ توبہ سے بڑے سے بڑے گناہ کو معاف کر دیتا ہے۔

دَلَالِ اِبْطَالِ الْوَهْمِیَّتِ عِیْسٰی بْنِ مَرْیَمَ عَلَیْہَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ

اب یہاں سے ان کے عقیدہ فاسدہ کے ابطال پر دلائل شروع ہوتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں اور کچھ نہیں وہ مسیح جن کا حدوث ساری دنیا کو معلوم ہے وہ مریم کے بیٹے ہیں ایک عورت کے پیٹ سے وجود میں آئے ہیں مگر وہ خدا کے رسول ہیں صرف رسالت کے ساتھ موصوف ہیں معاذ اللہ ربوبیت اور الوہیت کے ساتھ موصوف نہیں جو ذات عدم کے بعد ایک عورت کے پیٹ سے وجود میں آئے وہ خدا کیسے ہو سکتی ہے ان سے پہلے اور بھی پیغمبر گزر چکے ہیں جن کو حق تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کی طرح معجزات قاہرہ اور نشانات باہرہ عطا کیے اور نصاریٰ بھی ان کو خدا اور خدا کا بیٹا نہیں کہتے جس طرح کے خوارق اور معجزات حضرت مسیح سے ظاہر ہوئے اسی طرح کے معجزات دوسرے حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے ظہور میں آئے معجزات کا ظاہر ہونا الوہیت کی دلیل نہیں بلکہ نبوت اور رسالت کی دلیل ہے اگر بغیر باپ کے پیدا ہونا الوہیت کی دلیل ہے تو حضرت آدم اور ملائکہ کرام اس شان میں حضرت مسیح سے بہت بڑھے ہوتے ہیں اور اگر مردوں کو زندہ کرنا خدائی کی دلیل ہے تو حضرت الیاس اور حضرت الیسع کا مردوں کو زندہ کرنا کتاب السلاطین باب ۱ میں مذکور ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا اڑدھان جانا اور مذبحہ گائے کے گوشت کا مکڑا لگا دینے سے مقتول کا زندہ ہو جانا اور زندہ ہو کر اپنے قاتل کا نام بتا دینا علماء اہل کتاب کے نزدیک بھی مسلم ہے مگر یہ لوگ حضرت موسیٰ کو خدا نہیں کہتے اور اگر آسمان پر اٹھایا جانا دلیل الوہیت ہے تو حضرت ایلیا کا آسمان پر اٹھایا جانا دوسری کتاب السلاطین باب دوم میں مذکور ہے اور فرشتے تو دن رات آسمان پر آتے جاتے ہیں تو کیا وہ خدا ہو گئے ہیں اور حضرت عیسیٰ کی والدہ ماجدہ صدیقہ

تھیں بڑی دلی تمہیں اور صاحب کرامات تھیں خدا نہ تمہیں وَصَدَقْتُ بِكَلِمَاتِ رَبِّهَا وَكُنْتُ مِنَ الْقَائِلِينَ۔

مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ خدا کے رسول تھے اور صاحب معجزات تھے اور ان کی والدہ ولیدہ اور صاحب کرامات تھیں مگر خدا ان میں سے کوئی بھی نہ تھا نہ یہ نہ وہ اس لیے کہ دونوں ماں بیٹے کھانا کھایا کرتے تھے مطلب یہ ہے کہ خواجہ بشری میں وہ سب انسانوں کی طرح تھے جس طرح سب لوگوں کو بھوک اور پیاس لگتی ہے اور پیشاب اور بیخانی کی ضرورت لاحق ہوتی ہے اسی طرح وہ بھی کھانا کھا کر زندہ رہتے تھے اور ان کو بھی بھوک پیاس لگتی تھی اور پیشاب و بیخانی کی ضرورت لاحق ہوتی تھی پس وہ دونوں کیونکر خدا ہو سکتے ہیں خدا تعالیٰ ان باتوں سے منزہ ہے مطلب یہ ہے کہ جو بشری حاجتوں میں گھرا ہوا ہو وہ خدا کیسے ہو سکتا ہے؟ خدا تعالیٰ نے ان کے قول کے بطلان پر یہ دلیل قائم فرمائی جو نہایت عجیب دلیل ہے وہ یہ کہ وہ دونوں یعنی مسیح اور انکی والدہ کھانے اور پینے کے محتاج تھے اور خدائی اور احتیاج کا جمع ہونا اور رات کے جمع ہونے سے زیادہ محال ہے خدا وہ ہے جو کسی کا محتاج نہ ہو اور سب اس کے محتاج ہوں اور ظاہر ہے کہ جو شخص غذا کا محتاج ہو گا وہ غذا کے وجود اور اس کے سامان کا پہلے محتاج ہو گا ایک دانہ حاصل کرنے کے لیے بغیر زمین اور آسمان اور چاند اور سورج اور ہوا اور پانی اور گرمی اور سردی حتیٰ کہ بغیر کھاد (یعنی نجاست) اس کو کوئی چارہ نہیں خلاصہ یہ کہ جو غذا کا محتاج ہو گا وہ زمین سے لے کر آسمان تک تمام چیزوں کا محتاج ہو گا۔ پس اگر معاذ اللہ خدا بھی کھانے کا محتاج ہو تو ایک خرابی تو یہ لازم آئے گی کہ خدا بھی اپنے وجود میں دوسروں کا محتاج ہو حالانکہ سنا سب سے یہی تھا کہ خدا کسی کا محتاج نہیں ہوتا اور سب خدا کے محتاج ہوتے ہیں مگر یہاں ماجرا برعکس نکلا کہ خدا ہی دوسروں کا محتاج اور دست نگر ہوا دوسری خرابی یہ لازم آئے گی کہ پھر خدا اور بندہ میں کیا فرق رہا بندہ کی طرح خدا بھی محتاج نکلا خدا کے لیے تو یہ چاہیے تھا کہ وہ سب سے بے نیاز ہو اس لیے کہ جتنی حکومت بڑھتی ہے اسی قدر بے نیاز میں اضافہ ہو جاتا ہے پس کیا اس احکم الحاکمین کے لیے ہر طرح سے استغناء اور بے نیازی ضروری نہ ہوگی تیسری خرابی یہ ہے کہ بشر غذا کا اس لیے محتاج ہوتا ہے کہ اس کا وجود بغیر غذا کے قائم نہیں ہو سکتا اور بغیر غذا کے زندہ اور موجود اور باقی نہیں رہ سکتا جس کا حاصل یہ ہے کہ بشر کا وجود، اصلی اور خانہ زاد نہیں ورنہ اپنا وجود تنہا منے میں دوسروں کا دست نگر نہ ہوتا پس اگر خدا بھی غذا اور سامان غذا کا محتاج ہو تو یہ مطلب ہو گا کہ معاذ اللہ خدا سے اپنا وجود آپ قائم نہیں ہو سکتا اور اپنے وجود اور حیات اور بقا میں سامان غذا کا محتاج ہے پس جو ذات تمام انسانوں کی طرح اپنے وجود اور بقا میں غذا اور سامان غذا سے مستغنی نہ ہو اور بھوک اور پیاس اور پیشاب اور بیخانی کی ضرورت اس کو لاحق ہوتی ہو وہ ذات خدا کیونکر بن سکتی ہے

یہ ایسی قوی اور واضح اور روشن دلیل ہے جس پر نہ کوئی حکیم اور فلسفی کسی قسم کا نقض وارد کر سکتا ہے اور نہ کسی جاہل کو اس کے سمجھنے میں دشواری ہو سکتی ہے یعنی کھانا پینا الوہیت کے منافی ہے اگرچہ نہ کھانا الوہیت کی دلیل نہیں ورنہ سارے فرشتے خدا بن جائیں معاذ اللہ دیکھیے تو یہی کہ ہم کس طرح ان کے لیے مسیح کی اثبات بشریت و عبدیت اور ابطال الوہیت کے دلائل اور براہین بیان کرتے ہیں جن کے جواب سے وہ بالکل عاجز ہیں پھر انہیں دیکھتے کہ وہ قبول حق سے کس طرح پھیرے جا رہے ہیں یعنی تعجب کی بات ہے کہ ہم عیسیٰ کی عبدیت اور بشریت کے ایسے دلائل اور براہین بیان کرتے ہیں جو آفتاب سے زیادہ روشن ہیں مگر بائیں ہمہ وہ قبول حق سے روگرداں ہیں اور ان کو خدا ہی کہے جاتے ہیں۔

دلیل دیگر برابطال الوہیت مسیح مع توحیح

راے بنی (آپ ان سے یہ کہہ دیجئے کہ کیا تم مسیح اور ان کی والدہ کی پرستش کرتے ہو جن کا درجہ تمہارے نزدیک بھی خدا سے کمتر اور فروتر ہے اور خدا کے برابر نہیں حضرت عیسیٰ نصاریٰ کے نزدیک خدا کے بیٹے تھے باپ کے ہم مرتبہ نہ تھے اور ظاہر ہے کہ جو کمتر ہو گا اور کسی سے مرتبہ میں کم ہو گا وہ خدا نہیں ہو سکتا اس لیے کہ عقلاً خدا کیلئے یہ ضروری ہے کہ خدا سب سے اعلیٰ اور برتر ہو جو کسی سے بھی کمتر ہو وہ خدا نہیں ہو سکتا علاوہ ازیں تم ایسی ذات کی پرستش کرتے ہو جو تمہارے کسی ضرر اور کسی نفع کی مالک نہیں معلوم ہوا کہ خدا وہی ہو سکتا ہے جو کہ تمام کے نفع اور ضرر کا مالک ہو اور جو شخص نفع اور نقصان پہنچانے پر قادر نہ ہو وہ معبود نہیں ہو سکتا بلکہ وہ جحد ہے کیونکہ عجز منافی الوہیت کے ہے اور بقول نصاریٰ حضرت مسیحؑ نے چیخ چیخ کر صلیب پر جان دیدی نہ اپنی ذات کو نفع پہنچا سکے اور نہ ہود کے ضرر کو اپنے سے ہٹا سکے پس تم نے مسیح کو کیسے معبود بنایا اور نصاریٰ کے قول پر اگر واقعہ صلیب کو حق مان لیا جاتے تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ معاذ اللہ خدائے معبود تو مغلوب ہوا اور جو بندے اس کے دشمن تھے وہ خدا پر غالب آگئے (معاذ اللہ) اور ظاہر ہے کہ جب بقول نصاریٰ حضرت مسیحؑ قتل کر دیئے گئے تو وہ اپنی مصیبت نہ ٹال سکے تو دوسروں کی مصیبت کیا دفع کر سکیں گے اور اللہ وہی سننے والا اور جاننے والا ہے یعنی وہ تمہارے ان اقوال کفریہ کو سنتا ہے اور تمہاری نیتوں کو جانتا ہے اور حضرت مسیحؑ تمام عالم کے اقوال کو سننے والے اور مخلوق کے دلوں کے احوال جاننے والے نہ تھے پس وہ کیونکر خدا ہوئے۔

نصاریٰ بتلاتی ہیں کہ جس وقت مسیحؑ نے صلیب پر چلا کر جان دی اس جان دینے کے وقت بھی مسیح مجسم خدا تھا یا نہیں اور اس وقت ان میں اور خدا میں عینیت تھی یا غیریت تھی

اور صلیب پر جس نے جان دی وہ خدا تھا یا بندہ تھا علماء نصاریٰ ہی اس عقیدہ کو حل کریں۔

علماء فرنگ کا ایک عذر لنگ

اور تحقیق و تجہیل سے پھنسنے کے لیے ایک عجیب و غریب تاویل

نصاریٰ جب اس نامعقول عقیدہ تثلیث کی تفہیم سے اور مسلمانوں کے دلائل عقلیہ اور نقلیہ کے جواب سے عاجز ہو جاتے ہیں تو یہ عذر کرتے ہیں کہ یہ تثلیث فی التوحید خدا کا ایک بھید ہے ہم نہیں سمجھ سکتے یہ سب دھوکہ اور فریب ہے اور اپنی بے عقلی اور حماقت کی پردہ پوشی ہے عقیدہ تثلیث سراسر خلاف عقل ہے فوق العقل اور ماوراء عقل نہیں۔ فوق العقل اس چیز کو کہتے ہیں کہ جس کے ادراک سے عقل قاصر اور در ماندہ ہو اور وہ چیز ادراک اور مشاہدہ سے بالا اور برتر ہو اور خلاف عقل وہ چیز ہے کہ عقل دلیل اور برہان کی بناء پر اس کی نفی کرتی ہو اور اس کو مردود اور باطل اور محال قرار دیتی ہو مثلاً عقل حکم کرتی ہے کہ ایک شے میں وجود اور لا وجود کا اجتماع اور ارتفاع محال ہے اور اسی طرح ایک شے میں وحدت اور کثرت کا اجتماع اور ارتفاع زوجیت اور فردیت کا اجتماع اور ارتفاع نالکین اور محال ہے اور اسی طرح عقل حکم کرتی ہے کہ ایک محل میں ضدین کا اجتماع محال ہے مثلاً نور اور ظلمت کا اور حریت اور صفریت کا اور حرارت و برودت کا اور بینائی اور نابینائی کا اور حرکت اور سکون کا ایک مادہ واحدہ شخصہ میں ایک جہت اور ایک حیثیت سے اجتماع محال ہے ہر عاقل کی عقل اس کے محال اور ناممکن ہونے کا حکم کرتی ہے اور جو شخص ان چیزوں کو ممکن سمجھے وہ عقل سے کورا اور بے ہرہ ہے یہ چیزیں خلاف عقل ہیں فوق العقل اور وراہ العقل نہیں اسی طرح توحید اور تثلیث کا اجتماع اور اتحاد سراسر خلاف عقل ہے وراہ عقل نہیں عقل دلائل اور برہان سے خالق اور مخلوق اور عابد اور معبود کے اتحاد کو باطل اور مردود قرار دیتی ہے یہ نہیں کہ عقل اسکے ادراک سے قاصر ہے دیکھو ازالہ ادہام ص ۲۴ تا ص ۲۴۳

بلکہ تمام اہل اسلام اور اہل کتاب کا اس پر اتفاق ہے اگر کلام الہی میں کوئی ایسی شے پائی جائے کہ اولہ عقلیہ اور نقلیہ کے خلاف ہو تو اس میں تاویل واجب ہے اور ظاہری معنی پر اس کو محمول کرنا جائز نہیں۔

حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں فان الانبياء عليهم السلام يخبرون الناس بما تقصر عقولهم عن معرفته لا بما يعرفون انه ممتنع فيخبرونهم بمجاورات العقول لا بمحالات العقول دیکھو الجواب الصحيح ص ۲۴ ج ۱۔

مطلب یہ ہے کہ حضرات انبیاء اور غیبیہ اور عالم غیب کی چیزوں کی خبر دیتے ہیں جو ادراک اور احساس سے بالاتر ہیں مگر ان میں کوئی شئی محال اور ناممکن نہیں حضرات انبیاء نے ملائکہ اور جنت اور جہنم کی خبر دی ان میں سے کوئی چیز بھی عقلاً محال نہیں البتہ فی الحال ہمارے ادراک اور مشاہدہ سے بالا اور برتر ہیں یہ چیزیں معلوم الوجود اور مہول الکلیفیت ہیں ایسی چیزوں کو انبیاء کرام کے اعتماد پر تسلیم کر لینے کا نام ایمان بالغیب ہے معاذ اللہ کسی نبی نے محال اور ناممکن شئی پر ایمان لانے کی دعوت نہیں دی اور جن امور غیبیہ پر انبیاء کرام نے ایمان لایا حکم دیا ہے وہ دنیاوی زندگی میں غیب ہیں قیامت کے دن جب اُن سے پردہ اٹھا دیا جائے گا تو سب کچھ آنکھوں سے نظر آجائے گا۔

عقیدہ تثلیث کا مفصل ابطال سورۃ نسا کی اس آیت وَلَا تَقُولُوا مِثْلَ مَا قُلْنَا کی تفسیر کے ذیل میں گزر چکا ہے اور اس ناچیز نے اس موضوع پر دو احسن الحدیث فی ابطال التثلیث کے نام سے ایک مستقل رسالہ بھی لکھ دیا ہے طالبان حق اس کی مراجعت کریں وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبُكَاءُ۔

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي

تو کہ اے اہل کتاب مت مبالغہ کر اپنے

دِينِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوا أَهْوَاءَ

دین کی بات میں ناحق اور مت چلو خیال پر ایک

قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوا مِنْ قَبْلُ وَأَضَلُّوا كَثِيرًا وَضَلُّوا

لوگوں کے جو بہک گئے ہیں آگے اور بہکا گئے بہتوں کو اور بھولے

عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ ۚ لُعِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنَ

سیدھی راہ سے لعنت کھائی منکروں نے

بَنِي إِسْرَءِيلَ عَلَى لِسَانِ دَاوُدَ وَعِيسَى ابْنِ

بنی اسرائیل میں سے داؤد کی زبان پر اور عیسیٰ بیٹے

مَرْيَمَ ط ذَلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ ﴿۵۸﴾ كَانُوا

مریم کی یہ اس سے کہ گنہگار تھے اور مدبر نہ رہتے تھے آپس میں

لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُنْكَرٍ فَعَلُوهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوا

نہ منع کرتے برے کام سے جو کر رہے تھے کیا بُرا کام ہے

يَفْعَلُونَ ﴿٥٩﴾ تَرَىٰ كَثِيرًا مِنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِينَ كَفَرُوا

جو کرتے تھے تو دیکھے ان میں بہت لوگ رفیق ہوتے ہیں کافروں کے

لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ أَنْفُسُهُمْ أَنْ سَخِطَ اللَّهُ

بری تیار کی بھیجی ہے اپنے واسطے کہ اللہ کا غضب ہوا

عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ لَهُمْ خِلْدُونَ ﴿٦٠﴾ وَلَوْ كَانُوا

ان پر اور ہمیشہ وہ عذاب میں ہیں اور اگر یقین

يُؤْمِنُونَ يَا اللَّهُ وَالنَّبِيِّ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مَا

رکھتے اللہ پر اور نبی پر اور جو اس پر اُترا تو ان کو

اتَّخَذُوا لَهُمْ أَوْلِيَاءَ وَلَكِنَّ كَثِيرًا مِنْهُمْ فَسِقُونَ ﴿٦١﴾

رفیق نہ ٹھہراتے ہر ان میں بہت لوگ بے حکم ہیں

لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودَ

تو پاوے گا سب لوگوں میں زیادہ دشمنی مسلمانوں سے یہود کو

وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا وَلَتَجِدَنَّ أَقْرَبَهُم مَّوَدَّةَ لِلَّذِينَ

اور مشرک دالوں کو اور تو پاوے گا سب سے نزدیک محبت میں

آمَنُوا الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصْرِيكَ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا

مسلمانوں کے وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں یہ اس واسطے کہ ان میں

قِسِيْسِيْنَ وَرُهَبَانًا وَأَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ﴿٦٢﴾

عالم ہیں اور درویش ہیں اور یہ کہ وہ تکبر نہیں کرتے

تنبیہ اہل کتاب بر سبب گمراہی ایشان و ممانعت از اتباع گمراہان پیشینان

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى قُلْ يَٰ أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ إِلَى وَأَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ
(رابطہ) اوپر کی آیتوں میں نصاریٰ کے عقائد باطلہ اور ان کی گمراہی کا بیان تھا اب ان آیات میں اہل کتاب کی گمراہی اور تباہی کا سبب بیان کرتے ہیں اور گمراہوں کی پیروی سے منع فرماتے ہیں اہل کتاب کی گمراہی کا سبب یہ ہوا کہ ان لوگوں نے دین میں غلو کیا اور افراط اور تفريط سے کام لیا نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ کے حق میں یہ غلو کیا کہ انکو خدا ٹھہرایا یہ افراط ہوا اور یہود نے ان کو ایسا گھٹایا کہ ان کی نبوت کو بھی نہ مانا اور انکو ساحر اور کذاب بتلایا اور ان کی والدہ ماجدہ مریم صدیقہ پر زنا کی تہمت لگائی یہ تفريط ہوئی اور ہر بدعت و ضلالت کا سبب یہی غلو فی الدین یعنی افراط و تفريط ہے چنانچہ فرماتے ہیں آپ ان سے کہہ دیجئے کہ اسے اہل کتاب تم اپنے دین میں ناحق حد سے تجاوز نہ کرو یعنی دین کے بارہ میں افراط اور تفريط دونوں ہی مذموم ہیں یہود کا غلو عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں یہ تھا کہ وہ انکی ماں پر زنا کی تہمت دھرتے تھے اور انکو مولود ناجائز بتلاتے تھے اور نصاریٰ کا غلو یہ تھا کہ وہ ان کو خدا اور خدا کا بیٹا سمجھتے تھے خدا تعالیٰ نے فرمایا اسے اہل کتاب تم اپنے دین کے بارہ میں ناحق غلو کو راہ نہ دو جو اصل بات ہے اس پر قائم رہو اصل بات یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے مقرب اور برگزیدہ بندے اور رسول ہیں اور انکی پیدائش خدا کی قدرت یعنی کلمہ کن سے ہوئی وہ نہ خدا ہیں اور نہ خدا کے بیٹے جیسا کہ نصاریٰ کا خیال ہے اور نہ کذاب اور مفتری ہیں جیسا کہ یہود کا خیال ہے اور اسے اہل کتاب تم ان لوگوں کی خواہشوں اور بلا دلیل خیالات کی پیروی نہ کرو جو تم سے پہلے خود بھی گمراہ ہوئے اور اپنے سوا اور بہتوں کو بھی گمراہ کیا اور یہ باطل عقیدے لوگوں میں پھیلا گئے تم ان کی راہ پر نہ چلنا اور یہ لوگ سیدھی راہ سے ہٹ چکے ہیں اور غلو اور افراط اور تفريط کی وجہ سے حد لعنت کو پہنچ چکے ہیں چنانچہ جن لوگوں نے بنی اسرائیل میں سے کفر کی راہ اختیار کی ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبان پر لعنت کی گئی جن لوگوں پر داؤد علیہ السلام کی زبانی لعنت ہوئی وہ اصحاب السبت ہیں اور جن لوگوں پر عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی لعنت کی گئی وہ اصحاب المائدہ ہیں اہل سبت نے جب سبت (ہفتہ) کے دن مچھلیوں کا شکار کیا جسکی ان کو ممانعت تھی تو داؤد علیہ السلام نے انکے لیے بد دعا کی کہ بار خدایا ان پر لعنت فرما اور ان کو بندر بنا دے چنانچہ آپ کی بد دعا سے وہ سب آدمی بندر بن گئے اور اصحاب مائدہ نے جب اُس خوان سے جو انکی درخواست اور طلب پر آسمان سے اترتا تھا کھایا اور اس سے ذخیرہ جمع کیا اور پھر بھی ایمان نہ

لائے تو عیسیٰ علیہ السلام نے اُنکے لئے بد دعا کی کہ اسے پروردگار ان پر لعنت کر اور انکو سوزنا دے چنا پھر وہ سب سوزنا دیئے گئے اور یہ لعنت اس لئے ہوئی کہ اللہ کی نافرمانی کی اور حد سے تجاوز کرتے تھے حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ کی لعنت اس درجہ تباہ کن اور جہلک ثابت ہوئی کہ اعلانیہ طور پر بندر اور سور کی شکل میں مسخ کر دیئے گئے تاکہ دیکھ کر لوگ عبرت پکڑیں کہ انبیاء کرام کی معصیت اور لعنت کا کیا نتیجہ ہونا ہے باقی رہا مسخ معنوی وہ ایک اسرغنی ہے جو ظاہری طور پر عبرت کا سبب نہیں بن سکتا نیز مسخ باطنی اور معنوی کسی خاص زمانہ کے ساتھ مخصوص نہیں اس زمانہ میں بھی جو لوگ حدود شریعت سے نکل چکے ہیں اور معصیت بر دلیر اور بے باک ہو چکے ہیں دل اور باطن اُن کا بھی مسخ ہو چکا ہے اللہ تعالیٰ ہم کو اپنی پناہ میں رکھے آمین وہ آپس میں ایک دوسرے کو اس برے کام سے منع نہیں کرتے تھے جس برے کام کو وہ خود کرتے تھے یعنی وہ اپنے سابق عصیان اور اعتدال پر قائم اور مستمر تھے بلاشبہ وہ کام بہت برا تھا جو وہ کرتے تھے یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو چھوڑ دینا یہ بہت ہی برا کام ہے جو شخص باوجود قدرت کے برائی سے روک ٹوک نہیں کرتا گو یا کہ درپردہ اس برائی پر راضی ہے اور ایک معنی کر اس میں شریک ہے۔

ذکر یہود حاضرین

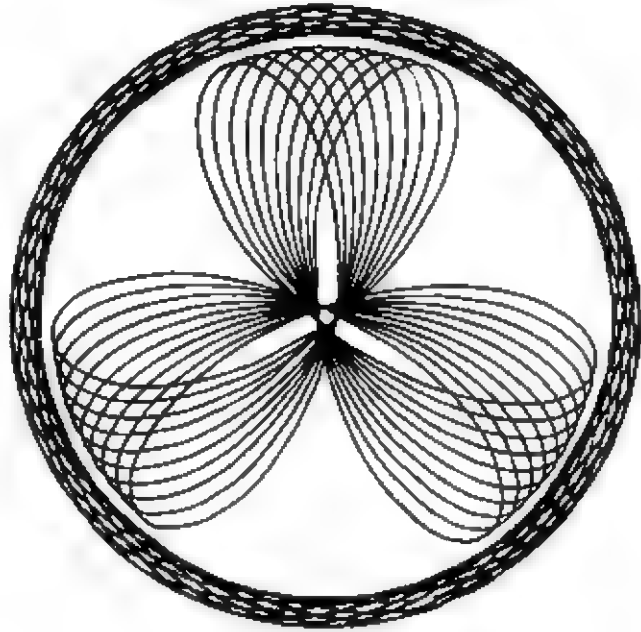
اوپر کی آیت میں یہود کے اسلاف کا ذکر تھا اب حضور پر نور کے زمانہ کے یہود کا ذکر فرماتے ہیں (اے نبی) آپ ان یہود میں سے بہت سوں کو دیکھیں گے کہ آپ کی عداوت میں اس درجہ غلو کر چکے ہیں کہ آپ کی دشمنی میں کافروں سے یعنی بت پرستوں سے دوستی کرتے ہیں اور آپ کے مقابلہ میں اہل مکہ کی مدد کرتے ہیں حالانکہ خوب جانتے ہیں کہ آپ حق پر ہیں اور وہ باطل پر ہیں بیشک برا سپہ دہ کام جو انہوں نے مرنے سے پہلے آخرت کا عذاب بھگتنے کے لئے آگے بھیجا یا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ ان پر ناراض ہوا اور وہ ہمیشہ عذاب میں رہیں گے یعنی اُنکے اعمال خدا کے غضب اور دائمی عذاب کا باعث بنے اور اگر یہ لوگ ایمان لاتے خدائے وحدہ لا شریک لہ پر اور ایمان لاتے اُس نبی پر جسکی بشارت اور انجیل میں لکھی ہوئی پاتے ہیں اور ایمان لاتے اس کتاب پر جو اس نبی آخر الزمان کی طرف اتاری گئی تو ان بت پرست کافروں کو دوست نہ بناتے اور خدا پرستوں کے مقابلہ میں بت پرستوں کو ترجیح نہ دیتے لیکن اکثر ان میں سے بدکار ہیں اور حد سے تجاوز کر چکے ہیں اور اسلام اور مسلمانوں کی دشمنی میں غرق ہیں (اے نبی) البتہ آپ مسلمانوں کی دشمنی میں سب لوگوں سے زیادہ سخت یہود کو پاؤ گے اور ان کو کہ جو مشرک ہیں اور غیر مسلم قوموں میں سے مسلمانوں کے ساتھ دوستی رکھنے کے لحاظ سے سب سے زیادہ قریب اُن لوگوں کو پائیں گے جو یہ کہتے ہیں کہ ہم نصرانی ہیں مطلب یہ ہے کہ دوست تو یہ بھی نہیں مگر یہود اور مشرکین کے لحاظ سے

غنیمت ہیں کہ دوستی کا دم تو بھرتے ہیں یہ دوستی میں ان کا قریب ہونا اس سبب سے ہے کہ ان میں کچھ لوگ عالم ہیں اور کچھ لوگ درویش یعنی گوشہ نشین اور تارک الدنیا ہیں اور اس سبب سے کہ یہ تکبر نہیں کرتے اس علم اور درویشی اور تواضع کا یہ اثر ہو کہ مسلمانوں سے دوستی رکھنے کے لحاظ سے قریب ہو گئے یہ آیت نصاریٰ کے ایک خاص گروہ یعنی نجاشی اور ان کے اصحاب کے بارہ میں نازل ہوئی جنہوں نے قرآن سن کر اسلام قبول کر لیا اور جب انہوں نے قرآن سنا تو ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے جس کا بیان آئندہ آیت میں آئے گا۔

حق جل شانہ نے اس آیت میں نصاریٰ کے قُربِ مودت کا **فائدہ** سبب بیان فرما دیا کہ علم اور درویشی اور تواضع کی وجہ سے نصاریٰ میں قبولِ حق کی استعداد یہود اور مشرکین سے زیادہ موجود ہے اور ان کی طبیعت اوروں سے نرم ہے اس لیے ایسے نصاریٰ جن میں یہ اوصاف پائے جاتے ہوں بہ نسبت یہود اور مشرکین کے مسلمانوں کی عداوت میں کم اور ان سے دوستی میں قریب ہیں آیت میں جو اوصاف بیان کیے گئے وہ عہدِ نبوی کے عیسائیوں اور یہودیوں کے بیان کیے گئے اس کے بعد جب کبھی اور جہاں کہیں جس مقدار میں یہ اوصاف موجود ہوں گے اسی نسبت سے اسلام اور مسلمانوں کی محبت اور عداوت میں قریب اور بعید ہوں گے آلِ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو نصاریٰ تھے ان میں قبولِ حق اور سلامتِ روی کا مادہ اور قوموں سے زیادہ تھا چنانچہ قیصرِ روم اور مقوقس شاہ مصر اور نجاشی شاہ حبشہ نے جو معاملہ آپ کے پیغامِ رسالت اور آپ کے صحابہ کے ساتھ کیا وہ اس کا شاہدِ عدل ہے بہ نسبت یہود کے نصاریٰ نے زیادہ اسلام قبول کیا۔

خلاصہ کلام یہ کہ آیت میں نصاریٰ کی جو مدح کی گئی وہ علی الاطلاق نہیں بلکہ وہ بمقابلہ یہود اور مشرکین ہے کہ ان سے غنیمت ہیں اور یہ مطلب نہیں کہ نصاریٰ تمہارے محبوب اور خیر خواہ ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ بہ نسبت یہود اور ہنود کے غنیمت ہیں اور پھر نصاریٰ سے وہ نصاریٰ مراد ہیں جو فی الحقیقت نصرانی ہوں اور کسی درجہ میں اوصافِ مذکورہ کے ساتھ موصوف ہوں عابد و زاہد اور گوشہ نشین ہوں اور مغرور اور متکبر نہ ہوں اور نرم دل ہوں اور سنگ دل نہ ہوں اور وہ نصاریٰ مراد نہیں جو محض نام کے نصرانی ہیں اور درپردہ وہ دھری اور لامذہب ہیں جیسے آج کل کی مغربی اقوام جو اسلام اور مسلمانوں کے شدید ترین دشمن ہیں جنکو خدا سے اور حضرت مسیح سے ذرہ برابر واسطہ نہیں ان کا مطیع نظر اور مقصود اصلی دنیاوی اقتدار ہے اور مکرو فریب اور عیاری اور چالاک کی ان کا شعار ہے آج کل کے نصاریٰ ان صفات کے ساتھ موصوف نہیں جن کا ذکر آیت میں ہے لہذا موجودہ زمانہ کے نصاریٰ کا

وہ حکم نہ ہوگا کہ جو ان نصاریٰ کا ہے جن میں قیس اور رہبان ہوں یعنی جن نصاریٰ میں خدا
 ترس اور راہب (تارک دنیا) ہوں
 حدیث میں آیا ہے کہ دنیا کی محبت تمام برائیوں کی جڑ ہے الحمد للہ قد تم تفسیر المجزء
 السادس من القرآن الکریم ویدلہ الحمد والمنة .



وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَىٰ أَعْيُنُهُمْ

اور جب سنیں جو اُترا رسول پر تو دیکھیں ان کی آنکھیں

تَفِيضُ مِنَ اللَّهِ مَعَهُمَا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ يَقُولُونَ

اہل حق آئندوں سے اس پر جو پہچانے بات حق ، کہتے ہیں

رَبَّنَا آمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ ﴿۸۳﴾ وَمَا لَنَا لَا

اے رب ہم نے یقین کیا سو تو لکھ ہم کو ملنے والوں کے ساتھ اور ہم کو کیا ہوا

نُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَمَا جَاءَنَا مِنَ الْحَقِّ وَنَطْمَعُ أَنْ

کہ یقین نہ لادیں اللہ پر اور جو پہنچا ہم پاس حق اور ہم کو توقع ہے

يُدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصَّالِحِينَ ﴿۸۴﴾ فَأَنَّا بِهِمْ

کہ داخل کرے ہم کو رب ہمارا ساتھ نیک بختوں کے پھر انکو بدلا

اللَّهُ بِمَا قَالُوا جَذِبْتُ جَذْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ

دیا انکے رب نے اس کہنے پر باغ نیچے ان کے بہتی

خُلْدِينَ فِيهَا وَذَلِكَ جَزَاءُ الْمُحْسِنِينَ ﴿۸۵﴾ وَالَّذِينَ

نہریں رہا کریں ان میں اور یہ ہے بدلہ نیکی والوں کا اور جو

كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ﴿۸۶﴾

منکر ہوتے اور جھٹلانے لگے ہماری آیتیں وہ ہیں دوزخ کے لوگ

حکایت حال اسلام طائفہ نصرانیان گوشہ نشینان

در بیان کیفیت وجد ایشان بوقت سماع قرآن

قال الله تعالى وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُولِ ... إِلَى ... أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ

اربط اس آیت میں بھی نعلاری کی ایک خاص جماعت کا ذکر ہے جو قرآن کریم کو سن کر وجد اور طرب میں آگئے اور قرآن کریم کی لذت سے اس درجہ محفوظ ہوئے کہ آنکھوں سے بے اختیار آنسو رواں ہو گئے اور روتے روتے ڈاڑھیاں تر ہو گئیں اور زبان پر یہ کلمات جاری ہو گئے رَبَّنَا اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ اور غیر اختیاری طور پر کسی پسندیدہ حالت اور کیفیت کے طاری ہو جانے ہی کا نام وجد ہے۔

شان نزول

یہ آیت نجاشیؓ شاہ حبشہ اور اسکے اصحاب کے بارہ میں نازل ہوئی کہ جب حضرت جعفرؓ نے سورۃ مریم پڑھ کر سنائی تو جو علماء اور زہاد وہاں بیٹھے ہوئے تھے سب رونے لگے اور نجاشیؓ بھی برابر رونا رہا اور مسلمانوں سے پوچھا کہ تمہارے پیغمبر عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت کیا کہتے ہیں صحابہ نے جواب دیا کہ وہ انہیں خدا کا بندہ اور اس کا رسول کہتے ہیں اور انکی والدہ ماجدہ مریمؓ کو صدیقہ اور ولیہ اور تارک الدنیا کہتے ہیں کہ ان سے بغیر باپ کے جبریل امینؑ کی پھونک مارنے سے عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے نجاشیؓ نے زمین سے ایک تنکا اٹھا کر کہا خدا کی قسم عیسیٰ علیہ السلام تمہارے پیغمبر کے قول سے تنکا برابر بھی زائد نہیں تمہارے نبیؐ نے عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق جو کچھ کہا وہ بالکل حق اور درست ہے قرآن کریم سن کر نجاشیؓ شاہ حبشہ اور اس کے رفقاء نے اسلام قبول کیا اور اس بات کی شہادت دی کہ یہ وہی پیغمبر برحق ہیں جن کی عیسیٰ بن مریمؓ نے بشارت دی ہے اسی جماعت کے بارہ میں یہ آیتیں نازل ہوئیں چنانچہ فرماتے ہیں اور اسی قبیلہ اور رہبانیت اور عدم تکبر کی وجہ سے بعض کا یہ حال ہے کہ ان میں سے بعض جیسے نجاشیؓ شاہ حبشہ اور اس کے رفقاء جب اس کلام کو سنتے ہیں کہ جو بارگاہ خداوندی سے اس پیغمبر آخر الزمان پر اتارا گیا ہے تو اسے دیکھنے والے تو ان کی آنکھوں کو دیکھے گا کہ آنسوؤں سے ابل رہی ہیں بسبب اس کے کہ انہوں نے کچھ حق کو پہچان لیا یعنی ان کے رونے کا سبب یہ تھا کہ ان پر اس کا کلام الہی ہونا منکشف ہوا اور اس کلام سے متکلم قدیم کی عظمت اور جلال کا کچھ جلوہ نظر آیا اور جان لیا کہ یہ وہی کلام ہے جس کے اخیر زمانہ میں نازل کرنے کا خدا تعالیٰ نے نبیوں کی معرفت وعدہ کیا ہے روایات میں ہے کہ جب حضرت جعفرؓ سورۃ مریم کی قرات سے فارغ ہوئے تو نجاشیؓ نے زمین سے ایک تنکا اٹھایا اور درباریوں سے یہ کہا کہ بخدا تمہارے صاحب یعنی مسیح بن مریمؓ اس مضمون سے جو قرآن میں حضرت مسیحؑ کی بابت کہا گیا ہے ایک تنکے کے مقدار بھی زائد نہیں

غرض یہ کہ یہ لوگ حق کو پہچان گئے اور سمجھ گئے کہ یہ قرآن کریم انجیل سے کہیں زائد افضل اور اکمل ہے اس لیے یہ کہتے ہیں کہ اسے ہمارے پروردگار ہم اس نبی آخر الزمان پر اور اس کی کتاب پر دل دجان سے ایمان لے آئے ہیں پس ہم کو حق کے شاہدوں کے ساتھ لکھنے یعنی ہم کو امت محمدیہ کے زمرہ میں لکھنے جو دنیا میں حق کی شہادت دیتی ہے اور قیامت کے دن اور امتوں پر گواہی دے گی اور ایک روایت میں ہے کہ جنت کے بعض لوگوں نے نجاشی اور اس کے ساتھ ایمان لانے والوں پر یہ طعن کیا کہ تم بغیر دیکھے کیسے ایمان لے آئے تو انہوں نے جواب میں کہا اور ہم کو کیا ہوا کہ ہم اللہ پر اور اس دین حق پر ایمان نہ لائیں جو ہمارے پاس آیا ہے اور ہم یہ توقع رکھتے ہیں کہ ہمارا پروردگار ہم کو نیک بختوں کے زمرہ میں داخل فرمائے مطلب یہ ہے کہ جس کو نیک بختوں کے زمرہ میں داخل ہونے کی طبع ہو وہ دین حق کو قبول کرے، حق قبول کرنے والوں کو ملامت کرنا یہ نیک بختی نہیں پس اللہ تعالیٰ نے اُن کو اس مخلصانہ قول کے عوض میں جو انہوں نے صدق دل سے کہا تھا ایسے باغات عطاء کیے جن کے درختوں کے نیچے سے نہریں جاری ہیں وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے اور یہی صلہ ہے خلیص کا اور ان کے برعکس جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہی اہل دوزخ ہیں ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے بغیر دین حق کے قبول کے محض قیست اور رہبانیت عذاب اخروی سے نہیں بچا سکتی



يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحْرِمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ

اے ایمان والو! مت حرام ٹھہراؤ ستمری چیزیں جو اللہ نے تم کو حلال

لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ﴿۸۷﴾

کیں اور حد سے نہ بڑھو اللہ نہیں چاہتا زیادتی والوں کو

وَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا وَاتَّقُوا اللَّهَ

اور کھاؤ اللہ کے دیئے سے جو حلال، سو ستھرا اور ڈرتے رہو اللہ سے

الَّذِي أَنْتُمْ بِهِ مُؤْمِنُونَ ﴿۸۸﴾

جس پر یقین رکھتے ہو

حکم پانزدہم ممانعت از رہبانیت

قال تعالیٰ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحَرِّمُوا اے اَمْتُمْ بِهِمْ مُؤْمِنُونَ
 (ربط) شروع سورت میں ایفاءِ عہود کی تاکید کے بعد احکام فرعیہ اور حلال و حرام کو بیان فرمایا پھر
 خاص خاص مناسبتوں سے یہود و نصاریٰ کے عقائد اور اعمال کے ذکر کا سلسلہ شروع ہو گیا اب پھر
 اصل موضوع کی طرف عود فرماتے ہیں اور چونکہ قریشی آیتوں میں نصاریٰ کی تعریف میں یہ فرمایا کہ ان میں
 کچھ رہبان بھی ہیں اور رہبانیت لذات دنیاوی کے ترک کا نام ہے خواہ وہ حلال ہوں یا حرام اس
 لیے اس احتمال سے کہ مبداً مسلمان - رہبانیت کو اچھی چیز نہ سمجھنے لگیں اس آیت میں خدا تعالیٰ کی
 حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام سمجھنے کی ممانعت فرماتے ہیں اور یہ حکم دیتے ہیں کہ جو چیزیں خدا
 نے حلال کی ہیں اُن کو کھاؤ اور دل میں خدا کا خوف رکھو اہل کتاب کی طرح دین میں غلو مت کرو
 نصاریٰ کی رہبانیت بھی دین میں غلو اور افراط کی ایک خاص صورت ہے دور تک اسی طرح احکام
 کا سلسلہ چلا گیا چنانچہ فرماتے ہیں اے ایمان والو! تم قسم اور عہد کے ذریعہ اپنے اوپر اُن پاکیزہ
 چیزوں کو حرام مت کرو جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے حلال کی ہیں نصاریٰ کی طرح رہبانیت اختیار
 کرنا اور حلال اور پاکیزہ چیزوں کو ترک کر دینا عند اللہ کوئی اچھی چیز نہیں یہ دین میں غلو اور افراط ہے
 جو خدا تعالیٰ کے نزدیک ناپسندیدہ ہے اور حدود و مشرعیات سے آگے نہ بڑھو کہ یہود کی طرح دنیاوی
 لذات اور شہوات اور حرام خوری میں منہمک ہو جاؤ۔ شہوات و لذات میں انہماک یہ بھی غلو ہے اور
 تقریباً ہے تحقیق اللہ تعالیٰ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اعتدال
 اور توسط پسندیدہ ہے اور خدا تعالیٰ نے تم کو جو حلال اور پاکیزہ چیزیں دی ہیں جن میں حرمت کا
 شائبہ نہیں ان میں سے کھاؤ اور اعتدال کے ساتھ اُن کو استعمال کرو نہ حلال سے حرام کی طرف دوڑو
 اور نہ حلال میں اتنے منہمک ہو جاؤ کہ خدا سے غافل ہو جاؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو جس پر تم ایمان
 رکھتے ہو اس کے حکم اور رضائے خلاف کوئی کام مت کرو۔

ان آیات کا شان نزول یہ ہے کہ ایک دن جناب رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم نے عثمان بن مظعونؓ کے گھر میں لوگوں کو نصیحت کی اور قیام
 کے کچھ احوال اور احوال بیان کیے لوگ آپ کے اس وعظ سے نہایت متاثر ہوئے اور رونے
 لگے اس کے بعد اکابر صحابہ میں سے دس آدمی یعنی حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت علیؓ اور
 اور عبد اللہ بن مسعودؓ اور عبد اللہ بن عمرؓ اور ابوذر غفاریؓ اور سالمؓ مولیٰ ابی حذیفہ اور مقداد بن اسودؓ اور
 سلمان فارسیؓ اور معقل بن مقرنؓ یہ سب عثمان بن مظعونؓ کے گھر میں جمع ہوئے اور سب نے اس

پر اتفاق کیا کہ دن بھر روزہ اور رات بھر نماز ادا کریں گے اور فرش پر نہ سوتیں گے اور گوشت اور چربی نہیں کھائیں گے اور نہ عورتوں اور خوشبو کے قریب جائیں گے اور ٹاٹ پہنا کریں گے اور دنیا کو بالکل ترک کر دیں گے اور اپنی مشرکوں کو کاٹ ڈالیں گے اور رامب بن جائیں گے اور ان باتوں پر قسمیں کھائیں اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو بلا کر یہ فرمایا مجھ کو یہ حکم نہیں دیا گیا میں یہودیت اور نصاریت دے کر نہیں بھیجا گیا میں تو ملت حنیفیہ سنیہ یعنی ملت ابراہیمیہ دے کر بھیجا گیا ہوں جو نہایت سہل اور آسان ہے تحقیق تم پر تمہارے نفس کا بھی حق ہے خدا کی قسم میں تم سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والا ہوں لیکن روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں اور رات کو عبادت بھی کرتا ہوں اور اپنی عورتوں کے پاس بھی جاتا ہوں اور نکاح بھی کرتا ہوں جو میری سنت سے روگردانی کرے وہ میری امت سے نہیں (تفسیر قرطبی ص ۲۷ ج ۶ - تفسیر ابن کثیر ص ۵۷ ج ۲)

فائدہ | کسی حلال چیز کو اس نیت سے ترک کر دینا کہ اس ترک سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو گا یہ رہبانیت ہے جس کو اسلام نے بدعت اور ممنوع قرار دیا ہے اور اگر کسی حلال چیز کو بعض اوقات کسی جسمانی یا نفسانی علاج کی خاطر ترک کر دیا جائے تو یہ مباح ہے داخل بدعت اور ممانعت نہیں جیسے کسی طیب جسمانی یا روحانی کے کہنے سے بغرض علاج اگر گوشت وغیرہ سے پرہیز کر لیا جائے تو یہ جائز ہے۔

لَا يُوَاحِدُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ

نہیں پکڑتا تم کو اللہ تمہاری بے فائدہ قسموں پر

وَلَكِنْ يُؤَاحِدُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُمُ الْأَيْمَانَ

لیکن پکڑتا ہے جو قسم تم نے گہ باندھی

فَلَكُمْ رِثَتُهَا إِنْ تَرَكْتُمْ مَسْكِينَ مِنْ

سو اس کا اتار کھانا دس محتاجوں کو

أَوْ سِطِّ مَا تَطْعَمُونَ أَهْلِيكُمْ أَوْ كِسْوَتُهُمْ أَوْ تَحْرِيرُ

بیچ کا کھانا جو دیتے ہو اپنے گھر والوں کو یا ان کو پہنا دینا یا ایک گردن

رَقَبَةٍ فَسَنْ تَحُدُّ بِحَبْدِهَا مِائَةَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ ذَلِكَ

آزاد کرنی بھر جس کو پیدا نہ ہو تو روزے تین دن کے یہ اتار ہے

كَفَّارَةٌ أَيْمَانِكُمْ إِذَا حَلَفْتُمْ وَاحْفَظُوا أَيْمَانَكُمْ

تمہاری قسموں کا جب قسم کھا بیٹھو اور تمہارے رہو اپنی قسمیں

كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿۸۹﴾

یوں بتاتا ہے تم کو اللہ اپنے حکم شاید تم احسان مانو

حکم شانزدہم متعلق بہ قسم

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى لَا يُؤْخَذُكُمْ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ اے لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ (ربط) اور پر کی آیت میں چونکہ تحریم طیبات کا ذکر تھا اور تحریم کی ایک قسم عین بھی ہے اس لیے بہت سے لوگ کھانے پینے میں قسم کھا لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ چیز اب ہم پر حرام ہو گئی لہذا اس مناسبت سے اس مقام پر قسم اور کفارہ کے احکام بیان فرماتے ہیں ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ یہ آیت انہی لوگوں کے بارہ میں نازل ہوئی جن کا پہلی آیت میں ذکر ہو چکا ہے اُن لوگوں نے قسم کھائی تھی کہ ہم دنیا کو بالکل ترک کر دیں گے اور عورتوں کے قریب نہ جائیں گے گزشتہ آیت کے نازل ہونے کے بعد ان قسم کھانے والوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا یا رسول اللہ ہم تو ترک لہذا تم پر قسم کھا چکے ہیں اب ہم اپنی قسموں کا کیا کریں اس پر خدا تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں (تفسیر قرطبی ص ۲۶۲ و روح المعانی ص ۶۹)

اللہ تعالیٰ تمہاری فضول اور بے قاعدہ قسموں پر تو مواخذہ نہ کرے گا جن کا حکم سورہ بقرہ میں گذر چکا ہے لیکن اُن قسموں پر مواخذہ کرے گا جن کو تم نے مضبوط باندھ لیا ہے اور پکا کر لیا ہے پکی قسم سے مراد یہ ہے کہ کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کی پختہ طور پر قسم کھائے تو ایسی قسم کا کفارہ اگر آدمی اس کو پورا نہ کرے دس مٹا جوں کو کھانا دے دینا ہے اوسط درجہ کا جیسا تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو یا اُن دس مسکینوں کو متوسط درجہ کا کھانا دینا یا کسی گردن کو قید غلامی سے چھڑا دینا یعنی ایک غلام یا لونڈی آزاد کر دینا ان تینوں میں سے جس کو چاہے اختیار کرے پھر جس شخص کو ان تین میں سے کسی ایک پر بھی مقدور نہ ہو یعنی جو شخص بوجہ افلاس دس مسکینوں کو کھانا

علا یہ قید اس لیے لگائی کہ محض قسم کھانے سے بالاتفاق کفارہ واجب نہیں ہوتا جب تک حانت نہ ہو یعنی جب تک قسم کو نہ توڑے۔

کھڑا دینے اور غلام آزاد کرنے پر قادر نہ ہو تو اس کی قسم کا کفارہ تین دن کے روزے میں جو متواتر رکھے ہوں گے جیسا کہ ابن مسعودؓ کی قرأت میں فِصْبًا مَثَلَاثَةً آيَاہُ مُتَتَابِعَاتٍ کا لفظ آیا ہے اور جو قرأت متواتر نہ ہو تو کم از کم خبر واحد یا تفسیر صحابی ضرور سمجھی جائے گی جو مرفوع کے حکم میں ہوگی یہ جو اوپر مذکور ہوا تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب قسم کھا بیٹھو اور پھر اس کو توڑ دو اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو یعنی اگر تم نے کسی جائز امر پر قسم کھائی ہے تو اس کو پورا کرو اور اگر کسی وجہ سے اس کو پورا نہ کر سکو یا اس کے توڑنے میں کوئی خوبی اور مصلحت دیکھو تو اس کا کفارہ دو تاکہ تمہارے دلوں میں اللہ کے نام کی عظمت محفوظ رہے یوں اللہ تعالیٰ تمہارے لیے اپنے احکام بیان کرتا ہے تاکہ تم شکر کرو اور اللہ کی نعمتوں کو موقع اور محل میں صرف کرو مثلاً زبان کو اللہ کے ذکر اور اس کے احترام اور تعظیم میں صرف کرو جھوٹی قسمیں کھا کر اللہ کے نام کی بے حرستی نہ کرو اور خدا کا نام لے کر حلال کو اپنے اوپر حرام نہ کرو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ

اے ایمان والو! یہ جو ہے شراب اور جوا اور بت

وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ

اور پانسے گندے کام ہیں شیطان کے سو ان سے بچتے رہو

لَعَلَّكُمْ تَفْلِحُونَ ⑩ إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ

شاید تمہارا بھلا ہو شیطان یہی چاہتا ہے کہ ڈالے تم میں

بَيْنَكُمْ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ

دشمنی اور بیز شراب سے اور جوتے سے اور

يَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنْتُمْ

روکے تم کو اللہ کی یاد سے اور نماز سے پھر اب تم

مُنْتَهَوْنَ ⑪ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأَحْذَرُوا

باز آؤ گے اور حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور بچتے رہو

فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَأَعْلَمُوا أَنَّمَا عَلَى رَسُولِنَا الْبَلَاغُ

پھر اگر تم بھرو گے تو جان لو کہ ہمارے رسول کا ذمہ یہی ہے پہنچا دینا

الْمُبَيِّنُ ۙ لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

کھول کر جو لوگ ایمان لائے اور کام نیک کیے

جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا إِذَا مَا اتَّقَوْا وَآمَنُوا وَعَمِلُوا

اُن پر نہیں گناہ جو کچھ پہلے کھا چکے جب آگے ڈرے اور ایمان لائے اور عمل

الصَّالِحَاتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَآمَنُوا ثُمَّ اتَّقَوْا وَأَحْسَنُوا وَاللَّهُ

نیک کیے پھر ڈرے اور یقین کیا پھر ڈرے اور نیکی کی اور اللہ

يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ۙ

چاہتا ہے نیکی والوں کو

حکم ہفدہم تحریم خمر و قمار

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ... وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ
 اور یہی کہی آیتوں میں حلال کو حرام سمجھنے کی ممانعت تھی اب اس آیت میں یہ بیان فرماتے ہیں کہ جیسے حلال کو حرام سمجھنا گناہ
 ہے ایسے ہی حرام کو حلال سمجھنا بھی گناہ اور حرام ہے جیسے شراب اور جوا وغیرہ وغیرہ اہل عرب۔ شراب اور جوا کو حلال اور طیب
 سمجھتے تھے اللہ تعالیٰ نے بتلا دیا کہ یہ چیزیں حلال اور طیب نہیں بلکہ خبیث اور رجس ہیں ان سے اجتناب
 ضروری ہے اور انکا استعمال حرام ہے چنانچہ فرماتے ہیں اے ایمان والو! ایمان کا مقتضی یہ ہے کہ جس چیز کو حق تعالیٰ نے حرام کر دیا
 اسکو قریب نہ جاؤ جزا میں نیست کہ شراب اور جوا اور بتوں کے تھان انصاف ان پتھروں کو کہتے ہیں جن کو
 مشرک لوگ کسی دیوی یا دیوتا کے نام پر کھڑا کر دیتے تھے اور اُن کو پوجتے تھے اور وہاں قربانیاں کیا
 کرتے تھے انصاف اور اصنام میں یہ فرق ہے کہ انصاف بے صورت والے پتھر ہوتے تھے اور اصنام صورت والے یعنی انصاف
 ان گھڑت پتھروں کو کہتے ہیں جنکو زمانہ جاہلیت میں پوجتے تھے اور اصنام تراشی ہوئی صورتوں کو کہتے ہیں اور فال کے تیر جاہلیت میں دو قسم
 کے ازلام دیا گیا تھا ایک قسم کے ساتھ عرب جو اکیلا کرتے تھے اور دوسری قسم کے فال لیا کرتے تھے یہ سب چیزیں گندی اور پلید اور قابل



نفرت ہیں شیطانی کام ہیں پس تم ان ناپاک اور شیطانی کاموں سے بچتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ ناپاک اور شیطانی کاموں سے بچنے ہی سے فلاح ہو سکتی ہے شراب انسان کی عقل جیسی بے مثال نعمت کو ضائع کرتی ہے اور عقل ہی وہ چیز ہے جو برے اور بھلے میں تمیز کرتی ہے اور انسان کو ناجائز خواہشوں سے روکتی ہے جب عقل ہی نہ رہے گی تو برے کاموں سے کیونکر بچے گا اور جوا، مال کو ضائع اور برباد کرتا ہے اور معبودانِ باطل کے تھانوں اور تیروں کی تعظیم اور ان کی پرستش انسان کی عزت کو برباد کر دیتی ہے اور ایک ادنیٰ اور حقیر چیز کے سامنے سر جھکانے سے انسان ذلیل و خوار ہو جاتا ہے اور تیروں سے فال لے کر کام کرنا یہ سراسر جہالت اور وہم پرستی ہے جو علم کو ضائع کر دیتی ہے یہ سب برے کام ہیں شیطان کے اغوا سے کچھ لوگ ان کاموں کو اچھا سمجھتے ہیں شیطان تو بس یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوس سے تمہارے درمیان عداوت اور نفرت ڈال دے شراب سے باہم عداوت اور نفرت کے پیدا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ شرابی جب شراب پی کر مست ہو جاتا ہے اور ان کی عقل زائل ہو جاتی ہے تو بسا اوقات ان کی زبان سے ایک دوسرے کی نسبت بے ہودہ الفاظ نکلتے ہیں جو باہمی نزاع کا سبب بنتے ہیں اور بسا اوقات ضرب اور قتل تک لو بت پہنچتی ہے اور اس طرح سے ان کے دلوں میں ایک دوسرے کی عداوت بیٹھ جاتی ہے۔

اور جوئے سے باہم عداوت یوں پیدا ہوتی ہے کہ بعض وقت آدمی جوئے میں اپنے کل مال سے ہار جاتا ہے اور وہ بالکل مفلس اور بے دست و پارہ جاتا ہے پھر جب وہ اپنا مال دوسرے کے پاس دیکھتا ہے تو اس کو اس کے ساتھ عداوت ہو جاتی ہے غرض یہ کہ شراب اور جوا عداوت اور نفرت کے قوی ترین اسباب ہیں سے ہیں یہ تو شراب اور جوئے کی دنیوی مضرت ہوئی اور اخروی مضرت یہ ہے کہ شیطان یہ چاہتا ہے کہ تم کو اللہ کی یاد سے اور نماز سے روک دے یعنی شیطان کا مقصد تم کو شراب اور جوس کی ترغیب سے یہ ہے کہ تم ان میں پڑ کر یاد الہی اور نماز سے غافل ہو جاؤ کیونکہ شراب اور جوئے میں پھنس کر یاد الہی اور نماز کا ہوش ہی نہیں رہتا اور اسکی دلیل مشاہدہ اور تجربہ ہے شطرنج کھیلنے والوں کو دیکھ لو نماز کا تو کیا کھانے پینے کا بھی ہوش ہی نہیں رہتا پس جب تم پر شراب اور جوئے کی دنیوی اور اخروی مضرتیں واضح ہو گئیں سو جلاؤ کیا اب بھی ان گندی اور پلید چیزوں سے باز آؤ گے جو تمہاری دنیا اور آخرت کی خرابی کا ذریعہ ہیں یعنی اب عقل کا مقتضی یہ ہے کہ ان گندی اور ناپاک چیزوں سے باز آ جاؤ جو تم کو مولا نے برحق کی یاد سے روکتی ہیں عرب میں شراب غایت درجہ مرغوب تھی اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کو حرام فرمایا اول یہ آیت نازل ہوئی یَسْئَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا آثَرٌ كَثِيرٌ وَمَن يَرْتَدِدْ لَّهُمَا مِن شَيْءٍ فَإِنَّ رَدِّ رَأْسِهِ لَعَنَ اللَّهُ رَدًّا مِّنْهُمَا بَئِذٍ يَكُونُ لَكَ عَنَّا حَرْجٌ مِّنْهُمْ فَتُصَدِّقُ الْكَاذِبِينَ

تھی وہ آیت یہ تھی **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَىٰ حَتَّىٰ تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ** جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہؓ نے بوقت صلوٰۃ شراب کا استعمال ترک کر دیا حضرت عمرؓ کو جب پہلی آیت سنائی گئی تو یہ کہا **اللَّهُمَّ بَيْنَ لَنَا فِي الْخَمْرِ بَيَانًا مَّا فِيَا سَاءَ اللَّهُ شَرَابَ كَيْ بَارِه** میں کوئی مشافی اور واضح حکم نازل فرما پھر جب دوسری آیت نازل ہوئی اور عمرؓ کے سامنے پڑھی گئی تو عمرؓ نے پھر دہی کہا **اللَّهُمَّ بَيْنَ لَنَا فِي الْخَمْرِ بَيَانًا مَّا فِيَا سَبَّ سَاءَ خَيْرِي سَوْرَةِ مَائِدَةٍ كِي يِه آيَتِ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا** **إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْيَيْسُ الْخِ نَازِلٌ هُوَ** اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو بلا کر یہ آیت پڑھ کر سنائی جب آپ اس لفظ یعنی **فَهَلْ أَنْتُمْ مُشْتَبِهُونَ** پر پہنچے تو حضرت عمرؓ نے کہا **انتھینا انتھینا یعنی ہم باز آسے باز آسے** اس آیت کے نازل ہونے کے بعد تمام صحابہؓ شراب سے باز آ گئے اور یہ حکم سنتے ہی لوگوں نے شراب کے مٹکے توڑ ڈالے حتیٰ کہ شراب مدینہ کی گلی کو چوں اور نالیوں میں گندے پانی کی طرح بہنے لگی اور مدینہ منورہ اور تمام بلاد اسلام اس ام الجہائم سے یک لخت پاک ہو گئے۔

لَطَائِفُ وَمَعَارِفُ

(۱) شروع آیت میں حق تعالیٰ نے چار چیزوں کا ذکر کیا اور اس آخری آیت میں صرف شراب اور جوئے کا ذکر کیا کیونکہ اصل مقصود انہی دو چیزوں کی حرمت بیان کرنا تھی باقی شروع آیت میں شراب اور جوئے کے ساتھ بت پرستی اور فال کے تیروں کا ذکر اس لیے کیا کہ مسلمانوں کے دلوں میں شراب اور جوئے کی برائی خوب راسخ ہو جائے کہ شراب خوردی بمنزلہ بت پرستی کے ہے۔

(۲) خمر ماخوذ ہے خمر الشیء بمعنی سکرہ و غطاۃ سے جس کے معنی ہیں اس نے اُس کو ڈھانک لیا شراب بھی چونکہ عقل کو ڈھانک لیتی ہے اور اس پر پردہ ڈال دیتی ہے اس لیے عزلیں اس کو خمر کہتے ہیں۔

اور میسر۔ قمار (جوئے) کو کہتے ہیں جو یسر بمعنی ہولت سے ماخوذ ہے چونکہ جوئے میں مال آسانی سے مل جاتا ہے اور محنت اور مشقت نہیں اٹھانی پڑتی اس لیے اُسے میسر کہتے ہیں ان دونوں چیزوں میں اگرچہ کچھ نہ کچھ فوائد اور منافع ہیں لیکن مفاسد اور مضرتیں بہت زیادہ ہیں اس لیے شریعت اسلامیہ نے ان دونوں چیزوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام قرار دیا اور دنیا کے لیے روحانی اور اخلاقی اور مادی اور جسمانی مضرتوں سے حفاظت کا سامان مکمل کر دیا

(۳) خمر (شراب) کی سب سے بڑی مضرت یہ ہے کہ میخوار کی عقل نشہ کی حالت میں بالکل جاتی رہتی ہے اور آہستہ آہستہ کم ہوتی جاتی ہے یہاں تک کہ چند روز بعد ہوش و حواس کی حالت

میں بھی اس سے دیوانہ وار حرکتیں سرزد ہونے لگتی ہیں اس کی زبان اُس کے اختیار اور قابو سے باہر ہو جاتی ہے اور اس کو اپنے اقوال و افعال کے عواقب اور انجام کا ہوش نہیں رہتا۔
(دوسرے) یہ کہ شراب بہیمی خواہشوں کو بڑھاتی ہے اور بسا اوقات اس حد تک پہنچ جاتی ہے کہ عصمت و عفت کو جہاں بنیاد سے اکھاڑ کر پھینکتی ہے یا کم از کم متزلزل کر دیتی ہے اور زنا اور بدکاری اور بے حیائی پر آمادہ کرتی ہے۔

(تیسرے) یہ کہ آدمی عبادت اور ذکر الہی سے غافل ہو جاتا ہے بلکہ فرائض زندگی کی بھی کوئی قدر و قیمت اس کی نگاہ میں نہیں رہتی۔

(چوتھے) یہ کہ شراب مال و دولت کی بربادی کا ذریعہ ہے شرابی کی دولت و ثروت سب شراب کی تذر ہو جاتی ہے اور بسا اوقات اس قدر تنگ آ جاتا ہے کہ زندگی سے تنگ آ کر خود کشی کر لیتا (پانچواں) یہ کہ شراب خواری باہم دشمنی اور عداوت پیدا کرتی ہے اور باہمی تعلقات کو توڑ ڈالتی ہے (چھٹے) یہ کہ شرابی کا مزاج اعتدال سے منحرف ہو جاتا ہے اور صحت بدنی میں فرق آ جاتا ہے اور اس کی تمام جسمانی قوتیں کمزور پڑ جاتی ہیں اس لیے کہ شراب میں غذائیت نہیں ہے کہ وہ ہضم ہو سکے شراب چونکہ معدہ میں جا کر تحلیل نہیں ہوتی اس لیے دن بدن معدہ کو کمزور کرتی جاتی ہے اور ففے کا مرض لگ جاتا ہے اور قلت غذا کی وجہ سے بدن میں اتنا خون پیدا نہیں ہو سکتا جو تقویت بدن کا باعث بن سکے اور جس قدر خون پیدا ہوتا ہے اس میں شراب کی سمیت موجود ہوتی ہے جو بدن کو روز بروز گھلاتی رہتی ہے اور دن بدن نظام عصبی میں فرق آتا جاتا ہے عضلات اور عروق بھی بگڑتے جلتے ہیں پھیپھڑا گنے لگتا ہے اور کھانسی اور سہل شروع ہو جاتی ہے اکثر اطباء کا بیان ہے کہ اگرچہ سل کی بیماری بغیر شراب پینے کے بھی ہو جاتی ہے لیکن ۹۵ فیصدی مریض سل کے شرابی ہی ہوتے ہیں اور شاذ و نادر ہی بچتے ہیں۔

(ساتویں) یہ کہ شرابی فوٹی کے ضعیف ہو جانے کی وجہ سے اکثر کام کاج سے جی چرانے لگتا ہے بغیر نشہ کے کام نہیں کر سکتا کام کرنے کے لیے بھی اسے شراب پینی پڑتی ہے یہاں تک کہ اس کے قوی بالکل جواب دے جلتے ہیں۔

اس لیے قرآن پاک نے شراب کو نجس اور عمل شیطان اور حرام قرار دیا اور اس کے پینے والے پر حد مقرر کی یورپ کی متمدن قوموں پر شراب خواری کے مفاسد خوب واضح ہو چکے ہیں اور شراب کی وجہ سے نظام تمدن کی خرابیاں اُن کی نظروں کے سامنے ہیں اور اس کے معترف ہیں کہ یہ چیز حرام ہونے کے قابل ہے مگر قانوناً اس کو جرم نہیں قرار دیا اسلامی تعلیم جہاں پہنچی اس نے شراب اور شراب خوری کا قلع فح کر دیا اور پورے ملک کو اس لعنت سے محفوظ کر دیا۔

(۴) اور اسی طرح میسر یعنی قمار (جوئے) کو سمجھو کہ وہ بھی حرام اور باطل ہے قمار لوگوں کے مال چھین

لینے اور اچک لینے کا ایک خاص طریقہ ہے جو وہی حرص اور طمع اور آرزو پر مبنی ہے جو نے میں مال چونکہ بے مشقت مل جاتا ہے اس لیے جواری عموماً کاہل اور آرام طلب اور فکرِ معاش سے غافل ہوتے ہیں اور وہی اور خیالی منصوبوں میں پڑ جاتے ہیں ہار جیت کے چکر میں رہتے ہیں اور قرض لینے رہتے ہیں اور جب قرض نہیں ملتا تو چوری اور چکاری اور لوٹ کھسوٹ پر کمر باندھ لینے ہیں علاوہ ازیں قمار باہمی بغض و عناد پیدا کرتا ہے اس لیے کہ ہارنے والوں کو ہار کر غیظ و غضب آتا ہے اور کینہ اور انتقام پر آمادہ کرتا ہے اور چونکہ ہار جیت کسی سے خاص نہیں رہتی اس لیے جواری ایک دوسرے کے دشمن بن جاتے ہیں اور ذرا بھی اُن کو دوسرے پر رحم نہیں آتا اور مال کے ساتھ اُن کے جان کے بھی لاگو ہو جاتے ہیں اور خون ناحق کے مرتکب ہوتے رہتے ہیں پھر یہ کہ جس جواری کو بھی دیکھیے وہ کنگال ہی نظر آئے گا جواریوں کا رویہ ہر وقت گھومتا رہتا ہے اور جواری جو نے کے چکر میں پھنس کر ایسا اندھا ہو جاتا ہے کہ اُسے جو نے کے سوا کچھ نظر نہیں آتا وہ نہ دین کا رہتا ہے اور نہ دنیا کا نہ طاعت و عبادت کا اور نہ زن و فرزند اور عزیز اور اقرباء کا اُس کی ساری دنیا قمار خانہ ہوتی ہے غرض یہ کہ شراب کی طرح جو ا بھی دشمن عقل اور دشمن مال اور دشمن اخلاق ہے جواریوں کو طرح طرح کے جرائم پر آمادہ کرتا ہے اور نظام تمدن کا تخریب ہے ان مفاسد کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے اس ناپاک اور پلید چیز کو اپنے بندوں پر حرام فرما دیا تاکہ فلاح کو پہنچیں۔

حکم بامثال جمیع احکام

گزشتہ آیت میں ایک خاص حکم کے امتثال کا حکم تھا اب اس آیت میں تمام احکام میں اطاعت کا حکم دیتے چنانچہ فرماتے ہیں اور اے ایمان والو! تم تمام احکام میں اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنے رہو اور اللہ اور رسول کی نافرمانی سے ڈرتے اور بچتے رہو لہذا شراب اور جوئے سے بھی بچتے رہو پس اگر تم اطاعت سے اعراض کرو گے تو ہمارا اور ہمارے رسول کا کچھ نقصان نہیں کرو گے اپنا ہی نقصان کرو گے پس خوب جان لو کہ ہمارے رسول کے ذمہ تو صرف حکم کا واضح طور پر پہنچا دینا ہے نہ کہ تم کو مجبور کرنا سو وہ پہنچا چکے اس پر بھی نہ مانو تو تم جانو۔

عدم تاثیم براستعمال خمر و میسر قبل از تحریم

جب شراب کی حرمت کا حکم نازل ہوا تو صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول

اللہ ہمارے جو بھائی تحریم سے پہلے شراب پیتے رہے اور جوئے کا مال کھاتے رہے اور مر گئے ان کا کیا حال ہوگا اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ جن لوگوں نے تحریم سے پہلے شراب پی یا جو اکیلا ان پر کوئی گناہ نہیں جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے ان پر کوئی گناہ نہیں اس چیز میں کہ جو وہ حرام ہونے سے پہلے کھا چکے ہیں یعنی حرام ہونے سے پہلے شراب اور جوئے کا مال جو کھا چکے ہیں اس پر کوئی گناہ اور مواخذہ نہیں بشرطیکہ وہ خدا سے ڈرتے رہے اور ان چیزوں کے استعمال سے بچتے رہے جو اس وقت حرام تھیں اور خدا پر ایمان لائے اور نیک عمل کیے یعنی اس بات پر یقین رکھتے تھے کہ خدا تعالیٰ کو اختیار ہے کہ جس چیز کو جس وقت چاہے حلال کرے اور جس وقت چاہے حرام کرے پھر ان لوگوں نے مدارج تقویٰ اور ایمان میں ترقی کی اور ان چیزوں سے پرہیز کیا کہ جو بعد میں حرام کی گئیں اور ان کی حرمت پر ایمان لائے خدا کے بندے ہیں جو حکم آتا ہے اس کی تعمیل کرتے ہیں پھر تقویٰ اور ایمان میں اور ترقی کی اور غایت درجہ کے پرہیزگار اور نیکو کار بن گئے کہ شبہات سے بھی تو رے اور احتیاط برتی یعنی مدارج تقویٰ اور ایمان میں ترقی کرتے کرتے مرتبہ احسان تک جا پہنچے، جو مرد مومن کے لیے ترقی کا آخری مقام ہے جیسا کہ حدیث جبریل میں ہے الاحسان ان تعبد اللہ کانک فتواہ اور مرتبہ احسان روحانی ترقیات کا آخری مقام اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ محسنین کو اپنا محبوب بنالیتا ہے اور ظاہر ہے کہ محبوبیت خداوندی روحانی ترقی کا آخری مقام ہے۔

ایمان اور تقویٰ کے تکرار اور لفظ تم کے بار بار لانے سے اشارہ اس طرف ہے

فائدہ کہ ایمان اور تقویٰ میں مراتب اور درجات ہیں آخری مرتبہ مقام احسان ہے جہاں بندہ پہنچ کر خدا تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے۔

ہیمنت بس کہ داند ماحریم : کہ من نیز از خریدارانِ اویم

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِيَبْلُوَكُمُ اللَّهُ بِشَيْءٍ

اے ایمان والو! البتہ تم کو آزمائے گا اللہ کچھ

مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهُ أَيْدِيكُمْ وَرِمَاكُم لِّيَعْلَمَ اللَّهُ

ایک شکار کے حکم سے جس پر پہنچیں ہاتھ تمہارے اور تیرہ کہ معلوم کرے اللہ

مَنْ يَخَافُهُ بِالْغَيْبِ فَمِنَّ اعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَلِكَ فَلَهُ

کون اس سے ڈرتا ہے بن دیکھے پھر جس نے زیادتی کی اس کے بعد تو اس کو

عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۹۴﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ

دکھ کی مار ہے اسے ایمان والو نہ مارو شکار

وَأَنْتُمْ حُرْمٌ ط وَمَنْ قَتَلَهُ مِنْكُمْ مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءٌ مِّثْلُ

جس وقت تم ہو احرام میں اور جو کوئی تم میں اس کو مارے جان کر تو

مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًا

بدلہ ہے اس مارے کے برابر مویشی میں سے وہ ٹھہرائیں دو معتبر تمہارے کہ نیاز

بَلِغِ الْكَعْبَةَ أَوْ كَفَّارَةً ط طَعَامُ مَسْكِينٍ أَوْ عَدْلٌ

بہنچاؤے کعبہ تک یا گناہ کا اتار ہے کئی محتاج کا کھانا یا اس کے برابر

ذَلِكَ صِيَامًا لِّذَوِّ وَق وَبِالْأَمْرِ عَفَا اللَّهُ عَمَّا

روزے کر چکے سزا اپنے کام کی اللہ نے معاف کیا

سَلَفٌ ط وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللَّهُ مِنْهُ ط وَاللَّهُ عَزِيزٌ

جو ہو چکا اور جو کوئی پھر کرے گا اس سے بیرے گا اللہ اور اللہ زبردست

ذُو انْتِقَامٍ ﴿۹۵﴾ أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا

ہے بیرینے والا - حلال ہوا تم کو دریا کا شکار اور اس کا کھانا فائدہ کو

لَكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ط وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ

تمہارے اور مسافروں کے اور حرام ہوا تم پر شکار جنگل کا جب تک رہو

حُرْمًا ط وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿۹۶﴾ جَعَلَ

احرام میں اور ڈرتے رہو اللہ سے جس پاس جمع ہوں گے اللہ نے

اللَّهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ

کیا ہے کعبہ یہ گھر بزرگی کا ٹھہرا لوگوں کے واسطے اور مہینہ

الْحَرَامَ وَالْهَدَىٰ وَالْقَلَايِدَ ذَلِكَ لِتَعْلَمُوا أَنَّ

بردرگی کا اور قربانی لے جانی اور گئے ہیں شکن والیاں یہ اس واسطے کہ تم سمجھو کہ

اللَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَنَّ

اللہ کو معلوم ہے جو کچھ ہے آسمان وزمین میں اور

اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿۹۷﴾ اَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ

اللہ ہر چیز سے واقف ہے جان رکھو کہ اللہ کی مار سخت ہے

الْعِقَابِ وَأَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۹۸﴾ مَا عَلَى الرَّسُولِ

اور اللہ بخشنے والا ہر بان ہے رسول پر ذمہ نہیں

إِلَّا الْبَلَاغُ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا يُبْدُونَ وَمَا تَكْتُمُونَ ﴿۹۹﴾

گمراہی دینا اور اللہ کو معلوم ہے جو ظاہر میں کر دے اور جو چھپا کر

قُلْ لَا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ أَعْجَبَكَ كَثْرَةُ

تو کہہ برابر نہیں گندہ اور پاک اگرچہ تجھ کو خوش لگے گندے

الْخَبِيثِ فَاتَّقُوا اللَّهَ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿۱۰۰﴾

کی ہمنایت سو ڈرتے رہو اللہ سے اے عقلمندو شاید تمہارا بھلا ہو

حکم ہشدرہم متعلق بہ شکار در حالت احرام

قال تعالى يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَبِئْسَ مَا كُنْتُمْ تَفْعَلُونَ... اے... لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (ربط) پچھلے رکوع میں تحریم طیباست اور اعتدال سے ممانعت فرما کر بعض چیزوں یعنی شراب اور جوئے سے اجتناب کا حکم دیا اب اس رکوع میں اُن بعض چیزوں کے از تکاب سے منع فرماتے ہیں جن کی حرمت دائمی نہیں بلکہ بعض احوال کے ساتھ مخصوص ہے جیسے شکار کہ وہ صرف حالت احرام اور حدود حرم کے اندر حرام ہے اس لیے ارشاد فرماتے ہیں کہ احرام میں اور حرم کے اندر شکار کو

مسکینوں پر تقسیم کرے یا اُس غلہ کے برابر روزے ہیں یعنی اگر یہ بھی نہ کر سکے تو جس قدر مسکینوں کو اس کی قیمت کا اناج پہنچتا اُن کی شمار کے مطابق روزے رکھے علامہ کا اس بارہ میں اختلاف ہے کہ آیا اس آیت میں کلمہ اَوْ تَخِیْر کے لیے ہے یا ترتیب کے لیے ہے امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک تَخِیْر کے لیے ہے اور امام احمدؒ اور امام زفرؒ کہتے ہیں کہ ترتیب کے لیے ہے تَخِیْر کا مطلب یہ ہے کہ قاتل صید کو اختیار ہے کہ ان تین باتوں میں سے جو چاہے اختیار کرے اور ترتیب کا مطلب یہ ہے کہ اول ہدی واجب ہے اور اگر ہدی دستیاب نہ ہو سکے تو اس مقتول جانور کی قیمت کے مقدار مسکینوں کو کھانا دینا ہے اور اگر بوجہ افلاس کے کھانا بھی نہ دے سکے تو ہر مسکین کے عوض روزہ رکھے اور یہ جزاء اس لیے واجب کی گئی تاکہ وہ اپنے کیے ہوئے وبال کا مزہ چکھے یعنی یہ اس کے گناہ کی سزا ہے کہ اس نے حالت احرام میں کیوں شکار کیا اللہ نے وہ خطا معاف کی جو اس سے پہلے ہو چکی یعنی نزول حکم سے پہلے یا اسلام لانے سے پہلے زمانہ جاہلیت میں کسی نے یہ حرکت کی تھی تو اس پر کوئی مواخذہ نہیں اور جو شخص پھر ایسی حرکت کرے گا یعنی اس ممانعت کے بعد پھر حالت احرام میں شکار کرے گا تو اللہ اس سے آخرت میں بدلہ لے گا اور اللہ غالب ہے بدلہ لینے والا۔ پس لازم کو چاہیے کہ عزیز منتقم کی ناراضگی سے بچو

تمتہ حکم سابق

حلال کر دیا گیا تمہارے لیے حالت احرام میں دریا کا شکار اور دریا کا طعام دریا کے شکار سے بھلی مراد ہے کہ وہ تمہارے لیے حلال ہے اور دریا کے طعام سے وہ بھلی مراد ہے کہ جو پانی سے جدا ہو کر مر گئی جو تم نے نہیں پکڑی تھی وہ بھی حلال ہے اور یہ حلال کیا جانا تمہارے فائدے کے لیے اور مسافروں کے فائدے کے لیے ہے اگر یہ حلال نہ کیا جاتا تو تم کو اور جو لوگ سفر کرتے ہیں اُن کو سخت تکلیف اٹھانی پڑتی۔

تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ دریا سے ہر ایک پانی مراد ہے خواہ وہ سمندر ہو یا فندقی نالہ یا بھیل یا تالاب ہو اور حرام کر دیا گیا تم پر خشکی اور جنگل کا شکار کرنا جب تک تم احرام کی حالت میں رہو اس سورت میں خدا تعالیٰ نے محرم کے لیے جنگلی شکار کی حرمت تین جگہ بیان کی اول شروع سورت میں فرمایا عَنِ الْمُحِلِّ الصَّيْدِ وَاسْتَنْتَحَرُمْ پھر اس کے بعد اس رکوع کے اول میں فرمایا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاسْتَنْتَحَرُمْ پھر اب تیسری بار فرمایا وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا اس تکرار سے مقصود صرف تاکید ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو جس کی طرف تم سب جمع کیے جاؤ گے جس چیز سے اس نے منع کر دیا اس کو نہ کرو

اور بحالت احرام شکار اس لیے حرام کیا گیا کہ محرم کا مقصد خانہ کعبہ کی زیارت ہے اور اللہ نے خانہ کعبہ کو محترم گھر لوگوں کے قائم اور باقی رہنے کا ذریعہ بنایا ہے دنیا کی آبادی اسی وقت تک ہے جب تک یہ خانہ کعبہ باقی ہے جس وقت خدا تعالیٰ کا ارادہ یہ ہوگا کہ کارخانہ عالم کو ختم کر دیا جائے تو اس بیت حرام کو اٹھالیا جائے گا جیسا کہ بنانے کے وقت سب سے پہلے یہی مکان بنایا گیا تھا اَوَّلُ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ اُسَى طَرَحَ جَبْ دُنْيَا كَا كَارْخَانِ خَتَمَ كِيَا جَانِے گا تو سب سے پہلے خانہ کعبہ کو اٹھالیا جائے گا جب تک خانہ کعبہ باقی ہے اس وقت تک دنیا بھی باقی ہے غرض یہ کہ خانہ کعبہ ایک محترم مکان ہے جس کا ادب اور احترام فرض ہے اس لیے حدود حرم میں اور حالت احرام میں شکار ممنوع قرار دیا گیا اور ماہ حرام کو اور قربانی کے جانوروں کے محلے کے ہاروں کو بھی اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے قیام امن کا ذریعہ بنایا ہے کہ عرب کے لوگ اَشْهُرَ حُرْمٍ یعنی ماہ ذیقعدہ اور ذی الحجہ اور محرم اور جب میں قتل و قتال سے رُک جاتے ہیں اور قربانی کے جانوروں سے کوئی قرض نہیں کرتے کہ یہ اللہ کی نیاں ہیں جو حرم میں ذبح ہوں گے یہ یعنی کعبہ اور ماہ حرام اور ہدی اور قلام کو تمہارے لیے موجب امن قرار دینا اس لیے ہے کہ تم سمجھ جاؤ کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور یہ کہ اللہ ہر شے کو جانتا ہے اور وہ تمہاری دینی اور دنیوی مصالح اور ضروریات سے واقف ہے اس لیے اُس نے ان چیزوں کو واجب الاحترام قرار دیا تاکہ تمہارے لیے قیام امن کا ذریعہ اور جان و مال کی حفاظت کا سبب بنیں خوب جان لو کہ اللہ تعالیٰ نافرمانوں کو سخت سزا دینے والا ہے اور تحقیق اللہ تعالیٰ اہل اطاعت کو بخشنے والا ہر بان ہے ہمارے رسول کے ذمہ سوائے اللہ کا پیغام پہنچا دینے کے اور کچھ نہیں یعنی جب رسول نے تم کو اللہ کا پیغام پہنچا دیا تو اب تمہارا کوئی عذر باقی نہیں رہا اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرو گے تو سزا پاؤ گے اور اللہ خوب جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو یعنی وہ تمہارے ظاہر و باطن سے خبردار ہے (اے نبی) آپ کہہ دیجئے کہ ناپاک اور پاک اور گندہ اور پاکیزہ برابر نہیں یعنی حلال و حرام اور اطاعت اور معصیت اور سعادت اور شقاوت اور مسلم اور کافر برابر نہیں اگرچہ اے دیکھنے والے تمہ کو ناپاک اور گندہ کی ہتھیلی معلوم ہو یعنی اگرچہ تم کو حرام مال کی زیادتی پسند ہو مگر وہ حلال کی برکت کو نہیں پہنچتا گلاب کا ایک قطرہ پیشاب کے ایک مشک سے کہیں بہتر ہے پس اے عقل مند و اللہ سے ڈرو اور اس کی نافرمانی سے بچو تاکہ تم فلاح پاؤ معلوم ہوا کہ عاقل اور نادان وہ ہے جو خدا سے ڈرے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءٍ إِنْ تَبَدَّ

اے ایمان والو مت پوچھو بہت چیزیں کہ اگر تم پر

لَكُمْ تَسْوَعُكُمْ وَإِنْ تَسْأَلُوا عَنْهَا حِينَ يُنْزِلُ الْقُرْآنُ

کھولے تو تم کو بری لگیں اور اگر پوچھو گے جس وقت قرآن اترتا ہے

تُبَدِّلْكُمْ عَفَا اللَّهُ عَنْهَا وَاللَّهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ ۱۰۱

تو کھولی جاویں گی اللہ نے ان سے درگزر کی ہے اور اللہ بخشتا ہے تحمل والا دیسی

سَأَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ أَصْبَحُوا بِهَا كَافِرِينَ ۱۰۲

باتیں پوچھ چکے ہیں ایک لوگ تم سے پہلے پھر سویرے ان سے منکر ہوئے

مُفَاعَلَتُ السُّؤَالَاتِ غَيْرُ ضَرُورِيَّةٍ

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءٍ... اے... ثُمَّ أَصْبَحُوا بِهَا كَافِرِينَ (ربط) پچھلے دور کو رخ میں احکام منزلہ میں غلو اور تساہل سے منع فرمایا اب ان آیات میں غیر ضروری اور لایعنی سوالات کی ممانعت فرماتے ہیں اور مطلب یہ ہے کہ تبلیغ دین رسول کا فریضہ ہے شریعت کے نازل کرنے سے مقصود ہی بیان احکام ہے پس جن امور کا شریعت نے صراحت کوئی حکم بیان نہیں کیا اُن کے متعلق فضول اور دور از کار سوالات مت کر دو جس طرح شریعت کا بیان موجب ہدایت و بصیرت ہے اسی طرح شریعت کا سکوت بھی ذریعہ رحمت و سہولت ہے معاذ اللہ خدا تعالیٰ کا سکوت بہو اور نسیان کی بناء پر نہیں بلکہ کمال حکمت پر مبنی ہے جس چیز کو اُس نے حلال یا حرام کیا وہ حلال یا حرام ہو گئی اور جس چیز سے سکوت کیا اس میں گنجائش رہی اور مجتہدین کو اس میں اجتہاد کا موقع ملا اور لوگوں کے لیے اس کے فعل اور ترک میں ایک گونہ سہولت نکلی لہذا اگر تم نے زمانہ نزول وحی میں اس قسم کے لایعنی سوالات کیے تو بہت ممکن ہے کہ بذریعہ وحی کوئی ایسا حکم نازل ہو جائے کہ جس سے تمہاری سہولت اور اباحت ختم ہو جائے اور تم مشقت میں پڑ جاؤ اور اجتہاد کی گنجائش باقی نہ رہے لہذا زمانہ نزول وحی میں اس قسم کے فضولی سوالات سے غایت درجہ احتیاط ضروری ہے البتہ زمانہ رسالت گذر جانے کے بعد کتاب و سنت کی روشنی میں دینی مسائل کی چھان بین کی ممانعت نہیں کیونکہ اب اگر کوئی جدید حکم دیا جائے گا تو وہ کتاب و سنت سے قیاسی و استنباطی ہوگا جس سے وحی منزل کی طرح قطعی طور پر کوئی حلال چیز حرام یا حرام چیز حلال نہیں ہو سکتی اگلی امتیں اسی کثرت سوال کی بدولت بہت سختیوں اور مصیبتوں میں گرفتار

ہو چکی ہیں بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ سے گائے کی تشریح میں لایعنی سوالات کیے اور سختی میں مبتلا ہوئے جس کا بیان سورۃ بقرہ میں گذر چکا۔

چنانچہ شاہ عبدالقادرؒ اس آیت کے فائدہ میں لکھتے ہیں یعنی آپ سے نہ پوچھو کہ یہ چیز روا ہے یا نہیں یہ کام کریں یا نہ کریں بلکہ جو فرمایا اس پر عمل کرو نہ فرمایا اسکو معاف جانو اس میں دین آسان رہے اور جو ہر بات کا جواب آوے تو دین تنگ ہو جائے پھر عمل نہ کر سکو جیسے اگلے نہ کر سکے پھر (آئندہ آیت میں) کفر کی رہیں بتائیں کہ پوچھنے کی حاجت نہیں جو اللہ نے نہ فرمایا وہ بے اصل ہے اور اسی طرح بے فائدہ باتیں پوچھی کسی نے پوچھا میرا باپ کون تھا یا میری عورت گھر میں کس طرح ہے اگر یہ غیر جواب دے شاید برا جواب آوے اور پشیمان ہو“ (موضع القرآن)

اے ایمان والو ایمان کا مقتضی یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے ادب کو ملحوظ رکھو اور اس کے احکام میں پیش قدمی نہ کرو یعنی ایسی فضول اور لایعنی باتوں کے متعلق سوال نہ کرو کہ شاید اگر وہ تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تم کو بری معلوم ہوں گی اس لیے کہ اول تو لایعنی اور فضول سوال کرنا جرات اور جسارت اور گستاخی ہے اور سراسر خلاف ادب ہے جو حکم آجائے اس پر عمل کرو جو نہ آئے خاموش رہو علاوہ ازیں ممکن ہے کہ تمہارے سوال کے بعد رسولؐ ایسی بات بیان کرے جو تمہارے لئے باعث ناگواری اور موجب شرمساری ہو یا سبب گرانی ہو کہ تمہارے سوال کی وجہ سے وہ چیز تم پر فرض ہو جائے اور پھر تم کو اس پر عمل کرنا دشوار ہو پس تمہارا پوچھنا فضول ہے اللہ کا رسولؐ خود بیان کرے گا اور اگر تم ان باتوں کے متعلق اس وقت سوال کرو گے جب کہ قرآن نازل ہو رہا ہے تو وہ باتیں تم پر ظاہر کر دی جائیں گی یعنی جب تک رسول اللہؐ میں موجود ہیں اور وحی کا سلسلہ جاری ہے اس وقت تک اگر تم کوئی بات پوچھو گے تو اس کا جواب تم کو ضرور دیا جائے گا پس ایسی بات نہ پوچھو جس کا جواب تم کو ناگوار معلوم ہو ان سوالات سے پہلے جو سوالات تم کر چکے ہو ان کو اللہ نے معاف کیا آئندہ نہ کرنا اور اللہ بخشنے والا بردبار ہے مواخذہ میں جلدی نہیں کرتا ایسی ہی باتیں تم سے پہلے لوگوں نے پوچھیں اور پھر ان سے منکر ہو گئے جیسے قوم صالح نے صالح علیہ السلام سے سوال کیا کہ پتھر سے ناقہ نکالو جب خدا نے ان کا سوال پورا کر دیا تو وہ اس معجزہ کے منکر ہو گئے اور دشمنی کو انہوں نے ذبح کر ڈالا اور بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے بہت سے سوال کیے اور جب بتائے گئے تو تجھیں نکالنی شروع کیں اور عیسیٰ علیہ السلام کی قوم نے مائدہ کا سوال کیا اور پھر اس کی ناشکری کی اور انجام بھگتا۔



مَا جَعَلَ اللَّهُ مِنْ بَحِيرَةٍ وَلَا سَائِبَةٍ وَلَا وَصِيلَةٍ

نہیں ٹھہرایا اللہ نے بحیرہ اور نہ سائبہ اور نہ وصیلہ

وَلَا حَامٍ وَلَكِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ

اور نہ حامی اور لیکن کافر باندھتے ہیں اللہ پر

الْكُذِبَ وَآكَثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ۝۱۰۳ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ

جھوٹ اور اُن میں بہتوں کو عقل نہیں اور جب کہیں ان کو

تَعَالَوْا إِلَى مَا أَنزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ قَالُوا حَسْبُنَا

آؤ اس طرف جو اللہ نے نازل کیا اور رسول کی طرف کہیں ہم کو کفایت ہے

مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا وَتَوَكَّأَ آبَاؤُهُمْ لَا

جس پر پایا ہم نے اپنے باپ دادوں کو بھلا اگر ان کے باپ نہ علم رکھتے

يَعْلَمُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ ۝۱۰۴

ہمیں کچھ اور نہ راہ جانتے تو بھی

حکم نوزد ہم ابطال بعض رسوم شرکیہ و اقوال کفریہ

قال الله تعالى مَا جَعَلَ اللَّهُ مِنْ بَحِيرَةٍ اسے وَلَا يَهْتَدُونَ
 (ربط، شریعہ پارہ میں نذر اور قسم کے ذریعہ حلال اور طیب کو اپنے اوپر حرام کرنے کی ممانعت
 فرمائی اور گزشتہ رکوع میں لایینی سوالات کی ممانعت فرمائی کہ مبادا لوگوں کے سوال کی وجہ سے
 کوئی چیز حرام نہ کر دی جائے ان آیات میں رسوم جاہلیت کا ابطال فرماتے ہیں اور اہل جاہلیت
 کی گمراہی کو بیان کرتے ہیں کہ ان جاہل مشرکوں نے بغیر حکم خداوندی اپنی طرف سے بہت سی چیزیں
 اپنے اوپر حرام کر لیں اور پھر ان کی دلیری دیکھو کہ ان کو خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیا یہ محض افتراء
 ہے اور ان بے عقلوں کی چہالت اس درجہ پہنچ چکی ہے کہ جب ان سے یہ کہا جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ
 کے احکام پر چلو تو جواب میں یہ کہتے ہیں کہ ہم تو اپنے باپ دادا کے طریقہ پر چلیں گے چنانچہ فرماتے

ہیں اللہ نے نہ تو ہجرہ مشروع کیا نہ سائبہ اور نہ وصیلہ اور نہ حام ولیکن کافر لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں کہ یہ رسوم اللہ کی مقرر کردہ ہیں اور اللہ ان سے خوش ہوتا ہے اور ان میں کے اکثر بے عقل ہیں ہجرہ اور سائبہ اور وصیلہ اور حام یہ سب زمانہ جاہلیت کی رسوم ہیں مشرکین عرب میں یہ دستور تھا کہ اگر اونٹنی پانچ بچے جنتی اور اس کا پانچواں بچہ نہ ہوتا تو اس کے کان چیر کر اس کو بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے نہ اس سے سواری لیتے اور نہ اس کو ذبح کرتے اور نہ اس پر بوجھ لادتے اور نہ اس کو کسی پانی اور چراگاہ سے روکتے وہ جہاں چاہتی چرتی پھرتی اس اونٹنی کو وہ لوگ ہجرہ کہتے تھے اور اگر کوئی سفر میں جاتا یا بیمار ہوتا تو یہ کہتا کہ اگر میں اپنے سفر سے واپس آیا یا میں نے اپنی اس بیماری سے شفا پائی تو میری یہ اونٹنی سائبہ ہے یعنی آزاد ہے جہاں چاہے پھرے اب یہ اونٹنی سواری اور بار برداری کی مشقت سے آزاد ہے تو وہ اونٹنی سائبہ (آزاد) ہو جاتی اور اس کا حکم وہی ہو جاتا جو ہجرہ کا حکم تھا اس زمانہ کا سائبہ ایسا ہے جیسا کہ اس زمانہ میں ہندو لوگ سانڈ چھوڑتے ہیں اور وصیلہ وہ بکری ہے کہ جو مادہ جننے کے بعد پھر دوبارہ مادہ جننے اور درمیان میں نہ بچہ پیدا نہ ہوا ہو اسکو بھی بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے اور بعض علماء کا قول یہ ہے کہ وصیلہ اس بکری کو کہتے ہیں جو اپنی ماں کے ساتویں بطن سے اپنے بھائی کے ساتھ پیدا ہو تو ایسی بکری کو ذبح نہ کرتے تھے اور حام اس شترز کو کہتے ہیں کہ جس کی جھتی سے دس بچے پیدا ہو چکے ہوں ایسے اونٹ کو بھی اہل عرب سواری وغیرہ کی خدمت سے آزاد کر دیتے تھے اور بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے گویا کہ اس نے اپنی پشت کی حمایت اور حفاظت کر لی اس لیے اسکو حام یعنی حامی کہتے تھے۔

یہ بدرسمیں مشرکین عرب میں مدتوں سے چلی آتی تھیں اور ان کی نسبت ان کا یہ اعتقاد تھا کہ خدا تعالیٰ نے ان رسوم کو مشروع کیا ہے خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ سب جھوٹ اور افتراء ہے خدا تعالیٰ نے ان رسوم کو ہرگز مشروع نہیں کیا ان کے بڑوں نے خدا پر بہتان باندھا اور عوام کا لالچام لالچام سے قبول کر لیا۔

الغرض ان آیات میں اس بات کی تنبیہ کر دی گئی کہ جس طرح فضول اور لایعنی سوالات کے احکام شرعیہ میں تنگی اور سختی کا سبب بننا جرم ہے اس سے کہیں بڑھ کر یہ جرم ہے کہ اپنی رائے سے حلال و حرام تجویز کرے اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جہالت کو چھوڑو اور اس کی طرف آؤ جو اللہ نے اتارا ہے اور رسول کی طرف آؤ اور اس کی اطاعت کرو تو جواب میں یہ کہتے ہیں کہ ہم کو وہی دین کافی ہے جس پر ہم نے اپنے بڑوں اور بزرگوں کو پایا ہے یعنی ہم اپنے بزرگوں کو چھوڑ کر تمہاری اطاعت کیوں کریں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کیا ان کے لیے ان کا آبائی دین کافی ہے اگرچہ ان کے آباء و اجداد نہ کچھ علم رکھتے ہوں اور نہ ہدایت پر ہوں مطلب یہ ہے کہ تقلید اور پیروی ایسے شخص کی کرنی چاہیے جو علم اور ہدایت پر ہو اور تمہارے آباء و اجداد تو جاہل اور گمراہ تھے انہیں

حق اور باطل کی تمیز نہ تھی اُن کے پیچھے کیوں چلتے ہو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَن

اے ایمان والو تم پر لازم ہے فکر اپنی جان کی تمہارا کچھ نہیں بگاڑتا

ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ إِلَى اللَّهِ فَرْجِعْكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُمْ

جو کوئی بہکا جب تم ہوئے راہ پر اللہ پاس پھر جانا ہے تم سب کو پھر جتنا دیکھا

بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۱۰۵﴾

جو کچھ تم کرتے تھے

حکم بستم متعلق بحفاظتِ دین خود

قال تعالیٰ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ... اے... بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ
 (ربط) گزشتہ آیات میں کفار اور مشرکین کی جہالتوں کو بیان فرمایا اب اس آیت میں مسلمانوں کو ہدایت
 فرماتے ہیں کہ تم ان معاذین کی فکر میں نہ پڑو تم اپنی ہدایت کی فکر کرو تم اُن کی اصلاح کی جو کوشش کر
 سکتے تھے وہ کر چکے اب اگر یہ لوگ تمہارا کہنا نہیں مانتے اور تمہاری نصیحتوں کو نہیں سنتے اور اپنے عناد
 اور ضد اور جہالتوں اور ضلالتوں سے باز نہیں آتے تو تمہارا کچھ نقصان نہیں اس آیت کا یہ مطلب
 نہیں کہ کسی کو برا کام کرتے دیکھا جائے تو اس کو منع نہ کیا جائے کہ ہمیں اس کی برائی کیا نقصان کرے
 گی بلکہ مطلب یہ ہے کہ تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرو اس کے بعد بھی اگر کوئی ضد اور عناد
 اور ہٹ دھرمی سے اپنی گمراہی پر جما رہے تو پھر اس کی گمراہی تمہیں نقصان نہیں پہنچائے گی کیونکہ
 تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کر چکے پس اے ایمان والو اگر وہ لوگ تمہارے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو نہیں سنتے تو تم اپنے
 نفسوں کو بچالو اور اپنے دین کی فکر کرو اور انکی فکر چھوڑ دو جو شخص باوجود تمہاری نصیحت اور تعلیم کے گمراہ ہو گا وہ تمہیں کوئی ضرر
 نہیں پہنچا سکے گا بشرطیکہ تم خود راہ ہدایت پر ہو یعنی جب تم خود ہدایت پر ہو گئے اور
 دوسرے لوگوں کو سمجھاتے رہے اور وہ تمہارے سمجھانے سے ہدایت پر نہ آئے تو تمہارے
 ذمہ کوئی الزام نہیں یا یہ معنی ہیں کہ جب تم ہدایت پر ہو تو گو کافر تمہارے کیسے ہی دشمن ہوں
 وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے تم سب کا اخیر ٹھکانہ اللہ ہی کی طرف ہے سو وہ تم کو اُن تمام باتوں

سے آگاہ کر دیگا کہ جو تم کرتے تھے یعنی تمہارے نیک و بد اعمال کی جزا و دیکھا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا شَهَادَةٌ بَيْنَكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ

اے ایمان والو! گواہ تمہارے اندر جب پہنچے کسی کو تم میں

الْمَوْتُ حِينَ الْوَصِيَّةِ اثْنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ أَوْ

موت جب لگے وصیت کرنے دو شخص معتبر چاہیں تم میں سے یا

آخَرِينَ مِنْ غَيْرِكُمْ إِنْ أَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ

دو اور ہوں تمہارے سوا اگر تم نے سفر کیا ہو ملک میں

فَأَصَابَتْكُمُ مُّصِيبَةُ الْمَوْتِ تَحْسَبُونَهُمَا مِنْ بَعْدِ

پھر پہنچے تم پر مصیبت موت کی دونوں کو کھڑا کر دو

الصَّلَاةِ فَيُقْسِمُنَّ بِاللَّهِ إِنْ أَرْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِي بِهِ

نماز کے پھر وہ قسم کھاویں اللہ کی اگر تم کو شبہ پڑے کہیں ہم نہیں بیچتے

ثَمَنًا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللَّهِ إِنَّا

قسم مال پر اگر چہ کسی کو ہم سے قربت ہو اور ہم نہیں بچھاتے اللہ کی گواہی نہیں

إِذَا لَيْنَ الْأَشْيَافِ ۚ ۝۱۶ فَإِنْ عَثَرَ عَلَىٰ أَنَّهُمَا اسْتَحَقَّا

تو ہم گمہ گار ہیں پھر اگر خبر ہو جادے کردہ دونوں

إِثْمًا فَأَخْرَجَ يَقُومُنَّ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِينَ اسْتَحَقَّ

حق دبا گئے گناہ سے تو دو اور کھڑے ہوں انکی جگہ کہ جن کا حق دبا ہے

عَلَيْهِمُ الْأُولَىٰ ۚ فَيُقْسِمُنَّ بِاللَّهِ لَشَهَادَتُنَا أَحَقُّ مِنْ

ان میں جو بہت نزدیک ہیں پھر قسم کھاویں اللہ کی کہ ہماری گواہی تحقیق ہے

شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَا إِنَّا إِذَا الْمُنَ الظَّالِمِينَ ①

ان کی گواہی سے اور ہم نے زیادہ نہیں کہا نہیں تو ہم بے انصاف ہیں

ذَلِكَ أَدْنَىٰ أَنْ يَأْتُوا بِالشَّهَادَةِ عَلَىٰ وَجْهِهَا أَوْ

اس میں لگتا ہے کہ شہادت ادا کریں راہ پر یا

يَخَافُونَ أَنْ تُرَدَّ أَيْمَانٌ بَعْدَ أَيْمَانِهِمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ

ڈریں کہ الٹی پڑے گی قسم ہماری اُن کی قسم کے بعد اور ڈرتے رہو اللہ سے

وَأَسْمَعُوا وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ②

اور سن رکھو اور اللہ راہ نہیں دیتا بے حکم لوگوں کو

حکم بست ویکم متعلق بہ وصیت و شہادت

قال تعالى يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اشْهَدُوا بَيْنَكُمْ... ۱۔۔۔ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ (ربط) گذشتہ آیت میں حفاظتِ دین کا حکم تھا اس آیت میں حفاظتِ مال کا طریقہ تعلیم فرماتے ہیں کہ مرتے وقت کسی کو دُھی اور گواہ بنالینا چاہیے پہلی آیت میں دینی مصلحت کے متعلق حکم تھا اور اس آیت میں دنیوی مصلحت کے متعلق حکم ہے۔

یاریوں کہو کہ گذشتہ آیت میں یہ بیان تھا کہ مرنے کے بعد خدا تعالیٰ کی طرف لوٹائے جاؤ گے اور مال کا حساب دینا پڑے گا اب اس آیت میں ارشاد فرماتے ہیں کہ مرنے سے پہلے تم کو وصیت کر دینی چاہیے اور اس پر کسی کو گواہ بنالینا چاہیے تاکہ حق ضائع نہ ہو لہذا اس کے متعلق ہدایت فرماتے ہیں۔

ان کہنتوں کا شان نزول ایک واقعہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پیش آیا وہ واقعہ یہ ہے کہ تخیم بن اوس داری اور عدی بن براء جو اس وقت دونوں نصرانی تھے بغرض تجارتِ مدینہ سے شام گئے اور ان کے ساتھ بدیل مولیٰ عمرو بن العاص بھی تھے جو مسلمان تھے بدیل وہاں جا کر بیمار ہو گئے اس لیے انہوں نے اسی بیماری کی حالت میں اپنے کل مال کی جو ان کے پاس تھا ایک فہرست لکھی اور اس کو اپنے اسباب میں

رکھ دیا اور اپنے دونوں نصرانی ساتھیوں سے اُس کا ذکر نہ کیا جب اُن کا مرض سخت ہو گیا اور مرنے لگے تو انہوں نے اپنا مال تیمم اور عدی کے سپرد کیا اور یہ وصیت کی کہ جب تم مدینہ واپس جاؤ تو میرا یہ کل سامان میرے وارثوں کو پہنچا دینا پھر بدیل مر گئے اور وہ دونوں نصرانی اپنے کام سے فارغ ہو کر مدینہ واپس آئے اس مال میں ایک چاندی کا پیالہ بھی تھا جس پر سونے کا جھول چڑھا ہوا تھا اور اس میں تین سو مثقال چاندی تھی ان نصرانیوں نے وہ پیالہ تو مال میں سے غائب کر لیا اور باقی کل مال بدیل کے وارثوں کو لاکر دے دیا وارثوں نے جب اس مال کی دیکھ بھال کی تو اس میں سے اُن کو ایک فہرست برآمد ہوئی جس میں ہر چیز کی تفصیل تھی جب اس فہرست کے مطابق انہوں نے مال کی جانچ پڑتال کی تو اس میں اُن کو وہ چاندی کا پیالہ نہ ملا وہ لوگ تیمم اور عدی کے پاس گئے اور اُن سے پوچھا کہ کیا بدیل نے بیماری کی حالت میں اپنا مال فروخت کر دیا تھا انہوں نے کہا کہ نہیں وارثوں نے کہا کہ ہم کو اس سامان میں ایک فہرست مل رہی ہے جس میں اس کے کل مال اور اسباب کی تفصیل ہے اس فہرست کے مطابق ہم کو ایک چاندی کا پیالہ نہیں ملتا جس پر سونے کا جھول تھا اور اس میں تین سو مثقال چاندی تھی انہوں نے کہا کہ ہم کو کچھ معلوم نہیں جو چیز اس نے ہمارے سپرد کی تھی وہ ہم نے تمہارے سپرد کردی وارثوں نے یہ معاملہ اور یہ مقدمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا مگر وہ دونوں اپنے انکار پر قائم رہے اور چونکہ مدعیین یعنی اولیاء میت کے پاس خیانت کے کوئی گواہ نہ تھے اس لیے تیمم اور عدی سے قسمیں لی گئیں کہ ہم نے اس مال میں کوئی خیانت نہیں کی کیونکہ وہ دونوں نصرانی اس مقدمہ میں مدعی علیہ تھے اس لیے اُن نے قسمیں لی گئیں اور وہ بھوٹی قسمیں کھا گئے اور قصہ ختم ہو گیا کچھ دنوں کے بعد کہیں سے وہ پیالہ پکڑا گیا جس کے پاس پیالہ ملا اس سے دریافت کیا گیا کہ تیرے پاس یہ پیالہ کہاں سے آیا اس نے کہا کہ یہ پیالہ میں نے تیمم اور عدی سے خریدا ہے اب دوبارہ یہ مقدمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش ہوا اس وقت یہ دونوں نصرانی خریداری کے مدعی بن گئے اور یہ کہنے لگے کہ ہم نے یہ پیالہ اس کے مالک سے یعنی اُس میت سے خرید لیا تھا لیکن چونکہ ان کے پاس خریداری کے گواہ نہ تھے اور ورثہ خریداری کے منکر تھے اس لیے اب آپ نے اُن کے بجائے وارثوں سے قسمیں لیں وارثوں میں سے دو شخصوں نے جو میت کے قریب تھے قسم کھائی کہ پیالہ میت کی ملک تھا اور یہ دونوں نصرانی اپنی قسم میں جھوٹے ہیں چنانچہ جس قیمت پر انہوں نے وہ پیالہ فروخت کیا تھا (ایک ہزار درہم) وہ رقم وارثوں کو دلائی گئی اور قصہ ختم ہوا اس بارہ میں خدا تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل کیں اے مسلمانو! تمہارے درمیان گواہی (کا نصاب) جب کہ تم میں کسی کو موت آپہنچے یعنی وصیت کا وقت آپہنچے تو ایسی حالت میں کہ جب مال ورثہ کے سپرد کرنے کی ضرورت ہو تو گواہی کا نصاب ایسے دو شخص

ہیں جو ثقہ اور معتبر ہوں اور تم میں سے ہوں یعنی مسلمان ہوں مطلب یہ ہے کہ جو شخص مرتے وقت اپنے ورثہ کے متعلق بیخبروں کو وصیت کرنا چاہے اور اپنا مال و متاع اُن کے حوالہ کرنا چاہے تو اس کو چاہیے کہ مسلمانوں میں سے دو معتبر شخصوں کو وصیت کرے تاکہ وہ اس کی وصیت کو پورا کریں اور اس کے مال میں خیانت نہ کریں یا اگر مسلمان نہ ملیں تو تمہارے غیروں یعنی کفار میں سے دو شخص گواہ بنالیے جائیں اگر تم سفر کی حالت میں ہو پھر تمہیں اس غربت میں موت کی مصیبت آپہنچے اور اس مسافرت کی حالت میں تمہارے رفیق سفر سب کافر ہیں مسلمان کوئی نہیں تو انہی میں دو شخصوں کو اپنا وصی بنا لو ایسی حالت میں کہ جب مسلمان نہ ہو تو غیر مسلم کو وصی بنانا جائز ہے پھر ان غیر مسلم اوصیاء کا حکم یہ ہے کہ اے وارثو! اگر تم کسی وجہ سے ان کی امانت اور صداقت کے بارہ میں شک اور تردد میں پڑ جاؤ اور تمہیں ان اوصیاء کے متعلق خیانت کا گمان ہو تو ان دونوں غیر مسلموں کو عصر کی نماز کے بعد روک لو پھر وہ دونوں مجمع عام میں قسم کھائیں اور قسم کے ساتھ یہ کہیں کہ ہم اس قسم کے عوض میں کسی قسم کا مال نہیں چاہتے اگرچہ وہ شخص جس کے نفع کے لیے ہم گواہی دے رہے ہیں ہمارا قریبی رشتہ دار کیوں نہ ہو یعنی ہم جھوٹی گواہی اپنے رشتہ داروں کے لیے بھی نہیں دیتے غیر کے لیے تو کیا دیں گے اور ہم اللہ کی قسم کی فرض کی ہوئی گواہی کو نہیں چھپاتے اگر ہم ایسا کریں گے تو بے شک ہم گنہگاروں میں سے ہوں گے پھر اگر بعد میں کسی طریقہ سے یہ اطلاع ملے کہ وہ دونوں شاہد یعنی وصی گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں یعنی انہوں نے میت کے مال میں خیانت کی ہے اور جھوٹی قسم کھائی ہے تو دو اور شخص ان کی جگہ قسم کھانے کے لیے کھڑے ہوں ان لوگوں میں سے جن کا ان دونوں نے حق دیا یا ہے یعنی میت کے ورثہ میں سے دو شخص کھڑے ہوں جو میت کے سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار ہوں پھر وہ اللہ کی قسم کھا کر یہ کہیں کہ بے شک ہماری شہادت ان کی شہادت سے زیادہ معتبر ہے اور ہم نے اپنی اس قسم میں کسی قسم کی کوئی زیادتی نہیں کی اگر ہم نے ایسا کیا ہو تو بے شک ہم ظالموں میں سے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی تو بدین کے دو وارث کھڑے ہوئے اور عصر کے بعد انہوں نے یہ قسم کھائی کہ یہ دونوں شخص جھوٹے اور خائن ہیں اور ہماری شہادت ان کی شہادت سے زیادہ معتبر ہے تب اس پیالہ کی قیمت اُن نصرانیوں سے لے کر ان کو دلائی گئی جب اس واقعہ کے بعد تیمم داری اسلام لے آئے تو کہا کرتے تھے کہ بے شک اللہ اور اس کا رسول سچا ہے میں نے پیالہ لیا تھا اب میں اپنے اس گناہ سے توبہ کرتا ہوں اور اللہ سے معافی مانگتا ہوں شہادت کا یہ طریقہ جو ان آیات میں مذکور ہوا یہ اس امر کے بہت زیادہ قریب اور نزدیک ہے کہ لوگ صحیح طریقہ پر شہادت دیا کریں یا وہ اس بات سے ڈریں کہ ان کی قسموں کے بعد دارثوں پر قسمیں لٹائی جائیں گی یعنی انہیں یہ اندیشہ ہوگا کہ اگر ہم نے جھوٹی قسم کھائی تو ہمارے بعد ورثہ دے قسم لی جائے گی اور ورثہ قسم کھا کر ہماری قسم کو بے اعتبار بنا دیں گے اس اندیشہ اور خیال سے وہ جھوٹی

قسم پر جرات نہ کریں گے اور اسے لوگوں قسم کھانے میں اللہ سے ڈرتے رہیں اور اللہ کا حکم سنو اور جو اللہ کا حکم نہ سنے وہ فاسق ہے اور اللہ فاسقوں کو توفیق نہیں دیتا یعنی جو لوگ امانت میں خیانت کرتے ہیں اور جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں وہ اللہ کی توفیق سے محروم ہو جاتے ہیں اللہ تعالیٰ اُن کو ہدایت نہیں دیتا بلکہ انکو اُنکی گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے تاکہ قیامت اسکی سزا پائیں۔

✽ ✽ ✽

يَوْمَ يَجْمَعُ اللَّهُ الرُّسُلَ فَيَقُولُ مَاذَا أَجَبْتُمُ قَالَوَالَا

جس دن اللہ جمع کرے گا رسول پھر کہے گا تم کو کیا جواب دیا بولیں گے ہم کو

عَلِمَ لَنَا ط إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ۝ اِذْ قَالَ اللَّهُ

خبر نہیں تو ہی ہے چھپی بات جانتا جب کہے گا اللہ

يَعِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِي عَلَيْكَ وَعَلَىٰ

اے عیسیٰ مریم کے بیٹے یاد کر میرا احسان اپنے اوپر اور اپنی

وَالِدَتِكَ اِذْ آتَيْنَاكَ بِرُوحِ الْقُدُسِ تَكْلِمُ النَّاسِ

ماں پر جب مدد کی میں نے تجھ کو روح پاک سے تو کلام کرتا لوگوں سے

فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا ۚ وَاِذْ عَلَّمْنَاكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ

گود میں اور بڑی عمر میں اور جب سکھائی میں نے تجھ کو کتاب اور ہکمی باتیں

وَالتَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ ۚ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ

اور توریت اور انجیل اور جب تو بناتا مٹی سے جانور کی صورت

الطَّيْرِ بِأَذْنِي فَتَنْفُخُ فِيهَا فَتَكُونُ طَيْرًا بِأَذْنِي وَ

میرے حکم سے پھر دم مارتا اس میں تو ہو جاتا جانور میرے حکم سے اور

تَبْرِئُ الْأَكْمَةِ وَالْأَبْرَصَ بِأَذْنِي ۚ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتَىٰ

چنگا کرتا ماں کے پیٹ کا اندھا اور کوڑھی کو میرے حکم سے اور جب نکال کھڑے کرتا مرد

يَا ذِيْنِي وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِيْ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ

میرے حکم سے اور جب روکا میں نے بنی اسرائیل کو تجھ سے جب تو لایا ان پاس

يَا بُيُوتٍ فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَا اِلَّا

نشانیاں تو کہنے لگے جو کافر تھے ان میں اور کچھ نہیں یہ

سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۱۱۰

جادو ہے صریح

خاتمہ احکام سُورَتِ بَرْتَذَكِيْرٍ اَخْرَجَتْ ذِكْرَ اَنْعَامَاتٍ وَ اِحْسَانَاتِ
خُدَاوندانِ اَمْرِ عِيْسَى عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ بَرائے اثباتِ عِبْدِيَّتِ اثباتِ رسالتِ

قال تعالى يَوْمَ يَجْمَعُ اللهُ الرُّسُلَ... اے اِنْ هٰذَا اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۱۱۰
(ربط) قرآن مجید میں حق تعالیٰ کی یہ عادت ہے کہ شرائع اور احکام کے بیان کے بعد یا تو اپنی ذات
وصفات یا انبیاء کرام کے احوال یا قیامت کے احوال بیان فرماتے ہیں تاکہ خدا تعالیٰ کی عظمت اور
جلال اور آخرت کا تذکرہ اور استحضار امثال احکام میں ممد اور معاون ہو اس لیے ختمِ سورت پر
قیامت کا حال ذکر فرمایا کہ اس دن تمام انبیاء مجتمع ہوں گے اور اُن کی قوموں اور امتوں کی زبر
اور تویخ کے لیے اُنہی کے سامنے علی رؤس الاشهاد سवाल و جواب ہوں گے تاکہ امتیں سن
لیں اور دُر جایت جیسا کہ قرآن کریم میں ہے وَاِذَا الْمَوْؤُودَةُ سُئِلَتْ بِاَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ بولہ کی
زندہ گاڑی گئی تھی اس سے سوال ہو گا کہ کس گناہ پر ماری گئی تو سवाल تو موردہ سے ہو گا مگر اس
سवाल سے مقصود وَاَيْدٍ (یعنی زندہ گاڑنے والے) کی تویخ اور سرزنش ہو گی اسی طرح قیامت کے
دن جو انبیاء کرام سے سवाल ہو گا تو اس سے مقصود امتوں اور قوموں کی تویخ اور سرزنش ہو گی
حق جل شانہ نے ان آیات میں بالا جمال تمام انبیاء سے سवाल کا ذکر فرمایا اور اس کے بعد
خاص طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرمایا جن کو عیسائیوں نے خدا مٹھرا رکھا ہے کیونکہ
اوپر سے سلسلہ کلام اہل کتاب کے غلو اور افراط اور تفریط کے متعلق چلا آ رہا ہے اس لیے حق
تعالیٰ نے ان آیات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اپنے انعامات اور احسانات کا ذکر فرمایا

اس تذکرہ سے اصل مقصود تو نصاریٰ کے عقائد کی تردید ہے جو انہیں خدا اور خدا کا بیٹا سمجھتے ہیں اس لیے کہ دوسری امتوں کا کفر انبیاء کرام کی ذات تک محدود تھا اور نصاریٰ کا کفر حق نبوت سے تجاوز کر کے خدا تعالیٰ کی حد تک پہنچ چکا تھا اس لیے کہ خداوند قدوس کے لیے بیٹا تجویز کرنا بارگاہ خداوندی میں ایسی عظیم گستاخی ہے کہ جس سے آسمان وزمین کے پھٹ جانے کا اندیشہ ہے اس لیے ان آیات میں اصل مقصود تو نصاریٰ کی تردید ہے اور ساتھ ہی ساتھ یہودی کی بھی تردید و تکذیب ہے کہ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت و رسالت کے منکر ہیں حق تعالیٰ نے ان آیات میں حضرت عیسیٰ پر اپنے انعامات و احسانات کا ذکر فرمایا جس سے ایک طرف قرآن کا بندہ اور محتاج خدا ہونا ثابت ہوا اس لیے کہ انعام و احسان اور تائید روح القدس اور حفاظت جبریلی اور نزول ماخذہ کی ضرورت بندہ کو ہے نہ کہ خدا تعالیٰ کو اور دوسری طرف اُن کا برگزیدہ خدا ہونا ظاہر ہو گیا اس طرح سے یہود اور نصاریٰ کے غلو اور افراط و تفریط دونوں کی تردید ہو گئی اور اس تذکرہ اور حکایت سے مقصود یہ ہے کہ یہ منکر نصاریٰ اور یہود دونوں اپنے اپنے کفر اور عناد سے باز آجائیں چنانچہ فرماتے ہیں یاد کرو اُس ہولناک دن کو کہ جس دن اللہ تعالیٰ کافروں کے الزام کے لیے رسولوں کو جمع کرے گا پھر ان رسولوں سے پوچھے گا کہ تم کو تمہاری امتوں کی طرف سے کیا جواب دیا گیا تھا یعنی جب تم نے ان کو خدا کی طرف بلایا تو انہوں نے تمہاری دعوت کا کیا جواب دیا اُسے قبول کیا یا رد کیا اس سوال کرنے سے خدا تعالیٰ کا مقصود منکرین اور مکذبین کو توہین کرنا ہو گا پیغمبر جواب میں کہیں گے ہمیں حقیقت حال کا علم نہیں تحقیق آپ ہی تمام غیہوں کے جانتے والے ہیں ظاہر و باطن سب تجھ ہی پر روشن ہے ہم تو صرف ظاہر ہی کو کچھ جان لیتے ہیں ہم تیرے سامنے کیا بیان کریں ہمارا علم تیرے علم کے سامنے کوئی چیز نہیں بلکہ بمنزلہ عدم علم کے ہے اور اسی دن جب تمام پیغمبر جمع ہوں گے عیسیٰ علیہ السلام کو بلا کر اُن سے اللہ تعالیٰ یہ فرمائیں گے اے عیسیٰ مریم کے بیٹے میرے اس انعام اور احسان کو یاد کر جو تجھ پر اور تیری ماں پر ہیں قیامت کے دن ان احسانات کے یاد دلانے سے یہودیوں اور عیسائیوں کی زجر اور توہین مقصود ہو گی یعنی ان انعامات اور احسانات کو یاد دلا کر ان پر یہ امر ظاہر کیا جائے گا کہ دنیا میں عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں دونوں گروہ غلطی پر تھے عیسیٰ خدا کے بندے ہیں اور خدا تعالیٰ ان کا محسن ہے اُن میں جو کچھ خوبی تھی وہ خدا ہی کی دی ہوئی تھی پس نصاریٰ کو کیا حق تھا کہ انہوں نے عیسیٰ کو تو خدا بنالیا اور عیسیٰ کے محسن کو بھول گئے اور یہودیوں کے لیے کب مناسب تھا کہ جس ذات پر خدا تعالیٰ کے ایسے عجیب و غریب انعامات و احسانات ہوتے ہوں اس کو مفتی اور کذاب سمجھیں اور اس آیت میں حضرت عیسیٰ کی ماں پر احسانات کی تفصیل نہیں کی اشارہ اور اجمال پر اکتفا کیا تفصیل اسکی سورۃ آل عمران میں گذر چکی ہے کہ وہ طاہرہ اور مطہرہ اور صدیقہ تھیں اور حق تعالیٰ

نے ان کو تمام جہان کی عورتوں پر فضیلت دی تھی اور اسے عیسیٰ بن مریم اس وقت کو بھی یاد کر کہ جب میں نے تجھ کو روح القدس یعنی جبریل امین سے قوت اور مدد دی جو تیری تائید اور تقویت کے لیے ہر وقت تمہارے ساتھ رہتے تھے مطلب یہ ہے کہ حظیرۃ القدس کے انوار و برکات ہر وقت تمہارے حافظ اور نگہبان تھے اور افضل الملائکۃ المقربین یعنی جبریل امین کے معیت کی وجہ سے نفس و شیطان کی یہ مجال نہ تھی کہ اپنی ظلمتوں سے آپ کی نورانیت کو پھیکا ہی کر سکے من جانب اللہ روح القدس کی یہ تائید اس کی دلیل تھی کہ آپ خدا کے برگزیدہ بندے ہیں معاذ اللہ خدا نہیں خدا کو کسی کی تائید اور تقویت کی کیا ضرورت ہے اور اللہ کے اس انعام کو بھی یاد کرو کہ آپ گہوارہ میں بھی اور بڑی عمر میں بھی لوگوں سے باتیں کرتے تھے یعنی زمانہ طفولیت اور زمانہ کہولت کے کلام میں باعتبار فصاحت و بلاغت اور باعتبار موعظت و حکمت کوئی فرق نہ تھا دونوں یکساں تھے زمانہ شیرخوارگی میں آپ نے یہ کلام کیا اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ اَنَا فِی الْکَلْبِ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا وَجَعَلَنِیْ مُبَارَکًا اَیْمًا کُنْتُ وَ اَوْصَانِیْ بِالصَّلَاةِ وَ الزَّکَاةِ مَا دُمْتُ حَیًّا اور اس شیرخوارگی میں جو پہلا کلمہ آپ کی زبان سے نکلا وہ یہ تھا اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ تحقیق میں اللہ کا بندہ ہوں اور نبوت و رسالت ملنے کے بعد وحی اور الہام سے کلام فرمایا دونوں زمانوں اور دونوں حالتوں کا کلام ایک ہی شان اور ایک ہی صفت کا تھا دونوں میں کوئی تفاوت نہ تھا حالانکہ ان دو حالتوں کا کلام غایت درجہ مختلف اور متفاوت ہوتا ہے یہ بھی من جانب اللہ ایک عظیم معجزہ تھا جو آپ کے حق میں اور آپ کی والدہ ماجدہ کے حق میں نعمت عظیمہ تھی جس سے اُن کی طہارت اور نزاہت ثابت ہوئی اور حضرت عیسیٰ کی نبوت و رسالت ثابت ہوئی اور ولادت سے لے کر زمانہ کہولت تک مختلف حالات اور تغیرات کا پیش آنا اس سے حضرت عیسیٰ کی عبدیت ثابت ہوئی اور الوہیت کی نفی ہو گئی اس لیے کہ خدا تعالیٰ ولادت اور تغیرات سے پاک اور منزہ ہے بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ حالت کہولت میں کلام کرنے سے مراد یہ ہے کہ آسمان سے نازل ہونے کے بعد بھی اسی قسم کا کلام سہرا پا حکمت الایام فرمائیں گے لہذا لفظ وَ کُنَّا میں آپ کے نزول من السماء کی طرف اشارہ ہے جس کی تفصیل احادیث میں آئی ہے اس لیے کہ آپ زمانہ کہولت سے پہلے آسمان پر اٹھائے گئے نزول کے بعد آپ کہولت کو پہنچیں گے اور حکمت و موعظت کی باتیں لوگوں کو بتلائیں گے۔

اور یاد کرو اس وقت کو جب کہ میں نے تم کو لکھنا اور دانائی اور توریت اور انجیل سکھائی کتاب سے کتابت اور فن تحریر مراد ہے اور حکمت سے کلام صواب مراد ہے اس سے معلوم ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام لکھنا جانتے تھے مگر افسوس کہ نصاریٰ کے پاس حضرت مسیح کے ہاتھ کی لکھی ہوئی کوئی انجیل موجود نہیں بخلاف ہمارے نبی اکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ وہ اُن

تھے لکھنا نہیں جانتے تھے و مَا كُنْتُمْ تَكْتُبُوا مِنْ قَبْلِهِ مِنْ كِتَابٍ وَلَا تَخُطُّهُمْ رِيسْمًا إِذْ الْأَنْبِيَاءُ الْمُبْتَطِلُونَ اس لیے آپ پر جب وحی نازل ہوتی تو کاتبین وحی کو بلا کر املا کر دیتے بمحمد تعالیٰ مسلمانوں کے پاس وہ اصل قرآن محفوظ ہے جو کاتبین وحی اور خلفاء راشدین کے مبارک ہاتھوں نے لکھا اور یہ دنیا کے سارے قرآن اس کی نقل مطابق اصل ہیں اور یاد کرو اس وقت کو جب کہ تو میرے حکم سے مٹی سے پرندے کی شکل اور صورت بناتا تھا پھر تو اس مصنوعی صورت و شکل میں پھونک مارتا تھا پھر وہ تیری بنائی ہوئی صورت میرے حکم سے حقیقتہً پرندہ بن جاتی تھی یہ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ تھا کہ آپ مٹی سے پرند کی صورت بناتے اور پھر اس میں پھونک مارتے تو وہ بیج بیج کا پرندہ بن جاتا اور اڑنے لگتا اور باذنی کی قید اس لیے لگائی کہ اس پرندہ میں جان ڈالنا خدا تعالیٰ کا کام تھا حضرت عیسیٰ کا کام نہیں تھا جیسے سرزم کے گریبان میں پھونک مارنا جبریل کا کام تھا اور بچہ کو پیدا کرنا اور اس میں جان ڈالنا خدا تعالیٰ کی طرف سے تھا اس وجہ سے ہر جگہ باذنی کی قید بڑھائی تاکہ ان معجزات کو دیکھ کر کسی کو ان کی خدائی کا شبہ نہ ہو اس باذنی کے لفظ سے یہ بنلا دیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے یہ تمام کام اپنی قدرت سے نہ تھے بلکہ خدا کی قدرت سے تھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کام تو صرف صورت بنانا اور اس میں پھونک مارنا تھا باقی اس میں جان ڈالنا یہ حق تعالیٰ کا کام تھا عجب نہیں کہ نفع عیسوی سے باذن اللہ پرند بن جانے کا معجزہ - نفع جبریلی کا کوئی نمونہ ہو واللہ اعلم۔

اور یاد کرو اس وقت کو جب کہ تم مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو میرے حکم سے ہاتھ پھیر کر اچھا اور چنگا کر دیتے تھے بیمار پر ہاتھ پھیرنا تمہارا کام تھا اور شفا اور تندرستی عطا کرنا اور چنگا کر دینا یہ میرا کام تھا میں نے تمہاری برگزیدگی ثابت کرنے کے لیے تم کو یہ معجزہ عطا کیا تمہارے دست برکت میں میرا دست قدرت کار فرما تھا اور تمہارا ہاتھ میرے بے چون و چنگوں کے ہاتھ کے لیے روپوش تھا اور یاد کرو اس وقت کو جب کہ تو میرے حکم سے مردوں کو زندہ کر کے قبر سے نکالتا تھا عیسیٰ علیہ السلام جب یہ چاہتے کہ کوئی مردہ زندہ ہو جائے تو دو رکعت نماز پڑھتے اور خدا سے دعا مانگتے اس کے بعد وہ مردہ زندہ ہو جاتا اس حالت کو دیکھ کر ہر شخص یہ سمجھ لیتا تھا کہ یہ مردہ دراصل حق تعالیٰ کی قدرت اور پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا کی برکت سے زندہ ہوا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے مبارک بندہ کی دعا قبول کی اور اپنی قدرت اور رحمت سے مردہ کو زندہ کر دیا زندہ کرنے والے عیسیٰ علیہ السلام نہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہ معجزات اس لیے عطا کیے کہ اطباء اور حکماء بھی ان بیماریوں کے علاج سے بالکل عاجز اور درماندہ تھے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ عیسیٰ علیہ السلام اطباء کی طرح کوئی طبیب نہیں بلکہ خدا کے برگزیدہ رسول ہیں جن کو خدا نے ایسے معجزات

عطا کیے ہیں جن سے تمام اطبام عالم عاجز اور درماندہ ہیں یہاں تک منافع اور فوائد کا بیان تھاب آئندہ آیت میں دفع مسخرت کے انعام کو بیان کرتے ہیں اور یاد کرو اس وقت کو جب کہ میں نے بنی اسرائیل یعنی یہودیوں کو تیرے پاس گمنے سے روک دیا اور انہوں نے جو تیرے قتل اور سلب کا منصوبہ بنایا تھا اس کو میں نے یک لخت ملیا میٹ کر دیا اور تجھ کو صبح سالم زندہ آسمان پر اٹھالیا اور وہ تجھے کوئی ضرر نہیں پہنچا سکے جب کہ تو ان کے پاس اپنی نبوت و رسالت کے روشن دلائل لے کر آیا تو ان میں سے جو کافر تھے وہ یہ بولے کہ نہیں ہیں یہ معجزات مگر کھلا جادو اپنی نادانی اور عناد سے معجزات کو جادو سمجھے معجزہ وہ ہے کہ جس کا مثل لانے سے سارا عالم عاجز ہو اور جادو تو ایک فن ہے جو سیکھ لے اس کو آجاتا ہے۔

ان آیات میں حق جل شانہ نے حضرت عیسیٰؑ خلاصہ مضمون آیات مذکورہ بالا پر اپنے انعامات کا ذکر فرمایا جس سے ایک

طرف اُن کا برگزیدہ خداوندی ہونا ثابت ہوا جس سے یہود کا رد ہوا اور دوسری طرف ان کی عبدیت ثابت ہوئی اور اُن کی الوہیت کی نفی ہوئی جس سے نصاریٰ کی تردید ہوئی کیونکہ روح القدس کی تائید اور تقویت اور گہوارہ میں اُن کی تربیت اور کتاب و حکمت کی تعلیم اور ہدایت اور بنی اسرائیل کے شر سے حفاظت (جس کا وَاِذْ كَفَفْنَا بَنِي إِسْرَآئِيلَ عَنْكَ میں ذکر ہے) یہ سب اس امر کے دلائل اور براہین ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام معاذ اللہ خدا نہ تھے اس لیے کہ خدا کو کسی کی تائید اور تقویت اور تعلیم اور تربیت اور کسی کی حفاظت کی کیا ضرورت ہے یہ سب امور عبدیت کے دلائل ہیں اور سلسلہ انعامات و احسانات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات ذکر کرنے سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ جو معجزات اُن کو عطا کیے گئے وہ ان پر اللہ کا انعام اور احسان تھے اور وہ معجزات اُن کی نبوت و رسالت کے دلائل تھے نہ کہ الوہیت اور ابنیت کے دلائل تھے اس سے مقصود نصاریٰ کی غلطی کو واضح کرنا ہے کہ وہ اجماع موتی اور ابرار اکہ و ابرص جیسے معجزات کو حضرت عیسیٰؑ کی الوہیت کی دلیل سمجھ بیٹھے اور ان کو خدا اور خدا کا بیٹا بنا لیا حالانکہ یہ معجزات قاہرہ اُن کی نبوت و رسالت کی دلیل تھے نہ کہ الوہیت اور ابنیت کی دلیل تھے معاذ اللہ خدا کو کسی کے انعام و احسان اور کسی کی تائید و حفاظت کی ضرورت نہیں اور قیامت کے دن ان انعامات کے ذکر کرنے سے تمام اہل کتاب کی توہین مقصود ہے جنہوں نے ان کی شان میں افراط اور تغریط کی اور آئندہ سوالات کی تمہید ہے جن کا آئندہ آیت اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اخذوني وَاُمِّي رَاهِلَيْنِ میں ذکر آئے گا۔

وَإِذْ أَوْحَيْتُ إِلَى الْخَوَارِجِ أَنْ آمِنُوا

اور جب میں نے دل میں ڈالا خواروں کے کہ یقین لاؤ

بِیْ وَیْرَسُولِیْ قَالُوْا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

مجھ پر اور میرے رسول پر بولے ہم یقین لائے اور تو گواہ رہ کہ ہم حکم بردار ہیں

اِذْ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ یَعِیْسٰی ابْنُ مَرْیَمَ هَلْ یَسْتَطِیْعُ

جب کہا حواریوں نے اے عیسیٰ مریم کے بیٹے تیرے رب سے ہو سکے

رَبُّكَ اَنْ یُّنْزِلَ عَلَیْنَا مَائِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ ط قَالَ

کہ اتارے ہم پر خوان بھرا آسمان کے بولا

اَتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۱۲﴾ قَالُوْا نُرِیْدُ اَنْ

درو اللہ سے اگر تم کو یقین ہے بولے ہم چاہتے ہیں

نَأْكُلَ مِنْهَا وَتَطْمَیْنُ قُلُوْبُنَا وَنَعْلَمَ اَنْ قَدْ

کہ کھاویں اس میں سے اور چین ہاویں ہمارے دل اور ہم جانیں کہ تو نے

صَدَقْتَنَا وَنَكُوْنُ عَلَیْهَا مِنَ الشّٰہِدِیْنَ ﴿۱۱۳﴾ قَالَ

ہم کو سچ بتایا اور رہیں ہم اس پر گواہ بولا

یَعِیْسٰی ابْنُ مَرْیَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا اَنْزِلْ عَلَیْنَا مَائِدَةً

عیسیٰ مریم کا بیٹا اے اللہ رب ہمارے اتار ہم پر خوان بھرا

مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِیْدًا اَوَّلٰیٰنَا وَآخِرِنَا وَآیَةً

آسمان سے کہ وہ دن عید رہے ہمارے پہلوں اور پچھلوں کو اور نشانی

مِّنْكَ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَیْرُ الرَّزٰقِیْنَ ﴿۱۱۴﴾ قَالَ اللّٰهُ اِنِّیْ

تیری طرف سے اور روزی دے ہم کو اور تو ہے بہتر روزی دہنے والا کہا اللہ نے

مُنْزِلُهَا عَلَیْكُمْ فَمَنْ یَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّیْ اَعَدُّۢ بِهٖ

میں اتاروں گا وہ خوان تم پر پھر جو کون تم میں ناشکری کرے اس کیجھے تو میں اس کو وہ عذاب کروں گا

عَذَابًا لَّا أَعَذِّبُهُ أَحَدًا مِّنَ الْعَالَمِينَ ﴿۱۱۵﴾

جو نہ کروں گا کسی کو جہان میں

قصہ نزول مائدہ

قال اللہ تعالیٰ وَإِذَا أُوحِیْتُ إِلَیَّ الْحَوَارِیُّنَ ... اَحَدًا مِّنَ الْعَالَمِیْنَ (ربط) ان آیات میں حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ پر اپنے ایک خاص انعام اور خاص معجزہ کا ذکر فرمایا ہے جس سے یہود اور نصاریٰ دونوں ہی کو تنبیہ مقصود ہے یعنی مائدہ کے نازل ہونے کا قصہ ذکر فرماتے ہیں جس کی طرف یہ سورت منسوب ہے یعنی سورۃ مائدہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ بندہ عیسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول کی اور اُس پر آسمان سے مائدہ اتارا جو اُن کی نبوت و رسالت کی آیت باہرہ اور حجتِ قاہرہ تھی اور اس بات کی بھی دلیل تھی کہ جس کے لیے یہ آسمانی رزق کا خوان اتارا جا رہا ہے وہ خدا کا برگزیدہ بندہ ہے کہ من و سلویٰ کی طرح اس مائدہ سے خدا کا رزق کھائے اور اس کا شکر بجا لائے معاذ اللہ وہ خدا نہیں ہے رزق کا محتاج بندہ ہوتا ہے نہ کہ خدا موسیٰ علیہ السلام کا قول ہے رَبِّیْ اِنِّیْ رَمَلْتُ لَکَ اِنِّیْ مِّنْ حَیْرِ فَحَیْرٍ چنانچہ فرماتے ہیں اور یاد کرو اس وقت کو جب یہودیوں نے حضرت عیسیٰؑ کے واضح معجزات کو دیکھ کر یہ کہہ دیا کہ یہ صریح جادو ہے تو اس وقت میں نے اپنے خاص انخاص لطف و عنایت سے حواریین کے دل میں یہ القا کیا کہ تم ایمان لاؤ مجھ پر اور میرے رسول پر یعنی عیسیٰ علیہ السلام پر انہوں نے جواب میں کہا کہ ہم ایمان لے آئے اور اسے اللہ تو گواہ رہ کہ ہم تیرے حکم ماننے والے ہیں جو حکم دے گا اس کی تعمیل کریں گے یہ بھی اللہ تعالیٰ کا انعام اور احسان تھا کہ حواریین کے دل میں یہ القا اور الہام کیا کہ تم ہمارے بنی برحق پر ایمان لاؤ چنانچہ ایمان لے آئے اور خدا کو اپنے اسلام پر گواہ بنالیا اس کے بعد اب دوسرے انعام کا ذکر فرماتے ہیں کہ حواریین کی درخواست کی بنا پر آسمان سے مائدہ نازل ہوا ایمان اور اسلام باطنی رزق اور اخروی نعمت ہے اور مائدہ ظاہری رزق اور دنیوی نعمت ہے چنانچہ فرماتے ہیں یاد کرو اس وقت کو جب کہ حواریین نے عیسیٰ علیہ السلام سے یہ عرض کیا اے عیسیٰ بن مریم علیک السلام کیا یہ ہو سکتا ہے کہ تیرا پروردگار ہم پر آسمان سے نعمتوں سے بھرا ہوا ایک خوان اتارے اس کا یہ مطلب نہیں کہ حواریین کو حق تعالیٰ کی قدرت میں کسی قسم کا کوئی شک تھا بلکہ مطلب یہ تھا کہ اے مسیح بن مریم کیا خداوند عالم آپ کے طفیل میں آپ کے خادموں اور غلاموں کے لیے اپنے عام دستور و عادت کے خلاف

آسمان سے آؤں نعمت کا کوئی خوان اتار سکتا ہے ہم تو اس قابل نہیں کہ ہمارے لیے آسمان سے خوان اتارا جائے ہاں یہ ممکن ہے کہ آپ جیسی برگزیدہ ذات بارگاہِ خداوندی میں یہ سوال کرے اور قبول ہو جائے تو آپ کے طفیل ہماری یہ آرزو پوری ہو جائے اس کی مثال بعینہ ایسی ہے جیسے کوئی شخص کسی بڑے شخص کو اپنے ساتھ بازار لے جاتا چاہے اور یہ کہے کہ کیا آپ میرے ساتھ بازار چلنے کی تکلیف برداشت کر سکیں گے عیسیٰ علیہ السلام نے اُن کے جواب میں کہا اللہ سے ڈرو اگر تم میری نبوت و رسالت پر یقین رکھتے ہو یعنی تمہارا یہ سوال اول تو خلاف ادب ہے خلاف عادت امور کی فرمائش خلاف ادب ہے اس قسم کی فرمائشیں معاذ اللہ کا طریقہ ہے اور علاوہ انہی اس سوال سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں میری نبوت و رسالت میں شک ہے جب ہی تو تم نے مجھ سے اس معجزہ اور خارق عادت امر کی فرمائش کی گویا کہ بزبانِ حال اس سوال سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ تم اپنے ایمان کو معجزات اور خارق عادت کے مشاہدہ پر موقوف رکھنا چاہتے ہو یہ علامتِ شک اور تردد کی ہے نیز مجھ کو یہ ڈر ہے کہ وہ خوان تمہارے لیے فتنہ کا سامان نہ بن جائے لہذا تم اللہ سے ڈرو اور ایسی چیز کا سوال نہ کرو جو تمہارے لیے فتنہ کا سبب بنے اور میری نسبت شک میں پڑ کر اپنے ایمان کو متزلزل نہ کرو و حواہینِ بوسلے ہم آپ پر پورا پورا ایمان رکھتے ہیں اور ہمیں ذرہ برابر شک نہیں لیکن ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس خوان میں سے کھائیں جو آسمان سے نازل ہو کیونکہ جو رزق آسمان سے نازل ہوگا وہ سراسر مبارک ہوگا اور اس کے کھانے سے ظاہری اور باطنی شفا اور صحت حاصل ہوگی اور تیری عبادت اور اطاعت میں قوت کا ذریعہ بنے گا دنیا کے رزق سے بعض مرتبہ دل میں معصیت کا داعیہ پیدا ہوتا ہے مگر جو رزق آسمان سے نازل ہوگا وہ دل میں تیری اطاعت اور بندگی کا ایسا جوش اور ولولہ پیدا کرے گا کہ ہم کو عبادت اور بندگی میں ملا لگے گا ہر نگ بنا دیگا اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس آسمانی خوان سے کھا کر ہمارے دل مطمئن ہو جائیں یعنی ہمارے دل طمانینت اور سکینت سے ایسے لبریز ہو جائیں کہ ہمارے ایمان میں شک اور تردد کا امکان ہی ختم ہو جائے اور شہودی اور حسی طور پر ہم یہ جان لیں کہ آپ نے نعمتِ جنت کے بارہ میں ہم کو جو خبریں دی ہیں اس میں آپ نے ہم سے پیچ بولا ہے کہ جنت اور اس کی نعمتیں حق ہیں اور یہ آسمانی خوانِ جنت کی نعمتوں کا ایک نمونہ ہے اگرچہ استدلالی اور برہانی طریقہ پر ہم کو آپ کی صداقت کا پہلے ہی سے علم حاصل ہے مگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس میں علم استدلالی کے ساتھ علم شہودی اور علم عینی بھی مل جائے تاکہ کفر اور نفاق اور ارتداد کے خطرہ سے ہم نکل جائیں اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہم اس معجزہ پر گواہی دینے والوں میں سے ہو جائیں کہ ہم بنی اسرائیل کے سامنے گواہی دیں کہ ہم نے یہ معجزہ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے تاکہ جن لوگوں نے یہ معجزہ نہیں دیکھا ان کے سامنے گواہی دیں اور آپ کی نبوت و رسالت کو ثابت کر سکیں ہم کو تبلیغ اور دعوت کا

اجر ملے اور اُن کو ہدایت ملے عیسیٰ علیہ السلام نے جب دیکھا کہ اس درخواست سے اُن کی غرض صحیح ہے تو بوسے اور یہ دعا کی بارخدا یا اسے ہمارے پروردگار ہماری ظاہری اور باطنی تربیت کے لیے آسمان سے ایک خوان اتار جو ہمارے اگلے اور پچھلوں کے لیے عید بنے یعنی جو لوگ اس وقت موجود ہیں اور جو لوگ بعد کے زمانہ میں آئیں گے سب کے لیے خوشی کا سامان ہو مطلب یہ ہے کہ تیرا یہ انعام سلف سے لے کر خلف تک جاری رہے اور تیری طرف سے ایک نشانی ہو کہ جنت کی نعمتوں میں شک اور شبہ نہ کر سکیں اس کا نمونہ تم کو دنیا میں دکھلا دیا اور اسے اللہ ہم کو رزق عطا فرما اور اس پر شکر کی توفیق دے اور سب عطا کرنے والوں میں تو ہی سب سے بہتر عطا کرنے والا ہے دنیا میں جو شخص کسی کو کچھ دیتا ہے وہ اپنے نفع کے لیے دیتا ہے اور اس کے عوض کا طلب گار ہوتا ہے اور تیری عطا بلا عوض اور بلا نفع کے ہے۔

من نکردم خلقاً تا سو دے کنم : بلکہ تا بر بندگاں جو دے کنم
وَازَرْقْنَا رِہم کو روزی دے (لفظ اگرچہ عام ہے مگر یہاں خاص روزی مراد ہے یعنی وہی خوان جس کا سوال تھا۔

حواریین نے جو نزول مائدہ کی درخواست کی اس کا آغاز اھل یسعیٰ کے لیے کیا جو کسی قدر خلافت ادب معلوم ہوتا ہے اور غرض دعا گیت یہ بیان کی تھی اُن کا کُل مِسْئَلَا بخلاف عیسیٰ علیہ السلام کے کہ انہوں نے دعا اور استدعا میں جن آداب عبودیت کو ملحوظ رکھا وہ ظاہر ہیں اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا سے دعا کو شروع کیا اور وَازَرْقْنَا اَنْتَ حَیْرُ الْمَرَارِ قَبْلِ پر ختم کیا

اللہ تعالیٰ نے کہا اے عیسیٰ میں نے تمہاری درخواست منظور کی اور تحقیق میں تمہاری درخواست کے مطابق وہ خوان آسمان سے تم پر ضرور اتاروں گا پھر تم سے جو کوئی اس کے بعد ناشکری کرے تو میں اس کو ایسا عذاب دوں گا جو جہان والوں میں سے کسی کو نہ دوں گا اس لیے کہ جب نعمت غیر معمولی اور نرالی ہے تو اس کی ناشکری پر عذاب بھی غیر معمولی اور نرالا آئے گا۔

جمہور علماء سلف و خلف کا قول یہ ہے کہ یہ مائدہ حسب وعدہ خداوندی آسمان سے اترا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اِنِّیْ مُنْزِلُہَا عَلَیْکُمْ اَوْ یہ اللہ کا وعدہ ہے اور اس کی خبر ہے جو حق اور صدق ہے یہ ناممکن ہے کہ اللہ کا وعدہ پورا ہو اور اس کی خبر واقع نہ ہو اور اس کو امام ابن جریر اور ابن کثیر اور امام قرطبی نے اور جمہور علماء تفسیر نے اختیار کیا ہے جیسا کہ ترمذی وغیرہ میں عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً اور موقوفاً مردی ہے کہ وہ مائدہ آسمان سے اترا اور اس میں گوشت تھا اور روٹی تھی اور اس کے متعلق یہ حکم دیا گیا کہ اس میں خیانت نہ کریں اور چھپا کر نہ رکھیں اور دوسرے دن کے لیے ذخیرہ نہ کریں پس جن لوگوں نے اس حکم کی

خلاف ورزی کی وہ بندر اور سُور کی صورت اور شکل بنا دیئے گئے اور تین دن کے بعد وہ ہلاک ہو گئے (دیکھو تفسیر قرطبی ص ۲۴۲ اور تفسیر ابن کثیر ص ۱۱ ج ۲)

اور بعض علماء کا قول یہ ہے کہ یہ مائدہ نازل ہی نہیں ہوا یہ تہدید سن کر مانگنے والے ڈر گئے اور اپنی درخواست واپس لے لی اور مانگا ہی نہیں اور اپنے اس سوال سے توبہ اور استغفار کی مگر یہ قول صحیح نہیں ظاہر قرآن کے بھی خلاف ہے اور اخبار اور آثار متواترہ کے بھی خلاف ہے سلف اور خلف سے یہی منقول ہے کہ یہ مائدہ آسمان سے نازل ہوا غرض یہ کہ اتنا امر قطعی اور یقینی ہے کہ آسمان سے خوان اترتا تھا اور ایک مدت تک اترتا رہا باقی رہا یہ امر کہ اس خوان میں کیا کیا چیزیں تھیں اور کب تک اترتا رہا اسکی تفصیل میں اختلاف ہے واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم (دیکھو تفسیر درمنثور ج ۳ ص ۲۳۷ ج ۲)

جس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مائدہ کس شان سے نازل ہوا اور عیسیٰ علیہ السلام نے کس شان سے اس کا استقبال کیا واللہ اعلم۔

وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يٰعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَأَنْتَ

اور جب کہے گا اللہ اے عیسیٰ مریم کے بیٹے تو نے کہا

قُلْتُ لِلنَّاسِ اتَّخِذْنِي وَآمِي إِلَهَيْنِ مِنْ

لوگوں کو کہ تمہاراؤ مجھ کو اور میری ماں کو دو معبود سوائے

دُونِ اللَّهِ قَالَ سُبْحَانَكَ مَا يَكُونُ لِي

اللہ کے بولا تو پاک ہے مجھ کو نہیں بن آتا

أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِحَقٍّ ۖ إِن كُنْتُ

کہ کہوں جو مجھ کو نہیں پہنچتا اگر میں نے

علیہ قال الامام القرطبی اخرج الترمذی فی البواب التفسیر عن عمار بن یاسر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افزت المائدة من السماء و مروا ان لا یخولوا ولا یدخروا القد فمالوا و ادخروا و رفعوا لغد فمسنحو اقدرة و خنازیر (تفسیر قرطبی ص ۳۴۲ ج ۲)

قُلْتُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ طَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا

یہ کہا ہوگا تو تجھ کو معلوم ہوگا تو جانتا ہے جو میرے جی میں اور میں نہیں جانتا جو

فِي نَفْسِكَ إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ﴿۱۱۶﴾ مَا قُلْتُ لَهُمْ

میرے جی میں ہے برحق تو ہی ہے جانتا ہجھی بات میں نے نہیں کہا ان کو

إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ أَنْ أَعْبُدُ وَاللَّهُ رَبِّي وَرَبُّكُمْ

مگر جو تو نے حکم کیا کہ بندگی کرو اللہ کی جو رب ہے میرا اور تمہارا

وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي

اور میں ان سے خبردار تھا جب تک ان میں رہا پھر جب تو نے مجھ بھر لیا

كُنْتُ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ ط وَأَنْتَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ

تو تو ہی تھا خبر رکھتا ان کی اور تو ہر چیز سے

شَهِيدٌ ﴿۱۱۷﴾ إِنْ تَعَذَّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ

خبردار ہے اگر تو ان کو عذاب کرے تو وہ بندے میرے ہیں اور اگر ان کو

لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿۱۱۸﴾

معاف کرے تو تو ہی ہے زبردست حکمت والا

ذَكَرَ مُخَاطَبَاتِ رَبِّ الْعِزَّةِ بِأَعْيُنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ دَرِيَوْمَ قِيَامَتِهِ

میرے نبیہ نصاریٰ جیاری بر بطلان عقیدہ الوہیت

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يُعِيسَى بْنُ مَرْيَمَ... اے... أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

(رابط) اوپر سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قصہ چلا آ رہا ہے اور یہ اسی گفتگو کا تتمہ ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے قیامت میں ہوگی اولاً حق تعالیٰ حضرت عیسیٰ کو بلا کر اپنے وہ

عظیم الشان انعامات و احسانات یاد دلائی گئے جو اُن پر اور ان کی والدہ پر مبذول ہوئے بعد ازاں نصاریٰ کے عقیدہ باطلہ یعنی عقیدۃ الوہیت و مریم کے متعلق دریافت کیا جائے گا جس سے مفہود یہ بتلانا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام ہمیشہ توحید کی دعوت دیتے رہے اور شرک سے منع کرتے رہے اور اپنی جدیت کا اقرار کرتے رہے اور دن رات خدا ہی کی عبادت اور بندگی میں لگے رہے اور قیامت کے دن حضرت عیسیٰ ان لوگوں سے برائے اور بیزاری ظاہر فرمائیں گے جنہوں نے اُن کو خدا ٹھہرایا معلوم ہوا کہ عقیدۃ الوہیت مسیح اور عقیدۃ ابنیت اور عقیدۃ تثلیث یہ سب بدعتیں اور گمراہیاں ہیں جو حضرت مسیح کے بعد دین مسیح میں داخل ہوئیں اور عیسیٰ علیہ السلام ان سب سے بری اور بیزار ہیں خلاصہ کلام یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انعامات خاصہ کا ذکر اور معجزۃ اجیاء موتی اور معجزۃ نزول مائدہ کا ذکر یہود کی تویخ کے لیے ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اپنی جدیت کا اعتراف و اقرار اور اپنی الوہیت سے بتری اور بیزاری کا ذکر نصاریٰ کی تویخ کے لیے ہے کہ معبود برحق صرف اللہ تعالیٰ ہے اور عبادت اور بندگی خاص اسی کا حق ہے اور جس طرح تمام انبیاء کرام توحید کی دعوت دیتے چلے آئے کما قال تعالیٰ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوْحِيْ اِلَيْهِ اَنْهُ لَا اِلَهَ اِلَّا اَنَا فَاجْبُدْنِيْ وَلَا تَاْخُذْ عَلَيْنَا مِثَاقَ بَنِيْ اِسْرَآئِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ۔

اسی طرح عیسیٰ بن مریم بھی لوگوں کو توحید کی دعوت دیتے رہے معاذ اللہ انہوں نے کبھی یہ نہیں کہا کہ مجھ کو اور میری ماں کو خدا بناؤ چنانچہ فرماتے ہیں اور یاد کرو اُمس دن کہ اللہ تعالیٰ تمام انبیاء کو جمع کر کے سوال کرے گا اور عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے انعامات اور احسانات یاد دلانے گا اور اس کے بعد عیسیٰ علیہ السلام سے کہے گا اے عیسیٰ مریم کے بیٹے جو ایک کنواری کے پیٹ سے پیدا ہوا اور اس کی گود میں پلا اور پردریش پائی اور جوان ہوا جس میں الوہیت کا امکان ہی نہیں کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو خدا بنا لو حالانکہ تم اور تمہاری ماں دونوں خدا تعالیٰ سے دون یعنی کمتر ہیں اور جو خدا سے کمتر ہو وہ خدا کا ہمسر نہیں ہو سکتا کیونکہ خدا سب سے اعلیٰ اور بالا اور برتر ہوتا ہے پس بتلاؤ کہ کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو معبود بنا لو یا ان لوگوں نے خود اپنی طرف سے یہ عقیدہ تراش لیا ہے خطاب تو عیسیٰ علیہ السلام کو ہو گا اور مورد عتاب نصاریٰ ہوں گے وہ اس قابل بھی نہیں کہ اُن سے باز پرس کی جاسکے کیونکہ کسی مولود کو عقلاً اپنے معبود ہونے کا گمان ہو ہی نہیں سکتا جو کسی کے پیٹ سے پیدا ہو وہ کیسے خدا ہو سکتا ہے عرب کے نصاریٰ حضرت مریم کو بھی خدا کہتے تھے اس لیے سوال میں حضرت مسیح کے ساتھ ان کی والدہ کا بھی ذکر کیا گیا۔

قیامت کے دن یہ سوال حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے محض ان کی امت کی سرزنش کے لیے

کیا جائے گا تاکہ عیسیٰ علیہ السلام کے جواب سے وہ جموٹے ٹھہریں اور ان پر اللہ کی حجت قائم ہو

عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے جواب کا صواب

بیان کیا جاتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام سے سوال کریں گے اَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوا مِنِّي وَآلِهِنَّ مَثَ دُوزِ اللَّهِ تو عیسیٰ علیہ السلام اس سوال پر کانپ اٹھیں گے اور تمام بدن پر لرزہ طاری ہو جائے گا جب سکون ہو جائے گا تو نہایت ادب سے عرض کریں گے اور کہیں گے سبحانک یعنی تو پاک ہے اور میں تیری پاکی بیان کرتا ہوں کہ تو مشرک سے پاک اور منزہ ہے یہ ممکن ہی نہیں کہ ذات و صفات اور افعال میں کوئی تیرا شریک ہو سکے نیز میرے لیے یہ ممکن ہی نہیں کہ میں زبان سے ایسی بات کہوں جو میرے لیے کسی طرح زیبا نہیں یعنی تو تو شریک اور زن و فرزند سے پاک ہے اور میں تیرا عباد اور عابد ہوں مبود نہیں میں تیرا مرلوب (پروردہ) ہوں رب نہیں اور پھر میں نبی ہو کر ایسی جھوٹی بات کیوں کہنے لگا جو نہ بحیثیت عبدیت مجھ کو سزاوار ہے اور نہ بحیثیت نبوت کے اس لیے کہ منصب نبوت ہدایت خلق کے لیے عطا کیا جاتا ہے نہ کہ بندوں کو گمراہ کرنے کے لیے اور مشرک کی دعوت دینے کے لیے اگر بالفرض والتقدیر میں نے یہ بات کہی ہوگی تو تیرے علم میں ہوگی اس لیے کہ تو تو میرے باطن اور ضمیر کی بات کو خوب جانتا ہے اور میں تیرے جی کی بات کو بالکل نہیں جانتا اس لیے کہ بے شک تو ہی تمام پوشیدہ باتوں کا جاننے والا ہے میں جب میں اس قدر عاجز اور لاچار ہوں اور اس درجہ بے خبر ہوں کہ بغیر آپ کے بتلائے ہوئے کسی غیب کا مجھے علم نہیں ہو سکتا تو میں الوہیت کا دعویٰ کیسے کر سکتا ہوں اسے خداوند عالم آپ نے لوگوں کی ہدایت کے لیے مجھے رسول بنا کر بھیجا میں نے ان سے صرف وہی کہا تھا جس کا تو نے مجھ کو حکم دیا تھا وہ یہ کہ اللہ کی عبادت کرو جو میرا بھی پروردگار ہے اور تمہارا بھی پروردگار ہے یہاں تک تو عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے متعلق عرض و معروض کی اب آزمذہ آیت میں قوم کے متعلق عرض کرتے ہیں اور اسے پروردگار عالم میں ان کا نگران اور نگہبان تھا جب تک میں ان میں رہا یعنی مجھے انکے صرف وہ حالات معلوم ہیں جو میرے سامنے پیش آئے پھر جب اپنے مجھے اپنے قبضہ میں لے لیا اور دنیا سے اٹھالیا تو میری نگرانی ختم ہو گئی اور اُس وقت آپ ہی انہیں نگران اور نگہبان تھے یعنی آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد جو کچھ ہوا مجھے اسکی خبر نہیں اور اسی طرح نزول کے بعد جب میری وفات ہو گئی اس کے بعد کی مجھے خبر نہیں کہ کس طرح یہ لوگ گمراہ ہوئے اور ان کی گمراہی کا کیا سبب ہوا اور آپ ہی ہر چیز پر نگہبان ہیں مجھے معلوم نہیں کہ انہوں نے کس طرح مجھ کو اور میری ماں کو خدا بنا لیا یہ جو کچھ کیا سبب میری تعلیم اور تلقین کے خلاف کیا آپ آئندہ ان کی جزاء اور سزا کے متعلق عرض کرتے ہیں کہ اسے پروردگار اگر تو ان

کو عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں تجھ پر کوئی اعتراض نہیں تو مالک مطلق ہے اور وہ مملوک مطلق ہیں اور مالک مطلق کو اپنی ملک میں ہر قسم کے تصرف کا اختیار ہے نافرمان بندے کو سزا دینا نہ خلاف انصاف ہے اور نہ قابل اعتراض مالک اپنی کسی مملوک چیز کو بلا وجہ بھی تنور میں ڈال دے تو کوئی اعتراض نہیں مطلب یہ ہے کہ اسے پروردگار یہ تو مجرم بھی ہیں جنہوں نے مجھ کو اور میرا مال کو تیرے شریک گردانا ان کا سزا دینا تو کیا خلاف انصاف ہوتا۔ بالفرض والتقدیر اگر یہ لوگ شرک بھی نہ کرتے بلکہ عابد و زاہد ہوتے تب بھی تجھ کو عذاب دینے کا حق ہے اس لیے کہ یہ سب تیرے بندے اور مملوک ہیں اور تو مالک مطلق ہے تو اپنی ملک میں جو چاہے تصرف کرے تجھ پر کوئی اعتراض نہیں اور اسے پروردگار عالم اگر تو ان کو معاف کر دے گو وہ معافی اور بخشش کے مستحق نہیں تو تو بے شک زبردست اور حکمت والا ہے یعنی بڑے سے بڑے مجرم کو معاف کر سکتا ہے یعنی آپ کو قدرت ہے کہ اگر اپنے قہر و غلبہ اور کمال قدرت سے ان کو بخش دیں اور جنت میں داخل کر دیں تو کر سکتے ہیں اور آپ کا یہ فعل بھی حکمت سے خالی نہ ہوگا مطلب یہ ہے کہ آپ مختار مطلق اور مالک مطلق ہیں جو چاہیں کریں اگر سزا دیں تو عین عدل ہے اور اگر معاف فرمادیں تو محض فضل ہے تجھے نہ کوئی عدل سے روک سکتا ہے اور نہ فضل سے روک سکتا ہے تو عزیز تر ہے یعنی زبردست اور غالب ہے کوئی مجرم تیرے قبضہ قدرت سے نکل نہیں سکتا اور تو حکیم ہے یعنی حکمت والا ہے تیرا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں تو تو اگر کسی مجرم کو معاف کرے گا تو وہ معافی بھی بے موقع اور خلاف حکمت نہ ہوگی۔

اس طرز کلام سے عیسے علیہ السلام کا مقصود یہ ہے کہ بار خدا یا یہ لوگ کافر اور مشرک ہیں اور میں ان سے بالکل بری اور بیزار ہوں آپ مالک مطلق اور عزیز مطلق ہیں ان کے بارہ میں جو چاہیں حکم صادر فرمائیں مجھے ان لوگوں سے کوئی سروکار نہیں آپ ان مجرمین کے حق میں جو بھی فیصلہ فرمائیں گے وہ مالکانہ اور حاکمانہ اور قادرانہ اور حکیمانہ ہوگا میں اس فیصلہ میں کیا دم مار سکتا ہوں آپ مختار ہیں جو چاہیں کریں میری مجال کیا ہے کہ بارگاہ ربوبیت میں لب کشائی کر سکوں کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

کہ از ہر آنکہ از بسیم تو شاید زباں جز بہ تسلیم تو
زباں تازہ کردن باقرار تو نینگختن علت از کار تو
بہمدید گر بر کشد تیغ حکم بماند کرد بیای صم و بکم
و گرد در ہدیک صلائے کرم عزایل گوید نصیبے برم
اس ناچیز نے ان آیات کی تفسیر میں جو کچھ لکھا ہے وہ سب امام فخر الدین رازی کے کلام کی تشریح ہے حضرات اہل علم تفسیر کبیر ص ۳۸۶ کی مراجعت کریں

ناظرین کرام پر ہماری اس تفسیر اور تحریر سے یہ بات بخوبی واضح ہو گئی ہوگی کہ عیسیٰ
تنبیہ علیہ السلام کا مقصود اس کلام سے کفار کے حق میں شفاعت اور سفارش نہیں
 بلکہ مقصود توفیق و تسلیم ہے کہ آپ مختار ہیں جو چاہیں کریں اس وجہ سے عیسیٰ علیہ السلام
 نے فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَحِيمٌ نہیں فرمایا جو اسلئے عام رحم پر دلالت کرتا ہے بلکہ فَإِنَّكَ أَنْتَ
 الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ فرمایا جو کمال قہر و غلبہ پر دلالت کرتا ہے اس لیے کہ قیامت کے دن کافروں کے
 حق میں کوئی شفاعت اور سفارش نہیں ہو سکتی اور یہ ماجرا قیامت کے دن کا ہے اس لیے
 عیسیٰ علیہ السلام نے غَفُورٌ رَحِيمٌ کا لفظ استعمال نہیں کیا جو کافروں کے شفاعت کے لیے موزن
 ہو بخلاف ابراہیم علیہ السلام کے کہ انہوں نے دار دنیا میں اپنے پروردگار سے یہ عرض کیا رَبِّ
 إِنِّي أَخْلَعُ أَضْلَعُ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ قَعْنُ يَبْعَنِي فَإِنَّهُ رَمَنِي وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ
 رَحِيمٌ (اے پروردگار ان بتوں نے بہت سے آدمیوں کو گمراہ کر دیا تو جو ان میں سے میرا
 تابع ہوا یعنی مجھ پر ایمان لایا تو وہ میرا آدمی ہے یعنی مسلمان ہے اور جس نے میری نافرمانی
 کی اور میری نبوت کو نہ مانا تو پھر تو غفور رحیم ہے) یعنی ابھی دنیا اور دار تکلیف میں ہے
 لہذا اگر تو اس کو اپنی رحمت سے توبہ کی توفیق دے کر اس کے گناہوں کو معاف کرے تو کر سکتا ہے۔

قَالَ اللَّهُ هَذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصَّادِقِينَ صُدُقُهُمْ لَّهُمْ

فرمایا اللہ نے یہ وہ دن ہے کہ کام آدے گا پھوں کو اُن کا بیج اُن کو

جَدَّتْ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ط

ہیں باغ جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں رہا کریں گے ان میں، ہمیشہ

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ط ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۱۱۹

اللہ راضی ہوا اُن سے اور وہ راضی ہوئے اس سے یہی ہے بڑی مراد ملنی

لِلَّهِ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا فِيهِنَّ ط وَهُوَ عَلَى

اللہ کو سلطنت ہے آسمان کی اور زمین کی اور جو ان کے بیچ ہے اور وہ ہر

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۱۲۰

ہر چیز پر قادر ہے



نتیجہ مخاطبات و محاسبات مذکورہ

قال اللہ تعالیٰ ہذا یوم ینفعُ الصادقین صدقہم... لے... وهو علیٰ کلِّ شئیٰ قَدِیرٌ
(رابطہ) گزشتہ آیات میں قیامت کے دن اعمال و احوال کی تفتیش اور محاسبہ کا ذکر تھا اب ان آیات
میں اُس تفتیش اور محاسبہ کا نتیجہ ذکر کرتے ہیں کہ جب عیسیٰ علیہ السلام جو اب سے فارغ ہو جائیں گے
اور نصارائے کاذبین سے اظہار تبری و بیزاری کے بعد جب ان کا معاملہ اور فیصلہ حق تعالیٰ کے
ارادہ اور مشیت کے سپرد کر دیں گے تو اس وقت اللہ تعالیٰ یہ فرمائیں گے یہ وہ دن ہے کہ سچوں
کو اُن کا سچ نفع دے گا سچوں سے مراد انبیاء کرام اور اُن کے تابعین ہیں یعنی جو لوگ دنیا میں
عقائد اور اعمال کے اعتبار سے سچے تھے آج قیامت کے دن اُن کا صدق اُن کو نفع دے گا اور جن
لوگوں نے دنیا میں خدا اور اس کے رسول پر جھوٹ بولا اور حضرت مسیحؑ اور اُن کی ماں کو خدا بتایا
آج اُن کے لیے کوئی بہتری نہیں کیونکہ یہ لوگ سچے نہیں اور یہ دن سچوں کے نفع کا ہے اور صادقین
کے نفع کی صورت یہ ہوگی کہ ان کے لیے باغات ہوں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی
جن میں وہ ہمیشہ رہا کریں گے اللہ اُن سے راضی ہوا ان کے صدق کی وجہ سے اور وہ اللہ سے
راضی ہوتے کہ اللہ نے میدانِ حشر میں سب کے سامنے اُن کا صدق ظاہر فرمایا اور سب کے
سامنے اُن کو سر بلند کیا اور اُن کے دشمنوں کا جھوٹ ظاہر کر کے سب کے سامنے اُن کو ذلیل اور
رسوا کیا یہی بڑی کامیابی ہے کہ عزت کے ساتھ دارِ کرامت میں داخل کر دیئے گئے اور ساتھ ساتھ
خوشنودی کا پردانہ بھی عطا کر دیا گیا رضائے خداوندی سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں و رضوانٌ مِنَ
اللہِ اکْبَرُ اللہ ہی کے لیے ہے بادشاہتِ آسمانوں کی اور زمین کی اور جو ان کے درمیان میں ہے
اس میں جیسے علیہ السلام اور اُن کی والدہ بھی آگئیں تو خدا کیسے بنائے گئے یہ جملہ پہلے جملہ یعنی
ذَٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ کی دلیل ہے اور مطلب یہ ہے کہ جو ذاتِ آسمانوں اور زمین کی اور تمام
اشیاء کی مالک ہے اسی کا راضی ہو جانا فوزِ عظیم ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے جس کو
چاہے عذاب دے اور جس کو چاہے اپنی نعمتوں سے سرفراز فرمائے کامیابی کا اصل دار و مدار
اس کی قدرت اور مشیت پر ہے کسی کے استحقاق کی بنا پر نہیں۔

یہ اس سورت کی آخری آیتیں ہیں جن میں حق تعالیٰ نے اپنا مالک ارضین
نکتم و سموات و کائنات و مخلوقات ہونا بیان کیا ہے جس میں جیسے علیہ السلام

اور اُنکی والدہ وغیرہ سب آگئے اس آیت سے اس کا مستحق عبادت ہونا بھی ثابت ہوا پس چونکہ اس سورت کے شروع میں ایفاء عقود و عہود کا حکم تھا اس لیے خاتمہ سورت پر سب سے اہم اور مقدم عہد اور میثاق یعنی توحید فی العبادۃ کو ذکر فرمایا گیا کہ یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوفُوا بِالْعُقُودِ بمنزلہ متن کے تھا اور تمام سورت اُس کی شرح اور تفصیل تھی جس چیز سے سورت کا آغاز ہوا تھا اسی پر سورت کا اختتام ہوا اللہُمَّ اجْعَلْنَا مِنْ عِبَادِكَ الْفَاتِنِينَ الْمُفْلِحِينَ الرَّاغِبِينَ حَتَّى وَالْمَرْضِيِّينَ عِنْدَكَ آمِينَ يَا رَبِّ الْعَالَمِينَ۔

لطائف و معارف

(۱) یہ دونوں رکوع اس سورت کے آخری رکوع ہیں جو اہل کتاب یعنی یہود اور نصاریٰ کی تردید و تکذیب پر اور ذکر معاد اور حساب و کتاب اور جزاء و سزا کے بیان پر مشتمل ہیں اور ان دونوں باتوں کا تعلق اور ارتباط ماقبل کے مضامین سے بالکل واضح اور روشن ہے

(۲) حق جل شانہ نے ان آیات میں قیامت کا کچھ حال بیان کیا کہ اُس دن تمام انبیاء جمع ہوں گے اور اُن کی قوموں اور امتوں کو بھی حاضر کیا جائے گا اور قوموں اور امتوں کی زجر اور توبیخ کے لیے اُن کی موجودگی میں اُن کے سامنے انبیاء کرام سے پوچھا جائے گا کہ جب تم نے اپنی اپنی قوموں کو ہمارے احکام پہنچائے تھے تو انہوں نے تم کو کیا جواب دیا تھا تمہاری اطاعت کی یا تکذیب کی انبیاء کرام ابتداء میں نہایت ادب سے عرض کریں گے لَا جَلْمَ لَنَا بِرَأْسِكَ أَمَّا عِلْمُ الْعُيُوبِ پھر اس کے بعد امتوں کے متعلق عرض کریں گے کہ یہ غلط کہتے ہیں ہم نے تیرے سب احکام پہنچا دیئے فَلَنَسْأَلَنَّ الَّذِينَ أُرْسِلَ إِلَيْهِمْ وَلَنَسْأَلَنَّ الْمُرْسَلِينَ وَقَالَ تَعَالَى فَوَرَبِّكَ لَنَسْأَلَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ فَكَيْفَ رَآءُ اجْتِنَانِ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا

(۳) پھر انبیاء کرام سے دریافت کرنے کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کو بلائیں گے اور اُدُل اُن کو اپنے انعامات و احسانات یاد دلائیں گے جس کا وہ دل و جان سے اعتراف اور اقرار کریں گے اور پھر تذکیر انعامات کے بعد اُن سے یہ سوالات ہوں گے أَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوا مِنِّي وَآلِهِي الْمُهْلِكِينَ مِنْ دُونِ اللَّهِ الْخِ اور یہ تمام ماجرا یعنی انبیاء کرام کو جمع کرنا اور عیسیٰ علیہ السلام کو بلا کر اولاً اپنے انعامات کو یاد دلانا اور پھر اُن سے یہ سوال کرنا کہ کیا تم نے کہا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو خدا بناؤ یہ سب قیامت کے دن ہوگا۔

جیسا کہ ابو موسیٰ اشعری کی حدیث مرفوع میں اس کی تصریح ہے
(۴) اور اس تمام تذکرہ سے اصل مقصود نصاریٰ کی تردید ہے جو اُن کو خدا سمجھتے ہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ پر اپنے انعامات و احسانات کا ذکر فرمایا جس سے اُن کا بندہ اور محتاج خدا ہونا صاف ظاہر ہے اور اس ضمن میں یہود کی بھی تردید ہو جاتی ہے جو اُن کی نبوت و رسالت کے منکر ہیں ان آیات میں حق تعالیٰ نے یہود کو متنبہ کر دیا کہ عیسیٰ علیہ السلام بھی موسیٰ علیہ السلام کی طرح خدا کے رسول اور صاحب معجزات عظیمہ تھے۔

(۵) ان آیات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اجبار موتی اور ابراہیم اکبر و ابرہہ کے معجزہ کا ذکر ہے جس کی تفصیل سورۃ آل عمران میں گذر چکی۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے سرسید علی گڑھی کی تقلید میں ان معجزات کا انکار کیا اور اس پر اضافہ یہ کیا کہ ایسا عقیدہ رکھنا مشرک ہے اور عیسائیوں کی طرح عیسیٰ علیہ السلام کو خدا ماننا ہے پس مرزائے قادیان خدا تعالیٰ کی ان آیات کا منکر ہے اور خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات ذکر کیے ہیں، مرزائے قادیان اُن کو شرک کی تعلیم قرار دیتا ہے قادیان کے اس نادان کو خبر نہیں کہ معجزات سے کسی کی خدائی ثابت نہیں ہوتی بلکہ معجزات نبوت و رسالت کی دلیل ہوتے ہیں اُن سے نبوت و رسالت ثابت ہوتی ہے قرآن کریم میں حضرت مسیح کے معجزات کے ذکر کرنے سے یہود کا رد مقصود ہے جو حضرت عیسیٰ کی نبوت و رسالت کے منکر تھے مرزائے قادیان کہتا ہے کہ وہ اجبار موتی نہ تھا بلکہ قریب الموت مردہ کو مسمریزم کے عمل سے چند منٹ کے لیے

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ ان آیات میں عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جس قدر بھی مخاطبات خداوندی کا ذکر ہے وہ سب قیامت کے دن ہوں گی اور اس بارہ میں ایک صریح حدیث مرفوع بھی آئی ہے وهو هذا۔ رواہ الحافظ ابن عساکر فی ترجمۃ ابی عبد اللہ مولیٰ حمزہ بن عبد العزیز وکان ثقۃ قال سمعت ابامردۃ یحدث حمزہ بن عبد العزیز عن ابیہ ابی موسیٰ الاشعری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان یوم القیامۃ یدعی بالانبیاء وامہم ثم یدعی بعیسی فیذکرہ اللہ نعمتہ علیہ فیقربہا فیقول یا عیسی ابن مریم اذکر نعمتی علیک وعلی والدتک الایۃ۔ ثم یقول انت قلت للناس اتخذونی وامی الہین من دون اللہ فیتکبران یکون قال ذلک قال فیؤتی بالنصاری فیقولون نعم ہوا مرنا بذلک قال فیطول شعر عیسی علیہ السلام فیأخذ کل ملک من الملائکۃ بشعرۃ من شعر رأسہ وجسدہ فیجاء شہم بین یدیک اللہ عزوجل مقدار الف عام حتی ترفع علیہم الحجۃ ویرفع لہم الصلیب وینطق بہم الی النار تفسیر ابن کثیر ص ۱۶۱ اور دیکھو تفسیر درثورث ص ۱۶۱ اہل علم کیلئے ہم نے اصل حدیث کو بلفظ نقل کر دیا ہے۔

حرکت دے دیتے تھے اور اگر یہ عاجز (یعنی مرزا) عمل مسموم کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو امید قوی رکھتا کہ ان اجموہہ نمایوں میں حضرت ابن مریم سے کم نہ رہتا۔ (الزلزالۃ الاحیاء)

كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ إِنَّ يَقُولُونَ إِلَّا كَذِبًا

چہ نسبت خاک را با عالم پاک کجا عیسیٰ کجا دجال ناپاک

(۱۶) ان آیات میں حق جل شانہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر جن العامت کا ذکر فرمایا ان میں کا ایک انعام یہ ہے وَ اِذَا كَفَرْتُمْ بُنِیْ رَسُولًا وَّ بَنِیْ عَنَّاكَ رِادَّ جَنَّتْهُمْ بِالْبَیِّنَاتِ اے عیسیٰ تم اس وقت کو یاد کرو جب کہ ہم نے بنی اسرائیل کو یعنی یہود کو تمہارے قریب آنے سے بھی باز رکھا اور اُن کی دست درازی سے تمہاری حفاظت کی دشمن تمہیں قتل تو کیا کر سکتے انہیں تو اتنی بھی قدرت نہ ہوئی کہ تمہارے قریب ہی آسکیں اور تمہیں پکڑ سکیں۔

اس آیت میں ان لوگوں کا صریح رد ہے جو یہود کی طرح حضرت عیسیٰ کو مقتول اور مصلوب مانتے ہیں جیسا کہ مسلمانہ پنجاب مرزا غلام احمد قادیانی اور اُن کے اذنا ب یہ کہتے ہیں کہ یہود نے عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دی مگر وہ اس سولی سے مرے نہیں بلکہ بے ہوش ہو گئے اس لیے یہود نے ان کو مردہ سمجھ کر قبر میں دفن کر دیا مگر چونکہ وہ مرے نہ تھے اور صرف بے ہوش ہو گئے تھے اس لیے قبر سے زندہ نکل آئے اور چھپ کر ملک شام سے کشمیر پہنچ گئے اور وہاں جا کر اپنے زخموں کا علاج کرایا اور لپچھے ہو گئے اور زندگی پوری کر کے اپنی موت سے مرے اور کشمیر کے شہر سری نگر محلہ خان یار میں دفن ہوئے یہ سب ہدیان ہے اور یہود سے بڑھ کر حضرت مسیح پر ہمتان ہے کیونکہ یہود جو قتل اور صلیب کے مدعی ہیں اس کا بظاہر کچھ نہ کچھ منشا تو بیان کرتے ہیں اور مسلمانہ قادیان کے پاس تو سوائے جھوٹ اور ہمتان کے کوئی دلیل نہیں شاید اس زمانہ میں کشمیر بیت المقدس سے زیادہ مقدس اور متبرک ہوگا جس کو عیسیٰ علیہ السلام نے ہجرت کے لیے اختیار فرمایا اور غالباً فن طب کا مرکز ہوگا اور مایوس علاج مریضوں کی امید گاہ ہوگا جہاں عیسیٰ علیہ السلام اپنے زخموں کا علاج کرانے ہا پیادہ سفر کر کے پہنچے حضرت عیسیٰ اگرچہ مسیح تھے مگر اپنے زخموں کے علاج کیلئے کشمیر کی طرف ہجرت فرمائی۔

خوب سمجھ لو کہ اس آیت میں اس خیال باطل کی صریح تردید موجود ہے اس آیت کا سیاق اور مدلول یہ ہے کہ جب یہود نے حضرت مسیح کے قتل کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کی پوری حفاظت فرمائی اور اُن کو یہود کی دست درازی اور اُن کے شر سے بالکلیہ محفوظ رکھا کَفَّ کے معنی عربی زبان میں باز گردانیدن یعنی روکنے کے ہیں جیسا کہ سورۃ فتح میں ہے وَ كَفَّ اَیْدِیَ النَّاسِ عَنْكُمُوهُوَ الَّذِیْ كَفَّ اَیْدِیْہُمْ عَنْكُمُ اس قسم کے تمام مواضع میں كَفَّ ایدی سے لڑائی سے ہاتھوں کا روکنا مراد ہے اور اسی سورۃ مائدہ میں یہ آیت گزر چکی ہے یَاٰیہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ذُكِّرُوا

اب عیسیٰ تو ہرگز نازل نہیں ہوگا کیونکہ جو اقرار اس نے آیت فلما توفیتی کی رو قیامت کے دن کرتا ہے
- اح کشتی لوح ص ۶۹ -

نیز مرزا صاحب حقیقۃ الوحی ص ۳۰ میں لکھتے ہیں۔

فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتُ أَنْتَ الرَّقِيبُ عَلَيْهِمُ الْآيَةُ اس جگہ اگر توفی کے معنی مع جسم عنصری
آسمان پر اٹھانا تجوید کیا جائے تو یہ معنی بدیہی البطلان ہیں کیونکہ قرآن کریم کی انہی آیات سے ظاہر ہے
کہ یہ سوال حضرت عیسیٰ سے قیامت کے دن ہوگا علاوہ ازیں قیامت کے دن اُن کا یہ جواب ہوگا الخ
اھ دیکھو حقیقۃ الوحی ص ۳۰

اور ضمیمہ حقیقۃ الوحی ص ۳۲ میں اس طرح ہے۔

فان عیسے عجیب جہذا الجواب یوم	یعنی عیسے علیہ السلام یہ جواب قیامت کے دن
الحساب احیٰ یقول فلما توفیتی فی	دیں گے یعنی فلما توفیتی قیامت کے دن
یوم یبعث الخلق و یحضر و کما تقرؤن	کہیں گے جس دن مخلوق قبروں سے نکل کر میدان
فی القرآن ایہما العاقلون اھ ضمیمہ حقیقۃ	حشر میں حاضر ہوگی جیسا کہ تم قرآن میں پڑھتے
الوحی ص ۳۲۔	ہو اسے عقل مند و۔

مرزا صاحب کی ان عبارات سے صاف ظاہر ہے کہ یہ سوال وجواب قیامت کے دن پیش آئیں
گے اور نزول کے بعد اور قیامت سے پہلے تمام اہل اسلام اس بات کے قائل ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام
نزول من السماء کے بعد ایک عرصہ دراز تک زندہ رہیں گے اور مدینہ منورہ میں وفات پائیں گے اور
روضۃ اقدس میں حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب مدفون ہوں گے۔

(۸) ایک شبہ اس لیے کہ صحیح بخاری کی ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
فرمایا کہ میں قیامت کے دن اسی طرح کہوں گا جس طرح عیسیٰ بن مریمؑ نے کہا فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتُ
أَنْتَ الرَّقِيبُ عَلَيْهِمْ اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لیے فلما توفیتی کا لفظ
استعمال فرمایا اور ظاہر ہے کہ آنحضرت کی توفی یقیناً موت سے واقع ہوئی ہے پس معلوم ہوا کہ حضرت
عیسیٰ علیہ السلام کی توفی بھی ضرور موت کے ذریعہ واقع ہوگی دیکھو ازالۃ الاوہام ص ۱۰ مصنف
مرزا غلام۔

اس قسم کی تشبیہات سے یہ نکالنا اور سمجھنا کہ حضور پُر نور اور حضرت عیسیٰ کی
ازالہ توفی بالکل یکساں اور ہم رنگ ہے کم عقلی اور عربی زبان سے ناواقفی کی دلیل ہے
بخاری شریف کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

(۱) فاقول كما قال العبد الصالح وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا أَمَا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي

كُنْتُ اَمْتُ الرَّقِيبِ عَلَيْهِمْ (بخاری شریف ص ۶۶۳)

(میں قیامت کے دن اسی طرح کہوں گا جس طرح خدا کے نیک بندہ عیسیٰ علیہ السلام نے کہا الخ) حضور پُر نورؐ نے اس حدیث میں اپنے ایک قول کو حضرت عیسیٰؑ کے ایک قول کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ اپنی توفی کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توفی کے ساتھ تشبیہ نہیں دی تاکہ یہ لازم آئے کہ دونوں کی توفی ایک قسم کی تھی۔

۴۱) حدیث میں ہے کہ مشرکین مکہ ایک درخت پر ہتھیار لٹکایا کرتے تھے اور اس درخت کا نام ذات النواط تھا صحابہ نے ایک مرتبہ عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارے لیے بھی ایک ذات النواط متونہ کر دیجیے جیسا کہ اُن کے یہاں ہے اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

هَذَا كَمَا قَالَ قَوْمُ مُوسَىٰ اِجْعَلْ لَنَا اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اِلٰهَةٌ يَعْنِي تَهَارِي يَهْ دُرْخَوَسْت تَوَالِیْسِیْ هَے جِیْسَے قَوْمِ مُوسٰی نے بتوں کو دیکھ کر یہ درخواست کی تھی کہ اے موسیٰ ہمارے لیے بھی ایک خدا تجویز کر دیجیے جیسے ان بت پرستوں کے لیے خدا ہیں کیا اس تشبیہ سے کسی مسلمان کو ادنیٰ درجہ کا بھی یہ وہم و گمان ہو سکتا ہے کہ معاذ اللہ صحابہ کرام نے بھی بنی اسرائیل کی طرح بت پرستی کی درخواست کی تھی حاشا وکلا! معاذ اللہ یہ تشبیہ محض قول میں تھی کہ جس طرح بنی اسرائیل نے بت پرستوں کو دیکھ کر یہ کہا تھا اجعل لنا الٰهًا كَمَا لَهُمُ الْاِلٰهَةُ اسی طرح تم نے مشرکین کے درخت کو دیکھ کر یہ کہا اجعل لنا ذات النواط

۴۲) قرآن کریم میں ہے كَمَا بَدَأْنَا اَوَّلَ خَلْقٍ ثُمَّ نَعِيْدُہٗ كَمَا بَدَأْنٰكُمْ تَعْوِدُوْنَ یعنی جس طرح ہم نے تم کو پہلی بار پیدا کیا اسی طرح تم کو دوبارہ پیدا کریں گے پہلی مرتبہ اللہ تعالیٰ نے ماں باپ کے ذریعہ پیدا کیا تو کیا قیامت کے دن دوبارہ پیدائش بھی اسی طرح ماں باپ کے ذریعہ ہوگی کہا جاتا ہے کہ زید مثل غیر کے ہے اور جس طرح وہ میرا بھائی ہے اسی طرح میں اس کا بھائی ہوں کیا ان تشبیہات سے کوئی ادنیٰ عقل والا یہ سمجھ سکتا ہے کہ دونوں بھائیوں کی ولادت اور وفات یکساں اور ہمزگ ہے تشبیہ میں ادنیٰ مماثلت کافی ہوتی ہے پوری مطابقت اور مساوات ضروری نہیں خود مرزا صاحب ازالۃ الادہام کے حاشیہ میں لکھتے ہیں۔

تشبیہات میں پوری تطبیق کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ بسا اوقات ایک ادنیٰ مماثلت کی وجہ سے بلکہ ایک جزرہ میں مشارکت کے باعث ایک چیز کا نام دوسری چیز پر اطلاق کر دیتے ہیں دیکھو ازالۃ الادہام ص ۷ طبع اول۔

اسی طرح حدیث میں بنی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا مقصود اس تشبیہ سے یہ ہے کہ جس طرح عیسیٰ علیہ السلام رفع جسمانی کی بناء پر اپنی قوم سے جدا ہو گئے اور اُن کی قوم نے اُن کی عدم موجودگی میں جو گمراہی پھیلانی وہ اس سے بالکل بری ہیں اسی طرح حضور پُر نورؐ بھی اپنی وفات کے بعد لوگوں سے جدا

ہو گئے اور آپ کو معلوم نہیں کہ لوگوں نے آپ کی عدم موجودگی میں کیا کیا آپ اس سے بری اور بے تعلق ہیں
الحمد لله آج بروز چار شنبہ بوقت ساڑھے چار بجے ۱۶ ذی الحجۃ الحرام ۱۴۱۳ھ کو سورۃ مائدہ کی تفسیر
سے فراغت حاصل ہوئی ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ بِنِعْمَتِهِ قَتَمَ الصَّالِحَاتِ وَلَهُ الْحَمْدُ اَوَّلًا وَاٰخِرًا سُبْحَانَ رَبِّكَ
رَبِّ الْعِزَّتِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلٰی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَحَمْدُ اللّٰهِ
تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهِ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاصْحَابِهِ وَازْوَاجِهِمْ وَذُرِّیَّاتِهِمْ اَجْمَعِیْنَ
وَعَلَيْنَا مِنْهُمْ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

آیَاتُهَا ۶۵ : ۶ : سُوْرَةُ الْاَنْعَامِ مَكِّيَّةٌ : ۵۵ : رُكُوْعَاتُهَا ۲۰

سورۃ انعام مکی ہے اور اس میں ایک سو بیسٹھ یا چھیاسٹھ آیات اور بیس رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ

سب تعریف اللہ کو جس نے بنائے آسمان وزمین اور ٹھہرائیں

الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ثُمَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ ۝۱

اندھیریاں اور اجالا پھر یہ منکر اپنے رب کے ساتھ کسی کو برابر کرتے ہیں۔

سُوْرَةُ الْاَنْعَامِ

یہ سورت مکی ہے ہجرت سے پہلے مکہ معظمہ میں نازل ہوئی سوائے چھ آیتوں کے کہ وہ ہجرت
کے بعد مدینہ میں نازل ہوئیں وہ یہ ہیں وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهِ تا آخر سے آیات اور قُلْ لِّعَالَمٍ
اٰتِلٌ مَّا خَوَّمَتْكُمْ عَلٰی اٰتِیَاتِہُمْ شَیْئًا تا آخر سے آیات۔ روایات میں ہے کہ یہ پوری
سورت ایک ہی دفعہ رات کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی اور حضور پر نور صلی اللہ
علیہ وسلم نے کاتب وحی کو بلا کر اسی وقت پوری سورت لکھا دی مگر حافظ ابن صلاح نے اپنے

فتاویٰ ہیں ان روایات کی صحت سے انکار کیا ہے جو پوری سورت کے دفعۃً نازل ہونے پر دلالت کرتی ہیں (دیکھو روح المعانی ص ۶۶) لیکن روایات کثیرہ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ پوری سورت دفعۃً نازل ہوئی اور اس کو امام رازیؒ اور جمہور مفسرین نے اختیار کیا ہے اور احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ جب یہ سورت نازل ہوئی تو ستر ہزار فرشتوں نے اس کی مشایعت کی۔

حق تعالیٰ نے اس سورت میں توحید اور رسالت اور معاد اور قیامت کے دلائل قاہرہ بیان فرمائے ہیں اور مشرکین اور ملحدین اور مبتدعین کے مذہب کا پورا ابطال کیا ہے (تفسیر کبیر ص ۶۶)

فرقہ دہریہ (جو لوگ سرے ہی سے خدا تعالیٰ کے وجود کے منکر ہیں) اُن کے مقابلہ میں آثار قدرت و عظمت کو ذکر کر کے وجود صالح کو ثابت کیا اور مشرکین عرب جو بت پرستی میں مبتلا تھے اور مرکر دوبارہ زندہ ہونے کے منکر تھے اُن کے مقابلہ میں خدا تعالیٰ کی صفات قاہرہ کو بیان کیا اور یہ بتلایا کہ تمام عالم اس کے قبضہ قدرت اور قبضہ تصرف میں ہے اور وہ اس کے وجود اور عدم کا مالک ہے جس طرح اس نے اس عالم کو بتدریج پیدا فرمایا اسی طرح وہ دوبارہ اس کے پیدا کرنے پر قادر ہے اسی طرح سے توحید اور حشر و نشر کو ثابت کیا کہ جس خدا تعالیٰ نے تم کو پہلی مرتبہ حیات بخشی وہی خدا دوبارہ بھی تم کو زندہ کرنے پر قادر ہے۔

امام قرطبیؒ نے لکھا ہے کہ یہ سورت اصول دین کا ماخذ ہے علماء نے عقائد کے مسائل اکثر اسی سورت سے مرتب کیے ہیں امام ابو اسحاق اسفرائینیؒ فرماتے ہیں کہ یہ سورت توحید کے اصول اور قواعد پر مشتمل ہے اور چونکہ گذشتہ سورت کا اختتام الوہیت مسیح کے ابطال اور نصاریٰ کی توہین پر ہوا تو اس سورت کا افتتاح اور آغاز اثبات توحید سے ہوا اور درمیان میں اثبات رسالت اور حشر و نشر اور جنت و جہنم کے دلائل بیان فرمائے اور حسب عادت کریمہ درمیان میں انبیاء کرام کے قصے ذکر کیے مثلاً حضرت ابراہیمؑ کا قصہ بیان فرمایا پھر اخیر سورت میں شرک اور رسوم جاہلیت کا ابطال فرمایا اور اس کے مقابلہ میں بعض مکارم اخلاق کو بیان فرمایا اور چونکہ اس سورت میں انعام (جانوروں) کے متعلق مشرکین کی چالوں اور رسموں کا بیان ہے اسی لیے اس سورت کا نام سورۃ الانعام ہے۔

یایوں کہو کہ سورۃ مائدہ کا زیادہ حصہ اہل کتاب کے عاجزہ میں تھا اور اس سورت یعنی سورۃ انعام کا اکثر حصہ مشرکین اور ملحدین کے عاجزہ میں ہے جو توحید اور رسالت اور قیامت کے منکر تھے اسی لیے اس سورت میں زیادہ تر توحید اور عدل اور نبوت و رسالت اور مبداء و معاد اور قیامت کے دلائل بیان کیے گئے اور چونکہ یہ ساری سورت ایک ہی دفعہ نازل ہوئی اور ستر ہزار فرشتوں نے اس کی مشایعت کی اسی سے ظاہر ہوتا ہے کہ علم اصول دین کی شان سب سے بلند ہے اور سب سے پہلے بندہ پر اصول دین کا جاننا اور سیکھنا ضروری ہے (تفسیر کبیر ص ۶۶)

تحمید بر خالقیت و اثبات وحدانیت و ابطال مجوسیت

قال تعالیٰ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ (ربط) یہ سورت چونکہ اصول دین کے بیان پر مشتمل ہے اس لیے حق تعالیٰ نے تحمید اور توحید سے اس سورت کا آغاز فرمایا اور آسمان اور زمین اور نور اور ظلمت کے لیے اپنا خالق ہونا بیان کیا تاکہ توحید ثابت ہو اور مشرکین اور مجوس کا رد فرمایا جو یہ کہتے ہیں کہ دنیا کے دو خالق ہیں ایک یزدان جو خیر کا خالق ہے یعنی نور اور روشنی کا پیدا کرنے والا ہے اور دوسرا اھرمن جو شر کا خالق ہے یعنی ظلمت اور تاریکی کا پیدا کرنے والا ہے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ بتلادیا کہ ہر ظلمت اور ہر نور کا اور ہر اندھیرے اور اجالے کا پیدا کرنے والا وہی ہے مطلب یہ ہے کہ علویات ہوں یا سفلیات نور ہو یا ظلمت لیل ہو یا نہار موت ہو یا حیات سب کا خالق وہی ہے غرض یہ کہ عالم کی تمام کائنات اور تمام اضداد اور متقابلات سب اُس کے قبضہ تصرف میں ہیں کوئی اس کا شریک اور ہمیم نہیں اس کی قدرت کاملہ ہدٰی (بلندی اور پستی روشنی اور تاریکی) کو محیط ہے کوئی خدا اس کے احاطہ قدرت سے خارج نہیں آسمان و زمین کی پیدائش سے وجود باری کو ثابت کیا اور منکرین خدا کا رد کیا کہ یہ کون و مکان اور زمین و آسمان کی یہ وسیع عمارت خود بخود بن کر نہیں کھڑی ہو گئی بغیر بانی کے بنار کا وجود اور بغیر صانع کے صنعت کا ظہور عقلاً محال ہے اور نور اور ظلمت کی پیدائش سے مجوس کا رد کیا کہ جو نور اور ظلمت کو مدبر عالم سمجھتے ہیں اور ذمّۃ الذّٰیْنَ کَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ سے مشرکین عرب کا رد کیا جو غیر اللہ کی عبادت اور پرستش کرتے ہیں۔

بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں اپنی حکومت زمین و آسمان میں بیان کی اور پھر اپنا عالم الغیب ہونا بیان کیا پھر ان عجائب قدرت کو بیان کر کے کافروں کے اعراض اور انکار اور تکذیب کا نتیجہ بیان کیا تاکہ مشرکین عرب کو اس سے عبرت ہو جو شخص آسمان اور زمین کی پیدائش میں غور کرے گا تو ضرور سمجھ جائے گا کہ کوئی ان کا صانع ضرور ہے اتنا بڑا مکان اور اتنی وسیع عمارت بغیر کسی بنانے والے کے خود بخود نہیں بن گئی اور جو شخص اپنی پیدائش میں غور کرے گا تو اس پر خدا تعالیٰ کا حشر و نشر پر قادر ہونا واضح ہو جائے گا کہ جس خدا نے ہم کو پہلی بار مٹی سے پیدا کیا تو کیا وہ پھر دوبارہ ہم کو زندہ نہیں کر سکتا چنانچہ فرماتے ہیں کہ سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو جو ایمان اور جو اہرمن سے ہیں اور جس نے ٹھہرائیں اندھیریاں اور اجالا جو اعراض میں سے ہیں یعنی قابل تعریف وہ ہے کہ جو جو اہر (آسمان و زمین) اور اعراض (تاریکی اور روشنی) کا پیدا کرنے والا ہے خواہ تم اس کی تعریف کرو یا نہ کرو پھر تعجب کی بات یہ ہے

کہ خدا کی اس عظیم قدرت اور عجیب و غریب صنعت کے مشاہدہ کے بعد بھی یہ منکر اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو با برقرار دیتے ہیں یعنی اسکی ساتھ اپنے بتوں کو شریک گردانتے ہیں جو محض عاجز اور در ماندہ ہیں نصر بن شمیل کہتے ہیں کہ بَرَجِہُم کی بامعنی عُقْن ہے اور یعد لون بمعنی یخرفون ہے اور مطلب یہ ہے کہ خدا وہ ہے کہ جس نے بلندی اور پستی اور تاریکی اور روشنی کو پیدا کیا اور وہی مستحق تعریف ہے مگر یہ کافر اس سے انحراف کرتے ہیں یعنی اس سے پھرے ہوئے ہیں اور اس کی عظمت و وحدانیت کے قائل نہیں ہوتے آیت میں نور سے راہ حق کی طرف اشارہ ہے اور ظلمت سے غلط راہ کی طرف اشارہ ہے۔

فائدہ امام رازی فرماتے ہیں کہ کلمۃ الحمد للہ پانچ سورتوں کے شروع میں مذکور ہے اول سورۃ فاتحہ دوم اس سورت کے شروع میں الْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ سوم سورۃ کہف کے شروع میں الْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِہٖ الْکِتٰبَ جہارم سورۃ سبأ کے شروع میں الْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَکَ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ پنجم سورۃ فاطر الْحَمْدُ لِلّٰہِ فاطر السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

نکتہ اس میں یہ ہے کہ سورۃ فاتحہ کے شروع میں تحمید عام کا ذکر تھا اور اس کے بعد چار سورتوں میں تحمید خاص کا ذکر ہے جو اسی تحمید عام کا ایک فرد یا جزئی ہے اس لیے کہ الحمد للہ رب العالمین میں تمام عالمین کی ربوبیت کا ذکر ہے اور عالم سے مراد جمیع ماسوی اللہ ہے جس میں ہر موجود داخل ہے اور آسمان وزمین کا پیدا کرنا اور بندوں کے تربیت کے لیے آسمان سے کتاب نازل کرنا وغیرہ وغیرہ یہ سب اسی تحمید عام کے تحت ہیں مندرج ہیں (تفسیر کبیر ص ۳۳)

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ طِیْنٍ ثُمَّ قَضٰی اَجَلًا وَّ

وہی ہے جس نے بنایا تم کو مٹی سے پھر ٹھہرایا ایک وعدہ اور ایک

اَجَلٌ مُّسَمًّیٌ عِنْدَہٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ⑤

وعدہ ٹھہر رہا ہے اس کے پاس پھر تم شک لاتے ہو

دلیل دیگر بر وجود صالح

قال تعالیٰ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ طِیْنٍ ... الے ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ

۱ ربط یہ اثبات صالح کی دوسری دلیل ہے چنانچہ فرماتے ہیں خدا وہی ہے جس نے تم کو بواسطہ آدم علیہ السلام کے مٹی سے پیدا کیا جس سے پستی میں بڑھ کر کوئی چیز نہیں پھر ہر ایک کی حیات اور

زندگی کے لیے ایک وقت مقرر کر دیا جس میں نہ کمی ہو سکتی ہے اور نہ زیادتی اور سارے عالم کی دوبارہ زندہ ہونے کی جو مدت مقرر فرمائی وہ اُس کے نزدیک ہے یعنی اُس کو معلوم ہے اس کے سوا کسی کو اس مدت کا علم نہیں یعنی ہر شخص کی مدت کا علم وہ علحدہ علحدہ وقت مقرر ہے اور ایک وقت سارے عالم کی فنا کا مقرر ہے جس کا علم اللہ ہی کو ہے پھر بھی تم اللہ اور قیامت کے بارہ میں شک کرتے ہو یعنی خود تمہارا اپنا ہی وجود وجود صالح کیلئے بھی دلیل ہے اور ثبوت قیامت کی بھی دلیل ہے مگر تعجب ہے کہ تم ایسے قوی اور محکم دلائل کے ہوتے ہوئے بھی وجود باری اور ثبوت قیامت میں شک کرتے ہو کیا انسان مٹی سے اور لطف سے خود بخود بن گیا بلا شبہ یہ کسی قدیر و حکیم کی کاریگری ہے اس سے وجود صالح ثابت ہوا اور جس خدا نے انسان کو پہلی مرتبہ پیدا کیا وہ دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہوا اس سے حشر و نشر اور قیامت کا اثبات ہوا۔

وَهُوَ اللَّهُ فِي السَّمَوَاتِ وَفِي الْأَرْضِ يُعَلِّمُ سِرَّكُمْ

اور وہی ہے اللہ آسمان اور زمین میں جانتا ہے تمہارا چھپا

وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُونَ ۝۳

اور کھلا اور جانتا ہے جو کما تے ہو تم

اثبات علم باری تعالیٰ

قال تعالیٰ وَهُوَ اللَّهُ فِي السَّمَوَاتِ وَفِي الْأَرْضِ... لے..... وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُونَ۔

(ربط) گزشتہ آیت میں صالح مختار کے وجود پر دلیل قائم کی اب اس آیت میں اس کے علم محیط پر دلیل قائم کرتے ہیں کہ جس طرح صالح عالم کی قدرت تمام کائنات کو محیط ہے اسی طرح اُس کا علم بھی تمام کائنات کو محیط ہے چنانچہ فرماتے ہیں اور وہی ایک معبود برحق ہے آسمانوں میں اور زمین میں اسکے سوا کوئی معبود نہیں وہ تمہارے چھپے اور کھلے کو جانتا ہے خواہ تم کوئی فعل کھلے کرو یا چھپا کر کرو اس کو سب معلوم ہے اور خوب جانتا ہے جو تم عمل کرتے ہو تمہارے عمل کے مطابق تم کو جزا اور سزا دے گا۔

وَمَا تَأْتِيهِمْ مِنْ آيَةٍ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِمْ إِلَّا كَانُوا

اور نہیں پہنچتی ان کو کوئی نشانی ان کے رب کی نشانیوں میں سے مگر کرتے ہیں

عَنْهَا مُعْرَضِينَ ﴿۴﴾ فَقَدْ كَذَّبُوا بِالْحَقِّ لَمَّا

اس سے تغافل سو جھٹلا چکے حق بات کو جب

جَاءَهُمْ فَسَوْفَ يَأْتِيهِمْ أَنْبَاءُ مَا كَانُوا

اُن تک پہنچی اب آگے آوے گی اُن پر حقیقت اس بات کی

بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ﴿۵﴾ أَلَمْ يَرَوْا كَمَا أَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ

جس پر ہنستے تھے کیا دیکھتے نہیں کتنی ہلاک کیں ہم نے پہلے ان سے

مِّنْ قَرْنٍ مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ مَا لَمْ نُمْكِنْ لَّكُمْ

سنگتیں ان کو جمایا تھا ہم نے ملک میں جتنا تم کو نہیں جمایا

وَأَرْسَلْنَا السَّمَاءَ عَلَيْهِمْ مِّدْرَارًا وَجَعَلْنَا الْأَهْرَ

اور چھوڑ دیا ہم نے ان پر آسمان برساتا اور بنا دیں نہریں بہتی ان

تَجَرَّى مِنْ تَحْتِهِمْ فَاهْلَكْنَاهُمْ بِذُنُوبِهِمْ وَأَنْشَأْنَا

کے نیچے بھر ہلاک کیا اُن کو اُن کے گناہوں پر اور کھڑی کی

مِّنْ بَعْدِهِمْ قَرْنًا آخَرِينَ ﴿۶﴾

ان کے پیچھے اور سنگت

وَعِيدٌ وَتَهْدِيدٌ بِأَعْرَاضٍ مُّكَذِّبِينَ

قال تعالى وَمَا تَأْتِيهِمْ مِّنْ آيَةٍ..... اے..... قَرْنًا آخَرِينَ .

(ربط) گذشتہ آیات میں دلائل توحید کا بیان تھا اب ان آیات میں آیات الہیہ سے اعراض اور تکذیب پر وعید اور تہدید کا ذکر ہے چنانچہ فرماتے ہیں اور ان کفار مکہ کے پاس کوئی نشانی اُن کے پروردگار کی نشانیوں میں سے نہیں پہنچتی مگر اس سے منہ پھیرنے والے اور تغافل برستے والے بن جاتے ہیں جو معجزہ بھی دیکھتے ہیں تو اس سے منہ پھیر لیتے ہیں اور جادو کہہ کر مٹا دیتے

ہیں پس ثابت ہوا کہ یہ لوگ بہت ہی بد خو ہیں پس تحقیق جھٹلایا انہوں نے حق کو جب وہ ان کے پاس آگیا اور پہنچ گیا حق سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ہے یا قرآن کی آیتیں یا معجزات میں پس عنقریب ان کے سامنے اُن چیزوں کی حقیقت آجائے گی جن کی یہ ہنسی اڑاتے تھے یعنی ان کو اپنے استہزاء کا مزہ معلوم ہو جائے گا کیا اہل مکہ نے یہ نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی امتوں کو ہلاک کیا اور ان کے استہزاء کا مزہ اُن کو چکھایا جن کو ہم نے دنیا میں وہ جسانی اور مالی قوت اور استقرار اور تمکین عطا کیا تھا جو تم کو نہیں دیا بڑے قد آور ورتنا ور تھے ان کی عمریں تم سے دراز تھیں اور اُن کی روزی بھی بہ نسبت تمہارے بہت فراخ تھی اور ہم نے ان پر بوسلاد حار پائی برسایا یعنی وہ لوگ سرسبز اور شاداب ملکوں کے رہنے والے تھے اور نہایت خوش حال اور مالدار تھے قحط سالی اور امساک باراں کی اُن کو کوئی تکلیف نہیں پہنچتی تھی اور ہم نے اُن کے درختوں کے نیچے نہریں جاری کیں یعنی وہ لوگ باغوں والے اور چشموں والے تھے پھر باوجود اس قوت و شوکت اور راحت و ثروت کے ان کے گناہوں یعنی تکذیب حق اور اعراض عن الحق کی وجہ سے ان کو ہلاک کر دیا تاکہ ان کی تباہی اور بربادی لوگوں کے لیے عبرت بنے اور ان کے بعد ہم نے دوسرے لوگوں کو پیدا کیا اسی طرح اگر تم پر بھی عذاب نازل کر کے تم کو ہلاک کر دیں تو تعجب کیا ہے مطلب یہ ہے کہ اسے اہل مکہ پہلی امتوں کے حالات پر نظر کرو کہ کس طرح عیش و آرام میں تھیں جب انہوں نے خدا کے پیغمبروں کو جھٹلایا تو اُن کا انجام کیسا خراب ہوا پس جب ہم نے ان امتوں کو ہلاک کر دیا کہ جو بہت بات میں تم سے بڑھ چڑھ کر تھے تو تمہارا ہلاک کرنا کیا مشکل ہے۔

امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ ان آیات سے یہ معلوم ہوا کہ کفر کے تین درجے ہیں

فائدہ اول اعراض عن الحق یعنی حق سے منہ پھیرنا اور اس سے تغافل برتنا

دوم تکذیب حق یعنی حق کو جھٹلانا سوئم استہزاء بالحق یعنی حق کا مذاق اڑانا یہ کفر کا آخری درجہ ہے (تفسیر کبیر ص ۳۱۴)۔

وَكُوْنُ لَّزَلْنَا عَلَيْكَ كِتَابًا فِي قِرْطَابٍ فَلَمَسُوْهُ

اور اگر اتاریں ہم اُن پر مکھا ہوا کاغذ میں پھر نموں میں اسکو

بَايْدِيْهِمْ لَقَالِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِنْ هٰذَا اِلَّا

اپنے ہاتھ سے البتہ کہیں گے منکر یہ کچھ نہیں مگر

سِحْرٌ مُّبِينٌ ۝ وَقَالُوا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ

جادو ہے صریح اور کہتے کیوں نہ اترا اس پر کوئی

مَلَكٌ ۖ وَلَوْ أَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْأَمْرُ ثُمَّ لَا

فرشتہ اور اگر ہم فرشتہ اتاریں تو فیصل ہو چکے کام پھر ان

يُنْظَرُونَ ۝ وَلَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكًا تَجَعَلْنَاهُ رَجُلًا وَ

کو فرصت نہ ملے اور اگر ہم رسول کرتے کوئی فرشتہ تو وہ بھی صورت میں ایک مرد

لَلْبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبَسُونَ ۝ وَلَقَدْ اسْتَهْزَأُ بِرُسُلِ

کرتے اور ان پر شبہ ڈالتے وہی شبد جواتے ہیں اور ہنسی کرتے رہے ہیں رسولوں سے

مَنْ قَبْلِكَ فَخَاقَ يَٰۤاَۤلِۤذِينَ سَخِرُوا مِنْهُمْ مَّا كَانُوا

تیرے پہلے پھر الٹ پڑی اُن کے ہنسنے والوں پر جس بات پر

بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ۝ ۱۰ قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ ثُمَّ

ہنسا کرتے تھے تو کہہ پھر و ملک میں تو دیکھو

انْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكْذِبِينَ ۝ ۱۱

آخر کیسا ہوا بھٹلانے والوں کا

ازالہ شبہات منکرین نبوت

قال تعالى وَلَوْ أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ كِتَابًا فِي قُرْطَانٍ اے كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكْذِبِينَ ۝
 (رابطہ) گذشتہ آیات میں اثبات صانع اور توحید کا بیان تھا اسب ان آیات میں معاندین اور
 منکرین نبوت کے چند شبہات کا جواب دیتے ہیں کفار کہ قرآن کے کلام الہی ہونے میں اور آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں کبھی تو یہ شبہ کرتے کہ آسمان سے لکھی ہوئی کتاب کیوں نہیں اتری
 اور کبھی یہ کہتے کہ فرشتہ اپنی اصلی شکل میں نمودار ہو کر ہمارے سامنے آکر آپ کی صدق کی گواہی

اگر آپ کی نبوت کی تصدیق کیوں نہیں کرتے تاکہ ہم ان کو دیکھ کر اور ان کی باتیں سن کر یقین کر لیتے جیسا کہ دوسری آیتوں میں ہے اَوْفَاخِي بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قِيْلًا۔ اور۔ لَوْلَا اَنْزَلَ عَلَيْنَا مَلٰٓئِكًا فَيَكُوْنُ مَعَهُ كَذِبًا۔ اور۔ لَوْلَا اَنْزَلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ حَقَّ تَعَالٰی اُن کے جواب میں فرماتے ہیں اور اگر ہم ان کی فرمائش کے مطابق اسی طرح کوئی فرشتہ اتارتے تو بات فیصل ہو جاتی یعنی فرشتہ کے آنے اور دیکھنے کے بعد بھی اگر تکذیب کرتے تو سب ایک ہی دفعہ ہلاک کر دیئے جاتے پھر ان کو ایک پل کی بھی ہمت نہ دی جاتی کیونکہ سنت اللہ یہ ہے کہ فرمائشی معجزہ دیتے جانے کے بعد ہمت نہیں دی جاتی اُن کے دیکھتے ہی عالم آخرت کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے کَمَا قَالَ تَعَالٰی يَوْمَ يَكُوْنُ الْمَلٰٓئِكَةُ لَا يَشْرٰى يَوْمَئِذٍ الْمُسْتَبْحِرٰۤیۡنَ وَيَقُوْلُوْنَ جَهَنَّمَ اَمْ حَسْبُكُمْ۔

خلاصہ کلام یہ کہ اگر ان کی یہ فرمائش پوری کر دی جاتی تو یہ ضدی اور عنادی پھر بھی ایمان نہ لاتے اور تکذیب کرتے تو یک لحظہ سب ہلاک کر دیئے جاتے اور اللہ تعالیٰ فی الحال ان کو ہلاک کرنا نہیں چاہتے اس لحاظ سے ان کی فرمائشوں کا پورا نہ کرنا بھی عین رحمت سمجھنا چاہیئے کہ تو بہ کے لیے وقت مل گیا اور اگر ہم کسی فرشتہ کو پیغمبر بنا کر بھیجتے تو البتہ کسی مرد ہی کی صورت میں بھیجتے تاکہ اس کی بات چیت سن سکیں اور اس سے نفع حاصل کر سکیں کیونکہ فرشتہ اگر اپنی اصلی صورت میں آتا تو بسبب کمال نورانیت اور کمال جلال و جمال یہ لوگ اس کے دیکھنے کی تاب نہ لا سکتے اس کے رعب اور ہیبت سے ان کا دم نکل جاتا یہ صرف حضرات انبیاء کرام کا ظرف ہے کہ اصلی صورت میں فرشتہ کی رویت کا تحمل کر سکتے ہیں عام لوگ تو ایک منٹ کے لیے بھی فرشتے کا اصلی صورت میں رویت کا تحمل نہیں کر سکتے تو لا محالہ اگر فرشتہ کو پیغمبر بنا کر بھیجتے تو آدنی ہی کی صورت میں بھیجتے تاکہ مجانست صوری کی بناء پر لوگ اُنہیں کی تعلیم و تلقین سے منتفع ہو سکیں اور اس صورت میں ہم ان کو اسی اشتباہ میں ڈال دیتے جس اشتباہ میں وہ اب پڑے ہوئے ہیں یعنی اس فرشتہ کو بشکل بشر دیکھ کر بھی کہتے کہ یہ تو آدنی ہے جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اس بناء پر انکار کرتے ہیں کہ آپ بشر ہیں اسی طرح اگر فرشتہ کو بشکل بشر رسول بنا کر بھیجتے تو تب بھی یہی اعتراض کرتے اور وہی اشتباہ بجا رہتا۔

تسلیہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

یہاں تک کفار کے عناد اور اعراض اور تکذیب اور استہزاء کا ذکر کیا جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہوتی تھی اس لیے اب آئندہ آیت میں آپ کی تسلی کا مضمون بیان فرماتے

ہیں اور اے نبی کریم! آپ ان کے استہزاء سے رنجیدہ اور ملول نہ ہوں البتہ تحقیق آپ سے پہلے بہت سے پیغمبروں کے ساتھ استہزاء اور تمسخر کیا گیا پس آگھیرا اُن ہنسی کرنے والوں کو اُس عذاب نے جس پر وہ ہنسا کرتے تھے اور اگر اُس قہر اور عذاب کا انکار کریں تو آپ اُن سے یہ کہہ دیجیے کہ ذرا ملک میں پھرو پھرو دیکھو کہ پیغمبروں کو جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا کہ سب تباہ اور برباد ہوئے یہی حشر ان کافروں کا ہوگا جو آپ کی ہنسی اڑاتے ہیں۔

قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قُلْ

پوچھ کہ کس کا ہے جو کچھ ہے آسمان وزمین میں کہہ

لِّلّٰهِ ۚ كَتَبَ عَلٰی نَفْسِہِ الرَّحْمَۃُ ۚ لِيَجْمَعَنَّكُمْ

اللہ کا ہے اُس نے لکھی ہے اپنے ذمہ ہر باری البتہ تم کو جمع کرے گا

اِلٰی یَوْمِ الْقِیَمَۃِ لَا رَیْبَ فِیْہِ ۚ الَّذِیْنَ

دن قیامت تک اس میں شک نہیں جنہوں نے

خَسِرُوْۤا اَنْفُسَہُمْ فَہُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَلَہٗ

ہاری اپنی جان وہی نہیں مانتے اور اسی کا

مَا سَكَنَ فِی الْیَلِّ وَالنَّہَارِ ۚ وَہُوَ السَّمِیْعُ

ہے جو بستا ہے رات میں اور دن میں اور وہی ہے سب سنتا

الْعَلِیْمُ ﴿۱۳﴾ قُلْ اَغٰیثَ اللّٰہِ اَتَّخِذُ وَلِیًّا فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ

جانتا تو کہہ کیا اور کوئی پکڑوں اپنا مددگار اللہ کے سوا جو بنانے

وَالْاَرْضِ وَہُوَ یُطْعِمُ وَلَا یُطْعَمُ ۚ قُلْ اِنِّیْ اُمِرْتُ

دالا ہے آسمان وزمین کا اور وہ سب کو کھلاتا ہے اور اُس کو کوئی نہیں کھلاتا کہہ مجھ کو حکم ہوا ہے

اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنْ

کہ سب سے پہلے حکم مانوں اور تو نہ ہو

الْمُشْرِكِينَ ۝ قُلْ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي

شریک پکڑنے والا تو کہہ میں ڈرتا ہوں اگر حکم نہ مانوں اپنے رب کا

عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۝ مَنْ يُصْرَفْ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ

ایک بڑے دن کے عذاب سے جس پر سے وہ تلا اس دن اس پر

فَقَدْ رَحِمَهُ ۖ وَذَلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِينُ ۝ وَإِنْ يَمْسَسْكَ

رحم کیا اور یہی ہے بڑی مراد ملنی اور اگر پہنچا دے تجھ

اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ ۖ وَإِنْ يَمْسَسْكَ

کو اللہ کچھ سختی پھر اس کو کوئی نہ اٹھا دے سوائے اس کے اور اگر تجھ کو

يَخِيرَ فَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ وَهُوَ الْقَاهِرُ

پہنچا دے بھلائی تو وہ ہر چیز پر قادر ہے اور اسی کا زور پہنچتا

فَوْقَ عِبَادِهِ ۖ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ ۝

ہے اپنے بندوں پر اور وہی ہے حکمت والا خبردار

اثبات توحید

قال تعالى قُلْ لِمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الے وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ ۖ
 دربط، گذشتہ آیت میں توحید کا بیان تھا اب پھر اس کی طرف عود فرماتے ہیں اور توحید کا
 اثبات اور شرک کا ابطال کرتے ہیں اور یہ بتلاتے ہیں کہ تمام مکنایات اور تمام زمانیات
 سب اللہ ہی کی ملک ہیں قُلْ لِمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ سے ظرف مکان کی تمام منظوفات
 کی ملکیت کو بیان کیا اور وَلِیُّ مَا سَكَنَ فِي الْاٰیْلِ وَالنَّهَارِ سے ظرف زمان کی تمام منظوفات
 کی ملکیت کو بیان کیا مطلب یہ ہوا کہ سب کون و مکان اور زمین و زمان سب اسی کی ملک ہیں چنانچہ
 فرماتے ہیں اے بنی کریم آپ ان معاندین سے بطور الزام و اتمام حجت یہ پوچھیے کہ کس کی
 ملک ہیں جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے اول تو وہ خود ہی یہ جواب دیں گے کہ یہ

سب اللہ کی ملک ہے جس سے توحید ثابت ہو جائے گی جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے قُلْ إِنِّي أَنَا عَبْدُ اللَّهِ ۖ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۚ وَمِنَ الَّذِينَ آمَنُوا بِآيَاتِ اللَّهِ وَأَنَّهُ لَآتِيهِمُ الْوَيْلُ ۚ وَلَئِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۚ

پر یا مشرک اور جبار کی بنا پر اس کا جواب نہ دیں تو آپ کہہ دیجیے کہ یہ سب اللہ ہی کی ملک ہے اور تمہارے بت کسی چیز کے بھی مالک نہیں اور اُن سے یہ بھی کہہ دیجیے کہ اللہ تعالیٰ نے تو یہ کرنے والوں کے لیے محض اپنے فضل و کرم سے اپنی ذات پر رحمت کو لکھ دیا ہے یعنی لازم کر لیا ہے یہ نہیں کہ اس پر کسی کا زور اور دباؤ ہے وہ اپنی رحمت سے عقوبت میں جلدی نہیں کرتا اور توبہ اور انا بت کو قبول کرتا ہے لہذا اگر تم کفر اور مشرک سے توبہ کر دو گے اور اس کی طرف متوجہ ہوؤ گے تو وہ ارحم الراحمین تمہارے اگلے گناہ معاف کر دے گا مطلب یہ ہے کہ جب توحید تمہارے اقرار سے ثابت ہو گئی اور محبت تم پر قائم ہو گئی تو اُس کا مقتضا یہ تھا کہ تم فوراً ہلاک کر دیتے جاتے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر رحمت کو لازم کر لیا ہے اس لیے وہ عقوبت میں جلدی نہیں کرتا حق تعالیٰ نے ایک تختی پر یہ لکھ کر کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے عرش پر آویزاں کر دیا ہے غرض یہ کہ ان سرکشوں کو اور باوجود محبت پوری ہو جانے کے خدا تعالیٰ کے ساتھ ہمسر بنانے پر خدا تعالیٰ نے اپنی رحمت اور حلم کی وجہ سے اگرچہ دنیا میں سزا نہیں دی مگر اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی ہے کہ وہ تم سب کو روز قیامت کی طرف اکٹھا کرے گا جس میں ذرہ برابر کوئی شک نہیں اور اس وقت حساب و کتاب کے بعد تم کو سزا دی جائے گی جن لوگوں نے مشرک اختیار کر کے اپنی جانوں کو گھائے ہیں رکھا وہ ایمان نہیں لائیں گے کیونکہ ان کی تقدیر میں گھاتا ہے جس سے وہ باہر نہیں نکل سکتے اور مزید اثبات توحید اور اتمام حجت کے لیے اُن سے یہ کہہ دیجیے کہ اسی کی ملک ہے جو رات اور دن میں ساکن اور برقرار ہے یعنی کل موجودات جن پر دن اور رات گذرتی ہے وہ سب اسی کی ملک ہے زمانہ اور زمانیات اسی کے احاطہ قدرت میں ہے۔

گزشتہ آیت میں یہ بتلایا کہ زمین اور آسمان یعنی ہر مکان اور ہر مکین اور تمام مکانیات کا وہی مالک ہے اور اس آیت میں یہ بتلایا کہ مکان کی طرح زمان لیل و نہار اور تمام اوقات اور تمام زمانیات بھی اسی کی ملک ہیں اور اسی کے قبضہ اور تصرف میں ہیں اور وہی ان کی باتوں کا سننے والا اور ان کے دلوں اور حالات کا جاننے والا ہے اس آیت کا اور گزشتہ آیت قُلْ لَمَن مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کا حاصل یہ نکلا کہ مکان اور زمان اور تمام مکانیات اور زمانیات سب اسی کی ملک ہیں پھر اثبات توحید کے بعد اُن سے یہ کہیے کہ کیا میں ایسے اللہ کے سوا کسی کو اپنا دوست اور معبود ٹھہراؤں جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے اس کے سوا اور کس کو اپنا معبود اور کارساز ٹھہراؤں اور وہ اللہ ہی سب کو روزی دیتا ہے اور اس کو روزی نہیں دی جاتی یعنی وجود اور سامان بقا میں سب اس کے محتاج ہیں اور وہ کسی کا محتاج

نہیں پس ایسی ذات کو چھوڑ کر جو سب کو روزی دیتا ہو اور ادنیٰ سے ادنیٰ چیز میں وہ کسی کا محتاج نہ ہو کسی اور کو اپنا دلی اور کارساز بنانا حماقت نہیں تو اور کیا ہے کَمَا قَالَ تَعَالَى قَدْ أَفْخَرُ اللَّهُ تَأْمُرُ دِيْنًا كَعِبَادُ أَهْلِهَا الْجَاهِلُونَ آپ کہہ دیجیئے کہ مجھ کو خدا کی طرف سے یہ حکم دیا گیا ہے کہ خدا سے برحق کا جس کی صفات اوپر مذکور ہوئیں سب سے پہلا فرمانبردار بنوں کہ بلا مشرکت غیر اس کے سامنے گردن ڈال دوں اور مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ تو ہرگز ہرگز مشرکوں میں سے نہ ہونا اسے بنی آپ ان مشرکوں سے کہہ دیجیئے کہ اگر میں اپنے پروردگار کی نافرمانی کروں تو مجھ کو ایک بڑے دن کے عذاب میں گرفتار ہونے کا ڈر ہے مطلب یہ ہے کہ اللہ نے مجھ کو یہ حکم دیا ہے کہ میں اس کا پہلا فرمانبردار بنوں اور مشرکوں کے گردہ میں شامل نہ ہوں اگر بالفرض میں اس کے حکم کی مخالفت کروں اور تمہارے کہنے سے تمہارا دین اختیار کر لوں تو اس صورت میں مجھے روز قیامت کے عذاب کا ڈر ہے قیامت کے دن کو بڑا دن اس لیے کہا گیا کہ اس کا مقدار پچاس ہزار برس کی ہوگی۔

اس قسم کی آیات میں آپ پر رکھ کر دوسروں کو سنانا مقصود ہے یعنی بفرض حال **ف** اگر خدا کے کسی معصوم اور برگزیدہ بندہ سے بھی عھبان سرزد ہو جائے تو عذاب الہی کا اندیشہ ہے پھر کسی کو کب لائق ہے کہ کفر و شرک اور معصیت میں ملوث ہو کہ عذاب الہی سے بے فکر اور مامون ہو کر بیٹھ جائے۔

جس شخص سے اس دن وہ عذاب ہٹا دیا جائے پس اس پر اللہ نے بڑی ہی رحمت اور عنایت فرمائی اور یہی (عذاب خداوندی سے نجات) کھلی کامیابی ہے اور اسے بندے اگر اللہ تجھ کو کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا کوئی اس تکلیف کا دور کرنے والا نہیں یعنی مرض اور قحط اور افلاس اور دیگر مصائب کو خدا ہی دور کر سکتا ہے اور کوئی نہیں کر سکتا اور اسے بندے اگر خدا تجھ کو کوئی بھلائی پہنچائے تو اس کے لیے کوئی مشکل نہیں کیونکہ وہ ہر شئی پر قادر ہے یعنی نفع و نقصان سب اسی کے ہاتھ میں ہے پس اس کے سوا کسی کو اپنا دلی اور کارساز نہ بناؤ عاجزوں کی خوشامد کرنے سے کیا فائدہ اور وہی غالب ہے اپنے بندوں پر سب بندے اسی کے زیر حکم ہیں سب پر اسی کا زور چلتا ہے جو چاہتا ہے ان میں تصرف کرتا ہے کسی کی مجال نہیں کہ اس کے حکم کو رد کر سکے ہر شئی اس کے سامنے مقبور اور مجبور ہے اس کی عظمت اور جلال اور علو اور قدرت کے سامنے سب کی گردنیں خم ہیں قاہر اس کو کہتے ہیں جس کو اپنے ارادہ پورا کرنے سے کوئی شئی عاجز نہ کر سکے۔

قاہر کے معنی غالب کے ہیں اور فوق کے معنی بلند اور برتر کے ہیں اور اللہ تعالیٰ **ف** کی فوقیت حق اور مکانی نہیں کیونکہ وہ مکان اور جہت سے بالا اور برتر ہے

اس آیت میں فوق سے فوقیت قہر اور غلبہ مراد ہے جیسا کہ فَوْقُ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ میں فوقیت شان اور فوقیت مرتبہ مراد ہے اور وہی ہے حکمت والا خبردار اس کا کوئی تصرف حکمت سے خالی نہیں اور وہ ہر چیز کو جانتا ہے اپنے علم کے مطابق ہر ایک کو جزاء اور سزا دیکھا اور اس کی شان فوقیت اور قہر اور شان علم و حکمت کا مقتضی یہی ہے کہ اس کے سوا کسی کو اپنا ولی اور کارساز نہ بنایا جائے مطلب یہ ہے کہ الوہیت کے لیے یہ ضروری ہے کہ قدرت کاملہ اور قہر تام ہو کہ اس پر کسی کا زور نہ چل سکے اور علم عام اور محیط ہو اور ہر نفع اور ضرر کا مالک ہو اور ایسی ذات والا صفات کو چھوڑ کر کسی کو معبود اور کارساز بنانا حماقت نہیں تو کیا ہے۔

قُلْ أَيْ شَيْءٍ أَكْبَرُ شَهَادَةً قُلِ اللَّهُ قُلُّ

تو کہہ کس چیز کی بڑی گواہی کہہ اللہ گواہ

شَهِيدٌ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَأُوحِيَ إِلَيَّ هَذَا

میرے اور تمہارے بیچ اور اُوحیٰ ہے مجھ کو یہ

الْقُرْآنُ لِأُنْذِرَكُمْ بِهِ وَمَنْ بَلَغَ أَئِنَّكُمْ

قرآن کہ تم کو اس سے خبردار کر دوں اور جس کو یہ پہنچے کیا تم

لَتَشْهَدُونَ أَنَّ مَعَ اللَّهِ إِلَهَةً أُخْرَىٰ ط

گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ معبود اور بھی ہیں

قُلْ لَا أَشْهَدُ قُلْ إِنَّمَا هُوَ إِلَهٌُ وَاحِدٌ وَإِنِّي

تو کہہ میں نہیں گواہی دوں گا تو کہہ وہی ہے معبود ایک واحد اور میں قبول نہیں

بِرَبِّي ۖ مِمَّا تَشْرِكُونَ ۝۱۹ الَّذِينَ اتَّيْنَهُمُ الْكِتَابُ

رکھتا جو تم شریک کرتے ہو جن کو ہم نے دی ہے کتاب

يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ آبْنَاءَهُمْ ۖ الَّذِينَ خَسِرُوا

اس کو پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو جنہوں نے ہاری اپنی

أَنفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۲۰﴾ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ

جان دہی نہیں مانتے اور اس سے ظالم کون جو جھوٹ

عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ

باندھے اللہ پر یا جھٹلاوے اس کی آیتیں مقرر بھلا نہیں پاتے

الظَّالِمُونَ ﴿۲۱﴾

گنہگار

اثبات توحید و رسالت

قَالَ تَعَالَى قُلْ أَمَّا شَيْءٌ أَكْبَرُ مَشْهَادَةً لے إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ (ربط) گذشتہ آیات میں توحید و رسالت کو فرداً فرداً بیان فرمایا اب ان آیات میں توحید و رسالت کو مجتمعاً بیان فرماتے ہیں مشرکین مکہ نے کہا اے محمد ہم کسی کو نہیں دیکھتے کہ جو آپ کو سچا جانے اور آپ کی نبوت کی شہادت دے اور ہم نے علماء یہود و نصاریٰ سے بھی تیری بابت دریافت کیا انہوں نے بھی آپ کی نبوت کی شہادت نہیں دی اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ لوگ جو آپ کی نبوت و رسالت پر شہادت اور گواہی طلب کرتے ہیں آپ ان سے یہ کہہ دیجئے کہ علاوہ ازیں خدا تعالیٰ میری نبوت کا گواہ ہے جس سے بڑھ کر کوئی گواہ نہیں یہ قرآن کریم میری نبوت کا ناقابل تردید گواہ ہے نیز علماء اہل کتاب میری نبوت کو ایسا یقینی طور پر جانتے ہیں جیسا کہ وہ اپنے بیٹوں کو جانتے ہیں کہ یہ ہمارے بیٹے ہیں مگر حق پوشی کرتے ہیں اس لیے ایمان نہیں لاتے چنانچہ فرماتے ہیں (اے بنی) آپ ان مشرکین مکہ سے جو آپ کو مفتری بتلاتے ہیں یہ پوچھیے کہ گواہی کے لحاظ سے کونسی چیز سب سے بڑھ کر ہے کہ اس کی گواہی رد نہ کی جاسکے اس سوال کے بعد ان کے جواب کا انتظار نہ کیجیے اور یہ کہہ دیجئے کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ گواہ ہے اس لیے کہ اللہ سے بڑھ کر کس کی گواہی ہو سکتی ہے مطلب یہ ہے کہ اگر تم میری نبوت پر مقبول الشہادت گواہ چاہتے ہو تو وہ خدا ہے جس سے بڑھ کر گواہ نہیں اور اللہ کی شہادت اور گواہی یہ ہے کہ اُس نے مجھ کو دلائل نبوت اور براہین رسالت دیکر بھیجا ہے اور من جملہ شواہد رسالت یہ ہے کہ میری طرف یہ قرآن بذریعہ وحی

کے اتارا گیا جو اللہ کا کلام ہے اور میری نبوت کا گواہ ہے اگر میں اللہ کا رسول نہ ہوتا تو وہ مجھ پر اپنا کلام نازل نہ کرتا اور قرآن کریم کا کلام الہی ہونا اس کے اعجاز سے جہاں سے نیز یہ قرآن تمام علوم رشد و ہدایت کا جامع ہے مجھ پر اس لیے نازل کیا گیا ہے کہ اس سے تم کو اور جس کو یہ پہنچے عذاب الہی سے ڈراؤں کہ جو توحید اور رسالت کو نہ مانے گا اس پر اللہ کا عذاب نازل ہوگا کیا اس شہادت کبریٰ کے بعد تم یہ گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ اور بھی معبود ہیں آپ کہہ دیجئے کہ میں تو یہ گواہی نہیں دے سکتا آپ ببالغ دھل کہہ دیجئے کہ جزا میں نیست کہ وہ معبود اکیلا ہے کوئی اس کا شریک نہیں اور میں بری اور بیزار ہوں اس چیز سے جس کو تم خدا کے ساتھ شریک کہتے ہو اور نبوت و رسالت کی شہادت اور گواہی کے بارے میں آپ اُن سے یہ کہہ دیجئے کہ جن لوگوں کو ہم نے کتاب (توریت و انجیل) دی ہے وہ بنی کریم کو ایسا پہچانتے ہیں جیسا کہ وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں علامہ یہود اور نصاریٰ کو یقین کامل ہے کہ آپ بلاشبہ وہی بنی آخر الزماں ہیں جن کی انبیاء سابقین بشارت دیتے چلے آئے انہوں نے آپ کے چہرہ کو دیکھ کر آپ کو اس طرح پہچان لیا ہے جس طرح انسان اپنے بیٹے کی صورت دیکھ کر پہچان لیتا ہے کہ یہ میرا بیٹا ہے اللہ جو لوگ حاسد اور معاندین ہیں اور جنہوں نے اپنی جانوں کو خسارہ میں ڈالا وہ ایمان نہیں لائیں گے خدا اور تکبر اُن کو بنی برحق پر ایمان لانے کی اجازت نہیں دیتا ایمان نہ لا کر اپنا ہی نقصان کر رہے ہیں عقل کا مقتضی یہ ہے کہ حق پر ایمان لانا چاہیے ان لوگوں نے حق سے اعراض کر کے اپنی جانوں پر بڑا ہی ظلم کیا اور اپنے آپ کو خسارہ میں ڈالا اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہے جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا یا اس کی آیتوں کو جھٹلایا تحقیق بلاشبہ ظالم لوگ سمجھی کامیاب نہیں ہوتے یہود اور نصاریٰ اور مشرکین عرب طرح طرح سے خدا سے وعدہ لا مشرک پر جھوٹ باندھتے یہود اور نصاریٰ یہ کہتے تھے کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اُس کے پیارے ہیں سوائے چند روز کے ہمیں آگ نہیں چھوئے گی اور عزیر اور مسیح خدا کے بیٹے ہیں اور مشرکین کہتے تھے کہ بت اللہ کے شریک ہیں اللہ نے ہم کو ان کی عبادت کا حکم دیا ہے اور فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اور اللہ نے سردار جنوں کی لڑکیوں سے شادی کی ہے اور اُس نے بحیرہ اور سائبہ وغیرہ کو حرام کیا ہے وغیرہ وغیرہ عرض یہ اور اس قسم کے صد ہا بہتان اللہ پر باندھتے تھے اور آیات قرآنیہ اور دلائل نبوت اور براہین رسالت کی تکذیب کرتے تھے اور سب کو جھٹلاتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان سب فرقوں کے بارے میں فرمایا کہ یہ لوگ بڑے ظالم ہیں کہ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں اور آیات خداوندی کو جھٹلاتے ہیں ان ظالموں کو عذاب الہی سے کبھی رستگاری نہ ہوگی۔

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ

اور جس دن ہم جمع کریں گے ان سب کو پھر کہیں گے شریک

أَشْرَكُوا أَيْنَ شَرَكَاكُمْ الَّذِينَ كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ ﴿۲۲﴾

والوں کو کہاں ہیں شریک تمہارے جن کا تم دعویٰ کرتے تھے

ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا وَاللَّهِ رَبَّنَا مَا

پھر نہ رہے گا ان کی شرارت مگر یہی کہ کہیں گے قسم اللہ کی اپنے رب کی

كُنَّا مُشْرِكِينَ ﴿۲۳﴾ أَنْظِرْ كَيْفَ كَذَبُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَ

ہم شریک نہ کرتے تھے دیکھ تو کیسا جھوٹ بولے اپنے اوپر اور

ضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿۲۴﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَسْتَمِعُ

کھوتی گیتیں ان سے جو باتیں بناتے تھے اور بعضے ان میں کان

إِلَيْكَ وَجَعَلْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَنْ يَفْقَهُوهُ

رکھتے ہیں تیری طرف اور ہم نے ان کے دلوں پر غلاف رکھے ہیں کہ اسکو نہ سمجھیں

وَفِي آذَانِهِمْ وَقْرًا وَإِنْ يَرَوْا كَلًّا آيَةً لَا يَوْمِنُوا

اور اُن کے کانوں پر بوجھ اور اگر دیکھیں ساری نشانیاں یقین نہ لادیں

بِهَا حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوكَ يُجَادِلُونَكَ يَقُولُ الَّذِينَ

اُن پر جب تک نہ آویں تیرے پاس جھگڑنے کو تجھ سے کہتے ہیں وہ

كَفَرُوا وَإِنْ هَذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿۲۵﴾ وَهُمْ

منکر یہ کچھ نہیں مگر نقلیں ہیں اگلوں کی اور وہ

يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْعَوْنَ عَنْهُ وَإِنْ يُهْلِكُونَ إِلَّا

اس سے منع کرتے ہیں اور اس سے بھاگتے ہیں اور ہلاک کرتے نہیں مگر

أَنفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ﴿۲۶﴾ وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ وَقَفُوا

آپ کو اور نہیں سمجھتے اور کبھی تو دیکھے جس وقت

عَلَى النَّارِ فَقَالُوا يَلَيْتُنَا نُرَدُّ وَلَا نَكْذِبَ بِبَايْتِ رَبِّنَا

اُن کو ٹھہرایا ہے آگ پر تو کہتے ہیں کاش کہ ہم کو بھیجیں اور ہم نہ جھٹلاویں اپنے رب کی آیتیں

وَنَكُونُ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۲۷﴾ بَلْ بَدَأَ لَهُمْ مَا كَانُوا

اور رہیں ایمان والوں میں کوئی نہیں بلکہ کھل گیا جو پھپھاتے تھے

يُخَفَوْنَ مِنْ قَبْلُ وَكُورِدُّوَالْعَادُوَالِمَانَهُوَاَعْنَهُ

پہلے اور اگر پھر بھیجے تو پھر کریں وہی جو منع ہوا تھا

وَأَنَّهُمْ لَكَذِبُونَ ﴿۲۸﴾ وَقَالُوا إِن هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا

ان کو اور وہ جھوٹ بولتے ہیں اور کہتے ہیں ہم کو زندگی نہیں مگر یہی دنیا کی

وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوثِينَ ﴿۲۹﴾ وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ وَقَفُوا عَلَىٰ

اور ہم کو پھر نہیں اٹھنا اور کبھی تو دیکھے جس وقت ان کو کھڑا

رَبِّهِمْ ط قَالَ أَلَيْسَ هَذَا بِأَلْحَقَ ط قَالَُوا بَلَىٰ وَرَبِّنَا ط

کیلئے ان کے رب کے سامنے فرمایا اب یہ سچ نہیں بولے کیوں نہیں قسم ہمارے رب

قَالَ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿۳۰﴾ قَدْ

کی فرمایا تو چکھو عذاب بدلا اپنے کفر کا خراب

خَسِرَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِلِقَاءِ اللَّهِ ط حَتَّىٰ إِذَا جَاءَتْهُمْ

ہوئے جنہوں نے جھوٹ جانا ملنا اللہ کا جب تک کہ پہنچے اُن پر

السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوا يَحْسِرْتُنَا عَلَىٰ مَا فَرَّطْنَا فِيهَا وَ

قیامت بے خبر کہنے لگے اے افسوس کیا ہم نے قصور کیا اس میں اور

هُمْ يَحْمِلُونَ أَوْزَارَهُمْ عَلَى ظُهُورِهِمْ إِلَّا سَاءَ مَا يَزِرُونَ ﴿۳۱﴾

وہ اٹھاتے ہیں اپنے بوجھ اپنی پیٹھ پر سستا ہے بُرا بوجھ ہے جو اٹھاتے ہیں

وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَعِبٌ وَلَهُوَ ٱلْآخِرَةُ

اور کچھ نہیں دنیا کا جینا مگر کھیل اور جی بہلانا اور پچھلا گھر جو ہے

خَيْرٌ لِّلَّذِينَ يَتَّقُونَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿۳۲﴾

سو بہتر ہے ڈر والوں کو کیا تم کو سمجھ نہیں

بیان انجام و حال مجادلین و معاندین

قال اللہ تعالیٰ وَیَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِیعًا... اِلٰی... وَلِلَّذِیْنَ اِلَّا خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ یَتَّقُونَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ (ربط) گزشتہ آیت میں مشرکین کا نہ فلاح پانا مذکور تھا اسباب ان آیات میں مشرکین مکہ کے جدال اور عناد کا کچھ حال بیان کرتے ہیں اور یہ بتلاتے ہیں کہ قیامت کے دن ان ظالموں کو اپنی امیدوں کے خلاف ایسی درد انگیز حسرتیں دیکھنی پڑیں گی جو بیان سے باہر ہیں چنانچہ فرماتے ہیں اور یاد کرو اس دن کو کہ جب ہم سب عابدوں اور معبودوں کو میدانِ حشر میں جمع کریں گے اور پھر مشرکین سے بطور توہین و سرزنش یہ کہیں گے کہ تمہارے وہ مشرک کہاں ہیں جن کے متعلق تم یہ دعویٰ کیا کرتے تھے کہ وہ خدا کے شریک ہیں جن کو تم اپنا مددگار اور کار ساز سمجھتے تھے آج ایسی سختی اور مصیبت کے وقت وہ کہاں چلے گئے اپنے ان مشرک کو بلاؤ تاکہ تمہاری سفارش کریں پھر ان کا عذر اور بہانہ اس کے سوا کچھ نہ ہو گا کہ یہ کہیں گے کہ قسم ہے اللہ اپنے پروردگار کی کہ ہم دنیا میں مشرک نہ تھے قیامت کے دن مشرکین جب اپنے لیے عذاب اور اہل توحید کے لیے نجات کو دیکھیں گے تو اس وقت شرک سے نفرت اور بیزاری ظاہر کریں گے اور اپنے شرک کو چھپانے کے لیے اللہ کی جھوٹی قسم کھا کر کہیں گے کہ ہم مشرک نہ تھے اور ہم نے دنیا میں کوئی شرک نہیں کیا

فتنہ کا ترجمہ ہم نے عذر اور بہانہ سے کیا ہے ابواسحاق زجاج "رامام نحو" یہ فرماتے ہیں کہ فتنہ کے اصل معنی کسی پر شیفتہ اور فریفتہ ہونے کے ہیں پس آیت کا مطلب یہ ہے کہ مشرک جو اپنے بتوں پر اس قدر شیفتہ اور فریفتہ ہیں اس کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ قیامت کے دن وہ اپنے ان محبوبوں سے بری اور بے زار ہو جائیں گے اس کی مثال ایسی ہے

ف

جیسے کوئی شخص کسی محبوب پر عاشق ہو پھر جب اُس کو اس کے عشق میں کوئی مصیبت پیش آئے تو اس سے بیزار ہو جائے اس پر وہ محبوب یا کوئی دوسرا شخص اس سے یہ کہے کہ بس تیرا عشق اس بیزارى اور نفرت سے زیادہ کچھ نہ تھا (دیکھو تفسیر قرطبی ص ۱۰۶)

دیکھو تو سہی کہ ان لوگوں نے اپنی جانوں پر کیسا سفید جھوٹ بولا جن کی ساری عمر پرستش کرتے رہے آج یک لخت اُن سے بری اور بیزار ہو گئے اور اُن کے معبود بنانے کا صاف انکار کر دیا اور دیکھو تو سہی کہ وہ جھوٹے اور من گھڑت معبود اُن سے کیسے غائب ہو گئے کہ کوئی اُن کے کام نہ آیا یہاں تک تو منکرین توحید کی مذمت کا بیان تھا اب آگے منکرین قرآن کی شناعیت بیان کرتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں اور ان مشرکین سے بعض وہ ہیں کہ جو آپ کے قرآن پڑھنے کے وقت آپ کی طرف کان لگاتے ہیں اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ ایک مرتبہ ابوسفیان اور ابوجہل اور ولید بن مغیرہ اور نضر بن حارث اور عتبہ اور شیبہ پسرانِ ربیعہ اور حارث بن عامر اور ابی بن خلف اور امیہ بن خلف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُس وقت قرآن پڑھ رہے تھے ان لوگوں نے آپ کا قرآن سنا پھر سب نے نضر بن حارث سے پوچھا کہ اسے ابو قتیلہ کچھ سمجھ میں آتا ہے کہ تم کیلہ کہتے ہیں نضر نے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ کیا کہتے ہیں اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہہ سکتا کہ وہ اپنی زبان کو ہلاتے ہیں اور اگلے لوگوں کی کہانیاں بیان کرتے ہیں جیسے میں تمہیں گزشتہ لوگوں (یعنی رستم اور اسفندیار اور اہل فارس کے قصے سناتا ہوں) ابوسفیان نے کہا میرے خیال میں اس کی بعض باتیں سچی معلوم ہوتی ہیں ابوجہل نے کہا ہرگز نہیں تو اس کی کسی بات کے سچا ہونے کا اقرار نہ کر، میں مرنا قبول ہے مگر اس پر ایمان لانا قبول نہیں اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (روح المعانی وغیرہ)

مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ اگرچہ آپ کا قرآن سنتے ہیں جس کے دلائل اعجاز اور اسرار بلاغت آفتاب کی طرح روشن ہیں مگر دل چونکہ عناد سے لبریز ہیں اس لیے قرآن کا سننا ان کو سودمند نہیں ہوتا اور ان کے اسی عناد اور سرکشی کی وجہ سے ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں تاکہ وہ اس کو سمجھ نہ سکیں اور اُن کے کانوں میں ڈاسٹ لگا دی ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں سے سمجھ کو چھین لیا ہے اور حق کے سننے سے اُن کے کانوں کو بہرا کر دیا ہے وہ قرآن کے اعجاز اور اس کی خوبیوں کا ادراک نہیں کر سکتے اور ان لوگوں کے عناد اور سرکشی کا یہ حال ہو گیا ہے کہ یہ لوگ اگر ساری نشانیاں اور تمام معجزات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں تب بھی ان پر یقین نہ کریں اور اُن کے جادو ہونے کا جیلہ بہانہ نکال کھڑا کریں اور اس عناد کی نوبت یہاں تک پہنچی ہے کہ جب یہ لوگ آپ کے پاس جھگڑنے کے لیے آتے ہیں تو یہ کافر یہ کہتے ہیں کہ یہ قرآن تو کچھ بھی نہیں صرف پہلے لوگوں کے قصے اور داستانیں ہیں جس طرح ہم رستم

اور اسفندیار کے قصے سناتے ہیں اسی طرح قرآن میں قوم عاد اور ثمود کے قصے ہیں یہ کوئی اعجاز نہیں اور نہ دلیل نبوت ہے تمام اہل ملل اس قسم کی باتیں اور قصے بیان کرتے چلے آئے ہیں اور یہ کافر لوگ قرآن کے سننے اور اس پر ایمان لانے سے اوروں کو منع کرتے ہیں اور خود بھی اس سے دور رہتے ہیں یعنی خود بھی گمراہ ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں اور وہ اس عمل سے صرف اپنی ہی جانوں کو ہلاک اور تباہ کر رہے ہیں اللہ اور اس کے رسول کا کوئی نقصان نہیں نور حق اور نور ہدایت ظاہر اور کامل ہو کر رہے گا لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ اور یہ سمجھتے بھی نہیں کہ کفر کر کے اپنا ہی نقصان کر رہے ہیں اور اسے بنی کریم کا شش آپ اس وقت کو دیکھیں کہ جب یہ کافر دوزخ پر کھڑے کیے جائیں گے تو اس وقت نہایت حسرت سے یہ کہیں گے کہ کاش ہم دنیا میں لوٹا دیئے جادیں اور دنیا میں واپسی کے بعد ہم اپنے پروردگار کی آیتوں کو نہ بھٹلاتے اور ایمان لانے والوں میں سے ہو جائیں شاہ عبدالقادر لکھتے ہیں ”یعنی دوزخ کے کنارہ پر پہنچ کر حکم ہو گا کہ ٹھہراؤ تو کافروں کو توقع پڑے گی کہ شاید پھر ہم کو دنیا میں بھیجیں تو اب کی بار کفر نہ کریں ایمان لا دیں سو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس واسطے ان کو نہیں ٹھہرایا بلکہ اس تمہیر سے اُن کے منہ سے اقرار کروا دیا کہ ہم نے کفر کیا تھا حالانکہ پہلے منکر ہوئے تھے کہ ہم مشرک نہ کرتے تھے اور پھر بھیجنا ان کو عجب تھے (موضع القرآن) آگے حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ ان کی یہ تمنا اور یہ وعدہ کہ اگر ہم دوبارہ دنیا میں لوٹا دیئے جائیں تو ایمان لانے والوں سے ہو جائیں گے ان کی یہ تمنا اور یہ وعدہ شوق اور رغبت اور صدق دل سے نہیں بلکہ اس وجہ سے ہے کہ اب ان پر وہ چیز ظاہر ہو گئی جس کو وہ پہلے سے چھپاتے تھے یعنی وہ اعمال ثنید جو چھپ کر کرتے تھے اُن کا راز فاش ہو گیا اور ابھی ابھی جو وَاللّٰهُ رَبُّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ کہہ چکے تھے اُس جھوٹ کی قلعی کھل گئی اور جس عذاب کے منکر تھے وہ آنکھوں کے سامنے آگیا اس لیے اب چاروں اچار محض جان بچانے کے لیے دوبارہ دنیا میں واپس جانے کی تمنا کرنے لگے اور یہ بھی جھوٹ ہے کہ ہم دنیا میں واپس ہو کر یکے ایماندار بن جائیں گے اور ہرگز آیات الہیہ کی تکذیب نہ کریں گے یہ اشیاء بالفرض اگر دنیا میں لوٹا دیئے جائیں تو پھر وہی کام کریں گے جس سے اُن کو منع کیا گیا اور بے شک وہ اپنے اس قول میں جھوٹے ہیں کفر اور تکذیب اور بدی اور شرارت اُن کے خمیر میں داخل ہے جب مصیبت اُن کو آکر گھیر لیتی ہے تو ایمان کا وعدہ کرنے لگتے ہیں اور چند روز کے بعد وہ سارے عہد و پیمان فراموش کر دیتے ہیں کَانَ لَكُمْ يَوْمَئِذٍ مِّنْ عَذَابٍ لَّئِيْلٍ اور چند روز کے بعد وہ سارے عہد و پیمان فراموش کر دیتے ہیں کَانَ لَكُمْ يَوْمَئِذٍ مِّنْ عَذَابٍ لَّئِيْلٍ اور یہ لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ سوائے اس دنیاوی زندگی کے اور کوئی ہماری زندگی ہی نہیں اور ہم دوبارہ زندہ نہیں کیے جائیں گے آج کل یورپ کے مادہ پرستوں کا یہی مذہب اور یہی خیال ہے کہ جو کچھ ہے وہ یہی دنیا ہے خوب مزے اڑا لو

یہ لوگ حلال و حرام کی تقسیم کے قائل نہیں اور نہ آخرت کے قائل ہیں لہذا مذہب اور دھرمی لوگوں کا یہی خیال ہے کہ یہ کارخانہ عالم باقتضار مادہ و طبیعت چل رہا ہے یہ لوگ نہ کسی حلال و حرام کے قائل ہیں اور نہ کسی جزاء و سزا کے قائل ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ ساری باتیں یہیں ہیں اور جب قیامت آجائے گی اور حقیقت آنکھوں کے سامنے آجائے گی اس وقت عجب حال ہوگا چنانچہ فرماتے ہیں اور اگر آپ اس وقت کا مشاہدہ کریں جس وقت یہ لوگ باز پرس اور جواب دہی کے لیے اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے کیئے جائیں گے تو آپ عجب منظر دیکھیں گے خدا تعالیٰ ان کو دوبارہ زندہ کر کے ان سے پوچھے گا کہ کیا موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونا جس کے تم دنیا میں منکر تھے حق نہیں کہیں گے کیوں نہیں قسم ہے ہمارے رب کی ضرور حق ہے خدا تعالیٰ فرمائیں گے پس چکو عذاب کا مزہ بدے میں اس کے جس کا تم کفر کرتے تھے یعنی تم نے خود قیامت کے حق ہونے کا اقرار کر لیا جس کے تم دنیا میں منکر تھے اب تم اس کفر کا مزہ چکو اس کے بعد ان کو دوزخ میں بھیج دیا جائے گا تحقیق خراب اور برباد ہوئے وہ لوگ جنہوں نے حق تعالیٰ کے سامنے پیش ہونے کو جھٹلایا یعنی جنہوں نے خدا کے سامنے حساب کے لیے پیش ہونے کا انکار کیا یہاں تک کہ جب ان پر قیامت ناگہاں آکھڑی ہوگی تو اس وقت یہ کہیں گے کہ ہائے افسوس ہماری کوتاہی پر جو ہم نے قیامت کے بارے میں کی اور بے دھڑک ہو کر گناہ کیئے جس کی اب کوئی تلافی نہیں اور یہ لوگ اپنے گناہوں کے بوجھ کو اپنی پیٹھوں پر لادے ہوئے ہوں گے جس سے پشت بھکی ہوئی ہوگی آگاہ ہو جاؤ وہ بہت ہی بڑا بوجھ ہوگا جو اٹھائے ہوئے ہوں گے اور بلاشبہ ظاہر ہے کہ کفر اور مصیبت کے بوجھ سے بڑھ کر کون سا بوجھ اور بڑا ہو سکتا ہے اور اس مصیبت کی اصل وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ یہ سمجھ ہوئے ہیں کہ اس دنیاوی زندگی کے سوا کوئی زندگی ہی نہیں جیسا کہ گذرا یہ بالکل غلط ہے اور حقیقت اس کے برعکس ہے یہ دنیاوی زندگی کچھ نہیں مگر چند روز کھیل اور دل بہلانا ہے اور کھیل اور تماشہ پر فریفتہ ہونا نابالغوں اور بے عقل اور بے شعور بچوں کا کام ہے اور البتہ دار آخرت وہ دار بقا اور دار دوام ہے سو وہ بہتر ہے ان لوگوں کے لیے جو خدا سے ڈرتے ہیں اور لہو و لعب سے بچتے ہیں کیا تم کو سمجھ نہیں کہ حیات باقیہ کے مقابلہ میں لہو و لعب کو ترجیح دیتے ہو مرد بنو حقیقی منافع کی فکر کرو بچوں اور نابالغوں کی طرح کھیل اور تماشہ پر کیوں مفتون بنے ہوئے ہو خلق اطفالند جز مست خدا : نیست بالغ جز رھیدہ از ہوا

قَدْ نَعْلَمُ إِنَّهُ لِيَحْزَنَكَ الَّذِي يَقُولُونَ

ہم جانتے ہیں کہ تجھ کو غم دلاتی ہیں ان کی باتیں

فَإِنَّهُمْ لَا يَكْذِبُونَكَ وَلَكِنَّ الظَّالِمِينَ بَالِيتِ

سودہ تجھ کو نہیں جھٹلاتے لیکن بے انصاف اللہ کے حکموں سے

اللَّهُ يَجْحَدُونَ ﴿۳۲﴾ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ

منکروہوتے جاتے ہیں اور جھٹلایا ہے بہت رسولوں کو تجھ سے

قَبْلِكَ فَصَبِّرُوا عَلَىٰ مَا كُذِّبُوا وَأُوذُوا

پہلے پھر صبر کرتے رہے جھٹلانے پر اور ایذا پر

حَتَّىٰ أَتَاهُمْ نَصْرُنَا وَلَا مَبْدَلُ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ وَلَقَدْ

جب تک پہنچی ان کو مدد ہماری اور کوئی بدلنے والا نہیں اللہ کی باتیں اور تجھ

جَاءَكَ مِنْ نَّبَاِ الْمُرْسَلِينَ ﴿۳۳﴾ وَإِنْ كَانَ كِبْرُكَ

کو پہنچ چکا ہے کچھ احوال رسولوں کا اور اگر تجھ پر بھاری ہے انکا

إِعْرَاضُهُمْ فَإِنْ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي

تغافل کرنا تو اگر تو سکے ڈھونڈ نکالنی کوئی سرنگ

الْأَرْضِ أَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَاءِ فَتَأْتِيَهُمْ بِآيَةٍ وَلَوْ شَاءَ

زمین میں یا کوئی سیڑھی آسمان میں پھر ان کو لا دے ایک نشانی اور اگر اللہ چاہتا

اللَّهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدَىٰ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْجَاهِلِينَ ﴿۳۴﴾

جمع کر لاتا سب کو راہ پر سو تو مت ہو نادانوں میں

إِنَّمَا يَسْتَجِيبُ الَّذِينَ يَسْمَعُونَ وَالْمَوْتَىٰ يَبْعَثُهُمْ

ماتے وہ ہیں جو سنتے ہیں اور مردوں کو اٹھا دے گا

اللَّهُ ثُمَّ إِلَيْهِ يُرْجَعُونَ ﴿۳۵﴾ وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ

اللہ پھر اس کی طرف جاویں گے اور کہتے ہیں کیوں نہیں اتری اس پر

آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ قُلْ إِنَّ اللَّهَ قَادِرٌ عَلَىٰ أَنْ يُنْزِلَ

کچھ نشان اسی کے رب سے تو کہہ اللہ کو قدرت ہے کہ اتارے کچھ نشان

آيَةٌ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۳۷﴾ وَمَا مِنْ دَابَّةٍ

لیکن ان بہتوں کو سمجھ نہیں اور کوئی ہلتا نہیں

فِي الْأَرْضِ وَلَا ظَیْرٌ يُّطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَمٌ

زمین میں نہ جانور ہے کہ اڑتا ہے دو پر سے مگر ایک ایک امت ہے

أَمْثَلُكُمْ مَا فَزَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ إِلَىٰ

تمہاری طرح بھڑکی نہیں ہم نے لکھنے میں کوئی چیز پھر اپنے

رَبِّهِمْ يُحْشَرُونَ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا صُمْ

رب کی طرف اٹھے ہوں گے اور وہ جو جھٹلاتے ہیں ہماری آیتیں بہرے اور

بُكْمٌ فِي الظُّلُمَاتِ ۚ مَن يَشَاءِ اللَّهُ يَضِلُّهُ ۖ وَمَن

گوئے ہیں اندھیروں میں جس کو چاہے اللہ گمراہ کرے اور جس کو

يَشَاءُ يَجْعَلْهُ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿۳۹﴾

چاہے ڈال دے سیدھی راہ پر

تسلی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وتلقین صبر

قال تعالى قَدْ نَعْلَمُ إِنَّهُ لَيَحْزُنُكَ الَّذِي يَقُولُونَ ... ۱... يَجْعَلْهُ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ
 (ربط) اور پر کی آیتوں میں منکروں کے انکار اور تکذیب کا بیان تھا جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ
 وسلم کو بمقتضائے شفقت و رأفت صدمہ اور رنج ہوتا تھا کما قال تعالى لَعَلَّكَ بَلَّغْتَ نَفْسَكَ
 عَلَىٰ آثَارِهِمْ إِنْ لَمْ يُؤْمَرُوا بِهَذَا الْحَدِيثِ أَسَفًا قَالَ قَالَ تَعَالَىٰ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسْرَتًا
 لهذا حق جل شانہ ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی اور تشفی فرماتے ہیں کہ اے نبی

آپ ان لوگوں کی تکذیب سے رنجیدہ اور ملول نہ ہوں یہ تکذیب کرنے والے آپ کی تکذیب نہیں کر رہے ہیں بلکہ فی الحقیقت اللہ کی تکذیب کر رہے ہیں اور خدا تعالیٰ کو جھٹلا رہے ہیں خدا تعالیٰ خود ہی ان کو سمجھ لے گا آپ فکر میں نہ پڑیں اور آپ کو تو انبیاء سابقین کے حالات بذریعہ وحی معلوم ہو چکے ہیں کہ انہوں نے اپنی قوم کی تکذیب پر کیسا صبر کیا بالآخر اللہ نے اُن کو غالب کیا اور خدا تعالیٰ نے اُن سے جو فتح و نصرت کا وعدہ کیا تھا وہ پورا کیا کما قال تعالیٰ کَتَبَ اللَّهُ لَأَعْلَبَنَ أَنَا وَرُسُلِي إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ۔ وَكَأَلَّ تَعَالَى وَلَقَدْ مَبَقَّتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُؤْمِسِينَ رَاثِلَهُمُ الْمُنْصُورُونَ وَرَأَتْ جُنْدَنَا لَهْمُ الْغَالِبُونَ اسی طرح آپ بھی ان کی تکذیب پر صبر کیجیے اللہ آپ کو ان پر غالب کرے گا اور فتح و نصرت کے خدا تعالیٰ نے جو آپ سے وعدے کیے ہیں وہ ایک ایک کر کے پورے ہوں گے ابو جہل نے ایک مرتبہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہا کہ میں آپ کو جھوٹا نہیں سمجھتا بلکہ ان باتوں کو غلط سمجھتا ہوں جو آپ بیان کرتے ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی (تفسیر قرطبی ص ۱۱۷ ج ۶ و تفسیر ابن کثیر)

تحقیق ہم کو یہ بات خوب معلوم ہے کہ تجھ کو وہ باتیں غم میں ڈالتی ہیں جو یہ کہتے ہیں سو یہ لوگ حقیقت میں آپ کو نہیں جھٹلاتے لیکن یہ ظالم اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں ان کی جنگ درحقیقت اللہ کے ساتھ ہے آپ ان ظالموں کا معاملہ اللہ کے سپرد کر کے بے فکر ہو جائیے خدا خود ہی ان کو سمجھ لے گا اور اگر کسی درجہ میں آپ کی بھی تکذیب ہے تو آپ کی یہ تکذیب کوئی نئی بات نہیں البتہ تحقیق آپ سے پہلے بہت سے رسولوں کی تکذیب کی گئی اور طرح طرح سے ان کو ایذا میں پہنچائی گئی پس انہوں نے اپنی تکذیب اور ایذاؤں پر صبر کیا تھا یہاں تک کہ ان کے پاس ہماری مدد پہنچی حالانکہ وہ بے سروسامان تھے اور اللہ کی باتوں یعنی اس کے وعدوں کو کوئی بدلنے والا نہیں اور خدا تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ قلیل کو کثیر پر غالب کرے اور اے نبیؐ بے شک تیرے پاس پیغمبروں کی بعض خبریں پہنچ چکی ہیں جن میں اُن کے صبر اور استقلال کا حال بھی مذکور ہے پس تو اُن سے اپنی تسلی کر اور یقین رکھ کہ جس طرح پہلے نبیوں کے پاس اُن کے جھٹلاتے اور ستاتے جانے کے بعد ہماری مدد پہنچی اسی طرح ہماری مدد تیرے پاس پہنچے گی اور تو کامیاب ہو گا اور تیرے جھٹلانے والے ہلاک ہوں گے اور اگر آپ پر اُن کا اسلام سے اعراض کرنا گراں اور بھاری ہے اور آپ کی تمنا اور خواہش یہ ہے کہ کسی نہ کسی طرح یہ لوگ حق کو قبول ہی کر لیں پس اگر آپ سے یہ ہو سکتا ہے کہ زمین میں کوئی سمرنگ ڈھونڈ نکالیں یا آسمان میں جلنے کے لیے کوئی سیڑھی تلاش کریں پھر وہاں سے ان کی فزائش کے مطابق کوئی معجزہ اور نشان اُن کے پاس سے آویں تو کر گزریے اور اُن کی فزائش کے مطابق زمین اور آسمان میں سے کوئی نشانی لا کر اُن کو دکھلا سکتے ہو تو دکھلا دیجیے

یہ لوگ پھر بھی ایمان نہیں لائیں گے وَلَئِنْ يَرْوُا كُلَّ آيَةٍ لَا يُؤْمِنُوا بِهَا اِس لیے ان کا معاملہ خدا کے سپرد کیجیے مقصود اس سے آپ کو اُن کے ایمان سے ناامید کرنا ہے اور آپ کو تسلی دینا ہے کہ آپ اُن کے اعراض اور تکذیب سے رنجیدہ نہ ہوں خدا تعالیٰ کو اُن کی ہدایت منظور نہیں اور اُن کے ایمان نہ لانے میں تکوینی طور پر اللہ کی حکمتیں ہیں جن کے ادراک سے عقل قاصر ہے۔

کفار کا مطالبہ یہ تھا کہ اگر یہ نبی ہیں تو ان کے ساتھ ہمیشہ ایسی نشانی رہنی چاہیے جسے دیکھ کر ہر کوئی یقین کر لے اور ایمان لانے پر مجبور ہو جائے سو شاید مقتضائے شفقت حضور پر نورؐ کا دل بھی چاہا ہو تو تادیب و تنبیہ کے لیے حق تعالیٰ نے فرمایا کہ تکوینی اور تقدیری امور میں اللہ کی مرضی کے تابع رہو اگر اللہ کو یہ منظور ہوتا کہ سب ایمان لے آئیں تو بن نشانی سب کے دل پھیر دیتا اور سب کو ہدایت پر جمع کر دیتا اور اگر تکوینی اور تقدیری طور پر اللہ یہ چاہتا کہ سب ایمان لے آئیں تو سب کو شروع ہی سے بغیر نشانیوں کے ہدایت پر جمع کر دیتا مگر اللہ کو سب کی ہدایت منظور نہیں۔

در کار خانہ عشق از کفر ناگزیر است : دوزخ کا بسوز دگر و لہب نباشد

پس تو نادانوں میں سے مت ہو یعنی ان بد بختوں کے ایمان کی فکر میں مت پڑ ایسے سنگ دلوں کے ایمان اور ہدایت کی فکر میں پڑنا نادانی ہے مقصود اس سے حضور پر نورؐ کی تادیب سے کہ شفقت اور ایمان و ہدایت کی حرص میں مبالغہ نہ کر ہی جزا میں نیست حقیقت یہ ہے کہ حق کو وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو سنتے ہیں یعنی جو زندہ ہیں اور حق کے طالب ہیں درنہ جو مردہ دل ہیں وہ کب کسی کی ملتے ہیں اور یہ معاندین فی الحال تو حکماً مردے ہیں اور ایک روز حقیقتاً مردے ہونگے اور قیامت کے دن اللہ سب مردوں کو زندہ کر کے اٹھائے گا پھر وہ سب اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے اس وقت ان کو ان کے اعراض اور تکذیب کی سزا ملے گی شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی سب سے توقع نہ رکھو کہ مائیں جن کے دل میں اللہ نے کان نہیں دیئے وہ سنتے نہیں مگر بہ کافر کہ مثال مردے کے ہیں قیامت میں دیکھ کر یقین کریں گے۔ اور یہ معاندین یہ کہتے ہیں کہ اس مدعی رسالت پر اس پروردگار کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں اتاری گئی نشانی سے وہ خاص نشانیاں مراد ہیں جن کی وہ فرمائش کرتے تھے جیسے فرشتے کا اترنا وغیرہ وغیرہ ورنہ یوں تو آپ سے بہت سی نشانیاں دیکھتے رہتے تھے جن کو جادو کہہ کر مٹا دیتے تھے آپ کہہ دیجیے کہ بے شک اللہ اس پر قادر ہے کہ تمہاری فرمائش کے مطابق کوئی نشانی اتار دے مگر اس کی حکمت اور مصلحت اس کو مقتضی نہیں لیکن اُن میں سے اکثر آدمی اُس کی مصلحت کو جانتے نہیں اور نہ اُن کو اس کے انجام کی خبر ہے وہ یہ نہیں جانتے کہ نشانی کا اثر نا سبب عذاب اور ہلاکت کا ہے یعنی فرمائشی نشان کا انجام یہ ہے کہ اگر اس کو دیکھ کر بھی ایمان نہ لاتے تو سب ہلاک کر دیئے جائیں گے کما قال تعالیٰ وَلَوْ اٰمَنُوْا لَمَكَّانًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ

طالب حق کی ہدایت کے لیے وہ نشانات بہت کافی ہیں جو آپ سے ظاہر ہو چکے ہیں۔
 (ربط) گذشتہ آیت وَالْمَوْتُ يَنْبَغِيهِمُ اللَّهُ شَوْءًا لَّيْسَ يُزْجَعُونَ میں قیامت کے دن مردوں کے بعث اور دوبارہ زندہ ہونے کو بیان فرمایا تھا اب آئندہ آیت میں اس کی تاکید کے لیے دُعا اور طیور کے بعث اور حشر کو بیان فرماتے ہیں کہ بعث ایک ایسا امر ہے کہ قیامت کے دن جانور ہو کہ غیر مکلف ہیں وہ بھی زندہ کیے جائیں گے اور ایک جانور کا دوسرے جانور سے قصاص لیا جائے گا تو انسان تو احکام الہیہ کا مکلف ہے اور مورد جزاء و سزا ہے اُس کا حشر کیوں نہ ہوگا چنانچہ فرماتے ہیں اور نہیں ہے کوئی جانور جو زمین میں چلتا پھرتا ہو اور نہیں ہے کوئی پزندہ کہ جو اپنے دو بازوؤں سے اڑتا ہو مگر وہ بھی تمہاری طرح آسمانی اور جماعتیں اور مختلف گروہ ہیں پیدائش رزق اور موت اور حشر و نشر اور قصاص میں تمہارے مماثل ہیں حشر اجساد میں تمام حیوانات انسان کے مشابہ ہیں ہم نے لوح محفوظ میں کوئی چیز بغیر کھے نہیں چھوڑی یعنی ہر چیز ہمارے علم میں ہے اور جب یہ بات ہے تو ہر چیز کا حشر اور بعث ہم پر کیا مشکل ہے پھر یہ سب کے سب اپنے پروردگار کی طرف لکھے کیے جائیں گے تاکہ ایک دوسرے کا انصاف ہو جائے یعنی آدمی اور ہمارے اور پرند سب کے سب قیامت کے دن انصاف کے لیے اللہ کے آگے حاضر کیے جائیں گے حیوانات نے جو ایک دوسرے پر زیادتی کی ہے اس کا اس سے بدلہ لیا جائے گا حتیٰ کہ بے سینگ والی بکری کا سینگ والی بکری سے بدلہ لیا جائے گا حیوانات کا حشر باز پرس کی غرض سے نہیں ہوگا بلکہ اس لیے ہوگا کہ جو تکلیفیں اُن کو دنیا میں پہنچی ہیں ان کا عوض اور بدلہ ان کو دلایا جائے تاکہ عدل خداوندی ظاہر ہو جائے کہ خدا تعالیٰ کا عدل اور انصاف ایسا ہوتا ہے اور اس کے بعد تمام جانور مٹی کر دیتے جائیں گے اس وقت کافر یہ تمنا کرے گا لَئِنْ تَنِي كُنْتُ شَرًّا بَا اور جنہوں نے ہماری نشانوں کو جھٹلایا یہ لوگ عقل کے بہرے اور گونگے ہیں اور مختلف قسم کی تاریکیوں میں گھرے ہوئے ہیں پس ان کی ہدایت ناممکن ہے اس لیے آپ ان کے اعراض اور تکذیب سے رنجیدہ اور ملول نہ ہوں کیونکہ جو شخص دوسرے کی نہ من سکے اور نہ دوسرے سے راستہ پوچھ سکے وہ کس طرح تاریکیوں سے باہر نکل سکتا ہے اصل بات یہ ہے کہ اللہ جس کو چاہے گمراہ کر دے اور جس کو چاہے سیدھے راستہ پر کر دے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا ع

ع ۱ یہ رجاء سے منقول ہے امام قرطبی فرماتے ہیں قال ابوہریرۃ ہی امثال لنا علی معنی انہ یحشر البہائم غدا ویقتض للجماع من القرناء ثم یقول اللہ لہا کونی توابا و هذا اختیار المزاج فاتہ قال الامم امثالکم فی الخلق والرزق والموت والبعث والاقتصاص تفسیر قرطبی ص ۲۷ ج ۶

وہ مالک مطلق ہے وہ اپنی مرضی کا مختار ہے اس کو کافروں کے کفر سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا جو وہ زیر دستی ان کو راہ پر لائے۔

شاہ بعد القادریؒ لکھتے ہیں یعنی اللہ کی قدرت کی نشانیاں سب جہان میں ہیں ہر قسم کے جانوروں کا کارخانہ ایک قاعدہ پر باندھا ہے انسان کا بھی ایک قاعدہ رکھا ہے وہ پیغمبروں کی زبان سے ان کو سکھاتا ہے اگر دھیان کریں یہی نشانی بس ہے پیغمبروں کے قول پر لیکن بہرا اور گونگا اندھے میں پڑا کیا دیکھے اور کیا سمجھے (موضح القرآن)

قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُ اللَّهِ أَوْ أَتَتْكُمُ

تو کہہ دیکھو تو اگر آوے تم پر عذاب اللہ کا یا آوے تم پر

السَّاعَةُ أَغَيَّرَ اللَّهُ تَدْعُونَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۳۰﴾

قیامت کیا اللہ کے سوا کسی کو پکارو گے بتاؤ اگر تم سچے ہو۔

بَلْ إِيَّاهُ تَدْعُونَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُونَ إِلَيْهِ إِنْ

بلکہ اسی کو پکارتے ہو پھر کھول دیتا ہے جس پر پکارتے تھے اگر چاہتا

شَاءَ وَتَنْسَوْنَ مَا تَشْرِكُونَ ﴿۳۱﴾

ہے اور بھول جاتے ہو جن کو شریک کرتے تھے۔

اثبات توحید

قال تعالیٰ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُ اللَّهِ ... وَلَنْ تُنصِرُوا مَا تَشْرِكُونَ
(رابطہ) ابتداء سورت سے اثبات توحید اور ابطال شرک کا مضمون چلا آ رہا ہے اب ان آیات میں ایک خاص طریقہ پر اثبات توحید فرماتے ہیں مشرکین عرب بتوں کو خدائی کا کارکن سمجھتے تھے مگر جب کوئی مصیبت آن پڑتی تو اللہ ہی کو پکارتے اور اسی سے دعا مانگتے مقصود یہ ہے کہ جب یہ جانتے ہو کہ نفع و نقصان سب ہمارے ہی اختیار میں ہیں اور تمہارے ان بتوں کا کوئی اختیار نہیں تو پھر کیوں ان کی عبادت کرتے ہو صرف ہماری پرستش کیوں نہیں کرتے چنانچہ فرماتے ہیں اے

نبی آپ ان مشرکین سے یہ کہیے کہ بھلا مجھ کو یہ بتلاؤ کہ اگر تم پر اللہ کا عذاب آوے یا تم پر قیامت
ہی آجائے جو تمام مصیبتوں کا مجموعہ ہے تو کیا اس وقت بھی غیر اللہ کو پکارو گے اگر تم دعوائے اشراک
میں سچے ہو یعنی جب تم بتوں کو بوجھتے ہو اور ان کو خدا کا شریک سمجھتے ہو تو اگر تم اس اعتقاد میں سچے ہو تو مصیبت کے وقت
بھی انہی کو پکارا کرو تاکہ وہ تمہاری مدد کریں مگر اس وقت تم ایسا نہیں کرتے بلکہ اس وقت تم خاص اللہ ہی کو پکارتے ہو پس
وہ اس مصیبت کو دفع کر دیتا ہے جس کے دفع کرنے کیلئے تم دعوائے گنہگار تھے اگر چاہتا ہے اور عذاب چاہتا ہے اور اس وقت تم ان بتوں
کو بھول جاتے ہو جن کو تم اللہ کے ساتھ شریک کرتے ہو یہ حق تعالیٰ کی طرف سے الزام ہے
کہ مصیبت اور سختی کے وقت تو تم خالص اللہ ہی کو پکارتے ہو اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں
کرتے مگر فراخی اور راحت میں تم اللہ کو چھوڑ کر بتوں کا کلمہ پڑھنے لگتے ہو اگر تمہارے بت کچھ ہیں
تو دونوں حالتوں میں تم ان کی طرف رجوع کیوں نہیں کرتے و ہذا القولہ تعالیٰ وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ
فِي الْبَحْرِ مَنَّ مِنْ تَدْعُوْنَ اِلَّا رَاٰیَا

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا اِلٰی اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ

اور ہم نے رسول بھیجے تھے بہت امتوں پر تجھ سے پہلے

فَاَخَذْنَاهُمْ بِالْبَاسِ ۖ وَالضَّرَآءُ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿۲۲﴾

پھر ان کو پکڑا سختی میں اور تکلیف میں شاید وہ رُکڑ گڑاویں

فَلَوْلَا اِذَا جَآءَهُمْ بِاسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ

پھر کیوں نہ جب پہنچا ان پر عذاب ہمارا رُکڑ گڑاتے ہوتے اور لیکن سخت ہو گئے

قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۳﴾

دل ان کے اور ان کو بھلے دکھائے شیطان نے جو کام کر رہے تھے

فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوْا بِهِ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ

پھر جب بھول گئے جو نصیحت کی تھی ان کو کھول دیتے ہم نے ان پر دروازے ہر

شَيْءٍ حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْا اَخَذْنَاهُمْ بِغَتَّةٍ

چیز کے یہاں تک کہ جب خوش ہوئے ہائی ہوں چیز سے پکڑا ہم نے ان کو بے خبر

فَإِذَا هُمْ مُبْلِسُونَ ﴿۳۳﴾ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِينَ

پھر تب ہی وہ رہ گئے ناامید پھر کٹ گئی جڑ اُن ظالموں کی

ظَلَمُوا وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۳۴﴾ قُلْ أَرَأَيْتُمْ

اور سراہیئے کام اللہ کا جو رب ہے سارے جہان کا تو کہہ دیجو تو اگر

إِنْ أَخَذَ اللَّهُ سَمْعَكُمْ وَأَبْصَارَكُمْ وَخَمَّ عَلَى قُلُوبِكُمْ

بھین لے اللہ تمہارے کان اور آنکھیں اور ہر کردے تمہارے دل پر

مَنْ إِلَهٌ غَيْرُ اللَّهِ يَأْتِيكُمْ بِهِ ۚ أَنْظِرْكُمْ كَيْفَ نَصْرُفُ

کون وہ رب ہے اللہ کے سوا جو تم کو یہ لادلوے دیکھو ہم کیسی پھرتے ہیں

الْآيَاتِ ثُمَّ هُمْ يَصْذِفُونَ ﴿۳۵﴾ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَتَاكُمْ

بائیں پھر وہ کنارہ کرتے ہیں تو کہہ دیجو تو اگر آدے تم پر

عَذَابُ اللَّهِ بَغْتَةً أَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلِكُ إِلَّا الْقَوْمَ

عذاب اللہ کا بے خبر یا روبرو کوئی ہلاک ہوگا مگر وہی لوگ

الظَّالِمُونَ ﴿۳۶﴾ وَمَا نُرْسِلُ الرُّسُلِينَ إِلَّا مُبَشِّرِينَ وَ

جو گنہگار ہیں اور ہم جو رسول بھیجتے ہیں نہیں مگر خوشی اور

مُنْذِرِينَ ۚ فَمَنْ أَمِنَ وَأَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا

ڈر سنانے کو پھر جو کوئی یقین لایا اور سنوار پکڑی نہ تو ڈر ہے اُن پر نہ وہ

هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿۳۷﴾ وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا يَمَسُّهُمْ

غم کھامیں اور جنہوں نے جھٹلائیں ہماری آیتیں ان کو گئے گا

الْعَذَابُ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ﴿۳۸﴾ قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ

عذاب اس پر کہ بے حکمی کرتے تھے تو کہہ میں نہیں کہتا تم سے

عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا أَقُولُ

کہ مجھ پاس ہیں خزانے اللہ کے اور نہ میں جانوں غیب کی بات اور نہ میں کہوں

تَكُمُّ إِنِّي مَلَكٌ إِنْ أَتَيْتُ إِلَّا مَا يُوْحِي إِلَيَّ قُلْ هَلْ

تم سے کہ میں فرشتہ ہوں میں اسی پر چلتا ہوں جو مجھ کو حکم آتا ہے تو کہہ کب

يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ أَفَلَا تَتَفَكَّرُونَ ۝۱۰ وَأَنْذِرْ

برابر ہو سکے اندھا اور دیکھتا کیا تم دھیان نہیں کرتے اور خبردار

بِالَّذِينَ يَخَافُونَ أَنْ يُحْشَرُوا إِلَىٰ رَبِّهِمْ لَيْسَ

کہ دے اس قرآن سے جن کو ڈر ہے کہ جمع ہوں گے اپنے رب کے پاس اُن کا

لَهُمْ مِنْ دُونِهِ وَلِيٌّ وَلَا شَفِيعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ۝۱۱

کوئی نہیں اس کے سوا حمایتی نہ سفارش والا شاید وہ پستے رہیں

بیان تباہی و بربادی مکذبین رسالت و منکرین قیامت

قَالَ تَعَالَىٰ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَىٰ أُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ ۖ لَئِيْلَهُمْ... لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ

(ربط) گزشتہ آیات میں مشرکین پر وقوع عذاب کو فرض کر کے اُن کے شرک کو باطل فرمایا اب ان آیات میں یہ بتلاتے ہیں کہ کافروں پر عذاب خداوندی کا نزول کوئی فرضی چیز نہیں بلکہ بار بار پہلی امتوں پر اس کا وقوع ہو چکا ہے اس لیے ان آیات میں مکذبین رسالت و منکرین قیامت کی تنبیہ اور تہدید کے لیے یہ بتلاتے ہیں کہ ہم نے پہلی امتوں کو تنبیہ کے لیے اول مصیبتوں میں مبتلا کیا تاکہ خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کریں مگر وہ ایسے سخت دل ہو گئے کہ اس پر بھی نہ سنبھلے اور نہ سمجھے تب ہم نے ان کو بھلا وا دیکر خوب نعمتوں کے دروازے ان پر کھول دیئے جس سے وہ عیش و عشرت میں مست ہو گئے اور خدا کی نافرمانیوں میں غرق ہو گئے اور فسق و فجور میں حد سے گزر گئے یہاں تک کہ حرم کا پیمانہ بسریر ہو گیا تب ہم نے دفعۃً ناگہانی عذاب میں ان کو پکڑ لیا اور سب کو نیست و نابود کر دیا اور طریقہ بھی یہی ہے کہ اول مجرم کو تنبیہ کی جاتی ہے تاکہ وہ آقا کی طرف

رجوع کرے لیکن اگر باوجود تنبیہ کے ترمذ اور سرکشی پر اتر آئے تو اس کو ڈھیل دی جاتی ہے یہاں تک کہ جب وہ نافرمانی میں دلیر اور بے باک ہو جاتا ہے تو یکایک اس کو پکڑ کر تباہ اور برباد کر دیا جاتا ہے حدیث میں آیا ہے کہ جب کوئی شخص گناہ کرے اور اللہ اُسے نعمتیں دے تو اُسے خوش نہ ہونا چاہیئے بلکہ اُسے یہ سمجھنا چاہیئے کہ اُسے اللہ کی طرف سے ڈھیل دی جا رہی ہے (تفسیر قرطبی ص ۲۶۲ و تفسیر ابن کثیر ص ۲۲ ج ۲)

چنانچہ فرماتے ہیں اور اے بنی کریم اہلۃ تحقیق ہم نے آپ سے پہلے مختلف امتوں کی طرف رسول بھیجے اور اُن کی امتوں نے اُن کو جھٹلایا پس ہم نے اُن کو بطور تنبیہ تنگی معیشت اور بیماری میں پکڑا یعنی سختی اور تکلیف میں اُن کو مبتلا کیا تاکہ وہ ہمارے آگے گڑ گڑا ہوں اور روئیں اور عاجزی کریں اور کھر و شرک سے توبہ کریں مگر ان سنگ دلوں پر تنبیہ کا کوئی اثر نہ ہوا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں پس جس وقت ہمارا عذاب ان کے پاس آیا تو اس وقت کیوں نہ گڑ گڑائے یعنی اُن کو چاہیئے تھا کہ ایسی حالت میں وہ گڑ گڑا لیتے تو اُن کا معاملہ ہی ختم ہو جاتا اور بلا دور ہو جاتی تضرع اور زاری سے اُن کے لیے کوئی چیز مانع نہ تھی مگر وہ نہ گڑ گڑائے لیکن ان کے دل اور سخت ہو گئے اور ایمان کے لیے نرم نہ ہوئے نہ وہ ہمارے آگے گڑ گڑائے اور نہ انہوں نے ہمارے پیغمبروں کی تکذیب سے توبہ کی اور شیطان نے اُن کے اعمال کفریہ کو ان کی نظر میں آراستہ کر کے دکھلایا کہ تم جو کر رہے ہو وہ بہت خوب ہے پھر جب وہ اس نصیحت کو بھول گئے جو اُن کو کی گئی تھی اور دیدہ و دانستہ نافرمانی اور سرکشی پر اتر آئے تو پھر ہم نے تنبیہ کے طریقہ کو پھوڑ کر دوسرا طریقہ اختیار کیا جو ان کی خواہش کے مطابق تھا اور ہماری حکمت کے بھی موافق تھا وہ یہ کہ ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے یعنی اُن کی سختی اور بد حالی کو دور کر دیا اور اُن کے رزق میں وسعت کی اور ہر قسم کی نعمتوں کے دروازے ان پر کھول دیئے کیونکہ جب وہ تنبیہ سے باز نہ آئے تو ہم نے اُن کو دنیا کی وہ تمام نعمتیں دیں جو کافروں کو دیتے ہیں تاکہ ناؤ پوری بھر کر ڈوبے یہاں تک کہ جب وہ اُن نعمتوں پر جو اُن کو دی گئیں وہیں خوش ہو گئے اور اترانے لگے اور حد سے گذر گئے اور یہ سمجھنے لگے کہ ہم ان ہی نعمتوں کے مستحق ہیں اور ہماری دی ہوئی نعمتوں میں اس قدر سرشار ہوئے کہ ہم کو بھول گئے تو ہم نے اُن کو اچانک پکڑ لیا کہ ہمارا عذاب یک لحظہ ان پر آگیا اور اُن کو اس کے آنے کی خبر نہیں ہوئی اور عیش و عشرت اور صحت و سلامت کی حالت میں یکایک عذاب آئے ہیں حکمت یہ تھی کہ ان چیزوں کے چھوڑنے کا الوسوس بہت زیادہ ہوگا اگر بحالت افلاس و تنگدستی ان پر عذاب آتا تو اُن کو اس قدر صدمہ اور رنج نہ ہوتا پس وہ اس ناگہانی عذاب کے آنے ہی ہر چیز سے ناامید ہو گئے یعنی اس وقت اُن کو یہ معلوم ہو گیا کہ اب ہم کو کبھی راحت نصیب نہ ہوگی ہمارے برابر کوئی بد نصیب نہیں۔

شاہ صاحب موضح القرآن میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ گنہگار کو تھوڑا سا پکڑنا ہے اگر وہ گڑ گڑایا اور توبہ کی توبیح کیا اور اتنی پکڑ نہ مانی تو پھر بھلا دیا اس کو اور خوبی کے دروازے کھولے جب خوب گناہ میں غرق ہوا تو بے خبر پکڑا گیا یہ ارشاد ہے کہ آدمی کو گناہ پر تنبیہ پہنچے تو شتاب توبہ کرے یہ راہ نہ دیکھے کہ اس سے زیادہ پہنچے تو یقین کر دے انتہی۔

پس کاٹ دی گئی جزا اس ظالم گمراہ کی یعنی سب کے سب ایک سخت اور ایک ساتھ ہلاک ہو گئے اُن میں سے کوئی بھی نہ بچا اور سب تعریف ہے اللہ کے لیے جو پروردگار ہے سارے جہانوں کا اس بات پر کہ اُس نے اپنی رحمت سے ظالموں اور پیغمبروں کے جھٹلانے والوں کو ہلاک کیا اور اللہ کی زمین کو ان مفسدوں سے پاک کیا اس آیت میں اشارہ اس طرف ہے کہ پیغمبروں کے جھٹلانے والوں کو ہلاک کرنا مجموعہ عالم پر اللہ کا بڑا انعام ہے جس پر حمد اور شکر لازم ہے اے بنی آپ ان کافروں سے یہ کہتے کہ بتلاؤ اگر اللہ تمہاری شنوائی اور بینائیوں کو چھین لے اور تم کو اندھا اور بہرا کر دے کہ تم نہ کچھ سن سکو اور نہ کچھ دیکھ سکو اور تمہارے دلوں پر ہر نگاہ سے کچھ نہ سمجھ سکو مطلب یہ ہے کہ تمہارے یہ تینوں اعضاء جو اشرف الاعضاء ہیں وہ بیکار ہو جائیں اور اُن کے جاتے رہنے کی وجہ سے تمہارے تمام جسم کا نظام در برہم ہو جائے تو بتلاؤ کہ اللہ کے سوا کونسا محبوب ہے جو تم کو یہ چیزیں لا کر دیدے تو پھر تم اس کے سوا دوسروں کی کیوں پرستش کرتے ہو مطلب یہ ہے کہ مستحق عبادت وہ ذات ہے جو ان اعضاء اور قوائے اور اکیہ کے دینے اور چھیننے پر قادر ہو اور یہ بت جنکو تم پوجتے ہو کس طرح مستحق ہوتے (اے بنی) دیکھیے تو سہی کہ ہم کس طرح پھیر پھیر کر مختلف طریقوں سے اپنی توحید کی نشانیاں بیان کرتے ہیں پھر بھی وہ ان کے ماننے اور قبول کرنے سے اعراض کرتے ہیں اور منہ پھرتے ہیں (اے بنی) آپ ان سے یہ بھی کہہ دیجیے کہ بتلاؤ تو سہی کہ اگر تم ہر اللہ کا عذاب ناگہاں اور ایکبارگی آجائے کہ پہلے سے جس کی کوئی علامت اور نام و نشان نہ ہو یا رو برد اور آشکارا طور پر آنکھوں دیکھتے تم پر عذاب آجائے تو سوائے ظالموں کے اور کون ہلاک کیا جائے گا یعنی تم ہی ہلاک ہوؤ گے لہذا بہتر یہ ہے کہ عذاب آنے سے پہلے ہی اپنے ظلم اور شرک سے توبہ کر لو اور ہم نہیں بھیجتے پیغمبروں کو مگر بشارت دینے والے ڈرانے والے اہل ایمان اور اہل طاعت کو جنت کی بشارت دینے کیلئے اور منکرین اور مکذبین کو عذاب الہی سے ڈرانے کے لیے اور اس لیے نہیں بھیجے گئے کہ وہ معاندین کے فرمائش کے مطابق معجزات دکھلائیں پس جو کوئی ایمان لے آیا اور اس سے اپنے اپنی حالت کو درست کر لیا پس اُن پر قیامت کے دن کچھ خوف نہیں اور نہ وہ آخرت میں عسکین ہوں گے اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اُن کو عذاب پہنچے گا اس لیے کہ وہ دین کی حدود سے باہر نکل چکے تھے اے بنی آپ ان معاندین سے جو آپ سے قسم قسم کے معجزات

کی فرمائشیں کرتے ہیں یہ کہہ دیجیے کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے، میں جن سے تمہاری حاجتیں پوری کر سکوں اور نہ میں غیب کی باتیں جانتا ہوں کہ جو تم آئندہ کی باتیں پوچھا کرو تو میں فوراً بتلا دیا کروں اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں جو تم مجھ پر اعتراض کرتے ہو کہ یہ کیسا بنی ہے جو کھاتا اور پیتا ہے اور عورتیں اور اولاد رکھتا ہے میں تو اللہ کا بنی اور رسول ہوں جو جنس بشر سے ہوتے چلے آئے اور جب نبی نوع بشر سے ہوگا تو لازم بشریت اور خواص انسانیت سے کیسے پاک اور منزہ ہو سکتا ہے میں رسالت کے ساتھ ملکیت کا مدعی نہیں تاکہ تم مجھ پر یہ طعن کرو کہ یہ کیسا بنی ہے جو بیوی اور بچے بھی رکھتا ہے جیسا کہ معاذین کہتے تھے اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا مَّسُوْلًا کیا خدا تعالیٰ نے بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے رسول تو فرشتہ ہونا چاہیے سو آپ کہہ دیجیے کہ نبوت کے لیے ملکیت ضروری نہیں باوجود بشر ہونے کے میں اللہ کا رسول بھی ہوں مجھ پر اللہ کی وحی نازل ہوتی ہے قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحٰی اِلَیَّ الْاِلهِ میں تو صرف اس چیز کی پیروی کرتا ہوں جو ہدایہ وحی مجھ پر نازل کی جائے اور اس کے اتباع کی دوسروں کو دعوت دیتا ہوں آپ ان معاذین سے کہہ دیجیے کہ کیا نابینا اور بینا برابر ہو سکتا ہے مطلب یہ ہے کہ اندھا اور سمکھا یعنی عالم اور جاہل اور مشغل ہدایت کا پیر و اور فو حق سے آنکھ بند کرنے والا برابر نہیں ہو سکتے کیا تم دھیان نہیں کرتے کہ حق اور باطل کا فرق تم پر واضح ہو جائے اور آپ اس قرآن سے ان لوگوں کو خبردار کر دیجیے کہ جو اس بات سے ڈرتے ہیں کہ اپنے پردردگار کی طرف اکٹھے کئے جائیں یعنی جن کو قیامت کا خوف لگا رہتا ہے ان کو قرآن کے ذریعہ نصیحت کیجیے اور بتلا دیجیے کہ قیامت کے دن ان کے لیے خدا کے سوانہ کوئی کارساز اور حمایتی ہوگا اور نہ کوئی سفارشی ہوگا شاید وہ پرہیزگاری کریں یعنی قرآن سے مسلمانوں کو ڈراؤ تاکہ وہ اس پر عمل کر کے پرہیزگار بن جائیں اور ابوالسعودیہ کہتے ہیں کہ اَلَّذِیْنَ یَخَافُوْنَ سے گنہگار مسلمان مراد نہیں بلکہ کافروں کا گروہ مراد ہے کہ جو حشر و نشر کو جائز اور ممکن سمجھتے تھے اور اس کے بارہ میں متردد تھے البتہ وہ کافر جو قطعی طور پر حشر و نشر کے منکر تھے وہ مراد نہیں۔



وَلَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاوَةِ وَالْعَشَىٰ

اور نہ ہانک اُن کو جو اپنے رب کو صبح اور شام

یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهُ ط مَا عَلَیْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِنْ شَیْءٍ

چاہتے ہیں اس کامنہ تجھ پر نہیں ان کے حساب میں سے کچھ

وَمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ

اور نہ تیرے حساب میں سے ان پر ہے کچھ کہ تو ان کو ہانک دے

فَتَكُونَنَّ مِنَ الظَّالِمِينَ ﴿۵۲﴾ وَكَذَلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ

پھر ہوئے توبے الظالموں میں اور اسی طرح ہم نے آزمایا ہے ایک کو

بِبَعْضٍ لِّيَقُولُوا أَهَؤُلَاءِ مَنَّ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنْ بَيْنِنَا

ایک سے کہ کہیں کیا یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے فضل کیا ہم سب میں سے

أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَعْلَمَ بِالشَّاكِرِينَ ﴿۵۳﴾ وَإِذَا جَاءَكَ الَّذِينَ

کیا اللہ کو معلوم نہیں حق ماننے والے اور جب آدمی تیرے پاس

يُؤْمِنُونَ يَا آيَّتِنَا فَقُلْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَى

ہماری آیتیں ماننے والے تو کہہ سلام ہے تم پر کھی ہے تمہارے رب نے اپنے

نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ إِنَّهُ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوءًا أَوْ بِجَهَالَةٍ

ادھر ہر کرنی کہ جو کون کرے تم میں برائی نادانی سے پھر

ثُمَّ تَابَ مِنْ بَعْدِهَا وَأَصْلَحَ فَأَنَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۵۴﴾ وَ

اس کے بعد توبہ کی اور سنوار پکڑی تو یوں ہے کہ وہ ہے بخشنے والا مہربان اور

كَذَلِكَ نَقُصُّلُ الْآيَاتِ وَلِتَسْتَبِينَ سَبِيلُ الْمُجْرِمِينَ ﴿۵۵﴾

اسی طرح ہم بیان کرتے ہیں آیتیں اور تو کھل جاوے راہ گنہگاروں کی

حکم اعزاز و اکرام درویشان اسلام بتقدیم سلام و تبشیر

ایشان برحمت خداوندانام

قال تعالى وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ... وَلِتَسْتَبِينَ سَبِيلُ الْمُجْرِمِينَ



اربط اور پورے سلسلہ کلام مشرکین کے بارہ میں چلا آرہا ہے یہ آیت قریش کے بعض مغرور اور متکبر سرداروں کے بارہ میں نازل ہوئی ایک مرتبہ سرداران قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ آپ کی مجلس میں ہمیشہ فقیر اور غلام ہوتے ہیں جیسے بلالؓ اور صہیبؓ اور عمارؓ اور مقدادؓ اور ابن مسعودؓ ہمارا دل چاہتا ہے کہ ہم آپ کے پاس آکر بیٹھیں اور آپ کی باتیں سنیں لیکن آپ کے پاس رذیل لوگ بیٹھتے ہیں اور ہم اشراف قریش ہیں ہمارا انکے ساتھ مل کر بیٹھنا ہمارے لیے عیب اور عار ہے اس لیے ہم جب آپ کے پاس آیا کریں تو آپ اپنی مجلس سے ان لوگوں کو اٹھا دیا کریں اے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال اس طرف ہوا کہ سرداران قریش کی یہ درخواست منظور کر لیجائے شاید اس بہانہ سے یہ لوگ اسلام لے آئیں اور حضرت عمرؓ نے بھی یہی مشورہ دیا کہ یا رسول اللہ ایسا کر کے دیکھتے تو سہی کہ سرداران قریش اس کے بعد کیا کرتے ہیں یعنی امتحاناً ان کی یہ درخواست منظور کر لیجائے (سماذ اللہ) اس سے درویشان اسلام اور فقراء مسلمین کی تحقیق مقصود نہ تھی بلکہ رؤساء قریش کی تالیف قلب بامید ہدایت مقصود تھی اور چونکہ خود صحابہ کو اس کا علم تھا اس لیے اس سے ان کی دل شکنی بھی نہ ہوئی یہ رائے ابھی خیال ہی کے درجہ میں تھی عمل کی نوبت نہیں آئی تھی کہ اس بارہ میں یہ آیتیں نازل ہو گئیں اور حق تعالیٰ کی طرف سے ممانعت آگئی کہ آپ ہرگز ایسا نہ کریں (تفسیر قرطبی ص ۳۳۳ و تفسیر کبیر ص ۳۳۳)

اور بدریہ وحی آپ کو بتلا دیا گیا کہ یہ تدبیر نافع نہ ہوگی اور حکم آگیا کہ آپ ان متکبرین کی تبلیغ کی خاطر اپنی مجلس سے درویشان اسلام کو جدا نہ کیجیے بلکہ یہ درویش جب آپ کی مجلس میں حاضر ہوں تو ان کو سلام کیجیے اور خدا تعالیٰ کی رحمت کی بشارت ان کو سنا دیجیے یہ لوگ اگرچہ غریب اور فقیر ہیں مگر حق کے طالب صادق ہیں ان کی خاطر داری اور تالیف قلوب رؤساء کفار کی تالیف ہر ہزار درجہ مقدم ہے اس آیت سے مقصود یہ بتلانا ہے کہ نیکوں اور بزرگوں کا احترام اور ان کی ایذا رسانی اور تنقیہ اور گمراہی خاطر سے اجتناب غایت درجہ ضروری اور لازم ہے لیکن فرید الدین عطار فرماتے ہیں ۷

حب درویشاں کلید جنت است دشمن ایشان سزائے لعنت است

چنانچہ فرماتے ہیں اور اے نبی آپ اپنی مجلس سے ان لوگوں کو علیحدہ اور دور نہ کیجیے جو صبح اور شام اپنے پروردگار کو پکارتے ہیں اور صرف اس کی ذات پاک یعنی صرف اس کی رضا مندی اور خوشنودی کے طلب گار ہیں یعنی یہ لوگ خداوند ذوالجلال کے اس درجہ عاشق صادق ہیں کہ سوائے رضا مولیٰ کو کوئی چیز بھی ان کے پیش نظر نہیں ان کی عبادت کسی دنیاوی اور اخروی نعمت کے حصول کے لیے نہیں ۷

خلاف طریقت بود کا دل سپا : تمنا کنند از خدا جز خدا
 یہ لوگ عشق خداوندی کے اس منزل میں پہنچ چکے ہیں کہ سوائے رضامندی کوئی چیز بھی ان کو
 مطلوب نہیں مطلب یہ ہے کہ یہ فقراء مسلمین اپنی عبادت میں مخلص ہیں اور اخلاص کا اقتضار یہ
 ہے کہ مخلص کے اکرام اور احترام کو ہر حال میں ملحوظ رکھا جائے اور رؤساء قریش علاوہ ازیں کہ ان
 کو غریب اور مسکین ہونے کی وجہ سے حقیر سمجھتے تھے ان کے اخلاص اور ایمان پر طعن کرتے تھے
 اور یہ کہتے تھے کہ یہ لوگ آپ کے گرد کھانے پینے کی غرض سے جمع ہو گئے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس
 کے جواب کے لیے فرماتے ہیں تمہیں ہے ان کے حساب سے آپ پر کوئی ذمہ داری اور جواب دہی
 اور نہ آپ کے حساب سے ان پر کوئی ذمہ داری اور جواب دہی ہے یعنی قیامت کے دن ان کے
 اعمال کی بابت آپ سے باز پرس نہ ہوگی جب کہ وہ ظاہر میں متقی اور پرمہیزگار ہیں تو آپ
 پر ظاہر کے مطابق معاملہ کرنا ضروری ہے جب وہ ظاہر میں نیک ہیں تو آپ بھی ان کو نیک ہی
 سمجھیے اور اگر ان کے دل میں کچھ کھوٹ ہوگا تو اس کا حساب لینے والا اللہ ہے جیسا کہ نوح
 علیہ السلام کا قول ہے **إِنْ حَسَبْتُمْ رَاحِلًا عَلَىٰ رَبِّيَ كَوْ تَشْعُرُونَ** پس جب ان کے باطن کی تحقیق
 اور تفتیش آپ کے ذمہ نہیں ہو اگر بالفرض آپ ان سرداران قریش کی ہدایت اور ایمان کی طبع میں
 ان غریب مخلصوں کو اپنی مجلس سے ہٹانے لگیں تو ظالموں میں ہو جائیں گے یعنی نکالنا جب مناسب
 ہو تا کہ جب تجھ کو یہ خوف ہوتا کہ ان کی وجہ سے مجھ سے باز پرس ہوگی اور جب یہ خوف نہیں
 تو ایسے مخلصین کا اپنی مجلس سے ہٹانا بے انصافی ہے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان فقراء مومنین کا طرد نہیں فرمایا مگر چونکہ ایک دینی
ف مصلحت کی بناء پر ان کی علیحدگی کا ارادہ فرمایا اس لیے اسکو مجازاً طرد سے تعبیر
 کر دیا گیا گویا کہ ایسے مخلصین کی علیحدگی کا خیال بمنزلہ نکال دینے کے ہے۔

آیت میں خطاب اگرچہ بظاہر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے مگر مقصود سنانا
ف **أَنَّ ظَالِمُونَ** کو ہے جو ان درویشان اسلام کو مجلس سے اٹھانا چاہتے تھے اور اسی
 طرح ہم نے بعض کو بعض سے آزمایا ہے کسی کو فقیر اور کسی کو امیر بنایا اور کسی کو تندرست اور کسی
 کو بیمار کیا ہمارا مقصود اس سے امتحان اور آزمائش ہے کسی کو دنیا کے معاملہ میں آگے اور آخرت
 کے معاملہ میں پیچھے کیا اور کسی کو اس کے برعکس تاکہ یہ مالدار اور رئیس لوگ یہ کہیں کہ کیا یہی فقیر
 اور درویش لوگ ہیں جن پر اللہ نے ہمارے درمیان سے انعام اور احسان کیا ان کو اسلام کی توفیق دی
 یعنی اسلام اگر خدا کا انعام ہوتا تو ان حقیر اور رذیل لوگوں پر کیوں ہوتا اس کے مستحق تو ہم تھے یہ
 کیونکر ہو سکتا ہے کہ اللہ ہم رئیسوں پر تو انعام نہ کرے اور ان فقیروں پر انعام کرے جیسا کہ دوسری
 جگہ ارشاد ہے **لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُونَا إِلَيْهِ** ان لوگوں کا گمان یہ تھا کہ ہم معزز لوگ ہیں اور

ہماری دنیاوی خوشحالی اس بات کی علامت ہے کہ ہم اللہ کے محبوب اور مقبول بندے ہیں ان کو یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ تودل کو دیکھتا ہے اور اس بات کو کہ کون اللہ کے حق کو مانتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب تو یہ عطا فرمایا کہ دنیا کی امیری اور فیری خدا کے نزدیک مقبول اور محبوب ہونے کی دلیل نہیں بلکہ یہ بجانب اللہ فتنہ اور آزمائش ہے ایک ضد کو دوسری ضد سے آزماتے ہیں امیروں کا فقیروں سے آزمانا اس طرح ہے کہ وہ ان کو نظر حقارت سے نہ دیکھیں اور فقیروں کا امیروں سے آزمانا اس طرح ہے کہ وہ ان کی دولت پر حسد نہ کریں آئندہ آیت میں ان متکبر اور مغرور اور معاند لوگوں کے اس بے ہودہ اعتراض کا ایک اور جواب ارشاد فرماتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ کا انعام ان لوگوں پر ہوتا ہے جو اس کی نعمت کے قدر دان اور شکر گزار ہوں ناقصوں اور ناشکروں پر انعام نہیں ہوتا چنانچہ فرماتے ہیں کیا اللہ اپنے شکر گزاروں کو خوب طرح جاننے والا نہیں یعنی خدا خوب جانتا ہے کہ کون دل سے اس کی نعمتوں کا قدر دان اور شکر گزار ہے اور کون ناشکر اور ناقدر ہے پس ان درویشوں نے اللہ کی نعمت ہدایت کی قدر کی اس لیے ان کو اسلام اور ہدایت کی توفیق سے نوازا اور تم جیسے متکبرین اور معاندین کو کیا دے جن کا شیوہ ناشکری ہے اور چونکہ یہ درویشان اسلام خدا کے مقبول اور محبوب ہیں اس لیے آپ کو حکم دیا جاتا ہے کہ آپ ہرگز ہرگز ان کو اپنی مجلس سے اٹھانے کا خیال بھی نہ کریں بلکہ جب یہ مخلص لوگ آپ کے پاس حاضر ہوں جو صدق دل سے ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں تو آپ ان سے یہ کہیے کہ سلامتی ہو تم پر گھبراؤ نہیں اللہ کی طرف سے تم پر سلامتی اور امن ہے تمہارے پروردگار نے اپنی ذات پر تمہارے لیے رحمت اور مہربانی کو لکھ لیا ہے یعنی لازم کر لیا ہے اور وہ رحمت اور مہربانی یہ ہے تحقیق تم میں سے جو شخص نادانی سے کوئی براکام کر بیٹھے اور پھر اس کے بعد توبہ کر لے اور اپنی حالت کو درست کرے تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے سے

درد مندان گمہ راروز و شب ۛ شربتے بہتر ز استغفار نیست

آرزو مندان وصل یار را ۛ چارہ خیر از ناہا و زار نیست

اور اسی طرح ہم دلائل توحید کو تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں تاکہ مجرمین کی راہ خوب آشکارا اور ظاہر ہو جاوے کہ لوگ اس راہ پر چلنے سے اجتناب کریں مطلب یہ ہے کہ حق اور باطل کی راہ الگ الگ اور جدا اور متنازع ہو جائے تاکہ چلنے والوں کو کوئی اشتباہ باقی نہ رہے۔

ۛ ۛ ۛ

قُلْ إِنِّي نَهَيْتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ

تو کہ مجھ کو منع ہوا ہے کہ بلوجوں جن کو پکارنے ہو اللہ کے سوا

اللَّهُ قُلْ لَا أَتَّبِعُ أَهْوَاءَكُمْ قَدْ ضَلَلْتُ إِذًا وَمَا أَنَا

تو کہہ میں نہیں چلتا تمہاری خوشی پر سو تو میں بہک چکا اور نہ ہوا راہ

مِنَ الْمُهْتَدِينَ ﴿۵۶﴾ قُلْ إِنِّي عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّي وَكَذَّبْتُمْ

پانے والا تو کہہ مجھ کو شہادت پہنچی میرے رب کی اور تم نے اسکو

بِهِ مَا عِنْدِي مَا تَسْتَعْجِلُونَ بِهِ ۚ إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ

جھٹلایا میرے پاس نہیں جس کی شتابی کرتے ہو حکم کسی کا نہیں سوائے اللہ کے

يَقْضُ الْحَقُّ وَهُوَ خَيْرُ الْفَصِيلِينَ ﴿۵۷﴾ قُلْ لَّوْ أَن

کھوتا ہے حق بات اور وہ ہی بہتر چکانے والا تو کہہ اگر میرے

عِنْدِي مَا تَسْتَعْجِلُونَ بِهِ لَقَضِيَ الْأَمْرُ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ

پاس ہو جس کی شتابی کرتے ہو تو فیصل ہو چکے کام میرے تمہارے بیچ

وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِالظَّالِمِينَ ﴿۵۸﴾ وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا

اور اللہ کو خوب معلوم ہیں بے انصاف اور اسی کے پاس کنیاں ہیں غیب کی انکو نہیں

يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ

جانتا اس کے سوا اور وہ جانتا ہے جو جنگل اور دریا میں ہے اور نہیں جھڑتا

مِنْ وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْضِ

کوئی پتہ جو وہ نہیں جانتا اور نہ کوئی دانہ زمین کے اندھروں میں

وَلَا رَطْبٌ وَلَا يَابِسٌ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ ﴿۵۹﴾

اور نہ ہرا نہ سوکھا جو نہیں کھل کتاب میں

❖

❖

❖

بت پرستی کی مذمت اور ممانعت اور خدا پرستی کی حقانیت اور دعوت

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى قُلْ إِنِّي نُهُيْتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ نَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ... إِلَى... وَلَا يَأْتِيهِمْ إِلَّا فِي كَثِيرٍ مُبِينٍ (ربط) ان آیتوں میں حق جل شانہ نے بت پرستی کی مذمت اور ممانعت ذکر فرمائی اور بعد ازاں خدا پرستی کی حقانیت اور اس کی دعوت کا ذکر فرمایا کہ جو اوصاف معبود میں ہونے چاہئیں وہ سوائے خدا تعالیٰ کے کسی میں نہیں خدا کے سوا نہ کوئی عالم الغیب ہے اور نہ کوئی قادر مطلق ہے اور نہ کوئی نفع اور ضرر کا مالک ہے پس جب یہ اوصاف خدا کے سوا کسی میں نہیں پائے جلتے تو پھر خدا کے سوا کسی اور کی پرستش کیوں کرتے ہیں توحید ہی سیدھا راستہ ہے جس کی اسلام تم کو تعلیم دیتا ہے پس تم ایک ہی خدا کی عبادت اور بندگی کرو اور اُسی سے ڈرو جس کی طرف تم سب مرنے کے بعد اٹھا جاؤ گے یہ سلسلہ کلام قُلْ إِنِّي نُهُيْتُ مِنْ شَرِّهِمْ مِمَّا كَانُوا يَفْعَلُونَ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ تک چلا گیا چنانچہ فرماتے ہیں آپ ان لوگوں سے جو آپ کو بت پرستی کی دعوت دیتے ہیں یہ کہہ دیجئے کہ مجھ کو ممانعت کی گئی کہ میں اُن معبودوں کی پرستش کروں جن کو تم خدا کہہ کر پکارتے ہو حالانکہ تم اس کا اعتراف اور اقرار کرتے ہو کہ وہ اللہ سے کمتر ہیں اور جو کمتر ہے وہ خدا نہیں ہو سکتا اور نہ مستحق عبادت ہو سکتا ہے خدا تو وہ ہے جو سب سے بالا اور برتر ہو آپ یہ بھی کہہ دیجئے کہ میں تمہاری خواہشوں کی پیروی نہیں کرتا یعنی میں نہ بتوں کی پرستش کروں گا اور نہ فقراء مسلمین کو اپنے پاس سے ہٹاؤں گا اگر میں ایسا کروں تو گمراہ ہو جاؤں اور ہدایت پانے والوں میں سے نہ رہوں حالانکہ میں تو من جانب اللہ ہدایت دے کر بھیجا گیا ہوں میں کیسے گمراہی کے راستہ کو اختیار کر سکتا ہوں آپ کہہ دیجئے کہ تحقیق میں تو اپنے پروردگار کی طرف سے روشن دلیل پر ہوں کہ تمہارے بتوں کا عجز ظاہر ہے اور عاجز کی عبادت سراسر حماقت ہے اور تم نے اس روشن دلیل کو جھٹلایا جس میں شک اور تردد کی بھی گنجائش نہیں اور جو روشن دلائل میں تمہارے سامنے بیان کرتا ہوں تو تم اس کے جواب سے تو عاجز ہو مذاق اڑانے کے لیے یہ کہتے ہو کہ اگر یہ حق ہے تو اس کی تکذیب پر فوراً عذاب کیوں نازل نہیں ہو جاتا تو آپ کہہ دیجئے میرے پاس وہ عذاب نہیں جس کی تم جلدی کرتے ہو یعنی عذاب کا نازل کرنا میرے اختیار میں نہیں جب اللہ کو منظور ہو گا تم پر نازل کر دینگا جیسا کہ پہلے امتوں پر نازل کر چکا ہے حکم کسی کا نہیں سوائے اللہ کے اللہ تعالیٰ حق کو دلائل اور براہین سے بیان کرتا ہے اور وہی سب فیصلہ کرنے والوں سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے میرا اور تمہارا فیصلہ اللہ کے ہاتھ میں ہے جب چاہے گا فیصلہ کر دے گا فیصلہ کی تاریخ مجھے معلوم نہیں آپ کہہ دیجئے کہ تحقیق اگر وہ عذاب جس کو تم جلدی مانگ رہے ہو میرے پاس

ہوتا یعنی میرے اختیار میں ہوتا تو میں اب تک اس کو نازل کر چکا ہوتا اور میرے اور تمہارے درمیان میں جھگڑا ہی طے ہو چکا ہوتا اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو خوب جانتا ہے کوئی اس کے علم اور قدرت سے باہر نہیں نکل سکتا سب اس کی نظر میں ہیں وہ علیم بھی ہے اور حلیم بھی ہے اور حکیم بھی ہے عذاب میں جلدی نہیں کرتا اور اس کی تاخیر حکمت سے خالی نہیں اس آیت میں حق تعالیٰ نے یہ بتلایا کہ کوئی ظالم اور کوئی مجرم اس کی نظر سے پوشیدہ نہیں وہ سب کو خوب جانتا ہے اب آئندہ آیات میں اللہ تعالیٰ کے علم محیط اور قدرت کاملہ کا ذکر ہے تاکہ ثابت ہو جائے کہ عذاب میں تاخیر جہل یا عجز کی بناء پر نہیں بلکہ علم عظیم اور حکمت بالغہ کی بناء پر ہے چنانچہ فرماتے ہیں اور اللہ ہی کے پاس ہیں غیب کی کنجیاں یا غیب کے خزانے جن کو سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا اور نہ کوئی جان سکتا ہے۔

امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں جو لفظ مفاتیح آیا ہے اس میں علماء تفسیر کے دو قول ہیں (۱) بعض علماء کے نزدیک مفاتیح، مفتوح، بکسر المیم کی جمع ہے جس کے معنی کنبی کے ہیں ان علماء نے مفاتیح الغیب کا ترجمہ غیب کی کنبیوں سے کیا ہے اس صورت میں مطلب یہ ہو گا کہ جن کنبیوں سے غیب کا قفل کھلتا ہے وہ سب اللہ ہی کے ہاتھ میں ہیں یعنی وہی خدا ہے برحق عالم الغیب ہے اس کے سوا کسی کو غیب کا علم نہیں۔

(۲) اور بعض علماء کے نزدیک مفاتیح، مفتوح بفتح المیم کی جمع ہے جس کے معنی خزانہ کے ہیں ان علماء نے مفاتیح الغیب کا ترجمہ غیب کے خزانوں سے کیا ہے اس صورت میں مطلب یہ ہو گا کہ غیب کے تمام خزانے صرف اللہ ہی کے ہاتھ میں ہیں اس کو اختیار ہے کہ اپنے خزانہ میں سے جس کو چاہے اور جتنا چاہے دے یا جتنا چاہے اتنا بتلا دے کما قال تعالیٰ رَدِّ مَنْ شِئْ إِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهُ وَمَا نُنَزِّلُ إِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُومٍ

پہلے قول کی بناء پر خدا تعالیٰ کا عالم الغیب ہونا اور اس کے احاطہ علمی کا بیان کرنا مقصود ہو گا اور دوسرے قول کی بناء پر خدا تعالیٰ کی کمال قدرت اور کمال تصرف اور کمال ملکیت کا بیان کرنا مقصود ہو گا کہ تمام ممکنات اس کے قبضہ قدرت اور دست تصرف میں ہیں جس طرح چاہتا ہے ان میں تصرف کرتا ہے خلاصہ کلام یہ کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ علم غیب اور احاطہ علمی اور کمال قدرت اور کمال تصرف سب حق تعالیٰ ہی کے ساتھ مخصوص ہے کوئی اس کا شریک اور ہم نہیں آئندہ آیات میں پھر اس کے احاطہ علمی کو بیان کرتے ہیں اور وہ جانتا ہے جو کچھ جنگل اور دریا میں ہے مطلب یہ ہے کہ خشک اور تری کی ہر چیز کی اس کو خبر ہے اور نہیں گرتا درخت سے کوئی پتا مگر وہ جانتا ہے اس کو یعنی خدا کو بتوں کی گنتی بھی معلوم ہے اور نہیں ہے کوئی دانہ زمین کی اندھیریوں میں اور نہیں ہے کوئی تر اور نہ کوئی خشک چیز مگر روشن کتاب یعنی لوح محفوظ

میں ثابت ہے مطلب یہ ہے کہ کوئی چیز اللہ کے علم سے باہر نہیں خواہ وہ کلی ہو یا جزئی فلاسفہ یونان کا ایک نادان گروہ یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو علم کلیات کا تو ہے مگر جزئیات کا علم نہیں اس آیت سے اُن کا رد ہو گیا

وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُم

اور وہی ہے کہ تم کو بھر لیتا ہے رات کو اور جانتا ہے جو کماہکے ہو

بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيهِ لِيُقْضَىٰ أَجَلٌ مُّسَمًّى ثُمَّ

دن کو پھر تم کو اٹھاتا ہے اس میں کہ پورا ہو وعدہ جو ٹھہرا دیا پھر

إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٦﴾

اسی کی طرف پھرے جاؤ گے پھر جتا دے گا تم کو جو کرتے ہو

دلائل کمال قدرت

قال تعالیٰ وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ اے ثُمَّ يُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ
گذشتہ آیت میں اللہ تعالیٰ کے کمال علم کا بیان تھا اب اس آیت میں حق تعالیٰ کے کمال
قدرت اور کمال تصرف کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کو ایک حالت سے دوسری حالت کی
طرف پلٹتے رہتے ہیں کبھی حیات سے موت کی طرف اور کبھی خواب سے بیداری کی طرف یہ
تصرفات حق تعالیٰ کے کمال قدرت اور کمال تصرف پر دلالت کرتے ہیں اور خواب کے بعد بیداری
یہ بعثت بعد الموت کا نمونہ ہے جس سے قیامت کا امکان ثابت ہوتا ہے چنانچہ فرماتے ہیں
اور وہ اللہ تعالیٰ وہ ہے کہ جو رات کو سلا کر تم کو پورا لے لیتا ہے تمہارے ہوش و خواص کو محفل
کر دیتا ہے کہ مردے اور سوتے میں کوئی فرق نہیں رہتا اور خوب جانتا ہے جو کچھ تم نے دن
میں کمایا اور کسب کیا اور پھر وہ تم کو دن میں نیند سے اٹھاتا ہے تاکہ اس سونے اور جاگنے کے
دوران سے عمر کی مدت مقررہ پوری کر دی جائے یعنی تمہاری دنیاوی عمر پوری ہو جائے پھر مرنے
کے بعد تمہارا اسی کی طرف لوٹنا ہے پھر وہ تم کو جتائے گا جو کچھ تم دنیا میں کرتے تھے اور اس کے
مناسب سزا دے گا خوب سمجھ لو کہ تمہارا سلانا اور جگانا یہ صحت بعثت اور امکان قیامت کی

واضح دلیل ہے ۔

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً مَّتَّحَتِ

اور اسی کا حکم غالب ہے اپنے بندوں پر اور بھیجتا ہے تم پر نگہبان یہاں تک

إِذَا جَاءَ أَحَدَكُمْ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا

کہ جب پہنچے تم میں کسی کو موت اس کو بھریوں ہمارے بھیجے لوگ اور وہ

يُفَرِّطُونَ ۝۶۱ ثُمَّ رُدُّوْا إِلَى اللَّهِ مَوْلَاهُمُ الْحَقُّ ۚ أَلَا

تقصور نہیں کرتے پھر پہنچاتے جاویں گے اللہ کی طرف جو مالک الکا ہے تحقیق

لَهُ الْحُكْمُ وَهُوَ أَسْرَعُ الْحَاسِبِينَ ۝۶۲ قُلْ مَنْ يُنْجِيكُمْ

سن رکھو حکم اسی کا ہے اور وہ شتاب لیتا ہے حساب تو کہہ کون تم کو بچا لانا

مِّنْ ظُلُمَاتٍ أَلْبَسَ وَابِحًا تَدْعُوْنَهُ تَضَرَّعًا وَخُفْيَةً ۚ

ہے جنگل کے اندھیروں سے اور دریا کے جس کو بکارتے ہو گڑ گڑاتے اور چپکے

لَئِنْ أَنْجَيْنَا مِنْ هَذِهِ لَنُكَوِّنَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ ۝۶۳

اگر ہم کو بچا دیں اس بلا سے تو البتہ ہم احسان مانیں

قُلْ اللَّهُ يُنْجِيكُمْ مِنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ أَنْتُمْ

تو کہہ اللہ بچاتا ہے اُن سے اور ہر گھبراہٹ سے پھر تم شریک ٹھہراتے ہو

تَشْرِكُونَ ۝۶۴ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ

تو کہہ اسی کو قدرت ہے کہ بھیجے تم پر عذاب اوپر سے

عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ أَوْ مِنْ تَحْتَ أَرْجُلِكُمْ أَوْ يَلْبَسَكُمْ

یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے یا ٹھہراوے تم کو کئی

شَيْعًا وَيُذِيقُ بَعْضَكُمْ بَأْسَ بَعْضٍ ۚ اَنْظُرْ كَيْفَ

فرقے کر کر اور چکھادے ایک کو لڑائی ایک کی دیکھ کس پھیرے

نَصْرُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ۝۶۵ وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ

ہم کہتے ہیں باتیں شاید وہ سمجھیں اور اُس کو جھوٹ بتایا تیری قوم

وَهُوَ الْحَقُّ ۚ قُلْ لِّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ۝۶۶ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ

نے اور یہ تحقیق ہے تو کہہ میں نہیں تم پر دروغ ہر چیز کا ایک

مُسْتَقَرٌّ ۚ وَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝۶۷ وَاِذَا رَاٰیۤتَ الَّذِيْنَ

وقت ٹھہر رہا ہے اور آگے جان لو گے اور جب تو دیکھے وہ لوگ کہ

يَخْضَعُوْنَ فِيْۤ اٰیٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰی يَخْضَعُوْا

کھٹے ہیں ہماری آیتوں میں تو ان سے کنارہ کر جب تک کہ کھٹے لگیں

فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِہٖ ۚ وَاِمَّا يَنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا

اور کسی بات میں ، اور کبھی بھلاوے تجھ کو شیطان تو نہ

تَقْعُدُۢۤ بَعْدَ الذِّكْرِیْۚ مَعَ الْقَوْمِ الظَّٰلِمِيْنَ ۝۶۸ وَمَا عَلٰی

بیٹھ بعد نصیحت کے بے انصاف قوم کے ساتھ اور

الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ مِنْۢ حِسَابِهِمْ مِنْ شَیْءٍ ۚ وَلٰكِنْ

پرہیزگاروں پر نہیں کچھ ان کا حساب لیکن

ذِكْرِیْ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝۶۹ وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنََهُمْ

نصیحت کرنی ہے شاید وہ ڈریں اور چھوڑ دے جنہوں نے بھڑا دیا اپنا دین

لَعِبًا ۚ وَلَهُمْ اٰخِرَتُهُمْ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَذِكْرُہٗۤ اَنْ

کھیل اور تماشا اور نہکے دنیا کی زندگی پر اور اس سے نصیحت دے

تَبْسُلَ نَفْسٌ بِمَا كَسَبَتْ ۖ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُونِ اللَّهِ

ان کو کہ گرفتار نہ ہو جائے کوئی اپنے کئے میں کہ نہیں اس کو اللہ کے سوا

وَلِيٍّ وَلَا شَفِيعٌ ۚ وَإِنْ تَعْدِلْ كُلُّ عَدْلٍ لَا يُؤْخَذُ

حمایتی نہ سفارش والا اور اگر بدلہ دے سارے بدلے قبول نہ ہوں اس

مِنْهَا ۚ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ أُبْسِلُوا بِمَا كَسَبُوا ۖ لَهُمْ شَرَابٌ

سے وہی ہیں جو گرفتار ہوئے اپنے کئے میں ان کو پینا ہے

مِّنْ حَمِيمٍ ۚ وَعَذَابٌ أَلِيمٌ ۖ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ ﴿٤٠﴾

گرم پانی اور مار ہے دکھ والی بدلہ کفر کرنے کا

نوع دیگر از دلائل کمال قدرت و کمال حکمت

قَالَ اللَّهُ تَعَالَىٰ وَهُوَ الْغَايُ مُفَوْقٌ عِبَادِهِ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً... الخ... بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ
گذشتہ آیات کی طرح ان آیات میں دوسری طرح سے اپنی کمال قدرت اور کمال حکمت کے
دلائل اور حساب و کتاب اور حشر و نشر کا حق ہونا بیان فرماتے ہیں اور وہی اللہ قاهر اور غالب ہے
اپنے بندوں پر یعنی خدا سب پر غالب اور زبردست ہے اور تمام بندے اس کی قدرت اور مشیت
کے نیچے مقہور اور بیور ہیں اور وہ رفعت شان اور بلندی رتبہ میں سب سے بالا اور برتر ہے امام
رازیؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں فوقیت سے باعتبار مکان اور جہت کے فوقیت مراد نہیں کیونکہ
اللہ تعالیٰ مکان اور جہت سے پاک اور منزہ ہے بلکہ قہر اور غلبہ اور قدرت کے اعتبار سے فوقیت
مراد ہے (تفسیر کبیر ص ۵۵ ج ۴)

اور اس کے قہر اور غلبہ اور فوقیت کی ایک دلیل یہ ہے کہ وہ تم پر نگہبان فرشتے بھیجتا ہے کہ
جو تمام زندگی تمہارے اعمال کو لکھتے ہیں اور تمہاری جان کی حفاظت اور نگہبانی کرتے ہیں پس اس
طرح تمام عمر تم اس قاهر غالب کی نگرانی میں رہتے ہو یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کی موت کا
وقت آجاتا ہے تو ہمارے فرشتے اس کی روح قبض کرتے ہیں اور وہ فرشتے قبض روح میں کوتاہی
نہیں کرتے یعنی جس کام پر وہ متعین ہیں اس کو بخوبی انجام دیتے ہیں جس وقت اور جس طرح قبض



روح کا حکم ہوتا ہے اُسی طرح اُس کو بجا لاتے ہیں قبض روح میں فرشتے رشوت نہیں لیتے پھر مرنے کے بعد یہ سب بندے اپنے مولائے برحق کی طرف لوٹا دیئے جائیں گے تحقیق سن رکھو حکم اسی کا ہے اس کے سوا کسی اور کا حکم اور فیصلہ نہیں چلتا اور وہ سب حساب لینے والوں سے جلد حساب لینے والا ہے طرفہ العین میں تمام مخلوقات کا حساب لے لے گا اور ایک لمحہ میں ساری عمر کی بھلائی اور برائی واضح کر دے گا باوجود بے شمار مخلوقات کے ایک کا حساب دوسرے کے حساب سے مانع نہ ہوگا جس طرح وہ تمام عالم کو بلا غلطی کے بیک وقت رزق دینے پر قادر ہے اسی طرح وہ قیامت کے دن تمام عالم کا بیک وقت حساب کرنے پر قادر ہوگا اور یہ اسکے کمال قدرت اور کمال قہر کی دلیل ہے۔

ف جاننا چاہیئے کہ فرشتے تین قسم کے ہیں ایک قسم تو وہ ہے کہ جو انسان کی مضرتوں سے حفاظت کے لیے مقرر کیے گئے ہیں کما قال تعالیٰ لَهُ مُعَقِّاتٌ مِّنْ يُكَلِّمُ يَكْدِيهِ وَمِنْ خَلْفِهِ يَحْفَظُوْنَهُ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ دوسری قسم وہ ہے کہ وہ فرشتے انسان کے اعمال کی حفاظت اور کتابت کے لیے مقرر کیے گئے ہیں کما قال تعالیٰ وَرَأَىٰ عَلَىٰ كُرْسِيِّهِ جُودًا لَا يَلِيهِ سُمٌّْ وَقَالَ تَعَالَىٰ إِذْ يَتَكَلَّمُ الْمُسْلِفِينَ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ قُعُودٌ بِئْسَ رِجْزٌ لِّمَنْ كُفِيَ عَنَّا هُنَّ أَجْزَاءٌ مِّنْ أَعْيُنِ الْمَلَائِكَةِ الْمُحْفَظِينَ كَوْنًا كَاتِبِينَ اس کی جان نکالنے کے لیے مقرر کیے گئے ہیں اور اس قسم کے فرشتوں کے سردار حضرت عزرائیل ہیں اس لیے آیات میں توفی اور موت کی اسناد کبھی ملک الموت کی طرف ہوتی ہے اور کبھی دیگر ملائکہ کی طرف ہوتی ہے جو ملک الموت کے احوال اور مددگار ہیں اور کبھی باری تعالیٰ کی طرف اسناد ہوتی ہے کہ اصل حکم اللہ ہی کا ہے بغیر اس کے حکم کے کسی کو موت نہیں آتی آپ ان لوگوں سے جو خدا تعالیٰ کی حفاظت اور نگرانی اور قہر کے منکر ہیں یہ کہتے کہ بتلاؤ کہ وہ کون ذات ہے جو تم کو جنگل اور سمندر کی تاریکیوں یعنی پریشانیوں اور حیرانیوں سے اس حالت میں نجات دیتا ہے کہ تم اُس کو گمراہ گمراہتے اور آہستہ پکارتے ہو یعنی ایسے وقت میں تم صرف اللہ ہی کو پکارتے ہو اور بتوں کو بھول جاتے ہو تو پھر بے فائدہ ان کو کیوں پوجتے ہو اور اُس وقت تم خدا سے یہ وعدہ کرتے ہو کہ اسے اللہ اگر تو نے ہم کو ان مصیبتوں کے تاریکیوں سے نکال دیا تو ہم ضرور بالضرور تیرے شکر گزاروں میں سے ہو جائیں گے آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ تم کو ان تاریکیوں سے اور ہر غم سے نجات دیتا ہے پھر بھی تم شرک کرنے لگتے ہو یعنی نجات پانے کے بعد اپنے وعدے پر قائم نہیں رہتے اور مصیبت سے رہائی کے بعد بدستور اسی کفر و شرک کی طرف لوٹ جاتے ہو آپ کہہ دیجئے کہ تم خدا کے اس ہمت دینے سے بے فکر نہ ہو جاؤ جس طرح وہ شدتوں اور مصیبتوں سے نجات دے سکتا ہے اسی طرح وہ تم کو پہلے کی طرح دوبارہ بھی مبتلا کر سکتا ہے کیونکہ وہ اللہ اس بات پر قادر ہے کہ اوپر کی جانب سے یعنی آسمان کی جانب سے تم پر کوئی عذاب بھیج دے جیسے پتھر برسانا ہو اور بارش کا طوفان آجانا یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے تم پر کوئی عذاب بھیج دے جیسے زلزلہ اور

خسف اور غرق مانند فرعون اور فارون کے یا تم کو کسی داخلی اور اندرونی عذاب میں مبتلا کر دے وہ یہ کہ تم کو گروہ گروہ بنا کر آپس میں بھڑا دے اور ایک کو دوسرے کی لڑائی کا مزہ چکھا دے یعنی باہمی خود غرضیوں کو جس سے خدا تعالیٰ تم کو باہمی جنگ و جدال اور پارٹی بندی کے عذاب میں مبتلا کر دے اس امت کو پہلی قسم کے عذابوں سے محفوظ کر دیا گیا یعنی اس امت پر اُس قسم کا کوئی عذاب نازل نہ ہو گا جیسا کہ پہلی امتوں پر نازل ہوا البتہ یہ امت تیسری قسم کے عذاب میں مبتلا ہو گی جسے اندرونی اور داخلی عذاب کہنا چاہیے وہ باہمی پارٹی بندی اور آپس کی جنگ و جدال کا عذاب ہے جب خود غرضی آتی ہے تو چھوٹ پر جاتی ہے اور آپس کا اختلاف مبتلا باغٹلا ہو جاتا ہے جو داخلی عذاب ہے اسے نبی آپ دیکھتے تو سہی کہ ہم کس طرح بار بار اپنی نشانیوں اور دلیلوں کو بیان کرتے ہیں شاید یہ لوگ سمجھ جائیں اور حق کی طرف رجوع کریں لیکن یہ ایسے نادان ہیں کہ کس طرح ان کی سمجھ میں نہیں آتا بلکہ آپ کی قوم نے تو اس قرآن کو جھٹلایا حالانکہ وہ بالکل برحق ہے اس کے حق اور کلام الہی ہونے میں تو کوئی شبہ ہی نہیں یا یہ معنی ہیں کہ آپ کی قوم نے آنے والے عذاب کو جھٹلایا اور یہ کہا کہ یہ سب جھوٹی دھمکیاں ہیں عذاب وغیرہ کچھ نہیں آئے گا حالانکہ اس عذاب کا آنا جس کی خبر دی گئی ہے وہ حق اور صدق ہے وہ عذاب اپنے وقت پر ضرور آئے گا آپ کہہ دیجئے کہ حق تو واضح ہو چکا ہے میں تم پر نگہبان اور دروغ نہیں ہوں یعنی حق کا منوانا اور نہ ماننے والوں پر عذاب کا نازل کرنا میرے اختیار میں نہیں میں تو صرف اللہ کا پیغام پہنچانے والا ہوں حق کا دل میں اتارنا یا نہ ماننے پر سزا دینا یہ اللہ کے اختیار میں ہے ہر خبر کا ایک وقت مقرر ہے اور عنقریب تم اس خبر کی صداقت کو جان لو گے جب وہ خبر تمہارے سامنے آئے گی اس وقت تمہیں اُس خبر کی سچائی معلوم ہو جلتے گی اور خود جان لو گے کہ جس عذاب سے تم کو قرآن میں ڈرا گیا تھا وہ کہاں تک حق اور صدق تھا۔

اور اسے نبی جب تو ان لوگوں کو دیکھے جو ہماری آیتوں میں بکواس کرتے ہیں یعنی ان کے ساتھ استہزاء کرتے ہیں اور ان میں عیب نکالتے ہیں تو آپ ایسے لوگوں سے کنارہ کش ہو جائیے یہاں تک کہ وہ اس طعن و استہزاء کو چھوڑ کر دوسری بات میں لگ جائیں مشرکین عرب اپنی مجالس میں بیٹھ کر قرآن کا استہزاء کیا کرتے تھے خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ ایسے وقت میں اُن سے کنارہ کرو اور اُن کے پاس نہ بیٹھا کرو تاکہ تم اُن کے زمرہ میں داخل ہو کر اُن کی طرح مستحق عذاب نہ بن جاؤ کما قال تعالیٰ وَكَذَٰلِكَ نَوَلِّ عَنكُمُ فِي الْكِتَابِ مَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتَ اللَّهِ يَكْفُرُ بِهَا وَ يُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ إِنَّكُمْ إِذَا أَنشَأْتُمُ اس آیت میں خطاب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے مگر مراد سب مسلمان ہیں کیونکہ سب مسلمان نبی کے تابع ہیں اور اگر شیطان تجھ کو بھلا دے یعنی اس مجلس میں بیٹھنے کی ممانعت تجھے یاد نہ رہے اور بھولے سے ان کی مجلس میں بیٹھ جاتے تو یاد آنے کے بعد ان ظالم لوگوں کے پاس نہ بیٹھ یعنی اگر بھولے سے بیٹھ گیا ہے تو یاد آنے کے بعد فوراً اٹھ کھڑا ہو اور جو لوگ خدا سے ڈرتے

ہیں اور آیات اللہ پر طعن اور استہزاء اور نکتہ چینی کو برا جانتے ہیں اور ایسی مجالس میں شرکت سے حتیٰ الوسع بچتے ہیں تو ایسے لوگوں پر ان مشرکین کے طعن اور استہزاء کے حساب میں سے کوئی مواخذہ اور دارو گیر نہیں یعنی مسلمانوں سے اُن کے اعمال قبیحہ کا کوئی مواخذہ نہیں وہ جائیں اور ان کا کام لیکن مسلمانوں کے ذمہ بشرط قدرت اور بقدر ضرورت نصیحت کرنا اور ان کو سمجھانا فرض ہے شاید وہ تمہاری نصیحت کرنے سے ان باتوں سے باز آجائیں اور عجب نہیں کہ تمہارا ان کی مجلس سے اُٹھ کھڑا ہوتا اور ان کے اس فعل قبیح پر اپنی ناگواری کا اظہار کسی وقت اُن کی ہدایت کا سبب بن جائے اور وہ اس ناشائستہ حرکت پر نادم ہو کر تائب ہو جائیں

ان آیات میں حق جل شانہ نے مسلمانوں کو کافروں کی خاص اس مجلس سے کنارہ کشی کا حکم دیا جہاں آیات اللہ پر طعن اور استہزاء کیا جاتا ہو اب آئندہ آیت میں ایسے لوگوں کی عام مجالست اور مصاحبت ترک کرنے کا ارشاد ہے چنانچہ فرماتے ہیں اور ایسے ظالموں کی مجالست اور مصاحبت میں مجلس استہزاء اور تکذیب کی تخصیص نہیں بلکہ غیرت ایمانی کا تقاضا یہ ہے کہ ایسے لوگوں کو چھوڑ دو جنہوں نے اپنے دین کو کھیل اور تماشا بنالیا اور دنیا کی زندگی نے اُن کو دھوکہ میں ڈال دیا اور دنیا کے نشہ میں مست ہو کر یہ سمجھ بیٹھے کہ جو کچھ ہے وہ بھی دنیا ہے ایسے لوگوں کو چھوڑو اور ان سے قطع تعلق کر دو جسے اپنے انجام اور مرنے کے بعد کی فکر نہ ہو وہ بے عقل ہے اور اس قرآن کے ذریعہ اُن کو آخرت کا بھولا ہوا سبق یاد دلائیے تاکہ کوئی نفس اپنی بد اعمالی کی وجہ سے گرفتار مصیبت نہ ہو جائے یعنی نصیحت سے فائدہ یہ ہے کہ شاید یہ لوگ اپنے برے اعمال کو ترک کر دیں اور دوزخ میں جانے سے بچ جائیں اس لیے کہ قیامت کے دن اس نفس کے لیے سوائے اللہ کے کوئی مددگار نہیں اور نہ کوئی سفارشچی ہے اور اگر کوئی نفس اُفس دن اپنی خلاصی کے لیے ہر قسم کا بدلہ بھی دیوے تو وہ اُس سے قبول نہ کیا جائے گا غرض یہ کہ کسی صورت میں پچھا نہیں چھوٹے گا کیونکہ یہی لوگ جنہوں نے اپنے دین کو کھیل اور تماشا بنا رکھا ہے گرفتار عذاب ہوتے ہیں اپنے برے اعمال کی بنا پر ان کے پینے کو سخت کھولتا ہوا پانی ہے اور دردناک عذاب ہے اس لیے کہ وہ کفر کرتے تھے اور آخرت کے اور اس کے عذاب کے منکر تھے۔

قُلْ اَنْدَعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا

تو کہہ کیا ہم پکاریں اللہ کے سوا جو نہ بھلا کرے ہمارا نہ بُرا

وَنُرْدُّ عَلَىٰ أَعْقَابِنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْنَا اللَّهَ كَالَّذِي

اور پھیرے جا دیں لے پاؤں جب اللہ ہم کو راہ سے چکا

اسْتَهْوَتْهُ الشَّيْطَانُ فِي الْأَرْضِ حَيْرَانٌ لَهُ أَصْحَابٌ

جیسے ایک شخص کو بھلا دیا جنوں نے جنگل میں بہکتا اس کے رفیق

يَدْعُونَهُ إِلَى الْهُدَىٰ ائْتِنَا قُلْ إِنَّ هُدَىٰ اللَّهِ هُوَ

بکارتے ہیں راہ کی طرف کہ آہمارے پاس تو کہہ اللہ نے راہ بتائی

الْهُدَىٰ وَأَمْرُنَا لِنَسْلِمَ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٤١﴾ وَأَنْ أَقِيمُوا

سو یہی راہ ہے اور ہم کو حکم ہوا کہ تابع رہیں جہان کے صاحب کے اور یہ کہ کھڑی رکھو

الصَّلَاةَ وَاتَّقُوهُ ۖ وَهُوَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿٤٢﴾ وَ

نماز اور اس سے ڈرتے رہو اور وہی ہے جس پاس اکٹھے ہوؤ گے اور

هُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ وَيَوْمَ

وہی ہے جس نے ٹھیک بنائے آسمان اور زمین اور جس دن

يَقُولُ كُنْ فَيَكُونُ ۚ قَوْلُهُ الْحَقُّ وَلَهُ

کہے گا ہو تو ہو جاوے گا اسی کی بات سچ ہے اور اسی کی

الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ ۚ عِلْمُ

سلطنت ہے جس دن بھونکا جاوے گا صور بچھا

الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ وَهُوَ الْحَكِيمُ

اور کھلا جاننے والا اور وہی ہے تدبیر والا

الْخَبِيرُ ﴿٤٣﴾

خبردار

ابطال شرک اثبات توحید وحشر

قال تعالى قُلْ اَتَدْعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا ... اے ... وَهُوَ الْحَكِيمُ الْحَنِيفُ (رابطہ) اور پھر سے توحید کا اثبات اور شرک کا ابطال چلا آرہا ہے اب ان آیات میں یہ بتلاتے ہیں کہ یہ لوگ جو دین اسلام کا مذاق اڑاتے ہیں اُن کو اتنی عقل نہیں کہ قابل مضحکہ یہ امر ہے کہ ایسی ذات کو مجبور بنالیا جائے کہ جو کسی قسم کے نفع اور ضرر کی مالک نہ ہو ہنسی کے قابل تو یہ بہت پرست ہیں کہ جو جہالتوں اور ضلالتوں میں جبران اور سرگرداں ہیں چنانچہ فرماتے ہیں آپ ان مشرکوں سے یہ کہہ دیجئے کہ کیا ہم اللہ کے سوا کسی ایسی چیز کو اپنی حاجت روائی کے لیے پکاریں جو نہ ہم کو کچھ نفع ہی پہنچا سکے اور نہ ہم کو کچھ نقصان ہی پہنچا سکے یعنی کیا ہم تمہارے کہنے سے بتوں کو پوجنے لگیں جو محض عاجز ہیں اور کسی کو نہ نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان اور کیا بعد اس کے کہ اللہ نے ہم کو راہ راست پر لگا دیا ہے ہم اپنی ایسٹروں پر کفر کی طرف لٹے پاؤں لوٹ جائیں جب کہ خدا تعالیٰ نے ہم کو کفر سے نکال کر سیدھے راستہ پر چلا دیا تو یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم اُس صحیح راستہ کو چھوڑ کر پھر اسی گمراہی کے راستہ کی طرف لٹے پیر لوٹ جائیں جس پر پہلے چل رہے تھے لہذا تمہاری یہ توقع کہ ہم کفر اختیار کر لیں بالکل فضول ہے ہم سے ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا اور اگر معاذ اللہ ایسا ہو جائے کہ ہم توحید کی صاف اور سیدھی شاہراہ چھوڑ کر شرک کی راہ اختیار کر لیں تو ہماری مثال اس شخص کی سی ہوگی جس کو جنات نے جنگل میں لے جا کر سرسیمہ اور حیران اور پریشان کر کے ڈال دیا ہو اور جھٹکتا پھرتا ہو جسے یہ خبر نہیں کہ جانا کہاں ہے اس کے کچھ رفیق راہ راست پر ہیں جو اس کو سیدھی راہ کی طرف بلا تے ہیں کہ ہمارے پاس آ یہ خدا تعالیٰ نے اُن کافروں کی مثال بیان کی ہے جو خدا سے برحق کو چھوڑ کر بتوں کو پوجتے ہیں اور مسلمان اُن کو راہ راست کی طرف بلا تے ہیں مطلب یہ ہے کہ مشرک کی مثال اُس مسافر کے مانند ہے جس کو جنات اور چڑیلوں نے جنگل میں راہ راست سے ہٹا کر اُس کے رفیقوں سے جدا کر دیا اور وہ چاروں طرف جھٹکتا پھرتا ہے اور اس کے رفقاء اگر راہ خیر خواہی اُسے آوازیں دے رہے ہیں کہ ادھر آ سیدھا راستہ اس طرف ہے مگر وہ حیران اور غموں میں اسے عالم حیرانی میں ہے کچھ نہیں سمجھتا کہ کدھر جائے اور کس کا کہنا مانے ایسی حالت میں اگر اُس نے چڑیلوں کا کہنا مانا تو سیدھا راستہ اُس کو کبھی نہ ملے گا اور مر جائے گا اور اگر اس نے اپنے رفیقوں کا کہنا مانا تو اس ہلکے بیابان سے نجات پا جائے گا اور راہ راست پر آجائے گا اسی طرح سمجھ لو کہ مسافر آخرت کی سیدھی راہ توحید اور اسلام کی راہ ہے اور یہ سفر بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے متبعین کی رفاقت اور معیت میں طے ہو سکتا

ہے جو ان کی آواز پر کان دھرے گا وہ منزل مقصود کو پہنچے گا اور جو شیاطین الانس والجن کی آواز پر چلے گا تو وہ صحرائے ضلالت اور بیابانِ حیرت میں بھٹکتا پھرے گا حتیٰ کہ ہلاک ہو جائے گا آپ کہتے ہیں کہ اللہ کی ہدایت وہی حقیقی ہدایت ہے یعنی ہدایت صرف دین اسلام ہے اور شرک اور بت پرستی گمراہی کی راہ ہے اور ہم کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم تمام جہانوں کے پروردگار کے مطیع اور فرمان بردار رہیں اور اسی کی عبادت کریں اور ہم کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ تم نماز قائم رکھو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور وہ وہی ذات ہے کہ جس کی طرف تم سب جمع کیے جاؤ گے اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو تدبیرِ حکم کے ساتھ پیدا کیا اور جس دن وہ قیامت اور حشر کو کہے گا کہ ہو جا سو فوراً وہ حشر اور قیامت ہو جائے گی اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ہر کام ہے جب خدا کسی کام کو کرنا چاہتا ہے تو کن کھدیتا ہے اتنے کہنے ہی سے وہ کام فوراً ہو جاتا ہے اسی طرح جب وہ قیامت کو کہے گا کہ ہو جا سو وہ ہو جائے گی اسی کی بات حق ہے اور اس کی سلطنت اور بادشاہی ہوگی جس دن صور پھونکا جائے گا یعنی اُس دن سوائے اُس کے کوئی ظاہری اور مجازی بادشاہ بھی نہ ہوگا جتنے بادشاہ دنیا میں ہوئے ہیں اُن کا عجز ظاہر ہو جائے گا اور سب کو معلوم ہو جائے گا کہ درحقیقت بادشاہت خدا ہی کے لیے ہے اور اس کے سوا سلطنت کے جس قدر بھی دعوے تھے وہ سب جھوٹے تھے کما قال تعالیٰ مَلِكُ الْيَوْمِ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ وَقَالَ تَعَالَى الْمَلِكُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكَافِرِينَ عَسِيرًا

صور کے متعلق جمہور کا قول یہ ہے کہ وہ ایک سنگ ہے جس میں قیامت کے دن المیزان علیہ السلام پھونک مارے گا پھونک مارتے ہی تمام خلقت فنا ہو جائے گی پھر دوسری مرتبہ صور پھونکیں گے تو سب زندہ ہو جائیں گے اور یہی بات احادیث صحیحہ اور اقوال صحابہ سے ثابت ہے تفصیل کے لیے تفسیر ابن کثیر از ص ۱۳۴ تا ص ۱۳۷ ج ۲ دیکھیں جس میں فتح صور اور حساب و کتاب کا مفصل حال بیان کیا ہے نیز دیکھو تفسیر قرطبی ص ۱۳۴۔

وہی جاننے والا ہے یہاں اور آشکارا کا یعنی چھپے اور کھلے کا اور وہی ہے حکمت والا ہمدار ہر ایک کو اس کے عمل کے مطابق جزاء دے گا پس جس ذات کی یہ شان ہو کہ وہ خالق سموات وارض ہو اور عالم الغیب والشہادۃ اور حکیم وخبیر ہو اُس کی عبادت اور بندگی کو چھوڑ کر شرک کی راہ کیسے اختیار کی جاسکتی ہے۔

❖ ❖ ❖

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ أَسِرَّاتٍ أَتَتَّخِذُ

اور جب کہا ابراہیم نے اپنے باپ کو تو کیا پکڑتا ہے

أَصْنَامًا إِلَهَةً إِنِّي أَزِيدُ وَتَقَوْمَكَ فِي ضَلِيلٍ

مورتوں کو خدا میں دیکھتا ہوں تو اور تیری قوم صریح بتائے

مُبِينٌ ۴۳ وَكَذَلِكَ نُرِي إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمَوَاتِ

ہوتے اور اس طرح ہم دکھانے لگے ابراہیم کو سلطنت آسمان و

وَالْأَرْضِ وَلِيَكُونَ مِنَ الْمُوقِنِينَ ۴۴ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ

زمین کی اور تاکہ اس کو یقین آوے پھر جب اندھیری

الَّيْلُ رَأَى كَوْكَبًا ۴۵ قَالَ هَذَا رَبِّي فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَا

آئی اس پر رات دیکھا ایک تارا بولا یہ ہے رب میرا پھر جب وہ غائب ہوا بولا مجھ

أُحِبُّ الْإِفْلَاقَ ۴۶ فَلَمَّا رَأَى الْقَمَرَ بَازِعًا قَالَ هَذَا رَبِّي

کو خوش نہیں آتے چھپ جانے والے پھر جب دیکھا چاند چمکتا بولا یہ ہے رب میرا

فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِي رَبِّي لَأَكُونَنَّ مِنَ

پھر جب وہ غائب ہوا بولا اگر نہ راہ دے مجھ کو رب میرا تو بے شک میں رہوں

الْقَوْمِ الضَّالِّينَ ۴۷ فَلَمَّا رَأَى الشَّمْسَ بَازِعَةً قَالَ

بھٹکتے لوگوں میں پھر جب دیکھا سورج جھلکتا بولا

هَذَا رَبِّي هَذَا أَكْبَرُ فَلَمَّا أَفَلَتْ قَالَ يَقَوْمِ إِنِّي

یہ ہے رب میرا یہ رب سب سے بڑا پھر جب وہ غائب ہوا بولا اے قوم میں

بَرِيءٌ مِمَّا تَشْرِكُونَ ۴۸ إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلذِّكْرِ

بیزار ہوں ان سے جن کو تم شریک کرتے ہو میں نے اپنا منہ کیا اسی کی طرف جس نے

فَطَرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۴۹

بنائے آسمان و زمین ایک طرف کا ہو کر اور میں نہیں شریک کرنے والا

وَحَاجَّهُ قَوْمَهُ ط قَالَ أَتُحَاجُّونِي فِي اللَّهِ وَقَدْ هَدَانِ ط

اور انہیں سے جھگڑی اس کی قوم بولا تم مجھ سے جھگڑتے ہو اللہ پر اور وہ مجھ کو سوجھا چکا

وَلَا أَخَافُ مَا تَشْرِكُونَ بِهِ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رَبِّي شَيْئًا ط

اور میں ڈرتا نہیں اُن سے جن کو شریک ٹھہراتے ہو اس کا مگر کہ میرا رب کچھ چاہے

وَسِعَ رَبِّي كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ط أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ ﴿۸۰﴾ وَ

سمائی ہے میرے رب کے علم میں سب چیزیں کیا تم دھیان نہیں کرتے اور

كَيْفَ أَخَافُ مَا أَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُونَ أَنَّكُمْ أَشْرَكْتُمْ

بہو کر ڈروں تمہارے شریکوں سے اور تم نہیں ڈرتے کہ شریک ٹھہراتے

بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنْزِلْ بِهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا فَأَيُّ الْفَرِيقَيْنِ

ہو اللہ کے ساتھ جس پر نہیں اتاری اس نے کچھ سند اب دونوں فرقوں میں

أَحَقُّ بِالْأَمْنِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۸۱﴾ الَّذِينَ آمَنُوا

کس کو چاہیے خاطر جمع کہو اگر سبھہ رکھتے ہو جو لوگ یقین لائے

وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ

اور ملائی نہیں اپنے یقین میں کچھ تقصیر انہیں کو ہے خاطر جمع اور وہی ہیں

مُهْتَدُونَ ﴿۸۲﴾ وَتِلْكَ حُجَّتُنَا آتَيْنَاهَا إِبْرَاهِيمَ عَلَىٰ

راہ پائے اور یہ ہماری دلیل ہے کہ ہم نے دی ابراہیم کو اس کی

قَوْمِهِ ط نَرَفَعُ دَرَجَاتٍ مَّنْ نَّشَاءُ ط إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ

قوم کے مقابل - درجے بلند کرتے ہیں ہم جس کو چاہیں تیرا رب تدبیر والا ہے

عَلِيمٌ ﴿۸۳﴾ وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ كُلًّا هَدَيْنَا

خبردار اور اس کو بخشا ہم نے اسحاق اور یعقوب سب کو ہدایت دی

وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدَ وَ

اور نوح کو ہدایت دی ان سب سے پہلے اور اس کی اولاد میں داؤد اور

سُلَيْمٰنَ وَيُوسُفَ وَمُوسٰى وَهَارُونَ ط

سلیمان کو اور ایوب اور یوسف کو اور موسیٰ اور ہارون کو اور

كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٨٣﴾ وَنَزَكْرِيَّا وَيَحْيٰى وَ

ہم یوں بدل دیتے ہیں نیک کام والوں کو اور زکریا اور یحییٰ اور

عِيسٰى وَإِلْيَاسَ ط كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٨٥﴾ وَإِسْمٰعِيْلَ

عیسیٰ اور الیاس کو سب ہیں نیک بختوں میں اور اسمعیل

وَإِلْسَءَ وَيُوْنُسَ وَلُوطًا ط وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَىٰ

اور ایسہ اور یونس کو اور لوط کو اور سب کو ہم نے بزرگی دی سارے

الْعٰلَمِيْنَ ﴿٨٦﴾ وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ وَذُرِّيَّتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ

جہان والوں پر اور بعضوں کو ان کے باپ دادوں میں اور اولاد میں اور بھائیوں میں

وَاجْتَبَيْنَهُمْ وَهَدَيْنَهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٨٧﴾

اور اُن کو ہم نے پسند کیا اور راہ سیدھی چلایا

ذٰلِكَ هُدٰى اللّٰهُ يَهْدِيْٓ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ

یہ اللہ کی ہدایت ہے اس پر راہ دے جس کو چاہے اپنے بندوں میں

وَكُوْا شُرَكَآءَ كَبِطَ عَنْهُمْ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٨٨﴾ اُولٰٓئِكَ

اور اگر وہ لوگ شریک کرتے البتہ ضائع ہوتا جو کچھ کیا تھا وہ لوگ تھے

الَّذِيْنَ اٰتَيْنَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنَّبُوَّةَؕ فَاِنْ يَكْفُرُوْا

جن کو دی ہم نے کتاب اور شریعت اور نبوت پھر اگر ان

بِهَا هُوَ لَا فَقَدْ وَكَلْنَا بِهَا قَوْمًا يَكْفُرُونَ ۝۱۹

باتوں کو نہ مائیں یہ لوگ تو ہم نے ان پر مقرر کیے ہیں وہ شخص کہ وہ نہیں اُن سے منکر

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَىٰ اللَّهُ فِيهِمْ أَقْتِدَ قُلْ

وہ لوگ تھے جن کو ہدایت دی اللہ نے تو چل اُن کی راہ تو کہہ

لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا ۖ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ ۝۲۰

میں نہیں مانگتا تم سے اس پر کچھ مزدوری یہ تو محض نصیحت ہے جہاں کے لوگوں کو

ابراہیم علیہ السلام کا بت پرستوں و ستارہ پرستوں منظر

قَالَ تَعَالَىٰ إِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ إِذْ رَأَىٰ أَن يَخَذُ أَصْنَامًا آلِهَةً ۖ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ (ربط) ابتداء سورت سے اثبات توحید اور ابطال مشرک کا سلسلہ چلا آرہا ہے اب حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ ذکر فرماتے ہیں جو مشرکین اور اہل کتاب سب کے نزدیک مسلم بزرگ تھے اس لیے اُن کا منظرہ ذکر کیا تاکہ سب پر حجت ہو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم بت پرستی کے ساتھ کواکب پرست یعنی ستارہ پرست بھی تھی اُن کا عقیدہ یہ تھا کہ موت اور حیات سعادت اور شحوست فتح و ظفر اور شکست اور ہزیمت یہ تمام تغیرات عالم تاثر کواکب کا نتیجہ ہیں اس لیے انکی خوشنودی کے لیے اُن کی پرستش ضروری ہے غرض یہ کہ کوئی بتوں اور صورتوں کو پوجتا تھا اور کوئی ستاروں کو اپنا رب ٹھہراتے ہوئے تھا حضرت ابراہیم نے اُن کے اس عقیدہ فاسدہ کی تردید کی اور جس طرح اُن کے سفلے معبودوں کی تردید کی اسی طرح اُن کے علوی معبودوں کا بھی رد فرمایا سب سے پہلے ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کی پرستش کو باطل کیا اور یہ بتلایا کہ بتوں کی عبادت سراسر گمراہی اور جہالت ہے جن بتوں اور صورتوں کو تم نے خود تراش کر بنایا ہے وہ کیسے معبود ہو سکتے ہیں کما قال تعالیٰ أَتَعْبُدُونَ مَا تَحْمِلُونَ وَاللَّهُ يَحْكُمُكُمْ وَمَا تَحْمِلُونَ اور باپ کو بھی توحید کی دعوت دی کما قال تعالیٰ يَا أَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِي عَنْكَ شَيْئًا۔

اس کے بعد ستاروں کی خدائی کو باطل کیا اور یہ بتلایا کہ جس طرح تمہاری خود تراشیدہ صورتیں قابل پرستش نہیں اسی طرح یہ ستارے بھی قابل پرستش نہیں ان میں الوہیت کا گمان کرنا غلط ہے جس طرح بت الوہیت کے لائق نہیں اسی طرح یہ ستارے بھی الوہیت کے لائق نہیں کیونکہ یہ ستارے اقول

اور غروب اور تغیر اور انقلاب کی وجہ سے خدائی کے لائق نہیں اس لیے کہ ان کا یہ تغیر اور انقلاب اس بات کی دلیل ہیں کہ یہ سب فانی اور حادث ہیں اور سب کے سب کسی خاص نظام میں جکڑے ہوئے ہیں اور کسی کے حکم کے سامنے مستحضر ہیں ذرہ برابر بھی اُن سے عدول حکمی نہیں کر سکتے اُس نے اُن کی چال اور رفتار اور سمت اور جہت اور مسافت سب معین کر دی ہے کہ ذرہ برابر اس سے باہر نہیں جاسکتے جو ان کی کمزوری اور لاچارگی پر دلالت کرتا ہے اور ان میں یہ تغیرات اس امر کی دلیل ہیں کہ یہ کسی عزیز مقتدر کے ارادہ اور مشیت کے محکوم ہیں اور اس کے سامنے مجبور اور مقہور ہیں جو انہیں چکڑ کھلا رہا ہے لہذا کوکب اور سیارات کو مدبر عالم اور مہربانی کائنات سمجھنا غلط ہے چونکہ ابراہیم علیہ السلام تمام ملتوں میں مسلم تھے اس لیے حق تعالیٰ نے قرآن کریم میں متعدد مواضع میں اثبات توحید اور ابطال شرک کے بارے میں ابراہیم علیہ السلام کے مناظرے اور مکالمے اُن کی قوم کے ساتھ ذکر فرمائے حضرت ابراہیمؑ کا ایک مکالمہ اپنے باپ کے ساتھ سورۃ مریم میں ذکر فرمایا۔ دو عشر مناظرہ اس مقام پر ذکر فرمایا جس کی اس وقت تفسیر کی جا رہی ہے۔

تیسرا مناظرہ اپنے زلمنے کے بادشاہ نمرود کے ساتھ فرمایا جس کا ذکر تیسرے پارہ کے شروع میں ہے جو آکف تواری الذی حاج ابناہیم کی تفسیر میں گذر چکا اور پچھتا مناظرہ کہ بتوں کو توڑ کر بھاؤ لہ بڑے بت کے کا ندھے پر رکھ دیا جس کا ذکر سورۃ انبیاء میں ہے فجعَلْنٰهُمْ جُذًا اِذَا رَاہُ الْکَیۡنُ اَلْہٰمُ کہ جو چیز خود تہاری تراشیدہ ہو اور بازار میں فروخت ہو سکتی ہو اور اس کی گردن میں رسی باندھی جاسکتی ہو اور بسولہ سے اس کو توڑا جاسکتا ہو وہ خدا کیسے ہو سکتی ہے مطلب یہ ہے کہ جو شخص بت پرستی یا ستارہ پرستی میں مبتلا ہو اس کی مثال اُس شخص کی سی ہے کہ جس کو شیاطین اور جنات نے بہکا کر راستہ سے الگ کر دیا ہو اور وہ چاروں طرف بھٹکتا پھرتا ہو اور اس کے رفقاء اس کو سیدھے راستہ (یعنی توحید) کی طرف بلا تے ہوں مگر وہ ایسا حیران و پریشان اور محبوط الحواس ہو گیا کہ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آتا کہ کدھر جائے چنانچہ فرماتے ہیں اور یاد کرو اُس وقت کو کہ جب اُس ابراہیمؑ نے کہ جس کو تمام مشرکین عرب اہل کتاب اپنا مقتدا اور پیشوا مانتے ہیں اپنے باپ آزر سے کہا کہ کیا تو ان بتوں کو اپنا معبود ٹھہراتا ہے جن کو تم نے بسولہ سے تراش کر بنایا ہے بلاشبہ میں سمجھتا ہوں کہ تم نے اپنی ہمت کو بنائی ہوئی صورت کو خدا بنا لیا ہے تیری قوم کو کھلی گمراہی میں دیکھتا ہوں کہ تم نے اپنے ہاتھ کی بنائی ہوئی صورت کو خدا بنا لیا ہے کیا بندہ بھی خدا کو بنایا کرتا ہے اور جس طرح ہم نے ابراہیمؑ کو بت پرستی کی گمراہی اور جہالت اور حماقت دکھلائی اسی طرح ہم ابراہیمؑ کو آسمانوں اور زمین کی سلطنت اور عجائب قدرت دکھلانے

محلہ ماقبل کے ساتھ ربط کی طرف اشارہ ہے۔

لگے یعنی ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینیں اُن کی نظروں کے سامنے کر دی گئیں اور چاند اور سورج اور ستاروں اور درختوں اور پہاڑوں اور سمندروں کے عجائبات ان پر منکشف کر دیئے گئے حتیٰ کہ نظر فرشتے سے لے کر عرش تک پہنچ گئی اور اوپر سے لے کر نیچے تک تمام اشیاء کے حقائق اور بواطن اُن کو دکھلا دیئے گئے تاکہ تمام مخلوقات سماوی اور ارضی کی عاجزی اور لاجہاری اور اُن کی ذلت اور خاکساری اور اُن کے امکان اور حدوث کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر لیں اور اس سے وجود باری پر استدلال کریں اور اُن کے شرک کا بطلان ظاہر کریں اور تاکہ وہ ہماری خالقیت اور وحدانیت پر اُن کا مل یقین کرنے والوں میں سے ہو جائیں کہ جہاں کسی شبہ اور تردد کا غلبہ خیال اور غلط ادراک کا کوئی احتمال ہی باقی نہیں رہتا کیونکہ مشاہدہ کے بعد شک اور تردد کی گنجائش نہیں رہتی حضرت ابراہیمؑ کو پچشم سُر اور پچشم سُر (دل) دکھلا دیا گیا کہ آسمان اور زمین اور شمس اور قمر اور کواکب اور نجوم سب خداوند ذوالجلال کے حکم کے سامنے مسخر اور رام ہیں جس طرح چاہتا ہے وہ ان اجرام اور اجسام کو پنچا رہا ہے اور اپنی قدرت کا تماشا دنیا کو دکھلا رہا ہے کہ ان میں سے کوئی چیز خدا نہیں ہو سکتی مطلب یہ ہے کہ ہم نے ابراہیمؑ کو ملکوت السموات والارض کا مشاہدہ کر دیا اور آسمان اور زمین کے تمام حقائق اور بواطن اُن کو آنکھوں سے دکھلا دیئے جس کو دیکھ کر اُن کو عین یقین آگیا کہ یہ تمام کارخانہ عالم خود بخود نہیں چل رہا ہے بلکہ کسی واحد قہار کے ارادہ اور حکم سے چل رہا ہے یہ عجیب و غریب نظام سخت اتفاق سے یا بے شعور طبیعت یا اندھے اور بہرے مادہ سے نہیں چل رہا ہے غرض یہ کہ اس ملکوت السموات والارض کے مشاہدہ اور معاینہ سے بت پرستی کی طرح کواکب پرستی کی جہالت اور ضلالت اور حماقت نظروں کے سامنے آگئی اور اوپر سے لے کر نیچے تک حدوث عالم کا آنکھوں سے مشاہدہ کر لیا تاکہ قوم کو وجود باری اور وحدانیت کو دلیل اور برہان سے سمجھا سکیں پس جب اس رات نے اندھیرا کر لیا یعنی رات کی تاریکی چھا گئی تو اس نے ایک ستارہ زہرہ یا مشتری کو دیکھا کہ چمک رہا ہے اُسے دیکھ کر اپنی قوم سے مخاطب ہو کر کہا اے قوم کیا تمہارے زعم کے مطابق یہ ستارہ میرا اور تمہارا رب ہے یعنی یہ ستارہ میرا اور تمہارا مرنی اور مدبر ہے اور میرے احوال میں متصرف ہے اچھا ذرا ٹھہرو تھوڑی دیر میں اس کی ربوبیت کی حقیقت تم پر کھل جائے گی پس جب وہ ستارہ چھپ گیا تو الزاما کہا کہ میں چھپنے والوں کو اور ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف منتقل ہونے والوں کو اور ایک حال سے دوسرے حال کی طرف متغیر ہونے والوں کو اور حجاب اور پردہ میں ستور

ملے اشارہ اس طرف ہے کہ ہزار بی یہ کلام بطریق استفہام ہے بمعنی اہذار بی اور اس استفہام سے مقصود اپنی قوم کی تفہیم ہے ۔

ہو جانے والوں کو دوست بھی نہیں رکھتا چہ جائیکہ اُن کو خدا مانوں اس لیے کہ اُفول اور غروب ایک قسم کی کائنات اور پستی ہے اور ایک قسم کا سقوط اور انحطاط ہے اور ایک قسم کا عیب ہے ایسی چیز تو قابل محبت بھی نہیں چہ جائیکہ لائق الوہیت اور مستحق عبادت ہو کیونکہ تغیر اور ایک حال سے دوسرے حال کی طرف انتقال پروردگار کے لیے محال ہے یہ شان تو حادث کی ہے اور اُفولین بصیغہ جمع لاسنے میں اشارہ اس طرف ہے کہ اُفول اور غروب اس کو کب کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ ہزار ہا اور لکھوں کھا غروب ہونے والے کو اکب میں سے ایک کو کب یہ بھی ہے اس کو کب کو دوسرے کو اکب پر خاص فضیلت اور برتری نہیں جو اس کو معبود بنایا جائے (تفسیر البحر المحیط ص ۱۶۷ ج ۲) امام رازی فرماتے ہیں کہ ستارہ پرستوں کا عقیدہ یہ ہے کہ طلوع کے وقت کو اکب کی تاثیر قوی ہوتی ہے اور اُفول اور غروب سے ستارہ کی تاثیر زائل یا کم از کم ضعیف اور مضحل ضرور ہو جاتی ہے بلکہ زوال کے بعد سے ستاروں کی تاثیر گھٹنی شروع ہو جاتی ہے حتیٰ کہ غروب سے ان کی روشنی بھی ختم ہو جاتی ہے اور اُن کی تاثیر بھی ختم ہو جاتی ہے پس لَا أُجِيبُ الْاَفْلٰہِیْنَ کا مطلب یہ ہے کہ اگر یہ ستارہ خدا ہوتا تو طلوع اور اشراق سے اُفول اور غروب کی طرف اور قوت سے ضعف کی طرف منتقل نہ ہوتا اور نہ اُس کی تاثیر زائل ہوتی اور نہ ضعیف اور کمزور پڑتی اس لیے کہ ضعف اور اضمحلال اور قوت اور تاثیر کائنات اور زوال الوہیت اور ربوبیت کے منافی ہے دیکھو تفسیر کبیر ص ۲۷ ج ۲۔

پس کو اکب کے یہ تغیرات اس امر کی دلیل ہیں کہ یہ سب کسی قادر قاہر کے مقدور اور مقہور ہیں اور کسی حاکم اعلیٰ کے محکوم اور مجبور ہیں لہذا خدا نہیں ہو سکتے کیونکہ خدا محکوم اور مقدور و مقہور اور مجبور نہیں ہو سکتا اور ایک مجبور قیدی اور لاچار بے گاری کو رب بنانا حماقت ہے۔

یایوں کہو کہ جس طرح ضعف بصارت اس امر کی دلیل ہے کہ نور چشم اُس کا ذاتی نہیں بلکہ کسی بصیر قدیم کا عطیہ ہے اسی طرح کو اکب اور سیارات کے نور کا ضعف اور اضمحلال اس امر کی دلیل ہے کہ آفتاب اور ماہتاب میں جو نور ہے وہ اُن کا ذاتی نہیں بلکہ وہ نور السموات والارض کا عطیہ ہے اور اس کے جمال بے مثال کا ایک عکس اور پر تو ہے ورنہ اگر یہ نور آفتاب اور ماہتاب کا ذاتی ہوتا تو ان کو کسوف اور خسوف لاحق نہ ہوتا اور چاند اور سورج کو کبھی گرہن نہ لگتا پس جو ذات والا صفات شمس اور قمر کے نور کی اور ان کی حرکت کی مالک ہے وہی خدا ہے برحق اور رب العالمین ہے کہ جس نے اپنی حکمت بالغہ سے شمس اور قمر کو علمہ علیہ نور کی ایک خاص مقدار اور خاص کیفیت عطا کی اور ان کی حرکت کے لیے ایک خاص مقدار اور خاص مسافت معین کر دی جس سے وہ باہر نہیں نکل سکتے پس کو اکب کا یہ اُفول و غروب اُن کی فقری اور دستگیری اور کمزوری اور لاچارگی پر دلالت کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ کمزوری اور لاچارگی الوہیت اور ربوبیت

کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی

یا یوں کہو کہ جو چیز پر وہ میں چھپ گئی وہ محبوب اور مستور ہو گئی اور جو مستور ہوا وہ محصور ہوا اور جو محصور ہوا وہ مغلوب اور مقبور ہوا اور جو مقبور ہوا وہ لاچار اور مجبور ہوا اور لاچار اور مجبور خدا نہیں ہو سکتا کیونکہ خدا وہ ہے جو ہر چیز کے لیے سائر اور حاصر ہوا اور سب پر غالب اور جبار اور قاهر ہو **وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ** وَاللَّهُ غَالِبٌ عَلَىٰ أَمْرِهِ۔

پس جب یہ ستارہ غروب ہو گیا تو ابراہیم علیہ السلام نے اسی شب میں یا کسی دوسری شب میں اس سے اُغلیٰ اور برتر نور کے طلوع کا انتظار کیا پس جب چاند کو طلوع ہوتے دیکھا تو پہلے کی طرح کہا کیا تمہارے زعم کے مطابق یہ میرا اور ساری قوم کا رب ہے اچھا تھوڑی دیر اس کا بھی انتظار کرو اس کی حقیقت اور کیفیت بھی تم پر واضح ہو جائے گی پس جب وہ غائب ہو گیا تو بولا کہ اگرچہ چاند عظمت اور نورانیت کے اعتبار سے ستارہ سے بلند ہے مگر اس کی عظمت بھی قاصر ہے اور الوہیت اور ربوبیت کے لیے عظمت مطلقہ اور کاملہ چاہیے عظمت قاصرہ و ناقصہ ربوبیت کے لیے کافی نہیں اگر میرا پروردگار میری رہنمائی نہ کرے تو میں گمراہوں میں سے ہو جاؤں کہ کسی چیز میں قاصر اور ناقص اور ناتمام عظمت دیکھ کر اُس کو خدا مان لوں یعنی یہ خدا کا فضل ہے کہ میں اپنی قوم سے مخالف ہوں اور خالص توحید پر ہوں اگر اُس کی ہدایت اور توفیق نہ ہوتی تو میں بھی ان گمراہوں کی طرح کو اکب کی الوہیت کا قائل ہوتا مطلب یہ ہے کہ ہدایت کا حصول بھی پروردگار کی طرف سے ہے اور اس کا بقا اور ہدایت پر ثابت و قائم رہنا یہ بھی پروردگار کی توفیق اور اعانت سے ہے پھر اس کے بعد ابراہیم نے ایک اور نور کے ظہور کا کہ جو اس عالم کو ن و فساد میں سب سے زیادہ عظیم نور ہے یعنی طلوع آفتاب کا انتظار کیا تاکہ اس کی ربوبیت کا بطلان ظاہر فرمائیں پس جب سورج کو طلوع ہوتے دیکھا تو قوم سے کہا کیا تمہارے زعم اور خیال کے مطابق میرا اور تمہارا یہ رب ہے اور ہمارے احوال کا مدبر اور ان میں یہ منتصرف ہے یہ تو بظاہر چاند اور ستاروں سے بہت بڑا ہے ممکن ہے کہ یہ کوکب اپنی عظمت کی وجہ سے خدا ہو سکے پس جب وہ بھی غروب ہو گیا تو معلوم ہوا کہ یہ بھی علی الاطلاق اکبر نہیں اور اس کوکب کی بھی کبریائ مطلقہ اور قاهرہ اور دائمہ نہیں لہذا اس کو بھی خداوند ذوالجلال اور کبیر متعال کا شریک نہیں قرار دیا جاسکتا اس لیے کہ خدا تعالیٰ کی کبریائی اور عظمت اور جلال کو کبھی فنا اور زوال نہیں اور نہ اس میں کسی قسم کے اختلال یا اضمحلال کا ذرہ برابر کوئی احتمال ہے پس ثابت ہو گیا کہ ستارے اور شمس و قمر کسی طرح خدا نہیں ہو سکتے لہذا جب یہ بات واضح ہو گئی تو اُسے میری قوم کے لوگو! کان کھول کر سن لو کہ میں بلاشبہ بری اور بیزار ہوں اُن تمام چیزوں سے جن کو تم خدا کے ساتھ شریک کرتے ہو یہ تو سب خدا کے مزدور ہیں اور اس کے حکم کے سامنے مقبور اور مجبور ہیں جو وقت ان کی حاضری اور روانگی و طلوع اور

غروب کا اُس نے متعین کر دیا ہے اس میں ایک منٹ کی تاخیر نہیں کر سکتے پھر ان کو خدا کیسے بنایا جاسکتا ہے اور اس برائت اور بیزاری کے اعلان کے بعد فرمایا تحقیق میں ظاہراً اور باطناً اُس ذات کی طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا یعنی جو تمام علویات اور سفلیات کا خالق اور مالک ہے اور اُس نے اس قصر دنیا کی زمینت کے لئے شمس اور قمر اور نجوم کو پیدا کیا یہ تمام ستارے اس دار دنیا کے لیے بمنزلہ لال ٹینوں اور قندیلوں کے ہیں سب اس کے کارخانہ قدرت کے بنے ہوئے ہیں لہذا جو ان لال ٹینوں اور قندیلوں کو اپنا رب سمجھے وہ بڑا ہی نادان ہے میں سب سے قطع تعلق کر کے صرف ایک اللہ کی طرف مائل ہوں اور میں مشرکوں میں سے نہیں۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کو تین قسم کے لوگوں سے سابقہ پڑا ایک گروہ وہ تھا کہ جو زہرہ کو پوجتا تھا اور ایک گروہ وہ تھا جو چاند کو پوجتا تھا اور ایک گروہ وہ تھا جو آفتاب کی پرستش کرتا تھا اس لیے حضرت ابراہیمؑ نے بتدریج تینوں فرقوں کی گمراہی کو واضح کیا اور یہ ثابت کیا کہ غروب ہونے والی چیز حادث اور فانی ہے اُس کا معبود ہونا محال ہے خدا کے لیے بقار اور دوام ضروری ہے اور فنا اور زوال اور تغیر اور تبدل الوہیت کے منافی ہے اور جب چاند اور سورج معبود نہیں ہو سکتے تو پتھر کے خود تراشیدہ بت بدرجہ اولیٰ معبود نہیں ہو سکتے۔

عارف رومی قدس سرہ السانی ملکہ سبا یعنی ملکہ بلقیس کے قصہ میں فرماتے ہیں جس کی قوم شمس و قمر اور ستاروں کی پرستش کرتی تھی ان کی تردید میں فرماتے ہیں کہ

(۱) آفتاب از امر حق طباخ ماست : اُبلیٰ باشد کہ گویم او خداست

سورج خدا کے حکم سے ہمارا باورچی ہے جو ہماری کھیتوں کو پکاتا ہے اور

دلیل اول حکم خداوندی کا تابع ہے وہ خدا کیسے ہو سکتا ہے باورچی کو خدا کتنا صاف ہو قوی ہے

(۲) آفتابت گر بگیرد چوں کئی : آں سیاہی زد تو چوں بیرون کئی

بیرایہ معبود سورج اگر اس کو گہن لگ جائے تو بتلا کہ تو اس سے اس گہن کی

دلیل دوم سیاہی کو کس طرح دور کرے گا اس سیاہی کو دور کرنا تیری قدرت میں نہیں ذرا غور تو کر کیا خدا کو بھی سیاہی لگ جاتی ہے۔

نے بدرگاہ خدا آری صداغ : کیں سیاہی را بردادہ شعاع

کیا ایسی حالت میں تو بارگاہ خداوندی میں اپنی مصیبت اور مشکل کو نہیں پیش کرے گا اور یہ درخواست نہیں کرے گا کہ اے خدا اس کی سیاہی کو دور کر اور اس کی شعاع کو واپس فرما پس ایسی

بے بس مخلوق کیسے خدا ہو سکتی ہے خدا وہ ہے جو نور اور ظلمت کا مالک ہو اور جب چاہے آفتاب اور مانتاب کی روشنی کو چھین لے اور جب چاہے اُسے واپس کر دے۔

(۳۱) گر کشد نیم شب غورشید کو : تابشالی یا امان یابی ازو
اگر آدھی رات تجھ پر قاتلانہ وار کیا جائے جب کہ سورج غائب ہوتا ہے تو
دلیل سوم پھر کون ہے کہ جس کے حضور میں تو نالہ و فریاد کرے یا اُس سے امان پائے۔

حادثات اغلب شب واقع شود : واں زماں معبود تو غائب بود
قتل اور چوری کے حادثات اکثر رات کے وقت میں ہوتے ہیں اور اس وقت تیرا معبود
غائب ہوتا ہے اُس کو کچھ خبر نہیں کہ تجھ پر کیا گزر رہی ہے لہذا ایسا معبود اختیار کرو جو ہر وقت
اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہے

سوئے حق گر راستان خم شوی : دارہی از اختران محرم شوی
تو اگر صدق دل سے حق تعالیٰ کی طرف جھک جائے تو ستاروں کی جماعت سے چھوٹ
جائے اور اسرار الہیہ کا محرم بن جائے ثنوی ص ۵ دفتر چہارم
پھر عارف رونی اس دفتر چہارم ص ۱۲ پر دنیا کی بے ثباتی اور بے وفائی کے سمجھانے کیلئے
بعض اشیاء عالم کے انقلابات اور تغیرات اور کون و فساد یعنی بننے اور بگڑنے کو بطور نظام بیان
فرماتے ہیں

(۳۱) روز دیدی طلعت غورشید خوب : مرگ اور ایا دکن وقت غروب
دن میں تو نے آفتاب کے طلوع کا بہت عمدہ جلوہ دیکھا ہے غروب کے
دلیل چہارم وقت اس کی موت کا بھی تو کمر شہم دیکھ کہ آفتاب کے حق و جمال پر کس طرح
موت آتی ہے آفتاب کی اس حالت سے تجھ کو عبرت پکڑنی چاہیے اور سمجھ لینا چاہیے کہ آفتاب کا
یہ نور اُس کا ذاتی نہیں بلکہ نور السموات والارض کا عطیہ اور ادنیٰ سا پر تو ہے۔

(۵۱) بدر را دیدی بری خوش چار طاق : حسرتش را ہم ببین وقت محاق
تو نے آسمان کے خوبصورت خیمہ پر چڑھوئی رات کا چاند تو دیکھ لیا اب اس
دلیل پنجم کے بعد اس کے محاق یعنی اُس کے گھٹنے اور بتدریج بے نور ہونے کے وقت
اس کی حسرت کو بھی دیکھ کہ کس طرح بتدریج اس کے حق و جمال کو زوال آیا۔

(۶) کود کے از حسن شد مولائے خلق : بعد فردا شد خرف رسولائے خلق
ایک نو عمر لڑکا اپنے حق و جمال کی وجہ سے مخلوق کا سردار بن جاتا ہے
دلیل ششم بعد چند سے پیر فرقت یعنی بڑھا پھوس ہو کر دنیا کی نظر میں رسوا اور قابل

نفرت ہو جاتا ہے ۔

(۱۷) مگر تین سیمیں براں کردت شکار : بعد پیری میں تھے چو پنہ زار

اگر کسی سیمیں بدن کے حسن و جمال نے تیرا شکار کر لیا ہے تو بڑھاپے میں

دلیل ہفتم اس کا بدن دیکھ کر سفید دار بھی اور سفید مو پنھوں اور سفید بالوں سے روئی

کے کھیت کے مشابہ ہو گیا ہے ۔

مطلب یہ ہے جس طرح ایک انسان کے حسن و جمال کا اختلال اور اس کا زوال اس امر کی

دلیل ہے کہ وہ معبود بنانے کے قابل نہیں اسی طرح آفتاب اور مانتاب کے حسن و جمال کا اختلال

اور اس کا زوال اس امر کی دلیل ہے کہ شمس و قمر معبود نہیں ہو سکتے (دیکھو ثنوی مولانا رقم ص ۳۱ دفتر

چہارم) دور تک اسی قسم کی تمثیلات اور تشبیہات کا سلسلہ چلا گیا ہے ۔

مولانا عبدالحق حقانی دہلویؒ اپنی تفسیر کے خلاصہ میں لکھتے ہیں کہ ایک معتبر تفسیر میں

حکایت لکھا ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام شہر میں تشریف لائے اور نمرود کی ملاقات

کے لیے آپ کے گھر والے اُس ناپاک ظالم کے دربار میں لے گئے نمرود ایک بہت بڑا کہ یہ المنتظر شخص

تھا آپ نے اس کے دربار میں جا کر دیکھا کہ تخت پر ایک نہایت بد صورت شخص بیٹھا ہے اور بہت

سی حسین اور خوبصورت لونڈیاں اس کے تخت کے آگے صف بستہ کھڑی ہیں اس وقت ابراہیم علیہ

السلام اپنی ماں کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے یہ کون شخص ہے جس کی ملاقات کے لیے مجھے لائی ہو ماں

بولی ابراہیمؑ یہ سب کا خدا ہے ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا اچھا یہ تخت کے ارد گرد جو صف باندھے

کھڑے ہیں کون لوگ ہیں کہا اس کی مخلوق ہے حضرت ابراہیمؑ یہ سن کر مسکرائے اور کہنے لگے اے

ماں تعجب کی بات ہے کہ تمہارے اس خدا نے اپنی صورت تو ایسی بھونڈی اور کریہ بنائی اور اپنی

مخلوق کو اپنے سے اچھا اور خوبصورت پیدا کیا چاہیے تو یہ تھا کہ وہ خود مخلوق سے بہتر اور خوبصورت

ہوتا ۔ انتہی کلامہ ۔

تتمہ قصہ مذکورہ

اب حضرت ابراہیمؑ کے قصہ مذکورہ کا تتمہ بیان فرماتے ہیں اور ابراہیمؑ کی قوم نے ابراہیمؑ

سے جھگڑنا شروع کیا اور چاہا کہ بے ہودہ جنتوں سے ان پر غالب آجائیں اور یہ کہا کہ ایک معبود کا

ہونا غلط ہے اور بت پرستی اور ستارہ پرستی یہ قدیم رسم ہے وَجَدْنَا آبَاءَنَا لَهَا حُدُودًا

ابراہیمؑ نے کہا کیا تم مجھ سے اللہ کے بارہ میں جھگڑتے ہو اور تحقیق اللہ نے مجھ کو اپنی توحید اور

معرفت کا راستہ دکھلا دیا ہے کہ خدا کے سوا ہر چیز فانی اور ناقص ہے اور خدائی کے لیے کمال مطلق

اور بقار اور دوام ضروری ہے اور میں اُن چیزوں سے نہیں ڈرتا جن کو تم خدا کے ساتھ شریک ٹھہرتے ہو ابراہیم علیہ السلام نے جب بت پرستی کا رد کیا تو لوگوں نے اُن کو ڈرایا اور یہ کہا کہ تم بتوں کو بُرا نہ کہو کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تم کو کسی بلا اور مصیبت میں پھنسا دیں اور وہ کہیں تم کو سودائی نہ بنا دیں تو ابراہیم علیہ السلام نے اُن کے جواب میں فرمایا کہ میں تمہارے بتوں سے کیوں ڈروں وہ تو پتھر ہیں نہ کسی کو نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ نفع ڈرنا تو اُن ذات سے چلہینے جو نفع اور ضرر کی مالک ہو مگر یہ کہ میرا پروردگار کوئی تکلیف پہنچانا چاہے تو وہ پہنچ کر رہے گی تو وہ تکلیف خدا کی طرف سے ہوگی نہ کہ ان بتوں کی طرف سے ہوگی بعض اوقات انبیاء کرام کو کوئی تکلیف پہنچتی تو مشرک اس کو اپنے بتوں کی طرف منسوب کرتے حضرت ابراہیمؑ نے یہ کہہ کر اُن کے شبہ کو دور کر دیا کہ میرا پروردگار اگر کوئی تکلیف پہنچانا چاہے گا تو پہنچ جائے گی تو وہ تکلیف خدا کے ارادہ اور مشیت سے پہنچے گی نہ کہ بتوں کے وجہ سے میرا پروردگار علم کے لحاظ سے ہر شئی کا احاطہ کئے ہوئے ہے کوئی شئی اُس کے علم سے باہر نہیں پس تم کیا نصیحت نہیں پکڑتے کہ عاجز اور قادر کے درمیان فرق سمجھو ڈرنے کے قابل وہ ذات ہے کہ جس کا علم اور اس کی قدرت تمام کائنات کو محیط ہو اور تمہارے معبودوں میں یہ دونوں صفتیں مفقود ہیں کیونکہ تمہارے یہ بت پتھر ہیں نہ ان کو کسی چیز کی خبر ہے اور نہ کسی کو نفع اور نقصان پہنچا سکتے ہیں اور میں کس طرح ڈروں اُن چیزوں سے جن کو تم اللہ کے ساتھ شریک کرتے ہو وہ تو پتھر ہیں نہ سنتے ہیں اور نہ دیکھتے ہیں اور نہ کسی کو نفع اور نقصان پہنچا سکتے ہیں اور تم اپنے اس جرم عظیم سے نہیں ڈرتے کہ تم نے اللہ کے ساتھ اُن چیزوں کو شریک گردانا جن کی شرکت پر اللہ نے کوئی سند نہیں اتاری محض بے دلیل اور ہوائے نفس اور اغوار شیطان سے ان کو پوجتے ہو مطلب یہ ہے کہ ڈرنا تم کو چاہیے مگر التام ہمیں ڈرتے ہو پس اب تم ہی بتلاؤ کہ ان دونوں فریقوں یعنی موحدین اور مشرکین میں سے قیامت کے دن کونسا فریق امن کا زیادہ حق دار اور مسرور ہے یعنی ہم موحد ہیں اور ایک واحد قہار اور قادر مقتدر پر ایمان رکھتے ہیں اور تم مشرک ہو ایک عاجز کو پوجتے ہو تو اب ہم اور تم میں نجات کا مستحق کون ہے اگر تم جانتے ہو تو بتلاؤ خیر تم تو کیا بتلاتے ہم تم کو بتلاتے ہیں کہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم یعنی شرک کے ساتھ نہیں ملایا ایسے ہی لوگوں کے لیے قیامت کے دن امن ہے اور وہی دنیا میں راہِ راست پر ہیں یہ خدا تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ امن کا مستحق وہ ہے کہ جو ایمان لایا اور اُس نے اپنے ایمان کو شرک سے پاک رکھا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ منقولہ حضرت ابراہیمؑ ہی کا، یا ایک صحیح حدیث میں آیا ہے کہ ظلم سے مراد اس جگہ مشرک ہے اور مطلب یہ ہے کہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو شرک کے ساتھ نہیں ملایا قیامت کے دن اُن کے لیے امن اور نجات ہے یعنی مومن موحد کا انجام

نجات ہے اور مشرک کبھی نہیں بخشا جائے گا اور یہ حجت اور دلیل جو ابراہیمؑ نے اپنی قوم پر پیش کی یہ ہماری تلقین کردہ حجت اور دلیل ہے جو ہم نے ابراہیمؑ کو اُس کی گمراہ قوم کے مقابلہ میں عطا کی تاکہ اپنی قوم پر حجت قائم کرے یعنی ابراہیمؑ نے قوم کے مقابلہ میں جو دلائل اور براہین بیان کیتے وہ ہماری تعلیم و تلقین تھی۔ کسی معلم بشری اور استاذ انسانی کی تعلیم کا اثر نہ تھا، ہم جس کو چاہتے ہیں درجات اور مراتب کے اعتبار سے اتنا بلند کر دیتے ہیں کہ کسی کی مجال نہیں کہ اُس درجہ اور مرتبہ تک پہنچ سکے بے شک تیرا پروردگار حکمت والا ہے جس کو چاہتا ہے علم اور حکمت سے اور دلیل اور حجت سے نوازتا ہے۔

اب اس کے بعد حق تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کی نسل میں چودہ پیغمبروں کا ذکر کیا کہ جو سب توحید کی دعوت اور مشرک کا رد کرتے رہے اور حضرت ابراہیمؑ کے جدا مجد حضرت نوحؑ کا بھی ذکر کیا تاکہ اصول اور فروع دونوں اعتبار سے ابراہیمؑ کی بزرگی اور خدا پرستی ثابت ہو جائے اور معلوم ہو جائے کہ یہ سب حضرات موحّد اور توحید کے داعی اور مشرک کے رد کرنے والے تھے چنانچہ فرماتے ہیں اور صرف یہی نہیں کہ ہم نے ابراہیمؑ کو اپنے پاس سے علم و حکمت عطا کیا بلکہ ہم نے اُن کو اسحقؑ جیسا بیٹا اور یعقوبؑ جیسا پوتا بخشا کہ جس کی اولاد میں ہزاروں نبی ہوئے اور سلسلہ توحید کا جاری رہا مطلب یہ ہے کہ ابراہیمؑ کو توحید اور اخلاص اور اہل شرک سے مباحثہ اور مناظرہ کے صلہ میں علاوہ رفیع درجات کے ہم نے اُن کو نیک اور صالح اولاد عطا کی علم و حکمت کا فضل ذاتی تھا اور اولاد کا صالح اور سقی ہونا یہ فضل اضافی تھا ان سب کو ہم نے ہدایت دی یعنی ابراہیمؑ اور اسحاقؑ اور یعقوبؑ سب راہ حق پر تھے ان میں سے کوئی بھی مشرک اور یہودی اور نصرانی نہ تھا اور ابراہیمؑ سے دس قرن پہلے ہم نے نوحؑ کو ہدایت دی جو ابراہیمؑ کے جدا مجد تھے اور موحّد اور مخلص تھے اور باپ کا شرف بیٹے میں سرایت کرتا ہے گذشتہ آیت میں حضرت ابراہیمؑ کے بعض فروع کا ذکر تھا اب اس آیت میں بعض اصول کا ذکر فرمایا اس لیے کہ نوح علیہ السلام حضرت ابراہیمؑ کے جدا مجد ہیں اور مطلب یہ ہے کہ جس طرح ہم نے ابراہیمؑ کو ہدایت دی اسی طرح ابراہیمؑ سے پہلے ہم نے نوحؑ کو ہدایت دی اور اُنکی ذریت صالحہ جو کشتی میں اُنکے ہمراہ تھیں اُنکو نجات دی اور باقی سب غرق کر دیئے گئے اور اس امن اور نجات کے بعد اللہ تعالیٰ نے صرف ذریتِ نوحؑ کو باقی رکھا اب سارے آدمی انہیں کی اولاد سے ہیں اس لیے نوح علیہ السلام کو آدمؑ ثانی کہتے ہیں یہ تو حضرت نوحؑ کی خصوصیت ہوئی اور حضرت ابراہیمؑ کی خصوصیت یہ ہے کہ ان کے بعد جو نبی مبعوث ہوا وہ انہی کی اولاد میں سے ہوا کما قال تعالیٰ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ وَقَالَ تَعَالَىٰ وَكَفَدُ أَزْسَلْنَا نُوحًا وَابْرَاهِيمَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ وَقَالَ تَعَالَىٰ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ أَحْكَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمُ مِنَ النَّبِيِّينَ مِنْ ذُرِّيَّتِهِ آدَمُ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ إِبْرَاهِيمَ قَدْ سَوَّيْنَا وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا إِذَا

تَتْلٰی عَلَيْهِمْ اٰیٰتِ الْوَحٰیْنِ خَوٰی سَجْدًا وَّوَكَّلٰیۙ

اور ابراہیمؑ کی اولاد میں سے ہم نے ہدایت دی داؤدؑ اور سلیمانؑ کو اور یوسفؑ اور یوسفؑ کو اور موسیٰؑ اور ہارونؑ کو اور ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق نیک کام کیے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو نیک کاموں کی جزاء دی اور اسی طرح ہم نیکوں کو جزاء دیا کرتے ہیں ظاہری سلطنت کے اعتبار سے حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ دونوں ہم رنگ ہیں کہ نبی بھی تھے اور بادشاہ بھی اور شہداء اور مصائب پر صبر کرنے کے لحاظ سے حضرت یوسفؑ اور حضرت یوسفؑ میں خاص مشابہت ہے اور حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ دونوں بھائی ہیں ان میں کسی مناسبت کی ضرورت نہیں اس لیے کہ حضرت ہارونؑ حضرت موسیٰؑ کے بطور وزیر تھے اسی لیے حضرت شاہ عبدالقادرؒ نے ترجمہ میں ان میں سے ہر دو ناموں کے بعد لفظ (کو) بڑھایا ہے تاکہ اسی مناسبت کی طرف اشارہ ہو جائے اور نیز ہم نے ہدایت دی زکریاؑ اور یحییٰؑ اور عیسیٰؑ اور ایساؑ کو ہر ایک ان میں نیک بختوں میں تھا انبیاء کرام میں زہد اور قناعت اور درویشی اور دنیاوی لذات اور سامان عیش و راحت سے دوری اور بیگانگی کے اعتبار سے حضرت زکریاؑ اور حضرت یحییٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ اور حضرت ایساؑ کو خاص شان اقبال حاصل ہے اس لیے ان چاروں کو علیحدہ ذکر کیا اور ہر ایک کو صلاح کے ساتھ موصوف کیا اور نیز ہم نے ہدایت دی اسمعیلؑ اور الیسعؑ اور یونسؑ اور لوطؑ کو اور ان سب کو ہم نے فضیلت دی تمام جہان والوں پر حضرت اسمعیلؑ اور الیسعؑ اور یونسؑ اور لوطؑ علیہم الصلوٰۃ والسلام ان انبیاء کرام میں سے ہیں جن کے مخلوق میں زیادہ متبع اور پیرو نہیں ہوئے اور نہ ان کو ظاہری سلطنت اور دنیاوی ریاست و وجاہت تھی اور نہ حضرت عیسیٰؑ و یحییٰؑ کی طرح زہد اور قناعت میں شان اقبال تھی اس لیے ان چاروں کو یکجا ذکر فرمایا۔

اور نیز ان حضرات مذکورین کے کچھ باپ دادوں کو اور کچھ اولاد کو اور کچھ بھائیوں کو طریق حق کی ہدایت دی اور ہم نے ان کو برگزیدہ بنایا اور راہ راست کی طرف ان کو ہدایت کی اور یہ ہدایت جو ان حضرات کو عطا ہوئی یہ اللہ کی خاص ہدایت ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے یہ ہدایت دیتا ہے اور اگر بضرر حال یہ لوگ شرک کرتے تو ان کے وہ عمل ضائع ہو جاتے جو وہ کرتے تھے کیونکہ خدا کے یہاں مشرک کے اعمال قبول نہیں یہاں تک تو جید اور ہدایت کا مسئلہ بیان فرمایا۔

اب آگے مسئلہ نبوت کی طرف اشارہ کرتے ہیں یہ جماعت وہ لوگ ہیں جن کو ہم نے کتاب اور حکمت اور نبوت عطا کی جس کے ذریعہ طریقہ حق کی ہدایت حاصل ہوتی ہے پس اگر یہ مکہ کے کافر آپ کے طریق ہدایت کا انکار کریں تو آپ غم نہ کیجیے کیونکہ پس تحقیق ہم نے آپ کے طریق ہدایت کے قبول کرنے کے لیے ایسے گروہ کو مقرر کیا جو ان باتوں کے منکر نہیں

اس گروہ سے مراد ہابیرین اور انصار کا گروہ ہے جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق ہدایت کو دل و جان سے قبول کیا یہ انبیاء مذکورین وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے خاص ہدایت دی پس آپ ان کی روش اور طریقہ کی پیروی کیجیے مطلب یہ ہے کہ توحید اور ابطال شرک میں ان کے طریقہ پر چلو یا صبر اور تحمل میں ان کی چال پر چلو یا اخلاقِ حمیدہ اور افعالِ پسندیدہ میں ان کا طریقہ اختیار کرو آپ صاف کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس تبلیغِ قرآن پر کسی قسم کا کوئی معاوضہ نہیں چاہتا نہیں ہے یہ قرآن مگر نصیحت تمام جہان کے لوگوں کے لیے اور بس جو اس نصیحت کو قبول نہ کرے وہ اپنی بدنحی اور محرومی کا ماتم کرے۔

خلاصہ کلام یہ کہ ان مقبولانِ خدا جن کا ان آیات میں ذکر کیا گیا ان کی راہِ راہِ ہدایت تھی اور یہ سب خدا تعالیٰ کے ہدایت یافتہ تھے حضرت ابراہیمؑ سے پہلے ان کے جدِ امجد حضرت نوحؑ موحّد اور مخلص تھے اور پھر ابراہیمؑ کے بعد ان کی نسل میں سے یہ لوگ جن کی بزرگی بلادِ عرب و عجم میں مشہور تھی وہ بھی سب موحّد تھے مشرک نہ تھے پس جس کو راہِ ہدایت مطلوب ہو وہ ان حضرات کی اقتداء کرے اور ان کی طرح توحید کا قائل ہو اور شرک سے اجتناب اور نفرت کرے اور اخلاق اور اعمال میں ان کی پیروی کرے اور توحید اور اطاعتِ خداوندی یہی صراطِ مستقیم ہے جس پر تمام انبیاء کرام چلتے آئے اے نبی کریمؐ آپ بھی انہی انبیاء کرامؑ کے طریقہ پر چلیے اور ان ظالموں کی تکذیب کی ذرہ برابر پروا نہ کیجیے اور صاف کہہ دیجئے کہ میں تم سے کوئی اجرت نہیں چاہتا یہ صرف ایک نصیحتِ سرِ اہلِ حکمت ہے جس کا دل چاہے قبول کرے اور جس کا نہ چاہے نہ قبول کرے وَاللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ

لَطَائِفُ وَمَعَارِفُ

(۱) بعض علماء کا یہ خیال ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چمک دار ستارہ زہرہ یا مشتری اور پھر چاند اور سورج کو دیکھ کر ہذا کہہ کر ان کی ذاتی نظر و فکر تھی اور یہ ماجرا حضرت ابراہیمؑ کے بچپن کے زمانہ کا واقعہ ہے جب کہ ان کو یہ علم نہ تھا کہ میرا رب کون ہے مگر یہ صحیح نہیں تمام علماء ربانین اور راہنمین فی العلم کا مسلک یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کا یہ قول ہذا کہ ذاتی نظر و فکر کے نہ تھا بلکہ اپنی قوم سے مناظرہ اور مجاہدہ کے لیے تھا کہ اپنی قوم پر صیقل اور اصنام کی عبادت کا بطلان واضح کریں اول اصنام ارضیہ کی عبادت کا گمراہی ہونا بیان کیا کہ بتوں کی عبادت سرسمر گمراہی اور جہالت ہے اور بعد ازاں کو اکب سماویہ کی الوہیت کا بطلان واضح فرمایا اور بتلایا کہ کوئی چیز ان میں سے خدائی کی صلاحیت نہیں رکھتی غرض یہ کہ باپ اور قوم کے سامنے بت

پرستی اور کواکب پرستی دونوں ہی کی ضلالت کو آشکار کیا ۔
 معاذ اللہ۔ معاذ اللہ یہ بات نہ تھی کہ حضرت ابراہیمؑ کسی شک اور شبہ اور تردد میں پڑے ہوئے
 تھے کہ چاند اور سورج کی چمک اور دمک کو دیکھ کر اُن کو دھوکا لگا ہو اور یہ شبہ ہوا ہو کہ شاید یہ میرا
 رب ہو اور جب آفتاب غروب ہوتے دیکھا تب یہ شبہ دور ہوا حاشا ثم حاشا حضرات انبیاء کرامؑ
 کو خدا تعالیٰ کی ذات و صفات میں کبھی دھوکہ نہیں لگتا حضرات انبیاء کرامؑ ابتداء ولادت ہی سے
 اعلیٰ درجہ کے ولی اور عارف ہوتے ہیں حضرات انبیاء نبوت اور بعثت سے پیشتر اگرچہ نبی
 اور رسول نہیں ہوتے مگر اعلیٰ درجہ کے اولیاء اور عرفاء ضرور ہوتے ہیں جن کی ولایت اور معرفت
 کے سامنے ہزاراں ہزار جنید اور شبلی کی ولایت اور معرفت بھی پہنچ ہوتی ہے حضرات انبیاء صفات
 خداوندی سے جاہل نہیں ہوتے اور نہ اُن کو کسی وقت صفات خداوندی میں کسی قسم کا دھوکہ اور
 مغالطہ ہوتا ہے اور نہ کسی قسم کا شک اور شبہ پیش آتا ہے اور انبیاء کرامؑ میں حضرت ابراہیمؑ
 کی تو خاص شان ہے وہ تو شجرۃ الانبیاء اور قذوۃ الحفاس کے نام سے مشہور ہیں اور خداوند
 ذوالجلال کے خاص منظور نظر ہیں۔

قال اللہ عزوجل وَلَقَدْ
 اٰتَيْنَا اٰبْرٰهٖمَ رُسُلَنَا
 مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عٰلَمِيْنَ
 اور تحقیق ہم نے ابراہیمؑ کو ابتداء ہی سے
 اُن کی شان کے مطابق خاص رشد اور خاص
 ہدایت عطا کی تھی اور ہم اُن کی استعداد
 اور فطرت کو پہلے ہی سے خوب جانتے تھے

حضرت ابراہیمؑ ابتداء فطرت ہی سے رشید اور ہتدی تھے اور آغاز طفولیت ہی سے شمس
 و قمر کو خدا تعالیٰ کی ادنیٰ مخلوق سمجھتے تھے قوم چونکہ کواکب پرستی میں مبتلا تھی اس لیے اُن کے عقیدہ
 فاسدہ کے رد کرنے کے لیے فرمایا کہ اگر بطور فرض محال تھوڑی دیر کے لیے تمہارے زعم فاسد
 کے مطابق یہ تسلیم کر لیا جائے کہ یہ ستارہ میرا رب ہے تو اچھا تھوڑی دیر اس کے غروب اور
 اُفل کا انتظار کرو تم کو خود ہی معلوم ہو جائے گا کہ یہ کواکب لائق الوہیت نہیں اس لیے کہ وہ سب
 حکم خداوندی کے مستخر ہیں ان کی چال اور سمت حرکت اور اس کی جہت اور مسافت سب
 معین ہے اُس کے خلاف حرکت نہیں کر سکتے کبھی طلوع ہے اور کبھی غروب ہے ایک حال پر
 قرار نہیں اُن کی روشنی اور اُن کی حرکت اور جہت اور سمت اپنے اختیار میں نہیں خدا تعالیٰ
 نے جس کو کب کو جتنی روشنی عطا کر دی ہے اتنی ہی مقدار اُن میں روشنی ہے اپنی ذات میں
 وہ کسی تصرف کے مالک نہیں پس وہ لائق الوہیت اور عبادت کیسے ہو سکتے ہیں بعد ازاں حضرت
 ابراہیمؑ نے اُن کے مجودان باطلہ سے اپنی بیزاری اور علیحدگی بیان فرمائی غرض یہ کہ حضرت ابراہیمؑ
 کا یہ تمام کلام از اول تا آخر بطور مباحثہ اور بطریق مناظرہ تھا معاذ اللہ اُن کی ذاتی نظر و فکر نہ تھی جیسا

کہ بعد کی آیتیں و حجاجہ قومہ قال اٰتٰحَاجُوْنِيْ فِي الدِّیْنِ وَ قَدْ هَدٰیْنِ اُوْر اٰیۃ وَ تِلْكَ حُجَّتُنَا اَتٰیْنَاهَا اٰیٰتًا هٰیْمًا عَلٰی قَوْمٍ مَّرِیِّیْنَ صراحتہً اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ یہ تمام کلام کو اکب پرستوں کے ساتھ مناظرہ اور محاجہ تھا حضرت خلیل اللہ کی ذاتی نظر و فکر نہ تھی حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ حق یہ ہے کہ مناظرہ تھا ذاتی نظر نہ تھی (دیکھو تفسیر ابن کثیر ص ۱۵۱ ج ۲)

(۲) آذر حضرت ابراہیمؑ کے والد کا نام ہے اور تاریخ اُن کا لقب ہے یا اس کے برعکس تاریخ نام ہے اور آذر لقب ہے اور بعض یہ کہتے ہیں کہ آذر اُن کے چچا تھے اور تاریخ ان کے باپ تھے شیخ جلال الدین سیوطیؒ نے اسی کو اختیار کیا ہے فرماتے ہیں کہ کسی بنی کا باپ مشرک نہیں گذرا اور علامہ سیوطیؒ نے اس بارہ میں متعدد رسائل تالیف فرماتے ہیں جو طبع ہو چکے ہیں ان کو دیکھ لیا جائے۔

نکتہ عجب نہیں کہ نبی کے باپ یا چچا یا بیٹے کے گمراہ ہونے میں اشارہ اس طرف ہو کہ کسی کو ہدایت دینا نبی کے اختیار میں نہیں اِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ اَحْبَبْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ۔ نبی کا کام فقط حق کی دعوت اور تبلیغ ہے اور کسی کو ہدایت دینا یا گمراہ کرنا یہ سب اللہ کے اختیار میں ہے نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے بیٹے کو ہدایت پر نہ لاسکے اور لوط علیہ السلام اپنی بیوی کو ہدایت پر نہ لاسکے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا ابوطالب کو مسلمان نہ بنا سکے وَ اللّٰهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ اِلٰی اَصْحٰبِ مُسْتَقِيْمٍ

(۳) معتزلہ کہتے ہیں کہ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ يَلْبِسُوْا اٰیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ میں ظلم سے مراد معصیت ہے اور مطلب آیت کا یہ ہے کہ جس نے اپنے ایمان کو معصیت کے ساتھ مخلوط نہیں کیا یعنی اپنے ایمان کو گناہوں سے محفوظ رکھا تو اس کے لیے امن ہے ورنہ نہیں۔

اہل سنت والجماعت یہ کہتے ہیں کہ آیت میں ظلم سے مطلق معصیت مراد نہیں بلکہ شرک مراد ہے جیسا کہ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ اُن حضرات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت میں ظلم کی تفسیر شرک سے فرمائی کَمَا قَالَ تَعَالٰی اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ گو یا کہ ظلم کی تنوین تعظیم کے لیے ہے اور مطلب آیت کا یہ ہے کہ جو شخص بغیر شرک کے مرے گا اُس کا انجام یہ ہوگا کہ اس کو عذاب نار سے امن ملے گا یعنی مومن موحّد کا انجام نجات ہے اور مشرک کبھی نہیں بخشا جائے گا۔

کہ امن کامل اور ہدایت کاملہ اُن لوگوں کو حاصل ہے کہ جن کا ایمان کبائر **مطلب دیگر** کی نجاتوں سے پاک اور منزہ ہے اور جن لوگوں کا ایمان کبائر اور

معاصی سے آلودہ ہے ان کا امن خطرہ میں ہے۔

(۴) ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اٹھارہ پیغمبروں کا ذکر فرمایا حضرت ابراہیمؑ اور حضرت نوح اور حضرت اسمعیلؑ اور حضرت یعقوبؑ (علیہم السلام) پھر ان چار کے بعد چودہ پیغمبروں کا ذکر

فرمایا حضرت داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور ایلیاش اور اسمعیل اور الیسع اور یونس اور نوح علیہم الصلوٰۃ والسلام مطلب یہ ہے کہ توحید اور خدا پرستی حضرت ابراہیمؑ پر موقوف نہیں حضرت ابراہیمؑ سے پہلے اُن کے جدا جدا حضرت نوحؑ اور ان کی ذریت ناجیہ سب موجد اور خدا پرست تھے اور پھر حضرت ابراہیمؑ کے بعد جتنے پیغمبر آئے جن کی بزرگی تمام بلاد عرب میں معروف و مشہور ہے وہ سب موجد تھے اور شرک سے بری اور بیزار تھے۔

(۵) ان اٹھارہ پیغمبروں کے علاوہ جن کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے وہ سات ہیں۔
حضرت آدمؑ اور ادریسؑ اور شعیبؑ اور صالحؑ اور ہودؑ اور ذوالکفلؑ اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم و علیہم الصلوٰۃ والسلام ان سمیت سب پچیس ہوئے۔
(۶) حضرت آدمؑ سے لے کر دس قرن تک تمام لوگ توحید پر متفق رہے حضرت نوحؑ کے زمانہ میں شرک کا آغاز ہوا اور بت پرستی شروع ہوئی اور نوح علیہ السلام نے توحید کی دعوت دی اور بت پرستی اور شرک کا رد کیا اس لیے ان آیات میں حضرت ابراہیمؑ سے پہلے نوح علیہ السلام کی ہدایت کا ذکر فرمایا۔

(۷) تمام انبیاء کرام ایمان باللہ اور توحید اور اصول دین میں متفق ہیں جن میں نسخ جاری نہیں ہوتا اور شریعتوں کے اعتبار سے مختلف ہیں کما قال تعالیٰ لِكُلِّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شُرْعَةً وَمِنْهَا جَاہُذَآ آیت مذکورہ اُولَٰئِكَ الَّذِیْنَ هَدٰی اللّٰهُ فَبِہٰذَا هُمْ اَقْتَدٰوْا میں توحید اور اصول دین میں اقتدار اور اتباع مراد ہے شریعت ہر نبی کی علیحدہ ہے شریعت میں اقتدار اور اتباع مراد نہیں کیونکہ شریعتوں میں نسخ ہوتا رہا ہے اور نسخ کے بعد منسوخ کا اتباع ہڈی نہیں بلکہ ہوائے نفس ہے

وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِۦٓ اِذْ قَالُوْا مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ

اور انہوں نے نہ جانچا اللہ کو پورا جانچنا جب کہنے لگے اللہ نے اتارا نہیں

عَلٰی بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍ ط قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِیْ

کسی انسان پر کچھ تو کہہ کس نے اتاری وہ کتاب جو

جَاۤءَ بِہٖٓ مُّوْسٰی نُوْرًا وَّهَدٰی لِلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَہٗ

موسیٰؑ لایا روشنی اور ہدایت لوگوں کی جس کو تم نے

قَرَأَ طَيْسٌ تَبَدُّوْنَهَا وَتَخْفَوْنَ كَثِيرًا وَعِلِمْتُمْ مَا

دور درق کر کر دکھایا اور بہت بچھا رکھا اور تم کو اس میں سکھایا

لَمْ تَعْلَمُوا أَنْتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ

جو نہ جانتے تھے تم نہ تمہارے باپ دادے کہہ اللہ نے اتاری پھر چھوڑ

فِي خَوْضِهِمْ يَلْعَبُونَ^{۹۱} وَهَذَا كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ مُبْرَكًا

دے ان کو اپنی بک بک میں کھیلا کریں اور ایک یہ کتاب ہے کہ ہم نے اتاری برکت

مُصَدِّقُ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ أُمَّ الْقُرَىٰ

کی سچ بتاتی اپنے گلے کو اور تاکو ڈراوے اصل بستی کو اور

وَمَنْ حَوْلَهَا وَالَّذِينَ يُؤْفَكُونَ بِالْآخِرَةِ يُؤْفِكُونَ

آس پاس والوں کو اور جن کو یقین ہے آخرت کا وہ اس کو مانتے ہیں

بِهِ وَهُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ^{۹۲}

اور وہ ہیں اپنی نماز سے خبردار

منکرین نبوت کی تردید اور تہدید

قال اللہ تعالیٰ وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِمْ .. اے وَهُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ (ربط) گزشتہ آیات میں حضرت ابراہیمؑ کا قصہ بیان کیا جو منکرین توحید کی تردید پر مشتمل تھا اب آئندہ آیات میں منکرین نبوت کے بعض حضرات کی تردید فرماتے ہیں مالک بن صیف یہودی عالم اور دیگر بعض علامہ یہود نے جوشِ عداوت میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کرتے ہوئے یہ کہہ دیا کہ خدا تعالیٰ نے کسی بشر پر کوئی کتاب ہی نازل نہیں کی اور ایک روایت میں ہے کہ یہود نے یہ کہا کہ واللہ آسمان سے اللہ نے کوئی کتاب ہی نازل نہیں کی گویا کہ ان معاندین نے جوشِ عداوت میں انزالِ کتب و ارسالِ رُسل کے سلسلہ ہی کی سرے سے نفی کر دی اور ظاہر ہے کہ انزالِ کتب کا انکار در پردہ اللہ کی صفت علم اور صفت کلام کا انکار ہے اس پر

حق تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں اور یہود پر یہ الزام قائم کیا کہ بتلاؤ موسیٰ علیہ السلام پر کس نے کتاب نازل کی آخر وہ بھی تو بشر تھے اور ان بد بختوں کی مذمت اور تہدید میں یہ فرمایا کہ بد نصیبوں نے ہماری نعمت کی قدر نہ کی ہم نے ان کی ہدایت کے لیے قرآن جیسی مبارک کتاب نازل کی مگر انہوں نے اس سے اعراض کیا جن کے دل میں خوف خدا ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ یہ کلام خداوندی ہے اور جن کو آخرت کا خوف نہیں وہ شرارت سے اس کا انکار کرتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں اور ان معاندین نے اللہ کی قدر نہیں کی جیسی اس کی قدر چاہیے تھی جب کہ انہوں نے ضد اور عناد میں بے دھرمک یہ کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کبھی کوئی کتاب نازل ہی نہیں کی حالانکہ اللہ تعالیٰ کی صحیح معرفت کا ذریعہ وہ صحیفہ ہدایت ہے جو اللہ نے اپنے کسی برگزیدہ بشر پر نازل کیا عجیب بات ہے کہ مشرکین عرب تو سرے ہی سے نبوت اور رسالت کے منکر تھے اور بشریت کو نبوت کے منافی سمجھتے تھے (مگر حجریت کو) (یعنی پتھر ہونے کو) الوہیت کے منافی نہیں سمجھتے تھے اس لیے کہ وہ پتھروں کو اپنا معبود بنائے ہوئے تھے۔ قال تعالیٰ اَکَانَ لِلنَّاسِ بَعْثًا اَنْ اَوْحٰیْنَا اِلٰی رَجُلٍ مِنْهُمْ اَنْ اَشْذِرَ النَّاسَ۔ وَاَقَالَ تَعَالٰی وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ یُّؤْمِنُوْا اِذْ جَاءَهُمُ الْهُدٰی اِلَّا اَنْ قَالُوْا اُبْعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا۔

اور یہود اگرچہ نبوت و رسالت کے قائل تھے مگر بعض یہودیوں نے ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کرتے ہوئے ضد اور جوش عناد میں یہ کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کوئی کتاب نازل نہیں کی اور نزول کتاب کو خدا کی ناقدری اس لیے فرمایا کہ جو شخص انبیاء کرام پر نزول کتاب کا قائل نہیں وہ خدا تعالیٰ کا قدر شناس نہیں اور اس کو خدا تعالیٰ کی صحیح معرفت نصیب نہیں خدا کی صحیح معرفت خدا کی نازل کردہ کتاب ہی سے ہو سکتی ہے نیز کلام . صفت کمال ہے جو متکلم نہیں وہ ناقص ہے پس جو شخص نزول وحی اور نزول کتاب کا منکر ہے وہ خدا تعالیٰ کو متکلم نہیں مانتا گویا وہ خدا کو ناقص قرار دے رہا ہے اور خدا کے نبیوں پر نزول کتاب کا انکار یہ خدا تعالیٰ کے غیر متکلم ماننے کی نشانی ہے اس سے بڑھ کر خدا کی گستاخی اور ناقدری کیا ہو سکتی ہے اسے نبیؑ آپؑ ان کے جواب میں یہ کہہ دیجئے کہ اچھا بتلاؤ وہ کتاب کس نے اتاری جس کو موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے پاس لے کر آئے یعنی توریت جسکو ہم بھی مانتے ہو درحالیکہ وہ لوگوں کیلئے روشنی اور ہدایت تھی جسکو تم نے اپنی اغراض نفسانہ کی بناء پر دو قسم کے درجوں پر تقسیم کیا ہوا ہے بعض اوراق کو جو تمہاری غرض کے مطابق ہوتے ہیں ان کو ظاہر کر دیتے ہو اور بہت سے اوراق کو چھپا کر رکھتے ہو علماء یہود نے توریت کے علیمہ علیحدہ اوراق کر رکھے تھے جن میں کوئی امران کی خواہش کے خلاف نہ ہوتا ان کو سب پر ظاہر کر دیتے اور جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت یا صفت مذکور تھی ان کو چھپاتے تھے اور آیت رجم کو چھپاتے اور اسی خدا کی نازل کردہ کتاب

یعنی توریت کی بدولت تم کو وہ باتیں تعلیم کی گئیں جن کو تم نہیں جانتے تھے اور نہ تمہارے آباء و اجداد کو اُن کا علم تھا دین اور شریعت کی تمام باتیں تم کو خدا کی نازل کردہ کتاب یعنی توریت ہی کے ذریعہ تم کو معلوم ہوئیں اس سے پہلے تم سب جاہل تھے بتلاؤ یہ کتاب سراپا خود ہدایت کس نے اتاری خیر یہ ضدی لوگ تو کیا جواب دیں گے آپ کہہ دیجئے کہ یہ کتاب اللہ ہی نے اتاری ہے یعنی اس سوال کا ایک ہی جواب ہے جو ایسا ظاہر ہے کہ جس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا اس لیے آپ اُن کے جواب کا انتظار نہ کیجئے اور خود ہی کہہ دیجئے کہ اللہ نے اتاری ہے پھر بھی اگر وہ نہ مانیں تو اُن کو چھوڑ دیجئے کہ وہ اپنی بک بک اور کچ بھٹی میں کھیلا کریں آپ کا کام تو تبلیغ تھا وہ ہو چکا اور جس طرح توریت ہماری نازل کردہ کتاب تھی اسی طرح یہ قرآن ایک عجیب کتاب ہے جس کو ہم نے اتارا ہے بڑی خیر و برکت والی ہے جس پر ایمان لانا اور اس پر عمل کرنا موجب فلاح دارین ہے کسی کی یہ مجال نہیں کہ اس جیسی بابرکت کتاب لاسکے قرآن مجید ہی کی برکت سے عرب کی کایا پلٹ ہو گئی علاوہ ازیں یہ کتاب اُن آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے جو اس سے پہلے نازل ہوئیں یعنی یہ قرآن کتب سماویہ کی منزل من اللہ ہونے کی تصدیق کرتا ہے کیونکہ توحید کی تعلیم سب میں موجود ہے اور تمام کتب سماویہ اس پر متفق ہیں کہ خدا تعالیٰ شریک اور تمام عیبوں سے منزہ ہے اور ہم نے اس مبارک کتاب کو اس لیے نازل کیا ہے کہ آپ اس کے ذریعہ سے اہل مکہ کو اور تمام روئے زمین کے لوگوں کو جو مکہ کے گردا گرد دنیا میں آباد ہیں سب کو ڈمائیں کہ جو اللہ کی کتاب کو نہیں ماننے کا وہ مستحق عذاب ہوگا اُم القریٰ مکہ کا نام ہے جس کے معنی تمام بستیوں کی ماں اور بڑے ہیں اس لیے کہ مکہ وسط ارض میں ہے اور سارا جہان اسی کے گرد آباد ہے اور تمام روئے زمین کی بستیاں اسی کے گردا گرد اور جوانب میں ہیں یا یہ معنی ہیں کہ اس مبارک کتاب کے ذریعہ مکہ والوں کو اور اس کے آس پاس کے لوگوں کو خاص طور پر ڈرائیے جیسا کہ **وَ اَمْلِئْ ذُرِّيَّتِيْ مِّنْ اَلْاٰثِرِيْنَ** میں قرہبی رشتہ داروں کو خاص طور پر ڈرانے کا حکم آیا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ **مَنْ حَقَّ لَهَا** سے مکہ کے آس پاس کی بستیاں مراد ہیں یا سارا جہان ملو ہے کیونکہ مکہ کی زمین تمام زمین کی ناف ہے اسی جگہ سے مشرقاً و مغرباً تمام زمین پھیلائی گئی اور جو لوگ آخرت کا یقین رکھتے ہیں یعنی جن کو عذاب کا اندیشہ ہے اور جزاء و سزا کا ڈر ہے وہ اس مبارک کتاب پر ایمان لاتے ہیں اور وہی اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں تاکہ یہ نماز اُن کو آخرت میں کام آئے یعنی جن کو آخرت کا یقین ہے وہ تو نبی اکرم محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور قرآن پر جو آپ پر نازل ہوا ہے ایمان لے آتے ہیں اور جو لوگ آخرت سے منکر ہیں وہ کیوں ایمان لائے گئے۔

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ

اور اس سے ظالم کون جو باندھے اللہ پر

كَذِبًا أَوْ قَالَ أُوحِيَ إِلَيَّ وَلَمْ يُوحَ إِلَيْهِ

بھوت یا کہے مجھ کو وحی آئی اور اس کو وحی پہنچے

شَيْءٌ وَمَنْ قَالَ سَأُنْزِلُ مِثْلَ مَا أَنْزَلَ

نہیں آئی اور جو کہے میں اتارتا ہوں برابر اس کے جو اللہ نے

اللَّهُ وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَ

انارا اور بھی تو دیکھے جس وقت ظالم ہیں موت کی بے ہوشی میں اور

الْمَلَائِكَةُ بَاسِطُو أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوا أَنْفُسَكُمُ الْيَوْمَ

فرشتے ہاتھ کھول رہے ہیں کہ نکالو اپنی جان آج تم کو

تُخْرَجُونَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ

جڑا لے گی ذلت کی مار اس پر کہ کہتے تھے اللہ پر بھوت باتیں

غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ آيَاتِهِ تَسْكِبُونَ ﴿٩٢﴾ وَلَقَدْ

اور اس کی آیتوں سے تکبر کرتے تھے اور تم

جَعَلْنَا فِرَادَىٰ كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَتَرْكُتُمْ

ہمارے پاس آئے ایک ایک جیسے ہم نے بنائے تھے پہلی بار اور چھوڑ دیا جو

مَا خَوَّلْنَكُمْ وَرَاءَ ظُهُورِكُمْ وَمَا نَرَىٰ مَعَكُمْ شُفَعَاءَكُمُ

ہم نے اسباب دیا تھا پیٹھ کے پیچھے اور ہم دیکھتے نہیں تمہارے ساتھ سفارش

الَّذِينَ زَعَمْتُمْ أَنَّهُمْ فِيكُمْ شُرَكَاءُ لَقَدْ تَقَطَّعَ بَيْنَكُمْ

والے جن کو تم بتاتے تھے کہ ان کا تم میں ساجھا ہے ٹوٹ گئے تم آپس میں

وَصَلَّ عَنْكُمْ مَا كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ ﴿۹۳﴾

اور جلتے رہے جو دعویٰ تم کرتے تھے

مدعیان نبوت کی تہدید

قال تعالیٰ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا... لے... وَصَلَّ عَنْكُمْ مَا كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ (ربط) گذشتہ آیات میں منکرین نبوت کی تردید تھی اب ان آیات میں مدعیان نبوت کی تہدید ہے منکرین نبوت، مختلف قسم کے تھے بعض نبوت اور نزول کے تو منکر تھے اِذْ قَالُوا مَا آتَانَا اللَّهُ عَلَىٰ بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ مگر اپنے لیے بھی وحی اور نبوت کے مدعی نہ تھے اور بعض وہ تھے جو خود اپنے لیے نبوت اور وحی کے مدعی تھے جیسے مسیلمہ کذاب وغیرہ مسیلمہ کذاب کچھ تک بندی کرتا اور دعویٰ یہ کرتا کہ مجھ پر وحی آتی ہے اور اسی طرح صنعائین میں اسود عسی کو یہ خط لاتی ہوا اور اپنے بھی وحی اور نبوت کا دعویٰ کیا اور بعض مشرکین جیسے نضر بن حارث قرآن کریم کی آیتوں کو منکر یہ کہہ کر تے تھے كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقُرْآنُ مِثْلَ هَذَا بَلَدٍ بَلَدٍ اگر ہم چاہیں تو ہم بھی قرآن جیسا کلام کہہ سکتے ہیں اور قرآن جیسی کتاب تصنیف کر سکتے ہیں یہ لوگ قرآن کریم کو کتاب سماوی اور مُنَزَّلَ مِنَ اللَّهِ نہیں سمجھتے تھے بلکہ اُس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصنیف سمجھتے تھے اور یہ دعویٰ کرتے تھے کہ ہم بھی اسی جیسی کتاب تصنیف کر سکتے ہیں اور نضر بن حارث یہ بھی کہتا تھا کہ اگر بالفرض مجھ پر کوئی عذاب نازل ہونے لگے تو لاتِ عجزی میری شفاعت کر دیں گے ان تمام معاندین کے جواب میں یہ آیتیں نازل ہوئیں اور اُس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا یعنی خدا کی طرف ایسی باتیں منسوب کرے جو اس کی شان رفیع کے لائق نہیں مثلاً خدا کا شریک ٹھہرانے یا اس کے لیے بیٹا یا بیوی بنجوز کرے یا یوں کہے کہ اللہ نے کسی بشر پر کوئی کتاب نازل نہیں کی مَا آتَانَا اللَّهُ عَلَىٰ بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ یا یہ کہے اَللّٰهُ بَشَرًا مِّثْلُكُمْ یا یہ کہے کہ اللہ تو فقیر ہے اور ہم غنی ہیں یا یہ کہے کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں وغیر ذلک من الخرافات یا یہ کہے کہ مجھ پر وحی آتی ہے حالانکہ اس پر کوئی وحی نہیں آتی یہ مسیلمہ کذاب اور اسود عسی کی طرف اشارہ ہے جنہوں نے یہ مغیبری کا دعویٰ کیا یا جیسا کہ اس زمانہ میں مرزا غلام قادیانی نے صد ہا جھوٹ اللہ پر باندھے اور وحی اور الہام کا دعویٰ کیا اور اسی طرح اُس شخص سے بڑھ کر کون ظالم جس نے یہ کہا کہ میں بھی ویسا ہی کلام اتار دوں گا جیسا کہ اللہ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا ہے یہ نضر بن حارث اور مشرکین کے اس قول کی طرف اشارہ ہے جو قرآن کی نسبت کہا کرتے تھے كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقُرْآنُ مِثْلَ هَذَا بَلَدٍ بَلَدٍ اگر ہم چاہیں تو ہم بھی اس جیسا قرآن بنا سکتے ہیں اور اس زمانہ میں غلام قادیانی نے

بھی اپنے کلام کے معجزہ ہونے کا دعویٰ کیا اور قصیدۂ اعجازیہ کے نام سے ایک قصیدہ شائع کیا جو صرف اور نحو اور عروضی غلطیوں سے بھرا ہوا ہے اور جو شخص قرآن کریم کی طرح اپنے کلام کے معجزہ ہونے کا مدعی ہے تو وہ درپردہ مدعی الوہیت ہے کہ کلام خداوندی کی طرح میرا کلام بھی معجز ہے غرض یہ کہ اس قسم کے تمام لوگ بڑے ہی ظالم ہیں اور ظلم میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ہیں جس نے نبوت اور نزول وحی اور نزول کتاب کا انکار کیا وہ بلاشبہ ظالم ہے اور اس سے بڑھ کر ظالم وہ شخص ہے جو نبوت اور وحی کا اپنے لیے مدعی ہو اور اس سے بڑھ کر ظالم وہ ہے جو اپنے کلام کو کلام خداوندی کی طرح معجز سمجھتا ہو اور اس طرح سے درپردہ الوہیت اور خداوند قدس کی ہمسری کا مدعی ہو یہ سب اعلیٰ درجہ کے ظالم ہیں اور ان کا انجام سخت خطرناک ہے اور کاش اسے مخاطب تو اس وقت کو دیکھے کہ جب یہ ظالم موت کی سختیوں میں گرفتار ہونگے اور موت کے فرشتے انکی جان نکالنے کیلئے اپنے ہاتھ پھیلائے ہوتے ہوں گے اور ان سے بطور تمسخر اور تحقیر یہ کہتے ہوں گے کہ اپنی جانوں کو اپنے جسموں سے باہر نکالو آج تم کو ذلت کے عذاب کی جزاء دی جائے گی اور ذلت و خواری کا یہ عذاب تمہارے تکبر کی جزا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ فرشتے کافروں کو مار مار کر جان نکالتے ہیں اور یہ کہتے جاتے ہیں کہ آج تم کو ذلت اور خواری کا عذاب دیا جائے گا اس لیے کہ تم اللہ پر جھوٹ بولتے تھے اور اللہ کی آیتوں کے قبول کرنے سے تکبر کرتے تھے یہ کیفیت اور شدت تو موت کے وقت ہوگی اور جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ بطور سرزنش یہ فرمائیں گے البتہ تحقیق تم ہمارے پاس تنہا اور ایک ایک کر کے آئے ہو جس طرح ہم نے تم کو پہلی بار دنیا میں پیدا کیا تھا کہ نہ بدن پر کوئی کپڑا تھا اور نہ کوئی جوتا کر کے آئے ہو جس طرح ہم نے تم کو دیا تھا جس کے غرہ اور گھنڈ میں ہمارے احکام کے قبول کرنے سے اور جو مال و متاع ہم نے تم کو دیا تھا جس کے غرہ اور گھنڈ میں ہمارے احکام کے قبول کرنے سے تکبر کرتے تھے آج وہ سب تم اپنی پیٹھ کے پیچھے ہی چھوڑ آئے یعنی دنیا میں تم کو جو مال و زر اور اولاد اور چشم اور خدم ہم نے دیئے تھے جن پر تم کو گھنڈ تھا وہ سب پیچھے ہی چھوڑ آئے کہ اب ان سے کوئی چیز تم کو نظر بھی نہیں آتی اور آج ہم تمہارے ساتھ ان سفارشینوں کو بھی نہیں دیکھتے جن کے متعلق تمہارا یہ زعم اور اعتقاد تھا کہ تمہارے اندر یعنی تمہارے معاملہ میں خدا کے شریک ہیں بتوں کے متعلق تمہارا خیال تھا کہ یہ اللہ کے یہاں ہماری سفارش کریں گے قیامت کے دن اُس خیال کی غلطی ظاہر ہو جائے گی اور تمہارے درمیان قطع تعلق ہو جائے گا یعنی تم ایک دوسرے سے منقطع ہو جاؤ گے وہ تم سے علیحدہ ہو جائیں گے اور تم ان سے بری اور بیزار ہو جاؤ گے اور تم سے وہ سب کچھ گم ہو جائے گا جو تم گمان کرتے تھے یعنی تمہاری ساری امیدوں پر پانی پھر جائے گا اور تم حیران اور پریشان کھڑے رہ جاؤ گے اور کوئی تمہارا پیار و مددگار نہ ہوگا۔

ع اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

إِنَّ اللَّهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوَىٰ ط يُخْرِجُ الْحَيَّ

اللہ ہے کہ بھور نکالتا ہے دانہ اور گھٹلی اور نکالتا ہے مردہ

مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ ط

سے زندہ اور نکالنے والا زندہ سے مردہ

ذِكْرُ اللَّهِ فَإِنِّي تَوَفَّكُونَ ﴿٩٥﴾ فَالِقُ الْإِصْبَاحِ ج

یہ ہے اللہ پھر کہاں پھرے جاتے ہو پھور نکالنے والا صبح کی

وَجَعَلَ اللَّيْلَ سَكَنًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ

روشنی اور رات بنائی آرام، اور سورج اور چاند

حُسْبَانًا ذٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ﴿٩٦﴾ وَهُوَ الَّذِي

صاب یہ اندازہ رکھا ہے دور اور خبردار نے اور اسی نے بنا

جَعَلَ لَكُمُ النَّجْمَ لِتَهْتَدُوا بِهَا فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَ

دیئے تم کو تارے کہ اُن سے راہ پاؤ اندھیروں میں جنگل اور

الْبَحْرِ ط قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴿٩٧﴾ وَهُوَ

دریا کے ہم نے کھول سنائے پتے اُن لوگوں کو جو جانتے ہیں اور اس

الَّذِي أَنشَأَكُم مِّنْ نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَمُسْتَوْدَعٌ ط

نے تم کو نکالا ایک جان سے پھر کہیں تم کو ٹھہراؤ ہے اور کہیں سپرد رہنا

قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَفْقَهُونَ ﴿٩٨﴾ وَهُوَ الَّذِي

ہم نے کھول سنائے پتے اس قوم کو جو سمجھتے ہیں اور اسی نے

أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا بِهِ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ

اتارا آسمان سے پانی پھر نکالی ہم نے اس سے لگنے والی ہر چیز

فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نَخْرُجُ مِنْهُ حَبًّا مُتَرَاكِبًا وَمِنْ

پھر اُس میں سے نکالا سبز جس سے نکالتے ہیں دانے جوڑے ہوئے اور بکھور

النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَجَنَّاتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ

کے گابھے میں سے گھنے ٹکتے ہیں اور باغ انگور کے

وَالزَّيْتُونِ وَالرُّمَّانِ مُشْتَبِهًا وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ اَنْظُرُوا

اور زیتون اور انار آپس میں ملتے اور جداے دیکھو

اِلٰى ثَمَرِهِ اِذَا اَشْرَوْيْنِعِهِ اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ

اس کا پھل جب پھل لاتا ہے اور اس کا پکنا ان چیزوں میں سب پتے ہیں

لِقَوْمٍ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۹۹﴾

یقین لانے والوں کو

ذِكْرِ مَظَاهِرِ

قدرت و عجائب صنعت برائے

اثبات الوہیت و وحدانیت

قَالَ تَعَالٰی اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوَى... اے..... لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُوْنَ
(ربط) گذشتہ آیات میں اثبات نبوت کا بیان تھا اب اس کے بعد پھر اُسی مضمون توحید کی طرف
رجوع فرماتے ہیں جو شروع سورت سے چلا آرہا ہے ان آیات میں حق تعالیٰ شانہ نے اس شبہ
متضادہ و مختلفہ پر اپنی قدرت کاملہ کے آثار اور اپنی مخلوقات کے عجائب حالات کو بیان کیا تاکہ
وجود صانع اور اُس کی کمال قدرت اور کمال علم و حکمت کی دلیل بنیں اور مشرکین پر یہ امر واضح ہو

جائے کہ اُن کے تمام معبودان باطلہ اور شرکار ہملہ ان عجائب قدرت میں سے ایک ادنیٰ سے ادنیٰ چیز کے بھی پیدا کرنے سے عاجز ہیں پس وہ مستحق عبادت کیسے ہو سکتے ہیں اس سلسلہ میں حق تعالیٰ نے عالم علوی اور عالم سفلی سے پانچ دلیلیں بیان کیں تاکہ بندوں کو اللہ تعالیٰ کی صحیح معرفت حاصل ہو اور یہ پانچ دلیلیں اہل بصیرت کے لیے بمنزلہ آئینہ کے ہیں جن میں سے خداوند ذوالجلال کے جمال باکمال کا جلوہ نظر آتا ہے۔

دلیل اول اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوَىٰ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَآلِیْ تَوْفٰكُوْنَ

بے شک اللہ تعالیٰ پھاڑنے والا ہے دانہ کا اور گٹھلیوں کا یعنی جب دانہ اور گٹھلی کو زمین میں بویا جاتا ہے تو اُس سے قسم قسم کے پھل اور پھول نمودار ہوتے ہیں جو باغبار صورت اور شکل اور حرارت اور برودت اور کیفیت اور خاصیت اور تلخی اور حلاوت کے مختلف ہوتے ہیں حالانکہ مادہ اور طبیعت سب کی ایک ہے اور چاند اور سورج کی روشنی اور ہوا سب کی ایک ہے اور یہ ایسی عجیب و غریب صنعت ہے جو عقل انسانی سے کہیں بالا اور برتر ہے معلوم ہوا کہ یہ کسی بڑے صالح حکیم اور قادر عظیم کی کار سازی ہے جو اسکی کمال قدرت اور کمال حکمت پر دلالت کرتی ہے وہ زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالنے والا ہے یعنی ایک ضد کو دوسری ضد سے نکالتا ہے جیسے ایک نطفہ بے جان سے انسان اور حیوان کو نکالتا ہے اور انسان اور حیوان سے نطفہ بیجان نکالتا ہے اور انڈے سے مرغی کا بیج اور مرغی سے انڈا نکالتا ہے اور مؤمن زندہ ہے اور کافر مردہ ہے مگر اللہ تعالیٰ کافر سے مؤمن کو اور مؤمن سے کافر کو نکالتا ہے یعنی پیدا کرتا ہے یہ ہے اللہ جو ایک ضد کو دوسری ضد سے نکالتا ہے اور عدم کو پھاڑ کر اس میں سے موجود کو نکالتا ہے یہ مادہ اور بیج اور طبیعت کا کام نہیں کہ صنعت کے ایسے عجیب و غریب کرشمے دکھائے پس تم کہاں حق سے پھرتے جاتے ہو یعنی خدا تو یہ خالق ہے جس کی صنعت سے عقل حیران ہے ایسے خدا کی عبادت کرو مادہ اور طبیعت اور ایتھر کا کیوں نام لیتے ہو۔

دلیل دوم فَالِقُ الْاَصْبَاحِ وَجَعَلَ اللَّيْلَ سَكَنًا وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ حُسْبَانًا ذٰلِكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ یُزِیْرُ الْعٰلَمِیْنَ

راست کی ظلمت اور نارہمی کو پھاڑ کر صبح کا ستون نکالتا ہے یعنی رات ختم ہو جاتی ہے اور صبح صادق نمودار ہو جاتی ہے اور رات کے اندھیرے میں سے صبح صادق کا اجالا نکالتا ہے بھی اس کے کمال قدرت کی دلیل ہے اور اس نے رات کو راحت اور سکون کا ذریعہ بنایا کہ دن کا تکان رات کے سونے سے جاتا رہتا ہے اور اس نے چاند اور سورج کو حساب کا ذریعہ بنایا جس سے لوگوں نے

ہیں اور سال مقرر کیے یہ اندازہ ہے زور اور علم والے کا جس میں کوئی غلطی نہیں ہوتی گھڑی غلط ہو جاتی ہے مگر خدا کی گھڑی یعنی چاند اور سورج اپنے طلوع اور غروب میں غلطی نہیں کرتی۔

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ النُّجُومَ لِتَهْتَدُوا بِهَا فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ
دلیل سوم | قَدْ فَضَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ۔

اور وہ اللہ وہ ہے جس نے تمہارے نفع اور فائدہ کے لیے ستارے بنائے تاکہ تم ان کے ذریعہ جتکل اور سمندر کی تاریکیوں میں راستہ معلوم کر سکو اندھیری رات میں ستاروں کے ذریعہ راستہ کی سمت معلوم ہوتی ہے تحقیق ہم نے اپنی قدرت کی نشانیاں ان لوگوں کے لیے کھول کر بیان کر دی ہیں جو علم اور عقل رکھتے ہیں یعنی علم اور عقل والوں کو ہم نے استدلال کا طریقہ بتلا دیا کہ وہ ان چیزوں سے خدا کی وحدانیت اور قدرت پر استدلال کر سکتے ہیں ستاروں کو اللہ تعالیٰ نے اس لیے پیدا کیا تاکہ وہ آسمان کی زینت ہوں اور شیاطین کے رجم کا سامان ہوں اور رات کی تاریکیوں میں ان سے راستہ اور سمت معلوم ہو سکے باقی ستاروں کی تاثیرات کا قائل ہونا بالکل غلط ہے تاثیر کے معنی کسی چیز میں اپنی قدرت سے اثر کرنے کے ہیں تو ستارے بالذات تو کسی چیز میں مؤثر نہیں ہو سکتے ہیں کیونکہ ستارے مخلوق ہیں اور مخلوق بالذات کسی چیز میں مؤثر نہیں ہو سکتی اور اگر یہ کہا جائے کہ ان میں اللہ نے یہ تاثیر رکھی ہے تو اس کے لیے کوئی دلیل نہیں اور اسباب ظاہری کی طرح ان میں تجربہ اور مشاہدہ مفقود ہے اور اگر بالفرض اللہ نے ان میں کوئی تاثیر رکھی ہے تو وہ اللہ ہی کو معلوم ہے ہمیں اس تاثیر کا کوئی علم نہیں اللہ تعالیٰ نے جتنا بتلا دیا وہ حق ہے اُس کے سوا سب دہم و گمان ہے۔

وَهُوَ الَّذِي أَنْشَأَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَمُسْتَوْدَعٌ قَدْ
دلیل چہارم | فَضَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَفْقَهُوْنَ۔ اور وہ وہ ہے کہ جس نے تم کو

ایک جان آدم سے پیدا کیا اور سلسلہ توالد اور تناسل کا جاری کیا پھر تمہارے لیے ایک مستقر یعنی جائے قرار ہے یعنی ٹھہرنے کی جگہ ہے اس سے مراد دنیا ہے اور ایک مستودع یعنی سوچے جانے کی جگہ ہے اس سے مراد قبر ہے جہاں انسان عارضی طور پر ودیعت رکھا جاتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ پیدا کرنے کے بعد ایک مدت تک تم کو دنیا میں رکھتا ہے قَالَ تَعَالَى لَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ رَبِّكُمْ پھر اس کے بعد تم کو مارتا ہے اور مرنے کے بعد تم کو قیامت تک قبروں میں رکھتا ہے اور اس کے بعد تم کو قیامت کے دن دوبارہ زندہ کرے گا اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ مستودع سے چند روزہ دنیا مراد ہے اور مستقر سے قبر مراد ہے جس میں ایک طویل عرصہ تک ٹھہرنا ہے اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ مستقر سے پشت پر مراد ہے اور مستودع بمعنی جائے امانت سے رجم اور مراد ہے تحقیق ہم نے اپنی قدرت کی نشانیاں ان

لوگوں کے لیے بیان کر دیں جو سمجھ بوجھ رکھتے ہیں سمجھ جائیں کہ ایک اصل (یعنی نفس واحدہ) سے بے شمار مختلف الانواع اور مختلف الاشکال اشخاص کا پیدا کرنا کمال قدرت اور کمال حکمت کی دلیل ہے جس پر سوائے خداوند قدوس کے کوئی قادر نہیں اور فلاسفہ اور سائنس دانوں کا یہ دعویٰ کہ یہ تمام تغیرات اور انقلابات محض مادہ بسیطہ اور اس کے اجزاء لا متجزی کی حرکت قدیمہ سے ظہور میں آتے ہیں دعویٰ بلا دلیل ہے جیسا کہ اس ناچیز نے اپنے رسالہ (اثبات صانع عالم و ابطال دہریت و مادیت) میں تفصیل کے ساتھ اس دعویٰ کا ہلکا ہونا واضح کر دیا ہے اس کو دیکھ لیا جائے۔

وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ اِنِّیْ اِنَّ فِیْ ذٰلِکُمْ لَآیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ | دلیل پنجم

اور جس طرح خدا تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے ایک نفس واحدہ (آدم) سے مختلف قسم کے انسان پیدا کیے اسی طرح اُس خدا نے آسمان یعنی بادل سے ایک قسم کا پانی اتارا پھر ہم نے اُس پانی کے ذریعہ سے باوجود اُس پانی کے ایک ہونے کے ہر قسم کی آگے والی چیزیں آگاہیں جن کے اقسام اور انواع کی شمار بھی انسان کی قدرت اور اختیار سے باہر ہے پھر ہم نے اُس میں سے سبزہ نکالا جس سے ہم اناج کے دانے نکالتے ہیں جو تو برتر ہوتے ہیں یعنی اُس سے ایسے دانے نکالتے ہیں جو ایک دوسرے پر چڑھے ہوئے ہوتے ہیں یہ تو غلوں کی کیفیت کا بیان ہوا جکا اجمالی طور پر قرآنی الحیت میں ذکر آپکا ہے اب آئندہ آیات میں درختوں اور پھلوں کا ذکر کرتے ہیں جو غلیوں سے پیدا ہوتے ہیں جکا اجمالی ذکر و التوای میں آپکا ہے چنانچہ فرماتے ہیں اور کجور کے درختوں سے یعنی ایکے گاجے سے بعض خوشے الے ہوتے ہیں جو ٹکے اور جھکے ہوتے ہوتے ہیں جس تک آدمی کا ہاتھ باسانی پہنچ سکتا ہے اور بعض بلندی پر ہوتے ہیں اس سے بھی خدا کی قدرت کا کمال ظاہر ہوتا ہے اور اسی ایک پانی سے ہم نے انگوروں کے باغ نکالے اور زیتون اور انار کے درخت نکالے اس حال میں کہ اُن کے بعضے پھل صورت اور شکل اور رنگ اور مزہ میں ایک دوسرے کے مشابہ ہوتے ہیں یعنی یکساں اور ملتے جلتے ہوتے ہیں اور بعض مختلف اور جدا ہوتے ہیں بعضے پھل تاثیر اور خاصیت میں ایک دوسرے کے مشابہ ہوتے ہیں اور بعض مختلف ہوتے ہیں اس سے بھی خدا تعالیٰ کی کمال قدرت کا پتہ چلتا ہے کہ مادہ ایک ہے اور خواص اور آثار مختلف ہیں ذرا ان درختوں کے پھلوں کی طرف نظر تو کر دو جب درخت پھل لامرے کہ اس کا رنگ اور مزہ کیسا اور بو کیسی اور اُس کے پکنے کو دیکھو کہ کسی طرح بتدریج پکتا جاتا ہے اور اس کا رنگ اور مزہ بدلتا جاتا ہے اس سے بھی خدا تعالیٰ کی قدرت اور حکمت کا اندازہ لگاؤ بے شک ان امور مذکورہ بالا میں خدا تعالیٰ کی کمال قدرت اور کمال صنعت کی نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو ایمان رکھتے ہیں ذرا سے غور سے سمجھ سکتے ہیں کہ یہ تمام تغیرات کسی قادر مختار کی قدرت کے کرشمے ہیں

بے جان اور بے شعور طبیعت اور مادہ سے ایسی عجیب و غریب صنعتوں کا ظہور عقلاً محال ہے۔
ان آیات میں حق تعالیٰ نے کھیتی کے بعد چار قسم کے درخت ذکر فرمائے کھجور، انگور،
زیتون، آناور اور کھیتی کو اس لیے مقدم کیا کہ وہ انسان کی غذا ہے اور یہ پھل ہیں اور یہ چاروں میں
تمام میوؤں سے افضل ہیں اور فوائد اور منافع میں سب سے بڑھ کر ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے
صرف ان چار کے ذکر پر اقتصار فرمایا ہے۔

برگ درختان ہنر در نظر ہوشیار ہر درختی دفترست معرفت کردگار
ظاہر میں توحید کے پانچ دلائل ذکر کیے مگر درحقیقت ہر دلیل بے شمار دلیلوں پر مشتمل ہے
ہر گیا ہے کہ از زمین روید
وحدہ لا شریک لہ گوید

وَجَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوا

اور ٹھہراتے ہیں شریک اللہ کے جن اور اس نے ان کو بنایا اور تراشتے

لَهُ بَنِينَ وَبَنَاتٍ بِغَيْرِ عِلْمٍ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى عَمَّا

ہیں اس کے واسطے بیٹے اور بیٹیاں بن سچے وہ اس لائق نہیں اور بہت دور اُن باتوں سے

يَصِفُونَ ۝۱۰۰

جو بتاتے ہیں

ابطال شرک و تشنیع اہل شرک

قال تعالیٰ وَجَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ الْجِنَّ الی سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى عَمَّا يُصِفُونَ
امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ گذشتہ آیات میں حق جل شانہ نے توحید اور الوہیت اور کمال
قدرت کی پانچ دلیلیں ذکر فرمائیں اب آئندہ آیات میں ان لوگوں کی تردید اور تہدید فرماتے ہیں
جنہوں نے خدا کے لیے شریک اور ہمہ ٹھہرائے اور خدا کے شریک ٹھہرانے والے تین گروہ
ہیں ایک گروہ بت پرستوں کا ہے جن کا شروع سورت سے لے کر برابر رد ہوتا چلا آیا اور
دوسرا گروہ کو اکب پرستوں کا ہے جن کا حضرت ابراہیمؑ کے قہقہے میں رد ہو چکا ہے اور شریکین

کامیسا گروہ مجوس کا ہے جو عالم کے لیے دو خدا کے قائل ہیں ایک خیر کا خالق اور ایک شر کا خالق اب اس پہلی آیت یعنی وَیَعْلَمُوا لِلّٰهِ شُرَکَآءَ الْجَنِّ وَخَلَقْنَاهُمْ مِّمَّنْ شَرَّکَآءِ کے تیسرے گروہ یعنی مجوس کا رد ہے۔

جیسا کہ ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ یہ آیت مجوس کے رد میں نازل ہوئی امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ یہ آیت دراصل مجوس کے بارہ میں ہے اور مقصود ان یوقوفوں پر تشنیع کرنا ہے جو اس عالم کے لیے دو خدا مانتے ہیں (تفسیر کبیر ص ۱۱۳)۔

اور بعض علماء تفسیر یہ کہتے ہیں کہ یہ آیت مشرکین عرب کے رد میں ہے اور چونکہ کفر اور شرک کا ارتکاب اغواء شیطانی سے ہوتا ہے اس لیے اُن کے اغواء اور اضلال سے غیر اللہ کی عبادت کرنا گویا کہ شیاطین ہی کی عبادت کرنا ہے جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام نے بت پرستی کا رد کرتے ہوئے فرمایا یَا بَنَاتِ لَا تَعْبُدِ الشَّیْطَانَ اور دوسری جگہ ارشاد ہے اَکْثَرُ اَعْمَدِ الْیَکُفِّہُ یَا بَنَاتِ اِنَّ لَکُمُ الشَّیْطَانَ رِیْثًا لِّکُمْ وَعَدُوٌّ لَّکُمْ وَقَالَ تَعَالٰی اِنَّ یَذْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہِ اِلَّا اِنَا نَاقِیْ اِنَّ یَذْعُوْنَ اِلَّا شَیْطَانًا مَّرْیُودًا لَّعَنَهُ اللّٰہُ

امام رازی کے نزدیک اس آیت کی تفسیر میں راجح قول یہی ہے کہ یہ آیت مجوس کے بارہ میں نازل ہوئی اور اس کو شاہ عبدالقادرؒ نے موضح القرآن میں اختیار فرمایا۔

اب آیت کی تفسیر سنئے اور ان مشرکوں میں سے بعضوں نے جنوں کو اللہ کا شریک اور ہمہی ٹھہرایا ہے حالانکہ خود ان لوگوں کے اقرار کے موافق بھی اللہ ہی نے ان جنوں اور ان مشرک ٹھہرانے والوں کو پیدا کیا ہے سب اُس کی مخلوق ہیں جیسا کہ خود ان کو بھی اقرار ہے کہ جنات اور شیاطین سب اللہ ہی کی مخلوق ہیں پس کس قدر ظلم ہے کہ مخلوق کو خالق کا شریک ٹھہراتے ہیں آیت میں جن سے مراد شیاطین ہیں اور یہ آیت مجوس کے متعلق ہے جن کا اعتقاد یہ تھا کہ نور کا خالق خدا ہے اور ظلمت کا خالق شیطان ہے۔

حضرت شاہ عبدالقادرؒ فرماتے ہیں مجوسیوں نے کہا تھا کہ شیطان خدا کا شریک ہے نیکی کو خدا پیدا کرتا ہے اور اس کو یزدان کہتے تھے اور بدی کو شیطان پیدا کرتا ہے اور اس کو اھرمن کہتے تھے (موضح القرآن) اور یزدان کی فرج کو ملائکہ یعنی فرشتے اور اھرمن (یعنی ابلیس) کی فرج کو جن اور شیاطین کہتے تھے۔

امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے اس آیت میں مجوس کا مذہب نقل کیا اب آئندہ آیت میں اُن لوگوں کا مذہب نقل کرتے ہیں جو خدا کے لیے بیٹے اور بیٹیاں ثابت کرتے ہیں اور پھر اس کا رد فرماتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں اور بعض مشرکین نے بغیر علم کے محض جہالت سے خدا کے لیے بیٹے اور بیٹیاں تراشی ہیں نصاریٰ کہتے ہیں کہ مسیح خدا کا بیٹا ہے اور بعض یہود کہتے ہیں کہ عزیرؑ خدا کا بیٹا ہے اور مشرکین عرب یہ کہتے تھے کہ فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں حق تعالیٰ نے اس آیت میں

ان تینوں کی تردید کی اور بتلا دیا کہ یہ ان لوگوں کا خدا پر ہمتان ہے جس کی ان کے پاس کوئی دلیل نہیں
اولاد اپنے باپ کا بزر ہوئی ہے اور اس کے مشابہ ہوئی ہے اور خدا تعالیٰ تجزیہ اور مشابہت
سے پاک اور منزہ ہے اور وہ ان تمام باقوں سے بلند اور برتر ہے کہ جو یہ لوگ خدا کی نسبت بیان
کرتے ہیں وہ خداوند قدوس تو بے چون و چگون ہے لیسْ مِثْلِهِ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ
اور وہ پیریز جن کو ان لوگوں نے خدا کا شریک اور سہیم ٹھہرایا ہے وہ چونی اور چندی میں گرفتار ہیں
وہ مجبور کیسے ہو سکتی ہیں عبادت کی مستحق تو وہ ذات بابرکات ہے جس کے صفات اور کمالات
کا اوپر ذکر ہوا۔

❖ ❖ ❖

بَدِيعُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَتَىٰ يَكُونُ لَهُ

نئی طرح بنانے والا آسمان و زمین کا اُس کو کہاں سے ہو

وَلَدٌ ۚ وَكَمْ تَكُنْ لَهُ صَاحِبَةٌ ۖ وَخَلَقَ كُلَّ

بیٹا اور اُنس کو کوئی عورت نہیں اور اس نے بنائی ہر

شَيْءٍ ۖ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝۱۰۱ ذِكْرُ اللَّهِ

چیز اور وہ ہر چیز سے واقف ہے یہ اللہ ہے

رَبُّكُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۖ فَاعْبُدُوهُ ۚ

رب تمہارا اس کے سوا کسی کو بندگی نہیں بنانے والا ہر چیز کا سو تم اُنس کی بندگی کرو

وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ ۝۱۰۲ لَا تَدْرِكُهُ الْآبْصَارُ ۖ

اور اُسی پر ہر چیز کا حوالہ ہے اس کو نہیں پاسکتیں آنکھیں

وَهُوَ يُدْرِكُ الْآبْصَارَ ۖ وَهُوَ اللَّطِيفُ

دروہ پاسکتا ہے آنکھوں کو اور وہ بھید جانتا ہے

الْخَبِيرُ ۝۱۰۳

خبردار

ابطال عقیدہ ابنیت

قَالَ تَعَالَى بَدِيعُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَنَّى يَكُونُ لَهُ وَلَدٌ إلخ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ (ربط) گذشتہ آیات میں جب توحید کی پانچ دلیلیں بیان کیں اور مشرکین کے عقائد شرکیہ کی تردید کی تو اب آئندہ آیات میں خاص طور پر نصاریٰ کے عقیدہ ابنیت کا ابطال فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اولاد سے پاک اور منزہ ہے چنانچہ فرماتے ہیں وہ بغیر مادہ اور بغیر نمونہ کے آسمانوں اور زمین کا موجد ہے یعنی محض نیست سے ہست کرنے والا ہے یعنی یہ آسمان و زمین جو تمام عالم کو احاطہ کیے ہوئے ہیں سب اسی کا پیدا کیا ہوا اور بنایا ہوا ہے جس میں امر من بھی داخل ہے اور حضرت عزیرؑ اور عیسیٰؑ اور اُن کی والدہ مریم صدیقہؑ اور آسمان و زمین کے تمام فرشتے بھی اس میں داخل ہیں اُس کے لیے اولاد کیسے ہو سکتی ہے حالانکہ اُس کے کوئی بیوی نہیں اور اولاد کے لیے بیوی کا ہونا ضروری ہے اور نصاریٰ اگرچہ حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا بناتے ہیں لیکن یہ جرات اور جسارت وہ بھی نہیں کر سکے کہ معاذ اللہ حضرت مریمؑ کو خدا تعالیٰ کی بیوی قرار دے سکیں اور خدا تعالیٰ کے لیے بیٹے اور بیوی کا ہونا اس لیے محال ہے کہ بیٹا باپ کے اور بیوی شوہر کے ہم جنس ہوتی ہے اور خدا کا ہم جنس کوئی نہیں اور اللہ ہی نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے پس اگر کسی ایک مخلوق کا خدا کا بیٹا ہونا جائز اور ممکن ہو تو پھر ایک کی خصوصیت کیا ہر مخلوق کا بیٹا بننا ممکن ہوگا اور جس طرح وہ ہر شئی کا پیدا کرنے والا ہے اسی طرح وہ ہر شئی کا جاننے والا ہے کسی شئی کی حقیقت اور اُس کی صفت اور حالت اُس سے ذرہ برابر پوشیدہ نہیں جس طرح اُس کی تخلیق اور ایجاد تمام کائنات کو محیط ہے اسی طرح اُس کا علم بھی سب کو ہر طرح سے محیط ہے کیونکہ بغیر علم کے پیدا کرنا ناممکن ہے اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ۔ پس معبود وہی ہو سکتا ہے کہ جس کی قدرت اور جس کا علم تمام ممکنات کو محیط ہو یہ ہے اللہ تمہارا پروردگار یعنی جس کی صفات اوپر مذکور ہوئیں وہی اللہ ہے اور وہی قابل عبادت ہے اور جو ایسا نہیں وہ نہ اللہ ہے اور نہ قابل عبادت ہے پس مشرک جو بتوں کو پوجتے ہیں اور نصاریٰ جو خدا کے لیے بیٹا ٹھہراتے ہیں وہ دونوں غلطی پر ہیں جس کے بیٹا ہو وہ خدا ہی کیا ہوا ہم ہی جیسا آدمی ہوا اور بت جو کسی چیز کے خالق نہیں اور نہ اُن کو کسی چیز کی کوئی خبر اُن کے پوجنے سے کیا حاصل پس خوب سمجھ لو کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی ہر شئی کا پیدا کرنے والا ہے پس ایسی بندگی کر دو اور وہی ہر چیز کا کار ساز اور محافظ اور نگہبان ہے مطلب یہ ہے کہ خدا وہ ہے جو کہ بے نظیر اور بے مثال ہو کوئی اُس کا ہم جنس نہ ہو اور ہر چیز کا خالق اور محافظ اور نگہبان اور کار ساز ہو اور اُس کی تخلیق اور تکوین اور اس کا علم تمام ممکنات کو محیط ہو اور جیسے یہ صفت نہ وہ لائق عبادت نہیں اور اس معبود برحق کی مٹوشان کا یہ حال ہے کہ نگاہیں اسکو نہیں پاسکتیں اور وہ سب نگاہوں

کو پاتا ہے یعنی سب نگاہیں اُس کے ادراک اور احاطہ سے عاجز اور درماندہ ہیں آنکھوں میں یہ طاقت اور قوت نہیں کہ وہ اسکو دیکھ سکیں اور وہ سب آنکھوں اور نگاہوں اور بینائیوں کا محیط ہے اور وہ نہایت لطیف اور باریک بین خبردار ہے وہ ان چیزوں کا بھی ادراک کرتا ہے جن کے ادراک سے تمام نگاہیں قاصر ہیں باریک بین سے مراد یہ ہے کہ وہ اشیاء کے اندرونی حالات سے بخوبی واقف ہے کوئی شئی خواہ کیسی ہی دقیق کیوں نہ ہو وہ اس سے مخفی نہیں اس بیان سے یہ ظاہر ہو گیا کہ لطیف کا تعلق لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ سے ہے خبیث کا تعلق هُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ سے ہے بلا تشبیہ اور بلا تمثیل کے ایسا سمجھو کہ جیسے روح ہے کہ نگاہیں اُس کے ادراک سے قاصر ہیں اور روح نگاہوں کا اور تمام چیزوں کا ادراک کر سکتی ہے اسی وجہ سے افعال انسانی کو روح کی طرف نسبت کیا جاتا ہے کسی اور شئی کی طرف نسبت نہیں کی جاتی اس سے کافروں کے اس شبہ کا بھی جواب ہو گیا کہ خدا ہم سے غائب کیوں ہے اور وہ ہمیں نظر کیوں نہیں آتا۔

جواب اس طرح ہو گیا کہ وہ معبود برحق لطیف و خبیر ہے کمال لطافت کی وجہ سے نظر نہیں آتا جیسے روح کمال لطافت کی وجہ سے نظر نہیں آتی اسی طرح وہ لطیف و خبیر بھی نظر نہیں آتا اور اس عالم احسام میں ہوا بھی ایک جسم لطیف ہے اپنی لطافت کی وجہ سے نظر نہیں آتی۔

خلاصہ کلام یہ کہ معبود برحق وہ ہے کہ جو علیم و قدیر اور لطیف و خبیر ہو اور یہ صفت سوائے اللہ کے کسی کے لیے ثابت نہیں پھر کیسے کوئی اس کا شریک اور ہمیم ہو سکتا ہے۔

اس آیت یعنی لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ سے معتزلہ اور خوارج اور شیعہ اور مرجئہ وغیرہ بدعتی فرقوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ بہشت میں حق تعالیٰ شانہ کا دیدار نہ ہوگا معتزلہ نے اس آیت سے یہ سمجھا کہ دنیا اور آخرت دونوں میں اللہ کا دیدار ناممکن ہے۔

اہل سنت والجماعت کا اعتقاد اس بارہ میں یہ ہے کہ بہشت میں خدا تعالیٰ کا دیدار افضل ترین نعمت ہے اور اگر پیچ پوچھا جائے تو اصل بہشت اُس کے دیدار کی لذت ہی کا نام ہے وہ بہشت ہی کیا ہوئی جس میں محبوب حقیقی کا دیدار نصیب نہ ہو علاوہ ازیں جنت میں رویت باری آیات قرآنیہ اور احادیث متواترہ اور اجماع امت سے ثابت ہے جن کا انکار درپردہ شریعت کا انکار ہے۔

آیات قرآنیہ

۱) وَجُودُ يَوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاطِرَةٌ (۷) الَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ
س) فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا

(۴) وَإِذَا رَأَيْتَ ثَمَرَ رَيْحَانٍ قُلْ مُدْغَمًا لِّمَنْ يَشَاءُ اللَّهُ (۵) اَكَلًا لِّأَنْفُسِهِمْ عَنْ ثَمَرِهِمْ
يَوْمَئِذٍ لَّمْ يَنْجُؤْا بِوَنِّهِمْ -

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں خدا تعالیٰ نے کفار کو عار دلائی ہے کہ وہ قیامت کے دن اپنے پروردگار سے محبوب ہوں گے یعنی اُن کے اور خدا کے درمیان حجاب یعنی پردہ ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ اہل ایمان اس کو بے حجاب دیکھیں گے کیونکہ وہ بھی اگر کافروں کی طرح حجاب میں رہے تو اُن میں اور کافروں میں کیا فرق رہا اور محبوب ہونے میں کافروں کی کیا تخصیص ہوئی۔ ان آیات کے علاوہ اور بھی آیتیں ہیں جو روایت باری تعالیٰ کے امکان اور وقوع پر دلالت کرتی ہیں ان آیات کی تفسیر کے موقع پر اس مقصد کو وضاحت کے ساتھ بیان کر دیں گے۔

احادیث نبویہ

رہی سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سوا حدیث متواترہ جو صحابہؓ کی ایک کثیر جماعت سے مروی ہیں اُن سے بطریق تواتر یہ ثابت ہے کہ اہل ایمان اللہ تعالیٰ کو دار آخرت میں بلا اشتباہ اور بلا مزاحمت کے اس طرح دیکھیں گے جیسے چودھویں رات کے چاند کو بلا مزاحمت دیکھتے ہیں۔

کتب احادیث میں روایت باری تعالیٰ کا ایک مستقل باب ہے اور حافظ ابن قیمؒ نے حادی الارواح میں اور جلال الدین سیوطیؒ نے ابدور السافروہ میں دیدار خداوندی کی احادیث کو تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے حضرات اہل علم اس کی مراجعت کریں

اب رہی آیت ذہر تفسیر سو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت اہل سنت کے مسلک کے منافی نہیں اس آیت میں حق تعالیٰ نے رویت کی نفی نہیں کی بلکہ ادراک البصار کی نفی ہے اور ادراک اور رویت میں بڑا فرق ہے ادراک کے معنی لغت میں کسی چیز کو اپنے احاطہ میں لے لینے کے ہیں خدا تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں فرماتے ہیں قَالَ أَصْحَابُ مُوسَىٰ إِنَّا نَمُذِّرُكَوَنَّا یعنی جب فرعون کے لشکر نے بنی اسرائیل کا تعاقب اور پیچھا کیا تو موسیٰ علیہ السلام کے اصحاب نے کہا کہ اے موسیٰ اب تو ہم پکڑ بیٹے گئے اور گھیر لیتے گئے تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا کلاً وہ ہرگز نہیں پکڑ سکتے معلوم ہوا کہ ادراک کے معنی رویت کے نہیں بلکہ احاطہ تام کر لینے اور قبضہ میں لے لینے کے ہیں کیونکہ فرعونیوں نے بنی اسرائیل کو دیکھ تو لیا تھا مگر ادراک یعنی پکڑنے سے قاصر اور عاجز رہے معلوم ہوا کہ ادراک اور شئی ہے اور رویت اور شئی ہے ادراک کی نفی سے رویت کی نفی لازم نہیں آتی پس آیت لَا تَمُذِّرُكَوَالْبَصَارُ کے معنی یہ ہوں گے کہ نگاہیں اس کا احاطہ نہیں کر

سکتی البتہ وہ لطیف و خبیر تمام ابعاد اور مبصرات کا احاطہ کیے ہوئے ہے لہذا آخرت میں حق تعالیٰ کی رویت ہوگی مگر احاطہ نہ ہوگا جیسا کہ قرآن کریم میں ہے وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِ اللَّهِ تَعَالَىٰ كَمَا بَاعْتَرَأَ عِلْمُكَ اَحاطہ نہیں کر سکتے مگر اللہ تعالیٰ کو جانتے اور پہچانتے سب ہیں احاطہ کی نفی سے مطلق علم کی نفی لازم نہیں آتی اور حدیث میں ہے لَا اَحْصَىٰ ثَنَاءُ عَلَيَّتِ اَمْتٌ كَمَا اُثْنِيَتْ عَلٰی نَفْسِكَ۔ کوئی بندہ اللہ کی ثناء اور توصیف کا احصاء اور احاطہ نہیں کر سکتا مگر اس سے مطلق ثناء کی نفی لازم نہیں آتی امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ ابن عباسؓ سے بھی یہی منقول ہے کہ لَا تُؤَدِّرُكَ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُؤَدِّرُكَ الْاَبْصَارُ کے معنی یہ ہیں کہ نگاہیں اگرچہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ سکتی ہیں مگر اللہ کا احاطہ نہیں کر سکتیں اور اللہ تعالیٰ تمام ابعاد کو احاطہ کیے ہوئے ہے اور زجاجؒ امام نحو یہ کہتے ہیں کہ آیت کے معنی یہ ہیں کہ کوئی اللہ کی کنہ اور حقیقت کو نہیں پہنچ سکتا سو آنکھیں اُس کو دیکھیں گی مگر احاطہ نہیں کر سکیں گی جس طرح دل اللہ کو جانتے اور پہچانتے ہیں مگر محیط نہیں اسی طرح آنکھیں اللہ کو دیکھ سکتی ہیں مگر احاطہ نہیں کر سکتیں خلاصہ کلام یہ کہ آیت میں ادراک بمعنی احاطہ اور تحدید کی نفی ہے مطلق رویت کی نفی نہیں۔

مطلق رویت باری آیات قرآنیہ اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے آنکھیں شمس و قمر کو دیکھتی ہیں مگر اس کی حقیقت اور کنہ کا ادراک نہیں کر تیں تو اسی طرح خداوند قدوس کے دیدار پُر انوار کو سمجھو کہ نگاہیں نور السموات والارض کو دیکھیں گی مگر اس کی کنہ اور حقیقت کے ادراک سے عاجز اور درماندہ ہوں گی (دیکھو تفسیر ابن کثیر ص ۱۶۱ و تفسیر قرطبی ص ۲۰۵ و تفسیر کبیر ص ۲۱۴)۔

اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو دنیا کی آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں پس اس سے آخرت کے نہ دیکھنے پر استدلال کرنا صحیح نہیں کیونکہ دنیا کی آنکھیں ضعیف ہیں اور آخرت کی آنکھیں قوی ہیں اس میں کیا استبعاد ہے کہ جو باست دنیا میں ناممکن ہو وہ آخرت میں ممکن ہو جائے۔

اور شاہ عبدالقادرؒ یہ فرماتے ہیں کہ مطلب آیت کا یہ ہے کہ آنکھ میں یہ قوت نہیں کہ اس کو دیکھ سکے ہاں اگر وہ خود ازراہ لطف و کرم اپنے کو دکھانا چاہے گا تو آنکھوں میں ویسی قوت پیدا کر دے گا کہ جس سے اہل ایمان حسب مراتب خدا تعالیٰ کو دیکھ سکیں گے انتہی

قَدْ جَاءَكُمْ بَصَائِرُ مِنْ رَبِّكُمْ فَمَنْ أَبْصَرَ فَلِنَفْسِهِ

تم کو پہنچ چکیں سوجھ کی باتیں تمہارے رب سے پھر جو سوچا سو اپنے واسطے

وَمَنْ عَنِ فَعَلَيْهَا وَمَا أَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيظٍ ۝۱۰۳

اور جو اندھا رہا سو اپنے بسے کو اور میں نہیں تم پر نگہبان

وَكَذَلِكَ نَصْرَفُ الْآيَاتِ وَلِيَقُولُوا دَرَسْتَ وَلِنُبَيِّنَهُ

اور یوں دھبیر پھیر سمجھاتے ہیں ہم آیتیں اور تا کہیں کہ تو پڑھا ہے اور تا واضح

لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۝۱۰۴ اَتَّبِعْ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ

کریں ہم اُس کو واسطے سمجھ والوں کے تو چل اُس پر جو حکم آدے تجھ کو تیرے رب سے

لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۚ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ ۝۱۰۵ وَلَوْ شَاءَ

کسی کی بندگی نہیں سوائے اسکے اور جانے دے شریک والوں کو اور اگر اللہ

اللَّهُ مَا أَشْرَكُوا ۚ وَمَا جَعَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا ۚ وَمَا

چاہتا تو مشرک نہ کرتے اور تجھ کو ہم نے نہیں کیا ان کا نگہبان اور تجھ پر

أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ ۝۱۰۶ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ

نہیں اُن کا حوالہ اور تم لوگ بُرا نہ کہو جن کو وہ پکارتے ہیں

مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدَوًّا بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ كَذَلِكَ

اللہ کے سوا کہ وہ برا کہہ بیٹھیں اللہ کو بے ادبی سے بن سمجھ اسی طرح

زَيْنًا لِكُلِّ أُمَّةٍ ۚ عَمَلُهُمْ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ مَرْجِعُهُمْ

ہم نے ہر قوم کے لئے ایک عمل دکھائے ہیں ہر فرقہ کو اُن کے کام پھر ان کو اپنے رب کے

فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝۱۰۸

پاس پہنچاتا ہے تب وہ بتا دے گا جو کچھ کرتے تھے

انتمام حجت بر منکرین نبوت

قال تعالى قَدْ جَاءَكُمْ بِصَافِيٍّ مِنْ رَبِّكُمْ... اے... فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ
(ربط) حق جل شانہ نے جب اپنے وجود اور کمال قدرت اور وحدانیت کی دلیلیں بیان کر دیں تو اب
منکرین نبوت کے چند شبہات نقل کر کے اُن کا جواب دیتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں کہ حجت
پوری ہو چکی اور دلائل اور بصائر تمہارے سامنے آچکے ہیں جو اُن سے بصیرت حاصل کرے گا
وہ فائدہ اٹھائے گا اور جو اندھے پن کی حالت میں پڑا رہے گا وہ اپنا ہی نقصان کرے گا مشرکین
عرب، قرآن کریم میں ایک شبہ تو یہ پیش کرتے تھے کہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات سے
آئی ہیں آپ نے علماء اہل کتاب سے یہ مضامین پڑھ کر اور
اُن سے انبیاء سابقین کے قصص کو سن کر یاد کر لیا ہے آپ
اُن سے پڑھ کر اور سن کر یہ مضامین ہمارے سامنے بیان کر
دیتے ہیں ورنہ آپ کو انبیاء سابقین کے حالات کا کیا علم اور وَلِيَقُولُوا دَرَسْتَ
میں اسی شبہ کا ذکر ہے (دیکھو تفسیر کبیر ص ۲۷۲ ح ۴)

دوسرا شبہ ان کا یہ عقائد کہ یہ نبی ہماری خواہشوں کے موافق معجزات کیوں نہیں دکھاتا اور قسم کھا کر کہتے تھے کہ بخدا اگر ہم کو ہمارے یہ فریادیں معجزات دکھا دیتے جاتیں مثلاً کوہ صفا کو ہمارے لیے سونا بنا دیا جائے وغیرہ وغیرہ قسم ضرور ایمان لے آئیں گے اور وَاقْسَمُوا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْصَابِهِمْ لَئِنْ جَاءَتْهُمْ اٰيَةٌ تَيَسَّوْا مِنْهَا میں اسی شبہ کا جواب دیا گیا ہے (دیکھو تفسیر کبیر ص ۱۲ ج ۴) کہ اُن کی یہ قسمیں جھوٹی ہیں یہ جھوٹے لوگ معجزہ دیکھ کر بھی ایمان نہ لائیں گے اس سے پہلے جو معجزے اُن کی فرمائش کے مطابق اُن کو دکھائے گئے مثل شق القمر وغیرہ ان پر یہ کب ایمان لائے اسی طرح اب بھی ایمان نہ لائیں گے چنانچہ فرماتے ہیں (اے لوگو) تحقیق تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی جانب سے دل کو بینا کرنے والی چیزیں آپکی ہیں یعنی توحید اور رسالت اور قیامت کی ایسی روشن دلیلیں آپکی ہیں جن کو دیکھ کر دل کی آنکھیں کھل جائیں اور ہدایت اور گمراہی کا فرق آنکھوں کے سامنے آجائے بصر اُس نور کو کہتے ہیں جس سے سر کی آنکھ روشن ہو جاتے اور بصیرت اُس نور کو کہتے ہیں جس سے دل کی آنکھ روشن ہو جاتے اور بصائر جمع بصیرت کی ہے جس کے معنی دل کی بینائی کے ہیں پس جس نے دل کی آنکھ سے حق اور ہدایت کو دیکھ لیا سو اُس نے اپنے نفع کے لیے دیکھا اور جو شخص اندھا بن گیا اور حق کی طرف سے اُس نے آنکھیں بند کر لیں سو اُس نے اپنا ہی نقصان کیا اور میں تم پر نگہبان نہیں کہ جبراً و قہراً تمہیں حق دکھلا ہی دوں

نظر اٹھا کر دیکھنا یہ تمہارے اختیار میں ہے میرا کام صرف تبلیغ اور دعوت ہے اور اسی طرح ہم اپنے دلائل اور براہین کو پھیر پھیر کر مختلف طریقوں سے بار بار بیان کرتے ہیں تاکہ مخالفین پر حجت پوری ہو جائے اور تاکہ یہ معاندین ضد اور عناد میں آکر یہ کہیں کہ اسے محمد آپ نے ان آیات بینات اور ان مضامین کو علماء یہود سے پڑھ لیا ہے اور آپ ان سے پڑھ کر یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ اللہ کی وحی اور ان کا یہ کہنا محض عناد کی بناء پر تھا جس کا بطلان بالکل ظاہر ہے اس لیے کہ اگر ان کے نزدیک یہ قرآن اللہ کا کلام اور اس کی وحی نہیں بلکہ علماء یہود کا پڑھایا ہوا سبق ہے تو آپ لوگوں کو کس نے پڑھنے سے منع کر دیا ہے آپ بھی انہیں علماء یہود کے پاس جا کر اس قسم کی آیتیں بنوالا سیتے اور قرآن کے مقابلہ میں ان کو پیش کر دیجیے خاص کر جب کہ علماء یہود آپ کے تو خاص دوست ہیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن ہیں آپ کو پڑھانے سے کب انکار کر سکتے ہیں اور ہم دلائل اور براہین کو پھیر پھیر کر اس لیے بیان کرتے ہیں تاکہ ہم اس دین کو اہل عقل کے لیے واضح کر دیں یعنی تاکہ اہل دانش جن کا دل عناد سے خالی ہے وہ ان آیات کو دیکھ کر سمجھ جائیں کہ حق کس طرف ہے الغرض ان آیات کی تصریف میں دو فائدے ہیں ایک تو یہ کہ معاندین کا عناد خوب ظاہر ہو جائے اور ان پر اللہ کی حجت پوری ہو جائے اور دوسرا فائدہ یہ ہے کہ جو لوگ عقل و دانش رکھتے ہیں اور ناواقف ہیں اور معاند نہیں وہ سمجھ جائیں اور حق ان پر واضح ہو جائے اور اگر کچھ سمجھتے ہیں تو بار بار بیان کرنے سے ان کو بصیرت حاصل ہو جائے کیونکہ ایک مضمون جب بار بار مختلف عنوانات سے بیان کیا جاتا ہے تو وہ خوب دل نشین ہو جاتا ہے پس اے نبی - آپ اس چیز کی پیروی کیجیے کہ جو تیرے پروردگار کی طرف سے تیری جانب وحی کی گئی ہے اور لوگوں کے اس کہنے کی پرواہ نہ کیجیے کہ تو نے یہ قرآن یہود سے پڑھ لیا ہے اس کے سوا کوئی مبعود نہیں اور ہیبت میں کوئی اس کا شریک نہیں اور اگر مشرکین اپنے شرک پر اصرار کریں تو آپ غمگین نہ ہوں بلکہ ان مشرکوں سے منہ پھیر لیجیے ان کی خرافات کی طرف التفات نہ کیجیے اور نہ ان کی ہدایت کی فکر میں پڑ بیٹے کیونکہ اگر اللہ چاہتا تو یہ شرک نہ کرتے مگر خدا کو منظور نہیں اللہ تعالیٰ کی تکوینی حکمت اس کو مقتضی نہیں کہ لوگوں کو زبردستی مومن بنادیا جائے اللہ تعالیٰ نے عقل دی اور قدرت اور اختیار دیا اور حق اور باطل کا فرق واضح کر دیا اب جس کا جی چاہے عرق گلاب پیئے اور جس کا جی چاہے پیشاب پیئے اور ہم نے آپ کو ان پر نگہبان نہیں مقرر کیا اور نہ آپ ان پر دار و خہ منفر کیے گئے ہیں آپ کا کام صرف سمجھا دینا ہے اور نہ ماننا ان کا کام ہے آپ کا فرض تبلیغ ہے وہ آپ ادا کر چکے ہیں اب ان کے اعمال سودہ خود اپنے اعمال کے ذمہ دار ہیں اور اب مسلمانوں کو یہ ہدایت کر دیجیے کہ تبلیغ اور دعوت اور موعظت کو ملحوظ رکھیں کہ اے مسلمانو تم ان مبعودان باطلہ کو برا مت کہو جن کو یہ مشرکین اللہ کے سوا پکارتے

ہیں ایسا نہ ہو کہ کہیں وہ برا کہہ بیٹھیں اللہ کو بے ادبی سے بغیر سمجھے مطلب یہ ہے کہ تم مشرکین کے معبودوں کو برا مت کہو مبادا کہ وہ لوگ ضد میں آکر اپنی جہالت سے خدا اور اس کے رسول کو برا کہنے لگیں اور تم اس کے سبب بنو۔

ف جاننا چاہیے کہ سب دشنام دہی یعنی گالیاں دینا اور چیز ہے اور معبودان باطلہ کے معایب اور اُن کے نقائص اور اُن کے عجز اور درماندگی کو اس لیے بیان کرنا کہ یہ بے حقیقت اور حقیر چیزیں ہیں قابل الوہیت اور لائق عبادت نہیں یہ اور چیز ہے مناظرہ اور مباحثہ میں تحقیق حقیقت کے لیے کسی شئی کے اوصاف اور نقائص بیان کرنا اور چیز ہے اور گالیاں دینا اور چیز ہے قرآن کریم نے مشرکوں کے معبودوں کو برا کہنے سے منع کیا جس سے مسلمانوں کو حسن اخلاق کی تعلیم دینا ہے اور قرآن کریم میں جا بجا معبودان باطلہ کی جو تنقیص اور تحقیر مذکور ہے اُس سے مقصود اُن کی الوہیت اور معبودیت کا باطل کرنا ہے (بلاغ) حضرات اہل علم اس مقام پر روح المعانی ص ۶۹ ج ۲ پر امام ابو منصور ماتریدیؒ کا کلام معرفت التیام ملاحظہ کریں فانہ نفیس جدا۔

جس طرح ہم نے ان مشرکین کے دلوں میں شرک کا خیال جما دیا ہے اسی طرح ہم نے ہر قوم کے عمل خیر و شر کو اس کی نظریں میں مزین اور مستحسن کر دیا ہے ہر قوم کو اپنا ہی طریقہ پسند ہے اور اس پر تاناں ہے حق تعالیٰ نے انسانی دماغ کی ساخت ایسی نہیں بنائی کہ جو حق کے قبول کرنے پر مجبور ہو جائے یہ دنیا دار ابتلاء اور دار امتحان ہے اُس میں بُرے اعمال پر سزا نہیں ملے گی پھر ایک دن ان سب کا اپنے پروردگار کی طرف لوٹنا ہے سو وہ ان کو بتلا دے گا جو کچھ وہ کرتے تھے اور اُن کے نیک و بد اعمال کی اُن کو جزا سزا دیگا۔

❖ ❖ ❖

وَأَقْسَمُوا بِاللّٰهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَاءَتْهُمْ آيَةٌ

اور قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی تاکید سے کہ اگر اُن کو ایک نشان

لَيُؤْمِنَنَّ بِهَا قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا

پہنچے البتہ اس کو مانیں تو کہہ نشانیاں تو اللہ کے پاس ہیں اور تم مسلمان

يُشْعِرُكُمْ أَنَّهَا إِذَا جَاءَتْ لَا يُؤْمِنُونَ ۚ وَنُقَلِّبُ

کیا خبر رکھتے ہو کہ جب وہ آویں گی تو یہ مانیں گے اور ہم اُلٹ

أَفِدَّتُمْ وَابْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْفِقُوا بِهِ أَوَّلَ مَرَّةٍ

دیں گے ان کے دل اور آنکھیں جیسے منکر ہوئے ہیں اس سے پہلی بار

وَنَذَرُهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ۝۱۱۰

اور چھوڑ رکھیں گے اُن کو اپنی غشی میں بہکتے

کفار کے دوسرے شبہ کا جواب

وَأَقْسَمُوا بِاللّٰهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ... إلخ... وَكَذَرُوهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ۝

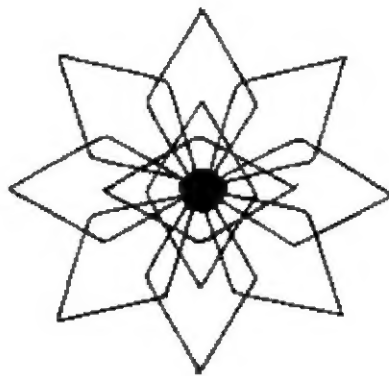
اور ان معاندین نے اپنی سخت ترین قسمیں (یعنی نہایت پکی قسمیں) اللہ کی کھائی ہیں کہ اگر اُن کے پاس اُن کی مطلوبہ نشانی یعنی فرمائشی معجزہ آجائے تو وہ ضرور اس پر ایمان لے آئیں گے یعنی اُس نشان کے ظاہر ہونے کے بعد آپکی نبوت کو مان لیں گے کافروں نے اللہ کی بڑی پکی قسم کھا کر کہا تھا کہ اے محمدؐ اگر تو کوہ صفا کو سونے کا کر دے تو ہم تجھ پر ضرور ایمان لے آئیں گے اس پر بعض مسلمانوں کو بھی خیال ہوا کہ اگر ایسا ہو جائے تو اچھا ہے کفار ایمان لے آئیں گے آپ اُن کے جواب میں کہہ دیجئے کہ جزا میں نیست نشانیاں اللہ ہی کے قبضہ قدرت میں ہیں یعنی میرے اختیار میں نہیں خدا کے اختیار میں ہے وہ اپنی حکمت سے جس نشانی کو چاہتا ہے ظاہر کرتا ہے اور ان کی یہ قسمیں جھوٹی ہیں اور یہ لوگ ضدی اور عنادی ہیں اور اے مسلمانو! تم کو کیا معلوم ہمیں معلوم ہے کہ جب وہ ان کی فرمائشی نشانیاں آجائیں گی تو یہ نہیں ایمان لائیں گے یعنی ہم کو معلوم ہے کہ وہ نشانی دیکھنے کے بعد بھی ایمان نہ لائیں گے پس اُن کی درخواست کا پورا کرنا بے فائدہ ہے اور چونکہ یہ لوگ کفر اور سرکشی اور ضد اور عناد میں حد سے گزر چکے ہیں اس لیے اے مسلمانو تم کو کیا معلوم کہ ہم اُس وقت اُن کے دلوں کو قبول حق سے اور ان کی آنکھوں کو حق کے دیکھنے سے الٹ دیں گے اور اُن نشانوں کو دیکھ کر بھی وہ ایمان نہیں لائیں گے جیسا کہ اس سے پہلی مرتبہ بھی وہ اس پر ایمان نہیں لائے تھے شق قمر کا معجزہ ان کی فرمائش کے مطابق دکھلایا گیا مگر اس پر ایمان نہیں لائے اور اس کو جادو کہہ کر رد کر دیا اسی طرح دوبارہ نشانی دیکھنے پر بھی ایمان نہیں لائیں گے ان کو بار بار نشانی دکھانے سے کیا فائدہ جب دل الٹ دیا جاتا ہے تو سیدھی بات بھی سمجھ میں نہیں آتی اور جب آنکھ الٹ جاتی ہے تو کچھ کا کچھ نظر آنے لگتا ہے اور ہم اُن کو اُن کی گمراہی اور سرکشی میں بھٹکتا ہوا چھوڑ دیں گے

کہ ان کا دل اور آنکھ حق اور ہدایت کی طرف متوجہ ہی نہ ہو اور کبھی ایمان کی توفیق ہی نہ ہو مطلب یہ ہے کہ ان سرکشوں کو دنیا میں بلا عقاب اور بلا عذاب کے چھوڑ دیں گے کہ وہ اپنی سرکشی میں سرگرداں اور حیران رہیں اور ایمان نہ لائیں شاہ عبدالقادرؒ فرماتے ہیں یعنی جن کو اللہ ہدایت دیتا ہے اول ہی حق کو سن کر انصاف سے قبول کر لیتے ہیں اور جس نے پہلے ہی ضد کی اگر نشانی بھی دیکھے تو کچھ جیلے بنائے فرعونؑ ان نشانیوں پر بھی ایمان نہ لایا (موضح القرآن)

الحمد لله الذي هدانا لهذا وما كنا لنهتدي لولا ان هدانا الله ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هديتنا وهب لنا من لدنك رحمة انك انت الوهاب آمين يا رب العالمين

الحمد لله آج بروز دوشنبہ بوقت ایک بجے دن کے بتاریخ ۵ ربیع الثانی ۱۴۰۷ھ پاره ہفتہ کی تفسیر سے فراغت ہوئی فللہ الحمد اولاً و آخراً۔

الحمد لله دوم مکمل ہوئی مہ





ریسرچ اینڈ رجسٹریشن آفیسر

تصدیق نامہ

مکتبۃ المعارف دارالعلوم حسینیہ شہدادپور کی مطبوعہ تفسیر
 ،، معارف القرآن ،، مصنفہ حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ
 کی جلد دوم از پارہ ۴ تا انتہاء پارہ ۷ کے متن قرآن کریم کو بغور پڑھا
 تصدیق کی جاتی ہے کہ اس کے متن قرآن کریم میں کوئی کمی بیشی یا اعراب
 کی غلطی نہیں ہے ۔ واللہ اعلم ۔

عبدالمالک شہید ادور

۲۱ نومبر ۱۴۲۱ھ

